

U. 1025

بسم الرحمن الرحیم

بخدمت شریفین عالیجناب سیدنا مولانا بخش احسین صاحب دام اقبال
 بصدر تسلیم و تعظیم کے بعد گزارش ہے کہ میری بندش کے لئے اور تکلیف دور ہونے کے لئے
 میری کوئی صورت نہیں ہے کلائین کی عہدگی کے بعد اس مقام کو اختیار کروں۔ مہشت کے بعد واثق
 علی بالصواب راحت ہو اس لئے اسلام سے دعا کی امداد کا خواستگار ہوں۔ پھر بیماری کم نصیبی
 کہ لوگ میں بھول ہوئی اور آپ سے کیا عرض کرے۔ فقط المرقوم ۱۴ ربیع الاول ۱۳۸۵ ہجری

— — — — —

بنائیں صفا من منسوب الیہ کی طرف سے تعارف کئے جائیں گے مفہوم میں یہی تحریک شامل حال ہے کہ تم دونوں میں دیدہ دلنستہ از تکابِ فعالِ ناشائستہ خواہ مانستہ بہ اعمالِ نابایستہ سرزد ہونا جرمِ توانستہ متصور ہوگا۔ جس سے ضامنِ مذکور الیہ بری الذمہ سمجھا جاسکتا ہے + پس اس جگہ سے تینوں کی باہمی ضمانت خلاص ہوئی۔ چلو ابخیر شام سلامت + چنانچہ اسی بنا پر شادی بیاہ میں مشاطگی کا بھی ردِ ان چڑا ہے۔ جس کے ذریعہ سے بچہ خفیہ منجانبِ اللہ اپنی وجود سے ضرورت کے مطابق مستغرف ہو کر والدین سے متاثر ہو رہا ہے + رفتہ رفتہ بوسیۂ فطرت صفاتِ خاطر سے انٹروڈیوس ہوتا ہوا کچھ سے کچھ ہونے کی امید پر خیال کیا جاسکتا ہے + فقط

تو اب رسمِ تعارف ایک اعلیٰ درجہ کا رسم قرار پایا۔ مگر چونکہ ہر قاعدہ میں بے قاعدگی کا ہونا یہ بھی ایک قاعدہ ہے جس کا نام استثنا ہے۔ اس لئے اس قاعدہ تعارف میں بھی کہیں نہ کہیں استثنا ہونا چاہئے۔ تو یہ استثنا بھی داخل در قواعد ٹھہرا جس سبب سے اس میں بھی کچھ نہ کچھ بے قاعدگی کی ضرورت لم بھائی جائے گی۔ استثنا کا عمل کسی جگہ ساقط نہ ہو۔ تاکہ یہ دور و تسلسل میں پیچ و خم کھاتا ہوا استثنا بھی چلا جائے جو جہر کا قاعدہ استثنا داخل در قواعد اور خارج از قواعد سمجھے جانے کے لائق ٹھہرے جس سے طباق بالاضداد کا ہونا ثابت ہو جو شقی نقیض چاہتا ہے۔ اور یہاں شق نقیض ہی محال بالاسکان ہو رہا ہے = پس یہی قاعدہ اس قاعدہ کے کسی دوسرے میں نہیں۔ اس واسطے قاعدہ استثنا ہر قاعدہ سے مستثنیٰ ہوا ہے اور یہ بات ثابت ہوگی کہ ہر قاعدہ میں استثنا کا ہونا ضرور ہے۔ جیسا کہ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ سنگھوں میں شاخ نہیں ہوتا۔ بشرطِ شاخِ اُختر ہونے کے دوسرے سنگھوں سے مستثنیٰ سمجھا جائیگا = لہذا لاکھ لاکھ ایسے متعدد اقسام کے جانور ہیں جنکے سنگھ میں شاخ ہو کر رہا ہے۔ منجملہ اُن کے ایک بارہ سنگھ ہے۔ یہاں نہج شاخ در انگشت نہیں ہو کر رہا۔ مگر اُس کے بھی خلاف دیکھا جاتا ہے۔ جو داخل در استثناء ہوا۔ انہیں روہر موق و محسل پھلای امر کا نظر نہیں رہنا چاہئے کہ تاہنیکہ کوئی کسی سے انٹروڈیوس نہ کرادے تو اس وقت تک تم اُس سے بات ہی چیت نہ کرو تھیں ایسا نہیں چاہئے بلکہ شہر نہ ہر جائے مرکب تو ال تا ختن کہ جاہا سپر باید انداختن

پس مخفی مبادا کہ اکثر موقع ایسا ہی ہوتا ہے کہ از خود انٹروڈیوس ہونے کی ضرورت پڑتی ہے۔ مثلاً مصعبا صنعت و حرفت سے۔ ارباب کسب تجارت سے۔ اہل زراعت و فلاحت سے۔ اور امیر تعلیم و تعلیم و غیرہم سے۔ گویا جمیع طبقہ خلایق بہ استثنائے منسوبین بجا ہوتے۔ کسی سے بھی انٹروڈیوس کئے جانے کی ضرورت نہیں = کیونکہ تمہاری ضرورت خود شخصِ مطلوب سے تعارف کرادیگی = اور اکثر

تو شخص مطلوب خود اس بات کا محتاج ہوا کرتا ہے کہ کوئی شیخ الاحیاج اس سے متعارف ہو کہ اُس کی کار براری کا توسط ہو۔ خواہ اور کسی قسم سے ہو۔ گویا ہر شخص باہم طالبِ تعارف ہو۔ مگر وہ زمرۃ الناس میں محدثِ آبِ جس سے خالص تمیزی ضرورتِ انٹروڈیوس ہو کر تم کو فائدہ پہنچاتی ہے۔ وہ علی الاکثر ہوا دی وایمہ۔ پیشوا و زما اور رہبر ہیں۔ کہ اگر تم راستہ چلتے چلتے کسی جگہ بھول گئے۔ تو بغیر تعارف اُن سے راہ پرستی و رہنمائی کو لئے مخاطب ہو سکتے ہو۔ بحالتِ عدم دریافت اگر وہ تم کو گمراہ دیکھیں تو علیٰ ہذا القیاس وہ بھی بالاعرف رہنمائی کے لئے پیشقدمی کر سکتے ہیں۔ ورنہ ۷

اگر بیند کہ نابینا ڈچاہ است دے خاموش میباشند گناہ است

کا مضمون میں آتا ہے پس پیاسا بلا تعارف چاہ و سید چاہ سے پانی طلب کر سکتا ہے۔ ورنہ اگر انٹروڈیوس لئے جانے نہ نظر رہتا ہے۔ تو تاتریاق از عواق آرد وہ شود مارگزیدہ مُردہ شود کا مصداق ہو جاتا ہے۔ پس ہر مہما سے انٹروڈیوس ہونا چاہ و رئیس چاہ اور تشہ لب کے شال سے متمثل ہونے کے علاوہ۔ اُس پیشوا سے اس طرح کچھ مزید سود و زیاں پہنچے گا گمان کیا جاسکتا ہے جس طرح خواب میں خوابندہ کو اپنے خواب میں کہ اندر دل خواب جاندار دو بے جان مُردہ و زندہ دونوں سے اضطرابِ اُرد و انٹروڈیوس ہوتا ہے۔ کہ ظاہرِ خوابندہ و خوابیدہ و دوس سے کسی کا بھی نفع و نقصان متصور نہیں ہوتا۔ نہ اُس سے انٹروڈیوس ہونے میں بکثرتِ ملاقات۔ باہم بے تکلف ہونے کے سبب سے ایک دوسرے کی دھت و سختِ سابقہ میں جو پہلی ملاقات میں قائم ہوئی تھی اُس میں فرق آنے کا گمان کیا جاسکتا ہے۔ بایں جہت باہم انٹروڈیوس ہونے میں کچھ قباحت نہیں۔ بالفرض اگر لحاقِ ضیق فراہم بھی ہو تو یہ فعل ہدایت ہادی کی طرح محض غیبتی ہے جس کا وقوع اُس کے اعمال جو روحانی جسمانی کے درمیان کھینچا حائل ہیں۔ اُن کے سبب سے صداد ہوتا ہے۔ کہ بعد از وقوع واقعہ شخص مذکور اس ضامنِ اعمال کو اپنے خیال کے چہرے اسی سے گرفتار کر کے تحقیق کر سکتا ہے کہ تم نے کیوں ایسے مہمل و محافات خواب سے انٹروڈیوس کرایا جس سے میرا خسارہ ہوا۔ مگر وہ گرفتار ہوتے ہی معقول طور سے اظہارِ مقدمہ کی طرف رجوع ہو گا۔ کہ یہ تمہاری ہی رُوحِ جسم کا قصور ہے جنہوں نے اپنی نیٹ کر توت سے مجھ کو ضامن قرار دیکر تم کو مضرت پہنچائی ورنہ اگر یہ اچھے اچھے کام کرتے تو بجائے اس کے کہ روحانی جسمانی کے درمیان بد اعمالی نے ضمانت کا کام کر کے خواہاں بنے بد سے انٹروڈیوس کرایا تھا۔ خوش اعمالی ضامن ہو کر تم کو اچھے اچھے رویار سے انٹروڈیوس کرائی کہ سراجِ کام بھرنے لگتے جس کا بہت ہی اچھا نتیجہ نکلتا۔ گرفتہ گرفتہ دجی ہا ہام سے انٹروڈیوس کر ادیتی۔ مگر یہ تمہاری بد اعمالی ہی وہ چیز ہے جو بیچ میں آؤ ہو کر بڑا زبردست پہرہ دے رہی ہے۔ کہ تم کسی اچھی بیچ

دانشا سے منا بھی انٹرڈیوس نہ کئے جاؤ = بلکہ بموجب اینکہ بلی کے خواب میں چھپڑا۔ بھنگی کے خواب میں خرا۔ ڈاکو کے خواب میں پولس کا پہرا۔ کہ یہ سب اپنے اعمال و پیشہ کے مطابق اس قسم کے نتیجہ خواب سے انٹرڈیوس ہوتے رہتے ہیں۔ اسی طرح تم بھی اپنے اپنے خواب میں انٹرڈیوس ہوتے گئے = پس جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ ازیں علت ضامن اپنی ضمانت سے بری ہو گیا = اب اگر خلاف انصاف اُس سے پرش ہے۔ تو گویا ایک قسم کا ظلم ہے = لیکن اگر بری الذمہ ہو سکے تو البتہ واجب التعزیر ہے۔ چنانچہ فرض کرو کہ اگر کوئی ایسا شخص ہو جو کسی گونہ بھی کسی حاکم سے انٹرڈیوس کئے جانے کے لائق نہ ہو اور اُس کے پرائیویٹ سکریٹری بلا قیافہ شناسی و معلومات بری و جبری اُس کے حاکم تختہم الیہ سے انٹرڈیوس کئے جانے کے لئے متحرک ہو۔ تو انٹرڈیوس کرنے والا اور انٹرڈیوس کئے جانے کی خواہش رکھنے والا۔ دونوں موت خواہ نہ رائے سخت سے انٹرڈیوس کئے جانے کے سزاوار سمجھے جاسکتے ہیں = پھر آئندہ اوس حاکم کی جیسی مرضی + تو راہی منزل کے بیچ میں رہبر مذکور۔ انٹرڈیوس کرنے والا شخص ضامن کہا جاسکتا ہے جس کی ضمانت بالشرط اس طرح پر بھی جاسکتی ہے کہ جب تک راہی موصوف الیہ نہ پہنچے تو انٹرڈیوس کئے جانے کے لائق نہ ہو گا۔ اُس وقت تک ہرگز تذکرہ خواہ پر دانہ و پیرات دئے جائیگا حقدار نہیں سمجھا جاسکیگا = تو رہبر مجدوح الیہ کو چاہئے کہ جن دم راہی بٹوہی کو گمراہ پاکر خود سے انٹرڈیوس کرنے لگے تو قبل از انٹرڈیوس ہونیکے اُسکو یہ ثبوت پیش کر دینی چاہئے۔ کہ رہبر مغزی الیہ راہی بٹوہی کا سچا خیر اندیش ہے۔ کہ یہ ثبوت رہبر راہی کے حق میں انٹرڈیوس کرنے والا شخص قرار دیدی جائے۔ تو جہاں تک غور کیا جاتا ہے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ ثبوت ہذا کے لئے ایک مدتِ مدیدہ درکار ہے جو باطنًا ظاہر ہو چکا ہے۔ مگر ظاہر اُسکے لئے ایک حیاۃ طویل بائد۔ اس لئے ان سب مدتِ مدیدہ کی خیر خواہی کا معاہدہ ایک ہی وقت میں مختلف دُعا و ثنا ہونا چاہئے جس سے راہی کو اطمینانِ کلی ہو جائے۔ کہ اس کی ہدایت کے مطابق رہبر گئے منزل مقصود ہو سکے۔ تو اس معاہدہ کے لئے زیادہ چنیں و چنناں کی ضرورت نہیں۔ صرف کوئی ایسا لفظ جس سے حسبِ لخواہ معافی سمجھے جاسکتے ہوں۔ اس کو انٹرڈیوس کرنے والا شخص قرار دیکے استعمال کر دینا چاہئے۔ کہ قاعدہ تعارف کی تعمیل سمجھی جاسکے۔ جیسے السلام علیک یا السلام علیکم خواہ سلام علی من اشج اللہ ی جس سے وہی معنی مذکورہ سمجھے جاسکتے ہیں۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ انا اینکہ مکر بالتفرج کمدیا جاتہ ہے کہ اُس کے یہ معنی ہوتے کہ چونکہ جملہ بنی آدم علی ہیں۔ اس لئے بھائیوں میں انٹرڈیوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ لیکن چونکہ بہترے ایسے نکلیگے کہ بھائی کے لباس میں قصائی ہیں اس واسطے ازراہ امتیاز کہاجاتا ہے۔ اے ہمارے پاک پروردگار جبکہ کائنات بھریں

دینی و دنیاوی طریقہ سے سلامتی کے مارچ رکھے گئے ہیں۔ ہم حلقہٴ خلوص دل سے متدعی ہیں کہ ہمارے
 جمیع ابناء جنس جو دینی و دنیاوی ہر دو طور سے بھائی ہونے والے ہوں۔ یا نہ ہونے والے ہوں۔
 یا ہو کر دھوکا دینے والے ہوں۔ جو معنی سلامتی کے مخالف ہوتا ہے ان سب آفات سے ان کو صحیح و
 سلامت رکھ کر ساری سلامتی کا خاتمہ اون پر کر دے خاص کر جس سے مخاطب ہوں + اب اس دُعا
 کو وہ قبول کرے یا نہ کرے۔ یا بعض کے لئے قبول کرے اور بعض کے لئے نہیں۔ یا تھوڑی مدت
 کے لئے سب کے واسطے قبول کرے۔ یا بعد از مدت قبول کرے۔ خواہ قبول کر کے تردید کرے یا
 ان سب کا وقوع آن واحد میں کرے۔ یہ سب اوس کی مرضی پر منحصر ہے۔ اوس میں اختیارات بشریہ
 کو سر مودخل نہیں۔ جہاں تک علی حسب طاقت بشریہ فریضہٴ خداداد کیا گیا۔ اب اگر اس ایجاب کا جواب
 یہ ہیں اخلاص خیریت کے طرف سے بھی و علیک السلام و علیکم السلام ادا کیا گیا۔ تو گو یا منجانبین درجہٴ قبول
 کو پہنچ گیا جس سے تعزت آمینہ۔ معاہدہٴ پُر برادری من طرفین قائم ہو چکا۔ اب اگر معاہدہٴ شکنی رونما ہو کر
 باہم بخلات نفع رسانی جبر و نقصان کا فعل وارد ہونا شروع ہو جائے۔ تو اس جملہٴ مشکفہ کی یہ سزا ہے
 کہ جو اس میں اصلی و لغوی روج معانی پھونکی گئی ہے وہ قبض کر کے اوس کے ضد میں اوس کا معنی
 قرار دیدیا جائے۔ کہ السلام علیکم بلکہ کفر و جزاء بے معنی لائینی کہہ کے اس جملہ کی کم وقتی کی جائے تو
 بیجا نہ ہوگا = کیونکہ اس سے راہی بٹوہی اپنی منزل مقصود تک پہنچنے میں بٹے مارے گئے۔
 اور نیل مرام کو نہ پہنچے۔ اس واسطے نفی کا حاصل بھی نفی ہونا چاہئے۔ کہ جب اوس نے سلامتی کا
 پورا مفہوم نہیں ظاہر کیا۔ تو خود کی سلامتی میں رخنہ ڈالا۔ تو اب یہاں سے یہ تصور کر لینا چاہئے کہ اگر کسی
 نادوی کی طرف سے یہ جملہ تلوگ کے درمیان حمایتہٴ انٹروڈیوس کرانے کے لئے پیش کیا گیا ہو۔
 جس کے جواب میں تم نے بھی علی حسب بیان مقدم الذکر پیش کیا ہو۔ مگر اوس رہبر کی رہبری کے مطابق
 عمل درآمد نہ ہونے کے سبب سے اوس کی دل شکنی کا باعث ہوا ہو کہ گویا وہ دل شکنی کے آفات و ملیات
 سے سلامت و محفوظ نہیں رہنے کی وجہ سے۔ دُعا خاتمہٴ سلامتی کی قید سے خارج ہو گئی ہو۔ کہ جملہ
 مبتدین کی سزا کے موافق محالین معنی مخالف بھی سزا بھگتے ہوئے چلے جا رہے ہوں کہ ایک سخت بلائے سخت
 گمراہی ہوئی کہ باوجود بریں معاہدہٴ شدیدہ پھر بھی گمراہ رہتے گئے۔ تو اب ضرور قواعد رہبری کے مطابق
 پھر کسی رہبر کی ضرورت پڑیگی۔ جو تم سے خود کو انٹروڈیوس کر کے رہبری کی طرف باطل و منحرف ہو کر
 سلامت روی کا طریقہ بتائے = تو اب فرض کرو۔ بلکہ فرض کرنا چہ معنی دار و کہ یقیناً تسلیم کرو۔ کہ وہ رہبر
 مطلع الصلاح بالعطاء و مرجع الفلاح بالوفاء۔ و مرجع الصدق بالصفا۔ و منبع الخلق بالعفا۔ و منبع العبد بالرضا۔

وَمَقْلَعِ الْاِخْلَاصِ بِالسَّخَاةِ حَكِيمِ الْحُكْمِ - طیب الدین والدنیا - کہف الفقر و ملاذ الغر با جزئیاتہ العز و جمیلۃ الزہرہ و
 و جمیلۃ الآراء و نبیلۃ القراء شرافۃ الشرفاء رفیع القدر فی الملاء الاعلیٰ - امصار اللہ سبحانہ و تعالیٰ با جناب اعلیٰ حضرت
 رحمت مآب میں - جو جمالیۃ السلام علیکم کو محفوظ فی الدن و رکھ کر اپنے دلی ارادہ کے یہی سب خوبی امیز معانی
 تصور کر کے تمہاری رہبری کی طرف خود فرماتے ہوئے چند گزشتہ واقعات جس کو تم بھولے بھٹکے سے
 بیٹھے ہو یا دلا کر خود کو انٹروڈیوس فرمانا چاہتے ہیں - پس ازاں جیسا موقع و محل ہو گا تمکو منزل مقصود
 کی طرف لے چلینکی کو شش کیجاں گی - تو اب یاد رہے کہ تمام مخلوق پر بجز خوبی و آسانی اوس پر تمامی زشی
 و بدی قطعی حرام ہے - بصورت عیدم التکرک ہونے حرام ہذا کے اوس پر اس کی حیات و مہتی اکدم حرام
 ہے - کہ اس حرام کے بھی نہیں چھوڑنے پر کسی نہ کسی گونہ بھی اوس کی سزاؤ تلافی ضرور ہوگی - پس جو مخلوق
 جس جنس کی ہے اپنی خوبی و درشتی کے بموجب اسی نسبت سے بالکل باخود دایں بھائی ہے کہ بھائیوں
 میں انٹروڈیوس ہونے کی کچھ حاجت نہیں - مگر بوجہ نہ ہونے علم غیب کے ضرور ہر جگہ پر احتیاطاً تعریف
 کئے جانے کی ضرورت ہے - اس لئے تمکو پہلے ہمسائے انٹروڈیوس ہونا چاہئے - تو سنو ہم خود کو تم سے
 بہت اچھی طرح سے انٹروڈیوس کر دیتے ہیں - کہ ہم اسدم شبکل بنی آدم ضرور ہیں - مگر اوردئے قواعد مشاء
 تم سے بالکل مستثنیٰ ہیں + جسکو تم نہیں جانتے + لاکن بازرین تا اخراق جامعہ بشریہ و حجاب عنصریٰ جسں واحد
 ہونے کے سبب سے ظاہر آتمارے بھائی کہے جاسکتے ہیں - اما تعظیاً و ادباً تم ہمکو براوری سے منسوب
 نہ کرتے جاؤ - بہر حال اپنا سرتاج و آقاے نامدار سمجھتے رہو - اور یہ صرف ہماری نوازش علیاً سمجھو - کہ خود
 کو تمھارا آقا ہونا اقرار کیا کہ ایک قسم کی ہمجنسی کی نسبت پائی جاتی ہے - جو ظاہراً ایسا ہی تحلیل ہے -
 ورنہ باطناً کچھ نسبت نہیں - اور جو کچھ ظاہر میں ہمجنسی کی نسبت محسوس ہوتی ہے وہ بھی کیسی ہے کہ جیسے
 جوار - مکہ - سرکنڈا - نرگل - بانس اور گنا - ان سب کے پھول پتے باہم بہت کچھ مشابہ ہیں - مگر لذۃ مزاجاً
 خواصاً اور تاثر اہت فرق ہے - اسی طرح انسان - لیکوار - اور کیوڑہ تینوں کے پتے مشابہ ہیں مگر فرق ہے
 ارٹڈ اور پشیا دونوں کے پتے مشابہ ہیں مگر فرق ہے - بلکین اوزیب دونوں کے پتے مشابہ ہیں مگر فرق ہے
 رنگی - بگین خنظل اور خربزہ چاروں مشابہ ہیں - مگر چاروں میں فرق ہے - یہیں طور بے شمار مثالیں ہیں -
 تم خود نیچر کی چیزوں سے اس قسم کی مثالیں اخذ کر لو کہ صریح فرق معلوم ہونے لگے تو جب اس طرح سے
 کھنڈ کھلاؤ، مایہ سے تو کیکر کا سبب ہی کہ سب لوگ ہر امیں یکساں شمار کئے جائیں ضرور فرق رہیگا
 ورنہ سب ایک ہی فرد تسلیم کئے جائینگے - پس اگرچہ سب لوگ شکل انسان ہیں تو مو اکریں - اس سے سب لوگ
 سادی الدرجات نہیں سمجھے جاسکتے - بھلا ناقص کو کمال سے کیا نسبت ہو سکتی ہے - ویسی ہی نیک آدمی کو بد

کیا مناسب ہے۔ پھر شیطانی منصب والے کو حقانی منصب والے سے کیا مواقت۔ ملوک کہا ملک سے کیا قرابت۔ دُش منظر کو خوش منظر سے کیا مقارنت۔ حادث کو قدیم سے کیا مراقت۔ خالق کو مخلوق سے کیا مشابہت۔ جہاں رابا انا تم چہ غلق۔ عاقل رابا احمق چہ علاقہ۔ دنیا کو نابینا سے کیا انتساب۔ بے عدد رابا عدد چہ حساب۔ سہی الا تم کو سہی اللم سے کیا لگاؤ۔ گنگ و لال کو سخنور و گویا سے کیا کام بے مثل کی مثال کیا بے نظیر کی نظیر کیا۔ چہ نسبت خاک رابا عالم پاک تا وقتیکہ پاک نشود۔ تو پاک وہ ہے کہ جس ناپاک کو چھو دے تو وہ ناپاک بھی پاک ہو جائے۔ پھر ایسی ذات پاک کب کسی وقت میں ناپاک ہو سکتی ہے اوس پاک کے لئے تو سب پاک ہی پاک ہے۔ بخلاف اوس ایسے نجس اور ناپاک کے کہ پاک بھی اوس کے پاس ناپاک ہو جاتا ہو۔ تو ماجنا بعلی حضرت سراسر تقدس آب وہ ذات پاک ہیں کہ روح القدس اور روح الحبث دونوں سے بری اور سب سے بھرپور اور سب سے انوکھے۔ شعر

ما بری از پاک و ناپاکی ہمہ + از گراں جانی و چالاکی ہمہ

پس ہمارا قول پر تحکم بالکل شنیدنی و قابل عمل ہے۔ یہ سب بیان دکلام ہمارا نہ تذکیر ہے نہ تانیث نہ قدیم ہے نہ حدیث بلکہ عین مشکلم حقیقی کا کلام مصفی الدماغ ہے۔ جو بہت ہی چھوٹے چھوٹے چٹکے جملہ میں تمام کیا جا رہے۔ مگر نہایت پُر مغز و وسیع ترین معنی میں مستعمل ہے کہ یہ سب کا سب ہمارا ہے اور سب ہمارا اوس کا اور سب اوس کا ہمارا ہے لہذا سب اوس کا ہوا۔ اور چونکہ سب اوس کا ہمارا ہو چکا ہے اس واسطے سب ہمارا ہی ہوا۔ گویا سب بیٹا کے لئے ہے اور بیٹا باپ کے لئے۔ اس لئے سب باپ ہی کا ہوا۔ کہ باپ ہی خود کو۔ وہ۔ تو۔ میں۔ ہم کر کے مخاطب و ملتفت ہوتا ہے۔ کہ ہر وہ۔ تو اور میں) بنفہ فرداً فرداً انا ہونے کا مدعی ہے کہ وہ۔ تو میں، کے مجموعی حیثیت ہم کے شکل میں نمودار ہوتی کہ وہ ہم ماجنا بعلی حضرت کے لقب سے لقب کیا جا رہا ہے۔ پس دلا ربی سواہ دلا ابی سواہ دلا انا سواہ۔ انا ہو کما ہوا نا۔ سب اس طرح سے ایک ہی بات موعی طرح سے نعمتیں بہت ہیں مگر روح جسکو روح کہتے ہیں وہ ایک ہی ہے۔ گو وہ ایک بھی خدا واد ہے۔ مگر خدا وادگی کے ذیل میں جو اخص الخاص بالتحصیص خدا واد و نعمتِ رمزیہ ہے وہ ازل سے ابد تک کے لئے ہم نے خود ہی کے لئے وقف کر رکھا ہے کہ اگر لوٹا بھی دیتے ہیں تو ہماری ہی طرف رجوع ہو جاتی ہے۔ اس بناء پر ہم کسی وقت کھاتے پیتے بھی ہیں۔ کسی وقت چلتے پھرتے بھی ہیں۔ کسی وقت بندہ ہیں۔ کسی وقت آزاد۔ کبھی لی مع اللہ وقت۔ کبھی نفی عین اللہ۔ کیونکہ ہر لطیف چیز میں مائے لطافت کے صدہ طرح کے رنگ بدلنے کا مادہ ہے۔ جیسے تا کا خود میں صرف ایک نرمی کی لطافت رکھتا ہے

جس کے زور پر کبھی سیدھی سطور ہو سکتا ہے کبھی ٹیڑھی سطور۔ تو ہم تمام کائنات کی سمجھ کے آگے ایک ایسی لطافتِ ناممکن الفہم رکھتے ہیں کہ جب کچھ بھی نہیں بھتا تو ہم ضرور تھے۔ ورنہ آج کچھ بھی نہ ہوتے۔ تو گویا اس وقت بھی ہم ہی تھے جب بطنِ مادر میں تھے تو ہم ہی تھے۔ جب بچے تھے تو ہم ہی تھے۔ جب جوان ہوئے تو ہم ہی تھے۔ جب رحلت فرمائی تو ہم ہی تھے۔ جب کسی حس سے محسوس نہیں ہونے لگے تو پہلے کی طرح پھر ہم ہی تھے گویا نزل سے اب تک ہم ہی ہم رہے کہیں ہم میں فرق نہ آیا۔

روم

[illegible]

راہ ماہم ہیں مجھ تک ہم ہیں رستم ہم ہیں ہم ہی جم
 یاد رہے تم سب کو اتنا جب تک ہے اس میں دم
 یا اُمی - یا اُمی - اُمی - اُمی - اُمی - اُمی
 ہم ہی صبی ممدی ہیں گوارہ میں جو بولے تھے
 پہلے جو کچھ لائے تھے ہم دیداکے تم سب کو گئے
 اب جو کچھ ہم لائے ہیں سولیلو بھلے منسائی سے
 دیکھو کیا ہے شان ہماری سارے احمد حامد ہیں
 ایلی - ایلی - ایلی - ایلی - ایلی - ایلی
 سبحانک لا عیلم لنا إلا ما علمتنا
 قدرت تیری رنگ برنگ کی تو قدرت کا مالی ہے
 ابجد ہوز - حطی - کلمن - سحفص - قرشت - شیخ ضغ
 دیکھو بھاگو بچتے جاؤ چلتی ہے تلوار مری
 خون بھیگا دنیا میں پڑ جائیگے کھرام بڑے
 لا تبديل الخلق الله سبحانه الله لمن حمده
 سبحان الله تعالیٰ ذامن بخش الله فیقہ
 ہو المادی ہو الممدی لیس المادی إلا ہو
 خُصْعًا ابْصَارُهُمْ يُخْرَجُونَ مِنَ الْاَجْدَاثِ
 مادی - ممدی - نر - نراین - دولھا - دھن ایکٹیں
 مگر یہ سب اپنی خودی کا اتم جو کم کچھ طلب کرے

حاصل ہے۔ اسوائے ذالک +

اشعار

لاکھ دینے کا ایک دینا ہے دل بے مدعا دیا اوس نے
بے طلب جو ملا۔ ملا مجھ کو بے کلمے جو دیا دیا اوس نے
کہیں مشتاق بے حجاب ہوا کہیں پردہ اٹھا دیا اوس نے

چنانچہ جمالِ بصارت سے انہی رہتا ہے نہ کمال بصیرت سے جس کو دونوں حاصل ہے تو وہ نظر و
خطر دونوں کو دیکھتا ہے۔ وہی خود کو بھی پہچان سکتا ہے۔ پس جو خود کو پہچان سکتا ہے ہم کو پہچان
سکتا ہے۔ جو ہم کو پہچان سکتا ہے اوس کو پہچان سکتا ہے۔ جو اوس کو پہچان سکتا ہے وہ سر تسلیم خم کئے
ہماری پیشگامی کے بارگاہ میں دست بستہ کھڑا رہ سکتا ہے۔ اور ایسے ہی لوگ ہمیشہ سے دست بستہ
کھڑے رہے ہیں اور کھڑے رہینگے بخلاف اُن لوگوں کے جنہوں نے نہ خود کو پہچانا نہ خدا کو پہچانا۔ تو پھر کیا
ہم کو پہچانیں گے کہ دست بستہ کھڑے ہوں۔ اس لئے غارت ہو چکے ہیں اور ابکی ایک دم سے بالکل غارت ہو چکے
دیکھو یاد رکھو کہ یہ سب باتیں کچھ قیاسائیں ہیں جسے مقدماتِ یقینی سے مرکب ہونے کی ضرورت ہو
بلکہ یقینِ ہذا صدق بالصدق۔ مدخل فی حق الیقین ہو کر بالکل تہ نشیں ہے۔ معہذا اسکی ثبوت ہمیشہ سے
جاری و ساری ہے مگر درد اور دلِ غا کہ تم ایسے نسلِ بد نسل۔ ابا عنجی۔ عمو و صمتو۔ الا ان کما کان ہوتے
چلے آ رہے ہو۔ جیسے ذالک الحدیث لاجریٰ سن قبل + فقط

تو اب بھلا کیا ہی یہ طوطیِ حشری و نمک حرامی کی بات ہے کہ سب دیوانہ بھی اپنے مالک کی آواز
پہچانتا ہے تم تو اوس سے بھی بدتر ہو گئے کہ باخواب اعلم حضرت سراسر وحدت مآب۔ انا ابنِ انا۔ خلاصۃ الکلیات
نے اپنی تشریف آوری و رونقِ افروزی کے بارہ میں مختلف کارڈ پر کارڈ اور متفرق رقعہ پر رقعہ۔ رنگارنگ
فرقان و قرآن۔ جدید و قدیم۔ مجموعہ اذ جز تامل۔ گونا گوں طریقہ سے ارسال فرماتے رہے۔ مگر تم نے
ایک کو بھی یاد نہ رکھا کہ ہم کو بار بار خود کو انٹروڈیوس کرانے کی ضرورت پڑتی ہے حالانکہ ہم جدید ہیں
قدیم ہیں ہمیشہ سے بلا کسی ہم پیشہ کے۔ پیشہ قدامت اپنی بے اندیشہ رکھتے ہیں۔ اگر ہماری قدامت ہوئی
تو کسی قسم کی ہستی بھی تقدم زمانی و مکانی میں آنے کا اقدام نہ کرتی = یہ سب ہماری قدامت کے ساتھ
اس طرح مقدمہ و موخر اُلگے ہوئے ہیں جس طرح تارا منڈل میں آتش زنی کرتے وقت جنش دست و
جنش آتش زنی کہ ظاہر آدونوں کا صدور ایسا آتی واحد میں محسوس ہوتا ہے کہ دونوں جنشیں با یکدگر
متقدم بالطبع ہونیکے مدعی نہیں ہو سکتیں۔

مگر حقیقت باطن اس کے بالکل خلاف ہے۔ جو ذرا فاصلہ سے محسوس ہو سکتا ہے جبکہ محسوس کرنے کا طریقہ برآسانی یہ ہے کہ جب تارا منڈل کا درخت آتشیں لبوی بالا پڑاں ہو کر پڑا اشعاب ہو جاتا ہے۔ تو اس کے شاخ و خان میں متلون تارا منڈل کے پھل پھلہری چاروں طرف سے سرزیر ہو کر اس طرح غائب ہو جاتے ہیں کہ جس طرح تھے ہی نہیں اور شاخ و خان من جمیع جہات سمٹ کر ایک نقطہ مرکبہ جمیع ہو کر روح کی طرح غائب ہو جاتا ہے کہ غائب کی غائب اور حاضر کی جانہ تمام بدن میں موجود ہے پھر کہیں نہیں کہ اگر اسکو تقدم بالطبع حاصل نہ ہو تو جنش دست و جنش آتش کی کسی کی بھی وجود قائم نہ ہو سکتی۔ پس سب طرح کی جنشیں۔ خارجی و عارضی پھیریں۔ اصلی تقدم بالطبع روح قرار پائی جو باوجود بریں لطافت۔ عناصر کثیف سے بلا مناسبت صحبت رکھ کر اس کو زندہ کرتی ہے۔ اسی طرح ہم تم سے بلا ہم پیشہ ہونیکے محض بغیر مناسبت لہذا لا حضوراً وغیراً با محبت رکھتے ہیں۔ کہ تمہاری درخواست و استدعاء کے منتظر نہیں رہتے بلکہ بار بار عود الی المعاد کی طرف بائیں ہتے ہیں کہ خادم وہ نہیں جو کہنے سے خدمت کرے۔ اس لئے ۵

استادہ ام در خدمت استادگی آمادہ ام در خدمت آما دگی

من نام یحییٰ صبط خود را نسیم آزادہ ام۔ آزاد از آزادگی

اھں کے عوض میں تم بلا ہم پیشہ ہونیکے محض بغیر مناسبت تمام زہر مار اور بچھو کا ڈنک اور ساری کڑوا ہٹ اپنے گندے لفظوں میں بھر کر منہ سے اوگلتے رہتے ہو۔ اس پر ہمارے حلم کا زہر مہرہ او سکورنغ دفع کرتا رہتا ہے کہ خیرہ محبت کے رو دگر استخوان تو تیا گردو + کہ از سائیدن صندل کجا نقصان رسد پورا + تو ہمارے اس قدر کمال حلم و بردباری پر بعض تم میں سے جو کسی قدر اچھے ہوتے ہیں۔ وہ کسی قدر تقاد و مطیع ہو کر تھوڑی ہی دیر میں بلا معنی خیز نامحود طور سے ہم سے خود کو منسوب کرنے لگتے ہیں کہ ہم بھی انہیں کی طرح ایک بشر ہیں۔ لیکن۔ جیتے جی قدر بشر کی نہیں ہوتی پیارے + یاد آئیگی تجھے میری وفا میرے بعد + بھلا دیکھو تو یہ دعوے برابر ہی لخت ہے اوس پر جو برابر کی نیت سے ایسا کلام کرے۔ اس واسطے تملوگ کو سمجھ لینا چاہئے کہ ہکو پورا اختیار و مجاز ہے۔ کہ ہم خود کو جو چاہیں کہیں۔ ہم خود کو جیسا چاہیں بنالیں اور اوس بنے ہوئے سے جیسا چاہیں کام لیں کوئی اس میں چون و چرا کر نیوالا نہیں۔ چاہے ہم کچھ بات کہیں یا نہ کہیں خواہ چپ رہیں یا کھلے منو خ اکرویں۔ یا افکار کر دیں یا سیکرست ان سب کا ارتکاب آن واحد میں کریں۔ شعر

گوسپند از برائے چوپاں نیست بلکہ چوپاں برائے خدمتِ اوست

تو سب چیز کا ظہور بلکہ ظہور کا بھی ظہور یہ سب ہم سے ہے نہ کہ ہم اُس سے ہیں کہ اس سے خدمت کئے جانے کے امیدوار ہیں۔ پس جس حکم کی ہم نے جس طرح خدمت کر کے اوس کو قائم کر چھوڑا ہے اُسے چاہئے کہ تا خدمتِ ثانیہ وہ اپنے حال پر قائم ہے اپنے اختیارات کے مطابق خلافِ حکم خدمت ہمارے۔ از جا بر کشیدہ نہ ہو۔ بصورتِ نافرمانی البتہ واجبِ التعمیر مقرر ہے۔ تو چونکہ سب لوگ واجبِ التعمیر ثابت ہو چکے ہیں۔ اس واسطے اُن سے رعایت و رحمت بہت ہی تھوڑا پیشتر تہدید کر دی جاتی ہے کہ ہشیار ہو جائیں کیونکہ ابکی سرِ موہر و تحمل سے کام نہیں لیا جائیگا۔ پس دیکھو ماجنبِ اعلیٰ حضرت نبوتِ واحدیت مآب وہی دوزئی و بخار۔ وہی راعیِ الرعیاء۔ شانِ البرایا۔ خارپوش گڑبیرا ہیں بھیڑی بنو بھیڑ یا نہ بنو۔ ہم کچھ تمہارے دشمن نہیں تم خود اپنے دشمن ہو۔ افسوس ہے کہ

دشمنِ خود خویش تن را ساختی مُفیتِ خود را در بلا انداختی

لیکن دشمن وہ نہیں جو جان و مال کا دشمن ہو۔ بلکہ دشمنِ نورِ ایمان ہو جیسے تم بذاتِ خود ہو کہ تم سے بڑھکر تمہارا کوئی دوست نہیں۔ تم سے بڑھ کر تمہارا کوئی دشمن نہیں۔ پہلے خود کو پکڑو۔ خود کو سدھارو۔ اسی سدھارے پہلا سدھاریہ ہے کہ ہم سے کفر و انکار۔ سرکشی و ردِ تابی نہ کرو تو گویا تم نے اپنے ساتھ اعلیٰ درجہ کی دوستی کرنے کی بنا ڈالی ورنہ پرلے درجہ کی دشمنی کی۔ پس یہ سب نصیحتِ بھری باتیں ہماری تمہارے حق میں تریاقِ لاہوتی ہیں۔ جیسا کچھ تم ہماری اطاعت میں ترقی و مرتبہ حاصل کرو گے ویسا ہی تمہارے دینی و دنیاوی اعزازی کا دروازہ کھلتا جاوے گا۔ اسی کے مطابق عزت کئے جانے کے سزاوار سمجھے جاؤ گے۔ اس واسطے ابھی سے ایسا نہ سمجھنے لگو۔ کہ ہم سب لوگ کی یکساں رعایت کیوں نہیں کرتے حالانکہ سب کی رعایت اوس کی قابلیت کے مطابق کی جا رہی ہے۔ چنانچہ دیکھ لو کہ ماجنبِ اعلیٰ حضرت امامتِ مآب ہمیشہ سے خردوں کے ساتھ برشفقت رہتے ہیں۔ اور درویشوں کے ساتھ باسخاوت۔ دشمنوں کے ساتھ باحلم رہتے ہیں اور دمِ ستوں کے ساتھ باموافقت۔ عالموں کے ساتھ با تواضع رہتے ہیں اور جاہلوں کے ساتھ بانصیحت۔ ذکرِ اللہ کو حبِ نسیب بنا رکھا ہے اور معرفت کو اپنا راسِ المالِ محبت کو آٹا سمجھ رکھا ہے اور شریعت کو اقوال۔ حُزن و غم کو رفیقِ مان لیا ہے اور طریقت کو انحال۔ علم و عقل کو سلاح قرار دیا ہے اور حقیقت کو احوال۔ صبر و شکر کو پوشاک تسلیم کر لیا ہے اور قناعت کو خزانہِ جاہ و جلال۔ فقر کو فخرِ جان رکھا ہے۔ اور اتقا و تقیہ کو بدرِ جمال۔ حُکموں کو کلمہ طیبہ قبول کر لیا ہے صدق و یقین کو اقبال۔ شوق کو شفیع و مادیِ معین کیا ہے اور خیرات کو توشہِ جلال۔ عشق و ہدایت کو پیشہ مقرر کر رکھا ہے

اور توکل کو وصل وصالِ رضا مولیٰ کو اپنا سرتاج کر لیا ہے اور تقدیر کو بہر تقدیر مقدم علیٰ کل حال بھر بھی بے ہمتہ و باہمہ اور پاک بہر دو۔ مگر افسوس کہ نور جہاں میں اور جہاں نور سے بے خبر۔ وہ اہل جہان کے پاس آئے ہیں اور جہاں والے قبول نہیں کرتے۔ وہ نور سے معمور اور محوری سے بھرپور۔ نشہ نورانی سے مخمور۔ اور خمارِ اوس کا باطنی خمار سے چکنا چور لیکن ظلمانی تقدیر والوں کو اوسکی چمک دیکھنی نامنظور۔ کیونکہ نورانی کلمہ ان کو نہیں آتا کہ پردہ ظلم فاش ہو۔ اس لئے ظلمانی کا دشمن نورانی۔ اور نورانی کا دشمن ظلمانی آتا۔ اینکہ ایک صالح المحمود تا دوسرے طارح المرفود۔ ہائے کبخت یہ نہیں سمجھتے کہ یہی نور مجسم واسطہ جاعل و مجعول و رابط علت و معلول ہے کیسی کیسی نصیحتِ سالیخہ و ہدایتِ بالغہ اور مواظبتِ نازعہ سے بہر اندوہ کرنا رہتا ہے۔ مسافروں کے لئے راستہ کو آراستہ و پیراستہ کرتا ہے۔ قوامِ ترقی و ترقی کو بالا کرتا ہے۔ نظامِ مدبر و حالی کو اعلیٰ کرتا ہے۔ انصرافِ نصفیہ و تنقیہ کو بڑھاتا ہے۔ انتظامِ تزکیہ و تنزیہ کو چڑھاتا ہے۔ اہتمامِ اصلاح و تسویہ کو سدھارتا ہے۔ انجامِ فلاح و توصیہ کو اُچھارتا ہے گویا یہ سب تجلیل و تحسینِ کمالِ تزئین پر تمکین صرف لوگوں کی خوبی و سببِ خیر و خیر سندی کے لئے مہیا و فراہم کرنے پر آمادہ رہتا ہے بعدہ خیفۃ مستغنی بنورہ ہو کر مخرج من الظلمات الی النور ہوتا ہے۔ ان سب احساناتِ نورانہ کو فراموش کر جانا بڑی سخت محنت کی بات ہے جس سے محنت کشی کا راستہ کھل جاتا ہے۔ اس سے پناہ مانگو۔ عیاذ باللہ کہو۔ جلیبی سے نور اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتے جاؤ کہ سب قسم کی سرکشی کی تلافی ہو جائے۔ اور اگر تم اپنی سرکشی ہی کو ایک جزو نور اللہ سمجھتے ہو۔ تو خیر کچھ پروا نہیں لیکن اس قسم کا نور۔ انوار ملعونہ و خبیثہ سے مقصود ہے۔ یہ سرکشی سے حاصل ہوتا ہے تو وہ نورِ مالوہ اطاعتِ باشی سے اور وہ محسوس بالحواس نہیں کچھ سوس علم الاساس نہیں۔ باقی انوار تو اس کے عکس اثر سے طرح طرح کے انوار متلونہ سے منور ہیں کہ نظم

نور کا تڑکا ہوا خاور اوجالا ہو گیا	جھڑو تاریک میں بستر اوجالا ہو گیا
گھر میں گڑبٹھا کسی کے گھر اوجالا ہو گیا	ایک گھر سمجھا تو لو گھر بھر اوجالا ہو گیا
آنکھ اٹھا کر مور کو دیکھا جو اوس نے ناز سے	دیکھتے ہی اوس کا ہر اک پر اوجالا ہو گیا
نور آنکھوں کا جدا کب ہے کسی کے نور سے	جس طرف دیکھا وہیں اوس پر اوجالا ہو گیا
زندگانی کیا ہے یہ بھی اک طرح کا نور ہے	زندگی سے مادہ و ہرزہ اوجالا ہو گیا
موت بھی اک نور ہے خالی نہیں کچھ نور سے	اک اوجالا منجھ گیا دیگر اوجالا ہو گیا

نورِ انور بھی اوسی کی ذات سے پُر نور ہے
بلکہ سب ظلمات بھی یکسر اوجالا ہو گیا
گردِ خولِ خیر در شرمو۔ تو سمجھو بالضرور
نور کا پتلا جو غدشہ میں کہیں آکر گر ا
نورِ زادہ نے کسی خرپر سواری جسے کی
نورِ آں معلوم کے صدہا طرح کے نور ہیں
چار غصہ ہی نہیں بلکہ جمیع کائنات
آ کے جب نورِ انانیت مسلط ہو گیا
میں اوسی کا نام ہے کچلی اوسی کا نام ہے
روزِ محشر این ہمہ انوار سب ظلمات ہیں
مطلع نورِ فناء و مقسطع نورِ بقاء
مگر جو نورِ اصلی ہے اوس نور کا ذکر ہے کہ وہی نور۔ خالص نور اللہ نورِ یحییٰ ہے کہ جس دم لوگ شیش اسے
مکاشفہ بنام شش جہت پر بیٹھکے اپنے عناصر کے چوکڑے پر سوار ہو کے ناسوتِ نگر سے لاہوتِ گدھ
کی طرف سفر کرنا چاہتے ہیں۔ تو اوس وقت ادن کو اپنے خیالات کے شارع سے اک ناپیدا کنارسید
لق ووق دکھائی دیتا ہے جس میں بہت سی کھٹن اور کبٹ لکھاٹیاں نظر آنے لگتی ہیں۔ جس سے
خیالات کا عبور کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ تو ادن کو وہاں پر اوسی نورِ منور کی تجلی اوپر جانیکے لئے سہارا
دینے لگتی ہے جس کی شکل خارج میں استقلالاً غیر مستقل فی کل آن موجود ہے جو مامورِ بازمِ شیتِ خویش
ہو کر عمدہ نگارنگی پر۔ باختیارِ خودیِ حقانی و ازلی بحال کر کے۔ خود سے خودیِ مجازی پر محض محیط ہوتا ہوا
خودنیِ حقیقی پر مفصلاً بلا امکانِ الغم مسلط ہو جاتا ہے + اسی سے سب چیزیں اخذ ہوئی ہیں۔ اسکو پورا۔
اختیار ہے کہ جو چاہے خود کو بنا دے۔ ذرہ ذرہ بن کے جدا بھی ایک شخص مجسم بن کر ہر اپنی بنی بنائی ذات
کو آدمی بنے لگے۔ کوئی سی بات نہیں اوس سے جو ناممکن ہو۔ چاہے آپ ہی اگن بنے آپ ہی پولن بنے
آپ ہی نیلا بنے آپ ہی رتن بنے۔ آپ ہی سورج بنے آپ ہی کرن بنے۔ آپ ہی ڈیبا بنے آپ ہی
ڈاین بنے۔ آپ ہی زینے آپ ہی زائین بنے۔ آپ ہی لوگ بنے آپ ہی جوگ بنے۔ آپ ہی روگ بنے
آپ ہی موگ بنے۔ آپ ہی اتم جو کھم بنے اور آپ ہی رام ناگ۔ آپ ہی بھگوان بنے اور آپ ہی اپنا بھگ۔
تو جو رام ناگ سے بھاگا۔ بھاگوان سے بھاگا۔ بھاگ ادس ابھاگے سے بھاگا۔ جو نہ بھاگا تو اسے ناگ بلا۔

تاگن ملا سن ملا نمون ملا۔ بھاگ ملا بھاگ دسن ملا۔ دھن ملا۔ دھن دھامن ملا۔ رام ملا بھجن ملا کچھی ملی کچن ملا۔

جان کرا بخان ہونا جان کا۔ خیال ہے
دیکھ اب اوس بھاگنے والے سے بھاگ
نقلی۔ دلیا۔ ستو۔ چڑا تاک نہیں
اک لنگوٹی میں نہ اپنی مست ہو
کتے ہو بھگوان کا بھگوا ہے یہ
کاک بھوشن سب یہی سنا رہے
من ہی من میں جا بچ لے اوس ایک کو
ایک ہوتا ہے سدا سے ایک ہی
ایک یچی کو اکائی چاہئے

بال میں بھی کھال ہے اس کھال میں بھی چال ہے
ورنہ تیرے بھاگ میں لگ جانے آگ
دھرتی بھی دیگی نہ پھر بھاجی اور ساگ
کھیلو اس میں نہ پھر وحشت سے پھاگ
بھیس میں مانس کے ہو تم لوگ ناگ
اک عدد ہندی میں کہلاتا ہے کاگ
کون ہے وہ ایک بس اٹھ بیٹھ جاگ
ایک کو ہوتا نہیں ہے دوسے لاگ
بن دو مائی کے اکائی کی ہے راگ

چنا سچ کیا تم نہیں دیکھتے؟ کہ دستِ تقدیر کی امری شن کی بنی ہوئی ایک ہی مٹھیلی اپنی انگلی سمیت کہیں
طشتری بنتی ہے کہیں چھپے۔ کہیں گھونسا بنتی ہے کہیں بجورہ۔ کہیں ہتھیا ربتی ہے کہیں پنجرہ۔ کہیں رُکا
بنتی ہے کہیں دستہ۔ اسی طرح سب کی سب چیزیں ہیں مگر کوئی زود متقلب ہے۔ کوئی دیر متقلب۔ انہیں
سے مثلاً لا اود بھی چند چیزیں لیکر سمجھ لو کہ جیسے ایک ہوا ہے کہ کبھی نیم بنتی ہے کہیں خور۔ کبھی موم بنتی ہے
کبھی خورد۔ کبھی صبا بنتی ہے کبھی دُور۔ کبھی حُوف بنتی ہے کبھی عاصف۔ کبھی صیف بنتی ہے کبھی قاصف
کبھی نفس بنتی ہے کبھی صرصر۔ کبھی نفسِ شعی بنتی ہے کبھی فرز۔ کبھی زماق بنتی ہے کبھی لطاق۔ کبھی ساہنتی ہے کبھی اور
دگر آواز۔ کبھی طوفان بنتی ہے کبھی جریا۔ کبھی رشان بنتی ہے کبھی نکیبا۔ کبھی رت بنتی ہے کبھی آب۔
کبھی ژالہ بنتی ہے کبھی جاب۔ کبھی شبنم بنتی ہے کبھی سراب۔ کبھی سجا ربتی ہے کبھی ضاب۔ کبھی کچھ کچھ
خواہ روح۔ لیج کہو یا لوح۔ گورہے خالص ایک ہی ہوا کہ لوٹ پوٹ کر پھرا ہوا بخالی ہے اسی کی کثافت کا نام
مٹی ہے کہ اوس میں بھی وہی خاصیت ہے کہ کبھی برتن بنتی ہے کبھی غبار۔ کبھی کپڑ بنتی ہے کبھی دیوار۔
کبھی پتھر بخاتی ہے کبھی اشجار۔ کبھی معدن بنتی ہے کبھی تلوار۔ کبھی انسان بنتی ہے کبھی حیوان۔ کبھی طیرن طینت
ہو ویسی بند تیار ہو جاتی ہے۔ ساری خاکی پیداوار اسی سے ہے۔ مگر وہ سب پیداوار اوس خاک سے جد انینی ہے
آخر میں خود خاک ہو کر خاک سے مل جاتی ہے۔ کہ یہ مٹا اس بات کی ثبوت ہے کہ جب انتہا اسکی خاک ہوئی ہے
تو ابتدا بھی خاک ہی ہوگی۔ پس خاک ہی خود ہی ایک مادہ قبول کر کے اوس مادہ کے موافق کوئی چیز بخاتی ہے۔

کہ وہ چیز بچانے پر۔ اوس کی اندرونی و بیرونی قانونِ فطرت کے مطابق اپنی وجود کی پابندی میں اوس دقت تک گرفتار رہتی ہے جس دقت تک پھر لوٹ کر خاک ہو جائے۔ کہ یہ سب باتیں ایک مبصرِ اولوالابصار دیکھ بھالگر اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔ چنانچہ فرض کرو کہ اگر کوئی عاشق اپنے معشوق کو اس قدر چاہتا ہو کہ مارے محبت کے یہ چاہے کہ اوس کا معشوق ذرا سا بھی اپنے پاؤں سے نہ چلے۔ شب و روز یہ خود اپنے کاندھے پر ڈھوے پھرے۔ اور اس خواہش میں وہ عاشق اپنے معشوق سے اس بات کی درخواست کرے۔ کہ وہ اوس کے کاندھے پر شب و روز سوار رہنا قبول کرے۔ اور جب درخواست اوس کی یہ بات منظور کر لی جائے۔ تو اوس وقت وہ عاشق جس میں ہر طرح کی قدرت بلا تکلف موجود ہے۔ اس خواہش کی تکمیل کے لئے خود کو گھوڑا بنا دے۔ تو ضروری بات ہے کہ گھوڑا بنانے پر تمام دنیوی لوازمات جو گھوڑوں کے لئے بنتے گئے ہیں اوس کی پابندی اوس پر لازمی فرض ہو جائیگی۔ کہ سر مو گھوڑوں کی جنس سے جدائی نہ محسوس ہو کہ لازماً ہوا جائے۔ اگر بالعموم جدائی محسوس ہو بھی سکتی ہو تو اسی قدر ہو کہ باعتبار اور دیگر گھوڑوں کے حیثیت و چالاکی۔ دانائی و بینائی میں بخوبی ہوشیار ثابت ہو کہ اپنے سوار معشوق کی سواری میں چابک دست و خوشحرام و زیبا قرار پائے۔ کہ وہ اوس کی سواری سے محظوظ رہے۔ لیکن اگر اوس محبوب کو دوسرے لوگ بھی چاہتے ہوں تو ضرور ہے کہ جس حیثیت و انداز سے محبت رکھتے ہوں گے۔ اوس محبت کے مطابق اولیٰ میں بھی اس قدر شوخی عقل و دانائی اور نور بصیرت ضرور پیدا ہو جائے۔ کہ گھوڑا کو کسی قدر زیادہ پہچان لیں کہ فلاں جنس کا گھوڑا ہے اور کہاں تک اچھا ہے اور کہاں تک بُرا۔ خواہ نام کا گھوڑا یا براق ہے ورنہ چیزے درون است۔ تو جب قدر لوگوں کو اوس محبوب کی محبت اور عشقاً قربت ہوگی اوس قدر جلد اوس گھوڑا کو پہچان سکتے ہیں۔ کیونکہ ایک ہی چیز کے پہچاننے کے لئے حکومتِ فطرت سے بہتر طریقے اور کوششیاں مبتلا دی گئی ہیں۔ کہ جو چاہے اپنی خواہش کے مطابق اچھا یا بُرا طریقہ اختیار کرے۔ اوس کے موافق اوس کو نتیجہ ملا کر لگیا۔ تو اب اوس گھوڑا کے پہچاننے کے لئے جو جیسا چاہے طریقہ اختیار کرے۔ جیسے جب بھور کا وقت قریب ہوتا ہے تو کوئی اوس وقت کو پرندوں کے آواز سے پہچانتا ہے۔ کوئی چرندوں کی آواز سے۔ کوئی گزندوں کے آواز سے پہچانتا ہے۔ کوئی درندوں کے آواز سے۔ کوئی انقطاعِ نسیم سے پہچانتا ہے۔ کوئی انقطاعِ احلام سے کوئی احساسِ حاجت سے پہچانتا ہے کوئی آدمِ نام سے۔ کوئی نسیمِ سحری سے پہچانتا ہے۔ کوئی بوئے ریحان سے۔ کوئی اپنے تنفسِ بخری سے پہچانتا ہے۔ کوئی پھیر دی ادر الحان سے۔ کوئی اپنے القاءِ الہامِ دل سے پہچانتا ہے۔ کوئی قدرتِ لیتیرِ کمال سے سب اپنی اپنی حیثیت کے

کے مطابق پہچانتے ہیں۔ مگر الہامِ نقیینِ مقدرت سے شناخت کرنا بدرجہا احسنِ اولیٰ ہے، اسی طرح سے جو روحِ انانیت ہم پر سوار ہو کر ناطق ہے جو لوگ اُس سے جس حد کی محبت رکھتے ہوں گے اسی انداز سے راکب و مرکوب کی حالت محسوس کر سکیں گے ورنہ ۵

چہ دانند مردم کہ در جامہ کیست نویسدہ و اندک در نامہ چہیست

تو چونکہ ہم اوس سے از خود واناؤ بیٹا ہیں اس لئے اوس پر سے تمام ہستی و نیستی سب کو قربان کرتے ہیں اور تم کو یاد دلا کر بتا دیتے ہیں کہ یہ وہی نور ہے جس کا ذکر پیش ہے۔ کہ جب اوس کی ادنیٰ اور بے مخلوق میں یہ مادہ تاثیر ہے کہ ہزار شکل سے منتشل ہوا کرے پھر یہ تو نورِ قدیر۔ نور علی النور۔ منور الا نور ہے۔ یہ نہ کیوں ہر رنگ میں تابان و درخشاں ہو سکتا ہو گا۔ ورنہ بموجبِ اینکه ۵

جس میں عکلا کی بونہیں ہر گز علی نہیں	جس میں ولا کا نام نہ ہو وہ ولی نہیں
لا حول پڑھ کے کہتا ہوں میں جنہی نہیں	میں ہی بنی رہا ہوں اور ابکی بنی نہیں
میں نائبِ خدا ہوں کوئی ایچی نہیں	اور عین میں وہی ہوں مگر مدعی نہیں
اپنے سے ہم کو جیسے ذری بھی دوئی نہیں	ویسے ہی ہم سے اوس سے جدائی ہوئی نہیں
لفظاً جدا معانی میں یکساں ہی وہ اور میں	بایکد گریں فرق کوئی مسنوی نہیں
کیونکر خدا کو تم نے بنایا کہ ایک ہے	اور میں یہ کہہ رہا ہوں کہ وہ ایک بھی نہیں
یہ کہہ کے پھر جو کدوں کے میں نے نہیں کہا	ہر بات پر تقدیر ہوں مجھ سا کوئی نہیں
اب اس بنا پہ جو کوئی دعویٰ یہی کرے	تم سب کو کدو کیجی کہ دعویٰ قوی نہیں

بلکہ اوس کے ساتھ ثبوتِ مبرمہ بھی ہے چنانچہ بہت کچھ گذر چکی ہے اور اب جو کچھ گذرتی جائیگی وہ سب اوسى اجمال کی تفصیل شمار کی جائیگی۔ جیسے اگر یہ کہا جائے کہ جس حیوان کو کھسٹ لائق ہے وہ فرس ہے جسے نفاق عارض ہے وہ حمار ہے جسے نفاق حاصل ہے وہ غائب ہے۔ جسے خفک و نطق شامل ہے وہ انسان ہے لیکن حیوانِ صاہل ہو اور دوسرے ناهق تیسرے ناعق۔ چوتھے ناطق بس ہٹہڑاٹھ اور گڑاٹھ حاصل۔ نطق سب ایک قسم کے آواز ہوئی جو نفس اور وجود کی طرح دو چیز مختلف مرکب بوحثت ہو رہے ہیں۔ اسی طرح یہ بہ ترکیب معنویہ از روئے طبیعتِ حیوانیہ خارج ہیں در حقیقت متحرک بہ یک رنگی و یکسانی ہیں جو ظلِ احدیت کے رتبہ کو پہنچ کر باطناً بوحثت اور ظاہراً بکثرت نمایاں ہیں پھر اگرچہ حیوان و انسان صورت و سیرۃ قائمہ و قیمۃ عقلاً و نقلاً صوتاً و موتاً ہیکل و شکلاً جدا ہو تو ہوا کر کے

حیوان بشکل انسان اور انسان بشکل حیوان کہا جاسکتا ہے۔ تو اس جگہ سے یہ بھی جوازاً بالیقین کہا جاسکتا ہے کہ روح خالص بدائرہ مخلوقیت نمودار ہوئی کہ اس تقابل و توافق سے سخت بے ادبی ہوتی ہے کہ خالق الروح کو بھلا روح کی کیا حاجت ہے بالخصوص اگر ہو بھی سہی تو یہ کیا ضرور ہے کہ بیٹا میں باپ کی روح حلول کر جائے۔ ہاں اگر ایسا ہی کوئی باپ قدیر ہو کہ خود کو بیٹا بنا کر پھر باپ بنا دے یا جو کچھ چاہے خود کو بنا دے تو یہ دوسری بات ہے یہ اسی قدیر کو زیبا ہے نہ کہ مخلوق کو اس سبب سے اگر ماہدہ کے معنی میں خالق کا لفظ استعمال کیا جائے تو روح خالق بدائرہ مخلوقیت کہنا چنداں مضایقہ نہ ہوگا۔ کیونکہ ہمیشہ تعرض صفت سے ایک جدا نام رکھ دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اوپر کی تفسیر ثابت ہو چکا ہے کہ جس میں نطق عارض ہے تو وہ حیوان ناطق کہا جائیگا تو اسی طرح اگر کسی میں نور لائق ہے تو نور کہا جائیگا۔ مگر جس نور ناممکن الفہم کا بیان ہے وہ بلا تمبرش انوار نور ہے۔ اس کا تو دعویٰ یہ ہے کہ

آن منم کہ بے منم اندر منم محض آں نوزم کہ از خود روشنم

غرض کہ وہ بعید از فہم ہے۔ تو جس میں قدرت خلق عارض ہو وہ ضرور خالق کہا جائیگا پس ہر ماہدہ میں قدرت خلق عارض ہے۔ اس واسطے ہر ماہدہ خالق کہا جائیگا۔ مگر چونکہ سب ماہدہ صرف ایک ہی ماہدہ سے ہے اس لئے ایک ہی خالق ٹھہرا۔ اور وہ خالق وہی نور ہے جس میں آفرینش کا عارضہ پایا جا چکا ہے کہ یہ عارضہ بھی اسی کی تخلیق ہوئی۔ گویا وہی مادہ قطعی طور سے بالکل بدیع المواد و لائح ہوا۔ حاصل کلام ایسا کہ وہ ایک عجیب ماہدہ ہے کہ ہزار اقسام کے ماہدہ کو بغیر آمیزش کسی اور ماہدہ کے از خود پیدا کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ خود کو بھی اسی طرح پیدا کر دیا جس سے اس کا غیر اختیار فی فعل ثابت ہوتا ہے کہ یہ عین قصر قدرت ہے۔ اور یہ بات اس ماہدہ میں نہیں ہونی چاہئے مگر عند الاحتیاج اس کو بھی قائم کرے تو اس کو ہر طرح کا اختیار ہے۔ بلکہ اس احتیاج کو بھی خود ہی خلق کرے گا۔ اس سبب سے بسبب عقل مخلوق۔ اس کو سمجھنا نہایت دشوار ہو گیا۔ بجز اس کے کہ اسی عقل کی مدد سے یہ کہلایا جائے کہ جو کچھ کہ سرناممکن الفہم کا مفہوم جس میں سرناممکن الفہم کا مفہوم بھی نہ عارض ہوتا ہو بلکہ مخلوق کو سمجھانے کے لئے اس قسم کی عبارت پُر دلیل قبول کرنی جاتی ہو ورنہ وہ اس سے بھی بری ہے پس اسی سرفہوم کو خدا کہیں گے یا جودل میں آئے اس کا نام رکھ دو۔ لا رکھو یا لا اگر اس کا نام نفی کے معنی مفہوم میں رکھ دیا جائے۔ تو آخر اس مفہوم و معنی کی بھی کچھ وجود ضرور قرار پائے گی۔ جو اتنے بڑے معنی ظاہر کرنے کو کافی سمجھی جاسیگی۔ پس اس نیتی کی طرح وہ تمام سستی کے مفہوم ظاہر کرنے پر موجود بالعدم سمجھا جاسکتا ہے۔ کہ کسی گونہ انکار نہیں ہو سکتا خاص کر جب انکار ہی اس کی وجود ہو جایا کرے تو پھر کوئی انکار کا

ذریعہ نہیں باقی رہتا۔ تو جس قسم کی نیت سے اوس کو تعبیر کرینگے جب تک خود ہی اوسی نیت کی طرح اوس نیت میں فنا نہ ہو جائیں اوس نیت کی پوری حالت نہیں معلوم ہو سکتی گویا خود ہی وہ ذات ہو جائے جب جا کر سمجھ سکتا ہے کیونکہ جب اپنی ذات کو اچھی طرح نہیں سمجھ سکتا تو دوسری کی کیونکر سمجھ سکیگا۔ لہذا سرت اوس کو اسی قدر سمجھ لینا چاہئے کہ وہ بلا وجود و امداد مشیت اپنی۔ ان سب کائنات کی خلق و تخلیق پر قادر تھا اور ہے اور رہیگا۔ جس کی ذات بیرون از صفات و صفات بیرون از ذات بلکہ بلا ذات و صفات نہیں صفت و غیر صفت ہے۔ زیرا کہ موصوف کو اپنے جمیع صفات کے لوازمات کا پابند ہونا پڑتا ہے جو اوس کے شایان شایان نہیں۔ وہ تو بغیر مکان و زمان و بغیر خلق و تخلیق خود کی وجود اور مخلوق کی قائم کرنے اور نہ کرنے اور دونوں فعل کے صدور ہونے اور نہ ہونے پر بیک آن واحد قادر و ازیں ہم غنی۔ بلکہ از غنا ہم غنی۔ ظاہر کرنے پر قادر ہے۔ اوس کے نزدیک کوئی بات اُن ہونی نہیں۔ بلکہ یہ کہہ دینا بھی اوس کو صفات سے مستصف اور محدود کر دینا ہوا جو در حقیقت جرم باطنی قابل معافی ہے۔ ورنہ وہ تو اس سے بھی کہیں زیادہ عالی و متعالی ہے پھر اتنے معلومات و عقل کے رتبہ پر پہنچنے کے اوس کی صفت کرنی گویا اہانت ہے کہ اوس کو محتاج صفت سمجھتا ہے۔ کیونکہ جو کچھ کہا جائیگا وہ سب کا سب اوس کی پیدا کی ہوئی ناچیز قوت و قدرت میں پایا جاتا ہے کہ کھلم کھلا تم لوگ دیکھ رہے ہو۔ مگر مفضل آگے چل کر بیان ہوگا۔ اس جگہ محلاً صرف یہی کہہ دیا جاتا ہے کہ وہ قوت مجسمہ اس زمانہ میں بنام بھی ہے جس کے نور کے بیان میں اس قدر طبلانی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ پس اسی سچائی کو وہ بھائیے علوی و حقیقی نے تمام اذہن و تامل کے فرائض کی انجام دہی از روز ازل تا بہ روز ابد سپرد کر دی ہے۔ لیکن اس جگہ غرض یہ وارد ہوتا ہے کہ یہ سپرد کرنا بھی ایک کام ہوا جس میں ایک طرح کی بندگی پابندگی پائی گئی۔ جس سے وہ ذات پاک بالکل بری ہے مگر تمہارے سمجھانے کے لئے ایسا کہا جاتا ہے کہ بھائیے حقیقی نے ساری قدرت و قدرت پروردگار کو اپنی بھائیے مجازی کے سپرد کر دی ہے کہ وہی بھائیے مجازی اپنی قدرت و توانائی کے زور پر کہتا ہے کہ تم ہرگز اوس سے کسی گونہ بھی تمثیل نہیں ہو سکتے جب تک تم اوس میں فنا ہو کر خود بخوبی نہ بن جاؤ اور یہ بھی اوسی کی مرضی پر منحصر ہوگا۔ ایسا نہیں کہ کوئی زبردستی اوس میں فنا ہو جائے لہذا یقیناً کہا جاسکتا ہے کہ تم کو مطلقاً بھائیے کی خبر نہیں۔ اگر وہ تم کو اپنا بھجنس نظر آتا ہو تو یہ تمہاری نظر کی خطا ہے۔ مگر یہ تسلیم کر لیا جاتا ہے کہ خیر ظاہر کوئی خطا نہیں لیکن پھر بھی مثال اول سے تم پر ثابت ہو چکا ہے کہ بھجنس و متشابہ ہونے سے عین اوس کا مثل یا عین وہی نہیں کہا جاسکتا چنانچہ اوی جنس کی مثال بطور یاد دہانی پھر دیدیجاتی ہے کہ جیسے سرج لچ۔ شیشم۔ اور سیا۔ سب کے پھل متشابہ ہیں مگر ذوق ہے۔ اسی طرح خربزہ۔ لکڑی۔ کھیر۔ بھوٹ۔ اور گھڑی

سب کے تخم منشا بہ ہیں مگر بالکل فرق ہے درنہ سب کا ایک ہی پھل ہوتا پھر اگر تم اور کبھی ہر دو مساوی سمجھ جائیں۔ تو دونوں کا نتیجہ و ثمرہ بھی ایک ہی ہونا چاہئے کہ سب کے سب ایک ہی کبھی رہ جائیں حالانکہ ایسا نہیں ہے پس تم اور ٹھیرے۔ اور وہ اور ہرگز دعوائے برابری نہیں یہاں سے تم کو سمجھانے کے لئے مثلاً یہ کہدیا جاتا ہے کہ اچی یہ وہ بھیلے ازلی ہے جس کو روحانی بر قوش پلائی تم کہنا چاہئے کہ جس مانہ میں کسی دھات کے باریک نار سے گزرتا ہے تو اس کو گرما گرم انگار کر دیتا ہے۔ جل مرکب دیا و مرکبہ و جمیع اقسام کے مرکبات کو پھاڑ دیتا ہے اور اس کے اقربا و عناصر کو دفعۃً جد کر دیتا ہے کہ اس میں چمک کر نکلتا ہو جائے۔ یا متاثر بننا اثر فورانیہ ہو کر گردش کرنے لگے۔ پھر سخت سے سخت آہن و فولاد کا ٹکڑا کیوں نہ ہو اس میں ایک مقناطیسی اثر پیدا کر دیتا ہے۔ کہ ابد از ازل نہ ہو۔ پھر چلے تو زائیل بھی کرے کہ اس مقناطیس کی سوئی کو اس کے رخ سے ہٹائے کہ تاریقی کی طرح کوسوں اس کی رخ گردانی کی خبر چلی جائے غرض کہ جس چیز میں جس ارادہ سے گزر جائے اسی ارادہ سے وہ چیز مجسم متاثر اور موجود ہو جو ہو جائے کہ من موضع الی موضع من مکان الی مکان منکس و موثر اور مبدل الاشیاء ہوتا ہو افاصلہ مامتناہی کے دائرہ میں چرخ زن ہو کر سسل بے شمار۔ موحل حید وغیرہ جس کو چاہے اس میں حرارت حوریہ و نیران نوریہ کا اثر چھونک کے نار اللہ مصنوعی و قدرتی کی طرح متجلی و منجلی کر دے کہ مہر کی جس نظر ہو مہر سا چمکا دے وہ۔ پھر اس چمکائے ہوئے مہر کے سامنے بکمال خضوع و خشوع رہو جو مطیع و فرمانبردار بن کر رہ لقا ہو تو گویا عین اصل کی فرمانبرداری ہوئی جس کی تجلی سے وہ منجلی ہو رہا ہے کہ رشم و عکس بالیکہ گھڑا نہیں تو عکس بالعکس یا یاں دو تا ہو کر بہیمتائی منقلب اور منعکس ہوتا ہو اس اطاعت مآب رقت پذیر دل پر اس طرح وارد ہو کہ اس کے بھی قلبی نقطہ ماسکہ پر دوسرا دل و دلدار بھی بریاں ہو سکے۔ کہ سیران آب اور تاب تجلی از اصل شجر تبارک و ثمر نسل بعد نسل دورہ کرتا ہوا اپنی مدیر مہلی کی طرف رجوع ہو کہ کبھی اور اس سے اسی قدر فاصلہ رہ جائے جیسے ظل اور وجود میں تفاوت واقع ہوتا ہے یا جس قدر تفاوت از زبان تابیان و از منہاں تا عیاں۔ اور از حضور تا بہ اقصائے غیوب بلکہ ازیں ہم زائد اقرب تر۔ کہ سارا ظاہر و باطن اس کا وجدان آں یحیائے حیات ابدی مآب سے بکمال غلیان و میجان و سر اسیمگی سحر مطلوب ہوتی ہے۔ پیوند جانِ جاناں ہونا چہ معنی وارو کہ بلا زوائد وجود خود۔ اس میں شہتیاک و شہمک بعد فنا رسیدہ ہو کر شدت وحدت اور کثرت احدیت سے شورش تعلل و اتحاد۔ اور شورش شعلہ و واو بغور و اشکباری بلند کرتا ہوا انا کبھی کا لغو مارنے لگے کہ سبحانہ و تعالیٰ کی سائیں ہوں کہ ۵

خود بقا اور خود فنا ہوں میں خود بنی اور خود بنا ہوں میں
 واہ کیا خوب دلربا ہوں میں اپنے ہی آپ پر فدا ہوں میں
 اختر و مہر و ماہ و برج و فلک جنت و دوزخ و خلا ہوں میں
 ابر و باد و سحاب و قوس قزح بارش و برق و طوفان و طاہر ہوں میں
 بحر و بر سبزہ و دکن و مکان روح ارواح و باریا ہوں میں
 الخضر جملہ کلین و ماکان میں ہی میں ہوں بناؤ کیا ہوں میں
 اور ناممکن القیاس جو ہو وہ بھی میں ہوں بس اب خدا ہوں میں
 خود سے چھپنا ہوں شرم کے لئے حقیؔ یحیائے با حیا ہوں میں
 بس خدا ہی کا نام یحییٰ ہے میں نہ کچھ یاد و حاویا ہوں میں

لیکن اگر وہ نہ بھی کہے کہ میرا نام یحییٰ نہیں ہے بلکہ اوس کا نام ہے تو کچھ پروا نہیں وہ ہزار بار انا یحییٰ
 کہا کرے۔ تو اوس یحیائے ازلی کو اس کے انا یحییٰ کے دعویٰ پر سرمو بھی خیال نہیں ہو سکتا کہ کون کیا
 جھک مار رہا ہے۔ بھلا اس کے جھک مارنے سے باجناب علیٰ حضرت عظمت مآب کا کیا بگاڑتا ہے
 بھلا اگر یہ یحیائے اصلی و حقیقی ہوتا تو اس کو بت بے کرنے کی کیا ضرورت تھی (کہ میں یحییٰ ہوں میں یحییٰ ہوں)
 سمجھنے والے خود سمجھ جاتے کہ یہ یحییٰ ہے۔ مگر زیادہ بت بے سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ یحییٰ نہیں ہے۔
 بلکہ اوس کو جنون ہو گیا ہے کہ دوسرے کو خود سمجھ رہا ہے کہ یہ وحدت بالتوحید قابلِ ذمت ہے۔
 کیونکہ وحدت بالتوحید تو جب کسی جاسکتی ہے کہ جس سے خود کو منسوب کرتا ہے بالکل اوس کی خود و بول
 اوس میں آجائے بلکہ عین وہی ہو جائے کہ سرمو فرق نہ ہو اور یہی قانونِ قدرت بھی ہے کہ جو چیز جس چیز میں
 شریک کے اکدم اوس میں فنا ہو جائے تو عین وہی ہو جایا کرے پس جس مرتبہ کو وہ پہنچے اوس مرتبہ سے
 منسوب کی جائے۔ جیسے اگر شریک کے مٹی ہوگی تو مٹی کی جائے میٹھی سے کھٹی بگنی تو کھٹی کی جائے
 اجزاء آب سے ملکر پانی ہوگی تو پانی کی جائے جدت سے قدامت میں داخل ہو تو پرائی کی جائے۔ اگر
 دماء و منایاں نہ کر کوئی جاندار چیز بن جائے تو جاندار کی جائیگی۔ دھات بن کر تلوار بن جائے تو تلوار کی
 جائیگی۔ اگر اقسام جاندار سے انسان بن جائے تو انسان کی جائیگی۔ اب اگر انسانی عہدہ پر پہنچیں گے
 رتبہ پر پہنچے تو وہ چیز سچہ کی جائیگی۔ زچگی کی حالت کو پہنچے تو رچہ کی جائیگی۔ جوانی کے مرتبہ کو پہنچے تو جوان
 کی جائیگی۔ مسبئی کے مقام کو پہنچے تو مہربان کی جائیگی۔ بیمار کی جا پر پہنچے تو بیمار کی جائے رنج
 سلہ طور و طہ۔ ٹیلا ٹیکری ۱۱۔ ۱۲۔ حجۃ۔ چلو ۱۱۔

نتیار کے درجہ کو پہنچنے تو تیار کی جائیگی۔ رتبہ جل و در و نگونی و جملہ ریشی کو پہنچنے تو تیار کی جائیگی قبلانی
 کو پہنچنے تو صاحبِ اقبال کی جائیگی منزلِ نڈ کو پہنچنے تو نادہ کی جائیگی معراجِ ہڈی کو پہنچنے تو ہڈی
 کی جائیگی۔ اگر آں واحدیں تمام ہستی و نیستی سب حقیقت پر پہنچنے تو کل کی جائیگی جیسے ایک ہی شخص علی
 حسب مراتبِ آن واحدیں مختلف و متفرق القابِ خطاب سے ملقب و مخاطب کیا جاسکتا ہے۔ کہ کوئی
 اوس کو بیٹا کہئے پکارے کوئی بابا۔ کوئی پوتا کہئے پکارے کوئی دادا۔ کوئی نانی کہئے پکارے کوئی نانا۔
 کوئی چچا کہئے پکارے کوئی بھتیجا۔ کوئی ماموں کہئے پکارے کوئی بھانجا۔ کوئی بھائی کہئے پکارے کوئی سالا۔
 کوئی میاں کہئے پکارے کوئی دیورا۔ کوئی اچھا کہئے پکارے کوئی برا۔ کوئی نوکر کہئے پکارے کوئی آقا۔
 کوئی جان کہئے پکارے کوئی چھیا۔ کوئی روح کہئے پکارے کوئی میحا۔ کوئی جیب کہئے پکارے کوئی
 رقیب۔ کوئی خلیل کہئے پکارے کوئی ذلیل۔ مگر یہ سب ہوگا تو وہ ایک ہی شخص ہوگا کہ آں واحدیں
 کسی کا بیٹا ہے اور کسی کا پوتا۔ کسی کا دوست ہے کسی کا دشمن۔ علیٰ ہذاہ طریقہ جس مرتبہ کو پہنچے گا۔
 اوس مرتبہ سے منسوب کرے گی۔ نظم

بدتر سے جو بدتر ہو تو چنٹا ل کیسنگے
 پیہ نہ ہو گر پاس تو کسنگا ل کیسنگے
 بقال کو بقال بھی بقال کیسنگے
 ہم ماو محرم کو نہ شوال کیسنگے
 گر بال بنے گال تو ہم گال کیسنگے
 گندھاک بنے زربخ تو ہمال کیسنگے
 اقرار پر استرار بہر حال کرے گے
 بادہ کی بھلاکس طرح رمال کیسنگے
 جیپال کو پوچھو تو یہ گوپال کیسنگے
 بیچارہ علی کو بن جنجال کیسنگے
 جنبل کو حنیفہ کو یہ ابدال کیسنگے
 تمسی کو جو پوچھو تو یہ گیشال کیسنگے
 اس اسطے یہ ضد میں سدا قال کیسنگے

رشتی کا ہو فاعل تو بدافعال کیسنگے
 بوجھا جو اٹھائے اوسے جمال کیسنگے
 بارش نہ ہو جس سال میں ہم کال کیسنگے
 گر لال کوئی شے ہے تو ہم لال کیسنگے
 ہم ہال کو ہر حال میں بس بال کیسنگے
 مٹہ بنے گر خال تو ہم خال کیسنگے
 جو کام کرے جج کا تو بیشک ہے وہی جج
 جو سب کو ہدایت کرے ہادی ہے مقرر
 لیکن جو ہیں مردود وہ ہیں اسکے مخالف
 اصحابِ ثلاثہ کو کہیں گے یہ ہیں حق پر
 جیلانی و اجمیری و بطنائی و بصری
 حالانکہ یہ سب جھوٹے ہیں ہانکے ہیں کتر
 الحق کے انہیں حق سے عداوت ہو رہی تھ

تصدیق میں گراس کے اگر ایک مثل موں میں ان سے مخالف ہوں یہی مجھ پر مخالف مدعی انا الحق ہوں سچائے زمانہ الٹا ہے زمانہ یہ زمانہ پہ ہو آفت باپ اپنا تو بس ایک ہے وہ ایک ہی بس ہے اوس سال جو کہنے تھے کہے ہمنے اوس سال وہ یہ ہے کہ یحییٰ میں جو اکدم سے فنا ہو	پھر ایک مثل کیا یہ وس امثال کیسکے میں حق پہ ہوں اس واسطے بطلان کیسکے اب دیکھے مجھ کو بھی یہ دجال کیسکے ہم باپ سے اپنے یہ سب احوال کیسکے اس واسطے ہم خود کو خوش اقبال کیسکے اس سال جو کہنا سے سو اس سال کیسکے پھر اوس کو تو یہ کیا ہی بہر حال کیسکے
--	--

پھر ایسی حالت میں جو شخص درجہ بیچو یہ کو پہنچ کر انا یحییٰ کا دعویٰ کرے تو اوس کو ضرور نرا وار ہو سکتا ہے۔ مگر اوس کے ساتھ یہ ضرور شرط ہے کہ تہہ بیچو یہ اوس وقت میں حاصل ہو سکتا ہے کہ شخص مذکور کو بحر یحییٰ کے تمام کائنات سے ایک ذرہ بھی یاد نہ ہو حتیٰ کہ وہ خود کو بھی مطلق یاد نہ ہو اوس کے حواس سے کوئی حس اس لائق ہو جو اوس کو خود اپنی ذات پر عزیز یحییٰ ہونے کی گواہی دے سکے تو یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ وہ خود کو بحر انا یحییٰ کے اور کیا کیگا۔ مگر جس م وہ اس درجہ کو پہنچا تو یہ بھی ضرور ہے کہ یحییٰ صلی کے جمیع حرکات و حالات داخلہ و خارجہ جس قدر اوس کو خود معلوم ہے اوس پر ایسا ہی انکشاف ہونا چاہئے جیسا کہ اُس پر خود۔ اُس کی اپنی ذات کے حالات کا انکشاف۔ کسی وقت میں ہونا تھا۔ اگر یہ حاصل نہیں ہے تو دعویٰ اوس کا بالکل غلط ہے۔ یہاں تک کہ ایک گونہ بشرطِ صحت دعویٰ بھی۔ انا یحییٰ کا دعویٰ غلط کہا جا سکیگا۔ کیونکہ یحییٰ کچھ گوشت پوست ناک۔ کان کا تو نام نہیں ہے۔ بلکہ کسی اور چیز کا نام ہے چنانچہ اگر کوئی یحییٰ مجسم کے عیض جو بانی کو ٹٹو لکے پوچھے کہ تو کون ہے تو ضرور ہے کہ یحییٰ ہی جواب دیگا کہ میں ہوں۔ پھر اگرچہ اوس کا ایک ادنیٰ بال ہی کیوں نہ ہو۔ تو گویا سارا مجموعی ہیکل اوس کا۔ اوس کے لحم میں پنہ۔ میں داخل ہے جس سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہی مجموعی ہئیت کذاتی و میولی عین یحییٰ ہے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے یہ تو صرف ایک نام نہادی شناخت ہے کہ کافۃ الناس سے اس شناخت کے ذریعہ سے تفریق کی جائے در نہ حقیقت میں اس کے خلاف ہے۔ کذا لک فی مثل ذالک اگر یحییٰ کا ایک ناخن بھی اوس سے جدا کر کے اوس ناخن کے بارہ میں کچھ پوچھنا چاہیں تو بجائے اسکے کہ یہ کون ہے پوچھا جائے یہ پوچھنا پڑیگا کہ یہ کیا ہے۔ تو اوس وقت یحییٰ بھی یہی کہیگا کہ میرا ناخن ہے یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں ہوں تو جو چیز اس ہیکل لحم کے پردہ سے (میں ہوں) ہو نیکا دعویٰ کرتی ہے اگر اوس کو اوس میں سے بانہ نکال کر

یہ سوال کریں کہ یہ کس کا لاشہ ہے تو وہ یہی جواب دیگی۔ کہ میرا ہے۔ یہ نہیں کہہ سکتی کہ میں ہوں۔ پھر اگر اس کا نام پوچھا جائے تو دریافت اس کا کچھ نام نہیں۔ کیونکہ بحالت تجسم۔ رابطہ رگ پیمان سے بندہ تھی کہ بقید زندگی خود کو بھیجی کے نام سے سمجھے ہوئے تھی بصورت مطلق الخانی آزادی کا کچھ نام نہیں۔ اگر ہوگا تو عالم آزادی سے تحقیقات کرنی چاہئے جو بغیر آزادی کے ممکن نہیں مگر بالفرض یہ سمجھ لیا جائے کہ ہاں بھی کچھ نام ہو گا جس کی مناسبت سے یہاں یہ نام رکھا گیا ہے کہ گویا اس کا یہ داغ و ظل اس طرح پر کہا جاسکتا ہے جس طرح پر کہ اگر بھی سویا ہوا ہو۔ اور اس کو کوئی پکارے۔ تو پہلے پکارنے والے سے پوچھنا چاہئے کہ تو کس کو پکارتا ہے۔ آیا یہ لاشہ جو کسی سو فیر پڑا ہوا ہے۔ یا اس کے سوا کسی اور کو؟ چنانچہ اگر لاشہ کو پکارتا ہے تو وہ موجود ہے۔ اس کے لئے زیادہ بق بق اور ندا اور پکار کی ضرورت نہیں۔ اور اگر اس لاشہ سے غرض نہیں ہے تو پھر کس سے غرض ہے؟ کیا وہ جو اس لاشہ میں مقیم ہے؟ تو وہ اس وقت حاضر نہیں ہے۔ کہیں سیر کو گیا ہوا ہے۔ مگر اس کے ارادہ واپسی کا بیرق اس کے مستقر میں اوڑھ رہا ہے جس کو بنفس و بنفس حرکت قلبی کہتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی اس نے اپنا ڈیرا ڈنڈا اٹھانے کا جبراً خواہ ارادہ غم یا مجرم نہیں کیا ہے۔ پس وہ ہوا جو آواز ندا یہ کسی جاسکتی ہے اس کے ذریعہ سے با آواز میں جنبش دو کہ وہ کان کے پردہ سے بیرق نفس وغیرہ کو حرکت اطلاعیہ دے کہ وہ فونو گراف کی طرح اس آواز کو بعینہ مانت لے ہوئے اس مقام تک پہنچے جہاں اس کا مالک موجود ہے کہ مالک فوراً مطلع ہو جائے کہ فلاں مستقر میں جو ہم اس نام سے پکارتے جا رہے ہیں وہاں کیا ساخ ہو گیا جو ہماری موجودگی کی ضرورت پڑے پس وہ فوراً اگر اپنی حاضری کی ذریعہ کھول دے لگا جس کو آنکھ کہتے ہیں جس سے ہوشیاری و بیداری سمجھی جاسکتی ہے جس کا داغ و ظل خواہ نشان و اثر خواب ہوا جس میں ظرف جسم ایک جدائے ہوئی۔ حرکات نفس وغیرہ دگر شے اور جب کو بھیجی کئے پکار رہے تھے وہ دگر شے جس کی مثال آفتاب و زجاج و آب سے تشبیہ ہوتی ہے۔ کہ آفتاب کی کرن زجاج پر اور زجاج سے پانی پر منعکس ہو کر دور تک پہنچے پھر آفتاب کی طرف لوٹ جاتی ہے کہ اس کے لوٹ جانے سے ان سب چیزوں پر صرف اس کی موجودگی عکس کا اثر بنام حرارت ظاہر کر دیتا ہے۔ پس نام بھیجی نہ عالم آزادی کا نام ثابت ہوتا ہے نہ عالم بندگی کا۔ لیکن اگر مطلق الخانی کے مفہوم کے اثر کا عکس ظل جبکہ خالی دما یا آہ) کہہ سکتے ہیں تصور کر کے اس کا نام بھیجی رکھ دیا گیا ہے تو یہ بھی اگر ایک لفظ ہوا جو زبان کی وساطت سے مرکب یہ ہوا ہو کہ متلفظ ہوا ہے۔ پھر اس لفظ کا معنی ایک آدمی سمجھ لیا جائے یا جنگل۔ جھاڑی۔ آفتاب۔ ماہتاب۔ صبح و خالق روح یا جمیع کائنات مع کائنات سمجھا جائے

یا اختیارِ بات ہے۔ بلکہ یہ سب بھی جو نام بیان کئے گئے اسی طرح سب الفاظ ہیں۔ جو انسان کے بنائے ہوئے ہیں۔ ورنہ ان کا اصلی کچھ بھی نام نہیں ہے۔ اگر ہو گا تو ان کے پیدا کرنے والے کو معلوم ہو گا۔ مگر جو ان سے خاصیت و تاثیر ظاہر ہوتی ہے اس کو ایک حد تک اس تاثیر و خواص کی مناسبت سے اپنی اپنی لغت میں نہیں بنائے ہوئے لفظوں کے وسیلہ سے یاد کرتے ہیں۔ تو ان سب الفاظ و معانی سے بجز مفہوم سمجھا دینے کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ تو بھلا اگر لفظ آتش کہا جائے تو اس کہنے سے کیا ہو سکتا ہے۔ بجز اس کے کہ خود کا ایجاد کردہ لفظ تھا جو بار و گراپنی زبان سے آدا ہوا۔ جس نے بشرط جاننے کے اس کی وجود کے بارہ میں ایک حد تک مطلع کیا۔ ورنہ اگر عین ذات آتش زباں پر آجائے تو زبان کو جلادے۔ پس کسی چیز کی اسم باطنی سے خبر نہیں ہو سکتی۔ کہ اس کے معنی کی مناسبت سے کوئی اسم صغیر خواہ اسم کبیر یا اسم اعظم ہونی کی دلیل پیدا کر سکے۔ پس وہ شخص جو انابیچلی ہونے کا خطرہ لگا یا اختیارِ ادعویٰ کر رہا ہے۔ گو ایک درجہ تک پہنچا ہے۔ مگر ہنوز خام ہے کہ وہ ایک مکمل انسانی کے تصورات سے بیز ہو کر ذوقِ ذوقِ بنی بنی میں پڑا ہے۔ پھر اگرچہ اس کے تصورات از حد متجاوز ہو کر اس حد کو بھی کیوں نہ پہنچ جائیں کہ اپنی سانس اور خموشی و گویائی و ہر ذرہ کائنات اور ہستی و نیستی پر بالیقین بحلی ہونے کا یقین کر لے جس سے خود ہی کو تمام کائنات و قوت مجسمہ سمجھنے لگے۔ کہ جدھر دیکھتا ہوں او دھر تو ہی تو ہے خواہ جدھر دیکھتا ہوں او دھر میں ہی میں ہوں۔ کہ پھر اس کو کسی سے حجاب ہی نہ باقی ہے ہر ذرہ کائنات کو اپنی جان عزیز کی طرح سمجھنے پر بالقطع مجبور ہو۔ کہ خود کے سوا غیر کی ہستی ہی نہ باقی ہے۔ گویا اپنی ہستی کے سوا غیر کو سجدہ حرام + مذہب پر مغان مشربِ زندان ہے ہی + کامصدق ہو جائے۔ تو بمصدق دلیل ہذا ضروری لازمی امر ہو گا کہ اپنے ہاتھ پاؤں کی حرکت کی طرح تمام عالم کی حرکات سے واقف ہو۔ ورنہ اس کو ضبط و مایخو لیا سمجھا جائیگا۔ اور بصورتِ مطلع ہونے کے بھلا کس غیر کے سامنے انابیچلی ہونے کا دعویٰ پیش کرنا ہے۔ کیونکہ تمام خود ہی ہے۔ پھر اگر دعویٰ پیش کرنا ہے تو یقیناً پاگل ہے۔ اب اگر اس دعویٰ کو بھی یہ کہہ دے کہ میں ہم انابیچلی کے مفہوم میں داخل ہے تو پھر لفظ بحلی ہی میں کیا لال لگا ہوا ہے خواہ نور بھرا ہوا ہے۔ اپنا ہی نام یا کائنات بھر میں سے اور کسی چیز کا نام لیکر وظیفہ کر سکتا ہے۔ کہ آخر ان سب ناموں میں بھی وہی سب قباحتیں پیش آئیں گی۔ جو قانونِ قدرت کے مطابق خود بخود انانیتِ مفسدہ اور مفردہ ہر چیز میں مفید ہو کر سن اول متاثر فیہ ہے۔ پھر۔ اپنی اپنی انانیت کو چھوڑ کر دوسرے دوسرے کی انانیت کو پکڑ کے خود کو متاثر کرنا کچھ فائدہ نہیں۔ پس تمام سب انانیت سرایاں کردہ ثابت ہوا۔ ایسی حالت میں اطلاع و عدم اطلاع

سکوت و عدم سکوت دعویٰ و عدم دعویٰ قباح و عدم قباح اور جو کچھ کہہا جائیگا از جز متاکل غرض نہ کہ جو کچھ کہتی دیتی تیری میں داخل ہے سب برابر ہے سب کے سب کو بچنی یا انا کہہ سکتے ہیں پھر اگر وہ شخص ہر سوال کے جواب میں انا۔ یا سکوت سے لفظ انا کے معنی لیکر نمونہ اختیار کرتا چلا جائے۔ کہ اگرچہ زود گوید کیا معنی کہ اس کی جان پر بھی کیوں نہ آن پڑے مگر بہر حال وہ انا ہی کے معنی ظاہر کرتا چلا جائے۔ تو البتہ باعتبار اس درجہ کے جو اوپر بیان ہوا۔ یہ درجہ بہت ہی بڑا ہے۔ کہ اس پر بالکل انانیت سوار ہو کر از ہوش رفتہ کر کے ایک لفظ مستقل پر پھیرا دیا ہے۔ کہ وہی بچائے اصلی و باطنی یا انا نے ازلی و حقیقی جس کو کسی کے انا بچنی ہونے کے دعویٰ پر سر مو پڑا نہیں ہوتی تھی۔ اس کے فضل بلا حجاب کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔ کہ اس کی خمیر انانیت کی کیسوئی سے اس کو کچھ اور بنا دے ورنہ یونہیں پاگل چھوڑ دے۔ کیونکہ بغیر مدد اس کے ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ذالک فضل اللہ یوفیٰ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سب تم کی انانیت پہنچ ہے صرف وہی انانیت قدسیہ و حقیقہ باقی رہتی ہے۔ اس واسطے زہد و رہبانیت کی کچھ ضرورت نہیں کہ عشق بچنی میں خود کو اس قدر برباد کرے کہ نہ ادھر کا ہو نہ اودھر کا ہو ۛ

بشر کی کیا حقیقت ہے فرشتہ خاک ہو اکلم اٹھائے بار اس کے عشق کا کسی طاقت ہے پس ایسی حالت میں کسی کے انا بچنی ہونے کے دعویٰ پر بھلا بچائے حقیقی کا کیا بگڑ سکتا ہے۔ یا کیا اس میں نوال آسکتا ہے ایک بار نہیں بلکہ کروڑ بار حتیٰ کہ بے شمار بار تمام عمر بکتا رہے۔ اس سے وہ مستغنی و غنی ہے تو گویا ایسی شان بچانے ازلی کی ہے جس کی تم نے کچھ قدر نہ کی اب پھر تم سے کہا جاتا ہے کہ وہ بچائے مجازی اپنی مجازیت کے عالم سے عبور کر کے حیائے حقیقی کے سر مکنوں میں محلول ہو کر من کل الوجہ۔ مغائرت پراز معانیت۔ اور معانیت پراز مغایرت رکھتا ہوا تمہارے سامنے آیا ہے جسکی مغایرت اور معانیت کی بیشال ہے کہ جس طرح سے جو شخص گنگا ہوتا ہے وہ اکثر بہر بھی ہوتا ہے۔ کہ نطق و سماع میں باطناً معانیت پائی گئی۔ لیکن جو بہر اہوتا ہے وہ اکثر گنگا نہیں ہوتا کہ اس جگہ نطق و سماع میں مغایرت ثابت ہوئی۔ گویا کسی جہت سے عین اور کسی جہت سے غین کہ یہ بھی کبھی لایبقی علی حالہ میں شریک ہو جاتا ہے۔ مگر بیل کی خوبصورتی کو بیل زیادہ محسوس کر سکتا ہے اور خیل کی خوبصورتی کو خیل۔ اسی طرح انسان کی خوبصورتی کو انسان ہی بخوبی جان سکتا ہے نہ کہ حیوان۔ بھلا شیر اس کی خوبصورتی سے کیا مخطوط ہو سکتا ہے بجز اس کے کہ چیر بھاڑ کے لقمہ شکم کرے۔ پس عین کی خوبصورتی کو عین ہی جان سکتی ہے۔ عین ہی دیکھ سکتی ہے عین ہی

مان سکتی ہے اور عین ہی پہچان سکتی ہے۔ ننگہ گوش یعنی ویسے ہی عقل کو عقل پہچان سکتی ہے۔ پھر جمال اللہ کو غیر اللہ کیونکر دیکھ سکتا ہے بجز عین اللہ کے جس کے زیر عین تمام اعیان ثابتہ ہیں۔ پس اس کو دیکھ بھال کر عاشق ہونے والا وہ خود ہی ہے۔ مگر خود کو تھوڑی دیر کے لئے خود سے غیر کر کے مخایرت کی باتیں کرے تو وہ قدیر ہے اُس کو سب بجا ہے اس بناء پر بمصدق ہے

خوشتر آں باشد کہ ستر دلبراں گفتہ آید در حدیث دیگران
اُس نے طرح طرح سے آستین بر رخ کشیدہ ہو کر خود کو انٹر وڈ یوس کرا لیا ہے۔ کہ اولاً تو کسی مادہ کا بھی کوئی جزو کسی زمانہ میں زائل نہیں ہوتا۔ چہ جا نگہ ہماری وجود کا مادہ جو بلا آمیزش مادہ ہے وہ زائل ہو جائے۔ محض ناممکن ہے۔ اور جو ناممکن ہے ہمیشہ کے لئے ناممکن ہے جو محال ہے ہمیشہ کے لئے محال ہے۔ اور ہر محال اس وجود کے نزدیک ممکن ہے۔ لہذا سب ممکن ہوا۔ لیکن ہر ممکن کا نتیجہ نفی ہے جس کی تہ میں کچھ نہ کچھ مثبت کا لگاؤ پنہاں رہتا ہے۔ اس واسطے وہ مثبت ثابت الوجود رہا جو ایک قوت محرکہ کی طرح کبھی ضائع نہیں ہوتی بلکہ ابھی ایک شکل و صورت میں تھی۔ ابھی دوسری میں منتقل ہو گئی۔ دم بھر میں آواز بنگئی۔ کہیں رنگ روپ بد لک حرارت و برق بنگئی جس کے حلول و اتحاد سے تمام موجودات میں مختلف صورتوں سے سرایاں حاصل ہونے لگا۔ کہ چند مختلف صورتِ مفیدہ و مطلقہ محدود اخراج اور موجود فی الباطن۔ فانی عن النفس۔ اور باقی فی الصفات ہو کر مرئی و غیر مرئی محسوس و نامحسوس یا سب سے بیک آن واحد مرکب ہو سکے چورالائین کی روشنی یا بجلی کی طرح دفعۃً گم ہو گئی کہ کچھ پتہ نہیں دے پیدا و دیگر دم ننان است کا مضمون ہو جاتا ہے۔ = تو قوت آفریں کی قوت کو بھلا پوچھنا ہے اس کا علم اسی کو ہے کہ اس میں کس قدر قدرت ہے بلکہ علے کل شیء قدیر کہنا ہی اس کی قدرت کا اندازہ کر کے جذبہ سی کر دینی ہے اگرچہ یہ کہنا بھی تعین و حد جدی میں داخل ہو گیا۔ لیکن اس مضمون کا بھی ادی کو علم تھا۔ پس بوجیب کان ذالک فی الکتاب مسطورا یہ بیان کیا گیا۔ و نہ ہرگز ادی کی وسعت قدرت کی پیمائش نہیں کی گئی۔ پس اُسی قدرتِ قدیر نامعلوم المکتوم کی پیدا کردہ ایک خلق ناچیز موسومہ بنام قوت جو بہت ہی اوپر قوتِ مجسمہ سے تعبیر کر کے بنام کھلی بیان کی گئی ہے۔ = اس میں یہ قدرت پوشیدہ کر رکھی ہے کہ جو کچھ وہ چاہتا ہے کر گزرتا ہے پھر کس طرح تم لوگ اس کے پہچاننے میں مرید و متمر ہوتے ہو کہ جو کچھ وہ کہتا ہے تم اس کے خلاف سمجھتے ہو۔ کہ اگر وہ خود کو موٹی کہتا ہے تو تم یچی سمجھتے ہو۔ اگر یچی کہتا ہے تو موٹی سمجھتے ہو۔ نہ تم کو اس کے موٹی ہونے کا یقین ہوتا ہے نہ یچی ہونے کا۔ تو پھر کیا ہونا چاہئے؟ کیا

لاموت ولا یحییٰ؟ یا ان دو سے ایک بھی نہیں۔ سبحان اللہ بحدہ تقریباً بہت ہی سچ ہے کہ الناس حریض علیٰ مانتع۔ پس اس دلیل سے چونکہ وہ یحییٰ ہے اس لئے موتی ہوا۔ مادامکہ تم کو اس کے موتی ہونے کا یقین ہو تو پھر اس کا یحییٰ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ گویا ہمیشہ اپنی ذات کا خود ہی کسی بجلا اوس کی ہے۔ شان میں کیا کمی۔ مگر واعجاباً و یاللعجب کہ خلائق کی خلائق۔ و جال فرید العین شیل عالم یک چشم آفتاب ہے۔ کہ ایک یحییٰ پر بہ آن واحد فی الواحد و یحییٰ ہونے کا اطلاق کرتی ہے۔ اور عین ہما ندیم دو موتی ہونی کا مصداق پیش کرتی ہے۔ جو بوجہ اجتماع صمدین فرضاً محال ہے۔ مگر چونکہ اس وقت میں بھی در خلائق ہوں اس لئے مجھ میں بھی دخل پایا گیا۔ تو کیا عجب ہے کہ یہ بھی کمنا میرا کہ وہ یحییٰ ہے داخل در جل و کذب ہو پس اوس کا موتی ہونا ثابت ہوا۔ پھر علی حسب اقوال خلائق دلیل مافات یحییٰ ہوگی۔ اور یہ بات پوری طرح سے پائے ثبوت کو پہنچ گئی کہ وہ موتی ہے۔ مگر موتی فی البدیہی کیونکر محی الموتی ہو سکتا ہے کہ خود کو موتی ہونے کی حالت میں یحییٰ ہو کر بتلائے۔ لیکن اگر بتلائے ہے تو صاف کطلع الشمس منظر التہار ہے کہ وہ بھی یحییٰ ہے جس کا کھلا ہوا نتیجہ بقیاس استثنائی بالافعل مذکور و مقدم ہو چکا۔ پس چونکہ وہ یحییٰ۔ محی نفس خویش بلا امداد و حیات یحییٰ ہے۔ اس لئے محی الموتی ہوا۔ جو لوگوں کو بادی الہ میں غلطاً نائیمیل کے بالحوۃ محسوسہ محسوس ہو رہا ہے جو کس قدر ظاہراً ایک گونہ درست ہو سکتا ہے کہ یہ لفظ صبیحۃ مضارع سے ہے جو حال و استقبال دونوں میں شریک ہے جس سے یہ معنی پیدا ہوئے کہ۔ (ہے۔ ہوتا ہے۔ اور ہوگا) خواہ (زندہ ہے۔ زندہ کرتا ہے۔ زندہ ہوگا۔ اور زندہ ہوتا ہے تو کسی زمانہ میں موتی ہونا بھی ثابت کرتا ہے) جس سے زمانہ ثلثہ کی بات اس ایک لفظ میں پیچیدہ ہو جاتی ہے کہ تشکیث وحدت آمیز ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہے بھی۔ مگر غلطی سے ایک ہی وقت میں ایک ہی وقوعہ کو تین شخص تین مختلف زمانہ میں واقع ہونا سمجھ رہے ہیں۔ اور دراصل ایک ہی زمانہ حال ہے مگر مختلف زمانہ کے نام سے موسوم ہو رہا ہے۔ فی الحقیقہ۔ و صل فصل در پنج و راحت گریہ و آہ و بکا۔ حال و ماضی ایک ہی ہے۔ اس میں پھر جھگڑا ہے کیا۔ جبطرح اگر کوئی شخص کسی جل المتین میں اینٹ باندھ کر کسی ہفت منزلہ مکان سے دفعۃً نیچے لٹکائے جس کے ہر آمد و برون پر لوگ برآمد ہوں تو دور لٹکاتے ہی زمانہ حال شروع ہو جائیگا۔ جس دم وہ اینٹ پہلی منزل والے کی آنکھ سے پوشیدہ ہوئی۔ اسی وقت سے زمانہ ماضی کی وجود قائم ہو گئی۔ مگر ایک دوسرے منزل والے کے لئے ہنوز زمانہ استقبال ہے۔ اب اگر لٹکانے والا یا دیکھنے والا شخص ہر منزل پر بذات خود موجود ہو سکتا ہو تو اوس کے لئے صرف زمانہ حال ہی رہیگا۔ ماضی و استقبال کی کچھ وجود نہیں باقی رہیگی۔

پس تثلیثِ زمانہ منقطع ہوگی صرف زمانہ وحیدہ باقی رہا۔ اسی طرح تم ایک ہی ایک کو ایک ہی وقت میں مختلف زمانہ اور مختلف نام و صفات سے یاد کرتے ہو۔ حالانکہ وہ ایک ہی حال میں ہے۔ اب اگر وہ باہمی النظر میں مختلف زمانہ کے ساتھ پورے رہنیکے سبب سے مختلف محسوس ہوتا ہے۔ تو اُسی زمانہ کے ساتھ یہ تصور کر لیا جائے کہ اس وقت کے لحاظ اور موقع کے مطابق جو کچھ تمہیں شخصیات عارضی تھے وہ اُسی وقت کے لئے تک محدود تھے کہ اس نسبت سے احوالِ اولاد وغیرہم مختلف ہوتے ہیں تو وہ اُسی وقت کے ساتھ گزر چکے اور یہ کل آج ہو فی شان کے بموجب مظہر شان گونا گونا گون ہے کہ یہ طلبِ ثبات ہست نیست ہو کر اسی عالم میں غلطان و پیمان رہتے ہیں۔ اور اس واسطے خالق ہر ذرہ کائنات کو ملا کر صرف ایک عالم کہتے ہیں کہ یہ صفت بجز ایک عالم کے کسی میں نہیں۔ اس لئے عالم کا عالم بھی اپنی ذات میں وحدہ لاشریک قرار پایا تو یہ سب ہستی کی ہستی کے سبب سے ہے۔ اب اگر یہ سب ہستی نیست ہو جائے تو آخر نیستی کی بھی ایک ہستی باقی رہیگی۔ کہ گویا نیستی کے معنی ہستی کے اور ہستی کے معنی نیستی کے ہوئے۔ کہ ان دونوں کی ایک ہستی ہوئی۔ مگر ان دونوں کے خلاف کرینے پر بھی وہ قادر ہے پس خالص ہستی ہی ہستی رہی لہذا ۔

نہستی ایک گونہ ہستی ہے گول شے ہے ساوی الدجات خالی بس ہستی ہی کا عالم ہے نیستی بھی فنا ہے ہستی میں تخطِ فرحت سے اس قدر روئے زلفِ جاناں ہے حیتِ العلیا جب تو بجھی ہوئے ہیں بھیاٹی کیونکہ بجھی کے معنی زندہ ہیں	الغرض ہستی ہی کی ہستی ہے جملہ بالائی حصہ ہستی ہے ہستی کی ساری ہستی ہے نارِ دوزخ میں کب جھلکتی ہے دور۔ ملے خاک میں یہ ہستی ہے کاھیکو ناگن ایسی ہستی ہے ہستی آباد ان کی ہستی ہے اور زندہ کے معنی ہستی ہے
---	---

مگر ازلوئے علم فی البدیہی۔ بجھاٹے محوِ والیہ پھر بجھی ثابت ہو کر براہِ علم المعلوم بجھی و موتی ہستی و نیستی اور خراج از ہر دو بان و احد ثابت ہوتا ہے۔ کہ پھر یہ ثابت ہونا ہستی میں داخل ہوتے ہی بجھی ہو جاتا ہے جس سے موتی کہنے والے صریحی جھوٹے ثابت ہوتے ہیں۔ تو چونکہ سوائے مجھ بجھی کے سب بدکرداروں نے اپنی بدکرداری کی زبانِ حالیہ سے اس کے موتی ہونے کا اقرار کیا ہے۔ اس لئے سب واجب التقریر قرار پائے۔ ورنہ سب ڈرتے رہتے کہ میں وہ ساری بدکرداری دیکھ نہ لے

مگر عیدِ الخوف ہو کر ساری بدکرداری کا ترکیب ہونا یقیناً دالِ علیٰ امرِ نہا ہے کہ وہ بالکل بحیثیتِ حقیقی کے جاہِ جلالِ ہدیت و حمایت سے بخوف ہو گئے ہر شخص کے سر میں ایک نیا خیال ہے۔ لیکن اگر وہ اچھا ہے تو اچھی بات ہے۔ اور برا ہے تو بالکل بُری بات ہے۔ مگر اکثر علیٰ اکثر۔ شعر

دیرو حرم میں کوئی نہیں اوس کی راہ پر کافر نئے نئے ہیں مسلمان نئے نئے

بناء علیہ ساری مخلائق کی مخلائق باستثنائے نیک لوگوں کے۔ اپنے اپنے دعویٰ میں کہ وہ بحیثیتِ حقیقی سے ڈرتی ہے۔ جھوٹی بات ہوئی۔ بنا بریں سب کے سب بمصدق یقول کافر یا لیتی کُت ترا یا اکٹھا ایک ہو کر۔ دجال کافرن بیٹھے ہیں۔ کہ دنیا کی دنیا جنجال مہا جال۔ بُن دجال بن گئی جو اس جنجال سے باہر ہے وہی ہمایر اور جیال ہے۔ مگر اب اس دجال کو مٹانے کے لئے دجال ہی ہونا چاہئے۔

کس لئے کہ اکثر ایسا بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ گرمی گرمی سے دیتی ہے اور سردی۔ سردی سے کبھی گرمی سردی سے دیکھتی اور سردی گرمی سے۔ کبھی گرمی گرمی ملکر سردی ہو جاتی ہے۔ اور سردی سردی ملکر گرمی۔ ان تین حالتوں میں پوری تثلیثِ پُر وحدت قبول کرنی پڑتی ہے۔ کہ اگر دجال۔ دوسرے

دجال سے مل سکتا ہو تو یہ بھی ممکن ہے۔ اگر دجال حقائق سے مل سکتا ہو تو یہ بھی ممکن ہے۔ اگر دجال دجال ملکر حقائق بن جائیں تو یہ بھی محال نہیں تو یاد باشد کہ تثلیث کی کچھ حاجت نہیں اکیلا میں تثلیثِ پُر تعید ہوں چنانچہ اگر عالم کا عالم دجال ہے تو ماجنابِ اعلیٰ حضرت سراپاِ دولتِ مآب ہیں اگر عالم کا عالم

حقائق ہے تو ماجنابِ اعلیٰ حضرت سراپاِ حقیقتِ مآب ہیں۔ اگر عالم کا عالم شیطان بنتا ہے تو ماجنابِ اعلیٰ حضرت اکرمِ شیطنتِ مآب ہیں۔ اکیسے مضل ہیں مغوی ہیں۔ ہادی ہیں ہمدی ہیں۔ کریم ہیں لٹیم ہیں رحیم ہیں ظلم ہیں۔ جلیم ہیں کظیم ہیں۔ قہار ہیں جبار ہیں غفار ہیں ستار ہیں۔ ظالم ہیں عادل ہیں۔ احمق ہیں عاقل ہیں۔ اچھے ہیں بُرے ہیں۔ بچیا ہیں مسیحا ہیں از جزا مال ہیں کسی بات میں ناقص نہیں سب

بات میں کامل جہاں تک تو سوچنا اور اعتراض کرتا چلا جائیگا سب میں کامل و فوق رہو گا۔ اگر ناقص ہوئی صورت ہو تو اس میں بھی کامل نکلوں گا۔ بہت ہی بڑا متاثر خیر الما کریں ہوں یہ سب میرے نزدیک

باز پچھ طفلان ہے بس ایک میں سب کو بس کرتا ہوں وہی میں ماجنابِ اعلیٰ حضرت جلالتِ حکمتِ مآب ہیں

مگر افسوس ہے تم نے سنا کیا سبھی کچھ کہہ چکے باقی رہا کیا

بیاں ہم کر گئے از جزوِ تا کل پھر اب تک پوچھتے ہو ہے خدا کیا

کہاں ہے عقل و دانائی تمہاری کہ تو تم بسموں کو ہو گیا کیا

زمین و آسمان و مجملہ ہستی یہ سب مجھے ہیں انکا آسرا کیا

ہم ہی ہیں حضرت یحییٰ علی الحق خلافت اس کے سمجھتے ہو ہو کیا
 دیکھو اپنی دجالی سے باز آتے جاؤ۔ حق حق بات میں اٹکل بچو۔ انگلیس سے کسمان الحق کو راہ نہ دو۔
 باطل الحق نہ بنو۔ حق ہمیشہ بالا رہتا ہے۔ حق و باطل میں موازنہ کرنے سے حق سدا باطل سے الگ
 ہو جاتا ہے۔ اس جگہ حق کا میل باطل ثابت ہوتا ہے مگر بعزۃ الحق یہ ہے کہ الحق سیف علی الباطل۔
 چنانچہ باطل خود ہی خود کو باطل کہہ کہنے پکارتا ہے۔ اور نبی الحق بتغیر الحق خود کو حق کہہ کہنے پکارتا
 ہے۔ توجہ کوئی حق شناس ہو اوس کو حق کہے کہ حقلوئی کو راہ دیکر حق حق کا لغو بلند کرے۔ تو یہی حق
 علی العباد ہے۔ پس کسی طرح بھی حقلوئی حق نہیں ہو سکتی۔ حقیر وہ ہوتا ہے جو اس کو حق سمجھ کر بنا حق اپنا دوسرا
 اور سب کا حق دبا کے انقلاب الامور بنا طور الحق کا ترک ہو تا رہتا ہے یعنی الامر حق بجانب تو یہ
 ہے کہ الحق مڑو لو کان در۔ اس لئے حق کو سارے ناسحق گوناحق کا ناسحق کہنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں
 تو درناخا لیکہ کسی حق کو سارا جان منفق علیہ مجمع الیہ ہو کر دجال کہے تو وہ حق گوئی الحق جھوٹ موٹ کا
 دجال ہو جائیگا۔ کہ گویا دجال موعود ہونے میں بھی دجل ثابت ہونے لگے۔ اس واسطے سب کے سب
 دجل دجال ہوئے اور تصدیق کذب و حمایت کذب سے کہ وڑ چند دجل دجال ہونے کے متحق ہو گئے
 کہ غیر دجال موعود کو دجال موعود قرار دیتے ہیں اس دجل بقی سے خود ہی باطل و دجال موعود قرار
 پائے۔ مگر چونکہ ادھمگو کو کوئی علی الحق کہنے والا نہیں باقی رہا اس لئے وہ تھوڑی دیر کے لئے علی غیر
 حق ثابت ہوتا ہے۔ حالانکہ بالکل علی الحق مع الحق ہے۔ تو چونکہ وہ سچا ہے اس واسطے جھوٹا ہے
 مگر یہ دونوں باتیں جھوٹ ہوئیں۔ کیونکہ وہ سچا اپنے نزدیک سچا ہے اور جہاں بھر کے نزدیک جھوٹا۔
 لہذا وہ جہاں بھر کے نزدیک سچا اور اپنے نزدیک جھوٹا قرار پایا۔ لیکن دل میں تو اپنے ضرور سچا ہے
 پس دونوں طرح سے سچا ہوا اور یہ ہی اوس کی غرض تھی۔ تو ہر حالت میں سچا ثابت ہوا۔ سچ ہے کہ
 سحر پہلے کاذب ہو کر صادق ہوتی ہے پس ہر گاہ کہ حق کا مخالف باطل ہے اس لئے سب اینجاب
 کے مخالف ہیں۔ اور گروہ گروہ۔ ابنوہ در ابنوہ۔ بصد کوہ اندوہ۔ برین حق پردہ یوکش و ہجوم کرنے کو آمادہ
 ہیں اور اس کو دین برحق سمجھتے ہیں۔ اپنی کینچی سے یہ نہیں سمجھتے کہ سوائے ہمارے سب باطل ہو جائیگا
 ہے حتیٰ کہ یہ کہہ کہنا بھی باطل ہو جائیگا۔ پس سچ ہے کہ سب جھوٹ ہے۔ اس واسطے یہ جملہ بھی جھوٹ
 ہوا۔ اور آخر حق ہی باقی رہا۔ گویا شطرنج سموات کے بائیں و پائیں بساط پر تمام لوازمات شطرنجی موخر
 و باطل گسترہ ہیں اور شاطر حق و شاطر باطل سے بازی چلی ہوئی ہے۔ اور دونوں اپنے اپنے منصوبہ
 میں یا یکدگر مات کرنے کو تیار ہیں لیکن جسم انقذاف الحق علی الباطل ہو گا تو گویا اوس وقت حق کا

ڈالیں ٹھٹ تمام باطلستان کے سر پر بجا راجا بیگا۔ کہ جل بھنکر خاک و سیاہ ہو جائے۔ بس اذاجاء الحق
 نہ حق الباطل ان الباطل کان زہوتا۔ تو وہ حق حقانی یحییٰ ثابت ہو چکا ہے بس یوم نسمعون الصیحت
 بالحق ذالک یوم الخروج۔ چنا پھر اب اسماع صبیحہ بالحق کا وقت آچکا۔ جو حقانی ہیں وہ سب کام و صندا
 چھوڑ چھاڑ کر حق کے ساتھ ہو لینگے جس کی حقلوئی عالم مجازی سے گشتی نمودرہ کرتی ہوئی اپنی حقیقی حقلوئی
 کی طرف رجوع ہو کر پوستانہ بیکتائی ہو کے اکدم مستثنائے حقیقی کے عمدہ پر۔ از امر خودی حقیقی ممتاز
 ہو جانے والی ہے جو پس راست راست بے کم و کاست ہمہ بجا است کہ پیشہ پیشگوئی شیوہ پیشوا است
 باقی نہ است نہ شما است نہ ارض و سماء است نہ ہر و دسر است از ازل تا ابد بیا است کہ محض بکتائے
 بے ہمتا است بے چون و چرا است۔ ز خود پیدا است بخود شیدا است ہر انچیکہ سازد ز بہر ش زیبا است
 سبحان اللہ و الحمد للہ علی اعظم الفضل و الاحسان کہ تحت الشرا سے رقبۃ الدنیا تک ہاں سے سطحۃ الخلد تک
 وہاں سے سریر ربان تک وہاں سے صفحۃ السماء تک وہاں سے جنتۃ العلیا تک وہاں سے آدم و حوا تک
 وہاں سے موسیٰ و عیسیٰ تک وہاں سے علی و محمد مصطفیٰ تک وہاں سے بدر الدجی و شمس الضحیٰ تک وہاں
 سے سدرۃ المنتہی تک وہاں سے مقام الاعلیٰ و الشرف الاجلی و نعمت عظمیٰ تک من سافل الی فوق
 عال بالا یعد و لا یمشی و لا یجد و لا یتقصیٰ تک گو یا حیات جی سے بیکھی تک بیکھی ہی بیکھی کا چرچا ہے لہذا

خود ہی ہے وہ یار اپنا یار کیسا یار بیچ
 دل تراکینہ سے پڑے ہر زبان حمد و ثنا
 بیچ کیا سب بیچ ہے پھر بیچ بھی خود بیچ ہے
 جو گیا اوسپا پس اوسپا رہی کا ہو گیا
 سر جھکا کر چپ رہو ہاں بجا بولا کرو
 جو رعایا کی نہ بہودی کا رکھے غور و فکر
 قبر کیا تم پوجتے ہو قبر میں رکھا ہے کیا
 بچہ ایلین کو ہوتا ہے حقلوئی میں عار
 لاؤ اون اشہر کو مشکلی ڈٹے در بار گاہ
 تم کو کیا معلوم ہے بیکھا ہی عنائیل ہے
 اوس میں جو سید تھا اوس کا رب بھی سید تھا
 اس لئے سوار نہا کو قتل کر ڈالے عبت
 باغ بیچ و زراغ بیچ و غنچہ و گلزار بیچ
 ریش بیچ و پند بیچ و جبہ و دستار بیچ
 مختصر یہ ہے کہ ہے سنسار کا سنسار بیچ
 در نہ بھراوسپا کیا ہے دیکھ لو اوسپا بیچ
 یہ نہ سمجھو سامنے رکھی ہے یہ تلوار بیچ
 پھر کے سرکار خود کو ایسی ہے سرکار بیچ
 قبر ہے مٹی کی ڈھیری اور وہ مردار بیچ
 اور حقلوئی کے بچے کو ہے ایسا عار بیچ
 جو کہ برابر کو ایسے ہیں سب برابر بیچ
 غار کی آیت پڑھو۔ ہے ایک اصل غار بیچ
 غیر توبیدینے اندھیدہ کرار بیچ
 پھر کہاں کے یار اوس کے ایسے ہیں سب یار بیچ

ان پہ ہے بھکار اوس کی اور اوس کے بسکی ہے گو حماقت سے سمجھتے ہو کہ ہے بھکار بیچ
 بے کئے انصاف کب جاتا ہے پھٹی لوٹ کر گر گیا واپس تو سمجھو گنبد و دار بیچ
 کنیز مخنی کا ہے حیۃ اور جی بچی میں ہے گر نہ ہو مخنی خزانہ پھر تو ہے وہ مار بیچ
 مگر خدا معلوم تم نے بچی کو کیا سمجھ لیا ہے محض بیچ سمجھ رکھا ہے یا بیچ جان و چپک ترین شاید اوس
 کے ناسوتی جسم کو دیکھ کر اس گھمنڈ میں پڑے ہو کہ بھلا اس سے کیا ہو سکتا ہے جسکی یہ حالت ہو کہ گویا ہو تو
 بگھل جائے سرا ہو تو ٹھٹھ جائے آندھی آئے تو اڑ جائے پانی برسے تو بہ جائے حصہ بقدر جتنہ مگر واضح ہے کہ
 اندریں رو باہ پوشیدہ است شیر پیش ایں رو بہ نئے باید دلیر

پس اپنے اس خیال ناقص اور خطا کو اسی سے باز آؤ سر بسجود ہو کر تو بہ کرو۔ اور یاد رہے کہ میدان لڑاں بیکلا سے
 پتلا کیوں نہ ہو بدن میں چٹ جاتا ہے۔ سانپ کا بچہ کتنا ہی خفا سا سپو لاکھوں نہ ہو۔ مگر نہ ہلا لال اوگلتا ہے۔ پانی کتنا
 ہی نرم و قین کیوں نہ ہو گرم ہونے پر بدن میں چھالے ڈال دیتا ہے۔ کہ جان کے لالے پڑ جائیں۔ دیکھ کتنا
 ہی چھوٹا سے چھوٹا کیوں نہ ہو ڈالوں لگانے پر بھی موقع پا کر دھت کا دھت چاٹ جاتا ہے۔ باغ کا بلوغ دیران کر دیتا
 ہے سچر تمام باغ دنیا ہی کیوں نہ ہو۔ نہیں دیکھتے کہ ایک سورہ گرانڈیل ہاتھی کو مار ڈالتا ہے چھوٹی چیز دیر تک
 متحرک رہتی ہے چھوٹی چیز بہت ہی بہت بڑی ہو جاتی ہے مثل مشہور ہے کہ النار اصلہا شرارۃ۔ پس بڑا پتلا ہی اکثر
 تراود ہوا زکلتا ہے۔ دہلا ہی پتلا مار سیدہ و خدا رسیدہ ہوتا ہے بلغمی۔ سودانی دوسری سخت غین۔ بد باطن بزدل بخیل گدا
 بد صورت احمق نالائق کبھی مار سیدہ و خدا رسیدہ نہ ہوا بڑوں کا مکان بھی بڑا اور اچھا ہوتا ہے اسی طرح خدا رسیدہ
 کا ہیکل بڑا خوبصورت ہوتا ہے۔ دہلا ہو تو ہو مگر سب ڈبے برابر نہیں۔ سب میں اس طرح
 فرق ہے جس طرح پتھروں میں کہ کچھ تولوں بڑے ہوتے ہیں اور کچھ مولوں بڑے ہوتے ہیں
 ہر چہ بقامت کمتر بقیمت بہتر۔ شعر

گر مہ شیر است در گرفتن موش لیک موش است در مصاف پلنگ

پس یہ وہ بچی ہے جو ادلی میل الی النیل حنا ہے۔ نمکو جبال ہما جبال سے چھڑا کر نیل مرام کو پہنچا پتا
 ہے۔ مگر تم اوس کے خلاف شیت خود کو نیل بے مرامی کے مرتبہ تک لیجانا چاہتے ہو۔ جو بد مطابق
 قانون فطرت کی جیسا کرو ویسا پاؤ۔ اوس کا تم کو نتیجہ ملنے لگتا ہے کہ النیات النیات پکارنے لگتے ہو
 تو پھر وہی بچی سب قانون رحمت اپنی۔ مادر شفقت سے بھی زیادہ تر مشفق رحیم ہو کر اپنے ظل عاطفت میں
 پرورش کرنا چاہتا ہے تو تم بدست بچوں کی طرح پل مست ہو کر کج روی کے مہاوت کو اپنے ماتھے پر
 بیٹھال کے راہ سے بیراہ بالکل کوراہ اینڈ پھلنے لگتے ہو کہ سیدھی راہ نہ ملی۔ ہر ہر قدم پر ہر چکار کا کاٹا

چھکارے کبھی لقمہ کریم کی طرح اپنے چھوٹے سے کابک میں غمغموں غمغموں کر کے اپنی خواہش نفس کی پیروی کرنے لگتے ہو۔ محلِ دہلیس۔ مینا مینا۔ تیتہ تیتہ میں لگے رہتے ہو۔ پھر جب تک لوٹن کوتر نہیں بنائے جاؤ گے درست نہیں ہوتے۔ اور بار بار بنائے گئے مگر درست نہیں ہوتے۔ اب بھلا تم کس قدر بُرے ٹھہرے کہ تم سے بُرائی تک نہیں چھوٹی۔ تو جب بروں سے بُرائی نہیں چھوٹی تو بھلوں سے بھلائی کیسے چھوٹ سکتی ہے اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ بُرائی کا نتیجہ بُرا ہے اور بھلائی کا نتیجہ بھلا۔ پھر وہ بُرائی کتنی ہی چھوٹی ہو بھلائی میں دھبہ لگتی ہے۔ اب جس بُرے کو اپنی بُرائی تک نہ معلوم ہو۔ تو بھلا اُس کو کس قدر برا ہونا چاہئے۔ تو اے بُرے لوگو تم سے کہا جاتا ہے۔ کہ اگر کوئی برا اپنی بُرائی سے دین دنیا پر غالب آجائے تو ہرگز بھلائی کی ضرورت نہیں کھلم کھلا بُرائی کرے لیکن ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہے۔ تو بھلا بُرائی کے چھوڑنے میں کیا بُرائی ہے۔ گویا بُرائی کو بھی بُرا کہنا بُرا ہے پس بُرا نہ ہو تو اچھا ہے۔ پھر اچھے کی اچھائی میں کیوں آڑا آتے ہو۔ ہمیشہ سے اس میں نا کامیاب ہوتے چلے آ رہے ہو۔ اور وہ تمہاری نا کامیابی کا فعل بموجب قانونِ فطرت اپنی ترقی میں مصروف ہے کہ یہ سب نا کامیابی تمام درجہ کو تمام کر کے خود کامیاب ہو کہ تم نا کامیاب رہو اور یہ تمہارے ہی ہاتھ سے اس طرح سے تم کو نا کامیاب رکھو اُن جس طرح سے پھنسی خود کو بھکندر کے درجہ تک پہنچانے کے لئے۔ اُنسی پھنسی والے کو مجبور کرتی ہے۔ کہ اُس کو اُسی کے ہاتھ سے کھجوا کھجوا کے بھکندر کے عہدہ پر پہنچائے کہ اُس پھنسی کو معراجِ ترقی حاصل ہو اور یہ وہلِ جہنم ہو۔ ایسی حالت میں کبھی یہ خیال میں بات آسکتی ہے کہ بروں کے مزاحم ہونے سے بھلوں کی بھلائی رُک جائے؟ پھر تو بُرا ہی بڑا رہیگا۔ اور یہ ہرگز ہرگز ممکن نہیں۔ پس ہزار کوئی مزاحم درصدام ہو مگر جو چیز اُوپر جانے والی ہے۔ بچے نہیں رکتی۔ کیا نہیں دیکھتے کہ اگرچہ کوئی ہزار سا بُنان میں درخت بالارو کو نصب کر دے کہ اُوپر نہ جانے پائے مگر وہ کبھی اس تدبیر کے جال میں نہیں پھنستا کسی نہ کسی طرح ٹیڑھا بنگا ہو کر بھی اپنی بلندی کا راستہ نکال لیتا ہے پھر اگرچہ قامت اُس کی طلبِ راستی میں بیچ و خم کیوں نہ کھا جائے لیکن وہ اپنے اس حسنِ ظاہری کے خراب ہونے کا مطلق پروا نہیں کرتا اور اوپر نکل جاتا ہے۔ اور باز بریں بیچ و خم کھا جانے کے بھی بکمال تسلیم و رضا دوست و دشمن سب پر یکساں سایہ فگن ہوتا ہے کہ ہر چند لوگوں نے اُسے ٹیڑھا بنگا بھی کروادیا اور اُس کے پاؤں میں کو لھاری بھی مار رہے ہیں مگر وہ ظلِ گُتری سے باز نہیں آتا پھر وہ بھلائی کرنے والا غمخوارے بلند پرواز جس کا شاخ و درخت لاہوتا۔ آڈہ ہو وہ کسی کے شبہ پر توڑ دینے سے بھی نہیں رکتا۔ پھر اگرچہ اُسی کے دئے ہوئے ہتھیار

جو کسی زمانہ میں۔ اوس زمانہ کے مطابق بنام سُرتی سُمرتی یعنی آیت و حدیث دیکھا ہوا اوس سے۔ اوس پر رُدا کیا جائے یا اون سب ہتھیاروں کا پتھر بنا کر اوس کو ہزار بندش سے بند کرنے کا خیال ہو تو وہ بندہ جہنمی ازاد ازی و بندہ حقیقی جو سب کا کام کرتا رہتا ہے بند بند پکٹ کے چور کر دیگا۔ کہ یہ بھی ایک کام ہے اور غور کر گز بند بنیں ہو سکتا۔ چھلانگ مار کے باہر نکلیا ٹیگا = اگرچہ اُس کے نکلنے میں جہنم ناسوتی کی ساخت و پخت و جن ظاہری میں فرق عظیم کیوں نہ پڑ جائے یا حیاتِ صورتی و سفلیہ میں بل کیوں نہ آجائے۔ مگر وہ اپنی اہلیت کی طرف رجوع ہونے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ہمیشہ یہی کہیگا کہ

حالا کرا دماغ کہ پُرسد زبا غباں مُبلُں چہ گفت و گل چہ شنید و صبا چہ گفت

پس جس بلبل ہزار داستان نے علی قدر عقول الناس کسی زمانہ میں تکلم و چیچہ زنی کی ہو اوس کو تا آمد مُبلُں واحد بہ مشکل ثانی اسی زمانہ تک محدود رہنے دینا چاہئے اوس چیچہ نامہ کا بے محل حوالہ دیکر مزاحم نہ بنتے جاؤ مگر افسوس کہ مزاحم ہونے سے باز نہیں آتے۔ روز بروز گستاخ ہوتے چلے جاتے ہو۔ بلکہ گستاخ ہونا تو درکنار یہاں تو گستاخی کو بھی اس درجہ تک پہنچا یا کہ ہر فرد بشر فرد یا رِخال۔ ابلیس نواز جنگِ خبیث الدلہ شیطان الملک خناس الامرا۔ غزایل جاہ بہادر۔ فرعون شاہ بن مٹھیا ہے۔ گویا پورا نقشہ پینچرنگ ہے۔ اور پھر برابری کا دعویٰ کہ (ع۔ غ) دونوں مشکل ہیں فقط نقطہ کا فرق ہے۔ تو نقطہ کو تملوگوں نے کیا سمجھا ہے نقطہ ہی سے (ع۔ غ) کی قیمت میں فرق آگیا ہے۔ پھر اُسی ایک نقطہ کے ایر پھر میں خدا سے جدا ہو جاتا ہے۔ مگر یہ کہو کہ جس پر پھٹکار ہوتی ہے اوس کو ادنیٰ سمجھتی ہے رفتہ رفتہ ثانی ابلیس کیا معنی کہ عین ابلیس ہی ہو جاتا ہے کہ اوس کی احادیث ملعونہ میں فرق نہ آئے چنانچہ پیشتر تو

سارے عالم میں فقط فرعون ہی ابلیس تھا خبیث نفسی میں جو تھا سردارِ جملہ خبیث

اب تو دنیا میں ہر اک فرد بشر ابلیس ہے اور ان ابلیسوں کے پاس ہیں صمدِ احادیث

ان کے آگے سو کر ڈرا ابلیس بھی ناچیز ہیں نسبت ابلیس کو اس واسطے کہتا ہوں شہیت

باعثِ تکوینِ عالمِ ہندو موعود ہیں پس وہی مبعوث باعثِ جحیم زن ہیں و بیعت

ہندو موعود کو کہتے ہیں سب دجال ہے مدعا ہے مدعی سمجھیں بھلا کیا یہ خبیث

ہندو موعود ہیں یحییٰ مسیح العالمین اب تمہارے ظلم سے آگے ہے اوسکے سنیت

وہ استغاثہ۔ اپنی خودی حقیقی بنام پاک پروردگار سے یہ ہے کہ اے میرے جیائے تعالیٰ میرے لوگ تو بجائے اطاعت کرنے کے نہایت درپے آزار ہیں۔ سارے احساناتِ نختین متواتر کو فراموش کر گئے اور اکدم بقیل امر السنون والعوام اجنباء علی حضرت احدیت مآب کو بھی عمداً بھول گئے اور اب یہ تجاہل

کہ ہم پہنچتے نہ کہیں کہ تو کیسی۔ لیجئے۔ شعر

سلسلہ الفت کا جو دل میں بندھا تھا گھٹ گیا جو محبت کا قدم آگے بڑھا تھا ہٹ گیا
اور بھڑے تقاضائے پھر ثبوت کے لئے طالبِ مجرہ ہونے لگے اور تو جانتا ہے کہ تیری عین ذات
سے میری ایسی ذاتِ انانیت مآب پیدا ہوئی ہے کہ دائرہ انانیت سے نہ خارج ہوتی ہے نہ داخل
اور آئنِ واحدیں خلافِ عقلِ قیاس کہ یہ بھی تجھی سے ہے ہر دو فعل سے مرکب ہو کر اسی آن میں دونوں
فعل سے بری بھی رہ سکتی ہے اور رہ چکی ہے اور ان پر بہتری قدرتیں ہمارے وقت بے وقت ہمہ آن
ثابت ہو چکی ہیں۔ اور اچھی تاک ثابت ہوتی چلی آرہی ہیں۔ کہ بعد از ثبوت یہ تکتے ہی رہ جاتے ہیں۔
کہ افسوس ہم اس انانیتِ تقدس مآب کو نہیں پہنچ سکے۔ بس انانیتِ مشد بھی نہیں ہو سکے۔ نگہ باوجود
بریں ثبوتِ متواترہ بھی باز نہیں آتے۔ تو اب دیکھ اکی میری ذاتِ الوہیت مآب سے ہی ضد ہونا چاہتا ہے کہ
ہر آن کمتر کہ باہتر ستیزو چنان افتد کہ ہرگز برخیزد

تو اب اس بارہ میں تو مجھے کیا کہتا ہے؟ غالباً تو تو یہی کہتا ہے کہ جو کچھ میں چاہوں کروں۔ میرا سارا
کرنا تیرا ہی کرنا ہو گا۔ تو اب میں جو کچھ کرنا چاہتا ہوں تجھ پر خوب روشن ہے اور اس تجھ پر کے معنی عین مجھ پر
کے ہیں تو گویا عین مجھ پر روشن ہے۔ تو جو کچھ مجھ پر روشن ہے اس کے مطابق کہتا ہوں۔ کہ اے
وہ لوگ! مڈیل ٹو کی طرح متقلب علی الاعقاب ہونے والو! اور اے وہ لوگو! نہ زور گھوڑے کی طرح
کو راہ بھل گئے والو! وہ دیکھو اس استغاثہ کا نتیجہ بہت جلد نکلتا ہے۔ وہ وقت مقررہ بالکل قریب آگیا۔
تم نے حفیظ اللہ سنائی علم الجہر و ما اخفی کے ہاں علی تسلسلہ بد اعمالی بیچ بھجوا دوس وقت معینہ کو بہت جلد
برآمد ہونے کی دعوت دی لیکن کل اہلِ مستقر الی اہلِ سمس کے مطابق پھر بھی وہ وقت ابھی وقتِ مقررہ
برآمد ہونیکے لئے اپنی مختلف مقدمہ البیش کو یکے با دیگرے ڈیرہ ڈنڈا خیمہ طنبو۔ راؤٹی وغیرہ وغیرہ
لئے ہوئے ہیتار کا کہ لوگ خبردار ہوتے رہیں کہ وہ غرقِ یاب میں برآمد ہونے والا ہے۔ یہاں تک کہ وہ وقت
آگیا اور وقابِ الظلم من جمیع الجہات ہو چکا۔ بس اب مالا آجل کہ کا وقت ہے اور اگر ہے تو یہی ہے
کہ اسرع من البصر میں وہ یوم العقام علی حین غفلتہ آنا چاہتا ہے۔ تو اب لو خبردار ہو جاؤ کہ وہ عذاب
فوق العذاب غیر مردود کا سامنا ہونے والا ہے۔ اے افسوس بولی لہم فاوی ثم اولی لہم فاوی جن کو یا حشرنا
علی ما قطن کہنے کی نوبت پہنچنے والی ہے اس وقت لہم من محض کا مضمون پیش آئیگا پس لا بشری شو مشد

۱۲ ہر بات کے لئے وقت مقرر ہے ۱۱ چاروں طرف ظلمات پھیل گیا ۱۳ وہ وقت نہیں ہے ۱۴ وہ چشمِ زدن سے بھی جلد ۱۲

۱۵ سنت پلشت ہے ۱۶ امن کی جگہ نہیں ۱۷ گنہگار کی اوسدن خیر نہیں ۱۸

المعبرین۔ لیکن تم لوگ ان سب سے آگاہ نہیں انی اعلم منی اے من اللہ مالاً تعلمون تو اب دیکھو ہم سے تم سے یہ فرق ہے۔ مگر خیر مخلوقی دیر کے لئے اچھی طرح مجھ سے برابری کا دعویٰ کر لو کہ اس جگہ کثیرہ ملا داریں دفات الاشواک و بے برگ و برادر میوہ و درشیرہ و درشت اپنے نباتات ہونیکے مدعی ہیں اگرچہ کسی قدر عارضی فرق ہو تو ہوا کرے۔ اسی طرح ہم لوگ بھی یکساں بشر ہونیکے مدعی ہیں تو بہت خوب اسی وقت شبہا زو علیہ اذ کا فرق معلوم ہو جائیگا کہ البتہ ننخسا سانباز چاروں طرف چڑکڑی بھر کے اپنا شکار دبوچ کر خون چوس لیتا ہے باقی زارغ و رغن و روار خوار کے لئے سچھوڑ دیتا ہے کہ ایک ماکول کو نسبت جنت سے ہوئی دوسرے کو جہنم سے بس ایک ماکول النور ہوا دوسرے ماکول النار۔ دونوں بندہ قانون خالق ہوئے مگر مقبول و محذول کا فرق ہوا۔ تو یہ ایسا فرق مع الفارق ہے جیسا کہ خالق کو علم اپنے مخلوق کا ہے اور باقہ چند مخلوق کو علم اپنے خالق کا جس سے دونوں علم کا وصال ثابت ہوتا ہے مگر ان دونوں علم کا وصال اسی کے علم و حکم سے ہوا۔ لہذا خالی اسی کا علم رہا۔ وصال حلین نہیں کہہ سکتے کہ اس میل ملاپ کا نام وصال الہی رکھا جائے۔ ورنہ اس جہت سے تو سب داخل با اللہ ٹھہریں گے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ چنانچہ کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ سب قرون اولیٰ کے لوگ پھر وہ خیر سے ہوں یا کسے باشند۔ سبحوں نے بجد بصارت اپنی سموات و ما فیہا سب کو دیکھا ہے اور وہ سب دیکھی بھلی ہوئی چیزیں قرون مابعد کے لوگوں سے ممسوس بالنظر ہوتی ہوئی چلی آرہی ہیں۔ کہ ایک مبادل زمان خواہ متقارب الزمان پر بہت سے انظار کا وصال ثابت ہوتا ہے۔ اس بنا پر تمہاری نظر بھی افس سے اصل ہو چکی۔ تو چاہئے تھا کہ تم کو اس کی خبر ہو۔ اور کہہ سکتے ہو کہ خبر ہے کیونکہ ظاہر اسب انظار ایک نقطہ مرکز پر پہنچ کر مائے لطافت کے سب ایک ہو جاتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں جس کا یہ مطلب ہو کہ اگرچہ کوئی اچھا ہو خواہ بُرا لیکن جہدم وہ دونوں ایک چیز پر نظر ڈالیں اور اس دم ادن دونوں کی چادر نگاہ ادنیٰ آنکھوں سے معلق ہٹا کر ایک جگہ ملا دی جائے تو وہ سب نورچیم ایک جگہ ٹمکے سطح سے یکساں ہو جائینگے جطرح اس مرکز نگاہ پر تھے کہ نیک و بد کے انظار و اعمال یکساں ثابت ہوئے تو یہ ظاہر ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ بعینہ یکساں ہو جائینگے لیکن جب تم باطنی نورانی عقل حاصل ہونے پر موازنہ کرو گے تو ضرور معلوم ہوگا کہ کوئی چیز لطیف سے لطیف بھی کیوں نہ ہو مگر جس وقت اس لطیف چیز میں اسی جنس کی دوسری لطیف چیز ملائی جائیگی تو ضرور اس کی مقدار بڑھتی جائیگی چنانچہ حتی الوحس اسکو آزما کے دیکھ لو۔ بلکہ بہت ہی موٹی سی بات یہ ہے کہ سیر بھر سا وہ کاغذ کو جس دم بالکل لکھ کر فذل کر گئے تو کچھ نہ کچھ اس کا وزن ٹر حجامیگا۔ اسی موٹی مثال سے اس نورچیم کے لئے بھی نتیجہ اخذ کر لو بس یہ تو

اوس کی افزائش مقدار کی بحث ہوئی دوسری بحث یہ ہے کہ کسی چیز کی پوری حالت نہیں معلوم ہو سکتی جب تک دریافت کرنے والا وہی چیز نہ بن جائے اور یہ ایک حد تک بہت ہی جلدی ہو جانا ناممکن ہے مگر بغرض محال اوسی جنس کی چیز بن جانے پر اوس جنسیت میں بھی کہا جاسکتا ہے کہ قانونِ فطرت کے مطابق جس حد تک توئی کا اطلاق تجھ تک عاید ہوتا ہے اوس توئی کا پورا انحصار کر کے پہلے تو اپنے میں بچنے سے کما حقہ آگاہی پیدا کر لے جب جا کر دوسرے کی حالت سے آگاہی حاصل کرنی پھر اوس دوسرے کے بعد اسی جنس کے تیسرے سے = کہ مسلسل نامتناہی اجناس چلے چاتے ہیں جن کا انحصار ناممکن معلوم ہو گا جس سے بیثبات ہو جاتا ہے کہ کوئی چیز بن جانے کے بعد بھی اوس چیز کے اندرونی و بیرونی قانون کے موافق یعنی طور و کوکب و ائی بھلائی جزاء و سزا حشر و نشر ثواب و عذاب بھگتنا پڑتا ہے کہ بالکل کائی نہیں ثابت ہوتی پس نورِ خیم جو کسی نقطہ مرکز پر بعینہ ایک محسوس ہوئے تھے وہ ہرگز ایک نہیں ہوئے اول میں مہنوز جدائی باقی رہ جاتی ہے چنانچہ اگر اوس کی آزمائش منظور ہو تو بصورتِ اینکہ اگر خود سراپا نورِ نظر بن سکتے ہو تو بن کے آزمائش کر لو کہ جنس و وجودِ انظار میں ضرور فرق رہیگا۔ اگر یقین نہ ہو تو تاروں کی حالت دیکھ لو ہرگز سب یکساں نہیں اس کے علاوہ اپنی اپنی نظروں کو جا بچ کے دیکھ لو ہرگز یکساں نہیں اسی طرح ہر جگہ کی آب و ہوا کو دیکھ لو ہرگز یکساں نہیں۔ لہذا برابری کا دعویٰ ملعونیت کی نشانی ہے۔ جو کسی طرح سے بھی ہو مگر ملعون کا ملعون ہی رہا۔ تو اب دیکھو مؤذنِ حقیقی علی منارۃ اللہم موسوم بہ اسمِ یحیائے مجازی اعلانِ واجب الاذعان بہ اذانِ حقیقی دیکر منادی کر رہا ہے۔ کہ ہم صرف مسافرانہ و مسیحانہ طور سے عالمِ قیام و سیاحت و جمیع عوالم میں مساحتِ سیاحت کرتے ہوئے حمالِ بیت اللہم مثابہ بباکنانِ بیت اللہم ہیں ورنہ ہمارا دیعت گاہ و مستقر اندرونِ الوہیت ہے۔ ہم ہرگز بیت اللہم میں آنے جانے والوں سے کسی طرح سے بھی مثابہ و تمثیل نہیں ہو سکتے۔ کہ وہ کان پہ ہاتھ دھر کے چیخ مار مار کے پکارا کرے کہ گویا وہ ماجنابِ اعلیٰ حضرت الوہیت مآب کو کذباً و تکذیباً براہِ راست سمجھتا ہے تو لعنتنا علی الکاذبین۔ مگر

تو کہ میدانی مرا سن نیستم
خویش تن را در خودی پیچیدہ ام
بے وجود نور از خود روشنم

تو نمیدانی مرا سن کیستم
کسوتِ ناسوت را پوشیدہ ام
آن منم کہ بے منم خالص منم

جس نورِ ذاتی کے آگے سارے انوارِ کدومات ہیں اور

ہم نورِ مایہ پر تو نورِ اوست

کلیبیکہ خرج فلک طور اوست

کا جو مصداق ہے وہ نور بھی میرا ہی عکس نور کا موہو یا ایک اثر ہے۔ اس اثر کے نورانی لامہوت کے گرداب میں جو پہنچا وہی اسطوانہ ورط کے تہ تک پہنچ سکتا ہے۔ ورنہ

دیں ورط کشتی فروشد ہزار کہ پیدا نشد تختہ برکنار

کاسم من ہوا کیونکہ یہ صرف ایک ہی کے لئے ہے کہ وہ ایک از خود ایک ہو کر اپنی اکائی کو کھینچ لیتا ہے وہ ہرگز غیر متجانس چیز کو نہیں کھینچتا چنانچہ کیا نہیں دیکھتے کہ مقناطیس دلوہ دونوں فی الظاہ بالکل غیر متجانس معلوم ہوتے ہیں اور باطناً سخت کچھ تہی دیکھتے ہیں جو ان کے حرکات سے صاف نمایاں ہو جاتا ہے کہ بلا شک باطناً اکائی رکھتے ہیں جیسا باہم معاللقہ کو رجوع ہوتے ہیں ورنہ ہرگز نہیں ہوتے۔ اسی طرح قوت الہیت صرف ادنار کو کھینچتی ہے مگر ادنار و اوتار آفریں ہرگز وہ نہیں ورنہ دوسا دی اللقدار زبردست قوتیں نامتناہی زمانہ تک خالی خاموش نہیں ٹھہر سکتیں جس سے عالم کا عالم تباہ ہو جاتا۔ بس وہی ایک جبار و قہار زبردست قوت ہے کہ ہر ذرہ ذرہ کو ایسی ہی جبار و قہار و زبردست و مخالف و موافق قوت بنا کے پھر سب کو نیت کر دینے پر قادر ہے جو نہ کرے سو بھٹوڑا ہے۔ اسی کو علی کل شئی قدیر کہتے ہیں۔ تو وہ اثر جو خاص مجھے ہے اور وہ میں میں ہی ہوں اس بیت اللہ میں برآمد ہو کر شکم بکلام گونا گونا ہوں اس لئے اس منارہ بیت اللہ بہ بیکل انسانی منظر لگا جانے جاناں و روح القدس سے گستاخانہ برابری کا دعویٰ کرنا بولاً روح الخبث۔ البتہ بے چون و چرا راندہ دگاہ ہے۔ اس کو تو یہ سمجھنا چاہئے کہ جیسے اور ہمارا دن سے نسبتہ طور کسی سبب سے افضل کہا جاتا ہے ویسے ہی یہ بیت اللہ سرایا ہیکل اللہ۔ ہمارا راج و مہراج سو سستی سری اُپما جوگ دھرم باپ۔ دھرم بھاکر۔ دھرم ادتار۔ دھرم مورت۔ دھرم وہ قبائے و کعبہ بنایا گیا ہے جنم سے ایک ہی ہے جو آداجانی میں لگا رہتا ہے۔ جس کے دھرم راج کے دھرم کھاتے میں رانی بھرایا پھیر نہیں۔ کسی بات میں بھی اس کے ذرا دیر سویر نہیں۔ اس کے نپٹ سنار نگری میں اندھا اُدھار اندھیر نہیں۔ بھلائی بُرائی دونوں بہت ہیں۔ جینا جو ہے سو ڈھیر نہیں۔

بھلائی کا بدلہ بھلائی مل جاتا ہے۔ بُرائی کا بدلہ بُرائی۔ کبوت

بیوپار میں پھرتی کرو گاہک بنو دھن ہاتھ لو جیسا کرو ویسا بھرو من ہاتھ دو۔ من ہاتھ لو جس پر تم مہیا کرو اس پر وہ دیا کرے۔ تم اوپاٹے کرو اس پر وہ نیلے کرے۔ کرم ہیں کوڑی کے تین کے بھی کرم رکھیا کو پلٹ دینے ڈرا۔ دکھیا سے سکھیا کر دینے ڈرا۔ تمہاری ہی طرح دنیا میں آتا ہے۔ مگر بالآخر بخیر جس کو وہ اپنے ایام طفلی میں اپنے حرکات بے غرضانہ سے بغیر رضی ثابت کرتا ہو اور ام ہند

ہو و لعب کے اشارہ سے مومنین کو کنایتاً آگاہ کرتا رہتا ہے کہ میں کون ہوں۔ کیا ہوں۔ اور کیا ہوں۔
پھر کاھیکو ہم تمہارے ہم رنگ ہو کر آگئے ہیں کچھ سمجھتے بھی ہو یا نہیں۔ اور اتنا رانگتہ بس است۔ پس من
تم تقدنم + فی الواقع سے

عاقبت گزرگ زادہ گزرگ شود گرچہ با آدمی بزرگ شود

تو خود زادہ غیب زادہ بھی اپنی خود زائی و خود زائی کی طرف ہی مائل ہو گا۔ پس الحمد للہ علی فضیلتہ الوفورہ کہ
یوما فیوم اوس کی انانیت قدسیں ترقی مشرّع ہو جاتی ہے ہر حال میں بولتا ہے کہ انی فی غایت مایکون
گذشتہ گذشتہ عینق الطبع گرفتار بسر معلوم المکتوم ہوتا ہوا اپنے ورج خودی کا دوسکنوں ہو کر خود ہی شکار گاہ
نار اللہ ہو کے پارۂ دُوم کرفش کے طرح سیاب دار کسی پہلو قرار نہیں پکڑتا۔ ہمہ آن ستم لچتم تا جاتا ہے
جسمانی ساخت میں بڑھا تو نہیں پڑ بڑھا سے پیشتر بڑھا ہو جاتا ہے۔ مگر چونکہ پیر نابالغ ہے بیان کرنے
تو اتنا نہیں۔ لفظ ڈھونڈتا ہے تو معلوم نہیں۔ اشارہ سے معلوم کرنا چاہتا ہے تو آگاہ نہیں۔ گاہے
چنیں گاہے چناں۔ تلون و تلون میں گٹھا ہوا بے چین ہو ہو کے حرارت حوریہ اور نیران لوریہ کا
مضمون دنیاوی زبان میں گرمی کے لفظ سے ادا کرتا ہے کہ اُف اُف گرمی بہت محسوس ہوتی ہے سچ
ہے کہ

آتش عشق وہ ہے جس سے سندر جلیجائے آگ پتھر میں بھی لگ جاتے تو پتھر بجلیجائے

تن بدن پھونک دیا ہے تپ فرقت نے مری کیا عجب ہے جو مرے جسم سے برتر جلیجائے

پس اسی حال میں بے حال ہو کر باذہن گین لامکان و موجودنی کل مکان وزمان بغیر مکان وزمان ہوتا ہوا
اپنے لئے بیخود ہو جاتا ہے اور تمہارے لئے ہوشیار۔ جھوٹوں کے مانند معلوم ہوتا ہے پر سچا ہے۔
بر معلوم ہوتا ہے مگر اچھا ہے۔ بے عزت معلوم ہوتا ہے و لے عزت دار ہے۔ تابع دار معلوم
ہوتا ہے لیکن سرکار ہے۔ مدبر معلوم ہوتا ہے اما مقبل ہے۔ ناقص معلوم ہوتا ہے مگر کامل ہے۔
خودی تک تقیم معلوم ہوتا ہے۔ الا تمام عوالم میں خودی سے بیکر خدا تک سچ المحو ہے۔ مشغوم نہیں
سراسر خود ہے اکیلا معلوم ہوتا ہے پر اکیلا نہیں۔ فی احد بخیر احد زنا اکتوا ہے۔ دھڑکا دھڑکا دھڑکا
چھوڑ کے چلا جاتا ہے اکدم گننام ہو جاتا ہے۔ مگر گننامی میں بھی اوس کا شہرہ رہتا ہے۔ جب نام
لیکھتا ہے اور اوس زمانہ کے مطابق اپنا اسم اعظم ظاہر کرتا ہے تو ستایا جاتا ہے۔ مگر چپ چاپ
رہتا ہے۔ ہر طرف سے نصیبت کے شکنجے میں دیوچا جاتا ہے پھر بھی نصیبت کی غیبت نہیں کرتا کیونکہ
عدلا بے نہایت وغیرہ تنہائی نامبادی کے لئے مصائب گونا گوں و عقاب بوقلموں اور مصائب

دنگا رنگ و عقاب بید رنگ کے متناہی ہونے سے۔ منافی کی صورت میں بے نیایت نہیں ہوگا۔ اس لئے قتل تک کیا جاتا ہے مگر تاناہیں بلکہ ہیکل من ہاک عن مینۃ دیجی من حی عن بیۃ کا مصداق بنا رہنا ہے گویا فنا میں بویا جاتا ہے بقائیں اٹھایا جاتا ہے جس کو بجز ہمارے کوئی نہیں جانتا لیکن اتنا تو ضرور سب کو معلوم رہتا ہے کہ قرنہا قرن تک اس کا خمیازہ اٹھاتے رہتے ہیں۔ عذاب النہون اور مصائب میں مبتلا ہوتے جاتے ہیں ہر ایک ذرہ بدل لینے کو تیار رہتا ہے۔ تو یاد رہے کہ یہی ہے جو خدا کا ہم خدمت ہو کر خدمت کرتا رہتا ہے اور خادم القوم سیدم ہوتا ہے۔ نظم

خاقان ہے امام ہے عالی جناب ہے سبط رسول و ابن علی بو تراب ہے

والا خطاب اور گرامی نصاب ہے سر تا پا شریف شرافت مآب ہے

سارے سوال ہیں یہ اکیلا جواب ہے بے حد ہے بے شمار ہے یہ بحباب ہے

جب تک ہے چپ تو چپ ہے بڑا بڑا ہے غریظ اگیا تو شدید العقاب ہے

سارے جہاں میں آگ لگا دے نہ چپ ہے ہر بات میں اسی کی قسم لا جواب ہے

خالی اسی سے کھلتے ہیں راز درون پیچ بس یہ کلیدِ غنم در باب الکتاب ہے

یہی ہے یف فضل خداوند و الجلال مانند چترِ خادرِ گردوں قباب ہے

واقف ہے اور عارفِ جملہ واقف ہے یحیا ہی فیسوف ہے لبالباب ہے

مگر جو شخص بہ طریقہ دنیا لوگوں سے واقف ہے ہوشیار ہے۔ جو خود سے براہِ دنیا واقف ہے دانا ہے جو سب سے پسپیل دین و دنیا واقف ہے فیلسوف ہے۔ جو کسی سے واقف نہیں محض موقوف ہے۔ بس عالم باذن۔ عالم بجانبِ نفس ہوتا ہے اور عارف بجانبِ اللہ۔ تو جو عارف بجانبِ اللہ نہ ہو خود علی قدر ضرورت تعارف کرایا جاتا ہے اوس کی عبادت ریاضت ہے۔ جو خدا سے عارف ہوتا ہے اوس کی عبادت سکوت ہے۔ جو خود اور خدا از جز تا کل سب سے واقف بالعرفان و عارف بالوقوف ہے وہ کچھ نہیں ہے۔ اور سب کچھ ہے۔ پھر ان سب سے پاک بھی ہے۔ پس وہی ہم خدمتِ خدا ہو کر خود پر اپنی عبادت۔ ہدایت و ریاست از بہر انتظام دینی و دنیاوی بے غمی کے ساتھ فی سبیل اللہ فرض و وقف کر لیتا ہے۔ سارے اجمال کی تفصیل جملاً اور مفصلاً بشمول ذخیرہ نصائح جو مبنی علی فرایہ بلا شیوہ و فوائد الکثیر ہوتے ہیں بیان کر دیتا ہے۔ اس کی تشبیہ کرنے میں جو کچھ اوس کے پاس علمی و عقلی ہستی شریعی کا اثاثہ دوسرا یہ ہوتا ہے فی سبیل اللہ خلق خدا پر نچا کر کے دیوالیہ بن جاتا ہے۔ کسی طرح تو نگری میں غافل نہیں۔ فقیری میں آمل نہیں تو بمصداق اصل حزاء الاحسان الا الاحسان از جز تا کل کا اوس کو

بدلہ از جز تا کل ملجا تا ہے = توجب اوس نے خود کو خدا پر حال کیا۔ تو خدا نے بھی خود کو اوس پر حال کیا۔ اپنے مہدی مجید میں لیکر اوس کے مشاہدہ سے خود کی پرورش کی اور اپنی رویتِ سمیہ سے اوس کی پرورش۔ پھر اوس کو زیبا ہے کہ بے تکلف یہ کہے کہ رُبَاعِی

نازم بچشم خود کہ جمالش بدیدہ است انتم بیائے خود کہ بگوئیش رسیدہ است

ہر دم ہزار بوسہ دہم دست خویش را کو دامت گرفتہ بسویم کشیدہ است

مگر مجال نہیں کہ کوئی ناعل مجازی بلامرضی ناعل حقیقی کسی فعل کے صدور کرنے پر قادر ہو۔ پس یہ بھی اوس کے بالتخصیص مضل معنایت کا باعث ہوا کہ ساکن مہدی مجید ہو کر ہمدی بنا ہوا سب سے مستثنائے حقیقی کی طرح مستثنیٰ بنایا جائے۔ لہذا کسی بندہ کی مجال نہیں کہ اپنے فعل سے نجات پائے جب تک شگرتی حجاب اللہ نہ اختیار کرے۔ تو پھر تبارک کہ ایسی رُوحِ مجسم سے بڑھ کر اُد کون ہو گا جو حق الناس اور حریمۃ اللہ و غریمۃ اللہ کا پورا پورا ارکان ادا کرنے پر قادر ہو۔ تو جو ایک بار قادر ہو چکا ہے۔ ازل سے ابد تک کے لئے اوس کے واسطے یہ ترکِ حبیہ کر دیا

گیا ہے پس وہ ایک ہی اوتار ثابت ہوا جس کے بارہ میں یہ سب کنایہ کہا جا رہا ہے۔ بنا بریں اوسی مضیض سے استغاضہ ممکن ہے اور اوسی مفید سے استفادہ بہتر ہے۔ کہ مُطَرَفُ الْاِیَامِ اور

اوایلِ عُلُویات سے بکمالِ دلیل ابو الدلیل اور بطنِ ابنِ بطنِ فضل من جمیع الموجودات والمفقودات سرورِ کائنات ثابت ہوتا چلا آ رہا ہے۔ پھر بھی من ذالک الحیثین الی ہذا الحین تم نے اوس کو نہیں پہچانا۔ کہ اندر ڈوبیں کرانے کی ضرورت ہے۔ گویا تم کو نہیں پہچانے کا مرض پیدا ہو گیا ہے۔

بحرانِ روی کے زور سے اُردو۔ بڑوہ سُشُردہ۔ نیرودہ کے چکر میں پڑتے ہو۔ تو لو اب دیکھو۔

مریض سمجھ کر وٹے پند بکرات و مرآت دی جاتی ہے اوس ذیل میں بطورِ علاج و علاج کمدیا جاتا ہے کہ مریض کے حق میں مریض کی رائے بھی مریض ہے۔ اپنے بارہ میں کچھ رائے زنی نہ کرو۔

مگر جو مریض باوجود مریض ہونے کے خود کو مریض نہ سمجھے تو پہلے یہ دوا دینی چاہئے کہ وہ مریض خود کو مریض سمجھے تو وہ دوائے اطیفل مرکب بہ حروف بنام پند دی جا رہی ہے یہ کچھ لپ

نہیں کہ مالش کی ضرورت ہو۔ نفوخ و نخلخہ نہیں کہ ناک سے متعلق ہو۔ معجون و جوارش نہیں کہ دہن سے وابستہ ہو۔ یہ تو وہ دوا ہے کہ رہ گوش سے مستعمل ہوتی ہے بقول شخصیکہ

جانہ فر بہ شود از نادو نوشش آدمی فر بہ شود از راو گوشش

تو اب دیکھو اس دوائے پند کو کھا کرتے نہ کرو۔ جو کھا کرتے کر دیتا ہے کتا ہے پھر اگر اوس کو

کہا جاتا ہے تو سور ہے لہذا چاہئے کہ کتہ۔ سور بننے کی نوبت نہ پہنچے۔ اگرچہ بہت بار اپنی کفران و سرکشی سے سور۔ بندر۔ کبوتر۔ چوہا۔ بلی اور دیگر مخلوقات سے بنا دئے گئے ہو کہ پھر اس میں سے مہمات کے بعد اس شکل میں یکے با دیگرے نمایاں کئے جاتے ہو۔ اب بھی باز آجاء جلدی سے اس دوائے ٹوڑہ کو اپنے رگ و پیمان میں اثر کر جانے دو۔ کفم چینی کے پچا نہنے میں دھوکا نہ کھاؤ۔ دیکھو یہ وہی کھیلے عالی اللعوب۔ فرید المعاصر۔ رجل الرشید۔ بسبب الزمان علی الاطلاق و ادیب الدوران علی الاذواق۔

ثبات اللقدم۔ سالم النیتہ ہے جس نے خود کو نیت کر کے تم کو ہست کیا ہے۔ خود کو پست کر کے تم کو بلند کیا ہے پھر مہربی کر کے اپنے جسمانی عالم پر مصیبت ڈلو کہ تمہارا فائدہ چاہتا ہے۔ ابرہہ کی طرح سمندر سے کھارا پانی لیکے بیٹھا پانی دیتا ہے۔ تو کیا یہ سب احسان کرنا اس کا گناہ میں داخل ہے۔ تو عیناً و نفساً رہے یہ گناہ اوس کو اس کی بھی ذرہ پروا نہیں نہ اس کا کوئی ساتھی ہے نہ سنگھاتی نہ اپنے میں ہے نہ دوسرے میں خود ہی خود میں ہے۔ خود ہی حقیقی جاذب مجذب اندر سلوک ہے اور خود ہی مجذب جاذب اندر جذب جس کو تم مجنوں کہتے آرہے ہو۔ صدیق اصدق اور رفیق ارفیق کے پیرا یہ میں دھوکا دیتے ہو۔ مگر یہ وہ مجنوں بالفتنوں مصنوں من مجنوں ہے۔ کہ جھوٹے کو کہا کہ سچا ہو جا اور وہ ہو گیا سچا کو کہا کہ جھوٹا ہو جا اور وہ ہو گیا۔ جو کچھ کتا گیا باذن وہ سچا ہوتا گیا۔ اوس کے ایام محتلات و زمانہ ملاستگری میں جو لوگ سرشت دوں و وزیل الاصل و دعوام النفس و مفسد الاشرا و اصل الشر و صیغہ قدم لقدم بخطوات الشیطان چلنے والے ہوتے ہیں۔ وہ برسر فساد آمادہ ہو کر اور بھی چند زمرہ اخوان الشیطان و ذریات النجی کو اپنے ساتھ آمادہ کر کے من کل النواجی للبخادۃ ہو جاتے ہیں کہ یہ بیچارہ صدوق اللسان متاذی و گزند رسیدہ ہو کر جہاں حق تسلیم ہو جائے کبھی ازال جملہ اول میں سے بعض اس کے اخلاق سے دھیم پڑ جاتے ہیں۔ بعض اس کے اشفاق سے بعض اس کے علم و صبر سے بعض تحمل بالجبر سے بعض اس کی سخاوت سے بعض خوش سانی و فصاحت سے بعض خوش طبعی سے بعض اپنی غرض برآری کے سبب سے۔ بے شمار تعداد معجزہ نمائی سے۔ بہت ہی شاندار جو صاحب ایمان و ایقان ہیں بلا سبب فقط اس کے طیب العناصر اور جمیل الفطرت و خوشخوئی سے۔ جو بالکل کافر ملعون ہیں وہ اس کو ضرب شلاق پہنچانے کے بعد اس کی بردباری دیکھ کے۔ جو بالکل راۓ دہ گاہ ہیں وہ خود بعد از زود کو بکٹے جانے کے جو اس سے بھی زیادہ بدتر ہیں وہ تہ تیغ و سیر تیغ ہو کے جہنم واصل ہو نیکی بعد ایمان آدمی کی تمنا کرتے ہیں۔ پھر ان سب جماعتوں میں سے بعض دلی طور سے بطی الرجوع رہتا ہے۔ بعض مذہب الحمال بین ذاک و ہذا ہے

۹
تہ تیغ و سیر تیغ
۱۰

کوئی تسخیرِ احوال میںِ حالیں رہتا ہے۔ کوئی مرند ہو جاتا ہے۔ آخر میں اس کا موید فی جمیع الاحوال وہی رہ جاتا ہے جو اُس کے ساتھ اس کا قوت بازو علی الاکثر لایا گیا ہے اور جوازِ لی وابدی مومن ہیں درندہ جو جہنمی ہیں و جہنم میں چلے جاتے ہیں۔ جو جنتی ہیں وہ جنت میں جس کا مقصود یہ ہے کہ ایک کا مال اچھا ہو اور دوسرے کا برا۔ پس یہ سب واقعات غیرِ کذب و امرِ فائت کی یاد دہانی صرف اسی واسطے ہو رہی ہے کہ اب بھی کچھ تمہاری آنکھیں کھلیں کہ بلا شک کچھ نہ کچھ اس میں اسرارِ الہیہ ضرور ہیں۔ کہ نہراہ کے مطابق ایک معلم تمہاری تعلیم کے لئے مقرر کر کے بھیج دیا جاتا ہے کہ یہ سب سچے سچے دان کسی قدر دانا بنتے جائیں۔ تو اب تم پر واضح رہے کہ ہر تعلیم کے اوپر ایک تعلیم ہے جو درجہ بدرجہ اعلیٰ درجہ تک پہنچتی ہے جس کے علو کی کچھ انتہا نہیں۔ پھر اگرچہ لوگ اوس کو مقامِ علیین کہتے کیوں نہ محدود کریں۔ مگر وہ بلا مفہوم نامحدودیت سے نامحدود ہے تو جو کوئی اس درجہ نامحدودیت تک نہیں پہنچتا ہنوز درجہ معرفت و معرفت کو نہیں پہنچا۔ وہ کب کسی سے انٹرویو کئے جانے کا سزاوار ہو سکتا ہے چنانچہ ابھی تک ناشائسی معرفت کی شکایت سُنی جا رہی ہے۔ اس پر بھی مبتدی ہونے تک کی خواہش نہیں کرتے منتہی بنا انتہا کیا ہونگے۔ کیونکہ جو منتہی ہوتا ہے اوس کی بزرگی کی انتہا نہیں اور نہ مصیبت کی انتہا ہے بلکہ اوس کی مصیبت کی ابتدا و پیدائش تو عین اسی روز سے شروع ہو جاتی ہے جس روز سے وہ خود دنیا میں پیدا ہوتا ہے۔ سرمنڈلتے ہی اوڑھے پڑنے لگتے ہیں ابنا، الوطن پہلے ہی حسد کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ کوئی دل میں جھٹکنے نہیں دیتا۔ اپنے پاس پھٹکنے نہیں دیتا۔ کوئی کچھ کہتا ہے۔ کوئی کچھ کہنا ہے کہ سخت اُپانچ ہو کے۔ وطن سے بے وطن ہونے کو ترجیح دیتا ہے۔ لیکن کہیں بھی جائے وہی حالت رہتی ہے۔ پھر بھی مرکزِ نگاہ و خلافت رہتا ہے۔ جب وہ پورے شبابِ باطنی میں آکر اس یونیورسٹی اور سررشتہ تعلیم کی باتیں کرنے لگتا ہے تو اوس زمانہ کے نام نہادی استغفارِ راہب۔ بطریق واجار علمائے بے علوم جاہلِ عالم نما۔ پنڈت اور بھیداتا۔ جو اپرونی الاصل وغیرہ کے لفظوں سے یاد کئے گئے ہیں اوس سے بلاوجہ ناراض ہونے لگتے ہیں ہدایت پر اذنا راض ہوتے ہیں۔ تو چونکہ اسماعِ ضلالت کے علوی ہیں اس لئے ہدایتِ نادہی پر اذن کو بواہرِ غنی و بادی ہو جاتی ہے۔ نیم پر کرلیا چڑھ جاتا ہے بحث و مباحثہ مخصوصہ و مناظرہ۔ مباحثہ و مناقشہ۔ سخوہ و مضحکہ۔ بذلہ و استہزا کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ چاروں طرف سے لعنِ لہان۔ تشنع و طعن اُفاقاً تکم فیضیتی۔ گالی گلوچ۔ ہیم گھاسی۔ لٹیم لٹھی۔ فساد و ہنگامہ۔ جوتی پیرار۔ لڑائی دنگہ ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اپنے نرم و نازک رخسار پر پتھر پھینکا جاتا ہے۔ گاڑھی چپت رسید ہوتی ہے فریاشی چانٹے لگائے جاتے ہیں۔ لات جوتے سے مزاج پر سی ہوتی ہے کانٹوں میں گھسیٹا جاتا ہے۔

چھندر سے بڑھکے چھپھور بنایا جاتا ہے۔ بڑی ذلت سے لٹوایا جاتا ہے۔ گھ میں سے نکال کر موت میں اور موت میں سے نکال کر گھ میں ڈالا جاتا ہے۔ تمام گٹر۔ سٹاس اور چہ بچوں میں دھکیلا جاتا ہے اچھی طرح سے ٹھوکا ٹھٹھایا جاتا ہے۔ لوہ کی پٹری اور دھوبی کا پاٹ بنایا جاتا ہے۔ گویا فولاد کی تلوار تیار ہوتی ہے۔ ان تمام مصائب سے بے اختیار اوس بیچارہ کی نینا پنگھٹ میں آنکھوں کی پتلی پھو اسی جاتی ہے۔ اس پر بھی کفایت نہیں کی جاتی۔ طوق بگردن۔ پابزنجیر قید سخت میں ڈالا جاتا ہے۔ گویا یہ سب اوس کا زیور تیار ہوتا ہے۔ کہ اس زیور کے ہمتال سے پہلے ہی اوس کا الماسی و نورانی رنگ و روغن آلم غلم ہو کے مسان کا بھتتا بن جاتا ہے۔ بریں ہم کدالک کبھی بھڑا کیا جاتا ہے کبھی مجھڑ میں ڈوبا جاتا ہے۔ کبھی انگار میں پھینکا جاتا ہے۔ کبھی سولی اور دار پر چڑھایا جاتا ہے۔ کہ لویہ باد ہوئی معراج ہے۔ بیچارہ کا چہرہ افسردہ جگر افسردہ۔ دل پڑمردہ۔ تپا نچ اندوہت زمانہ خوردہ۔ بلا حلب و بلا جلب۔ اصحاب الصلب اور اطراف الرصل۔ رباط و اقربا سے دور۔ فدوی الارحام و اعز و عاش سب سے مجبور۔ وطن سے بے وطن۔ دیں سے پردیں۔ آتم سے پرآتم تمامی ایدیم الارض کو زیر قدم اپنے قدبوس کرانا ہوا گنر ناطق بن کے مساحت و پیمائش کرتے کراتے ملک بہ ملک شہر بشہر جا بجا عالم خودی سے خدا تک میجا ہو کر بیٹھ بکری کے کھال۔ خواہ درختوں کے پتے۔ درختوں کے چھال۔ باکھیس اور کلی ایٹا کا اور ٹھنا۔ بھوننا۔ بنائے پھرتا ہے بلکہ اور ٹھنا بھوننا تو درکنار پڑانا دھرانا کپڑا تک کیا معنی کہ ایک ہاتھ بھر لٹی لنگوٹی تک نہیں۔ سر سے پاؤں تک نوں خاک دھول کا بھجوت لگائے بموجب مفہوم شعر مذکور

تن عربانی سے بڑھکر نہیں دنیا میں لباس یہ وہ جامہ ہے کہ جس کا نہیں یہاں الٹا
گیا اسکا مصداق بنا ہوا لنگ دھڑنگ اس حال میں مدتوں بن باس سدا داس۔ بے مونس و غمخوار بے یار و مددگار۔ اکیلے دو کیلے مارا پھرتا ہے۔ غرض کہ

چین دیتی نہیں بس گردشِ آیام کہیں دن کہیں رات کہیں صبح کہیں شام کہیں
ایسی طرح بے رعب و شوب۔ بھوکا پیاسا۔ فاقہ مست۔ بڑی غمگین۔ ٹیڑھی کھڑکھاتا ہے۔ فولاد کا چنا چباتا ہے۔ خون جگر پیتا ہے۔ یہ حضور ہو کر دو لہا بنایا جاتا ہے۔ خون کے چھاپے لگتے ہیں۔ سراپا خون سے رنگا جاتا ہے۔ زمانہ کے سرد و گرم چپقلش سے دل ہی دل میں مسوس مسوس کے چپ چاپ ہو جاتا ہے۔ اُن تک نہیں کہتا۔ کسی بات سے نا امید نہیں ہوتا۔ ہر حال میں ثابت قدم رہتا ہے۔ کسی سے ڈرتا نہیں۔ دیتا نہیں ہٹتا نہیں۔ کسی کی خوشامد نہیں کرتا۔ پروا نہیں کرتا کہ تو کیستی۔ بس

لئے پھرتا ہے اس کی خاک کو عشق بگولے کی طرح برباد ہے یہ
 مگر جمالِ برکف ہمنامِ متوکل اللہ ہوتا ہے فقیر کو تو نگری جانتا ہے بلا کو بلا کہتی بلکہ کثرتِ حقیقیہ تعبیرِ تہا ہے ذلت کو عزت سمجھتا
 ہے خوفِ جمع اور تصانیفِ احوال و بربادی اہلِ تمثال اور خرابیِ ثمرہ کو ششِ سب میں مبتلا پھر بھی ایسی بے پروائی سے ہوتا
 ہے کہ گویا بے پروائی سے بھی بے پروا کہ جملہ مصائب کی اوس کی جناب میں ایسی سخت بے قدری و
 ناقہروانی اور عزت ریزی ہوتی ہے کہ مصائب سے متاثر ہونے کا مادہ تک نازل کر دیتا ہے۔ گویا یہ
 سب جسمانی تکلیف اپنی تجلیاتِ روحانیہ سے رفع و دفع کر دیتا ہے اور فی الواقع بات بھی یہی ہے۔
 کہ مودی کی ایذا رسانی کی عزت ہی کیا۔ نفسِ الامر تو یہ ہے کہ شہرت حاصل کرنی آسان ہے مگر گھر میں نہیں
 بڑے لوگ گھر میں جلدی بڑے نہیں سمجھے جاتے۔ مثلِ مشہور ہے کہ چراغ کے نیچے اندھیرا۔ اسی
 موقع کے لئے خوب کہا گیا ہے کہ اصل قیمت کو پہنچتا ہے بدخشاں چھوڑ کر۔ اور موتی بھرے ٹکڑے ٹکڑے نہیں
 پہنچتا ہے۔ پس اگرچہ سفرِ قطعِ سقر ہے مگر دیباہِ ظفر ہے۔ چنانچہ سارا احوالِ فصاحت و بلاغ۔ مگر غمِ بالجمہ میں منعم
 بزم ہے۔ پسے کٹاری ہے پیچھے اٹاری ہے گویا یہی مادوی و مادی عروجِ ازلی و علوی ابدی میں
 بیشاقِ غلیظ اسگنی۔ تلک۔ ساچن اور مندی کا رسم و رواج پڑا ہے۔ بعد از رسم و رواج عروجِ دنیا زیر
 زانو ہو جاتی ہے۔ سائے اہلِ دنیا سائے سسرے بنکے غلام بن جاتے ہیں۔ اور دوسری جگہ آن بان
 کے ساتھ بڑی مان و ان ہے۔ اندر اکھاڑا میں کر یا کر ان ہے ساتھ ساتھ ہاتھ میں ہاتھ سادھو بیچ
 جوگی ہاتھ ہوتا ہے۔ سیکینچی آریا سماج کا بدیا تھی بنا ہوا گنگا جمنی سماچار پڑھتا ہے۔ سب کی کٹھا اور
 سب کا بچار سنتا ہے۔ اکائی کی دوہائی دیکر اکائی کا ملار گاتا ہے۔ وہاں سے امتحان پاس کر کے
 لاہوتی درجہ العلیا کے فوق الفطرت تعلیم کی شریفلیٹ اور محضر نامہ باعجاز و معجزات حاصل کے ہوئے
 پھر ہتھارے پاس سنار روگ کا اچارچ۔ چٹت۔ گرد سارٹر۔ پروفیسر۔ پرنسپل اور ڈائریکٹر ہو کے آتا
 ہے کہ فلاں کورس منسوخ کیا جائے اور فلاں کورس جاری ہو جس کی نسخہ و امتساخ کا حکم دیتا ہوں
 اوس میں نہانہ ہذا کے مطابق بہت کچ و تیج ہے۔ مجاہد ہے زہد و رہبانیت۔ مراقبہ اور سماجی جمانی
 عالم میں رہ کر روحانی عالم سے کام لینا پڑتا ہے۔ جو ایک گونہ جرمِ باطنی ہے۔ پس ہماری باتوں میں سوس
 نہ کرو۔ چنانچہ ہم اپنی تہی ہوئی کتھے ہیں کہ ہم کو عالمِ ناسوت و جبروت وغیرہ سے گذرتے وقت بڑی دکھ
 اٹھانی پڑی ہے۔ پس جیسا اہلِ الوصول کا زمانہ ہوتا ہے ویسا ہی اہلِ الوصول مسافری کا طریقہ بھی بنایا جاتا
 ہے۔ پس ان سب جسمانی و روحانی انتظامات کا مخلص و دوچار باتوں میں تمام کر دیا جاتا ہے کہ باسانی بحال
 قابلیتِ دل پر روشن حاصل ہو جائے۔ تو وہ سب دوچار باتیں یہی ہو سکتی ہیں کہ کھلی کھلی باتوں پر

معدنی
 جلسہ
 مع مقدمات
 مع خلائق
 کا ذکر
 ہے

عمل کرو جسے شریعت کہتے ہیں۔ کبرائی کے پاس مت جاؤ۔ سنسار کا سنسار اوس ہمارا ج دھراج کا آپ کاج راج ہے اس میں استخر سے پراجو۔ سب کی چیت کرو۔ اس چیت کرنے میں آسکت نہ کرو۔ سب لوگ ایک آسمان کے سایہ کے نیچے ہیں۔ سب لوگ ہمایہ ہوئے۔ ہمایہ سے جدائی نہیں رکھنی چاہئے۔

نئی آدم اعضائے یکدیگر اند	کہ در آفرینش ز یک جو ہرند
چو عضو بدرود آورد روزگار	در عضو را نماند قرار

گویا عضو بدن کی طرح باہم اپنا جنس میں یکجہتی رہنی چاہئے۔ محبت کے وسیلہ سے باہم انٹرویو ہوتے جاؤ۔ ملے جلے نیرو و شکر بن کے رہو۔ اگر دو میں اتفاق سے بخش پیدا ہو جائے تو اس بخش کے ابدال آباد فرماؤ۔ ورنہ بجاؤ۔ آئندہ کا غم یاد کر کے غم نہ کرو۔ رحمت کن کر رحمت نہ بینی۔ بچھو نہ بنو کہ جس چیز کو چھو ا ڈنک مار دیا۔ چھپھند نہ بنو کہ جس چیز کو چھو ا بدو کر دیا۔ کٹنا نہ بنو کہ سپر چا بدو کر دیا۔ کبھی نہ بنو کہ جس پڑھے براز کر دیا۔ جسکی کھاؤ کسی کاؤ۔ منکوحی نہ کرو۔ منکھیطان کی نہ کھایا کرو نہ اُسکی گایا کرو۔ اُس سے ابدال آباد بخش کھو۔ اگر تم کو لوازمات نیکی کے پوسے کر نیکی بعد خدا کے پیدار کی خواہش ہو تو آج تک کسی نے خدا کو نہیں لکھا جس خدا ہی نے خدا کو دیکھا ہے اور وہ خود ہی ہے۔ ابا اگر وہ چاہے تو جب کو چاہے کھلائے جسکو چاہے نہ دکھلائے۔ مگر اوسکی ہستی کے بلا دیسل و بے چون و چرا تیرے دل سے قابل و مومن بالغیب رہو۔ اوسکو خدا سمجھو کہ خداوند سمجھو۔ خود کو خداوند نگار بجاؤ۔ اسی تثلیث پر قائم رہو۔ مگر اس کو تثلیث نہ سمجھو اور سوتے وقت ناک منہ صاف کر کے خوشبوٹی لگاکے خدا ہی سے دعاء مانگو۔ دوسری طرف خیال نہ کرو اور یہی کہتے کہتے سو جاؤ کہ اے وہ کسی بہت ہی پیارے کے بہت ہی پیارے جس کو اکدم دوئی پیاری نہیں۔ تیرا وہ کونسا بہت ہی پیارا ہے جس کو ہم بہت ہی پیار کریں کہ تو مجھ کو بہت ہی پیار کرے تو وہ پیارے صاحب ہم ہی ثابت ہونگے۔ تو جو اوس کو چاہیگا ہم کو چاہیگا۔ جو ہم کو چاہیگا ہماری انس کو چاہیگا کہ اون سے مقابلہ ہم سے مقابلہ ہے اور ہم سے مقابلہ عین اوی سے مقابلہ ہے۔ تو ہماری انس وہی ہے جو اچھی ہوگی نہ کہ بُری تو ہم کو اور ہماری نیل کو ناسوتی عالم میں جہنم زمانہ کے مطابق ضرورتیں پیش آتی رہیں۔ اپنی ضرورت سے ہماری ضرورت کو مقدم سمجھ کر۔ اوس کو علی قدر ضرورت پورا کرنے میں پہنچتی نہ کرو۔ مثلاً اگر مجھ کو بخاری کی ضرورت ہے اور تم سجار ہو۔ تو جس مقام پر ہم جس حد تک بخاری کا کام پیرا دیں اوس کو خوبی سے انجام دو۔ اوسکی انجام وہی سے پیٹ بھرو۔ پانچواں حصہ بطور نیکی کے ہمارے صرف خاص کے لئے پیش کرو۔ اور دوسرا حصہ ملک آرائی و خلاق کی درستی کے لئے بنام زکوۃ دیوانی محکمہ میں جمع کر دو۔ باقی ہماری طرف سے اپنی تنخواہ سمجھو۔ بال بچے مکان وغیرہ

میں صرف کرو۔ اور دیگر امور میں جو کوئی تمہارا مزاحم ہو ہم سے فریاد کرو۔ ہم حقاً و ایماناً مدلاً و انصافاً فیصلہ کریں گے۔ گویا یہ فریضہ پورا کر دینا کی تنخواہ ہماری یہ سرداری و سیادت نسل بعد نسل سمجھنی چاہئے۔ اسی طرح دیگر اہل پیشہ کے لئے امر ہے بلکہ تمام نبی آدم کے لئے۔ پس ان میں سے کوئی ہم کو اور ہماری نسل کو خوف سے کمتر نہ سمجھے بلکہ نہایت ہی عالی و عالی سمجھے۔ ان کی عزت کرے۔ نذر بھی پیش کرے اور سبھی جھک لائے ایمان لائے اور مطلق سوال نہ کرے۔ کیونکہ ہم اور ہماری اولاد ہم سے جدا نہیں۔ اس واسطے ہم کو سے مقصود یہ ہے کہ ہم اور ہماری نسل۔ پس ہمیکو خدا کے بعد بزرگ سمجھو۔ اپنا سید و مولیٰ و والی ولی امیر و حاکم علی الاطلاق سمجھ کر سیر تسلیم خم کئے ہوئے دست بستہ حاضر ہو۔ حمد و ثناء سے پیش آؤ۔ ہم آں جاں نثار ہو ہمیشہ جلو میں ساتھ رہو۔ اکیلا دو کیلا نہ چھوڑو۔ جو کوئی ہمارا دشمن ہو اس کو تم اپنا دشمن سمجھو۔ اس کو جہاں پاؤ مارو۔ بالکل اس کو قتل کر ڈالو۔ پس ہر حال میں اقبوا الصلوٰۃ و اتوا الزکوٰۃ اور واقفوا اعدائکم کو مد نظر رکھو کہ اسی کا مفہوم اوپر کے بیان میں ہے اس کے خلاف کرنا حرام ہے۔ منک حرامی ہے اور ملعونیت ہے اب ان سب امور میں کسی طرح کے چون و چرا کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ حکیم بعد از بسا تجربہ کسی چیز پر گرم و سرد ہونے کا حکم لگا دیتا ہے۔ بلا تجربہ حکم نہیں لگاتا۔ اسی طرح ہم نے بسا تجربہ ظاہر بیہ و باطنیہ کے بعد حکم لگا دیا کہ فلاں چیز حرام ہے اور فلاں چیز حرام فلاں جائز ہے اور فلاں ناجائز۔ کہ اسی پر عمل درآمد سے جنت و آرام حاصل ہے۔ درنہ فی الدارین جہنم ہے۔ پس اب اگر نسل بعد نسل ہمارے عشق و محبت میں تم اپنے نسل بعد نسل سمیت فرما بیرواری میں حاضر رہ کر جس انداز کے محبت کے ساتھ خود کو فدا کر دے گا اس انداز سے وہ چند رحمت الہیہ کے مستحق قرار پاتے جاؤ گے اگر بڑی سچائی کے ساتھ گرم سے۔ درم سے۔ سوم سے۔ قدم سے۔ قلم سے۔ کلم سے۔ تن من و حن سے پیش آ کے ایک دم از راہ عشق و محبت نبھیں فنار ہو جاؤ گے۔ تو جو ہماری بات ہے وہ تم میں پیدا ہو جائیگی۔ اگر میں شان عبدیت سے آیا ہوں تو تم میں عبدیت پیدا ہوگی۔ اگر شان حکمت و حکومت ہے تو تم میں شان حکمت و حکومت پیدا ہوگی اگر شان انانیت باحدیت مآب ہے جو تمہال خوبی و حسنات حقانیت واقع ہو۔ تو وہی رنگ تم میں پیدا ہوگا۔ اب اس کے برعکس اگر تم ہم کو تکلیف پہنچانے پر آمادہ ہوتے ہو تو آخر کچھ ہو گا وہی ہو کے رہے گا جو بچ ہے اور سچی بات یہی ہے جو ہم کہ چکے۔ چنانچہ تم کو اس کا تجربہ ہو جائیگا۔ کہ وہ تجربہ ہو جانے کے بعد جرم ہم چلے جائینگے۔ اور تم پھر اس کے برخلاف کرنا چاہو گے اور ہر چند کہ تم لگنڈو بھی تو بھی ہم ہی سلسلہ سید حضور رہ چکے ہیں ہمیں سردار و سید رہینگے بغیر ہمارے کسی طرح بھی چھٹکارا نہ ہوگا۔ تو

دیکھو اس کو خوب یاد رکھنا کہ ہمارے نورانی دودمان کو بوجھانے کی خواہش کرنی یا ادن سے گستاخی کرنی یا کسی طرح سے بھی ایذا رسانی کے لیے ہونا یہ سب کفرانِ نعمت میں داخل ہو گا اور یہ نور ہرگز ہرگز نہیں بچھ سکتا۔ بلکہ حلفیہ کہا جاتا ہے کہ واللہ وباللہ ثم تالید کہ وہ بڑا عزیز و انتقام ہے ضرور تمم النور ہو گا۔ اس دم سمجھ رکھو کہ بجائے تصورِ معاف کرنے کے آدم سے لیکر تا دم یوم الحساب سارے خون کا حساب کر کے تمام عالم میں بڑی جباریت و قہارت کے ساتھ محدث و عدالت گسری کی جائیگی۔ پھر وہ عادل بھی آخر میں ہی بن کے آؤ گا کیونکہ جو مقدم و اول ہے وہی مؤخر و آخر بھی ہو گا۔ کس لئے کہ دایرہ میں سب برابر ہیں۔ مگر من یعقوب فیہ یوسف۔ لیکن ے

بچھ سکتا ہے
نہ کوئی

چہ کند زور مند و اثر دنِ بخت بازوئے بخت بہ کہ بازو سخت

چنانچہ وہی بازو سخت الخ الخ اقسام کے نور سے منور ہو کر آتا ہے اور اپنی بازو بختی ثابت کر کے چل دیتا ہے۔ گویا جن روز افزوں بھلا دیتا ہے پہلا قاعدہ 4 روز ہو جاتا ہے اس مجلس میں جاکر پھر جس قدر تم اس پتھوڑا مارتے چلے جاتے ہو وہ اسی قدر گھٹ کر ملے لطافت کے اور بھی پھیلتا جاتا ہے۔ اور تم اتنی ایذا رسانی پر بھی حق غلامی نہیں بجالاتے۔ دیکھو ے

شعلہ اوسی کی آہ کا انتہا ہوا بلند بجلی تڑپ کے چرخ کمن سے کل گئی

بس ایک وہ ملا تو جہاں کا جہاں ملا گر وہ بدل گیا تو خدائی بدل گئی

پھر اس ایسے سے۔ ایسی تمکنت کرنی کفر و شرک ہے۔ عبد ہو کر معبود پر حکومت کرنی ہے اہل کی

آزمائش نہ کرو کہ میری ٹھی میں کیا ہے میری تمبلی میں کس قدر نشان ہیں۔ سر سے پاؤں تک کس قدر بال

ہیں ہمارے دل میں کیا ہے۔ ہمارا گذشتہ و آئندہ کیسا ہے۔ ہم ایمان لائینگے یا نہیں لائینگے یا ایمان

جب لائینگے کہ ہم کبھی نہریں یا ہمارا قلب پلٹا ہو۔ پھر پھر کا صیکو ہوا۔ خالص خدا ہو گیا اور ہے لہذا

جس قدر وہ خود کمرے اوسی پر لٹکا کیا جائے۔ اگر خدا تک پہنچانے پر راضی ہے تو پہنچانے دو۔ پس اوسکی

سنت و عادات پر حرف گیری نہ کرتے جاؤ۔ کہ کپڑا ایسا پہنو۔ وارھی موچھ ایسی رکھو۔ اس طریقہ

سے نمبر پڑھنا اٹھا کرو۔ وہ سب بات سے واقف ہے اس کو سمجھانے کی حاجت نہیں۔ بلکہ وہ تمہارے

سمجھانے کے لئے آیا ہے وہ عرش ہے تم فرشی۔ وہ ہمدی ہے تم لحدی۔ اس سے تم سے کیسے بت

بیچو ام کو پیوندی سے کیا سروکار۔ یہ تو جقدر اپنی اصل سے فصل اختیار کرتا ہے بمصدق فخر خدا کہ ے

محبت را بن قطع محبت لذتے باشد چو شاخ نخل پیوندی بباد اول ثمر دارو

اور بھی اپنی بکتائی میں گراں بہا ہوتا جاتا ہے۔ اعمالِ ظاہری تمہارے پاس ہے اعمالِ باطنی اس کے

تو اب دیکھو تم کو یہ مردِ خدا یاد دلا کر رو برو یہ کہتا ہے۔ کہ پہلے بہ ابتغائے مرضاتِ اللہ بردباری کا دریا باطنستان میں اُٹھ اٹھا تھا جو ہمارے وسیلہ کے ذریعہ سے ظاہرِ ستان میں ظاہر ہوا۔ مگر اب صبرِ بجز اور جبرِ بصیرتِ تحیل بقرہ ہو کے بہ دریا نے غیظ و غضب بڑا ہی طوفان آنا چاہتا ہے۔ جلدی فرمانبرداری کی اسٹیمر پر سوار ہو کر خود بچو ہم اور اپنے بچوں کو بچاؤ ہم اور یاد باشد کہ ۵

خاکسارانِ جہاں را بسخنارتِ منکر توجہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

اشک زود خشک ہے۔ خوشی یا پاپ بچ عمیق۔ یہ مردِ خدا دونوں سے بری ہے۔ اس کو پہلے سے اسکی چاٹ لگی ہوئی ہے۔ اس کی تمام حیاتِ مغلیہ پر مصائب کے گھٹھے پڑ گئے ہیں۔ اس پر بھی تمام کفارِ نابکار ایسے سرکشِ ناخوش ہیں کہ کسی بات سے باز نہ آکر۔ نافرمانِ برداری پر ٹکے۔ اڑیل ٹٹو کی طرح اڑے رہتے ہیں۔ اور اُنکل بچو کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ کہ بھلا اس مردِ خدا کو تمام بکوسوں سے لطف اٹھانے کی کیا ضرورت ہے مکان کی کیا حاجت ہے۔ پھر اثاث البیت اور فرنیچر سے کیا کام ہے۔ اس کو آرام و تکلیف سے کیا سروکار۔ اس کو ترکہ و میراث سے کیا غرض۔ اچھا اچھا کھانے پینے سے کیا لگاؤ۔ دین و دنیا کی چیزوں سے مزہ اٹھانے کا کیا نتیجہ۔ تمام دنیا کی ہوا سے سانس مفت میں کیوں لیتے رہنا بہشت کا مہیکو ہے ہمیشہ روتا ہی رہنا چاہئے۔ بھلا اس کو اپنی موت و حیات سے کیا پروا۔ اس کو پیدا ہونے سے کیا مطلب۔ اس کو تو کچھ بھی نہیں چاہئے۔ حتیٰ کہ اسکو اپنے وجود کی بھی مطلق حاجت نہیں ہونی چاہئے۔ چہ جائیکہ اتنی بڑی چیز کہ خدا المجائے اور مردِ خدا کہا جائے۔ اس لئے اس کا ہماری ڈان مناسبت ہے۔ کہ خس کم جہاں پاک ہو۔ تو گویا سب کچھ ان کا ہونا چاہئے اور اُس کا کچھ بھی نہیں۔ چنانچہ اس مقدمہ کی ڈگری بھی انہیں کے حسبِ خواہ ہو جانی چاہئے اور اس کے لئے اکدم شکست جس کے معنی یہ ہیں کہ عینِ خدا کو شکست ہو تو اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ جو آدمی بالکل چمپ اور سنڈاس میں غوطہ ڈالتا رہتا ہو۔ تمام اسکی ہستی سے بدبوئی آتی رہتی ہو بالکل از خود رفتہ ہو۔ سیرت و صورت سب اسکی زندہ و بوسیدہ ہو تو وہ بزرگِ زیدہ خدا ہونا چاہئے اور خدا ایسا جلیٹ و نجس از خود رفتہ ہے کہ اُس سے زعبتہ عشق و محبت ہی رکھتا ہے حالانکہ اللہ جمیل واللہ یحب الجمال یعنی وہ خود اچھا ہے اور اچھی چیزوں کو پسند کرتا ہے اچھی چیزوں پر اچھوں کا دل ٹوٹ کے آتا ہے۔ یہی دین ہے مگر جب ایسا لوگوں کا خیال پر لٹا ہے بکس ہے تو ضرور ہے کہ اُن پلڑی وادی پٹھکار ہو کہ خدا ایسا قدیر ہو کہ اسی پڑا ریش خلقت رکھتا ہے۔ ایسی زبردست دولتِ قوتِ قدرت رکھتا ہو۔ اوس سنہیں گند تابلا کہ درگزر نامی قدرت ہی میں اخل ہوگا گویا اپنی قدرتِ قدیر رکھتا ہے پھر وہ مردِ خدا کیونکر

ساری اچھی چیزوں کو چھوڑ کر گندہ دہرا گندہ چیز قبول کرے۔ تو یہ دیکھ کر خیال نہیں کرنا انھوں پر پھسکار
 ہونے کی نشانی ہے۔ منکر خیال نہیں کرنا۔ کانوں پر پھسکار برسنے کی علامت ہے کسی اچھی بات کا دل پر نہیں
 کرنا اور نہ سوچنا ازنی وابدی پھسکار کے آثار ہیں۔ تو پھر ایسے ملا عینِ راندہ و گاہ کی رعایت کیسی چاہئے؟
 کہ یہی مرد خدا جو غریب بکس۔ رسوا و سلیل سمجھا جا رہا ہے بفضلِ اللہ و بحسنِ عونہ وطن سے غیر وطن ملک
 سارے جھوٹے منہ زور اعلیٰ اعلیٰ لوگوں کو اس نام نہاد ہی ادنیٰ سے پالا پڑے۔ چنانچہ فی الحقیقت
 ایسا ہی ہوتا ہے کہ یہی مرد خدا زمین کی طرح منکسر ہو کے چند رگمن کر دیتا ہے۔ سفلی رہ کے
 علوی معجزہ ظاہر کرتا ہے۔ عجب ہو کے معبود کا کام کرنے لگتا ہے۔ گویا اوس پر اور بھی جو بیشیلی امانیت
 سوار ہو جاتی ہے۔ لاکار کے چڑھائی کرنا ہے شیرِ ثریان کے گلپھڑے پکڑ کے چیر ڈالتا ہے پیل دماں
 کے مشک پر چڑھ بیٹھتا ہے۔ گرگِ غراں کی ٹانگیں توڑ دیتا ہے۔ تیغِ براں کو مروڑ دیتا ہے۔ بحرِ موان کو
 ٹاٹ بتلاتا ہے۔ گھنا گھورا ندھی کو ڈبٹتا ہے۔ پہاڑ کو یخ و برف سے اکھاڑ ڈالتا ہے۔ تار کا ٹاڑیاک
 تھپکی میں گر دیتا ہے۔ ایک دھمکی میں بھونچال کر دیتا ہے۔ دیو مار کو فے مارتا ہے اژدہا و اژدہ کو
 پھاڑ ڈالتا ہے۔ بڑے بڑے پہلو انانِ جبار و تہار کو پھاڑ ڈالتا ہے بالجحان کا بجاوہ قائم البیف
 ہو جاتا ہے۔ ہزاروں جوانانِ شمشیر بکف کی گردن کاٹ ڈالتا ہے۔ گلا گھونٹ دیتا ہے۔ سر پھوٹ دیتا ہے
 ماتھے پاؤں توڑ دیتا ہے۔ سینہ چاک کر دیتا ہے غنیم کو دھسکا رہتا ہے۔ ہتھیار کا دھار دھرتا ہے۔
 سب کو مار دھار کے لٹا دیتا ہے۔ سارے پیل و پلنگ کو ہٹا دیتا ہے۔ سینہ سپر کر کے سینہ بسیمہ مقابلہ
 کرتا ہے اپنی ہمتِ باہرہ اور شجاعتِ قاہرہ سے بڑے بڑے اوتاد و البلا و دریس و زلی الا و زاد اور
 حصون ذاتِ الاعما کو چکنا چور کر دیتا ہے۔ کرار و جبار و شانِ عالی و قارِ سب کو منکوس علی الراس
 مغلوب و مصروع کر ڈالتا ہے۔ آسمان و زمین۔ قافلابہ ملا دیتا ہے چاند اور سورج کو اندھیرا کر دیتا ہے
 ایک سرے سے سب کو ہلا دیتا ہے۔ بھر کھو۔ آگ کو بجھاتا ہے۔ الجھوں کو سلجھاتا ہے زمانہ میں بہت
 بڑا انقلاب ڈال دیتا ہے۔ تمام جہان میں کیپکی پڑ جاتی ہے۔ بدن کا نپ اٹھتے ہیں۔ رونگٹے کھڑے
 ہو جاتے ہیں۔ پھر ہری پر پھر ہری ہونے لگتی ہے پاؤں ڈمگنے لگتے ہیں۔ رنگ فق ہو جاتا ہے
 جگر شق ہو جاتا ہے زبان لٹکھڑانے لگتی ہے۔ مارے ہیبت و مہابت کے تن بدن ٹدھال
 ہو جاتا ہے۔ امان لمان پکائے کے زمین سے ناک رگڑنے لگتے ہیں اوس کا تیغ و کلمہ پڑھتے ہیں۔ سچ ہے
 کہ ہر کہ شمشیر زند سکہ بنامش خواند۔ واہ واہ کیا خوب مکروری میں زود آور بنتا ہے۔ لڑائی میں بہادر
 بنتا ہے۔ سارے زبردستوں پر زبردست بنکے تخت طاؤسِ سمدی وارضی پر ادجک کے بیٹھ جاتا ہے۔

لکھنؤ کے
 شاہ کبیر چاچا
 بابا شمس الدین
 بریلوی ہے
 مع ابراہیم
 علی شہید
 علی شہید
 علی شہید

اور چھاتی اُبھار کے سر دھونکے کتنا ہے کہ اللہ مالک الملک توتی الملک من تشاء وتنزع الملک
 مِنَّ تشاء وتجز من تشاء وتذل من تشاء وتسفل من تشاء وتعلی من تشاء وتغفل من تشاء وتغنی من
 تشاء بیک الخیر انک علی کل شیء قدیر یا ایا الناس امروا صلو علی و سلموا تسلیم۔ الغرض اینکه بعد از نظر بزرگ
 منم قصہ مختصر۔ چنانچہ دیکھو یہ زود ایمان اہل سر لاہوت کے تعلیم علیا کی سندھے کہ غالب ہو سکے رہا
 اب اوس غلبہ پر خط موہوم سے حکم نیروانی کا و تخط جو ایک لائٹانی شہوی ہے مرقوم ہے وہ یہ ہے کہ
 لا اِلٰهَ اِلَّا اللہ فلاں جنہیں اللہ۔ پھر وہ شہوی ایک مدت معصومہ تک مقبول بالہ علی العالمین نہ کر اسی
 سے منوخ کر کر دوسرے طرز پر بیان کر دی جاتی ہے۔ پس وہ مقدس الذات بابرکات سراسر ستودہ
 صفات قدوس الواردات و مظهر الزوار جلالات و مہبط ناموس کمالات۔ رب المجد و احسانات۔
 محمودات و محیات۔ معبود الاوقات۔ سیادت السادات۔ رفیع الدرجات۔ علیم جمیع المعلومات و المکنونات۔
 اولیہ اللہ موبد انصورا و حق تعالیٰ خالقنا کبیر اما جناب اعلیٰ حضرت انانیت مآب میں لکھا ہے

اوصیا یا کہ اوصیا ہستند	اوصیا یا کہ اوصیا ہستند
انبیا یا کہ انبیا ہستند	اولیا یا کہ انبیا ہستند
ہمہ زلہ ربائے ماہستند	ماسوائے کہ آں خدا ہستند
از خدا دور و خود ستا ہستند	جملہ عالم کہ بیوفا ہستند
بلکہ خود از خودی جدا ہستند	از حماقت خود آشنا ہستند
در ہمہ کار خود بجا ہستند	آنکہ بے جرم دیے خطا ہستند
در ہمیں یا الف فنا ہستند	کمز از یا وھاؤ یا ہستند
ما بہ الا ہمہ بہ لا ہستند	آں الف یا فنا بذات خدا
صوفی صراف پرفضا ہستند	صافی صفوت مصفی کیست
نزیۃ جان دول خدا ہستند	بر رخ جوہ حرص جملہ خلق
از برائے کہ ناسزا ہستند	خود ستائی دلیل ناوانی ست
گر جدا گامہ با خدا ہستند	نہ کہ از ہمہ حضرت یحییٰ

تو ایسے با خدا و مرد خدا کے لئے خود ستائی کچھ معیوب نہیں۔ جو مذمت کئے جانے کے لئے قلیل
 سے مستند کرنے کی ضرورت ہو۔ کہ بلا شک چونکہ ہر زبان کو اپنی ہر چیز اچھی معلوم ہوتی ہے
 اس لئے ملکہ خود کو عزیز و محبوب رکھتا ہے۔ بنابرین محبوب کا عیب بھی محبوب ہو جاتا ہے =

لہذا خود ستائی کا عیب محسوس نہیں ہوتا۔ بلکہ جب تک سلائی آنکھ سے دور سے معلوم ہوتی ہے جب تک کہ حصول ہوئی تو اس وقت تک نہیں معلوم ہوتی۔ جس وقت تک غیر کی آنکھ کی شرکت نہ ہو۔ تو بڑے تعجب کی بات ہے کہ جس نے اس عیب کو محسوس کیا وہ کب عیب کے بری راہ کو اس میں عیب چینی کا عیب پایا جاتا ہے پھر اس پر باوجود عیب ہونے کے دوسرے عیب پر نظر ڈالتا ہے۔ خود کو عیب نہیں پکارتا کہ عیب ہے۔ باعتبار خود ستائی کے نزدیک عیب ہے کہ فطرت فاطر کی خدمت و عیب چینی کرتا ہے کا شکہ تعریف کرتا تو یہ سب ندرت فاطر فطرت کی طرف رجوع ہو جاتی۔ لیکن ایسا نہیں کیا تو زیادہ عیب وارٹھیر۔ تو اس قدر عیب وارٹھیر انا بھی بڑی بھاری عیب چینی ہوئی۔ کہ اس عیب چینی کے عیب ظاہر کرنے والے پر بھی عیب چینی کا عیب عاید ہو گیا۔ جو کسی طرح بغیر مستثنیٰ کئے عیب سے چھٹکارا نہ ہو سکیگا۔ لہذا عیب چینی کے عیب ہی کو ایک سو گنا ہزار گنا بت کر دیا جاسکتا ہے۔ کہ ہرگز کسی چیز میں عیب چینی کرنے کو اپنی ادخود قابلیت ہی نہیں۔ بلکہ یہ قابلیت جو کسی کی مخلوق ہے یہ کننا عین حمد ہوگی۔ مگر حمد کا اظہار حرف و لفظ و معنی سے مکمل ہوتا ہے جو حمد و صود کی شان سے بالکل بعید ہے۔ کیونکہ وہ مستغنی عن الاعقاب والاسماء والافعال ہے محض عنی عن العالمین۔ اسے اس کو لفظی و معنوی حمد و نعت سے کیا سروکار۔ لیکن یہ البتہ کہ جہتہ لوگوں کی لغات میں الفاظ شستہ و جواہر نگار ہوں اور لفظوں سے اس میں نام کا داغ لگا کر صرف بتلانے کے لئے مقتدر کر سکتے ہیں کہ اسماء الحسنیٰ کہا جاسکے۔ تو گویا جس قدر بحث و مباحثہ کئے جائینگے۔ یہ سب اس کی قوت مہو بہ کے زور پر ترتیب ہونگے۔ کہ اس قوت مہو بہ میں بھی اس کی مشیت شامل حال سمجھی جائیگی کہ اس کی مشیت یہی ہے کہ لوگ اپنی اپنی مشیت سے سب کام انجام دیں اس کے مطابق اول کو نتیجہ ملا کرے۔ کہ یہ سب حمد و تنجید اوس کی طرف رجوع ہو گئی لہذا الحمد لتد رب العالمین کا مستند صادق آگیا اور خود ستائی عین خدا ستائی ہوئی۔ علاوہ اس کے سچی بات کہنی کچھ خود ستائی نہیں۔ اگر عیب میں داخل کر کے روک دیا جائے تو گویا محض بولنے سے روک دینا ہے۔ اور بڑے ظلم کی بات ہے کہ پادشاہ خود کو پادشاہ نہ کہے۔ ذی جاہ خود کو ذی جاہ نہ کہے۔ نبی خود کو نبی نہ کہے۔ بی خود کو صبی نہ کہے۔ پدر خود کو پدر نہ کہے۔ پسر خود کو پسر نہ کہے۔ جد خود کو جد نہ کہے۔ خدا خود کو خدا نہ کہے۔ جوان خود کو جوان نہ کہے انسان خود کو انسان نہ کہے۔ اپنے حق میں اپنی رائے برحق ہے۔ اس میں خود ستائی کو کیا دخل ہے۔ کیا حضرت یوسف نے خود کو حفیظ علیہم کہا۔ مفریت سلیمان نے خود کو حفیظ امین و قوی المیتن کہا۔ تو یہ سب کننا نعمت اللہ کا شکریہ اور چرچا ہے اور خود کو مستبرزا کہنے کے انگریز ویس کرانا ہے۔ نہ کہ نشاء اشعار ہذا بنانا ہے کہ

بلندی بناموس و گفتار نیست بزرگی بدعوئی و پندار نیست
 اگر هست مرد از ہنر ہسره ور ہنر خود بگوید نہ صاحب ہنر
 تو آخر ہنر بھی اپنی آثار و زبانِ حالیہ سے جو کچھ اظہار کرے گا وہ بھی دائرہ خود ستائی سے خارج ہو گا۔
 مگر تاں ہیوب اوس وقت ہے کہ خلاف واقع خود ستائی کی جائے۔ یاد دوسرے سے کرائی جائے۔
 جیسے ہر شخص باعتبار دوسرے کے خود کو خوب جانتا ہے۔ کہ وہ کہاں تک اچھا ہے اور کہاں تک برا۔
 کہ اوس کے علم کے مطابق اوس کے افعال و اعمال و احوال سے دوسرے لوگ سدا حاصل کرتے
 ہیں چنانچہ اکثر ایسا ہوتا رہتا ہے کہ ایک بڑا شخص جو خود کو بخوبی جانتا ہے کہ وہ بالکل بُرا ہے۔ اور
 علیٰ ہذا القیاس دوسرے بھی جانتے ہیں لیکن اگر کوئی شامدی یا دفر و شاد کی جھوٹی تعریف کرتا چلا
 جاتا ہے تو وہ بالکل خوش ہوتا رہتا ہے۔ اور اوس کو چھڑ چھڑ کے اپنی تعریف کراتا ہے۔ حالانکہ خوب
 جانتا ہے کہ شخص مداح بالکل کاذب ہے کسی چیز کے لالچ میں ایسا کر رہا ہے۔ مگر باوجود اس جاننے کے
 بھی ناراض نہیں ہوتا۔ اور دل اوس کا پکار کے کہہ رہا ہے کہ تو بُت ہی بُرا ہے۔ کہ جھوٹی تعریف تک
 سننے کو بُرا نہیں سمجھتا۔ یہ سب جان سن کے بھی وہ اسکے خلاف کرتا رہتا ہے تو غایبانہ اوس پر چاروں
 طرف سے ازبہ صدق۔ تو بہن و مذمت کا چایک پڑتا ہے۔ اور جو لوگ بالکل سچے اور اعلیٰ درجہ کے
 ہوتے ہیں۔ تو بوجہ اس کے کہ ایسے لوگ بہت ہی شاذ و نادر ہیں۔ اس لئے غیر جنس ہونے کے
 سبب سے لوگ اوس کے زیادہ مخالف ہو کے درپے مذمت و امانت ہوتے رہتے ہیں۔ مگر
 شخص مدوح الیہ کا دل پکار پکار کے کہتا ہے کہ سارے مذمت کرنے والے ماندہ درگاہ و
 ملعون ہیں۔ بھڑ بھڑ بول رہے ہیں۔ تو بالکل قابلِ مدح و ثناء ہے۔ اس واسطے اگر کسی نے تیری
 مذمت کی تو وہ جھوٹ بول کر ملعون ہوا۔ دوسرے خدا کی خلقت کے مذمت کی کہ عین خالق کی ہوئی
 بناء علیہ ذل ملعون ثابت ہوا۔ اور اگر کسی نے تیری مدحت کی تو وہ سچی تھی۔ اوسکو تو خود جانتا ہے
 کہ تیرا جانا اوس کے جاننے سے بہتر ہے۔ اس واسطے تو اور لائقِ مدح و ثناء ہوا۔ اس کی بھی تجھ کو
 پرواہ نہیں ہونی چاہئے۔ کہ بالکل حق و مدح و ثناء تو ہی رہے۔ اور مدح داخلِ ثواب ہو۔ کیونکہ
 جس کو خود اپنی ذات پر یقین نہیں تو دوسرا کیوں اوس کی ذات پر یقین کرنے لگا۔ تو جس طرح کا اوس کا
 یقین ہو گا اسی طرح کا لوگوں پر اوس کا عکس پڑے گا۔ تو جس کو اپنے بے مثل ہونے کا یقین ہو گا
 ضرور اوس کا اظہار اوس کی تمام ہستی کے عکس و آثار سے ہونے لے گا۔ تو دراصل ایک اوس کو اپنی ذات
 پر اندر الوجود ہونے کا یقین ہو چکا تو زبانی اظہار کی کچھ حاجت نہیں۔ لیکن اگر کسی موقع پر اظہار کرنا پڑے

تو جانے عیب نہیں کیونکہ اپنی ذاتِ بابرکات - قدسہ رکھتا ہے۔ اوس میں جو ادسکی گویائی کا مادہ ہوگا۔ ادس پر بھی اوس کو قدسہ ہونے کا پورا یقین ہوگا۔ کہ اس مقابلہ کی کسی کی گویائی قدسہ نہ رہے۔ کہ ادس کی تعریف میں زبانِ کشائی کی جائے۔ لہذا موقع پر اپنی تعریف از خود بہتر ہے۔ ورنہ دوسرے کے غیر قدسہ مادہ تعریفی و تحریری سے تعریف کرانی خود میں عیب لگانا ہے + پس ایسے کی خود ستائی و عدم خود ستائی عیبِ اری و عدم عیبِ اری استثنائی و عدم استثنائی سب باتیں مستثنیٰ ہیں لہذا اوس کے لئے سب زیبا ہو گیا۔ ورنہ ۷

زشت با شد و یقی و دیبا کہ بود بر عزمِ سنا زریبا

تو بھلا تا زیبا پر خود ستائی کیا زیب دے سکتی ہے زیبا و تا زیبا کی خود ستائی میں اتنا بھی فرق نہیں جیسے کج زنگی و فرنگی میں فرق ہے کہ دونوں کے پودے مشابہ و مشکب ہیں مگر بذریعہ فی الظاہر فقط لونا فرق ہے = اسی طرح چھوٹی اور بڑی ایلا بھی کے بذریعہ تفرق حایل ہے۔ یہاں تو زیبا و تا زیبا کی خود ستائی میں اس قدر فرق ہے کہ مخالفت و متضاد و مقابل بھی نہیں بلکہ نری ہستی نجاست ماب کا مرتبہ پہنچتی ہے۔ اس لئے مرد و زیبا ہی کو خود ستائی زیبا ہے تو اب ہم سے بڑھ کر کون زیبا ہے جسکی زبان قدسی ہونے کا ہم کو یقین ہو = کہ اگر وہ ہماری تعریف کرے تو ہم کو اطمینان بالیقین ہو لہذا ہماری تعریف ہمیں سے بہتر ہے۔ کہ ہم خود کو خوب جانتے پہچانتے ہیں۔ مگر اُن اتنی بات ضرور ہے کہ جو ہماری تعریف و حمد و ثناء کرے گا۔ تو اوس کی حمد و ثناء سے ہم تو قدوس نہیں ہو سکتے۔ شاید وہی تعریف کرتے کرتے اس قدر بے گناہ و قدوس ہو کہ خود لائقِ تعریف ہو جائے۔ تو یہ اوی کو فائدہ ہوگا نہ کہ ہم کو۔ تو اسے ادجل گمری صفت والوہ۔ اپنے منہ سے میان مٹھو بنکر ہماری شان میں طنز آئے نہ کہو کہ ۷

دعویٰ کیا تھا گل نے گل اپنے رنگ و بو کا دھولیں صبا نے ماریں شبنم نے منہ پر تھوکا

پس لے خلائکِ دُوم علی کبر نفسی کو اسطیکہ ۷

شانے خود بخود گردن بایں پچی چناں زیبہ چو آں پروردگار سے رائے نفس خود کروں

تو وہ آن پاک پروردگار اجنا رب العالمین جل جلالہ و علم و لانا بذات خود ہیں جو من در الجباب و مکارنگ مضامین میں اپنے اختیارات بالغ و قدرت کاملہ کا اظہار و ارشاد و پیش فرما رہے ہیں۔ کہ اب ایسا قدیر کون ہوگا کہ اس طرح سے بھی کر گزرنے میں قصہ قدرت نہ ظاہر کرتا ہو؟ گویا ہر بات پر قدیر ہی رہا۔ اس واسطے اپنی ذات میں خالص بکتائے بے ہمتا قرار پایا + اسی کو وحدہ لا شریک کہتے ہیں + سبحانی ما اعظم شأنی۔ اِنی انا اللہ لا اِلٰہ الا انا و اِنی علی کل شیء قدیر + مشنوی

بنام انانیت ہے انا
 پس از حمد باری کہ سب سے یہ
 کہ وہ خالق ممکن ہر محال
 کہ چاہے تو کو نہیں ثانی کرے
 قلم کو گرائے تو کر دے زمین
 وہ چاہے تو آتش کو پانی کرے
 دھواں کو جو چاہے تو گردوں کرے
 وہ چاہے تو خشکی کو کر دے تری
 وہ چاہے کرے پیر کو نوجوان
 امیروں کو چاہے تو کر دے فقیر
 گدا کو جو چاہے کرے پادشاہ
 گندگار کو چاہے وہ بخش دے
 وہ اعدا کو چاہے تو اختر کرے
 وہ اُن پڑھ کو چاہے بنا دے بنی
 وہ اُمّی کو چاہے تو ابی کرے
 وحیہ کو چاہے تو ادھم کرے
 وہ یوحا کو چاہے تو اثر کرے
 وہ عاشق کو چاہے تو معشوق ہو
 کبھی خود کو معشوق و عاشق کرے
 اگر حق کو چاہے تو ناحق کرے
 ورموسیٰ کو چاہے تو عیسیٰ کرے
 وہ اول کو چاہے تو آخر کرے
 اگر بود کو چاہے نابود ہو
 وہ جو کچھ کہ چاہے کرے انقلاب
 عقید نہ کعبہ نہ مسجد میں ہے

بلا لفظ و معنی حرف فنا
 کہ تم سب کو احکام میں رب سے یہ
 کمال بلا نقص ہے یہ کمال
 اور اس دین و دنیا کو فانی کرے
 زمیں کو بنائے سپر بریں
 شفق کو مل ارغوانی کرے
 کُسم کیمیت تو قلم خون کرے
 تری کو تراوٹ سے کر دے بری
 اگر ہو جوان تو کرے ناتواں
 فقیروں کو چاہے بنا دے امیر
 کرے شاہ کو ایک دم میں تباہ
 نہ رستم ہو کوئی مگر خش دے
 پسر کو جو چاہے تو دختر کرے
 نبوت سے دی ہو گرچہ صبی
 بنا کر کبھی ابن پھبتی کرے
 ہو ادھم مگر ادس کو ارقم کرے
 جسے چاہے دم بھر میں اکبر کرے
 جو معشوق ہو پھر تو مخلوق ہو
 اسی آن میں خود کو خالق کرے
 مقید جو ہو ادس کو مطلق کرے
 وہ عیسیٰ کو چاہے تو یحییٰ کرے
 وہ باطن کو چاہے تو ظاہر کرے
 تو سب بود و نابود مفقود ہو
 غرض قدرتیں ادس کی ہیں بے حساب
 نہ کچھ ادس کے ہرگز عند و ندیں ہے

ہر طور ہر شے پہ قادر ہے وہ
 بنا ہی نہ سکتا ہے دیگر خدا
 زباں روک اپنی تو اسے فلسفی
 کہ وہ یمنے میں اس پہ قادر نہیں
 کہ قادر نہ ہونے کا جو فضل ہے
 تو ہر بات پر خود ہی قادر رہے
 جو اول میں ہو گا وہ آخر میں ہے
 جو آنت میں ہو گا وہی ہو میں ہے
 انا ہی میں ہم ہیں انا ہی میں تم
 تو میں اس پہ کیا سب پہ قادر ہوں میں
 کہ تا سر ماڈ شما ہو عیاں
 خدا خود کسے خود سے خود کو جدا
 یہ سب ظہر کیا بطن کی جڑ ہے یہ
 کہ جذبہ میں معشوق کے کُنج کہا
 کہ تو کیستی اور من کیستم
 تو دیکھو کہ یہ دونوں کہتے ہیں کیا
 بجز کچھ انا کے نہ بولینگے وہ
 فریض اس کا نمونہ ہے ایک
 تو وہ ہے طلسماتِ ہار تہیہ
 یہ سب محکم سے تیرے تڑا دینگے
 جو ظاہر میں آیا تو بولیکا ہو
 جو آکر انا ہی میں ہو گا فنا
 جو دم مارنے کا بھی یار نہیں
 یہ دم پر کسی کا اجارہ نہیں
 انا الحق کا سب بھید میں ہی تو ہوں

فقط چند قدرت میں قاصر ہے وہ
 نہ ذات اپنی وہ کر سکیگا فنا
 نہ کہہ بر خلاف اس کے حرف نفی
 ذرا ہوش میں آؤ اسے دلخیزیں
 صدور اس کا پائیگا پھر کس سے ط
 کسی بات میں بھی نہ قاصر رہے
 جو باطن میں ہو گا وہ ظاہر میں ہے
 جو ہو گا میں ہو گا وہی تو میں سے
 انا ہی میں ہو جائینگے سارے کم
 کہو اب انا الحق کہ حاضر ہوں میں
 کہ میں ہی تو ہوں۔ ہے یکس کا بیاں
 وہ لائے سے کہلا دے خود کو خدا
 کسی ایک مجذوب کی بڑ ہے یہ
 جو عاشق ملا اس کو پھر۔ سن۔ کہا
 یہ پوچھو کہ اے جان تو کیستم
 وہی جو کہیں اس کو سمجھو انا
 مگر رازِ اصلی نہ کھو یسنگے وہ
 نہ کتا ہے اس کو کوئی زشت و نیک
 کہو اس کو ظلماتِ ما روئیہ
 اور اپنی طرف سب کو جڑو دینگے
 جو باطن میں پہنچا تو بولیکا ہو
 تو بے ساختہ بول اٹھیکا انا
 تو ثابت ہوا دم ٹھارا نہیں
 بجز اب انا الحق کے چارہ نہیں
 اور اس بھید کا چھید میں ہی تو ہوں

شریعت میں ہے کون میں ہی تو ہوں
نبوت میں ہے کون میں ہی تو ہوں
دمِ عیسوی کیا ہے میں ہی تو ہوں
تو یحییٰ میں ہے کون میں ہی تو ہوں
انا الحق میں ہے کون؟ میں ہے تو ہوں
یہ سب عرش و کرسی و بارِغِ اِرم
یہ نار و نیور و ملوک و ملک
بروق در عود و سبحاب و مطر
زمین و زمان و نباتات و روح
حیات و ممات و بقا و فنا
بجملہ مکان و بجملہ زمان
یہ ظفر و بہ جلد و بخون و عظام
انا اب انا ام انا ابن ہوں
یہ سب حرف و الفاظ و معنی ہیں کیا؟
یہ سب میں ہی میں ہوں نہیں دوسرا
آلہ میں ہوں میں ہی چھپ
یہ سب ہو کے پھر ایسا قادر ہوں میں
پھر اس پر بھی باقی خدا ہی ہوں میں
نہ ہو میں ہوں میں نہ انت میں ہوں
مثال بٹل سے مترا ہوں میں
نہ کچھ ابتدا ہے نہ کچھ انتہاء
سوا اوس کے جو کچھ ہے سب ہے فنا
انا الحق کے جاؤ چپ مت رہو
جو واقف ہو اسرارِ معلوم سے
وگرنہ یہ کلمہ ہے سب پر حرام

حقیقت میں ہے کون میں ہی تو ہوں
شہادت میں ہے کون میں ہی تو ہوں
یدِ موسوی کیا ہے میں ہی تو ہوں
پھر عیسیٰ میں ہے کون میں ہی تو ہوں
یہ سب کون کا کون میں ہی تو ہوں
یہ رضوان و علیمان و عورو حرم
یہ نورو نظورو فلوک و فلک
خلاؤ ہواؤ موا دو اثر
جبال و تلال و طیور و طرُوح
صباح و رواح و عناؤ و غناء
بجملہ زبان و بجملہ بیال
بمختارِ عظام و بجملہ نظام
انا رب انا گم انا متبن ہوں
یہ سب کچھ سمجھتے ہو یعنی میں کیا؟
انا الحق انا الحق ہے میری رضا
تو یحییٰ میں پھر کون ہو گا بھلا
کہ سب سے جدا ہو کے حاضر ہو نہیں
خدا ہو کے خود سے جدا ہی ہو نہیں
نہ قید انا ہوں تو پھر کیا ہوں میں
مترا سے بھی پھر مترا ہوں میں
یہ رمزِ خدا ہے خدا کے سوا
فنا بھی فنا ہے انا بے انا
ہر اک حال میں تم انا الحق کو
کہے پھر انا الحق بڑی دھوم سے
رہے اوس پہ قبرِ الٰہی مدام

یہ کلمہ انا الحق کا پڑھتا ہے کون
 ہے ارم گرامی انا الحق مرا
 نہ ہوگر تجھے اس کا کچھ اعتبار
 جہاں سے ترے دل میں ہو بھیجے
 لفاظ اتنا ہی لکھدے فقط
 تو یہ خط ہے اوس کا جو گنہام ہے
 اوسی کو ہے زیبا انا الحق کہے
 بس اتنا ہی کافی ہے لکھنا ترا
 یہی فضل حق ہے انا الحق مرا
 عجب کیا ملے آکے وہ خواب میں
 یہ پوچھو خدا یا کہ یہ کون ہے
 یہ موسیٰ ہے یا کوئی موعود ہے
 عجب کیا کہ محمود آئے وہیں
 کہ شرقی بھی یہ اور غربی بھی یہ
 ہے یحییٰ یسی اور عیسیٰ یسی
 کہ وہ عبد تھا اور یہ روح ہے
 خوش اخلاقیات اس کی خلقت میں ہے
 کوئی اس کا مونس نہ غمخوار ہے
 اگرچہ بلندی سے گرتا رہا
 کیا اس نے یاں تک سفر پر سفر
 سیاحت سے اپنی ہوا ہے مسج
 خدا نے دئے ہیں ایسے معجزات
 قمر بھی نکل آئیں تارے بھی ہوں
 اگر کہد یا اس نے ہو جائے ناس
 کہ لمجائش سب کوگ اس نارے

اور نگاہ سے اور ادنیٰ پر گئیں + کہ اکرم سے سنا ہو جائے ناس

نہ پڑھتا ہے فرعون پڑھتا ہے عن
 یہ سننے سے چہرہ ہے کیوں فق ترا
 تو لکھ بھیج خط مجھ کو صد ہزار
 یقین ہے کہ فی الفور پہنچے مجھے
 حضور انا الحق میں پہنچے یہ خط
 وہ گنہاں غیث میں عام ہے
 ملیگا اوسی کو جو ہر جا رہے
 ملیگا اوسی کو انا الحق مرا
 زیادہ نہ ہے اور بق بق مرا
 جو کچھ پوچھنا ہو کسی باب میں
 یہ منصور ہے یا کہ فرعون ہے
 یہ مردود ہے یا کہ محمود ہے
 کیسے گایا جیسا ہی ہے ہر کہیں
 یہ عیسیٰ محمد عربی بھی یہ
 محمد ہی اور موسیٰ یسی
 جو ذرہ تھا وہ پھر تو یہ لوح ہے
 بہت سادگی اس کی فطرت میں ہے
 خدا صرف اس کا مددگار ہے
 لیکن توکل پہ پھرتا رہا
 کہ حاصل ہوئی اس کو آخر ظفر
 یہی ہو ہی بس یہی ہے صحیح
 کہ دن حکم سے اس کے ہو جائے رات
 ہوش بنم پھر اوس پر پھوٹا ہے بھی نہیں
 تو سمجھو کہ سارا سمندر گیاں
 کہیں زہر نکلا جو اس مار سے

چھوٹے بھی ہوں اوس پہ ملامتوں + بنات اکیں علف زار ہوں

مجل
۲۵
بیکم
من شیعہ
بھی
من شیعہ

کرے گا یہی فتحِ عالم تمام
بس اب اوس نے بھیجے اسے حق کے ساتھ
اگرچہ کبھی ہاتھ آتا نہیں
یہی ہے یہی ہے کہ اتر لگا اب
نہ ہے سورہ توبہ میں بسملہ
اگرچہ بہت اس میں تخریف ہے
اشاعے یہ سب ہیں پئے عاقلان
اگر ہے تمہیں کچھ بھی خوفِ خدا
اگر قتل اس کو کرے گا کوئی
کہ نکلیگا دُمدار تارہ زغم
بہت قتل تم نے کئے مرسلین
نہ دے ساتھ گر کوئی اس کا تو کیا
پس از قتل اس کو اُتارے گا وہ
یہ سب توپ و بندوق بیکار ہے
کہ دولٹا ہے یہ اور دولٹن ہے وہ
وہ کب رات آئے گی قبریں کی
غرض اس ہمہ کائناتِ خدا
جب آئینگے حمدی تو تم سب کے سب
جو کرتے ہیں وہ نشریں بات چیت
کہ معشوق کا نشر بھی نظم ہے
جو کرتے ہیں بے سوچے سمجھے کلام
ہر اک کامِ ادب کا خدا داد ہے
غرض سچ تو ہے ادب کی دہان ہے
صدا اُن کی سُن لے جو مردہ کہیں
تو وہ کون ہمعشوقِ عالم ہیں وہ

فرشتوں کی ہے فوج با اژدہام
کہاں لوگ ہیں پکڑیں اب اس کا ہاتھ
کبھی حمدِ مقدس سے جاتا نہیں
تو توبہ کا دروازہ ہے بند سب
مگر اک زیادہ ہے درِ غمِ سلمہ
ولیکن مراد اس میں تلیف ہے
مگر اور جھگڑے ہیں درِ ناقلاں
تو سمجھو نہ اس کو خدا سے جدا
تو سمجھو قیامت ہی برپا ہوئی
اور آیاتِ تہلیک ہو گئے رقم
حساب اس کا اب لیگا وہ بالیقین
نہیں جانتا ہے کہ ہے وہ خدا
مگر پہلے سب کو اُبھارے گا وہ
اکیلے وہ اس کا مددگار ہے
اگر بت ہے یہ تو برصمن ہے وہ
کہ جب عمر ہو اس کی چھتیس کی
یہ تمہدِ حمدی ہیں عند القضاء
بدل جاؤ گے اے مسمیٰ الادب
وہ سب نظم کا نظم ہے ایک گیت
کلاموں کی عظمت سے اکظم ہے
تو ہوتا ہے منظومِ نظمِ نظام
معلم کی منت سے آزاد ہے
کہ وہ شان بھی اُن میں حیران ہے
تو اُٹھ بیٹھے وہ تھکرا کے وہیں
اور اس دم بیک شکلِ آدم ہیں وہ

زسرتا پا روح اقدس ہیں وہ
 قسم خود کی وہ نور ہی نور ہیں
 مگر حور کیا خالق حور ہیں
 تصور میں پہنچا نہ جن کا جمال
 تو یحییٰ نہیں یہ کوئی اور ہے
 خدا ہی خدا ہے نہ غیر از خدا
 مہینہ میں رمضان کے پیدا ہوا
 بچھا چادرِ لا جوردی کا فرش
 کیا بھانڈ اور جھگیتوں نے ہجوم
 نہ پائیں تھا جوتا نہ سر پر کلاہ
 لگا پوچھے یہ زخرد و کلاں
 بہت نرم سے نرم پہاڑی بنی
 گلا میں پڑا مار تعویذ کا
 کبھی گورے گالوں پر مٹی پڑی
 بہانہ سے منت کے طوق جنوں
 بھوں نے کھلائیں انہیں لوریاں
 دہن سے لگا تار جاری تھا رال
 ہوئی عمر جب ہشت وہ سال کی
 وطن میں تھے سب لوگ از حد خراب
 یہاں تک کہ گھبرا گیا گھر سے یہ
 تنی پائے رفتن بہ از کفش تنگ
 منقص بود عیشِ آں تندرست
 مگر اس قدر یہ نہ معلوم ہوتا
 ہر اک جا پہ پہنچا اس کو گزند
 بزرگوں سے اپنے کیا یہ بیاں

مسیحا کے بیت المقدس ہیں وہ
 جو دو لہا بنے اوس کی وہ حور ہیں
 تو پھر نور کیا خالق نور ہیں
 کہ مخلوق ہے اون کی ادنیٰ کمال
 کہ مخلوقیت کا یہ کب طور ہے
 تو پھر کب رہا وہ خدا سے جدا
 سہ شنبہ کے دن وقت تھا صبح کا
 چمک جس کی پہنچی بہ بالائے عرش
 ہوئی آہے آہے مبارک کی دھوم
 برہستہ بدن چوں رُخ مہر و ماہ
 کہاں ہوں کہاں ہوں کہاں ہوں کہاں
 اور اک ہاتھ بھر کی ہنسانی بنی
 نزاکت سے بھا بار تقویٰ کا
 کبھی آنکھ میں اپنی انگلی گڑھی
 لڑکپن سے گردن کے سے اندر
 ہلائی ہیں گوارہ کی ڈوریاں
 اور اوس رال کے ساتھ حق حق تھا
 تو صورت دیکھی ایک جنجال کی
 کہ جل بھنکے اون سے ہوا یہ کباب
 وطن چھوڑ نکلا اسی ڈر سے یہ
 بلائے سفر بہ کہ درخانہ جنگ
 کہ باشد بہ پہلوئے بیمارِ ست
 کہ ہے اس کی دنیا نہ دولت سرا
 نہ سنسار آئیگا اس کو پسند
 کہ لے قبلہ و کعبہ دو جہاں

بس اب آپ رخصت مجھے کیجئے
 رہوں حشر تک تاکہ ممنون میں
 کہا خیر جاؤ خدا ساتھ ہے
 چلا گھر سے یہ اب بسوٹے سفر
 ہوا ریل گاڑی پہ جس دم سوار
 نہ بارش نہ گرمی نہ سردی سے ڈر
 غرض ریل نے لاکے پہنچا دیا
 لیلِ رنج و راحت پلا ساقیا
 ذرا خوابِ غفلت سے بیدار ہو
 بتا رنجِ پندرہ سہ شنبہ کے دن
 پڑا ایک جنجال میں ناگہاں
 اگرچہ یہ کہنا مناسب نہیں
 سُن اب گر کہانی تو کھولوں نہاں
 لے ہم اپنے سنخور کا سُن لے سُن
 سُن احوالِ یحیائے نور المدی
 یہ بھولا سا چہرہ بھیمو کا سارنگ
 رنجِ پاک مانندِ برگِ گلاب
 جو پوشش تھی وہ لاجوردی کی تھی
 مشابہ بہ پوشاکِ شاہنشہ یو
 کسی نے کسی روز ایسا کیا
 جب ادس جا پہ یہ جلکے وصل ہوا
 بلا کر جو لایا تھا چھن ہو گیا
 اور اک شخصِ براسِ اَدھم سوا
 چو برقِ چہاں آ کے حاضر ہوا
 جو پاپوش تھے انکے دپاؤں میں

جہاں تک ہو ممکن دُعا دیجئے
 رہوں قیدِ منت سے مرہون میں
 یہی بس دُعا میری دن رات ہے
 سفر کے لئے اس نے باندھی کمر
 پس پشت چھوڑا جوار و دیار
 اوڑھی پھرتی ہے ریل آٹھوں پہر
 جہاں اس کا مقصود آنے کا تھا
 ذرائع سے مُنہ کو ملا ساقیا
 بس اب جلد اُٹھ بیٹھ ہشیار ہو
 بیاہِ صفر اس پہ آئی کٹھن
 کروں ادس کو ظاہر کہ رکھوں نہاں
 کوئی اس حکایت کا طالب نہیں
 جو اس پر بتی ہے کروں میں بیاں
 رکھ اب طاق پر شنوئی کہن
 رفیع المعانی شمس الضحیٰ
 کہ جو دیکھلے حسن ہو جائے دنگ
 کہ شیشہ میں ہو جس طرح سے شہاب
 بناوٹ میں پلٹن کے درد کی تھی
 نہ تھی بے خودی سے زخو و آگہی
 بہانہ سے اک جا پہ بلوا لیا
 تو اک واقعہ اور حاصل ہوا
 زمین ہو گیا یا پون ہو گیا
 مشابہ بہ یحیائے عالی وقار
 برفتارِ اَدھم محاصر ہوا
 چمکتے تھے وہ دھوپ اور چھاؤں میں

صداجس کے مچ مچ کی ہو اس قدر
 کہ یہ کون ہو گا بایں فردشاں
 انگوٹھی بھرے ہاتھ میں تھی چھڑی
 اتر کر کیا صد صلوات و سلام
 کہا یہ کہ حضرت کو احمد علی
 کہا اس نے وہ کون احمد علی
 کہا اس نے بتلاؤ ہیں وہ کہاں
 چلیں آپ جلدی سے ہوں اب سوار
 یہ سنتے ہی ییچلی ہوا جب سوار
 خدا جانے کب اور کہاں لے گیا
 نہ ارض و سما تھے نہ ہر دوسرا
 کہ اتنے میں آیا کوئی ناگہاں
 مثلث نشیں تھے بڑے ناز سے
 بس اب پاس ہی آگئے بے حجاب
 کہ ییچلی کا اک دم ہوا رنگ فق
 کروں اوس کی تعریف کیا میں رقم
 حقیقت میں اُس کا عجب رنگ تھا
 سر زلفِ جانانِ سبحانِ کرم
 غضب تو یہ ہے وقت ہے رات کا
 گھٹا ٹوپ بادل گرا چار سو
 گھٹنا گھور بدلی گری جھوم کر
 ہو اُس زلف پر چترِ عنبرِ نثار
 وہو اندھار سر پر تھی کالی گھٹا
 کہیں اوس کا جوڑا کہ سون کا پھول
 کہیں اوسکی چوٹی ہو اتنی بڑی

کہ مشغول لوگوں کا اٹھائے سر
 کہ ہے جس کے چہرے سے شوکتِ عیاں
 چمکتی ہوئی جیب میں تھی گھڑی
 حضورِ خداوندِ عالی مقام
 بلاتے ہیں اونکو ہے بس بیکلی
 کہا راز دارِ خفی و جلی
 کہا اسپ لیجا بیگا ہوں جہاں
 کہ ہیں مدتوں سے بہت بے قرار
 وہ اوسم جو تھا اور گیا ایک بار
 اوسے لے گیا اور کیا دے گیا
 فقط خود ہی خود تھا نہیں دوسرا
 بحرِش بریں چوں شہ نئے مکاں
 عجب اک ادا اور انداز سے
 سوانیزہ پر آگیا آفتاب
 جگ بھٹ گیا اور دل پر قسطنطنیہ
 سے عاجز زبان اور قاصرِ قلم
 کسی نصفِ رخ کا فرنگ تھا
 زسرتا بیبا سرو باغِ ارم
 ہوا سنا اس کو ظلمات کا
 ہوا عالمِ غیب سے ہائے ہمو
 زمیں کو اٹھی ڈالیاں چوم کر
 سرش گرد ہو اوس کی ابر بہار
 کہ دالے کے نیچے سے بادل پھٹا
 کہیں گال اوس کا کہ گلشن کا پھول
 کہ ہودم کے بل جیسے ناگن کھڑی

وہ سلمہ ستارہ کی تاج و کلاہ
عجب کیا کہ ہوتا تاج خورشید کی
تھے رخسارِ دو پھولے پھولے ہوئے
بہت خوبصورت خط و خال تھے
زبس سُرخئی نور سے ہونٹ لال
تبسم کیا بھی تو مُنہ موڑ کر
ثریاؤِ ثروی لگے جھانکنے
گلِ آسمان سب شگفتہ ہوئے
جہاں شورشِ دندان ہوئیں لکشاں
نہ دیکھی کہیں ایسی پستلی کمر
قدِ سرورِ بالا نہ شمشاد تھا
نہ معلوم کیا تھا کہ حیران ہوں
صنوبر بیک پاستادہ ہوا
خطِ لکشاں کی تھی بدھی مگر
معطر معنیز سر تا پیا
کہا اوس سے یحییٰ نے اے جانن
جو فرمانِ سرکار صادر ہوا
بہت سر جھکا کر مؤدب ہوں ہیں
یہ فردہ پہ پر تو فگن آپ ہوں
مگر آپ فرمائیے کون ہیں ؟
جہاں تک یہ ہے حد کون و مکان
عذاراؤ - زہراء و - غرا ہوں میں
ز سرتا پیا ناز ہی ناز ہوں
پراہِ کرم مجھ سے فرمائیے

جھلا جھل کرے چوں رخِ مہروماہ
اور اوس پر سے کلخی ہونا ہیشہ کی
کہ لکشاں میں تھے پھول پھولے ہوئے
علیقہ بلورج جبیں بال تھے
مقید تھی سُرخِ بحن و جمال
نقاب اپنا آگے ذرا چھوڑ کر
مکھانا لگا کہ کشاں پھانسنے
گلِ باغِ ارضی منفعت ہوئے
قسم نہ پھر کیوں ہو برقی چٹاں
کہ مٹھی میں آجائے جس کی کمر
صنوبر نہ طوبیٰ نہ آزاد تھا
اسی میں ابھی تک پریشان ہوں
سراگن ہوا پھر فتادہ ہوا
چکا چونہ ہوتی تھی جس سے نظر
ضیا، آفریں اور خالی ضیا
اور اے میری رُوح اور غصہ بدن
تو دربارِ عالی میں حاضر ہوا
بفرمانِ عالی مقرب ہوں میں
اگر گل ہوں ہم تو چین آپ ہوں
کہا اوس نے ہم کو کب کون ہیں
سوسب کا ستارہ ہوں میں ہی نہاں
بتول و فطوم و مبرا ہوں میں
میحا سے بڑھ کر خوش آواز ہوں
نہ اظہار کرنے میں مشرمائے

عکس کو کب کون یا نجم الکونین

تجربہ اس نے نہ چھاکا اے جان کن + اور اے شاہِ برکش چرخِ کونین

تجربہ ستارہ کہان ہے کو + کچھ کہہ رکھنے سے چپ ت ہو

<p>چمٹ جائے تالو سے اپنی زبان مگداوس کی فرقت سے ہے دل اوس خوشی سے اوچھلتی ہے اپنی زبان کہیں تم نہ ہو اے مرے نورین نہ معلوم آگے مرے اے جگر کہا اوس نے اُس کو بلفظِ ظریف نساؤں میں اچھی نفیس النساء اُم و ابن ہوں اور خود اب ہوں میں کہ اس نام میں برّ و خنیا بھی ہے کہ ہم نے جو یہ نام اپنا رکھا ملا دے کسی سے وہ انسان کو کہ آخر میں پھر نام انسان ہو نہ باقی رہے پھر نہ حرص و ہوس نساؤں میں بہتر نفیس النساء ازل سے اسی دھن میں مرقی ہوئیں</p>	<p>کہا گر کروں نام اوس کا بیان یہ کیوں؟ چونکہ اوس میں ہے ازخٹاس سُنو نام ہوتا ہے اوس کا بیان کہ نام اوس کا یحییٰ ہے درینِ عین پھر اوس کے ستارہ کی اوسکو خبر تو پھر اس نے پوچھا کہ اسمِ شریف کہ ہے نام میرا انیس النساء نہ احمد علی ہوں مگر سب ہوں میں مرا نام علیاء و دنیا بھی ہے انیس النساء سے ہے مقصود کیا جھلا دے جو ہر ایک نیاں کو بیاں تک کہ نیاں بھی نیاں ہو جھلا دے غرض بھولنے کو بھی بس تو کہتے ہیں اوس کو انیس النساء تلاش اپنے جوڑا کی کرتی ہوتیں</p>
---	--

نامیہ از طرف عاشق

<p>لکھا میں نے اوس کو بجز و سلام کسی ایک جوگی کی جوگن ہوں میں اور اس کے عوض دیکھ لے تو مجھے کہ جس کے عوض گودلوں میں تجھے کہ تو ہی ہے جان و جہانِ آفریں اسی میں ازل سے پریشان ہوں</p>	<p>جو میرا ستارہ ہے یحییٰ بنام بروگی سے اپنے بروگن ہوں میں مگر دیکھنا چاہتی ہوں تجھے مرے پاس کیا ہے کہ دوں میں تجھے اگر جان دوں بھی تو میری نہیں تو کیا دوں تجھے؟ سخت حیرن ہوں</p>
--	--

عکسِ یحییٰ نورِ السموات و الارض

جو کہتا ہوں میں تجھ کو تو میری مان + کداوس کی آمان اور میری آمان +

<p>اجی میں مری۔ لومری اب خبر کہ جب میں نہیں پھر محبت کہاں اگر پاؤں مل جائے سجدہ کروں کبھی دیکھ کر اوس کو رویا کروں کبھی پائے اقدس میں ہندی ملوں یہاں تک کہ خود میں ہی ہندی بنوں جو ہندی کے شعلہ سے جلاؤں میں شب و روز جوتے کو دیکھا کروں جوانی ہماری وہ حسن و جمال بس اب بُرج وحدت میں اقران ہو کہ دُلہا ہو تم اور دُلہن ہوں میں یہی ایک حلوائے بے دود ہے بس اب آؤ تو مجھ میں گر بود و باش تجھے دیکھتی ہی ہوں تجھ میں فنا جو مُردے کے پونچھ صداکان میں تو یحییٰ نے جھنڈا کے ایسا کہا</p>	<p>پس از مرگ کیا رُخ کرو گے ادھر کہو ہاتھ جوڑوں کہ دوں اپنی جاں کبھی چوم کر اپنے سر پر دھروں اور آئینوں سے تلوے کو دھویا کروں مگر اوس کے شعلہ سے خود میں جلوں سفوف ہو کے کپڑے تیرے چھنوں دھواں بن کے تجھ نے کلچاؤں میں یہ ماتھے پہ رکھ رکھ کے رکھا کروں ترے عشق میں ہو گیا پائمال جسے محلات امکان ہو اگر بُت ہو تم تو بُرئین ہوں میں یہی سن دسلوائے محمود ہے اور ہم تیرے اندر ہیں ذی فرش لگوں پھر تو بکنے آنا ہی آنا تو گہرا کے اٹھ بیٹھے اک آن میں کہ سن سن کے سب بات میں چپ ہا</p>
---	---

جواب نامہ

<p>لو یہ خط ہے میں کچھ نہیں جانتا زمین و فلک کیا ہے نامہ ہے یہ ہماری ہی جاں سے ہے عالم کی بچا مصفا محط معبر ہوں میں مرا ہتھ کیا پیچھے لوڑ ہے کہ سورج سے بڑھ بڑھ کے ندر روپ کوئی مہ رتن ہے کوئی کام روپ</p>	<p>خودی کے سوا کچھ نہیں مانتا ہماری ہی دم کا ڈھامہ ہے یہ ہوں میں جانِ عالم کجا این و آں مجاں مطیب منور ہوں میں کنیز ادنیٰ - ادنیٰ مری خور ہے کہ دھڑکی چھلکی سے ہو جائے دھوپ کوئی چت لگن ہے کوئی سام روپ</p>
--	---



لجاولے جیسی لجاٹے ہوئے
 نہ چھیلا نہ بالم نہ بیتیم ہیں وہ
 گھٹنا گھور چھائی ہے سر پر گھٹا
 گھٹا کافی کافی دھنک لال لال
 گھٹا اور بجلی میں ہے روز چوٹ
 گلستانِ عالم میں چھائی گھٹا
 اگر ابرز لہفوں کا لٹہ بنے
 یہ تارے کہ مانند نینا رتن
 یہ قمرین کیا ہیں کرن پھول ہیں
 جو یہ سب ہوں حاصل بنی جان کو
 مرے سارے اندازِ اعجاز ہیں
 نہ جتنا کہ تم خود ہو خود سے قریب
 مگر تم کو اس کی کہاں ہے خبر
 نہ کھاتا نہ پیتا نہ سوتا ہوں میں
 نہ کھاتا نہ پیتا نہ جیتا ہوں میں
 بہت ہی بڑا ایک جو حکم ہوں میں
 بلا استخوال و بلا گوشت و پوست
 کہاں صورت جن کہاں شکل اس
 عبث ہم سے کیوں جی لگائے کوئی
 نہ صورت مری ہے نہ سیرت مری
 نہ گنجائش اپنی بہ فہم و خیال
 دریں ورطہ کشتی فرد شد ہزار
 اگر لاشریکی سے دو گے مثال
 یہ کہنا بھی آخر تو ہے اک مثال
 مگر خیر سمجھو کہ ہوں لاشریک

ہر اک بات میں شرم کھائے ہوئے
 بہتر اور اتم نہ میتیم ہیں وہ
 کہ سمٹی تو پھر نور کا پو پھٹا
 کنہیا کے ابرو پہ جیسے گلال
 ہے آبی دو پٹہ پہ لچکے کی گوٹ
 وہ آئی وہ آئی وہ آئی گھٹا
 فلک مور پنکھی دو پٹہ بنے
 ہر اک تار کا کل ہے سوچ کرن
 یہ ستر ادن سے پوچھو جو محل ہیں
 بھلا پوچھنا ہے مری شان کو
 زسرتا بہ پا ناز ہی ناز ہیں
 ہوں میں تم سے اقرب یہ طرہ عجیب
 کہ جب تم ہو خود تم سے بس دور تر
 نہ ہنتا ہوں ہرگز نہ روتا ہوں میں
 نہ ماتا نہ پیتا نہ سیتا ہوں میں
 زخود رام ناگ اور اتم ہوں میں
 ہوں بے جنس کیونکہ بنے کوئی دیت
 غرض قمر ہے صحبتِ غیر جنس
 بھلے چنگے جی کو جلائے کوئی
 نہ ہوں اک جگہ تا ہو تیرت مری
 یہ دیکھو تو کیسا ہے میرا کمال
 کہ پیدا نشد تختہ برکنار
 کہو مجھ کو بے مثل و یا بے مثال
 تو ایسا بھی کہنا نہ ہے اب حلال
 ہوا ہے - نہ ہے - یا نہ ہوگا شریک

کسی یہ تو تم نے لقمہ مری
 مقید نہ میں سنگِ اسود میں ہوں
 بلا ابتدا ہوں بلا انتہاء
 بلا ابتدائی بھی ہے ابتداء
 لہذا یہ سب چھوڑ کر چپ رہو
 غرض یہ کہ مرنے سے پہلے مرد
 کسی کو دیا میں نے حسن و جمال
 کسی کو دیا میں نے جلال و جلال
 کسی کو دیا میں نے ذہنِ رسا
 کسی کو بنایا رسولِ کریم
 کسی کو دیا علم و عقل و فنون
 جو چاہا اسے بس وہی دے دیا
 تو اب ذاتِ خود اپنی دیدی تھے
 دیا تھا تجھے۔ تجھ کو خود لے لیا
 حسد اس کا ہو گا ہر اک چیز کو
 غنی ذات ہے فکر و غم سے مری
 مری شان گویا تری شان ہے
 ملے گرنہ پا پوش میری تجھے
 مرا لٹھ کیا بس ترا لٹھ ہے
 تو خود ہی کو پہلے پکڑ زور سے
 توئی جس نے پکڑا انا ہو گیا
 ازل سے ابد تک ہے خالی انا
 جو دیکھو تو ہر دو طرف سے انا
 مرا کوئی عاشق نہ میرے سوا
 جدھر دیکھتا ہوں میں ہے تو ہی تو

نہ دیکھی ہے اب تک تجلی مری
 نہ بے ابتدا میں نہ بے حد میں ہوں
 نہ ہے کوئی ہرگز ہمارے سوا
 بلا انتہائی بھی ہے انتہاء
 تفکر کرو اور کچھ مت کہو
 جو کرنا ہو کچھ زندگی میں کرو
 کسی کو دیا مال و اہل و عیال
 کسی کو دیا میں نے غنچ و دلال
 کسی کو بنایا بڑا پارسا
 کسی کو بنایا بنیٰ عسیمؑ
 کسی کو دیا رنج و عشق و جنون
 جسے دل میں آیا اسے لے لیا
 دیا آتما اپنا اور جی تجھے
 اور اپنے کو لے لے تجھے دیدیا
 مگر اس کا غم خود کو ہونے نہ دو
 بڑی شان ہے ذکر و ہم سے مری
 مری جان گویا تری جان ہے
 مبارک ہو پا پوش تیری تجھے
 ترا ساتھ جو دے مرا ساتھ ہے
 پھر آخیں اے تو پیکرِ انا مجھے
 انا ہوتے ہی بس فنا ہو گیا
 نہ ہو ذات ہے عالی انا
 انا کے سوا اور سب ہے فنا
 مرے بعد کوئی نہ تیرے سوا
 نہ تجھ میں توئی ہے توئی میں ہے ہو

تمہیں ڈھونڈھتا ہوں میں کیوں جا بجا
 تمہیں میری دنیا تمہیں میری دین
 تمہیں باغ و رضواں و حور و تصور
 تمہیں ابر و باد و جبال و تلال
 تمہیں باپ میرے تمہیں میری ماں
 تمہیں ہو ہمارے ہر اک بال بال
 تمہیں سر ہو میرے تمہیں میرے پا
 بس اب ہم نہیں ہیں تمہیں ہم بنو
 ہم اب ہو کے بتلاؤ کیا ہم کریں
 کوئی تم کو کہتا ہے بھگوان ہو
 کوئی تم کو کہتا ہے اللہ و رب
 تو ہم کیا کہیں تم کو اے نازنین
 جلا جو مری آتش عشق سے
 نہ وہ خاک و اکیر اعظم ہے وہ
 ہوا میری الفت میں سب کچھ حلال
 لیکن یہ کرتے ہو کیا بات تم
 جو سمجھ ہمارے اشارات کو
 مرے اصطلاحات ہیں بے شمار
 کبھی فصل ہوں میں کبھی فصل ہوں
 بنے اب تو خود ہم انیس النساء
 جو فقط خدا کا خدا سے پھرے
 جو باقی رہے اس سے از باقیات
 اوی جا سے نکلے ہیں سب ز پرورد
 یہ فطرت مرے فعل کا نام ہے
 جو باطن میں سب چیز پیدا ہوئی

بہ باقی رہا کچھ ہمارا ذرا + تمہارا ہے سب کچھ ہمارا کچھا

کہاں ہو مری تم انیس النساء
 تمہیں آسماں ہو تمہیں ہو زمین
 تمہیں مر و نہ انجم و نار و نور
 تمہیں پارہ دل ہوئے میرے لال
 تمہیں میرے دلبر تمہیں میری جاں
 تمہیں فکر میری تمہیں ہو خیال
 سوا تیرے یحییٰ نہ دیگر رہا
 اور ہم ہو کے خود آپ ہم کو جنو
 جو ہم ہے وہ کہتا ہے کس پر مریں
 کوئی تم کو کہتا ہے یزدان ہو
 کوئی تم کو کہتا ہے اُم کوئی اب
 تو خود آنسریں و ہمہ آنسریں
 کہاں آگ پھر جو جلائے اُسے
 تو پھر کیا ہے واللہ اعلم ہے وہ
 یہاں تک کہ خود تم بنے ذوالجلال
 یہ دن کو سمجھتے ہو کیا رات تم
 تو سمجھیکا اس دن کو اور رات کو
 کہیں رام نبیے کہیں گنج و مار
 کبھی شاخ ہوں میں کبھی اصل ہوں
 کہاں ہو تم اب ہم سے یحییٰ جدا
 جدا ہو کے قعر فنا میں گرے
 وہی عین سمجھو خدا کی ہے ذات
 اوی جا سے پیدا ہوئے گاؤ خر
 ہر اک فعل میرا خوش انجام ہے
 تو ظاہر میں آکر ہویدا ہوئی

تو باطن ہی کیا ہے بُرائی کا جڑ
ہر اک فعل بد چونکہ قادر نہیں
یہ سب فعل میرا ہے کیا ناسزا
اگر عیب میں نے ہی پیدا کیا
تو بے عیب ہونا بھی اک عیب ہے
یہ سب فعل آخر مرا ہی تو ہے
نہ محبوب کا کام محبوب ہو
تو جب میں نہیں دلبرِ خوب ہوں
تو بہتر ہے مجھ کو نہ کہ عیب دار
غرض اینکہ سب سے عجائب ہوں میں
ہر اک فعل کی میرے توصیف کر
اگر تو کہیگا کسی کو بُرا
کہ میں اُس سے لونگا یہاں یہ مراد
جو ایسا بُرا اس کو پیدا کیا
کہ ہرگز کسی میں یہ طاقت نہیں
بُرا بھی بنانے کا خالق ہے وہ
غرض تجھ کو سب کچھ سزاوار ہے
بس اب خود کو کہہ سب سے اچھا نہیں
یہاں تک کہ سب چیز کو چوم کر
پرستش ہر اک چیز کی میری کر
تو تم خود بھی اک چیز ہو میری جاں
یہ سب ہے ہمارا اسے چوم لو
بس اب خود ہی اپنی پرستش کرو
مگر بیچ کرنے کو کب ہے دوٹی
تو ہر حال میں تم پرستار ہو

مل
ہر ایک
شاید

تو۔ لوہ حکم دیتا ہوں یاں سے اوکھڑا
تو ایسا بھی کرنے پہ نادر ہوں میں
جو ہوں ناسزا کیا ہے میری جزا؟
تو اس عیب میں کیا ہوں خود مبتلا؟
کہ تکمیلِ قدرت میں اک ریب ہے
یہ محبوب آخر ترا ہی تو ہے۔
تو پھر ایسا محبوب کب خوب ہو
تو پھر جاؤ اب میں نہ محبوب ہوں
وگرنہ بلوگنا نہ میں زینہار
بری از مشائخ معایب ہوں میں
ہر اک چیز کی میری تعریف کر
تو اس پر بھی میری طرف سے ہُرا
کہ تو مجھ کو کرتا ہے اس میں بھی یاد
تو اس میں بھی قدرت ہو ید کیا
بُرا بھی بنائے یہ قدرت نہیں
ہر اک ذرہ ذرہ پہ عاشق ہے وہ
کہ تو ہی مرے بعد سرکار ہے
اچھائی بُرائی کا لچھا ہوں میں
پرستش طواف اوس کا کر جھوم کر
یہ سب میں ہی میں ہوں بزرگ و گر
تمہاری ہے کیا یہ زبان و بیاں
بس اب وجد میں آکے خود جھوم لو
پرستش کی بھی اب نہ پرستش کرو
کہ ایسا بھی کرنا پرستش ہوئی
کہ بندہ ہو آزاد و سرکار ہو

ولیکن اگر جان دیتے ہو تم
 اگر جان دیتے ہو دو جان کو
 ترا کام کیا ہے مرا کام ہے
 ترا ہی تو ہوں میں ہوں اپنا نہیں
 ترا ہی ہے سب اور تو ہے ترا
 مرا کئے والا بھی ہے تو ہی تو
 نہ معلوم ہونے کا جو راز ہے
 بس اب میں نہیں ہوں تم ہی تم ہوں
 ہوس بھی تو صی ہے نہ خیر از توئی
 مگر جھوٹ کا کچھ ٹھکانا بھی ہے
 ارے یار! تم نے نہ چھیڑا مجھے
 نہ ہوتے اگر میرے معشوق تم ہو
 ولیکن تجھے چونکہ پیدا کیا
 ہمہ ہستی و نیستی آن و این
 کہو کس پہ عاشق ہو اے جانِ من
 جو کہتے ہو عاشق ہوں میں ایک پر
 تو وہ کون ہے مجھ کو بتلائے
 جو خود کو نہ دکھلائے خود سے عیاں
 تو تم خود پہ عاشق ہو مجھ پر نہیں
 تو معشوق جس پر کہ عاشق ہو تم
 تو سمجھوں گا عاشق ہو میرے ضرور
 پھر ادس یہ جو ہو آرزوئے جدید
 تو یہ آرزو بھی تو معشوق ہے
 یہاں تک تو بھولو نہ کچھ یاد ہو
 دوئی ایک دم سے نہ باقی رہے

تو ہو جاؤ خود جانِ جاناں میں گم
 نکالو بس اب جان سے ارمان کو
 ہر اک کام کا رب ہی انجام ہے
 یہ اپنا پنہا۔ بھی تو مسبرائیں
 یہ ہے کون جو بولتا ہے مرا تو
 توئی میں ہے انت اور اُنکے میں ہو
 ترا ہی ہے سب کچھ مگر ناز ہے
 کہ بس ہوتیں اور باقی ہوس
 غرض ایک ہی ہے نہیں ہے دوئی
 کہ معشوق خود پھر سبانا بھی ہے
 مرے عشق نے خود او دھیڑا مجھے
 تو رہ جاتی سب کائنات اپنی گم
 تو ارض و سماء کو ہویدا کیا
 ہوئے ختم از ہر فن ز نذر دیں
 مری آرزو اور ارمانِ من
 نہ ہر نیک و بد بلکہ اک نیک پر
 جتنا ہو ادس کو تو جبتلائے
 تو دکھلائیگا وہ خدا کو کہاں
 یہ سستے کا احسان نہا ہے کہیں
 مجھ ایسے صنم میں کرو ادس کو گم
 کہ معشوق کو اپنے پھینکا ہے دور
 کہ معشوقِ ثانی لیگا وحید
 کہ مخلوقِ بالائے مخلوق ہے
 تو پھر بَرَجِ وحدت میں آباد ہو
 نہ مئے ہو نہ کاسہ نہ ساقی رہے

یہ ایک بس اتنے میں ایسا ہوا
 نصیبت جدائی کی گرچہ سہی
 تو اب دیکھتی تھی کہ خالی ہوں میں
 مگر ایک شب میں نے دیکھا یہ خواب
 یہی لیلۃ القدر مذکور ہے
 مرے ہمد میں بچے نور ہے
 حفاظت سے گرچہ درآغوش ہے
 ولیکن بظاہر ہے سویا ہوا
 اگرچہ حقیقت میں سویا نہ تھا
 کھلی آنکھ اوس کی بصد اضطراب
 اور انگڑائی لیکر اک انداز سے
 تو پوچھا کہ کچھ جانتے بھی ہو۔ اوں
 بہت پیار پر پیار کرتی ہوں میں
 خوشی سے ہوں میں نے خود دے خبر
 لیا پیار اوس کا بہت پیار سے
 تو کہتی ہوں میں میرے راجا ہو جی
 گھر وندا ہو یا میری گڑیا ہو جی
 مرے دونوں کانوں کے بالا ہو جی
 تجھے گود لینے میں کیا بار ہو
 مرے سر ہو یا میرے بھیجا ہو جی
 ذرا کھل کھلا کر ہنسو میری جاں
 ہو زانو پہ اک پاؤں اک ہاتھ میں
 گلا میں ہو اک ہاتھ مونڈھا پہ ایک

کہ سچلی بنا خود انیس النساء
 ولیکن بہر حال خود ہی رہی
 اور اس واسطے سب سے علی ہونیں
 کہ ہے اک صبی ہمد میں بے نقاب
 جدھر دیکھتی ہوں اُدھر نور ہے
 کہ جس کی فدائی ہر اک حور ہے
 ہے آپنل کے پیچے نہ روپوش ہے
 مگر اوس کا چہرہ تھا رویا ہوا
 بہانہ تھا رونے کا رویا نہ تھا
 اٹھا چونک کر گود میں با حجاب
 یہ بولا جی ہاں۔ کیا ہوا۔ ناز سے
 تو پھر زیر لب ادسپہ بولا اوہنوں
 ہر اک ناز پر اوس کے مرقی ہونیں
 کہ چونٹی نہ آپنل کا اپنے خبر
 لگا کھیلنے وہ چنن مار سے
 کھلونا ہو یا میرے باجا ہو جی
 اجی میری سونے کی چڑیا ہو جی
 ایا میرے موتی کے مالا ہو جی
 سرا پا گلا کے مرے مار ہو
 جگر ہو مرے یا کلیجا ہو جی
 کہ دل تیری اماں کا ہوشاد ماں
 رہیں رات دن ابن وام ساتھ میں
 ہو زخار میرا بخر نیک

عکس جناب ابن وام



کہ دو جان ہوں ایک ہی جان میں
 مری جان ہیں میرے پیارے ہیں یہ
 حیات اس کی اللہ زائد کرے
 کبھی گدگدایا کبھی ہنس دیا
 کبھی روٹھ کر لیٹ جانا مرا
 تو کتنا ہے سچہ اٹھو میری ماں
 بھلا جان کو اپنی تم بھول گئے
 بس اپنے گلاسے لگا لو مجھے
 کہ جی کو ذرا سا مرے کل پڑے
 یہ پھڑتا ہوں رو رو کے لے آہ آہ
 نہ پیسا نہ کوڑی نہ گندم نہ جو
 بس اب اپنے آنچل سے دیدہ ہوا
 خوشی سے نہ جامہ میں اپنے رہوں
 اجی میری عزت اجی میری شان
 اجی عشق میرے اجی جان دتن
 اجی میرے جانی کلیجا مرے
 اجی گرہ انگشت و ناخن مرے
 اجی میرے دودست دہر مونسے جسم
 سراپا مرے تا بہ زلف دو تما
 انا تک انت انت انا
 یہ فطرت دکھا کر بھجایا مجھے
 جو فاطر کی فطرت ہو یوں بے مثال
 مجھے ذات سے اپنی پیدا کیا
 تمغا ہے انگلی پکڑ کر چلوں
 کبھی دوڑ کر پیچھے پیچھے چلوں

ہو وصل اور فصل ایک ہی آن میں
 نہ معلوم کیا ہونے ہارے ہیں یہ
 کہ ہاتھ اپنا یہ باپ کے سر دھے
 کبھی اپنے آغوش میں لے لیا
 غلط نیند کا تھا بہانا مرا
 نکلتی ہے اس روٹھ جانے سے جاں
 اور اس جان سے روٹھ کے چھو لگئے
 اور آنچل سے اپنے چھپا لو مجھے
 اگرچہ تری راہ میں بل پڑے
 ہوئی سانس ٹھنڈی جگڑا یہ یاہ
 نہ داعی پئے دولت نو یہ نو
 کہ بچ جاؤں میں مرتے مرتے دلا
 بل بے خودی سے انا الحق کہوں
 اجی میری اماں اجی میری جان
 کہاں ہو خودی میں تم اپنے مگن
 اجی سرسے اور بھیجا مرے
 اجی گیان میرے اجی گن مرے
 اجی میرے ہیکل اجی میرے ام
 سر مو درگ رگ زسرتا پایا
 بیک دیگرے شد فنا الفناء
 مدور بھول بھلیا مجھے
 تو فاطر کا کیا پوچھنا ہے کمال
 پھر اب ذات پر اپنی شیدا کیا
 کبھی نرم بازو سے آنکھیں ملوں
 اوچھل کر کبھی گود سے پا ملوں

ان
 پارہ پارہ
 ۲۵
 یکے بیکے
 جڑ
 جانے کے

چمٹ جاؤں چھاتی سے ڈد کر کبھی
یہ پاپوشِ اقدس کو سر پر رکھوں
کبھی پاء کو چوموں کبھی ہاتھ مُنہ
غلامی میں دن رات حاضر رہوں
غلاموں سے زاید کروں کام و دھم
شب و روز تعریف کرتا رہوں
کبھی چار جانب سے گھوما کروں
رہے رات دن مجھ کو اماں کا فکر
اگر مُنہ پھولائیں تو سب چھوڑ دوں
کہ خوں دیکھ دل ادن کا ہو بقرار
مرے باپ کہہ کر پکڑ لیں مجھے
کہ روٹھی مینیں تجھ سے اے میرے لال
بہانہ سے میں دیکھتی تھی تجھے
مگر ہے بھری تجھ میں اُلفت مری
تقصق ہوں تجھ پر سے ہم بار بار
اگرچہ نہ دُنیا ئے فانی رہے
ہمیشہ تری ذات یحیا رہے
ہمہ زیرِ فرمانِ یحیا رہیں
جو تختِ سیماں ہوا پر رہے
وہیں تختِ تیرا محقق رہے
یہ تعریف کیا جو ہوا پر چلے
ہوا پر تبرا تختِ حاوی پڑے
یہ سب کچھ بھر بھی چُپ چاپ ہو
نہ سُنتی ہو کیا آہِ دزاری مری
خدا کے لئے اب ادھر دیکھئے

۱۰
آسمان

لگوں کھیلنے پھر اُتر کر کبھی
اُتاروں جو سر سے تو بر پر رکھوں
ملائے رکھوں رات دن ساتھ مُنہ
نہ خدمت گزاری میں قاصر رہوں
ہر اک جا پہ لیتا رہوں ماں کا نام
ہر اک فعلِ پر دل سے مزار ہوں
کبھی پاکبھی ہاتھ چوما کروں
کردوں میں جہاں جاؤں اماں کا ذکر
نہ مانیں تو پھر اپنا سر پھوڑ دوں
کہ ہونے لگیں خود بخود پھر نثار
اور آغوش میں پھر جکڑ لیں مجھے
لے۔ اب چاٹنے دے ذمّہ کار لال
کہ تُو چاہتا ہے کہاں تک مجھے
سراپا بھری ہے محبت مری
کہ زندہ ہوں پھر ادھر ہوں نثار
تری فات بس جا دیدانی رہے
اور اوس میں ہمیشہ سیجا ہے
ہمہ تبعِ اِسیجا رہیں
تو اور نگ تیرا سما پر رہے
اگرچہ نہ بحرِ مُعلق رہے
ہوا خود تو ہے آسمان کے تلے
کہ جس سے ہوا کی ہوائی اڑے
میں کیسا ہوں ابنِ اور اُمِ آپ ہو
نہ ظاہر ہے کیا بیقراری مری
اور اس دیکھنے کا اثر دیکھئے

کہ ہو جاؤں مجنوں و سرگرداں میں
جنوں سے سمجھتا ہوں پاک اپنی ذات
یہ سُنتے ہی ماں ہو گئی بدحواس
کہاں بھاگ جاؤں زخوفِ خدا
خدا بھی نہ مجھ کو ملاحظہ خواہ
کرو واقعہ اپنا مجھ سے بیاں
تو کتنا ہے سچہ کہ میں کیا کہوں
مگر بے کئے اب تو چارہ نہیں
کرو یاد اون سب بیاں کو یہاں
مگر بھول گئے ہو دلاتا ہوں یاد
بنامِ سہ اسمِ ضمیرِ خفی
پلا سا قیالا کے جامِ سرور
نہ باقی رہے تاکہ ہوش و حواس
کہستی میں آکر حقائق کہوں
خدا پور خود اور خود رام پور
عدم تھا وہاں اک محلہ کا نام
عدم تھا کہ نہ خانہ لا مکان
کہ ہے جس طرح سے سخن در عدم
نہ ہے ایک کو دوسرے کا سراغ
نہ خیر اور شر کا وہاں نام تھا
نہ تھا عہد کوئی نہ معبود تھا
خالق اگرچہ تھی موجود سب
نہ آباد ہی تھا نہ ویران تھا
وہاں پر تھے موجود ہم کس طرح
نہیں تو سمجھ لو اسے اس طرح

محبت میں ہو جاؤں برباد میں
مگر اک مثلاً کہی میں نے بات
کہا کون تم ہو؟ بخوف و ہراس
ہراساں ہوں اُس سے بخوف و رجا
ملیگا کب انسان خدا کی پناہ
پٹکتا ہے باتوں سے ستر نہاں
کہوں یا کہ چپ چاپ چپکا رہوں
بس از حکمِ سکتہ کا بارہ نہیں ہو
کہ جو کچھ کیا میں نے اوپر بیاں
زہے بخت گر ہم قریں مراد
نظاہر جلی و باطن نفی
کہ سرست ہو جاؤں اب میں ضرور
بہت روز تک رہ چکا ہوں اوداں
سیاحت کی حالت تعلق کہوں
ز خود مریم آباد و خود عام پور
کہ تھا جس محلہ میں مسیرِ انتقام
کہ جس کا کسی جانہ نام و نشان
ہے عزت گزیر در دماغِ قلم
اگرچہ مقید ہیں اندر دماغ کو
وہاں کا نہ آغاز و انجام تھا
عدم تھا نہ کوئی نہ موجود تھا
برابر مگر بود و نابود سب
ازل ہی کے پہلے سے نساں تھا
کیا میں نے وصفِ عدم جس طرح
کہ رہتے ہوں ہم خواب میں جس طرح

لکھنؤ
ہو-رات مہا
لے اب لکھنؤ

ہر اک بات سے گو میرا تھا وہ
 مسلط تھا اُس پر بھی علم خدا
 نہ زہنار تھا میں کسی کا پسر
 نہ ہے مستقر وہ خجہ وہ مقام
 وطن تھا مرا عین ذات خدا
 کہا یہ کہ ہم ابن ہوں آپ کے
 اگر پا کو اُلٹو تو ہو جائے آپ
 ملی ایک مطلق سے مجھ کو طلاق
 کہ مادی ہے وہ اور عسدی ہونیں
 کہ ہیں چونکہ قادر ہر اک چیز پر
 مرادین اللہ کا دین ہے
 دئے ہو اُنّت سے میں پاک ہوں
 متبرا ہوں ہوں میں سیکل دروغ سے
 کسی کو کہا۔ ہو۔ وہ عاشق مرا
 جسے جو کہا بس وہی ہو گیا
 غرض اک سخن میں یہ سب ہو گیا
 اُسی پھر سخن سے ملا میں پنا
 مقام سخن علم اللہ بھٹا ہوا
 سخن کی حقیقت میں کیا ذات ہے
 سخن ہی سے کرتا ہوں وصف سخن
 سخن ہی میں داخل ہوا میر کُن
 مدح خرج ہوا جس گھڑی امیر کُن
 سخن کی بدولت یہ سب کچھ بنا
 سخن ہی نے ناقل کو سبحاں کیا
 سخن جس کو چاہے کرے تیز و تند

سک
 رادھکلا

نہ علم خدا سے مسترا تھا وہ
 نہ ہے علم سے اُس کے کچھ بھی جدا
 نہ ہرگز کسی شخص کا بھتا پدر
 ہمارے سوا سب یہ ہے وہ حرام
 چھٹی ذات اپنی جو خود کُن کہا
 بنیں باپ ہم اپنے خود باپ کے
 اُلٹ کر ہر اک باپ ہوتا ہے باپ
 طلاق اور طلاق میں کب تک فراق
 ہمیشہ سے مہدی عسدی ہوں میں
 یہ ہونا بھی مجھ سے نہیں دُور تر
 مرا نام ظہر و یسین ہے
 بخیر انا پاک اور اک ہوں
 نہ ملتا ہوں میں نوریا لوح سے
 کہ مخلوق ہم ہوں وہ خالق مرا
 نہ کچھ بے کسے جاگتا سو گیا
 مرا میں پنا مجھ سے خود کھو گیا
 ہر اک حال میں خود بخود میں بنا
 کہ جس سے خدا خود بھی آگاہ تھا
 نہ کچھ پوچھے اُس کی کیا بات ہے
 سخن ہی سے ہے یہ ہمہ ماومن
 ہوا سب سے پہلے ہویدا سخن
 ہوا گوٹے کو نین خود ہی سخن
 سخن ہی سے پھر سب کا سب فنا
 سخن ہی نے باقل کو سبحاں کیا
 سخن جس کو چاہے کرے گنگ و کند

خدا تک جب اس کی رملی ہوئی
خدا کو کیا اس نے مشہور عام
خدا خود سخن خود مخور ہے وہ
ہوا میں سخن پھر سخن میں ہوا
کہ خود اس کو پیدا کیا پھر جدا
سخن جس کو چاہے کرے مشہور
جسے چاہے مشہور کر دے تمام
غرض اے سخن تو ہی استاد ہے
زباں کو پہنایا جو موتی کا مار
عدو ہو گیا جب ہمارا سخن
غرض اینکہ نوبت بایںجا رسید
وہ غنچہ تھا بو اس کی حتی در کتام
جو غنچہ سے گل ہو کے پھولگا پھول
یہاں تک تو پھیلی کہ ہم سو گھ کر
جھرو کے سے خود کو دکھایا مجھے
وہ مفتاح گیسو پئے قفل جعد
ہوا حکم اس کا جو بر دود آہ
اُسی دم ہوا چتر گردوں محیط
لگی آگ بس تن بدن میں مرے
شرابِ مشیت پلا ساقیا
کہا دل نے اپنے کہ اے جانِ من
خلاف از مشیت ہے ممکن کہان
تو اس کو سمجھ لو کہ سچ مچ کہا
مطابق مشیت کے ہو گا صدور
دل و جان سے ان پہ لٹو بنا

تو ظاہر خدا کی خدائی ہوئی ہو
اسی کی بدولت خدا کا ہے نام
سخن ہی میں پہچان منور ہے وہ
سخن خود ہوا چہر ہوا کے سوا
معانی میں پہچاں پھر اس کے سوا
سخن جس کو چاہے کرے نامور
یہ کرتا ہے بدنام کو نیک نام
زمین کتبِ تجھ سے آباد ہے
سخن ہو گیا بولوں سے شاہوار
تو ہم سے چھڑایا ہمارا وطن
سخن ہی سے عاشق ہوا وہ وحید
جو بھولا تو بو اس کی پھیلی تمام
تو بو اس کی پھیلے گی در عرض طول
ہوئے عشق میں ہم ز خود رفتہ سر
اور اپنے پہ از حد رجھایا مجھے
کھلے گا یہ سربستہ خود حب و عد
کہ بن جائے سقفِ سما سدا راہ
ہوا عکس کا کل سماجِ بسیط
دبا کر کہا دانت اپنا ارے
ذرا منہ سے منہ کو ملا ساقیا
بنا لو خودی کا مرے پر ہن
کہ کھولے کوئی شخص اپنی زبان
مشیت سے بولا و تو چپ رہا
تو کہنا وغیرہ ہے پھر کیا ضرور
لگایا بھجوت اور جٹو بنا

دل و جان حاضر ہیں تیرے لئے
 اگر جانتے ہو کوئی تم علاج
 اٹھاؤ نہ ہر سو سے طوفانِ تم
 ابھارو نہ تم اپنی مخلوق کو
 کہ یہ عشق بھی تیری مخلوق ہے
 کہ جس نے یکایک دبوچا مجھے
 اگرچہ یہ سب ناز و انداز ہیں
 زود و کوب و شنامِ اکرام ہیں
 سمجھتا ہوں ٹو نہ شہانہ ہے یہ
 اگرچہ بنے پیٹھ دھوبی کا پاٹ
 مرے چرم کی تیری جوتی بنے
 مگر اس سے ہرگز نہ ٹلتا ہوں میں
 یہ سب نظم پر مجھ سے لویہ دعا
 نہ کوئی رہا ہے نہ کوئی رہے
 مری شان سب تم کو معلوم ہے
 براہِ کرم گر کرم کیجئے
 دیکن محبت کا بھوکھا ہوں میں
 بنا رہا ہے آپ سے التماس
 تمہیں سب بزا ب نہ میں کچھ رہوں
 بس اپنے کو لے جان دیدے مجھے
 تو بولیں کہ بے شک کرونگا کرم کو
 بھرم یہ ہے تم پر کرم کر چکے
 رہو تھوڑے دن تک جدام سے تم
 اور اُس پر سے پھر شرط بالشرط ہے
 فنا پہلے سینچے کے طبقہ میں جا

عنایت کسی کی ہے میرے لئے
 کرو اب براہِ ترحم علاج
 نہ مجھ کو کرو مفت جیہ ان تم
 کہ دکھ آکے دیں تیرے معشوق کو
 تیری عشق بازی ہی معشوق ہے
 یقیناً شکار اپنا سوچا مجھے
 نظر ہر یہ دشنام طناز ہیں
 یہی عشق بازی کے انعام ہیں
 ملاقات کا اک بہانہ ہے یہ
 سننے نینبیا تال پانی کا گھاٹ
 مرا خوں ترے پاکی مندی بنے
 نہ اپنے سخن سے بدلتا ہوں میں
 بھلا ہو تزا رے بھلا ہو بھلا
 مگر ہاں رہے تو نیکوئی رہے
 سرِ مومنہ کچھ حال مکتوم ہے
 تو داخلِ بباغِ ارم کیجئے
 اسی بھوک سے خوب سوکھا ہوں میں
 نہ کرنا کبھی مجھ کو مایوس دیاس
 بجز اس کے اب اور کیا میں کہوں
 کہوں کیا کہ بدلے میں لے لے مجھے
 بشرطیکہ میرا رکھو سب عسرم
 اور اپنے کو اک دم حرم کر چکے
 کہ با یکدگر دونوں ہو جائیں گم و
 کہ تفریط و افراط بالفرط ہے
 وہاں سے فزا جا کے اخبار لا

یہ دنیا نہیں کوڑ جاناں ہے یہ
یہ سبشش جہت ششدر شاہ میں
اب و ابن دام کے یہ ششدر بنے
تو ہیکل مرا ہے تو خود ہی کو چوم
کہ حامد بنے اور احمد بنے
شریعت حقیقت کی اک شاخ ہے
یُنُوْثُ وَ یُوْقُوْثُ وَ سُوَاعُ وَ نُسُر
اور غُزَّیْ وَ ذَوَاؤُ جِیْتِ وَ ضَم
قبور و محود و نجوم و نفر
ہمہ ہستی و نیستی ہر دو چیز
پرستش کسی کی نہ کرنی کبھی
سَلَامٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعَالَمِیْنَ
وَ جَاءَ رَفِصٌ عَلَیْہِمُ تَقْصُصُ
جو ایسے ہیں بیشک وہ ہیں با خدا
لَمْ لَیْسْ خَوْفٌ وَ لَا یَحْزَنُ
خدا کے یہاں دین حق بالیقین
و یُوْا سَوَاءٌ مِّنْ اٰیْلِ الْکِتَابِ
و یجیائے معروف لا یشرف
پھر جس میں ہو خوفی مَن وَ اَدٰی
بُرے کی بُرائی جو رہیر ہوئی
مِنَ النَّاسِ وَ ہِ لَوْکُ سَفْہَا جُو ہِی
جلے جا کے فِی النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ
بعلم خدا ہو چکا سب کا سب
جَعَلْنَا لَکُلِّ شَیْءٍ عَمْدًا وَ
ہُوَ الَّذِیْ یَنْجِیْکَ مِّنْ کُلِّ کَرْبِ

یقیناً رو سوئے جاناں ہے یہ
ثلاثی مجرد کے چہ باب ہیں
بنے صاحب آئیں تو اندر بنے
مرے عشق میں خوب گا گاکے جھوم
کہ میری طرف سے محمد بنے
کہ یہ خاک ہے اور وہ کار خ ہے
یہ لات و منات و بعیم و جبر
تماشیل و طاغوت و دش و دشمن
امیر و فقیر و تمامی بشر
وجود و عدم اور وہ اک غیر
نہ یہ بات ہرگز کہتی کبھی
کہ جس کا خدا پر رکھا از حدیقین
بنایا مگر حصہ از حصص
کرے گا خدا اون کا ہر دم بھلا
کہ قرن خدا ہیں زخیر القرون
بجز دین یحییٰ کے دیگر نہیں
عجب کیا کہ جو اپنے خدا کا عذاب
جو یحییٰ سے ہرگز نہ ہے خوف
مگر من و سلویٰ ہے جس جا ہدی
وجود اُس کی آتش کے اندر ہوئی
آلا کون سفہا ؟ وہ فقہا جو ہیں
رہا اپنے مالک سے خود ہی رد و
بس اب جاؤ پیچے بہ احکام رب
عدو کون ہوتا ہے اکثر بدو
بجالیگا میداں میں از حرب و ضرب

یہ سب
بات کے
۱۰
۱۱
۱۲
۱۳
۱۴
۱۵
۱۶
۱۷
۱۸
۱۹
۲۰
۲۱
۲۲
۲۳
۲۴
۲۵
۲۶
۲۷
۲۸
۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۷
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰

سے
گزشتہ
نہروں میں
سے
ایک
پہلے

بیاں کر دیا ہم نے سب حق بحق
 حقیقی محبت کا منت ہے دل
 بس اب جاؤ سب کی ہدایت کرو
 وعاء کر۔ کہ ان کی ہدایت کروں
 کہو سب ہماری اطاعت کریں
 وعاء ہے ہماری ہر صبح و شام
 اُسی وقت سن کر روانہ ہوا
 شراب سیاحت پلا سا قیا
 کہوں تاکہ اوس کو صراحت سے میں
 کیا میں نے جس جس جگہ کا سفر
 کہ حد چار جانب کی اُسکے ہے کیا
 وہاں کی خلاق کی ملت کا حال
 سفر میں مجھے تجربہ ہو چکا
 مگر پھر کیا تجربہ کے خلاف
 برا بھی جو ہوتا تھا کوئی اگر
 بصد خلق میں اُس پہ مرتا رہا
 قیافہ سے عالم کے واقف ہوا
 سفر فترہ فترہ میں کرتا رہا
 مرا اندر میجھی ہوا بار بار
 کہ در کہہ بہ در کہ ز تحت النرا
 بیاں میں کروں گا وہ بواقعات
 کہ دنیا میں پہنچا تو میں تھک گیا
 حلانی ہوں میں یا حرامی ہوں میں
 کہا میں نے یہ عکس ناز و ادا
 ہوا منکس در ہمہ شکل نوا
 فہذا من انباء ما قد سبق
 محبت کو نسبت نہ با آب و گل
 یہ دلیر پر اپنے عنایت کرو
 کہ ان نابکاروں پہ رحمت کروں
 کہ با ضابطہ ہم حکومت کریں
 کہ راحت ہو یکساں ہر خاص و عام
 مسافر بلا آب و دانہ ہوا
 مگر اوس کو لٹد وھودھا کے لا
 یہ ترتیب ڈالوں وضاحت سے میں
 وہاں کی ہر اک چیز پر کی نظر
 لباس اور احوال خلق خدا
 وہاں کی خوراک و معیشت کا حال
 بہت بار جاں اپنی میں کھو چکا
 کسی سے نہ کرتا رہا انحراف
 سمجھتا رہا اوس کو میں معتبر
 بہت اُس سے اخلاق کرتا رہا
 ز تاثير و آثار کاشف ہوا
 جمیع عوالم میں مرتا رہا
 سفر کا لگا تار بھاری ہے تار
 یہاں تک تو پہنچا نہ اب تک مرا
 یہاں صرف کہتا ہوں میں چند بات
 بسھوں کا مری ذات پر شک گیا
 کہ گناہ ہوں یا کہ نامی ہوں میں
 اور عکس شیت بر مر خدا
 کہا لفظ آ۔ کو بلفظ بر و

منیٰ میں ہوں خود اپنی سمٹا ہوا
 جو ہوتے کہیں پشتِ آدم میں ہم
 پئے عبدِ سجدہ نہ جایز کبیا
 کہ میں صلبِ آدم سے ہرگز نہیں
 متعلق مشیت سے پیدا ہوا
 کہ جس کُن سے کوئین مقہور ہے
 کہ خاطر سے اس نور کے نور بان
 حلانی ہوں میں مجھ پہ ہر سب حلال
 خداوند بے والد و بے ولد
 مرے لطف سے گردنِ آسمان
 یہ سب سنتِ اللہ میں فرض ہوں
 نہ مطلع ہوں میں یا نہ مقطع نہیں
 مگر پھر بھی ہے ظاہراً مجھ کو شوق
 یہ ہے جی میں کشورستانی کروں
 رہوں سند آرائے فرماں دہی
 بہر طور ہوں لائق سروری
 بصد شوکت و فرّ شاہنشہ
 شہرِ خلافت کا نیرِ ہوں میں
 بتائید اقبال و نیروئے بخت
 اگر اس طرح کا مرانی نہ ہو
 نہ ہو گر مرا رتبہ بے مہمات
 تو یہ سُن کے چڑیوں نے چوں چپ کیا
 غرض یہ کہ بگڑا ہر اک خاص و عام
 کہ ہم سب میں اعلیٰ و ادنیٰ ہے تو
 ہم اوستاد ہیں اور تو بدخدا

وطن ہے مرا اس میں چٹا ہوا
 تو ہوتا عزائیل سجدہ میں خم
 پئے ذاتِ خود سب کو عاجز کیا
 نظر ہر ہوں باطن میں جایز نہیں
 نہ اس امر کُن سے ہویدا ہوا
 زمین و فلک ہر دو منشور ہے
 کرے جرمِ مقہوریت کو مُعاف
 حرامی کے ہے واسطے قیل و قال
 ہوں بے عیب میں ابنِ غیبِ احد
 مطوق ہے باطوقِ ایں ککشاں
 مسجِ السموات و الارض ہوں
 ہر اک شے کا منبع ہوں مرجِ ہنوں
 بشر بن کے ہوں فوقِ بالائے فوق
 ہر اک ملک میں حکمرانی کروں
 رہے سر پہ میرے کلاہِ ہی
 سزاوار و شایستہ برتری
 بہر ملک میری ہو سرماں ہی
 سزاوار اور ناک وافر ہوں میں
 خدا مجھ کو بخشید گا خود تاج و تخت
 مری ہستی و زندگانی نہ ہو
 تو چاٹوں گا کیا لیکے ایسی حیات
 یہ نقوش نے باہم خطرِ غلوں کیا
 کہا اے حرامی و ابنِ حرام
 یہ کیا بات کرتا ہے تو روبرو
 ہم عالی نسب اور تو بد نژاد

لے
 زانیت
 حقائق نابکار
 دیکھا
 شہ وقت
 سجدہ
 دسارہ

یہ اوستا دایسے تھے بد روزگار
 نہ کیوں اون کی تعلیم کا ہوا اثر
 پڑھائے بُرائی کے وہ وہ سبق
 کہ باپ اور ماں کا تو مت کام کر
 اطاعت نہ ماں کی نہ کر باپ کی
 لڑائی کرو اپنے بھائی سے تم
 بزرگوں سے حالت ہے یہ خرد کی
 نہ اوستا و شاگرد پر مہربان
 سنو ان کی استاویاں موبو
 عداوت سے دیکھو تو کرتے ہیں کیا
 ز اور نگ شاہی اوتارا مجھے
 کسی نے کہا خیر چارہ نہیں
 ہنسرور۔ چنیں زندگانی کند
 تو لوگوں نے سولی پہ لٹکا دیا
 کہا حلم سے خیر پہچتاؤ گے
 وہ کس دن کہ جب عبدیت میں ہوں ہم
 کہ نفروں کو گویا نفر چاہئے
 مناسب ہے اوس دم بُرائی کروں
 غرض ہمہ گر خوب کشتی رہے
 تنگائے دل کچھ نہ حاصل ہوئی
 چھپا جا کے در دشت کوہِ عدم
 نہ از خوف تا کوئی پکڑے مجھے
 لیکن چھپا مصلحت سے وٹاں
 بخوفِ خدا سب نے کی معذرت
 کہ جب از پئے آدمی زاد گاہاں

بد اطوار و بدکار و بد اعتبار
 کہ ہوں طالب العلم سب بد گم
 کہ اعوذ باللہ رب العلق
 خلایق میں تو ان کو بد نام کر
 اطاعت مگر کیجئے آپ کی
 نہ ان سے ملو پھر صفائی سے تم
 عداوت ہے باہم زوا برد کی
 نہ شاگرد اوستا کا قدر و مال
 عداوت کے اوستا۔ خالی عدو
 بلا قہر کے یہ سدھرتے ہیں کیا
 پھر اوس پر بڑی مار مارا مجھے
 چلے آؤ ابھی ہنزفش زمیں
 جفا بیند و مہربانی کسند
 اور اوپر سے اک اور پھٹکا دیا
 اور اک دن بڑی مار تم کھاؤ گے
 تو دکھلائی گئے تن بدن دم بہ دم
 پُر از عبدیت ہی بشر چاہئے
 اور اچھی طرح پھر لڑائی کروں
 ادھر اور ادھر سے درشتی ہے
 بملکب آنا جان واصل ہوئی
 دیک کر لگا جھانکنے نیم خم پر
 پکڑ کر بزنجیر جکڑے مجھے
 نہاں ہو کے سب دیکھتا تھا عیال
 کہ بندہ ہوں مسجون درشت جہت
 ہر قبیل ہے دشمن دو جہاں

سے
 خوں پون
 سے
 نفس امارہ
 ویدیہ

تو پہلے سے مقنور ہے دوسرا
 محب کوئی اب اک بشر چاہئے
 تو میں نے کیا عبدیت میں سفر
 دم عبدیت میں یہ تاثیر تھی
 ہنکد وہیں عبدیت کا لباس
 اکیلے کھڑا ہو کے سب سے کہا
 اگر اب نہ مانو گے ماروں گا میں
 وہ گویندہ اُم یہ اُمی لقب
 سبھی جانتے ہو کہ اُمی ہوں میں
 مرا علم سارا خدا داد ہے
 سمجھتے تھے تم خود کو استاد ہو
 تو اب نے پڑھے سب کا استاد ہوں
 سر غافلان از ترقی تنہی
 کہ سر و اجب بر سر دار ہو
 مری پہلی اُمت رہے پادشاہ
 کرد وسطے اوس کے زیب و نگار
 کہ دین مبارک کا ڈلکا بجے
 یہ دیران گر جا سر افراز ہو
 کہ البتہ اللہ اکبر رہا
 زمین سے چلو ناک رگڑا کرو
 علی الزعم ہو تیج وقتہ کمود
 نہ جب تک آکاٹی کا آؤ پھرے
 پھر آؤں گا چوں احکم الحاکمین
 دیا تیکم الساعة بغتہ
 یہ کونین ہے پیل ارض و سما

کہیں پھر نہ ہو قہر زیں ماجرا
 پئے رہبری راہ سبر چاہئے
 کہ ہو نچا یکا یک بہ احمد نگ
 شجاعت فصاحت کی تشہیر تھی
 کیا بد معاشوں کا منکوس راس
 کہ پہلے جو آیا تھا میں چپ رہا
 یہ شمیر سے سر اُتاروں گا میں
 ہمیں ہیں نہ ہے اس میں ہرگز عجب
 جو کتنا تھا قلم بس وہ قلمی ہوں میں
 معلم کی ہمت سے آزاد ہے
 نہ بننے تھے بندے وہ آزاد ہو
 اب اس وقت تمنا بنی زاد ہوں
 حرامش بود تاج شائستگی
 تو پھر ایسی اُمت نہ سرکار ہو
 رہو اوس کی تم عبدیت میں تنباہ
 کہ سرکار بن کے کرے وہ سنگار
 مقدس جگہ لغتروں سے بچے
 آذان مؤذن کی آواز ہو
 کہ مصلوبیت سے بھی برتر رہا
 مسیحا ہوں بس اب نہ جھگڑا کرو
 جہیں پر ہو قشقة من اثر الجود
 رہو لوگ دُنیا میں کچھ سرچھے
 پئے عدل و انصاف کل عالین
 چو آید ہمہ مرضها و فتنہ
 کہ ہے جس پہ ہو دائے عرشِ علا

۹۷
 انشاء
 جہم بانی
 علیہ السلام
 منہی خزانہ
 علیہ السلام
 علیہ السلام
 علیہ السلام
 علیہ السلام

خدا اوس پہ راگب ہر میں پیلایا
امیروں پہ افسر ہے گویا وزیر
شہنشاہ پر کچھ نہیں پس از میں
خدا جیسے اوس پر ہے مجھ پر بھی ہے
اگرچہ یہ بندہ حوالہ میں ہے
زاشک یتیم و زن بیوگاں
یہ تقدیر پر سب کے روتا نہیں
لڑائی میں اللہ بھیجے اگر
بس اب آؤ میداں میں حاضر نہیں
بفضل خداوند ہوں تندرست
تنومند کیسا کہ ہوں ناتواں
نزاکت میں ہوں مثل برگِ شجر
کہ ہندی ہوں میں اور ہوں درعب
اگرچہ نہ ہوں ہند میں آجکل
مترس از جوانانِ شمشیر زن
اگرچہ یہ کیا د ہوں کید زن
یہ تدبیر و فرزانگی فرد ہوں
کہ خوبی بشر کی ہے مردانگی
جو میداں میں آکر ستیزہ کروں
اگرچہ دم جنگ مجاؤں میں
اگر بچ گیا تو زہے زورِ بخت
نہ وہ مرد جو کچھ زباں سے کہے
بھلا کون دیتا ہے بندہ کا ساتھ
سوا پاک پروردگار نصیر
وہ چاہے تو برا لاکے میرا مراد

تنومند
سے
پہلے
نہیں کہ
بالکل
+

کھنڈ حلوای دو نگا جو کھوئی زبان
شہنشاہِ وزیروں کا بدر منیر
یہاں ابتدا ہی سے کچھ بھی نہیں
فقیری سے بہتر نہیں کوئی شے
قمر جس طرح قید مالہ میں ہے
مرے قرۃ العین تر ہیں یہاں
کہ موتی ہیں دھاگا پرقتا ہونیں
تو در آؤں میداں میں چوں شیرِ ز
خدا کہ چکا ہے کہ ناصر ہوں میں
تنومند و زور آور و چاق و چست
مگر ہوں خدا کی قسم پہلوان
جو پڑ جائے سختی تو ہوں میں حجر
یہ ہندی سے دنیا ہی سب کی سب
مگر جب زمانہ ہو پولیشکل ہو
حذر کن ز پیرانِ بسیار فن
تو کیا د ہوں میں عظیم الفتن
دلیر و بہادر جو امر د ہوں
ہنرمند و خلقِ فرزانگی
تو صد کوہِ آہن کو ریزہ کروں
مگر نامِ دنیا میں کر جاؤں میں
کہ ہاتھ آئے ناچیز کو تلخ و تخت
کہے اور اوس پر نہ قائم رہے
ملائے تو اگر ذرا مجھ سے ہاتھ
نہیں کوئی ہرگز مرا دستگیر
کردنگا وہی ہو جو اوس کا مراد

ہمارا خدا ہی یہ ہے اعتقاد
 محرک جو ہے میرے آہنگ کا
 کہ جو لوگ عیسےؑ پہ ہوں طعنہ زن
 مناسب ہے جلدی چڑھائی کروں
 خدا کی قسم سخت جلاؤ ہوں
 نقط میں زبانی نہ طار ہوں
 عدو سوز ہیں میرے تیغ و سناں
 لب تیغ تیز شہر بار ہوں
 دکتی ہوئی آہنی سنج ہوں
 مقابل اگر آئے ہو مجھ سے گویو
 مرا نام رستم بھی سن لے کہیں
 عدو کو پکڑنا نہیں جانتا
 فریب و دغا کار مرداں نہیں
 کہ شائستہ جنگ شیراں ہوں نہیں
 کسی نے جو دھوکا سے مارا مجھے
 لڑو مجھ سے جسد کہ ہوں ہوشیار
 یہ طنز اور تشنع سے تنگ آگیا
 کہ باہم ہو کفار میں یہ سخن
 خدا و رسول خدا کی قسم
 وطن کی قسم اپنی جان کی قسم
 کہ شمشیر پکڑو گھا میں ایک روز
 کہ غازی ہوں یا کروں جان تلف
 ستو گے اسی دن کہ کرتا ہوں کیا
 دکھاؤں کا اہل تہور ہوں میں
 بہادر کو کہتے ہیں جاہل تمام

اوسے ذات واحد پہ ہے اعتماد
 دیا دل میں وسواس سب جنگ کا
 تہ خاک و خوں کر بس اس کا بدن
 نہ پیچھے پھر دوں پھر جیوں یا مروں
 نہ خود زادِ الائی زاد ہوں
 حقیقت میں دیکھو تو جبار ہوں
 جہانگیر ہے میرا گرز گراں
 غرض تیغ فولاد کی دھار ہوں
 نہیں یہ نہیں بلکہ مریخ ہوں
 اٹھا کر پلکوں اوسے مثل دیو
 تو دہشت سے پیشاب کرے وہیں
 پکڑ کر چکڑنا نہیں جانتا
 جو ایسا کرے صفت نوروں نہیں
 سزاوارِ رزم دلیراں ہوں میں
 تو ہرگز نہیں یہ گوارا مجھے
 جو دھوکا سے مارے تو ہے نابکار
 رگ و پے میں اکدم سے زنگ آگیا
 کہ بزدل تھے عیسیٰؑ نہ شمشیر زن
 مجھے اپنے ہر دو سر کی قسم
 قسم مجھے باپ ماں کی قسم
 وہ شمشیر کیسی جو عالم فروز
 کہ ہے ہر دو حالت میں مجھ کو شرف
 دغا باز مروک سے ڈرتا ہوں کیا
 کہ سچ مچ میں کیسا بہادر ہوں میں
 درندہ صفت ہے دلیروں کا نام

دلیری دکھاتا ہوں اس دم قلیل
 سمجھنا اسی دن کو یوم الحدید
 عدالت کروں گا بشدت مآب
 نہ ان دو پہ خالی۔ ہر اک چیز پر
 شیاطین و فرعون و مردود سے
 مجھے جز خداوندِ یزدانِ پاک
 غرض یہ کہ بے خوف و بے یاک ہوں
 اسے بھائی میرا ہذا۔ آؤ تو ہم
 کہ جلدی سے آکر اطاعت کریں
 کسا آکے بھائی نے بھائی سے یہ
 کہا جا کے پھر کہہ مرے نام سے
 چو دست از ہمہ حیلے درگست
 یہ سُنتے ہی کُفار گرم ہو گئے
 کھڑے ہو کے بھائی نے ایسا کہا
 بس اب بھی زباں بند کر لو شتاب
 نہیں جانتا ہے کہ میں کون ہوں
 کسی جا کا سالارِ لشکر ہوں میں
 اگرچہ نہ قامت کی قیمت مری
 جو دینی ہے۔ پھر کیوں نہ در جان کو
 قیامت اگر آئے آئی تو ہے
 ارادہ میں جب ترک تازی ہوں میں
 جو انانِ جنگ آدرال تیر ہوں
 مگر میں وہ ہوں تیغ پر آب تاب
 بہت ہی بڑا صاحبِ قہر ہوں
 کہ باطن میں خود رام و یحییٰ ہوں نہیں

دکھاؤں گا پھر جب ہو دنیا نبیل
 کہ ہو آتشِ جنگ ہر سو شدید
 تحکم کروں گا ہر شیخ و شاب
 کہ سید ہوں کرتا ہوں میں سب کو سر
 نہ ڈرتا ہوں شداو مردود سے
 ذرا بھی کسی سے نہ کچھ خوف و باک
 ہر اک بیم و دہشت سے میں پاک ہوں
 یہ کہہ جا کے دشمن سے خود درو
 نہ اسلام عیسیٰ میں حجت کریں
 کہ بھائی ادھنیں۔ اُن بھائی سے یہ
 تو کہہ دشمنِ دینِ اسلام سے
 حلال است بُردن بہ شمشیر و دست
 جو مومن تھے پہلے سے نرم ہو گئے
 کہ سب گا لیاں سُن کے میں چپ رہا
 و گرنہ غضب سے ہوا دل کباب
 علی ہوں بظاہر مگر عون ہوں
 بہت ہی بڑا اک دلاور ہوں میں
 فقط جوشِ اسلام و بہت مری
 نہ دس گا کبھی اپنے ایمان کو
 چلی جائے گر جان جانی تو ہے
 تو پھر کیوں نہ سمجھوں کہ غازی ہوں نہیں
 کمانِ مہر ہر اک پیر ہوں
 کہ لغزش میں ہو دیکھک آفتاب
 زسرتا بپا زہر ہی زہر ہوں
 سرِ نام از عینِ عیسیٰ ہوں میں

سہ
 ترقی یافتہ
 علم و ادب
 عیسیٰ
 عیسیٰ
 زہر و زاری
 عیسیٰ
 عیسیٰ و زاری
 عیسیٰ

خدا کی قسم سخت دلدار ہوں
 شجاعت میں لاثانی و فرد ہوں
 دلاور وہ ہے جو دلیری کرے
 اگر آزمانا ہو میدان میں آؤ
 پیاسا ہوں میں خونِ کُفار کا
 جو کُفار ہونگے وہ خونخوار ہیں
 پئے اہل اسلام ہوں بُرد بار
 غمِ اہل اسلام سے ہوں اُداس
 لڑائی ہوتی ہے گھنا گھور کی
 تو آیا وہیں رام پچھمن کے پاس
 اگرچہ وہ پہلے سے تھا بے ہراس
 اولٹ پنکھ ہو کر سبھی اوڑ گئے
 لیا چھین سب مال و آل و عیال
 بایں طور صدائے لڑائی ہوئی
 جو قیدی ہوئے درمیانِ جلال
 کسی نے خوشامد سے بیٹی کو دی
 بنے سارے سُسرے کوئی خوف سے
 کہ دختر کشی سے ہے بہتر یہی
 وہ اکثر اسی دھن میں شہر تھے
 مگر پھر بھی دیتے تھے اکثر دغا
 کسی اک لڑائی میں ایسا ہوا
 کھٹ دستِ گردوں تھا مشکلِ فروز
 ہوا اوس کو محسوس اس طور پر
 یہاں تک کہ پہنچا اُسی کے قریب
 مقرب ہوا قابِ قوسین تک

محترم حسام شہر بار ہوں
 جو انفراد ہوں میں جو انفراد ہوں
 وہ ہے شیرِ عزاں جو شیرِ کرے
 مجھے جو ہر جنگ اپنا دکھاؤ
 نہ کُفار کا بلکہ خونخوار کا
 ازل سے ابد تک وہ کُفار ہیں
 پئے قومِ دیگر ہوں شمشیر دار
 شکستہ دل و پرالم بے حواس
 لڑائی بھی کیسی عجب طور کی
 کہ ماروں موسیٰ ہوا بے ہراس
 مگر اور اب ہو گیا خوش حواس
 ادھر آتے آتے اُدھر مڑ گئے
 کہ ایسا نہ تھا کافروں کا خیال
 کہ ہر جا علی کی بڑائی ہوئی
 پکڑ لائے ادن کو بغیرِ حلال
 لڑائی میں جا کر نہ بیٹھی کو دی
 دغا دینگے آخر میں اک جوف سے
 کہ آئے یہ دم میں کوئی دم سہی
 مگر روبرو حکمِ بردار تھے
 اٹھاتے تھے سب کو پئے از دغا
 کہ تھا جبل پر بندہ یا خدا
 جسے لوگ کہتے ہیں خورشیدِ روز
 کہ قندیلِ عیسیٰ ہے زیرِ وزر
 ہوا اوس کو معلوم غایتِ عجیب
 سنی کان سے پھر کسی کی بھنگ

۱۰
 "انجیر"
 "تلف کلاہ"
 "بیلہ دافہ"
 "رستہ"

اولٹ کر جو دیکھا بسوٹے عقب
اور اک ساتھ کم عمر دختر بھی ہے
ولیکن زُافِقِ العلا تا علی
کہ جس سے وہ افقِ العلا کی جھلک
کہ برکت سے اوس کے ہوئی کچھ حسین
ہوا بندہ با خدا منکر مند
جو پوچھا کسی نے کہ کیا نام ہے
کھڑے تھے جو سب لوگ درحاشیہ
پھر اس نام سے اور یہ شک گیا
اوب اس کا لازم ہے کرنا ضرور
کہ اب یہ کسی کے نہ لائق رہی
مگر وہ علی سے کشیدہ ہوئی
کہ تھی وہ بہت ہی پڑھائی ہوئی
کہ گر کوئی لڑکی پچھے دام میں
کسے روکے از بندہ با خدا
تیر دل سے اسلام لائی ہوں میں
کہ جب زوجیت میں لے آئے اُسے
اوسے کے مطابق وہ زوجہ بنی
چلایاں سے اب دورہ سلطنت
سنو قصہ بندہ با خدا
دے عاشقہ ایک عیاشہ تھی
مگر اپنے افعال سے ناکرہ
وامرات نوج و امرات لوط
ولا تسموا فیہا۔ من لا غیب
مگر بندہ با خدا یعنی ہم

سہ
یہ سنا دہ
سہ
وہ مانی
جو عیاشہ
ہوئی ہے

تو دیکھا کھڑے ہیں علی با اوب
کہ جو دیکھلے اوس کو ہو جائے تھے
مسلل نظر پھر کے اوس پر چلی
چمک کر زلزل گئی بہت دور تک
ولیکن جیشہ تھی یہ در کبیں
غنیمت کی دختر کروں کس میں بند
تو ہنسکر کہا نام اسلام ہے
اونوں نے کہا نام ہے عا شیعہ
کہ عیسیٰ سے یہ نام لڑتاک گیا
کہ تھا اس پہ قندیل عیسیٰ کا لوز
جو لے لیں علی پھر تو نایاق رہی
بصد غیظ ابرو خمیدہ ہوئی
دم جنک جدم چڑھائی ہوئی
چلی جائے وہ دین اسلام میں
کہ مجھ کو نہ خود سے رکھو اب جدا
مگر آپ ہی پر مٹائی ہوں میں
تو دھوکا نہ دینے سے وہ چپ رہے
نہ سمجھا کسی نے کہ ہے یہ دنی
علی خاک میں کفر کی تمکنت
کہ وہ بندہ عاشقہ ہو گیا
وہ در پردہ اک سخت فحاشہ تھی
دو بارہ بنائی گئی با کرہ
انہیں دو کے مانند تھی وہ بطوط
علی سے کبھی ہوگی یہ باغیہ
ہوئے اوس پہ عاشق بجان و بیم

نہ چوں بُت پرست عاشقے برصنم
 کہ سفلی کو سفلوں سے نسبت ہے
 کہ ہے عبدیت شاں از سفلی
 رہا مُتوں عشق میں مستلا
 کہا میں نے اوس کو کہ لے جانِ بن
 تمہیں سخل و طوبی جنان و خیل
 ہے گرنی دپیش بصد اضطراب
 لھاوٹ ہوں تیری ہر بات پر
 مجھے رو برو اپنے آنے دو
 بیک دیگرے دست ملنے تو دو
 تو اتنا کہا اوس نے مجھ سے مگر
 پھر آپس میں اتنا ہوا رخِ بچ
 دغا دے کے اک دن بلایا مجھے
 چٹا چٹ مرے گال کو چوم کر
 اُسے گرمجوشی میں چل ہو گیا
 اگر پیشتر ہی سے تھا گال گل
 بلانیک و بد بات سوچے ہوئے
 عجب کشمکش اور شکجہ میں تھا
 ہر اک حال میں ہم توجپ چاپ تھے
 کہا میں نے چھوڑو مجھے واہ واہ
 تو کہتی تھی مجھ کو کہ کچھ ڈر نہیں
 چمٹ کر کہا مجھ کو جلدی چلو
 تو میں نے کہا خیر چلتا ہوں میں
 مگر پہلے میرا بدن چھوڑ دو
 کہا اوس نے میری قسم کھائیے

بلے مثل عشق وجودِ منم
 اور علوی کو علوی سے راحت ہے
 کہ سفد کو سفد سے ہے دل لگی
 جو نزدیک جائیں تو ہو وہ خفا
 مری جانِ وقن اور ارمانِ من
 ٹرا یک دینے میں اتنا بخیل
 پلا دو مجھے اسپغولی لعاب
 بس اب میرے حق میں بخت نہ کر
 ذرا بابعلی میں جانے تو دو
 ذرا سانپ کو من او گلنے تو دو
 کروں گی گرم تیرے احوال پر
 کہ بس دل میں آیا نہ ہوں بادہِ بچ
 ہنساتے ہنساتے رولایا مجھے
 لگی بات کرنے بہت جھوم کر
 مرا گال سُرخ سے گل ہو گیا
 تو مرجھا گیا اب مرا لال گل
 رہی مجھ کو گھنٹوں دبوچے ہوئے
 مگر اس مصیبت کے پنجہ میں بھتا
 مگر اینکہ بنخود تھے بے آپ تھے
 پسینہ پسینہ ہوں حالتِ تباہ
 یہاں ضیق کا نام تل بھر نہیں
 مرے پاؤں سے اپنی آنکھیں ملو
 جو ہے رازِ دل سب او گلتا ہوں میں
 اگر بھاگ جائیں تو سر چھوڑ دو
 نہیں تو شکجہ میں دم کھائیے

تو میں نے کہا ٹھیک کہتا ہوں ہیں
جو دیگر خواصوں کو معلوم ہو
کہا مجھ سے مجھ پر اگر ہو خدا
کہا میں نے سب پر ہے میری نظر
تو اُس نے کہا تم کو کیا ہو گیا
سنو تو تمہیں کیا ہے تم مرد ہو
سُنیگی اگر وہ تو سُنتی رہیں
نہ رکھو کبھی دل میں ایسا خیال
مگر اس کو کرتی ہوں بالائے طاق
کہ بارہ برس یا ہے تیرہ کا سن
شراب و کباب و بہار و نگار
غنیمتِ شمرِ صحبتِ دوستان
یہ اولسٹا زمانہ ذرا دیکھئے
یہ داؤد و یوسف کا قصہ ہوا
مگر خیر اب تو جو کچھ ہو سو ہو
اگرچہ ہوئی تھی زیادہ ہو س
بہت قیل و قال اور اصرار سے
لیا ہاتھ میں ادس نے فوراً گلاس
کہا ہاتھ سے خود پلاؤنگی میں
پلاؤنگی ہرگز نہ چھوڑونگی میں
تو اب کس کو سمجھائیں کس کو کہیں
پلایا مجھے اور خود بھی پیالہ
کیا ادس نے مجھ کو بہت دھڑپھاڑ
ضرورت نہ اس میں وضاحت کی ہے
کہا مجھ کو سراسر طرح سے رکھو

نہ جاتا ہوں واللہ رہتا ہوں میں
تو آپس میں ہلچل بڑی دھوم ہو
تو سب کو بجز میرے رکھو حبدا
کہ جیسی ادھر بس ہے ویسی ادھر
جو پہلے تھا دل وہ جدا ہو گیا
یہ گرمی جوانی کی کیوں سرد ہو
وہ اپنے یہاں سر کو دھنتی رہیں
اگرچہ مجھے بھی ہے اس کا خیال
نکالوں گی میں دل سے اپنے مذاق
جوانی کی رایتیں مُرادوں کے دن
جوانی دستِ دبّوس و کُتار
کہ گلِ پنج روز است در بوستان
کہ حالِ صنم ہے مراد بیکھئے
کہ ادن میں سے میرا بھی حصّہ ہوا
نہ گھٹنے سے مُنہ اب چھپائے رہو
جیانے جہم کہ کہا ادس کو بس
جو چھوڑا تو بولی خبردار سے
رکھا غسل بھر کر مرے مُنہ کے پاس
پھر اب مُنہ کو مُنہ سے ملاؤنگی میں
نہ اصرار سے مُنہ کو موڑونگی میں
مناسب تو یہ ہے کہ چپ ہی رہیں
خدا جانے پھر ادس نے کیا کیا کیا
کھٹکے خانہ راز کے دو کیواڑ
نہ حاجت یہاں کچھ صراحت کی ہے
ارے تو بہ مَر اس طرح سے رکھو

بہ اطرافِ محروف موتی کا ہمار
 مری بشریت مجھ پہ غالب پڑی
 نہ معلوم کیوں تھا مجھے ڈر پہ ڈر
 مگر خوف سے خاک آتی ہے نیند
 یہ سب تھا اشارہ کہ دشمن ہے یہ
 کسی دن یہ مار لگی ہم کو ضرور
 مثل بھی ہے مشہور درہم مکان
 یہ ہوگی مری جاں کی دشمن کبھی
 جو دیکھا کہ یہ بھی ہے سوئی ہوئی
 اٹھا چپکے میں آنکھ ملتا ہوا
 تو اس کی بھی آنکھیں کھلیں ناگماں
 کہ تشریف لے جائیگا کہاں
 کہا مُسکرا کر کہ اَلَا ہ رے
 بڑے اپنے وعدہ کے سچے ہیں آپ
 کہا میں نے ہنس کر بھلا کیا ہوا
 لیا مُسکرا کر ہمارا بلائے
 کہا میں نے اُن سے کہ جانید اب
 یہ کہہ کر کہا خیر مختار ہو
 چلے آئیے گھر ہے یہ آپ کا
 ولیکن صد افسوس یہ کیا ہوا
 بیابان و صحرا میں مثلِ عیار
 کہ ایسی کینزک پہ عاشق ہوا
 بنا صید خود عشق کے دام میں
 پڑی اب عبادت میں میری خل
 یہ کہتی ہے مجھ سے یہی بار بار

ہو چاندی کے کونڈے میں جیسے انار
 مگر عبدیت کے مناسب پڑی
 کہ میں سورہا اپنا دم سادھ کر
 ترود میں سب بھاگ جاتی ہے نیند
 کہ در پردہ زہریلی ناگن ہے یہ
 اور اس دم دکھاتی ہے اپنا سرور
 کہ جب جان ہے تو ہے سارا جہاں
 ولیکن دکھاتی ہے الفت ابھی
 اور ہے نیند میں خود کو کھوئی ہوئی
 بچھونے سے اتر اُسبھلتا ہوا
 پکڑ کر کہا مجھ کو اے سرِ بان
 براہِ کرم کیجئے یہ بیاں
 بلا میری مرضی چلے واہ رے
 محبت میں افسوس کچے ہیں آپ
 اگر میں گیا تو بُرا کیا ہوا
 لیا اور بھی کچھ بلا کے سوائے
 تو پوچھا کہ بولو پھر آؤ گے کب
 ہر اک بات سے خود خیر دار ہو
 کسی کے سُسر کا میرے باپ کا
 ہوا میں گرفتارِ رنج و بلا
 گیا با خواص اپنے بہرِ شکار
 کہ جیسے عذارا پہ دامق ہوا
 خلل پڑ گیا میرے آرام میں
 لگی کھینچنے یہ سب ساز و کُل
 کرو مجھ پہ سب بال بچے نثار

تو سمجھوں گی سچ سچ میں عاشق ہو تم
 بہر کیف آگے جو ہو اب سو ہو
 محمدؐ اپ تو دل کو ہوا اضطراب
 پکارا کہ لا لا کیواری کو کھول
 لازم مرا کون ہے بول کر
 کہا میں نے اُس سے بصوتِ خیر
 کہا اوس نے میں جاگتا ہوں بیاں
 کہا میں نے چپ چاپ رہ کچھ نہ بول
 ذرا۔ آپ سرگرم تیار کر
 اوسی دم ہنسا دھوکے فارغ ہوا
 بس اب سب خواصوں سے دل بچ گیا
 کہ اب کام مجھ سے نہ ہونے لگا
 بنایا ولی محمدؐ داماد کو
 چلا کام دھندا اوسی پر تمام
 کہ اتنے میں یہ عاشق نے کیا
 زنا پاک زادہ بباہر رسید
 پرستار زادہ نیاید بہ کار
 وصیت جو کرنے لگا میں کہیں
 عجب کیا یہ سب تم کو بھران ہو
 یہ بیوی نہ تھی بلکہ دشمن تھی یہ
 دوا لانے بھائی کو بھیجا کہیں
 کسی بات کی کچھ نہ مہلت ملی
 کسی کو نہ معلوم کب مر گیا
 کہ انداز پر سب نے روزِ مات
 اس عالم کی بھی اب سیاحت ہوئی

منہ
 دھن ۱۱
 علیہ السلام
 رحمہ اللہ
 سلسلہ
 شافعی
 علیہ السلام
 پرستار
 مئی ۱۹۵۷ء

وگر نہ یہ سمجھو گئی فاسق ہو تم
 اب اس وقت چپ چاپ چپکے رہو
 پریشان گھراپنے آیا شتاب
 اگر جاگتا ہے تو جلدی سے بول
 لگا دیکھنے مجھ کو منہ کھول کر
 کہ بندہ ہوں میں اور کوئی نہیں
 کہاں تھے پریشان ہیں سب یہاں
 نہ گستاخ ہو کر زبان اپنی کھول
 جو سوئے ہیں اون کو نہ بیدار کر
 بدست روز پر اوس سے بالغ ہوا
 اوسی کی محبت سے دل گھر گیا
 سدا کھیت میں تخم بونے لگا
 کہا۔ مانو سب اُس کے ارشاد کو
 ہوا اوس کے آگے صلوٰۃ و سلام
 کہیں سنکھیا آب میں دیدیا
 کہ زنگی بہ شستن نگرود سپید
 اگرچہ بود زادہ شہر یار
 تو مکار و مردو ہوئے نہیں
 مرض کے سبب سے پریشان ہو
 یہ کتیا پہ پشکار۔ برفن تھی یہ
 جو بھائی گیا پھر تو بھائی نہیں
 مری جاں کو جانے کی فرصت ملی
 یہاں سے کہاں میں سفر کر گیا
 رکھا متفق ہو کے بارہ وفات
 اور اس تجربہ سے ندامت ہوئی

۴۔ کتیا وہ بھائی ہے بھگوان کبر۔ تو شش تیر میں علی کے ہے بھگوان

دلیکن ہوا تخر بہ پوختہ
مگر اوس کو دودن سے معلوم تھا
بلا یا ہے صاحب نے دودن کے بعد
اور اپنے پدر سے یہ آکر کہا
کہ فرمائیے جا کے سب لوگ سے
وہ کہتے ہیں میری کرواقتدار
یہی عاصیہ آئے بولی مجھے
غرض ہو گئے سب کے سب مقتدی
ذرا دیکھئے اوس کی قدرت کا کھیل
یکے بچے گڑگڑے پرورید
اور اتنے میں واپس جو آئے علی
کسی نے نہ اچھی طرح کی خبر
تو دیکھا کہ بھائی سفر کر گئے
کہ لاشہ اٹھانے کے قابل نہیں
اوسی جامرٹی اوس نے تدفین کی
مدینہ میں رہ کر مٹدن نہیں
تو نفرین اب اوس کی منت ہے کون
یہ سب دیکھ کر وہ تو چپ ہو رہا
کہا اوس نے چپ چاپ بیٹھے رہو
الا ان ربی رحیم دودو
یہ سب ہے نتیجہ کسی بات کا
مری آل و اولاد قائم رہے
بجھائیئے جتنا وہ بھڑکیگی اور
کہ یہ نور ہو گا متم تمام
نقد ہنگ عتہ سلطانہ

کسی وقت ہو گئے ہم افروختہ
قرابت سے میرے یہ جا کر کہا
لیکن ہر اک فرد سے حسب وعد
کہ وہ مر گئے اب یہ ہے مدعا
نہ ہو مضمحل اون کے کچھ روگ سے
کہ یہ اقتدار عین ہے اہتدار
کہ صاحب نے بخشی امامت تجھے
سہول نے بعجز ادب نذر دی
چھچھندر کے سر میں جمیلی کاتیں
چو پروردہ شد خواجہ را بر درید
تو دیکھا کہ جگھٹ سے ہے پُر گلی
تو گھبرا کے پوچھے وہ دہلیز پر
نہ معلوم کے دن ہوئے مر گئے
بس اب غسل سے کچھ بھی حاصل نہیں
وہاں سے نکل سب پر نفرین کی
تمدن ہو کیونکر جہاں دھن نہیں
یہاں تو ہے بگڑا ہوا سب کا لون
وہیں میری لڑکی سے سب کچھ کہا
کہ صبر اون سب کچھ مت کہو
یہ دیکھو کہ ہے غیب سے کیا ورود
کہ آئیگا اک وقت آفات کا
سلامت رہے اور وائیم رہے
دکھائے گی اکدن تمام اپنا طور
بنائیگا دنیا کو اک دم غلام
چلا دارو دورہ بہ عثمانیہ

سہ
پہنچے

سہ
سلاٹ
کی

ملی جب امارت امانت آپ
 چو خواہد کہ ویراں کند عالے
 غرض وہ امانت ٹھمتی ہوئی
 ہوئی عود زن اصلیت کی طرف
 مگد حاسدوں کو نہ آیا پسند
 علی چند روزہ رہے جانشین
 تو میں جاتے جاتے پھراوٹ کر
 علی گڈھ نہ خود اس سے واقف ہوا
 نہ یہ بھی وطن سب کو آیا پسند
 تو با صد حجاب و بصد نقاب
 کیا آسیہ نے پھراوس کو خراب
 نکلکے وہاں سے بھٹکتا پھرا
 ہراپور وہ تھا تو یہ لال پور
 تو کفار سے تھا جو کافر تریں
 کہ ویران کردوں جو سرخاب گڈھ
 دیا حکم سب کو کہ ویراں کرو
 غرض آ کے دشمن محاصر ہوئے
 تو سرخاب گڈھ نے کہا سبکیہ
 کہا حکم ہے آ کے ویراں کروں
 کہا اوس نے فقتل ہم مجھے ڈونہیں
 نہیں جانتا؟ میں ہوں کس کا پسر
 ولیر و جو امزد و صفدر ہوں میں
 دم جنگ ہرگز نہ پیچھے پھروں
 جو پیچھے پھروں تو نہ سبط رسول
 بہادر کا بیٹا بہادر ہوں میں

کیا خاندان نبوت خراب
 ہند ملک در پچھڑے ظالے
 خراماں خراماں سنبھلتی ہوئی
 کہ چندہ رہوں میں بعز و شرف
 ارادہ کیا تاکہ پہنچے گزند
 بہ اورنگِ عالی ہوئے شاہ دیں
 علی گڈھ کی جانب کیا اک سفر
 کہ کون اس میں آیا جو کاشف ہوا
 خدا جانے پہونچیکا کیا کیا گزند
 وہاں سے علی پور پہونچا شتاب
 بنایا ہرا اوس کو بے رنگ و آب
 اچانک بہ سرخاب گڈھ جاگرا
 بنیگا یہ مہندی کسی جا ضرور
 ارادہ کیا اوس نے دلیں جنیں
 تو ہو جائے گھر اپنا عتاب گڈھ
 نہ ویران کرنے میں ہرگز ڈرو
 بلا جرم و تقصیر جابر ہوئے
 ملا ہے تمہیں حکم کیا رب سے یہ
 جدا سر کروں گرچہ اس میں مروں
 مرا سر نہیں تو نراسر نہیں
 ہوں میں ابن شیر خدا شیر نہ
 بنی ہاشم و ابن حیدر ہوں میں
 گروں بھی تو دشمن کے رخ پر گروں
 نہ ابن علی و نہ آلِ بتول
 بنی زادہ پڑ تہور ہوں میں

مرا سپ تازی ہے شیر نریاں
 شتمَن ہوں پیل انگن و پیلتن
 اسد بھی جو دکھلائے تندائی و زور
 قوی بازو سخت چنگال ہوں
 امامت کر دنگا بنوں کا امام
 کسی دن تو دیکھیکا مسراج تیغ
 دکھاؤں کا اک روز قہر و جلال
 ارے میں تری ایسی تیری کڑوں
 کلیجہ میں برچھی ترے بھونکدوں
 جو کہتا ہوں میں اُس کو کرتا ہوں نہیں
 تو اس کو بھی آخر کروں گا کبھی
 مگر پھر بھی دکھاؤں گا کچھ ضرور
 دکھاؤں گا میں نقشہ کر بلا
 ذرا بھی مجھے اس کی پروا نہیں
 اگر ہو تو ہو خیر مرنا تو ہے
 تو پھر خوف کس بات کا ہے بھلا
 کسی بات کی مجھ کو پروا ہے کب
 تگا در سوئے جنگ بایل ہوں نہیں
 نہ ہتھیار سے بلکہ چھیڑوں تجھے
 اگر ایک گھونسا لگاؤں تجھے
 رکھوں تیری چھاتی پہ گھٹنا کو میں
 اٹھا کر پٹکدوں بروئے زمیں
 مسکدیں زینٹی کو چٹکی سے ہم
 زیادہ جو بولو کروں دھر پچھاڑ
 کروں میں تری آنت کی دھجیاں

مرا تازیانہ ہے مارِ دماں
 سوارِ جب انگیر و لشکر شکن
 کلائی پکڑاؤں کی دوں میں مڑور
 بتا یلہ یزداں خوش اقبال ہوں
 رہوں گا نہ میں بن کے ہرگز غلام
 شناسن فلک پر گئی بید ریلنج
 نہ سمجھوں گا پھر کچھ حرام و حلال
 تجھے مار ڈالوں کہ خود میں مروں
 کہ میں اپنی چھاتی میں خود بھونکوں
 نہ اوس سے کبھی در گذرتا ہوں میں
 مناسب ہے یہ چپ رہوں میں ابھی
 شہادت کے بادہ سے ہوں پُر سرور
 کہ ہلجائے زنجیرِ عرشِ علا
 کہ تن ہو کہیں اور سر ہو کہیں
 یہ دُنیا سے اکدن گذرنا تو ہے
 رہے یا کہ کٹ جائے میرا گلا
 کہ اکدم طر فدار میرا ہے رب
 ہنرِ نیرِ دماں کے مقابل ہوں نہیں
 بہ نیرِ دئے پنجہ اودھیڑوں تجھے
 یقین ہے کہ پہلو کے اندر گھٹے
 کہ مرجائیں سب جھٹنے مردود ہیں
 کہ بھیجا نکلا جائے سر کا وہیں
 کہ ہو جاؤ راہی سوئے عدم
 کروں بے کھٹک تجھ کو میں چیر پھاڑ
 بناؤں ہر اک تانت کی دھجیاں

جواب اپنے دشمن کا ہر گزندوں
 نہ قبضہ کو پکڑوں نہ پکڑوں میں آنگ
 اُسے ڈانٹ دوں دانت کو پیکر
 اگرچہ کہیں کا ہو مزدور وہ
 مرے ایک تھپڑ میں پھر جائے منہ
 کہ ہو جائیں کنپٹیاں چھوڑ
 گرے سر کے بل وہ بروئے زمین
 غرض اب یہاں سے لڑائی چلی
 مخالف ہوئے پہلے دیران سب
 نہ جب تشکی میں ہو اول کو چین
 کہ ہے معنی شیت بخش حسین
 دہاں سے نکلتے چلا میں کہیں
 رہا خفیہ میں ہر اک جا مسیح
 لو با نبی کی جانب یہ حبیہ چلا
 کر شتا خرتس سے خورشید ہے
 خرتس سے آخر خراسان ہے
 کہ کہتے ہیں پھر شرق کو ایشیا
 کہ معنی ہے شرق اور آرام وہ
 اسی رام سے لفظ رحمان ہے
 سکھی رکھنے والا اور بخشندہ
 حاجی - مہامت - مہا آتمہ
 یہ سب ایک ہی نام ثابت ہوا
 جب آئیں مجھے ہچکیاں دمدم
 خراسان میں عکس اپنا رکھا
 مٹی معرفت سا قیادے پلا

سلسلہ
 ایشیاد
 پانچواں
 حصہ
 مشرق میں

پکڑا جیہ اوس کی وہیں کھینچ لوں
 اٹھا کر پکڑوں میں دشمن کی ٹانگ
 مسکدوں وہیں ہونٹ کو ٹیسکر
 او گلہ سے چھٹی رات کا درد وہ
 نہ کرنا کبھی سامنے میرے اوتھ
 یہ ہیں ہونے والی کسی دن ضرور
 لگے کہنے بس جی نہیں اب نہیں
 مخالف بھی بونے علی یا علی
 جو باقی رہے وہ ہوئے ہاں بلب
 ہوا بخت سرخاب بخت حسین
 عجب کیا کہ اب غین سے ہو یعین
 رہا نسل در نسل گوشہ نشین
 نہ مانو غلط اس کو جانو صحیح
 بہت روز پر ہند سے پا نکلا
 یہ سب ایک ہی لفظ توحید ہے
 کہ شرق اس کے معنی اور آسان ہے
 جو ہے ایشور اس سے یا عیسیا
 ارم بخش معنی ہے پھر رام وہ
 سمجھتا ہے یہ جس کو ایان ہے
 پر م ایشور کا درخشندہ
 حمان ہے معنی ہوا خاتمہ
 جو اس کو سمجھ لے وہ صامت ہوا
 تو سمجھا کہ ہے ذکر اہل عدم
 سفر میں گیا خفیہ جا سجا
 عروس حقیقت سے مجھ کو ملا

خدا جانے کس وقت آیا یہاں
 ابھی ایک دن بھی نہ گذرا یہاں
 مجھے یاد آتا ہے ایسا شتاب
 کہ یحییٰ سے جو عہد و پیمان ہوا
 جو میں مہم میں آگیا ناگہاں
 اب و ابن دام کا پتہ لگ چکا
 تو سمجھا کہ تم ہو انیس النساء
 جو کچھ واقعہ تھا کہا میں نے سب
 انیس النساء منکے بولی کہ ہاں
 نہ کوئی ہے مکار تمسا کہیں
 بڑے عشق بازی میں مشاق ہو
 کہا تم نے خود کو کہ ہوں ابن ہم
 کہ از مہم در مہم تا مہم اُم
 تو پھر صورت ابن میں یہ کیا
 نہ تدبیریں کی ہے پہلو ستی
 کہ جس کو کہا تھا ستارا مرا
 ہوا مجھ کو معلوم عاشق ہو تم
 بس اب ہٹ کے بیٹھو نہ بولوئی میں
 نہ دیکھو نہ چھو نہ بولو ذرا
 کہ ہوتی ہوں بوجھل نزاکت سے
 اگر یاد آتا ہے خود کو مرا
 نزاکت سے ہے حال پتلا مرا
 اگر نام رکھو تو ہوتا ہے بار
 ندارد کے عالم میں گر ہو قیام
 بنا برہوں میں سب سے پاک و لطیف

کہ مہم مبارک میں ہوں میں نہاں
 مگر سالہا سال گذرے وہاں
 انیس النساء کوئی تھی پُر شباب
 اوسے کے مطابق نمایاں ہوا
 تو پایا اب و ابن دام کا سماں
 چلا جو چلا جو رُکا سو رُکا
 یقیناً تمہیں ہو وہ ذہن رسا
 کہو مجھ سے سب واقعہ اپنا اب
 بیاں کرتی ہوں میں سنو اب بیاں
 کسی میں نہ ہے قدرتِ مکر دیں
 غرض اینکہ گیتا دُ آفتاق ہو
 بنا کر مست شکل ابن اُم
 پو پختے ہی بس اُم میں ہو جائیں گے
 کہ آغوش میں میرے خود کو دیا
 یہی مکر ہے تو ہے یہ یحییٰ وہی
 لکھا خط اوسے تو ہے پیارا مرا
 تو پھر مجھ کو کہتے ہو کاہیکو اُم
 نہ گھونگٹ سے منہ اپنا کھولو نگہ میں
 نہ سوچو نہ مجھ کو ٹٹولو ذرا
 بھری ہوں سراپا لطافت سے ہیں
 تو سمجھو کہ بوجھ اس کا مجھ پر گرا
 نہ ہے جسم و جاں نام تپلا مرا
 ہوں سب سے لطیف از لطافتِ شکار
 تو اوس کا بھی ہے بوجھ مجھ پر مدام
 لطافت کا مفہوم تک ہے شریف

اٹھاؤں جو پردہ تو سب ہوں فنا
اجی میں ہوں ایسی اچھوتی صنم
نہ دیہی نہ درگاہ نہ کالی ہوں میں
اجی میں تو ایسی چھیلی ہوں میں
مگر بھولی بھالی ہوں چنچل نہیں
نہ ہے کوئی ساتھی نہ ماں باپ ہیں
محبت کی میری کشش دیکھ لو
جو غفلت میں آؤ تو غفلت ہوئیں
اب دامن دامن ہو کے آؤ یہاں
اگر آہِ خود بین کے آؤ یہاں
فناء الفنا آہِ در آہِ شد
غرض ہر دو ایں آہِ بل آہِ شد
یہی آہِ آلاہِ بھیجی بنے
یہ دو ٹالاکر دو ٹائی نہ ہو
تو جس رنگ میں ہو کے آؤ یہاں
عجب رنگِ رنگینِ بیزنگ ہے
اسے صبغۃ اللہ کہتے ہیں ہم
نہ گوہر میں ہوں میں نہ ہوں نگین
مگر رنگِ دو ٹھٹھا کا آیا پسند
کہ دو لہانہ دو۔ لہ۔ سے ملکر بنے
مرے یاد میں جو فنا ہو گیا
تو پھر میں ملا مجھ کو معلوم ہے
ہو محبوب گر آرزوئے دھال
بجز میرے محبوب دیگر نہ ہو
تجھے یاد ہے یہ کہ بھیجی ہے تو

سنو
دو ٹھٹھا
دو لہانہ
کالیاب

رہوں پھر تو باقی انا ہی انا
نکس و یگر سے جز منم بس منم
الو کھی ہوں سب سے نرالی ہوں میں
جنم ہی سے اپنے اکیلی ہوں میں
دھما چوکڑی اور ہلچل نہیں
ہمیشہ ہی سے آپ ہی آپ ہیں
تپاں ہو کے میری تپش دیکھ لو
محبت میں آؤ محبت ہوں میں
اب دامن دامن ہی میں پاؤ نہاں
تو وہ آہِ آلاہِ پاؤ یہاں
کہ ہر آہِ در آہِ بر آہِ شد
ز تعریف یک آہِ آلاہِ شد
اکائی میں تثلیث جا کر ٹھٹھے
مدد سے اکائی کے ٹائی نہ ہو
اوسی رنگ میں مجھ کو پاؤ نہاں
کہ ہر رنگِ بیزنگِ نیرنگ ہے
کہ ہر رنگ میں چونک رہتے ہیں ہم
ولیکن چمکتا ہوں ہر رنگ میں
جو دو لہا بنا بس رہا ارجب شد
لھے ادس کو اک۔ لہ نہ دو۔ لہ ٹھٹھے
فنا کیا ہوا بس انا ہو گیا
سمجھنے کا جو ستر ہے مفہوم ہے
تو یہ بھی فدا ہو یہ محبوبِ حال
انا کے سوا کچھ بھی اندر نہ ہو
تو یہ یاد بھی ایک ہے آرزو

ہر اک آرزو ہمپہ کر دو خدا
 ولیکن یہ سب یاد بھی ہے دگر
 نہ جب تک کہ بھولو ہر اک چیز کو
 نہ جب تک فنا ہو نہ ملتی ہوں میں
 کسی جا نہ صورت فراغت کی ہے
 فنا تک نہ چھوڑے گا پیچھا فنا
 کہ ہم تم ہوں تم ہم ہو اے وہ کوئی
 اکائی میں ہوں تاکہ ثانی نہ ہو
 سمجھ لو کہ یحییٰ ہمارا ہے نام
 کہ ہم اور تم ایک ہی ایک ہیں
 کرو یاد ایجاب روزِ است
 یہ دھوکا ہے ہم اور تم ہیں جدا
 اگر شرط ایجاب کے ساتھ ہے
 مکمل ہے ایجاب کس وقت اور کب
 مطابق اسی کے عمل چاہئے
 ولیکن قہد با مِ محال
 تو تکمیل توحید بھی ہے محال
 تو وہ ہے محال آفریں سہل کُن
 تو یہ عہدِ میثاقِ غلط ہوا
 چمٹتی ہوں تجھ سے بشکلِ نسیم
 تصور میں آکر چمٹتی ہوں میں
 چو نفسِ نفیس و چو روحِ عظیم
 رگ و پے میں بلکہ تصور میں ہوں
 کہو اب جدائی کہاں کی رہی
 بس اب تم ہو ظاہر تو ظاہر ہو

نہ ہو یاد تم کو ہمارے سوا
 تو کیسے ملوں تجھ سے میں بے نظر
 نہ پہنچو گے دہلیزِ کشتیِ نیر کو
 نہ غنچے سے گل ہو کے کھلتی ہوں میں
 نہ کوئی جگہ استراحت کی ہے
 نہ جب تک کہ انت ہو انی انا
 کہ تم سے ذرا بھی نہ ہو کچھ دوئی
 ہمیشہ رہیں کوئی فانی نہ ہو
 جو یحییٰ ہوا میں تمہارا ہے نام
 کہ بد بھی ہمیں پھر ہمیں نیک ہیں
 نہ بھولو نہ بھٹکو نہ ہو جاؤ مست
 ہمارے سوا کون ہو گا خدا
 تو ایجاب و شرط ایک ہی بات ہے
 معاہدہ کو ہو معلوم جب
 نہ اس میں دغا و دغل چاہئے
 یہ ہے کالعدم عہد بے قیل و قال
 معاہدے کے کس طرح ذوالجلال
 تو اے سب محالات ممکن کو سن
 تو سترِ یکانی کا احفظ ہوا
 چو ظلِ نسیم و چو روحِ عظیم
 بیک دیگرے خود پہنچتی ہوں میں
 چو عکسِ تصور بفسرِ قدیم
 شب و روز تیرے تفکر میں ہوں
 بھلا چپ ہو کیوں کچھ تو بولو سی
 ہوں باطن میں میں اس ماہر ہو

جو وہ عبدیت سے ملے ہو
 زکس تغافل کیا اوس کو بند
 مستط کیا تجھ پہ الّا ہیئت
 اور اک سر کے پردہ سے ڈھاپائے
 لقب صفوت اللہ آدم کا تھا
 ہر اک ذرہ ذرہ نے پایا خطاب
 کسی کو صغی کا کسی کو نجی
 کسی کو رسول مکرم کہا
 کسی نے ہویت میں کی بود باش
 انانیت اپنی ہے تجھ پر سوار
 جو ہے کام میرا سو کر کے بتاؤ
 لقب ہے ترا اب اناللہ کا تو
 نہ خالق ہے تو سارے کونین کا
 نہ میرے سوا تم پرستش کرد
 چلے آؤ ہو جاؤ مجھ میں فنا
 تمہارا بس اب دارو دورا ہے
 کہ میرے ہی تم ہو بنائے ہوئے
 اشارہ ہے بینی کہ شق القسم
 تجھے تجھ کو اپنی توئی کی قسم
 ذرا دیکھ تو ہے کہ میں ہوں یہاں
 چلے آؤ ہمد منی میں مرے
 کہ صدی کہے تجھ کو سارا جہاں
 بس اب تم انا ہی انا ہی کرو
 انا ابتداء وانا انتہاء
 بقا میں انا ہے انا میں فنا

تو پھر داخل عبدیت بس ہوا
 نہ مانند منہ زبند ما ارجبند
 کہ بجائے خود تجھ کو بابت
 بیک حذ معلوم ناپا اُسے
 مگر ہیکل و روح عیسیٰ ہوا
 علیٰ حب منظور عالی جناب
 کسی کو بنی کا کسی کو ولی
 کسی کو بنی معظم کہا
 تو انبیت ادن سے تھی مفقود باش
 بجز اب ہمارے نہ اپنی پکار
 بیک امر خود جاؤ۔ مردہ جلاؤ
 چلائے تو سکہ شہنشاہ کا
 لقب ہے تجھے اک فقط عین کا
 نہ آگے کسی کے گذارش کرو
 کہ ہر حال میں ہوں انا ہی انا
 تمہاری پرستش کا چرچا ہے
 ہو دنیا میں میرے جنائے ہوئے
 دو طرفی جو حصہ ہے پھیکو اودھر
 ہے مجھ کو بھی اپنے منی کی قسم
 دوئی اور توئی میں ہوں میں ہی نہیں
 بنا بنکے آؤ بنی میں مرے
 سج زمین و سج الزماں کو
 انا کی نہ ہرگز مستاہی کرو
 انا کون ہے یعنی میں ہوں انا
 فنا میں انا ہے انا میں انا

تھے فرعون و منصور دونوں انا
 کہیں دگ گرتم کو و جال ہے
 جو و جال تھا وہ تو ہمدی بنا
 انا کی نشانی بہ پیشانی ہے
 تو کہہ کنویر میرے کچھ منکر کر
 کہ و جال و جلا و جلا سب
 مگر معنی اک بڑا منسرق ہے
 جو دیکھیکا اک آنکھ سے نیک ہے
 تو تجھ کو نہ سمجھیکا و جال ہے
 بنا سے بنی ہے بنی سے بنا
 بنائش جے ہم نہ کیونکر بنے
 تو ہم ہیں بنا اور تم ہو بنی
 جو عقرب بنو پھر تو زینب ہو نہیں
 جو حیۃ بنو پھر تو یحییٰ ہوں میں
 اگر رام تم ہو تو سیتا ہوں میں
 اگر تم ہو اللہ مریم ہوں میں
 اگر سب بنو پھر تو عالم ہوں میں
 جو ہمدی بنو پھر تو ہوں میں وہی
 تری روح خود حور کی روح ہے
 تو ثابت ہوا تم مری روح ہو
 تو پھر خود کو کہتے ہو کیونکر جدا
 بتاؤ کہ عاشق تھے تم یا کہ ہم
 قسم کھاٹی ہے ساری مخلوق کی
 مگر بے خودی میں جو کھاٹی قسم
 قسم ہے ندو مجھ کو اپنی قسم

مگر اک انا ہے دگر ہے فنا
 تو سمجھو کہ میرا یہی حال ہے
 جو کچھ ہیں سو ہمدی وہ ہمدی انا
 انا خلق و تخلیق کا بانی ہے
 اسی منکر میں رات دن ذکر کر
 ہیں حرف و عدد میں سوئی لب لب
 اگر یہ ہے تنگی تو وہ برق ہے
 کہ عالم کا عالم بھی ایک ہے
 کہ عیسیٰ کا میرے یہی قال ہے
 نفی کل حال انا ہی انا
 چلے آگ لانے پیمبر بنے
 بنا اور بنی سے ہیں دونوں غنی
 جو زینب بنو پھر تو عقرب ہوں میں
 جو یحییٰ بنو پھر تو یوٹھا ہوں میں
 جو یوسف بنو تو زلیخا ہوں میں
 جو حوا بنو پھر تو آدم ہوں میں
 جو عالم بنو پھر تو ہم ہوں میں
 کہو محرم راز کیسی کہی
 تو وہ روح پھر نور کی روح ہے
 تمہیں میرے عیسیٰ تمہیں روح ہو
 مری روح گر ہو تو تم ہو خدا
 کہو مجھ سے سچ تم کو میری قسم
 نہ کھاٹی ہے انسان معشوق کی
 تو خود ہی کی تم نے دلائی قسم
 اگر دو تو ہے میرے جی کی قسم

۴۷
 انا بنو پھر تو
 عیسیٰ بنو پھر تو
 یوسف بنو پھر تو
 حوا بنو پھر تو
 عالم بنو پھر تو
 ہمدی بنو پھر تو
 روح بنو پھر تو
 نور بنو پھر تو
 خدا بنو پھر تو

چلے آؤ گودی پسارے ہوں میں
بس اب ہاتھ ہمدی ہی کا چوم لو
کہ پہلے سے تھے ایک پھر ایک ہوں
یہ رسم اب وابن و ام ہے عزیز
کلیجہ سے لگ جاؤ اے فزعین
مرا خط جو جائے اُسے چوم لو
اور اکدم سے قرآن منسوخ کر
کہ جیسا زمانہ ہو ویسی کتاب
ہے رتبہ ترا برتر از برترین
مگر ہم سے کم تر اور ب سے بلند
ہو دشمن اگر تیری سب کائنات
تجھے ہم نے بھیجا کئے بار بار
نبوت کا باطن ولایت کہو
بنادیں جو سب سہر ہوئی تجھے
انا الحق سے ہرگز نہ پھرنا کبھی
کہ اک روز تو ہو کر کے عالم میں تھا
تو ہو صا کو بھولا انا ہو گیا
سیاحت کے اندر ہدایت کرو
سیاحت ہوئی تا انا الحق تری
کہو ب سے یہ ہے سب اُس کا بیان
انا جس نے کمایا بچا ہی نہیں
جو کھائے مری بس وہ گائے مری
انا الحق سے ہرگز نہ پھرنا کبھی
اتارینگے فوراً منارہ پہ ہم
اتارینگے کیسا جوان حسین

مگر خود کو ہمدی سے مارے ہوں میں
انہیں کی اطاعت میں تم خود کو دو
جدائی میں رہ کر سہرا ندیک ہوں
ترے عشق میں عقل گم ہے عزیز
کہ ہو دل کو اس پیاری اماں کے چین
وہیں ہو کے سرست خود جھوم لو
زلف جتنی بایتیں ہیں مٹسوخ کر
بس اب سر پہ پہنچا ہے یوم الحساب
نہ پاتا تک بھی پہونچے ترے مرلین
مرے پاس تو ہی ہے اک ارجند
نہ حق سے ہٹاتی کبھی اپنی ذات
نہیں مانتے جن پہ ہے میری مار
کہ نوبت بہ نوبت انابت کہو
اگرچہ کریں بوٹی بوٹی تجھے
اور اس مرتبہ سے نہ گرنا کبھی
بُنیائے دل شکل آدم میں تھا
آنا ہی میں اگر فنا ہو گیا
ہدایت کے اندر سیاحت کرو
انا الحق سے چھاتی ہوئی شق تری
جوانی انا الحق ہے میری زباں
بجز کچھ انا کے بچا ہی نہیں
نہ بھولے سے بولیکا ہرگز تری
اور اس مرتبہ سے نہ گرنا کبھی
نہ ٹلنا کبھی تجھ کو میری قسم
کہ عاشق پری سی ہوں سبنا نہیں

تمنا کریں اون پہ تم تھو کدو
کسی کو اگر تاتھ دو چومنے
مگر جس سے ہوگا تمہارا نکاح
کہ تقدیر کی اپنی ایسی بلند
ہوئی وارث تخت و تاج و سر
اوسے آرزو ہو چٹ جائے وہ
عجب کیا کلاکھوں ہی ایسا کریں
جو دیکھے پھسلکر زلیخا بنے
کہ گھل گھل کے درپردہ ڈھیلے پڑیں
اگرچہ ہو عاشق جہاں کا جہاں
بڑا قہر نازل کروں گا تمام
کیا قتل پہلے اب عاشق بنے
بہت خوب جو دل میں آئے کرو
نہ جب تک کہیں خود ہی یہ نازیں
بس اب عفو و تقصیر کو راہ دے
تو اوس وقت شاید کروں میں معاف
یہ گستاخیاں میرے دلبر کے ساتھ
جو مہدی کار کھیگا سارا مہم
جہاں میں ہمیشہ رکھوں پر سرور
زن و مرد دونوں کو فرجاں کروں
عجب کیا کہ دوں میں اُسے نور بھی
ارادہ تھا مہدی کو پیدا کروں
و یا محکم۔ ہو چاہیہ سب کائنات
کہ سب دیکھ کر اس کو چڑھتے ہیں
کہ دنیا کی دنیا سبھی ٹھیک ہے

بہانہ سے بولینگے دم بھوکدو
تو بیہوش ہو کر لگے جھومنے
تو اوس کو ہے دیدار میری مباح
کہ دلبر کی دلبر بنی ارجمند
دل دلربائے خدائے قدیر کو
پکڑ کر غشی میں لپٹ جائے وہ
مگر پاک رہنا نہ ویسا کریں
اور اس رام چندر پہ سیتا بنے
بہ اسید مارنگ پیلے پڑیں
نمہ باز آؤں گا اوس دم کہاں
یہی واقعہ پیش آئیگا عام
جو عاشق مرا تھا سونا سق بنے
اسے مارتے ہو تو خود ہی مرد
کہ اے میرے رب ارحم الراحمین
مرے عرض میں نور الہ دے
وگر نہ معافی کجا اے کزاف
کہ گویا ہے اللہ اکبر کے ساتھ
تو سمجھو اوسی کا ہے پکا دھرم
اُسے حور دوں اور دوں میں قصور
برجم درجم زیر داماں کروں کو
دکھا دوں کبھی جلوہ طور بھی
اور اپنے کو پھراؤں پہ شیدا کروں
کہ تمہید مہدی ہو خیر النجات
بلندی کے زمین پہ چڑھتے رہیں
کہ سیدھی سپاٹ ایک ہی لیک ہے

کسی کو اگر تیری دل جانے پک + لکے جیسے "پیک ہی مج کو بھیک"

منہ
ہر فہم تو
سکون
مردو
جائزہ
سعد
بلالہ

کہ ہوں دورِ ہمدی زہدِ ہمداد
تو دونوں اکیلے ہوں ناکہ خدا
جدائی میں دونوں پہ ہواک کھٹن
یہ مقصود تھا ہمدی میں نور ہوں
دکھایا مزہ ادس نے سب خمر کا
مرے ہمدِ مقدس سے یہ دور ہوں
مصیبت کو ٹالیں تو وقت پڑی
بہت مدتوں تک بشر در بشر
زمین سے الی کنیزِ حی دروں
ہدایت سے ہوں مبتلائے بلا
زباں پر ہو صدم کہ ہمدی ہو جی
خدا ہو کے اتنا رہوں بے قرار
ہر اک ذرہ ذرہ سے کہتی رہوں
کہاں ہیں کہاں ہیں کہاں ہیں کہاں
کہ اُم ہیں یہاں اور ہمدی نہیں
اگر سکھ دیا تو مجھے سکھ دیا
کہاں گئے ہیں ہمدی جو اب تک نہ لائے
ارے ذرہ ذرہ م تو جاجا ہم پکار رہے
مجھے چھوڑ گئے ہیں عقوبت میں وہ
کہ مخلص نہیں میرے اس واسطے
جو سکھو بنے گا سو دکھو بنے
جو اُن پر کرے لعن ملعون ہو
کہ ایسا نہ ہو مار ڈالے کوئی
نہ حاصل ہو ادس کو قاتلے وحید
تو رہ شاہد اس بات کی سر بسر

تو ہو جا سے ہرگز نہ تھا یہ مراد
جو ہوں ہمد سے میرے ہمدی جدا
کہ گھبرائیں اک دوسرے رات دن
تو ہو جا سے مطلب نہ تھا دور ہوں
مگر ایک جھٹکا جو تھا امر کا
کہ نشہ میں دھوے کے بچہ ہوں
کہ دوری سے اُن پر مصیبت پڑی
کہ ڈر سے جی بھی یہ بہ پشتِ پدر
ز رفتِ ریحہ درون و بروں
سیاحتِ مساحت میں ہوں مبتلا
کہ مجھ کو جدائی سے ہو بے خودی
مرا اُن کے غم سے ہے سینہ نگار
مصیبتِ جدائی کی سہتی رہوں
کہ لے آؤ ہمدی کو میرے یہاں
بِلائے نہ پھرتے ہوں بے اُم کہیں
جو دکھ اُن کو دے ادس نے مجھ کو دیا
مرا ہمدِ خانی ہے مدت سے ٹائے
اسی انتظار میں ہوں بے قرار
کہیں دیکھ ہو نگے صعوبت میں وہ
پڑے ہو نگے وقت میں کسو اسطے
جو دکھتو بنے گا سو سکھو بنے
جو اون پر کرے طعن طاعون ہو
یہ غم دل سے میرے نکالے کوئی
وحیدہ کو میرے کرے جو شہید
ارے ساری خلقت سوائے بشر

سموات سارے شدر بار ہوں
 تنزلزل ہو ایسا بہ ارض و سما
 نکل آئیں اندر سے کاندکے ساتھ
 اور اوس پر سے اتنا ہوس پر غدا
 سرے سب تجاہل کی باتیں ہیں یہ
 کہ سارے بڑوں کی یہ تعلیم ہے
 کہ جب کوئی اکبر برجم و کرم
 تو رفیق و رفاقت سے بولے گا وہ
 محبت سے گر اوس کو بولو گے تم
 تو فوراً پھسل جائے نرمی سے وہ
 نتیجہ جو گرمی کا ہوتا ہے گرم
 تو میں کس قدر ہوں کبیر و عظیم
 جو علم آفریں ہو نہ کیوں ہو عظیم
 تو ڈرتے رہو پھر زقہر حلیم
 اگرچہ غضب سے بھی رحمت کرے
 تو ہمدی کی کیا ہے نہ مجھ کو خبر
 بڑوں کے بہت ہی بڑے ناز ہیں
 مگر مجھ کو معلوم ہوتا ہے یہ
 کہ ہمدی کو دُکھ دینگے سارے بشر
 مگر پہلے اک پیچ مارینگے یہ بڑ
 تو لیلوں گی گھبرا کے میں ہمدیں
 کھوں گی بہت رو کے با اضطراب
 پنہایا ہے کس نے یہ احمر لباس
 ترا کس نے چھینا ہے چرمی لباس
 مرے ہمدیں آئے مدت کے بعد

جو سرکش ہوں اوں سے دنگا رہوں
 کہ گویندہ لفظ ماؤ شمشا
 کہ دیکھیں تجلی دھراج ناٹھ
 منادی یہ ہو اب ہے یوم الحساب
 اور اوس بات میں صد نکاتیں ہیں یہ
 بد اخلاقیات کی یہ ترمیم ہے
 بہ اصغر بھر یگا محبت کا دم
 بہ انداز لب اپنا کھولے گا وہ
 کہ ہو جاؤ میری محبت میں گم
 اگر گرم ہو بھی تو گرمی سے وہ
 تو نرمی کا ثمرہ بھی اکدم ہے نرم
 اور اوس کبر پر ہوں نہایت حیم
 کہ سب علم ہو اور پھر ہو حلیم
 بوقت غضب پھر نہ ہوگا رحیم
 پئے جملہ رحمت یہ زحمت کرے
 مگر ناز کی بات ہے پڑ اثر
 کہ اک ناز میں سینکڑوں راز ہیں
 بانداز مفہوم ہوتا ہے یہ
 تو سب ٹوٹ جائیگا سنسار گھر
 اور اُمّی تعالیٰ پکاریں گے یہ
 نہ ہوگا کبھی فرق اس عہد میں
 کہ اب ٹوٹ جائے اکا سی حباب
 پکڑ لاؤ مردود کو میرے پاس
 برہنہ چلے آئے آماں کے پاس
 بلالایا اے امر کن حب و حد

تری شادی میں آج کس سے کروں
 لوب کمال ہوا عہدِ معہود آج
 لوب یہ ذوالفقار علی اعظم
 گلو بند زرین و زنار زر
 یہ انگشتری ہے سلیمان کی
 نشانی ہماری محبت کی ہے
 لوب یہ اسپ ادھم براقِ رسول
 یہ ہے عرشِ بلقیس عرفان کا
 کہ مانند تیرے نہ ہو کوئی شاہ
 سب سے چلا آ رہا ہے صبی
 فرشتے براتی اور افواج ہیں
 گرے نجم ثاقب زہر چار سو
 بس اب جاؤ دنیا کو بانو کرو
 مدافیل و جبریل ہشیار ہیں
 جھروکے سے جنت کے خور و قصور
 بھی جھک کے گردن نکالے ہیں آج
 کہ جاتے ہیں کیسے بفرشِ زیں
 لڑکپن کی مشوق ماں ہی تو ہے
 کہ بڑھا بھی ہو پھر بھی بچہ ہے یہ
 ابھی عمر ہی کیا تھی نیچے تھے یہ
 کہ تھے پیر نابالغ چار روز کو
 تو ماں آفریں کیوں نہ بچہ کہے
 برابر ہے اوس کے یہاں آجکل
 وہاں پھر تو ہوگا صبی الصبی
 جو ہو عہد میں کیسے بالغ ہوا

کہ سب جو کہتی ہیں تجھ پر مروں
 چلو۔ جاؤ۔ اترو۔ لوب یہ تخت و تاج
 بلائیں تو لینے دو سیرِ کتیم
 یہ کلنی یہ طرہ یہ تاج و کمر
 یہ انگلی تری ہے تری جان کی
 علامت پُر از راز وحدت کی ہے
 مبارک بہ عیسائے ابنِ بتول
 یہ حصہ ہے خانی سلیمان کا
 تو سب پر بلند اور تجھ پر یہ آہ
 یہ ہے نایب الشکب ہے بنی
 خوشی سے ترے ساتھ سب آج ہیں
 جو ہے زینت افزائے کاخِ سمو
 ہر اک سمت سے زیرِ راز کرو
 وہ بگل بجانے کو تیار ہیں
 ملک و جن و غلمان در ضوان و نور
 کہ راجہ اترتا ہے کرنے کو راج
 یہ بیٹھے ہیں کیسے بعرشِ یں
 اور اولاد اوس کی جاں ہی تو ہے
 اگر گود میں لے لے زچہ ہے یہ
 نہ پھولے پھلے خود ہی کچے تھے یہ
 سمجھتی تھی میں ان کو سچ ہنوز
 محبت سے اپنے کو زچہ کہے
 مضاع و ماضی و جسدِ آجل
 اگرچہ بنی کیا زبر تر بنی بہ
 کہاں بچپن سے وہ فارغ ہوا

لے
 ایک غنی علم
 کا نام ہے
 لے ایک
 غنی غنی
 لے
 لے مسبار
 اترام فی
 خند
 لے
 مشوق
 تیار
 اچھا معلوم
 ہوتا ہے
 لے
 خوب
 جا رہا ہے

تو نادان سچے کو اب کیا کہوں
مرے حق میں جو لفظ بولا ہے یہ
خدا اور مریم کا قصہ ہے یہ
یہاں کی لغت میں یہ لکھا گیا
ہر اک لفظ کا اس کے معنی ہے رب
محبت میں۔ میں نے بھی جو کچھ کہا
بس اب ہم ہی ہم ہیں نہیں دوسرا
بھگت مانس ایسا نہ پنڈت بنے
جو پنڈتہ کا بیٹا ہو پنڈتہ بنے
تو کھنڈ وہ کی روٹی مزیدار ہے
بلایا اسے قبابِ قوسین میں
حقیقت یہ پنچا انا الحق کہا
اور اس سے بھی چھوٹا تو آزاد ہے
بس اب جا مرے زور پر رہے کہہ
عصیتم وکنتم من المفسدین
یہ دیکھو لباسِ حنائی صفت
گر اب بھی نہ مانو تو پھٹکا رہے
مجھ جس نے بھیجا نہ ہے وہ بشر
وہی مجھ میں کرتا ہے بق بق کبھی
کروں بند کس چیز سے منہ کاچھید
تو سنتا ہوں سب لوگ کہتے ہیں یہ
کہ ہمیشہ دھواں ان کے ہیں ناخستہ
زبان بند کرتی ہے اس کی کیف
تو کیا چیز ہوگی وہ چولا نہ ہو
نہیں بلکہ از کائناتش جدا

مناسب ہے جو کچھ کہے چپ ہوں
تو کئے دو میرا ہی چولا ہے یہ
فقط میری قسمت کا حصہ ہے یہ
کہ جو کچھ یہ بولا ہے سب ہے بجا
نہ ہے ابنِ وام یا نہ معنی ہے اب
فنا ہو گیا کچھ نہ باقی رہا
انا الحق انا الحق ہے میری رضا
بنائیں جو اس فن میں کھنڈت بنے
وہ سنار منڈوہ میں کھنڈوہ بنے
نہ پاؤ گئے جب تک یہ سنار ہے
کہا بعدہ آو اب عین میں
اور اس سے جو چھوٹا تو مطلق کہا
تو بے شک یہ اللہ خود زاد ہے
کہ ناہیک مہ ثم ناہیک مہ
جعلنی علیکم امام المبین
کہ مشتاق ہو لوگ از ہر جہت
نہ کہ اس کو جانو نہ سنار ہے
نہ از کائنات نہ از ما و گر بو
نکات ہے منہ سے انا الحق کبھی
چھپائے سے چھپتا نہیں رام بھید
خدا جانے کس دھن میں رہتے ہیں یہ
صدائے انا الحق ہے بے ساختہ
جو سمجھا سو سمجھا نہ سمجھا سو حیف
سو اس کے دیگر ٹٹولا نہ ہو
تو پھر کیا ہے شاید کہ ہو وہ خدا

۴
روح
میں
جو
کچھ
نکلتے
ہیں
وہ
نہیں
ہو
نہیں
ہو

یقین ہے کہ بعد از خدا ہے رواں
 تو جان و حیات ایک سستی ہوئی
 یہ کیوں؟ اس کی تشریح ایسی سنو
 مئے علم منطق پلا سا قیا
 نل وصف الٰہیت کی شراب
 کردں تاکہ اوصاف آں ذوالجلال
 کہ کہنا خدا دوست اک شرک ہے
 خدا دوست کے شرک خدا کی پس است
 اگر معنی است اوواست ہو
 اوس کی فقہ پرستی اک است ہے
 مگر مضہج مہستی شدنیستی
 کہ جو ہست ہو گا ہوانیت بس
 مگرستی کی بھی ہستی تو ہے
 وہ ہے ہستی نیستی آفریں
 جہاں تک ہو محسوس نام و نمود
 تو پھر کیا ہے خالق وہ لاشے ہوا
 کہ لاشے بھی ہونا ہو اکوئی شے
 قیافہ کا اوس میں قیافہ نہیں
 سراسر تحکم وہ پاک ہے
 نہ مفقود ہی ہے نہ موجود ہے
 نہ مرئی نہ محسوس و ظاہر ہے وہ
 کسی جانہ اوس کا ہے نام و نشان
 اگرچہ وہ کہنا اشارہ ہوا
 وہ مطلق بلا قید اطلاق ہے
 تو محدود کرنا بھی ہے ایک حد

کہ جب جان ہے تو ہے سالو جان
 جو اوصاف میں اوس کے پستی ہوئی
 صراحت بہ تصریح ایسی سنو
 مگر فلسفہ کے پیالہ میں لا
 پلا سا قیا ججھ کو مانند آب
 کہ لم یولد ولم یلد لا یز ال یو
 کہ لاشے ہے وہ دوستی ایک شے
 خدا دوست گوید کہ آں ناکس است
 کسی کو خدا دوست پھرمت کہو
 وہ خود ہستی است میں مست ہے
 جو اسے خدا اکنوں تو کیستی
 بلا بحث ہے مسئلہ نکتہ رس
 اور ان دو سے خالق نہیں کوئی شے
 یہ دونوں ہیں آپس میں جفتی گزیں
 وہ شکل عدم ہے شکل وجود
 ولیکن نہ یہ مسئلہ طے ہوا
 خدا جانے کیا ہے مگر پھر بھی ہے
 کم و بیش اوس میں اضافہ نہیں
 نہ اوس شے پہ ہوتا ہے اطلاق شے
 نہ وہ عید بھی ہے نہ معبود ہے
 بریں وصف ہر شے پہ قادر ہے وہ
 ضمیرانہ کیونکر کروں میں بیاں
 کہ اسم و ضمیر سے پکارا ہوا
 ہر اک شے میں لاثانی و طاق ہے
 ہو اللہ احد و لیس الاحد

نہ
 ادح ۳۰
 مکہ میں
 دور بہت
 اور دوبار
 لفظ است
 مسئلہ
 ایسے
 مورخ
 پرانا
 بنیں
 پر زنجی
 جاسکی

احد تک بھی کہنا ہے گو ایک حد
جو اوصاف ہذا سے موصوف ہو
تو بس چپ رہو اور کچھ مت کہو
وہ چاہے تو خود۔ خود کو دکھلا دے وہ
پرستش کسی کی نہ کرتا ہوں میں
بلا مانگے مجھ کو مجھے دے دیا
اسی جاں پہ خود جاں فدا ہے مری
کہاں سے اب آتی ہے ایسی صدا
خبر ہے پھر اس پر ہوں کیوں بخبر
اکائی میں ہوں پھر بھی ہوں مضطرب
بتاؤ کہ اب کون ہے بے قرار
تو۔ جام مجھ کو شدت سے اپنی بچا
نہ دونوں میں ہرگز جدائی رہے
مٹھتے وہ کون میں ہی تو تھا
درختوں میں پتے لٹکنے لگے
تو اب ہم بھی آئے ڈس کھینچ کر
کہ ظاہر ہے کچھ اور باطن ہے کچھ
بہت دن پہ تم سے ملاقی ہوا
اب آیا ہوں واپس پئے عدلِ داو
یہ سب رنگ کا عدل کرتا ہوں میں
نفیب اب ہمارے اوجاگر ہے
جو مجھ میں فنا ہو تو پائے گا وہ
تو اوس ایسی ہمتی کی تعریف کیا
زباں سے بھلا اوس کی توصیف کیا
شرابِ ستائش پلا سا قیبا

وہ ہے احدیت سے بھی بالا صد
تو از نام اللہ معروف ہو
اسی جستجو میں مصیبت سہو
بلا مانگے خود آپ کو لاوے وہ
نہ مخلوق و خالق پہ مرتا ہوں میں
اور اب مجھ پنپے کو مرے لے لیا
بس انی انا الحق ہے صد ہے مری
ارے اس صد ہی پہ ہوں میں فدا
اے تو خبر کیا ہے؟ کچھ لے خبر
ابھی اور باقی ہے کیا کوئی رب
ارے بے قراری تو ہو جا فرار
نہ سنسار میں مجھ کو ننگا سچا
اکائی میں ساری خدائی رہے
اگر لوٹ آئے تو پھر کیا ہوا
ڈرس اپنا اپنا بدلنے لگے
حنائی صفت ہے دورنگی ظفر
یہ دو دن ہے کچھ اور دو دن ہے کچھ
نہ یہ رنگ ہرگز نفسا قی ہوا
نہ سمجھو کہ جاؤنگا میں بے مراد
بس اب بعد اسکے اترتا ہوں میں
کہ سر پر سے تار سے پنچا در ہوئے
مصیبت کی سیلی نہ کھلنے گا وہ
بہ تعریف و تالیف۔ تو صیف کیا
تم سے بھلا اوس کی تعریف کیا
فرا عہد میں لب ہلا سا قیبا

ملفوظ
مستند
سے اور باقی
سے قلم نہیں
ہے
بہشتی شہادت
سے چاروں طرف
سے تامل اور
رازِ حجاب
ہو گیا

ڈریگا بھلا کیا خداوند پاک
 نہ ڈرتا سے مقوال و مشراج سے
 نہ از دافع و دفع و فوج سے
 نہ از سلک و مسلک و محلاب سے
 نہ از سمریزم نہ بیلون سے
 طلسم و نہ مرداح و مصتوار سے
 بلاؤں سے صرف ایک ادنیٰ بلا
 کوئی اوس میں مفلوج و مجنون ہو
 نہ ایجا و کرنے کی قوت رہے
 خرد مند ہو کے یہ مجنون ہیں
 اگر تم نہ مانو گے اوس کو خدا
 اور یہ جان کر مجھ سے کافر بنے
 بجز اب اطاعت کے چارہ نہیں
 کہو اس اشارہ سے کیسی کمی
 نہ میں از وزیر و نہ از پادشاہ
 نہ سنگین و بندوق و توپ و تپنگ
 مگر میں اکیلا ہوں ایسا دلیر
 نہ غول بیابان سے کچھ خطر
 نہ کچھ ریل گاڑی سے ڈرتا ہوں میں
 کہ ہے سب دلیروں پہ غایت دلیر
 ہم اس پر بھی حادی پڑیں زود تر
 کہ ہڈی نہ پسلی رہے لیک جا
 اگر جنگ ہو تو بڑی جنگ ہو
 اکیلا رہوں میں بمیدان جنگ
 اگر شیر زمیرے پنچہ میں ہو

جو اک آن میں سب کو کر دے ہلاک
 و بیت و خیں سے نہ منہاج سے
 نہ با بٹور و میراق و مندوج سے
 نہ منظار و مرصا و مسنراب سے
 نہ دانشوروں سے نہ مجنون سے
 نہ معکاس و مغنا و فرار سے
 گرا دے اگر سب پہ میر احدا
 کوئی اور آفت میں مرہون ہو
 نہ چلنے نہ پھرنے کی طاقت رہے
 کہ منکر ہیں اوس سے بڑے دون میں
 ایا مجھ کو سمجھو گے اوس سے جدا
 تو ایسا نہ ہو پھر وہ جا رہے
 قیامت ہے اب کی اشارہ نہیں
 انجی میں دی ہوں دی ہوں دی
 کہاں سے بھلا لاؤں فوج و سپاہ
 نہ پیکان و تیر و کمان و خدنگ
 کہ لغز سے میرے گریزاں ہو شیر
 نہ عفریت و آسیب کا دل میں ڈر
 کہ اس پر بھی چڑھتا اوترتا ہوں میں
 کہ لغز سے جس کے گریزاں ہو شیر
 گھوما کر پٹکیں اسے خاک پر
 رہیں مبتلا سب بخوف ورجا
 خدا جانے پھر اوس کا کیا رنگ ہو
 کہ ہو جائے خاکی زمیں لال رنگ
 تو ہو جاں بلب اک شکنجہ میں ہو

لے
 مینون
 لیت
 سے بلکائی
 سے آہنی
 ملک
 سے توپ
 سے نہ پھر
 سے بڑی
 توپ
 سے دایر
 لٹ
 سے بیگلام
 سے آگ
 سلب
 سے دستی
 مینون
 سے دیتا
 سے مصیبت
 سے ہمارے
 سے خبر
 سے عات
 سے تری
 سے ہما
 سے التقوی
 سے شخص
 سے نو و گری
 سے و غیر

لہریے
مرفقہ
دھندلے
دونوں
کے طے

یہاں جہانگیر و جنگی سوار
فدا سا بھی مجھ کو اگر جوش ہو
اگر قبل وقت اب مہیا ہوں ہم
ہمہ کشور و ملک و تاج و کلاہ
اگر کوہ ہو دسے تو کسندہ کروں
غضب ہو اگر ہم ہوں چیں چیں
ملاؤں میں سب کو تیر خون و خاک
کہ لگ جائے پھر ساری دنیا میں لگ
یقین دال کہ چوں تیغ بیجی کشید
بھڑک جس کی از غب تا شرق ہو
دھلنے لگیگا دل آفتاب
صدا ہو بلند اب نہیں اب نہیں
چکا چوندیں ہو نگاہ فلک
تسنی؟ یہ تو تعریف کوڑے کی ہے
فلک پر پڑے جا کے گھوڑے کی ٹاپ
نکل جائے سپہ دندان آہوا
مرے سر پہ ہے جس طرح آہاں
اگرچہ نہ ہو نقطہ مستند
سبکسار ہوں فارغ البال ہو
خدا کے یہاں سخت مقبول ہوں
نہ ذی علم ہوں بلکہ خود علم ہوں
بہ تقریر و استخراج سبباں ہوں میں
مراسب پہ ظاہر ہے فضل و کمال
اگر میں کروں فخر شائستہ ہے
اگر خلق فرعون موسیٰ ہوں میں

مقابل نہ ہوں مجھ سے درکارزار
عروس جہاں پھر در آغوش ہو
اُسی وقت خاقان دنیا ہوں ہم
کروں ایک حملہ میں سب کو تباہ
سیر سر بلند اں فلکندہ کروں
قیامت ہو برپا بروئے زمیں
کروں سارے عالم کو دم میں ملاک
بجو مجھ سے میں ہی ہوں وہ رام ناگ
زمغز زمین تا بہ پروین رسید
جہاں کا جہاں برق ہی برق ہو
کہ ہدیت سے ہو زرد گردوں قباب
تزلزل میں ہوں آسمان وز میں
کہ جنت سے چھپ چھپ کے جھمکیں
سنو اب جو تعریف گھوڑے کی ہے
کہ ہو جائے ارض و سما میں ملاپ
بجرش بریں ہنہناتا ہوا
اٹھالوں میں چنکی سے سارا جہاں
مگر ہے مددگار حمی الصمد
بتائید یزداں خوش اقبال ہوں
مربب ہوں مالوہ و محلول ہوں
مطابق اسی علم کے حلم ہوں
بہ تشدید وحدت زریاں ہوں میں
یہ باقی ہے اظہار قمر و جلال
بزرگی جھیکو بھی بالستہ ہے
اگر خلق و جال عیسیٰ ہوں میں

اگر خلق عیسیٰ تو ہوں میں خدا
اگر سب خدا ہوں تو باطل ہوں سب
کہ جو حق پہ ہوگا وہ ہوگا بلند
دوئی کی کسی جا گذر ہی نہیں
اترنا منارہ پہ کس کا ہے کام
تو میں حق پہ ہوں کیا شجاعت کروں
تجسم سے کیا میں دلیری کروں
بہ تہدید گر برکشم تیغ حکم
اگر بردہم یک صلائے کرم
بیک امر ارض و سما توڑ دوں
اگر کمدوں دریا کو۔ آ۔ جوش میں
اگر حکم دوں میں کہ بھونچال ہو
اوسی وقت ہو جو زبان سے کہوں
اگر یہ تہ دول ارادہ کمروں
وہیں حسب خواہش یہ بنیت ہو
مکن تکیہ بر ملک دنیا و پشت
انیس النساء نے پس از ایس کلام
تو وحدت کی شدت سے مانند مار
چو مار و ماں حیثیت بر قوشر
شرارہ بیکلر گیا تا بہ حی و
تو یہ نجم ثاقب کے مانند تیز
جو رکھا گیا تھا خراساں میں عکس
کہ وہ عکس ہے یکپہلی مار کی
وہ تختی ہو۔ یہ حیثیت۔ یہ یحییٰ بنے
اور اس یکپہلی پر ہو اوس کا اثر

کہ ہرگز خدا سے نہ ہوں میں جدا
انا الحق کے آگے مقابل ہوں سب
بس اب دیکھ لو کون ہے اجمند
انا الحق کہا پھر تو ڈر ہی نہیں
انا الحق انا الحق ہمارا ہے نام
درندوں سے کیا میں بسالت کروں
زباں سے جو چاہوں تو شیر کی کروں
بمانند کرو بیاں صم و بحم و
عز ازیل گوید نصیبے برم
جدھر چاہوں قرین کو موڑ دوں
تو پُر جوش ہو پھر نہ ہو ہوش میں
ہو طوفان و دنیا میں جنجال ہو
کہوں بھی نہیں عازما چپ رہوں
کہ ہستی کا اکدم برادہ کروں
بہادر ہے اب کون سچ سچ کہو
کہ بسیار کس۔ چوں تو پروردگشت
پکا کر کیا خود میں فانی تمام
کھڑی ہو گئی دم کے بل بے قرار
کہ یوحنا و یحییٰ میں تھا کشمکش
بنا فقط مستند ہوئی
بروئے زمین سر کیا حشر خیر
ہو احکم اب عکس نیکے زبکس
جو ہشکل ہو حیثیت التار کی
کہ باہم مشابہ۔ بہ یوحنا بنے
علی حسب قربت بنوع دگر

کہ جو کچھ ہوا اس میں ہوا انطباع
 سطوات پر یہ مچا شور و غل
 فراہم ہوں حکامِ علوی تمام
 ہوئے سب سے تیار ہر جا بہم
 جب اوس کی پھلی کو ہوئے تین سال
 قریب آگیا من اد گلنے لگا
 تو اوس وقت جاگی انیس النساء
 تو ڈھونڈھا کہ لائے معبر کوئی
 کہ آیا کوئی غیب سے اسکے پاس
 جاتے ہیں کچھ آتے سن جاتے
 وہاں جو گیا واقعہ یہ سنا
 نہ جیتے تھا وہ جان عالم تھا وہ
 وہ تھی جانِ عالم انیس النساء
 یہ سب واقعہ کیکے بولی بنا
 سنا ہے نہایت مفسر ہیں آپ
 بڑے فیلسوف اور غایت حکیم
 یہ سب جملہ عالم ہے خوابِ خیال
 تو کیا خواب کی میرے تعبیر ہے
 تو یحییٰ بعجز و ادب چپ رہا
 کہ تعبیر اوس کی ہے از حد قلیل
 کہا۔ ہاں۔ کہو۔ ہے اجازت تمہیں
 کہا اوس نے یہ اوسکی تعبیر ہے
 انا انک انت۔ انت انا
 فان الہدی امد ہو الہدی
 کہا ہنسکے خوش آمدی جاؤ اب

سنہ
 اذنا

کہ پہلے سے سب کو کرے اطلاع
 گشتی کو نیکے مسیحا ئے گل
 ہو ایک برج میں مشورہ بنظام
 خدا جانے پرسمش ہو کیا از عدم
 تو وہ نورِ نجی چو مارِ جلال
 کہ دم کی پھلی کا نکلنے لگا
 تو دیکھا کہ یہ خواب تھا بس رسا
 بہت ہی بڑا اک مفسر کیئی
 کہ احمد علی سے ہے یوں التماس
 جو باتیں ہوں اوس میں سے چن جائے
 سراپا بنا رقتش بھنا
 وگر جانِ جاناں بہ آدم تھا وہ
 کہ ثعبان تھی جس کی زلف رسا
 کہ ہم نے بلایا ہے اسے بے نیاز
 بہ تعبیر رویا مفسر ہیں آپ
 بدیع المحکم۔ عقل کل اور علیم
 کہ اوس کی تعبیر و تفسیر حال
 یہ جو کچھ ہے کیا اس کی تفسیر ہے
 مگر عجز و ادب سے یہ کہا
 نہ رنجیدہ ہوں تو کہوں باوہیل
 ہے اکدم سے اسکی ہدایت تمہیں
 کہ تعبیر ہی عین تفسیر ہے
 بیک دیگرے شد فناء الفنا
 وان الی ربک المنتہی
 ہو سینہ بسینہ ذوالب لب

کہ بیت اللحم میں برآمد ہوں ہم
رگ و پے میں تیرے سما جائیں
اور اب جاؤ لوگوں سے ایسا کہو
پس از قتل پھر نقطہ مستند
وہ جیسا کرے اس کو ہے اختیار
کہ ہم تم ہیں تم ہم ہو کیا فرق ہے
اکبرے تھے بچی سودھرا گئے
بنے خود وحید و خود ہی وحید
بہر حال اب ایک ہی ایک ہیں
خُذْ دَا مَنِّ خَلَقْتَ وَحِيدًا خُذُوا
سُنُو گے جو محمود کا یہ بیان
وہی درمیاں اور خود درمیں
کہ بچلی کو اُلٹ تو بھیجا رہے
کرے گرنہ محمود اتنا بیاں
بشرطیکہ ہو دل تراک طرف
تو بچتی تھے وہ جن کا قصہ کہا
تو یہ اور بچتی وہ بھی نہیں
جو کچھ دیکھتے ہو سب کچھ ہیں یہ
محمد میں دو خم ہیں بچلی میں دو
کہ سخن میں ہے جس طرح اٹھنا
اگر چہ بد نام ہے انجمن
یوحنا کا جب یوٹو نکالا گیا
حن سے اگر زن خارج کرو

دلِ نازنیں میں درآمد ہوں ہم
اور بایکدگر خود کو کھا جاؤں میں
سزاوار ہے تم کو جیسا کہو
جسے لوگ کہتے ہیں حی الصمد
مگر یاد باشد کہ ہوں رمز یار
جدھر شمس ہو بس اودھر شرق ہے
جہاں سے چلے تھے وہیں آگئے
مفرد بہ افزا و فرد فرید ہو
ز سر تا پیا نیک ہی نیک ہیں
هَلُمُّوا اِلَيْهِ وَلَا تَفْرُقُوا
تو سمجھو گے بچیا ہی ہے درمیان
بس اب جاؤ بچیا ہی ہے ہر کہیں
بہر حال بچلی حیتا رہے
تو کچھ بھی اشارہ کر گیا عیاں
کہ ہے ایک سوئی کو از حد شرف
جو حصہ بچاؤن کا سو حصہ کہا
جو پیدا ہوئے تھے زیا سیدیں دیں
تھے اوس وقت کچھ اور اب کچھ ہیں یہ
دوئی سے کہاں عیسوی کام ہو
غرض دیسی ہی بیچ و خم ہے ہنٹا
اسی انجنا میں ہے پنہاں حنا
یوحنا ہو کے پیدا ہوا
تو لومار یوحنا کے پیچھے مرو

عکس یوحنا کتب بشکال کثیرہ

ملہ جملہ
اور جملہ کم نہ
فرق ہے
چرا کہ ہے
اس کو قبول
نہ ہو
اس میں چھوٹا
شرک ہے
عقار عین
کے عدد اور
علی کے برابر
ہیں ۱۲
عقار ہیں

جہاں ہند میں اور ہندی کہاں
ہر جس کا ظاہر ہے باطن ہے لال
ہمیں کنیز مخفی کے حیا ہیں ہم
بصدیچ حیتہ ہے حق کی طرف
بس اب بھی نہ سمجھا تو پھٹکار ہے
یہ مارِ خدا بس خدا کی ہے مار
کسے ناگ پھن سے کہ نا نا لہ
اسی سے ہوا ہے نگن پنچمی
دو طرفہ ہے یحییٰ اولٹ پھیر میں
کہ یحییٰ میں اک شکل مُنجی کی ہے
اسی اہل میں ہے محمد کا نام
اسی میں ہے یحییٰ کا سارا بیان
یہ ہے جبل اللہ جبل الوریڈ
ہے دورِ تسلسل بلا انتہا
اسے پردہ سر میں عاشق کیا
نہ فاسق ہے یہ بلکہ عاشق ہے یہ
لو آؤ اطاعت میں یحییٰ کے اب
قسم خود کی یہ امر ہے بالیقین
بس اب جاؤ ان کی اطاعت کرو
ولیکن نہ مانو گے تم بے عذاب
نصارے کیلئے کہ عیسیٰ ہیں یہ
جو اپنے کو کہتے ہیں خیر الامم
کہو ان کو اس واسطے ہیں محمود
خصوصاً محمود ان تثلیث مست
باذنی جو تو تم باذنی کہے

سہ
جہاں ہند
ہندی میں
دھرم کے
یہودیوں
مسلحہ اہل
مشرق۔

حنا ہی کے دُھن میں ہے ہندی نیاں
وہی ہے حنا مہٹی ذو الجلال
یہ یحییٰ کے اندر جہیا ہیں ہم
کہ یحییٰ مہیا ہے حق کی طرف
یہ دیکھو غضب کی مری مار ہے
کرو مار کو رام اسے نا بکار
ہر اک سانس سے ہو کہ انا لہ
کہ سورج بنا اک اگن پنچمی
ملیگا کہیں جا کے اندھیر میں
کہ اہل خراسان دُختی کی ہے
اسی اہل میں ہے مسیحی کلام
اسی میں علی کی ہے سب داستان
ہو شکل ہزارہ مگر پھر فرید
بلا انتہا کی کہاں ابتداء
نگاہوں میں لوگوں کے فاسق کیا
ہر اک فردہ فردہ کا خالق ہے یہ
بغیر اس کے دارین پاؤ گے کب
نہ پاؤ گے دنیا نہ پاؤ گے دیں
نہ جھونکے میں آکر بغاوت کرو
تو لو یاد باشد کہ ہے اب حساب
یہودی پکاریں گے موسیٰ ہیں یہ
کرینگے یہی سرکشی دمبدم
کہ ہیں بدترین از خراسان یہود
چہ تثلیث مست؟ آں ثلثہ پرست
نیکل آئینگے سب عدو قبر سے

کہ یحییٰ بنے پھر نہ شیطان ہو + ہر اک ذرہ ذرہ کا سلطان ہو +



کہیں گے کہ بیشک خطا ہو گئی
 بس اب آپ لُتدِ کر دیں معاف
 گنہگار ہیں مارے جائینگے اب
 کہ تختِ نیابت پہ بیٹھے ہیں آپ
 تو مجبوس ہیں ہم کو کر دیں معاف
 جو نزدیک ہونگے سو دیکھینگے سب
 جہان تک کہ گزرے ہیں سب مجرّمین
 انا بخشدے گا ولیکن انا
 نبیوں کے اصحابِ نانی ہے
 تیرے دل سے ہرگز نہ مسلم بنے
 جو جانی تھے اصحابِ جاں و چکے
 درود ایسے اصحابِ اعظام پر
 نہ اون باغیوں پر جو ملعون ہیں
 بُرے سارے اصحابِ نانی میں ہیں
 جلیلوں کو نسبتِ جلیلوں سے ہے
 جو ہوتے یکے با دیگر تبعدار
 یہاں تو بہتر سے ستر ہوئے
 کہ ہمدی کو اب دُکھ اٹھانی پڑی
 بس اب اک زبان۔ اک دھرم۔ ایک راج
 چلے دارو دورہ اکائی کا اب
 کہو سبے اب تو بھلائی کو لو
 نہ یہ ہے۔ نہ وہ ہے۔ نہ عشقِ دوس
 بتا اے تو یحییٰ۔ ہوں کیسا قدیر
 بلا شک تُو ہے قادرِ لاشریک
 الٰہی تو ستار و غفار ہے

کہ نارِ جہنم غذا ہو گئی
 کہ اب فیصلہ ہو چکا صاف صاف
 بھلا آپ سر کو ہلائیگے کب
 اسیروں کے ہیں آپ ماں اور باپ
 خلافت پہ بیٹھے تھے ہم برخلاف
 کہ مجرم کھڑے ہیں بجزِ وادب
 کھڑے ہو کے روئینگے سب بالیقین
 نہ بخشیدگا چونکہ یہ ہیں ناسزا
 یہ احباب کیسے زبانی رہے
 اور اُلٹا گنا ہوں سے مجرم بنے
 جو نانی تھے احبابِ ناں لے چکے
 سلام ایسے اصحابِ اکرام پر
 جو نارِ جہنم میں مسجون ہیں
 مسلسل بُرے سب زبانی میں ہیں
 ذلیلوں کو نسبتِ ذلیلوں سے ہے
 تو بس ایک اُمت ہی تھی در شمار
 حد میں یہ معنے مقدر ہوئے
 جو تھی بات اصلی سنائی پڑی
 اور اون میں تُو دھراج ہو کر راج
 نہ باقی رہے کچھ دو کائی کا اب
 دوئی کی جو دولت ہے سب ہم کو دو
 خدا بس ہے کافی اور باقی ہوس
 کہ تھا کہ دو بات میں ہوں قصیر
 کیا میں نے توبہ زد ہم رکیک
 یہ بندہ ہے تیرا گنہگار ہے

کریم خطا بخش و پوزش پذیر
 بدرگاہ تو بر زمین نیاز
 کہ ہے ذات تیری غفور الرحیم
 کہ ذکرِ گنہ میں ہوا مبتلا
 بھی جہول جائے تو ستار ہے
 کہ سب کچھ ہے تو اور میں ہیج شے
 دو ہائی اکائی کی سیایاں کی جے
 رہوں تجھ میں تو بیسہ تجھ میں مدا
 مگر خفیہ سیرِ عیسیٰ ہوں میں
 دہاں بھی تھا شغلِ ہدایت مرا
 سیاحت مساحت کا عادی بنا
 پئے نظم پھر گئے زمین کے تلے
 تو سنسار گھر میں ہے شروئی انند
 سیاحت سے اپنی میجا ہیں ہم
 ملاقات شد از رہِ پلہ راط
 ہوں مدعی ازلی بخود فی فراش
 تو اے بے سمجھ آ کے سمجھا مجھے
 بتا کون دونوں میں فرعون ہے
 کہ سونا اور پتیل برابر نہیں پر
 گر انکار ہے۔ تو ہے رحمت حرام
 اور اب خود سے اپنی ہدایت کرو
 بس اب چپ ہو یحییٰ بہت رو چکا
 ہر اک چیز میں تجھ کو ٹیٹھ ہے
 غرض اینکہ تو ہے زجز تا بہ کل
 سنجھنا ہے یحییٰ ہے یحییٰ مدام

خداوند بخشنده و دستگیر
 سر پادشاہان گردن سراز
 خطا میں ہماری عفو کر کریم
 خطا یاد رکھنی بھی ہے اک خطا
 گنہ جو نہ بھولے خطا وار ہے
 مقرر ہوں تیرے دل سے قادر تو ہے
 بس ہم بھی نہیں بلکہ تو ہی تو ہے
 تمنا ہے یحییٰ یہی ہے خدا
 لے لے خلق بہ سن لے کیجیا ہوں میں
 سیاحت ہوئی جب بہ تحت الشرا
 ہر اک ذرہ ذرہ کا ہادی بنا
 پئے نظم گئے آسمان پر چلے
 ترا میں شریا کی ثروت ہے بند
 پئے نظم آئے بہ پشت و شکم
 بہ تحت النقاط و فوق النقاط
 ہر اک حمد میں ہم نے کی بود باش
 گراں بھی کسی نے نہ سمجھا مجھے
 کہ میں کون ہوں اور تو کون ہے
 مگر خیر جو کچھ تو کہہ ڈر نہیں
 کیا انٹر ڈیوس خود کو تمام
 بس اتنے بیاں پر تناعت کرو
 بس اب انٹر ڈیوس میں ہو چکا
 یہ نہایت ہوا تو ہر اک چیز ہے
 تو ہی تخم ہے پھر تو ہی بو و گل
 یہ نیشور و منظوم ہر دو کلام

<p>نہیں جانتے۔ مجھ کو لوقا متی بلغت نوزدہ ز بیجی مسیح</p>	<p>وانی انا فی انا نیتی کو شروع اب ہو لکچر بہ نثر نصیح</p>
<p>تو اب لکچر یہ ہے کہ لکچر دینے کے لائق فطرۃ کون شخص قرار دیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ دنیا کے بسا کاروبار سے چند کاروبارے مروجہ کار از کتاب نہایت دشوار ہے جس کے ارتکاب کے بعد بھی اوس کی انجام دہی کے لئے دل و دماغ باید بچے چنانچہ منجملہ اوان کے پہلے اوان چند افعال کسب آمیز کا ذکر کیا جاتا ہے جو حیات و دلیری کے جزو اعظم ہیں۔ جو کسی قدر لکچر کے ارکان و شروط لکچر سے متشابہ ہوتے ہیں مثلاً وہ تنے چند جو بکشا وہ پیشانی العلام العرب کے ساتھ بر سر مجلس و بار عام رہنے کوئی کر سکتے ہیں۔ از انجملہ ایک تو طناز و نقال مغنی و قوال کا طائفہ ہے۔ کہ کتنا ہی بڑا سیلا بھیا کیوں نہ ہو لکچر کے تکلف نگاہا۔ بجانا نقل کرنا شروع کر دیتا ہے کہ ذرا بھی مرعوب نہیں ہوتا۔ دوسرے کنجی۔ لولی۔ ڈومنی۔ مختل اور تنس کاروں کا زمرہ ہے۔ جو محض جو بچلا اور اتر اتر اتر کے ساتھ بر سر مجلس اپنی پاشند کو بی اور گنگھ و نوازی میں مصروف ہو جاتا ہے۔ ذرا بھی مجلس کا دبہ اوس پر ٹوٹ نہیں ہوتا۔ تیسرے اطر فی فقیر اور یہ سر۔ گویل۔ مختار اور سولسٹر کا طائفہ ہے کہ بر سر اجلاس ادھر ادھر کی لہ لہ پھندا۔ جو بچٹ تفان موٹھ۔ اناپ۔ شاپ غیرہ وغیرہ بک جھکا آتا ہے ذرا بھی اوسکو اسلٹا رعب مسوس نہیں ہوتا۔ چوتھے ہٹا کلا۔ اچھا خاصہ محض نامعذور ٹکڑ گدا بھیکھاریوں کا قافلہ ہے۔ کہ کتنی ہی بڑی بھڑ کیا معنی کہ میدان حشر پیا کیوں نہ ہو۔ وہاں بھی محض بے رعبی و بے حیائی کے ساتھ دست درازی و سدائے ہل من مزید بلند کرنے سے باز نہیں آتا کیونکہ بھیک مانگتے مانگتے اور حرام کالہ کھاتے کھاتے۔ اوس کے سارے اندرونی و بیرونی۔ ازلی وابدی لطافت آب قوی کند و ناکارہ ہو جاتے ہیں۔ اس لئے یہ جرم ہے پھر بھیک مانگنا اور گتہ کھانا بالکل برابر ہے۔ اور گتہ خاصہ کہ خنزیر کی غذا ہے۔ اس واسطے سارے بھیک مانگے۔ وادھی جہنم کے سوار ہیں۔ اور جو لوگ مذہب طریقہ سے مارا نہ وغا دیو بھیک مانگتے ہیں یا کھا جاتے ہیں خواہ قابض ہو جائیں وہ وادھی جنت کے سوار ہیں مگر جنت میں سوار نہیں ہو کرتا۔ بنا بریں یہ انہیں خنزیروں کے افسر و نبی ہیں جن کو بنی الخنازیر خواہ افسر الخنازیر کہنا چاہئے۔ تو جس قوم میں زیادہ مغلس ہوگی۔ اوس میں بد صورتی ہوگی۔ جہاں زیادہ بد صورتی ہوگی وہاں بد صورتی ہوگی۔ جہاں بد صورتی ہوگی وہاں بد صورتی ہوگی۔ جس کو دوسری لفظ میں لعنت یا پھٹکار کہتے ہیں۔ پس حقیقت</p>	<p>تو اب لکچر یہ ہے کہ لکچر دینے کے لائق فطرۃ کون شخص قرار دیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ دنیا کے بسا کاروبار سے چند کاروبارے مروجہ کار از کتاب نہایت دشوار ہے جس کے ارتکاب کے بعد بھی اوس کی انجام دہی کے لئے دل و دماغ باید بچے چنانچہ منجملہ اوان کے پہلے اوان چند افعال کسب آمیز کا ذکر کیا جاتا ہے جو حیات و دلیری کے جزو اعظم ہیں۔ جو کسی قدر لکچر کے ارکان و شروط لکچر سے متشابہ ہوتے ہیں مثلاً وہ تنے چند جو بکشا وہ پیشانی العلام العرب کے ساتھ بر سر مجلس و بار عام رہنے کوئی کر سکتے ہیں۔ از انجملہ ایک تو طناز و نقال مغنی و قوال کا طائفہ ہے۔ کہ کتنا ہی بڑا سیلا بھیا کیوں نہ ہو لکچر کے تکلف نگاہا۔ بجانا نقل کرنا شروع کر دیتا ہے کہ ذرا بھی مرعوب نہیں ہوتا۔ دوسرے کنجی۔ لولی۔ ڈومنی۔ مختل اور تنس کاروں کا زمرہ ہے۔ جو محض جو بچلا اور اتر اتر اتر کے ساتھ بر سر مجلس اپنی پاشند کو بی اور گنگھ و نوازی میں مصروف ہو جاتا ہے۔ ذرا بھی مجلس کا دبہ اوس پر ٹوٹ نہیں ہوتا۔ تیسرے اطر فی فقیر اور یہ سر۔ گویل۔ مختار اور سولسٹر کا طائفہ ہے کہ بر سر اجلاس ادھر ادھر کی لہ لہ پھندا۔ جو بچٹ تفان موٹھ۔ اناپ۔ شاپ غیرہ وغیرہ بک جھکا آتا ہے ذرا بھی اوسکو اسلٹا رعب مسوس نہیں ہوتا۔ چوتھے ہٹا کلا۔ اچھا خاصہ محض نامعذور ٹکڑ گدا بھیکھاریوں کا قافلہ ہے۔ کہ کتنی ہی بڑی بھڑ کیا معنی کہ میدان حشر پیا کیوں نہ ہو۔ وہاں بھی محض بے رعبی و بے حیائی کے ساتھ دست درازی و سدائے ہل من مزید بلند کرنے سے باز نہیں آتا کیونکہ بھیک مانگتے مانگتے اور حرام کالہ کھاتے کھاتے۔ اوس کے سارے اندرونی و بیرونی۔ ازلی وابدی لطافت آب قوی کند و ناکارہ ہو جاتے ہیں۔ اس لئے یہ جرم ہے پھر بھیک مانگنا اور گتہ کھانا بالکل برابر ہے۔ اور گتہ خاصہ کہ خنزیر کی غذا ہے۔ اس واسطے سارے بھیک مانگے۔ وادھی جہنم کے سوار ہیں۔ اور جو لوگ مذہب طریقہ سے مارا نہ وغا دیو بھیک مانگتے ہیں یا کھا جاتے ہیں خواہ قابض ہو جائیں وہ وادھی جنت کے سوار ہیں مگر جنت میں سوار نہیں ہو کرتا۔ بنا بریں یہ انہیں خنزیروں کے افسر و نبی ہیں جن کو بنی الخنازیر خواہ افسر الخنازیر کہنا چاہئے۔ تو جس قوم میں زیادہ مغلس ہوگی۔ اوس میں بد صورتی ہوگی۔ جہاں زیادہ بد صورتی ہوگی وہاں بد صورتی ہوگی۔ جہاں بد صورتی ہوگی وہاں بد صورتی ہوگی۔ جس کو دوسری لفظ میں لعنت یا پھٹکار کہتے ہیں۔ پس حقیقت</p>

خراب پیٹھے ہیں وہ سب لعنتِ الہیہ کے سبب سے ہیں + اور ان میں سے ایک بھیک بھی ہے جس کی مذمت میں بکمال مبالغہ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ بچے اپنی ماں سے دودھ بھی نہ مانگیں تو بہتر ہے = اور دینے والے کو چاہئے کہ مانگنے والے کو دینے کے نام سے گالی بھی نہ دے تو اچھلے + اگرچہ کوئی اس سے بری نہیں ہو سکتا۔ مگر فعل استدعاء میں بھی فرق ضرور ہے لہذا کیونکہ کچھ فعل استدعاء تو جن طلب واقع ہوتا ہے اور کچھ حسن قبح۔ جیسے ہیم قرض واقتراض کا متربک ہونا۔ لیکن چونکہ آگے چل کر اس میں ترویج طلب مقصود ہوتا ہے اس جہت سے اس کا نام بھیک نہیں ہو سکتا بلکہ دین ہے + اب اگر دائے دین میں بندیتی سے انقباض واقع ہونے لگے تو اس کا نام غبن ہوگا + کہ فعل طلب نے اپنے طالب کے ذریعہ سے خود کو فعل غبن میں سہلک کر دیا = اب اگر اس فعل غبن کو فعل طلب کی طرف رجوع کرنے میں۔ کوشش کی جائے۔ تو اس کوشش کے مطابق اس فعل طلب کا نام دوسرا قرار پائیگا = جس طرح حاکم سے عرض کرنا کہ مدیون ظالم سے ہمارا دین یا بدلہ ظلم اور ادا کیا جائے = تو اس استدعاء کا کام استغنا نہ ہوگا + تو جس دم پس از استغنا نہ۔ حاکم مذکور اس مدعی اور مدعا علیہ سے اقامت گواہی کا طالب ہو۔ تو اس طلب کا نام استشہاد ہوگا + جہاں سبب یا یہی تنازعہ کے فیصلہ سے حاکم نے طلب فراغت چاہی۔ تو اس کا نام استراحت ہوگا + لیکن جسوقت حاکم کسی موقع پر یا کسی بلا میں مبتلا ہو کے اپنی جانبی کی طلب من عند الناس چاہئے۔ تو اس طلب کا نام استمداد ہوگا + اگر اس نے استمداد کو راہ نہ دیکر سارے قسم کے طلب سے دست برداری بشکل صلیب اور سنگن کر کے دست کشائی کو راہ دیتا ہوا ایللی یا علی علی کہہ کے طالب غنا ہو تو اس طلب کا نام استغنا ہوگا + تو جو طالب استغنا ہوگا + اس کے اس حسن طلب کا نام استرضاء رکھا جائیگا + پھر وقتاً کہ وہ اپنے اس استرضاء پر تمام ذرہ ذرہ کو راضی برضا ادا کر کے بقضائے کھینکا طالب ہو تو اس طلب کا نام استسلام ہوگا + جیسا کہ استسلام ہذا میں ظاہر یا یہی حسن و خوبی کے جاری کرنے کا طالب ہو۔ تو علی حب مراتب الناس استلجا سے موسوم ہوگا + اگر جمیع سلعین کو جو جو فوج فوج علی حب حصول عرفان اُنکے مدخلین فی دین اللہ رہ کر عرض مدعاء کے طلب کئے جانے لگا۔ ہو۔ تو اس کو استرجاع کہینگے + پس ازاں جو طالب استرجاع ہو تو اس کے اس طلب کا نام استحضار ہوگا + ثم فتم اگر علیہ استدعاء وغیرہ کو کسی اپنے ازلی وابدی مطلوب کے زیرِ مشیت رہ کر صرف کر لئے جانے کا طالب ہو کہ فراغتِ کلیہ ہو = تو اس طلب کا نام استفاد ہوگا +

نکات

کہ گویا کسی طرح بھی انعامِ الطلب سے استغناء نہیں ہوتا + اما اینکہ سارے اقسام کے استدعا سے طلبِ آن گدائی مذکورہ جس پر یہ بحسب شروع ہوئی نہایت معیوب و مردود پس گدائی کو بجز واما السائل فلا تنہر کے کچھ یاد نہیں لیکن غرض الامر اینکہ ۛ

دستِ دراز سینکڑوں عیبوں کا عیب ہے جس دست میں یہ عیب نہیں دستِ غیب ہے تو وہ دستِ غیبِ یدِ اللہ غیر مخلوق ہے وہی دست ہے جو سگنل کی طرح استغناء ظاہر کرتا ہوا علی العظم ہونیکا نعرہ مار گیا ہے جس کی طرف سب لوگ دستِ درازی میں یدِ طوبیٰ رکھتے ہیں۔ کہ وہی یدِ اللہ دنیا میں فوق یدِ علیاء رسولہ ہوتا ہے = کہ جو اوس ماتھے پر بلا انفاق طلبِ برکت کا مستدعی ہو۔ تو یہ طلب ناجائز نہیں۔ اس طلب کا نام بھیک نہیں بلکہ استبراک ہے + اب اگر وہ رسول بوجہ انعامِ علم الغیب کسی زمرہ منافق کے نامجوہ استبراک کے مجال میں گرفتار ہو کر خسارائے ظاہری میں مبتلا ہو جائے = تو وہ اپنے اس فعل سے محض بری الذمہ ہونے کے علاوہ اپنا مرتبہ اوسی رب الغیب کے متشابہ رکھتا ہے + جس نے اوس کو بھیجا ہے۔ بلکہ عین وہی ہے + کہ اوس کو اپنے زعمِ قدرت کے بدولت اس بات کا پیشتر سے بھی علم ہو سکتا ہے کہ کسی وقت خود کو تمام علوم و فنون سے بے بہرہ رکھ کر محض بے علمی سے علم کا کام لے + مگر حیف بالائے حیف + ثم یہیات علی یہیات ہم اون منافقین مامات الرجال وعبیدعو۔ پر جو براہِ فریب و وفا طلبِ برکت کے مرتکب ہوئے ہوں + کیونکہ اگر کوئی کسی سے بے شمار خوشامد کر کے جھوٹی محبت جتلاتا ہے تو مخاطب کے دل پر ہرگز ہرگز سچی محبت کا اثر نہیں پڑتا۔ اور یہ خاصیت بلا رد و رعایت ہر ایک دل میں اوس کے لوازمات کے مطابق رکھی گئی ہے + آئندہ اوس کو اختیار ہے کہ اس کو ترقی دے یا خراب و خستہ کر ڈالے = مگر خراب ہو جانے پر بھی حتی الوسع دل اس وظیفہ کو پورا کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ یہ بھی بتلا دیتا ہے کہ یہ تیرے دل کے سبب سے ہے یا فریق کے سبب سے۔ اسی طرح اگر سچی محبت رکھ کر اظہار کرے یا نہ کرے اوس کا اثر سچائی کے ساتھ واقع ہوگا + گویا دل ایک طبعی مطیع ہے کہ ہر مطبوع و غیر مطبوع اوس پر مطیع ہو جاتا ہے + اس قلب کا قالب بہت ہی اعلیٰ درجہ کا معیار و مقیاس بنایا گیا ہے + چنانچہ اگر کوئی خدا کے بارہ میں یہ عقیدہ مستحکم کر لے کہ شیطان اوس سے قوی ہے سب چیز طبعی طور سے ایک اثر رکھتی ہے کہ ضرورت کے وقت اوس سے کام لیا جاتا ہے۔ خدا میں تو کچھ اثر ہی نہیں۔ اوس کی ہستی و نیستی دونوں مساوی ہے۔ ایسی حالت میں وہ کب کسی کی سن سکتا ہے۔

تفکرات

یاسن کے اوس کے حسبِ خواہ کچھ کام کر سکتا ہے پھر ایسی خدا کی پروا کون کرے بگویا اوس کی ساری خوبی سے کافر ہو کہ یہ سب کفرین اوس کی ذات کا کفر ہے اس کے بعد ایک منارہ پر جل کے کبھی دست بستہ کبھی کان پہ ہاتھ رکھے ہو۔ ٹے چیخ مار مار کے کہے کہ میں تجھ کو سب سے بڑا سمجھتا ہوں = حاضر و ناظر جانتا ہوں۔ رحمن الرحیم مانتا ہوں۔ تیری ہی عبادت کرتا ہوں تجھی سے اپنے کاموں میں مدد چاہتا ہوں = تو یہ بالکل ایسا ہی ہے کہ کفر و دل بر زبان اللہ اکبر و شوق تو اوس کے تمام حمد و ثناء کا مطلق اثر ہو گا۔ یہ سب نمائش اوس کی بیکار ہے۔ اور ریائی مصلی کسی کام کا ہوتا بھی نہیں۔ بخلاف اس کے جو اوس کا دل سے مستعد ہوتا ہے۔ اکدم اوس کی دھن میں رہتا ہے۔ وہ بھولے چو کے کبھی اوس سے دُعا بھی نہیں مانگتا۔ کہ وہ ہماری ہستی کے پہلے ہماری تمام ضرورتوں سے عالم ہے = بلکہ ضرورت کا بھی وہی خالق ہے۔ کہ جو اس مرتبہ میں سچائی سے بڑھتے بڑھتے فنا فی رُوح اللہ ہو کر عین رُوح اللہ بن گیا۔ اوس کے دربار کی بھی یہی حالت ہوگی۔ کہ اگر کوئی اوس کی جناب میں بایں غرناہِ حقیرانہ و غلامانہ طیر سے نیک بنا ہوا۔ یہ خدمت و اطاعت لگا رہے کہ اُس سے اپنا کام نکلوا کر دھوکا دے۔ خواہ چلے۔ تو پھر وہ ہزار بار کیا معنی کہ کر ڈھا کر ڈھا کر اس سے خدا کے جناب میں دُعا کروائے۔ وہ ہرگز قبول نہیں کرتا۔ کیونکہ اوس کو اس علم ہے کہ یہ اسکو مطلب براری کی بعد دھوکا دینا چاہتا ہے۔ اس واسطے ایسے لوگ چاروں طرف۔ سے مردود و مطرود رہ جانے ہیں۔ تو اس قسم کے طلب ادا کا نام استخیان ہے + اب جو شخص فضلِ استخیان کا جا بجا خفیہ مرتکب ہوتا رہے تو اس کا نام استسرق ہے + جس میں بہت ہی زیادہ سے زاید بے شرمی و انذار العرب اور دلیہ می غبیہ کو تابع کرنے کی ضرورت ہے۔ کہ بھیک مانگنا بمقابلہ اس کے بدرجہا بہتر ہے = کہ بھیک مانگا اعلانیہ وادنی برہوت کا خنزیر کہما جاسکتا ہے اور یہ چیرکا خنزیر ہے۔ کہ ظاہر میں بھیک کو عیب جانتا ہے اور باطن میں اوس سے زیادہ بُرا کام کرتا ہے۔ کہ ایسے متعفن و عفان ہنر کے تحصیل میں شب و روز کو شمش کرتا ہے۔ نو بنو ترا کیب ایجا و کرتا ہے۔ کہ قرن ہذا میں بہت بڑا ڈپلو ما حاصل ہو چکا چنانچہ یہاں پر چھوٹی مثال سے لیکر بڑی مثال تک بیان کر کے اس عیب کے خباثت نماط عیوب بیان کئے جاتے ہیں جو اطمینان بخش ہو تو اوس کو یوں فرض کرو کہ جو اللہ ہے اوس کو بلا وجود ملوٹن بھی فکر بلا آمیزش مفہوم فکر ہے۔ کہ دوالاہ یعنی عودس و عودسہ ملے بکمال توحید دو لھا یعنی دوالاہ لملہاتے ہوئے ایسے لہا لٹ ہوں کہ ادل سے ابد تک

ملہ
ہنری منہ
یونہی مانہ
ملہ اور
مصر و زو

تفکرات

ہجائے۔ کہ سب اس مقناطیسی عشق کا لوہا تسلیم باسلام کر لیں۔ کہ یہی ایک دولہا خالی ایک آلہ کائنات
ہے اس لئے اسی میں ترکیبیں سوچتا رہتا ہے۔ اور طرح طرح سے ایجاد کرتا ہے۔ کہ تمام
موجودات میں وہ اللہ سے ایک اللہ کو کبھی کلیم بنا کے اپنا مطلب نکالتا ہے۔ کبھی کلام بنا کے
کبھی خلیل بنا کے۔ کبھی خلال بنا کے۔ اس واسطے اس کو بجز انی اناللہ لا الہ الا انہ دانی
علی کل شیء قدیر کے کچھ یاد نہیں۔ اسی سوال پر جواب دیتا ہے۔ اس کو جدیدائیں ہی شیخ ق
ہے کہ ہماری تقریر پتھر میں اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کے پُر مضامین اشعار ہوں۔ عمدہ سے عمدہ
پُر معانی عمدہ لہجہ ضرب الامثال ہوں۔ رزم و بزم درست ہو۔ شوکتِ الفاظ چست ہو۔ توافیہ
تنگ نہ ہو۔ حکایات جربستہ ہوں۔ اس لئے اس میں طرح طرح سے اختراع کرتا رہتا ہے۔
اور یہ نہیں معلوم کہ اس کے آگے اور بھی کوئی ادب ہے۔ اس واسطے اس کو بجز ولا حسب
ولانسب الا الادب کے اور کچھ نہیں یاد ہے۔ بہ ہمیں عنوان جو بیرسٹر اور فقہاء وغیرہ ہیں
وہ اسی بچار میں سر لہزدہیں کہ سب لوگوں میں جھگڑا پیدا ہو جائے۔ کہ متجاہمین اپنا اپنا مقدمہ
پیش کرانے کے لئے آتے جائیں۔ اس میان میں کسی نازنین سے بھی بھیلہ مقدمہ تخلیہ پیش
آنے کا موقع مل جائے۔ اور یہ بعید نہیں۔ کیونکہ مشورہ آرائی بھی بالتحصیص اس کے پیشہ
کے ماتحت ہے۔ جس میں کسی کو بدگمانی کا موقع نہیں مل سکتا۔ پھر اس مشورہ میں ممکن ہے
کہ یہ بھی مشورہ ہو کہ مقدمہ کی فیس بہ ترکیب بیکرا داکر لی جائے۔ اور ظاہر استخفہ و تحائف پر
محمول ہو۔ اس واسطے وہ اسی کی مناسبت سے تدبیر ایجاد کرتا رہتا ہے۔ اور اس کو
ماعدائے حبیب اللہ نعم الکلیل و نعم المولی و نعم النصیر کے کچھ یاد نہیں۔ جنہیں جنس اینکہ جعفر
قبور ہے ہکوشب دروزیہ فکر لگی ہوئی ہے کہ خدا ہمچیں کند کہ طاعون و مرگ عام ہو جائے
کہ قبر کنی کی مزدوری ملے۔ اس کو ماسوائے کل نفس ذالقیۃ الموت کے کچھ یاد ہی نہیں ہے
بہمچیں طور اینکہ خطاب اپنی مجلسازی میں ایسا ایہیختہ و اوہیختہ ہے کہ اپنی سفائی پُر آہائی
اور اتماالت مآب باتوں سے لوگوں کو گرویدہ کر کے تابع فرمان کرنا چاہتا ہے۔ اس کو
الدنیازور لا مختص الا بزدور کے علاوہ کچھ یاد ہی نہیں ہے۔ بہ لہذا الامثال اینکہ ڈاکٹر اور
طیب اس خفقان کے شکار ہو رہے ہیں کہ تمام لوگ بیمار پڑ جائیں۔ بدوں ہمارے کسی کی
دواء سے شفا یاب نہ ہوں۔ جب کوئی امیر شفا یابی کے قریب پہنچے تو پھر کچھ دوا دیجے بیمار
ڈالو کہ دوا می بیمار رہے اور دوا می ملتا رہے۔ قرظینہ کے بہانہ بہت لوگوں سے

رشوت ملے۔ کوئی نازک خوبصورت دست حنائی کا بنض دیکھنے کو ملے کہ تھوڑی دیر اسی سے منکذ ہوں۔ تو اس کا یہی وظیفہ ہے کہ فی قلوبہم مرض فزادہم لہم عذاب عظیم۔ بہمیں طور و طالعہ ایکہ سلطان کو یہی خط ہے کہ دوسرا سلطان غافل ہو جائے تو اس کا ملک مال چھین لو۔ کوئی ہمارا ثانی نہ ہو اسی کے پیچھے پولیٹیکل چال سوچتا رہتا ہے اور یہی اس کی کپت ہے کہ رب ہب لی ملکاً لا ینبغی۔ لا حدین بعدی + انک انت غنی الکیرم + بہ چنیں منشدہ ایکہ صرف اسی اودھیٹرن میں غلطان وچپاں ہے۔ کہ اپنا زہر کا سد کسی طرح سے بھی نکال دہیں اس کا یہی وظیفہ ہے کہ لا ینبغی مالنا اخلدہ + کذا انک الامرا یکہ طبلخ اودھینہ ہوٹل والے نانبائی کو یہی سوچی ہوئی ہے کہ کوئی امیر کبیر مسافر اس ہوٹل میں پھسے۔ کہ موقع پا کر کچھ کھانے میں ملا دو۔ کہ جاں بحق تسلیم ہوتے ہی مال و متاع پر قبضہ کر لوں = اندھا راجہ چوہٹ نگری سرکاریں جہاں میراثا خیانت جائز ہو بے وارثیت کے نام سے مندرج دفتر کرار و کے کچھ اپنا اور لٹکا اور لٹکا پٹ بھروں اسکو یہ یاد ہے کہ یسئل اللہ نعمتہ فیما لا یحسب۔ تو ایسی ہی جگہ کے حکامین کو یقظا و منامیسی خوض و تلاش لگی ہوئی ہے کہ کسی مد سے کچھ غن کر لو۔ خواہ تباہی ہو یا کچھ ہو۔ ٹیکس بڑھا کر غن پورا کر لوں گا۔ ابانہ بھی پورا کروں گا تو اس کا بھی کچھ غم نہیں۔ چنانچہ اس کو اسی قسم کی نذیریں ملکہ حاصل ہے۔ اور اس کو ماخلاتے ایکہ واتبوا اولی الامر منکم کے۔ کچھ بھی یاد نہیں + تو بریں رواج زمانہ ایکہ جو طمان ہے وہ اس ترکیب میں سرگرداں ہے کہ آٹا میں کچھ گھن ملا دو کہ تھوڑا آٹا بیچ جائے تو اس کو یہی یاد ہے کہ اهل البند التجارة + بہمیں جاوہ ایکہ جو لوگ امکہ و عغان سے ہیں اون کو ہمہ آن یہی تردد لگا ہوا ہے کہ کسی کا بھی گھر گندہ ہو کہ ہم تصفیہ اور تنقیہ کے لئے ملائے جائیں۔ اور سارے علی الکعب کے تعض بردار ہوں۔ سارے لوگوں کی مویشی مر جائیں کہ ہم مردار خوار ہوں۔ اور سب کا ہڈی چڑا استعمال میں لائیں + بہمیں نماط ایکہ جو لوگ غماض سے ہیں۔ اون میں یہ سما یا ہوا ہے کہ کچھ بھی واردات و سوانحات گفتنی و ناگفتنی وقوع میں آجائیں کہ مجھ کو اس کی خبر رسانی سے کچھ حظ حاصل ہو۔ اس کو خالی فائسل بہ خیر کے اور کچھ یاد نہیں ہے + بہمیں مقصود ایکہ جو تفرق ہے وہ اسی خیال میں ہے کہ کوئی آباد راستہ سے نہ چلے۔ مکتہ مدینہ کے طرح جہنم کا راستہ بنارہے کہ ایک قبیلہ کا قبیلہ پرورش کرنے کے لئے ہمیشہ سو پچاس ماے جاتے ہیں تو کچھ ہرج نہیں بلکہ جہان بھر کو مار مار کر مال چھین لینا کچھ مضائقہ نہیں = جہادی ثواب ہے گویا خود پر رحم کرنا ہے۔ لہذا التکاک الامور ایکہ و اقتلواہم حیثما وجدتموہم وان اللہ قتال العظیم کا وظیفہ پڑھتا ہے +

تفکرات

جو قصاب اور چارہ ہے وہ لیل و نہار مبتلائے تعلق ہذا ہے۔ کہ کسی گھنٹی۔ گولی۔ کسان اور شبان
خواد کسی کی بھی مویشی ہو وہ مریض ہو جائے کہ ہم اوس کو سستے میں خرید لیں۔ اسی میں تدبیر سچ چتا
ہے بلکہ لوگوں کی مویشی کو کچھ کھلا پلا بھی دیتا ہے۔ کہ اپنے مقصود میں کامیاب ہو = اوس کو
ہمیشہ سورہ بقرہ کا مراقبہ رہتا ہے + اسی طرح جو قصار ہے۔ اوس کو یہ مالیزیا ہو گیا ہے کہ صفائی
والا اچھی طرح انتظام نہ کرے۔ بلکہ کسی کے گھر میں بھی اچھی طرح صفائی نہ ہو کہ سب لوگ کا
جلدی جلدی کپڑا سیلا ہو اگرے کہ خوب اچھی طرح سے پیسہ اٹھ آئے کہ اوس کو یہ یاد ہے کہ
وَنشَا یَکَ قَطْرَةٍ۔ ایسا ہی ساری کتابوں کو یہی ہم دغ و بوجے ہوئے ہے۔ کہ کسی نہ کسی کو ضرور
کس و تنکان پیدا ہو۔ کہ اٹھ پاؤں دیباہی کی مزدوری ملے آرام پا کر سو جائے تو اوس کا مال لیکے
چلے لوچ اوس کو یہ یاد ہے کہ اِنَّ اللہَ کَبَّاسُ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ دہو علی ذالک القدیر + بہمن نہاج
ایکے جو لوگ مفتتری ہیں اون کو دمدم ہی تجسس ہے کہ لوگوں پر ایسا مایا ابھانا خواہ انتہا مایا
ازدما یا ایسا مایا کسی طرح سے ہو ایک من گڑھت بہتان لگا دو کہ اون کی حیثیت عرفیہ کا ازالہ و تہنک
ہو۔ پس اوس کی اسی سوچ بچا رہیں عمر کٹی ہے۔ اور اوس کو یہ یاد ہے کہ واللہ یتہزی بہم و انما نحن
مُضِلُّوْنَ + بہمن ملک ایکے جو ماراف و متغافل سے ہیں اون کو یہ سوچ پڑی ہوئی ہے کہ سب لوگ تفکرات
اُلو کے پٹھے ہو جائیں کہ مجھ سے غیب کی باتیں پوچھنے کو آئیں کہ میں جیسا ظاہر آدمی دیکھوں اوس
کے مطابق ہتھیلی دیکھ کے باتیں کرنی شروع کر دوں۔ کہ کسی وقت آپ کا از بسکہ مزاج ناشاد رہا
ہے۔ آپ کا ایک دشمن بھی بہت ہی بڑا شدید القوی ہے۔ مگر چونکہ آپ از حد نفس عالیہ رکھتے ہیں۔
اس لئے اس کی کچھ پروا نہیں کرتے۔ آپ دوسرے دوسرے کاموں میں تنگا پونے بے قیاس
فرماتے رہتے ہیں۔ اور دشمن کی دشمنی سے غافل رہتے ہیں اور وہ اس کو بگاڑ دیتا ہے۔ کیونکہ یہ
تو ممکن ہی نہیں ہے کہ کائنات بھر میں ایک ذرہ بھی آپ کا دشمن نہ ہو۔ پس آپ کو اپنے دشمن
سے خبردار رہنا چاہئے۔ کہ آپ کو آٹے بے احصا اور نعمائے بے انتہا مل جائے پھر کہ ناچار
چارہ کار وہ بیچارہ کچھ منکر بہانہ کار اور مقربہ اقرار ہو کر دے لے کی خبر لے۔ تو اوس کو یہی یاد
ہے کہ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ بَابِیْنَ اَبْدِیْنِمْ وَمَا خَلَقْنٰہُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمُ الْخَیْرِ یعنی جو کچھ ہتھیلی اور ہتھیلی کے پشت
پر انٹی وحشی میں خطوط ہیں اون کے آخر کو خدا بابتنا ہے وہی بڑا جاننے والا ہے۔ مگر جہاننگ
مجھ کو علم تھا اوس کے مطابق کہدیا چلو مابخیر شما سلامت ازین طور جو سکی ادم مرثیہ خواں و
تعریض ساز و پرہ کن ہے اوس کو یہی خیال لگا رہتا ہے۔ کہ تمام عالم میں دبائے آسمانی و بلبائے

ناگمانی نازل ہو جائے کہ مجھ کو رونے رو لانے کی جہاز ضروری ملے اور اسبابِ مُردہ جدا = اوس کو
 یہ یاد ہے کہ فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا آئندہ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ علیٰ ہذا القیاس جمیع میال کو
 حرص و طمع ستائے، مٹنے ہے کہ کہاں دعوت و ضیافت کے لئے دیگ ڈھنڈھنا رہا ہو۔ کہ
 وہاں جان نہ پہچان خالہ اماں سلام کیلئے اپنا پیٹ بھر لے۔ اوس کو سوائے کُلُوا وَاشْرَبُوا اور
 رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَہ کے اور کچھ یاد نہیں ہے، اَلَمْ جَزَاءً اَیْنُکَہ جو لبان ہے اوس کو ہمہ دم
 یہی خیال دامنگیر ہے کہ کیا تدبیر کروں جس سے مولیٰ کو دودھ زیادہ ہو کہ یہ ترکیب سوچتے
 سوچتے ہی سوچ لیتا ہے۔ کہ دودھ میں کچھ پانی ملا دو تو بہتر ہے پنیر میں چربی ملا دو تو مناسب
 ہے۔ گھی میں ناریل کا تیل آمیختہ کر دو تو انسب ہے پیمانہ چھوٹا کر دیا اوس میں کچھ بھر دو تو اعلیٰ بات
 ہے پھر کسی کو معلوم ہو یا نہ معلوم ہو مگر اپنا کام چل جائے۔ قسم کھا کے پارا خرچ جائیٹکے۔ تو اوس نے
 بھی اسی طرح کچھ دودھ گھی کے بارہ میں چکنی چٹیری باتیں ضرب الشل کی طرح یاد کر لی ہیں اور موقع
 یا کر تحفہ پیش کر دیتا ہے کہ مخرج اللہ الحلیب من بین الدماء والکشافہ ازاں قبیل تمام جو اساتذہ و بطارقہ ہیں
 ہمہ اوقات اس طحال میں پڑے ہوتے ہیں کہ دنیا بھر میں گرانی ہو جائے کہ سچے فروخت ہوں کہ اون کو
 خرید کر اون کی تعلیم تحت الرقیتہ والرقیقہ کیلئے حاصل کیا کر اون کی اوقات بسر کی کا بہ خیریت بندوبست
 نکلات

کر دیں کہ روح اللہ راضی ہو + اون کو یہ یاد ہے کہ کل حزب بما لدیم فروخ ہیں ۵

زاد بہ نماز زہد ضبطہ دارد میخوار بے دوسالہ لبطہ دارد

معلوم نیست کہ یا مہر طرف کہیت ہر کس بہ خیال خویش ضبطہ دارد

اور جو مختصر ہے اوس کو یہ خیال ہے کہ غلط سالی ہو تو گرانی سے غلہ بیچوں + بہ ہمیں انشراح اینکہ جس کو
 گرام تصنیف کرنے کا شوق ہے ہمہ آن مستطین کے کلام کی طرف متوجہ رہتا ہے کہ کچھ بھی نیا محاورہ
 و اصطلاح اور دیگر باتیں جو زبان دانی کے متعلق ہوں معلوم ہو جائے کہ اپنی نوٹ بک میں درج
 کرے + بہ ہمیں تصدیق کلام اینکہ جو مصنف شیطان و دزد مضامین ہوتا ہے وہ ہمہ آن اسی مرض
 میں سرگندہ ہے کہ جھوٹی کہانیاں۔ افسانے۔ ناول۔ افسول۔ حصار۔ کھیل کو۔ ناولک مضبوط
 وغیرہ وغیرہ کے لایق مزاحمت آمیز مضامین مانجھ آجائیں کہ بہت ہی مضحکہ منجھو کہ ہوسب لگے اس
 میں مبتلا ہو کر خریدنا شروع کریں۔ سارے اچھے مضامین کی کتابیں ردی ہو جائیں۔ سارے
 مصنفین کا نام و نشان دُنیا سے مٹ جائے اور اس کا دشنام و لعنت نامہ جاری ہو۔ اور اس کا
 کلمہ پڑھا جائے تو یا اس کی خواہش یہ ہے کہ جو کچھ باتیں ہوں سب جل آمیز ہوں کہ دل بھی ہو تو ٹوٹ

دجال ہو غلق بھی ہو تو دجال ہو۔ تخلیق بھی ہو تو دجال ہو۔ خیرات و صدقات بھی ہو تو دجال ہو۔ غرض کہ اوس کے خیال میں ہمہ سموات الارض مافیہا اپنے خالق سمیت دجلاً از خود پیدا ہوا ہے۔ اگر کوئی اس کا پیدا کرنے والا بھی ہو تو وہ بھی دجال ہونا چاہیے کہ سب کا سب دجل اللہ وہین اللہ و بطل اللہ ہے پس اس کو بحر الدنیا لعب و لہو اور کل شیء ما خلا اللہ باطل کے کچھ یاد نہیں ہے۔ اسی بات کے ثبوت کے لئے تدبیریں اور دلیلیں سوچتا رہتا ہے۔ بشمول ہذا الامر لیکہ جو دجال عالمنا نہ نکالیں اگلے میں نرات ہی پھانسی لگی ہوئی ہے کہ لفظ شفا کو شفا کیوں نہ بولے لفظ مہوس کو بواہوس کیوں لکھا لفظ وجود نہ نذر کو تائید کیوں باندا۔ تنخواہ و مہنتیاب جو اب اللہ سردار۔ سور و فاسق شیشا و فوط اور کئی خرافہ وغیرہ کی تفسیر اس طرح کیوں کی گئی۔ کہ ایسی زٹل نکتہ چینی پر ساہا سال و مدت تفسیر اتقاتی کرتا کرتا ہوا خبیثانہ بحث و مباحثہ میں لگا رہتا ہے۔ کہ گویا وہ درپردہ حیانتاً و ممانتا اپنے اثبات اہمل میں مصروف ہے۔ اور اپنے مہمل خرافات تصنیفات سے سب کو بغض و عناد۔ نفاق و شقاق کا سبق دیتا رہتا ہے اور یہ خواہش رکھتا ہے کہ جہان بھر کا اخبار و جرنال بند ہو جائے صرف اس کا تصنیف و جریدہ جاری رہے کہ اسکی یا وہ دوائی و ہرزہ گوئی کو مضامین ناظرین کی آنکھوں سے گزرتے رہیں + تو یہ نچرل گنوار بنجر۔ زانا نازی بھونڈا اور بھدا۔ اکدم ایچ اور ادبیا مانس خود کو حاضر جواب سمجھ کر نچرل بک نچرل اسٹیل پر جھوٹے موٹے کا اعتراض کرینے کو باعث افتخار سمجھتا ہے کہ عقلاء بشر ہذا کے مفہوم پر عمل کرنے کو موجب شرافت سمجھنے لگتے ہیں کہ

تفکرات
حدیثی جوت
ہما و سونے
شعبہ روز

نائل کنان برنطا و صواب بہ از ژاژ خایان حاضر جواب

عاقبت الامر اینکہ انبیائے ملت محمدیؐ مآب و مشائخین کذا بین کے دل و دماغ میں بکواتا یہی بچی جی ہے کہ سب لوگ ہمارے امت و مرید ہو جائیں مفت میں منصب و جاگیر ملے۔ سوراً سوراً پائے حکومت کو پہنچ جائیں۔ کہ کسی اچھی جگہ اپنی مآرو حکومت گاہ بنائیں پس وہ اس میں اپنا خیال دوڑاتا رہتا ہے۔ کہ کیا ترکیب کریں کہ ہم سے کرامت و حجزہ سرزد ہو پس اس لئے کچھ نسخہ شعبہ خراہم کرتا ہے + کچھ افسوں و فتیلہ فروزی۔ گندہ اور تعویذ کی کتابیں مہیا کرتا ہے + کسریا بانا اور بھگوا پنکھ میر لگی بنتا ہے + کبھی اپنے جبہ و قبہ کو آرائش دیتا ہے + اخلاق و وسیع کردیتا ہے + انکساری بڑھا دیتا ہے + افریقادی بکرا کی طرح ڈیڑھ ڈھتہ کی ڈاڑھی بڑھا کے ابو بکر بنا ہوا بھنگل کی بیٹی بنائے رکھتا ہے + زنجبیری کسو کو کے مانند اور اوسر کے دو چار رکھے یا د

کر لیتا ہے کہ وقت بے وقت اوس کو ادا کیا کرے + اپنے مکان میں متعدد الوان کے مضارب و مخنبار درو دیوار میں منسلک کر رکھتا ہے اور اپنے سکھائے پڑھائے چیلے چینگڑوں کو منزل گاہ پر بٹھا دیتا ہے جو کوئی آئے اوس کے ساتھ چلائے۔ تھوہ۔ پان۔ سپاری۔ عطر و گلاب اور دیگر طور کے خاطر و مدارات سے پیش آتے رہیں کہ وہ نہایت گردیدہ ہو جائے۔ پھر حکمتِ عملی سے اوس کا مطلب دریافت کر لیں، اب اگر وہ بہ تلاش روزگار در بدر خاک بستر تو لال مخنبار و بادیتے جائیں، اوس کے بعد یہاں بھجوا دیا جاوے۔ اور ایسا ہی کیا جاتا ہے۔ چنانچہ جب کوئی آنے والا دال آیا۔ توشیح صاحب ہزارہ تسبیح پڑھتے پڑھتے گھبرا کے اٹھ بیٹھے۔ اور آنے والے شخص کو مخاطب ہو کے کہا کہ۔ بابا ہم تو فقیر آدمی ہیں۔ ہمارے پاس نہ کسی قسم کا عملہ ہے نہ صیغہ ہے نہ حکمہ ہے۔ کہاں سے روزگار ہم سے طلب کرتے ہو؟ اس خبر سنانی پر وہ بھجو چکا ہو کر یقین کر گیا کہ فی الحقیقت شیخ صاحب خدار سیدہ ہیں جب اوس نے بہت مدد و ثناء کر کے اپنی غلامی و بندگی ظاہر کی تو کاغذ پر کچھ کیڑا مکوڑا لکھ کر دے دیا کہ لو جاؤ، روز فجر کو اس کو پڑھا کرو اور وہ یہ ہے کہ یرزق اللہ من انشاء بغیر حساب جب وہ واپس گیا تو دو چار آدمیوں سے اون کے انکشافِ ذہنی کا ذکر کیا۔ پھر تو ایک کان دوکان تیسرا کان لکرات

مدد بیا بان ہونا شروع ہوا۔ بھٹی یاد و حسان لوگ آنے لگے۔ شیخ صاحب کے لئے مباحث و ردائاً بحال آسانی و قناتِ بسر کی صورت نکلتی شروع ہوئی۔ اس میں اور دس پانچ مختلف خورے۔ دسترخوان کے بلے میں آؤں۔ میں آؤں کرتے ہوئے جمع ہو گئے۔ اونہوں نے اور ادھر ادھر سے شکار لانا شروع کیا۔ اب اگر کسی کو کسی قیدی کے چھوڑانے کی ضرورت ہے اور وہ منزل گاہ پر پہنچا تو چیلے چینگڑوں نے حسبِ تعلیم اوس کی آنے والے کی اچھی طرح آؤ بھاگت کی۔ اور اطلاع معلوم کے بعد پہلی ٹھنٹی بجا دی۔ اور شیخ صاحب کے پاس روانہ کیا پس شیخ صاحب حسبِ معمول اونہیں تعجب خیز لہجوں سے بول اٹھے کہ بابا ہم نے کسی کو قید نہیں کیا ہے۔ مگر خیر جاؤ جو شخص قید ہے اوس سے کہو کہ اَللّٰمَّ اَخْرِجْنِیْ مِنْ اِیْمَنٍ پڑھا کرے + یہی ہے اب تو ایک نشہ دوشد ہو گیا کہ بڑی جگمگٹ ہونے لگی اس عرصہ میں کوئی اپنے مقدمہ کو اپنے حسبِ خواہش فیصلہ کرنے کی غرض سے آیا۔ تو نیچے دالے الخوان الشیاطین نے پوچھ پچھ کر کافی ٹھنٹی بجا دی کہ شیخ صاحب اپنے معمول کے مطابق آنکھ لال پیلی کر کے بول اٹھے سیا آنکھ کو لال پیلی کرنے کے لئے چپکے سے گانجہ کا دو یکم لگا لئے۔ اور چانک بول اٹھے کہ بابا ہم حاکم نہیں ہیں کہ تمہارا

۱۴
چند
۲
بج
۱۵

تفکرات

مقدمہ فیصل کر دیں۔ لیکن جاؤ احتیاطاً یہ پڑھا کرو کہ اَفَوْضُ اَمْرٍ اِلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ + اب
تو ادھر سونا پر سوگا ہو گیا کہ از دہام کا از دہام آنے لگا + طبقۃ الدنّی والوں نے سمجھ بوجھ کر نیلا مضراب
بجھا دیا کہ شیخ متنبی صاحب نے ہنکار مارا کہ کجا کہ پتھو ہم میں کچھ قسام ازل نہیں ہوں۔ کہ تم ہم سے
علم و کشائش ذہن کا افسوس طلب کرنے آئے ہو۔ اما جب آئے ہو تو اس آیت کو لکھ لو کہ اَللّٰهُمَّ رَبَّ
زَوْنِی عَلِّمْنِی۔ اس کو روز پڑھا کرو۔ تختی عالج پر لکھ کے چاٹا کرو + اب اگر کسی شایل ساجن یا شاپن
کا کتب شراۃ یہ امتحان لیا کہ میرے دل میں کیا ہے؟ تو وہیں یہ جواب دیدیا کہ اَنْتَ لَتَعْلَمَ مَا تُرِیدُ۔ یعنی
میرا جانتا ہوں کہ جو کچھ تم سے دل میں ہے، وہ تم جانتے ہو اور یہ خبر کیا بچھے ہو بلکہ زمانہ کی خبر بوجھ بولہ بتلانا ہوں کہ کمال پڑ گیا
بھونچال ہو گا۔ گھن ہو گا۔ سو ڈیڑھ سو برس کے جذبہ موجودہ لوگ مچا گئے بلکہ ہند کے لندہ جھنگے اس واقعہ سے
بچے زیادہ گھبرائے۔ اپنے والدین و سرپرست سے جا کر کہا۔ کہ شیخ صاحب بن کے لوگوں کے
دل کی بات کہہ دیتے ہیں۔ اور بالکل لوجہ اللہ لوگوں کو دواء و دواء دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ
نوبت بنوبت ایسی قاصرات الطول۔ اور مدد القذف۔ برقع پوش عورتیں جو ناقص العقل سے ہوتی
ہیں وہ سب بھی اوندھے منہ دوڑ پڑیں۔ کہ منہ لگاہ پر کے ذریعات الشیاطین نے ہری گھنٹی بجائی۔
پھر تو شیخ صاحب اپنی کارروائی کے مطابق بھاری بھاری سانس لیکر مجذوب بے ہوش
بنے ہوئے بیچے موٹھی لٹکا کے بول بیٹھے کہ (بیٹا نہ بیٹی) دم بھر کے بعد یہ بولے کہ لو یہ روز
پڑھا کرو کہ رَبِّ هَبْ لِّی مِّنْ لَّدُنْکَ ذَرِیَّاتٍ طَیِّبَاتٍ + پھر اسی طرح بیچے موٹھی کئے ہوئے
یہ لڑھا کھنی شروع کی کہ اِنَّ اللّٰهَ ذُو الْاُذُنِ الْوَدُوْدِ پڑھ کر اپنے شوہر کو پانی پلایا کرو + وہ تو تہمدی سوتن
سے بیزار رہ گیا + اور اب جاؤ یہاں عورتوں کو زیادہ بیٹھنے کا حکم نہیں ہے۔ گویا یہ سب باتیں
گھنٹی پر موقوف ہیں۔ کہ اگر فلاں رنگ کی گھنٹی بجائی جائے تو فلاں بات سمجھی جائے + کہیں
ادھر ادھر سے چھو کرے بھی آکے بول دیا کرتے ہیں۔ غرض کہ اسی طرح آگئی حاصل کرنے
کے لئے بہت سے طریقے بنا رکھے ہیں پھر حتیٰ کہ اب لوگوں کے آنے کے پہلے بھی خبر
ملجایا کرتی ہے کہ فلاں صاحب اس غرض سے آنے والے ہیں یو ما فیو ما لوگوں کی وہ کثرت
ہوئی کہ ہزاروں طرح کے مشارب و مطاعم۔ ملاپس مناعم اور دگر جوابیج کے سامان لگاتار ڈالی
پر ڈالی چنگیہ و چنگیر۔ تحفہ پر تحفہ آنا شروع ہوا۔ اور یہاں ریاء الغیاث پر الغیاث ہو رہا ہے
کہ بابا ہم کو کسی چیز سے کچھ کام نہیں + ہم تو کھاتے پیتے تک نہیں پھر جو بیچے سگ درباں۔
شکم پرست اور بیٹو لوگ بیٹھے ہیں اون کو دم وہی دینا کے کتے ہیں۔ کھاپی کے دھلے دینگے +

خدا ہمارے یہاں کے اون کتوں کی بھی دعا قبول کر لیگا۔ گویا ایک طرح سے اُن کو دینا ہمیں ملو دینا ہے۔ کہ وہ بھی خلقِ خدا ہیں ہمارے سر پر بیٹھے ہیں۔ یہاں تو کچھ گرام نہیں ہے اور یہ کسی کو معلوم ہی نہیں کہ وہ اہل و اقربا سے ہیں یا ان کے شرکاء ہیں لڑکا کے بہانہ سے لڑکھڑائی جی رہی ہے۔ کبھی شیخ صاحب اس ترکیب کے علاوہ ایسا بھی کر گزرتے ہیں کہ اے بھائیو خان ادھر لادو وہ سب کتے تو دن رات کھاتے ہی رہتے ہیں۔ اب اس وقت جو حاشیہ نہیں بیٹھے ہیں اون کو تو کھلاؤ کہ جب وہ نزدیک آیا تو نزلِ حاضر کہہ کے سب کے سامنے پیش کر دیا۔ اور خود چُپ چاپ بیٹھے رہے۔ اگر کسی نے اصرار کیا۔ تو یہ جواب دیا کہ ہم اکثر کچھ کھاتے پیتے انہیں۔ اور اگر کھاتے ہیں تو یہ وقت نہیں۔ اس وقت کھانا اپنے نزدیک بہت دور ہے۔ مگر خیر آپ کی خاطر کر دیتا ہوں۔ پھر جو کھانے لگے تو سب سے زیادہ چکھ گئے لیکن ایسی حکمت سے کہ کسی کو نہ معلوم ہو نہ کسی چیز کا چھکا کا اون کے سامنے ہو نہ کسی چیز کا بیج۔ یا اور بطریقہ دیگر۔ اُس کے بعد پھر دور دراز تک یہ بھی بات اوڑی کہ شیخ صاحب کچھ کھاتے پیتے تک نہیں۔ چنانچہ فلاں شخص نے اصرار کر کے ذرا سا دو دھ پلایا تھا۔ تو دو گھنٹہ تک پیٹ میں درد رہا تھا۔ جس پر تمام اطراف سے جوق جوق فوج فوج لوگ جمع ہونے لگے۔ کوئی کتاب ہے کہ ہاتھ چومنے دیجئے۔ کوئی کتاب ہے کہ پاؤں چومنے دیجئے۔ کوئی کتاب ہے کہ جوتا اٹھانے دیجئے کوئی پاؤں دھو کے پانی پینے کو مانگتا ہے۔ کوئی تبرک بال و پر مانگتا ہے۔ کوئی گنڈہ تعویذ مانگتا ہے۔ کوئی دم کرنے کو کہتا ہے۔ کوئی نسخہ طلب کرتا ہے۔ کوئی دوا دارو کرنے کہتا ہے کہ فلاں کو قبض ہو گیا ہے کچھ پانی پڑھ کے دیجئے یا رکابی لکھ کے دیجئے۔ پس شیخ صاحب نے جہاں گڑ ملا ہوا غفران سے دو چار ٹیڑھی بنگی لکیریں کھینچیں کہ اسکو چٹاؤں بجائے قبض کے انبساط ہو جائیگا پھر کیا تھا چائے والے کو دو چار دست آگئے۔ کہ یہ ترکیب ایسی کچھ تیر بحدف ہوئی کہ گھر بھر جھجکا۔ کا تاریخ ملان ہو گیا۔ تمام شہر تپشت از بام ہو گئی۔ کہ ادنیٰ رکابی چلٹنے سے دست آگیا۔ اس عرصہ میں اگر شیخ صاحب حجامت کرانے کو بیٹھے۔ اور حجامت کراتے وقت کہیں سے معمولی تحفہ آگیا تو سارا تحفہ حجام ہی کو اٹھا کے دیدیا کہیں سارا تحفہ اٹھا کے سقہ کو دیدیا کہیں کمناس و عخان کو دیدیا کہیں قصار و غتال کو دیدیا۔ اون کو کبھی اجرت سے زیادہ۔ کبھی کم دیدا کہ رخصت کرتے رہتے ہیں۔ کبھی کچھ بھی نہیں۔ کہ اب وہ جہاں حجامت و سقائی کے لئے جاتے ہیں۔ شیخ صاحب کی تعریف کرتے ہیں۔ کہ فلاں جگہ جو آگ لگی تو شیخ صاحب کے کہنے

تفکرات

۴۰
یہ وہ پہلا باب
تجربہ کا ہے

تفکرات

سے لگی۔ فلاں جگہ جو مہینہ ہوا تو شیخ صاحب کے کہنے سے وہ اسقدر جو مرگ عام ہے شیخ صاحب کی بددعا سے ہے۔ کہیں اگر لوگوں نے شیخ صاحب کے ردِ رویہ کہہ دیا کہ آپ نے جو کہا تھا کہ فلاں شخص فلاں دن مرجائیگا دیکھئے شیخ مر گیا پناہ اگر حقیقت میں کسی کو کہا بھی کہ خدا کرے کہ وہ مرجائے تو جب تک وہ نہیں مرا ہے اندیشہ ہے کہ میرا کہنا جھوٹ نہ ہو۔ ایک کی جان جائے تو جائے مگر میرا کہنا سچ ہو پھر اگر اتفاق سے ایسا ہو ہی گیا تو اور اپنی قضا سے کو انے سمجھا کہ میری بددعا بہر حال شیخ صاحب کا دستِ اُمور تو اُنکے ہاتھ میں رہا۔ کہ لوگ مشتاق ہو ہو کر شیخ صاحب کی طرف کچھ چلے آتے ہیں جو آتا ہے کچھ نذر دیکے چلا جاتا ہے۔ کہ ایک بڑا لنگر خانہ کھل گیا۔ لنگر گدے جمع ہو گئے + سب کے سب چاروں طرف تعریف کا ڈنکا بجانے لگے + اسی کو پیراں نمی پرند و میریداں می پرانہ کہتے ہیں + میں اب تو شیخ صاحب بھی یہ جگہ گھٹ اور حالت دیکھ کر۔ درودِ ندان کے بہانہ جہڑا کے پاس کا ایک انت بھی اوکھڑا دایا + اوجھکہ نہایت ہی عمدہ عطر بویا کا پھاٹا رکھنا شروع کیا + کہ جب کوئی پانی دم کرانے آتا ہے تو آپ چھو منتر کر کے کچھ ہتھوکتے ہیں۔ کہ وہ پانی خوشبو ہو جاتا ہے پھر جس کی تمام جگہ ایک ڈھنڈھوڑی بٹی جاتی ہے کہ فلاں شیخ صاحب کے ہتھوک میں وہ خوشبوئی ہے کہ عطر و گلاب و سبیل میں بھی نہ ہوگی۔ اور کسی کو یہ خیال نہیں ہوتا کہ دندانِ منقہ کی جگہ عطر کا پھاٹا ہے۔ جہلا اتنی عقل کہاں سے آئے در آخیا کہ سب کے حواسِ قلوب پر زواری پھٹکار کی مہر ہو۔ اور شیخ کو جو عقلِ شیطانی حاصل ہے وہ شیطانی عقل کا ذب میں فناء ہونے سے حاصل ہے۔ کہ سچی بات بولنے سے تو اکثر لوگ نہیں کھلا میں پلائیٹنگے۔ کیونکہ اکثر لوگ جھوٹے ہیں۔ بس اپنی پرورش جھوٹ ہی کے ذریعہ سے لازم کر لینا مناسب ہے۔ یہاں تک کہ کوئی بڑا شکار گرفتار ہو جائے۔ کہ اسی خیال میں روزانہ کنجد خوری شروع کر دی۔ کہ ایک مدت تک اسی ترکیب میں مبتلا رہتے رہتے۔ آخر کہیں کوئی بہت ہی بڑا امیر کبیر بھی آگیا کہ وہ اپنے بالادست کی محکومیت سے چھوٹنا چاہتا ہے یا بمقتود و گرچہیں و چناں چاہتا ہے۔ کہ شیخ صاحب نے اُس کو باتوں میں لگا کر شام کر دیا۔ کہ چراغ بتی کا وقت ہو گیا۔ اور افسوس میں آکر بولنے لگے کہ بھائی ہم تو ہمیشہ ظلمات میں نور کا مزہ لوٹتے ہیں۔ یہاں تو کبھی روشنی نہیں کی جاتی۔ اب اندھیرا ہوتا ہے۔ آپ کب تک ہم فقیر کے پاس بیٹھینگے۔ کہ ان سب باتوں سے اور اُس کا اشتیاق بڑھتا جاتا ہے کہ بالآخر شیخ صاحب نے کسی کو بچار کر۔ اسی جگہ کسی برتن میں پیشاب کر کے کہا کہ چراغ جلاؤ، پھر کیا پوچھنا تھا وہ سب تیل تو بالکل پیٹ کے

کو لھو میں نشتر وہو کر پیشاب کی نلی سے ٹپکا ہے۔ یقینی خالص تیل ہی تیل ہو گا۔ چنا چنہ جس دم آتش زنی کی گئی صاف چراغ روشن ہو گیا۔ کہ فوراً مریدوں نے کانا اچھی مشورع کر دی۔ کہ دیکھے جناب حضرت شیخ صاحب گرامی وقار نے تو اپنے پیشاب سے چراغ روشن کر دیا۔ اگر پیشاب پر یکسٹن شمس مرقا عکس پڑ گیا تو مریدوں نے یہ مشہور کر دیا۔ کہ جناب حضرت گدوں رکاب کے پیشاب میں قرین باوجود بریں کبر و اعظام تیرت اشران کرنے کو اتر گئے تھے۔ اور جب تک پیشاب رہا برابر غوطہ ہی لگاتے رہے۔ کہ لوگ بولے کہ نو آفتاب ڈوب گیا پھر تو اس وقت شیخ صاحب نے ازراہ رحمت اپنی چھتری پیشاب کی سطح پر پھیر دی تھی تو اس طرح قرین کا سرٹوٹ کر خرق التیام ہوا جس طرح گینڈے کے پوست میں خرق و التیام ہوتا ہے پھر تو وہ صاحب جو اس وقت موجود تھے اور نیز دگر بنائے روزگار۔ شیخ صاحب کے پاؤں پر گر پڑے کہ حضرت خدا کے واسطے آپ مجھ کو مٹی سے کندن بنا دیجئے بھلا آپ کے نزدیک کیا بڑی بات ہے۔

آزاد کہ خاک را بنظر کیا کنند و از اچہ دیر گر رخ در چشمه بیا کنند

لہذا اب میں آپ کو نہیں چھوڑ دوں گا۔ مجھ کو فلاں بالادست کے عذاب سے بچائے۔ تو یہ سب دولت آپ ہی کی ہے مزہ کیجئے۔ اس وقت شیخ صاحب نے ہتھیلی اور نبض اور ناخن دیکھ کر یہ چونک مار دیا۔ کہ آپ کی تقدیر کے ماتحت فلاں قسم کا جو ہر ہے۔ اس کی انگوٹھی استعمال کیجئے اور فلاں قسم کے جوہر کا بٹن استعمال کیجئے۔ اور فلاں قسم کا جوہر اپنی چھتری میں لگوائیے۔ اور فلاں قسم کا جوہر جو وزن میں ایک دو چار تولہ ہو شیر کے چمڑا میں ملفوف کر کے اتوار کو عصر و ظہر کے درمیان بائیں بازو پر باندھئے، اور اتنا تولہ موتی ٹوپی کے اندر لگانا چاہئے۔ اور اتنا تولہ ٹوپی کے باہر۔ اور اتنا تولہ موتی اور دگر جوہرات ہونا چاہئے جس کا کشتہ آپ کے لئے تیار ہو۔ اور اتنا تولہ موتی اور دگر جوہرات چاہئے جس سے الوپ اور لہنچن کا سرمہ تیار کیا جائے۔ اور فلاں قسم کا جوہر اور دقیا نوی سکہ آپ کی گھڑیاں کی چھیرا میں ہونا چاہئے۔ اور فلاں رنگ کا مرقا اور دنیا اور اس قدر گمی اور شکر اور آٹا چاہئے۔ کہ اس میں سے اتنا فقراء کو تقسیم کیا جائے۔ اس قدر تمبیوں کو بخشا جائے۔ اس قدر نہرو بحر میں مچھلیوں کو دیا جائے۔ اور فلاں فلاں چیزیں فدا نہ آگئے تکیہ کے نیچے رکھی جائے تو آپ کا بہت ہی جلد کام نکل جائیگا۔ لیکن آپ اتنا خرچ نہ کیجئے کیونکہ ہمارے ابا جاد بہت ہی بڑے امیر کبیر تھے۔ ہم سب لوٹا پٹا کے فقیر ہو گئے۔ مگر ان کی اس قسم کی چند چیزیں ہمارے پاس موجود ہیں میں آپ کو نذر کرتا ہوں تو دو چار چیزیں جو ادھر

تفکرات

سے پرائی دھرائی جھوٹی سچی کم قیمت کی مار رکھا تھا پیش کر دیا۔ مگر بازو پر باندھنے کے لئے جو بڑی رقم کا جوہر تیار رکھا تھا۔ کہا کہ آپ اپنے پاس سے لے آئے۔ یہ انوکھے بچے عقل کے دشمن یہ سب فصلہ بنام تبرک تھا کے لے آئے اور اپنے گھر سے اعلیٰ اتنی درجہ کی چیزیں تحفہ پیش کر دیں۔ اور شیر کے چمڑہ میں بہت بڑا سا جوہر ملفوف کر کے رکھ دیا۔ چلئے۔ شیخ صاحب کی مراد برائی کہ اسی رنگ کا اوتنا بڑا کانچ کا ٹکڑا چمڑا میں بہت اچھی طرح مضبوط باندھ کے بالی ناداں قوت وانا چند بار آہستہ آہستہ پڑھ کے دیدیا کہ جب تک ہم نہ کہیں آپ ہرگز نہ کھولنا پس اس کو بازو پر باندھ کے اوپ کا سرمہ لگا کر اپنے بالادست کے سامنے یا جس کے سامنے جانے کی خواہش ہو جائے۔ فوراً وہ آپ کا مطیع ہو جائیگا + اور یہ امیر کبیر بچہ خر خوش خوش گھریں آ کے حضرت شیخ کا مالا چپنے لگے۔ جو روپلا تو بھی مشتاق کر ڈالا اور یہ خبر ہی نہیں کہ یہ شیخ نجدی ہے۔ جب لوگوں نے اتنے بڑے امیر کی زبانی اس کی جو دو سخا خلق و وفا۔ کشف و کرامت اور چراغ از میناب روشن کی حالت سنی تو پھر اس کو وحی آسمانی سمجھ لیا۔ اور اب رئیس الرؤس کی آمد شروع ہونے لگی اون میں سے کسی کو دو چار روز تک خوب گوبی بیگن اور اسی خواص کی چند تشابہ چیزیں بتلادیں کہ اسی کا سالن بھر بیٹ کھا کر سویا کر دم اوس کے بعد جو کچھ خواب دیکھو ہم سے آ کے بیان کرو م اوس سے تمہارے دشمن وغیرہ کی حالت معلوم ہو جائیگی تو یقینی امر ہے کہ اگر کوئی دم۔ ۱۔ پنے دم خواب بالین زیر تکھ میں استعمال کر دہ جو تار کھدے۔ یا کچا لسن۔ پیاز۔ مہنگ اور مولی یا اسی قسم کی کوئی خبیث الرائح چیز یا گوبی بیگن کی طرح فقیل چیزیں نوش و خورش میں استعمال کر کے سو رہے۔ تو اہل کو محض ناگوار احلام آئینگے۔ بھلا اوس سے اوس کے ہم جنس دشمن پر کیا تعبیر کی جاسکتی ہے مجر دشمن تاثیرات و غلط کاری وغیرہ کے مگر اون لوگ کو اتنا علم نہیں اوس کے کہنے کے بموجب کھاپنی کے سو گئے۔ دہشت ناک خواب دیکھے۔ اور اُس کے پاس دوڑے آئے۔ اوس نے اپنی غرض مد نظر رکھ کے تعبیر کر دی کہ دفیہ کے بہانہ کچھ لے مر ا۔ کسی کو کچھ کیڑا مکوڑا لکھ کے بنام تعویذ دے دیا کہ چالیس روز کے درمیان تم کو خواب آئیگا۔ اوس کی تعبیر سے ساری حالت معلوم ہو جائیگی تو یہ بھی یقینی ہے کہ چالیس رات کیا منی کہ ہر جا نذاہر روز خواب دیکھتا ہے۔ اگر اوس کو یاد ہے تو خواب ہونا سمجھتا ہے ورنہ سمجھتا ہے کہ خواب نہیں دیکھا۔ تو باور نہنے والے خوابوں میں سے چالیس دن میں ایک نہ ایک یا وہی رہی آئیگا۔ پھر اسی حالت میں کہ سوتے وقت وہ خواب دیکھنے کے ارادہ ہی سے سویا کیا کرتا ہو۔ تو ضرور یہ خیال دور کرتا ہو خواب

کی صحت میں نمایاں ہو گا۔ پس اوس نے مجھ لیا کہ شیخ صاحب کے تعویذ کا اثر ہے کہ خواب کا ظور
 ہوا۔ اور اس حماقت میں پڑ کر خود کو اوس کا شکار بنا دیا۔ جب اوس نے دیکھ لیا کہ لوگ اچھی طرح
 گردیدہ ہو چکے اور اوس کو جو ہری جلیق اور معبر شیریں اور کلجہ بخنے لگنے۔ تو کسی رئیس الرؤس سے ہزار
 ارمنی والہ و حرمی والہ کہہ سُن کے یہ کہہ دیا۔ کہ ہم نے آپ کے بارہ میں ایک خواب دیکھا ہے۔
 کہ اوس کو خواب نہیں کہنا چاہئے۔ بلکہ بشارت کہنی چاہئے۔ کہ آپ کی فلاں شاہزادی سے
 شادی ہونیوالی ہے۔ اور تین و چنان ہونے والا ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ ضرور ایسا ہو گا۔
 مگر افسوس کہ میرا دل اچاٹ ہے۔ اب ہم یہاں سے جانا چاہتے ہیں۔ اگر آپ ہمارے سامنے
 کامیاب ہوتے تو بڑی اچھی بات تھی۔ اس پر وہ صاحب حماقت آب دلگیر ہونے لگے کہ
 آپ یہاں سے بالکل نہ جائیے آپ جو کچھ فرمائیں ہم لوگ اوس کی تعمیل کرتے جائیں پھر تو
 یہ شیخ ملعون نے نیسے دوں نیسے بروں ہو کر اچانکت بول میا کہ ہاں صاحب ایک صورت ہمارے
 رہنے کی ضرور ہو سکتی ہے کہ فلاں مقام پر ایک چھوٹا سا معبد بنا دیا جائے جس میں ہم بیٹھ کے
 اللہ اللہ کرتے رہیں۔ اور جو کچھ غلاتین کی خدمت ہو سکے اوس کو بجالائیں۔ تو اب چلئے اس
 کو صاحبان حماقت شاعر نے بہت غنیمت سمجھا کہ بہت اچھی بات ہوئی۔ کہ شیخ صاحب کا یہاں
 رہنا ہو جائیگا۔ سب دینی اور دنیوی کام بنے رہیں گے۔ اور یہ خبر ہی نہیں کہ یہ پکا محراب ارین
 ہے جو آگے چل کر معلوم ہو گا۔ لیکن ہر دست تو اوس نے اپنا یہ کام کرالیا کہ معبد تیار ہونے لگا۔
 پانچ کے جگہ پچھتر بنایا۔ اصراف زر لکیر کے بعد ایک معمولی سا معبد تیار ہوا۔ پھر اوس میں قیام خانہ
 بنایا۔ اوس کے بہانہ کچھ تحصیل وصول شروع کر دی۔ اور اب تو

بمکتب می رود طفل پریزاد مبارک باد مرگِ نوبہ استاد

کا مصداق شروع ہوا۔ پس اون میں سے چند حسین بچوں کو ولدانِ محمدون سے بنایا۔ اور
 لوگوں سے یہ کہہ دیا کہ تحقیق اللہ بڑھتہ منشاء گویا خود ہی خدا ہیں یا خود کو خوبصورت بچوں کو پسند
 کرنے والا خدا بنایا۔ اور بچوں کو یہ سکھا دیا کہ اِنَّ اللہ جمیلٌ واللہ مجیبُ البہال۔ اس واسطے
 شیخ صاحب فوج کو زیادہ چاہتے ہیں جس وقت تک بچہ موجود ہے اوس سے کام نکالنا ہے اوس
 کی غیر حاضری میں تنگی و فراخیش بدست خویش است پر عمل ہوتا ہے جب کچھ تحتالی مرض ہو یا
 ہوا۔ کلنی پڑنی شروع ہو گئی۔ تو خود کو عین مشہور کر دیا۔ اور دھڑ دھڑ سے ایرے غیرے منتھو خیرے
 کی کوئی چھو کر یسگو ا کے اپنی بیٹی بنا کر کسی عظیم الاقربا امیر کبیر کی زوجیت میں دیدی۔ رفتہ رفتہ

زعفران میں ٹمکیا ملا کے کچھ رکابی پر کیڑا کھڑا نشان کھینچ کر اوس بیچارہ امیر کہیہ کو چٹا ہوا لنگھانے ملک عدم کی راہ لی اور اپنے بیس الرؤس دوست سے سفارت کر کے اپنی لیپا لاک بیٹی سمیت قافلہ بن ہو گئے۔ جب حمل رہا تو دوسرے کی زوجیت میں لگا چھوڑا۔ اس متواتر تزویج و طلاق بنام شرعی دیوثی کے یہاں ایک خفیہ کمائی شروع کر دی۔ کہیں اس عرصہ میں وہ سب عورتیں بھی آہوئیں۔ جن سے شیخ ملعون نے یہ کہا تھا کہ۔ (بیٹیا نہ بیٹی) اون میں سے کسی نے کہا کہ آپ نے کہا تھا کہ بیٹا پیدا ہوگا مگر مجھ کو تو بیٹی پیدا ہو گئی۔ تو ہنس کر کہا کہ بابا جب تم فقروں کے اصطلاحات سے واقف نہیں۔ تو پھر فقروں سے کاہے کو ملتی ہو۔ جی بانی بُناٹے ہنہان بنیں تو۔ وہ ہے مگر ہم نے توصاف کہا تھا کہ (بیٹیا نہ بیٹی) اگر اوس نے یہ کہا کہ آپ نے بیٹی کہا مجھ کو تو بیٹا پیدا ہو گیا تو اسی جملہ کی تعبیر یوں کر دی کہ ہم نے یہ کہا تھا کہ (بیٹیا نہ بیٹی) اگر اوس نے یہ کہا کہ مجھ کو کچھ نہیں ہوا تو یوں کہہ دیا کہ اوس کو بھی ہم نے صاف کہہ دیا تھا کہ (بیٹیا نہ بیٹی) یعنی نہ بیٹیا نہ بیٹی گویا ایک ہی بات میں سب کا جواب موجود ہے۔ اس پر اگر اوس نے کچھ چون دچرا کیا تو دوسری عورتیں اُس کی تکذیب کرنے لگیں کہ شیخ صاحب جیسا ہم کو کہا تھا ویسا ہی ہوا اور یہ یقینی بات ہے۔ کہ ہزار ہزار بات میں ایک نہ ایک بات اتفاق سے سچ نکل ہی آئیگی۔ یا اگر ایک ہی بات لکھو کھا کر رہا آدمی کو کسی جلتے تو کسی نہ کسی کے لئے ضرور سچ ہوگی۔ جیسے اگر کسی شخص نے ہزار ہا کو کہا کہ تمہارے نام سے لوٹری آجائیگی۔ تو اون تمام لوگوں میں سے کسی کو ضرور آئیگی جس کو آئیگی وہ اوس کا حماقتہ معتقد ہو گیا۔ اور قانونِ فطرت کی طرف ذرا غور نہ کیا ورنہ اس قسم کی غیب دانی سے اوس کو خود اطلاع ہو جاتی۔ تو جب مردوں کی یہ حالت ہو تو عام عورتیں بالعموم مردوں سے عقل و دانائی میں کم فروغ پاتی رہی ہیں یہ تو بہت ہی جلدی سے متکا رہنا بیکار کے دامِ تیر میں آجانوالی ہیں جیسا کہ یہ سب عورتیں آگئیں۔ اب اگر اس میں کوئی بڑھیاں سے بڑھیاں گل بھلی کرم کلا۔ سراج الوجہ۔ بعینِ محیر۔ سیمل کی طرح نرم۔ اُٹھتی جوانی۔ پھبتا جو بن۔ بیٹیاں گئیاں۔ سکھی سیلن۔ کے ساتھ کھیل کھیل کرتی کراتی۔ گرگدھندلی ہٹمک چال چلتی ہوئی کُشیخ صاحب کے قریب پہنچنے کے کچھ کہا۔ کہ حالاً ہی شیخ صاحب کباب درشلوار ہو کر توال اور دامن سے اپنا آکا چھپا چھپانے لگے۔ اور ٹھنڈی سانس بھر کے اوس گٹھلی دار لٹھر سے دل والی سیانی باتیں کہیں۔ کہ کل شام کو آنا۔ جب وہ شام کو آئی تو شیخ صاحب نے کہا کہ ہیت لک تم سے کچھ بات کہنی ہے

جب وہ نزدیک ہوئی۔ تو بابا۔ بیٹا۔ اماں اور بھوکتے ہوئے اوس ترک چالاک دست نے ادھر سے اُدھر ہاتھ کاٹخ پھیر دیا۔ اور کہا کہ بابا تم کو معلوم بھی ہے کہ ہمارے یہاں بڑا اندھیر ہے کہ معبد ہو یا کچھ ہو مگر اپنی رہنے کی جگہ چراغ نہیں جلا کرتا۔ یہ تو سیہ رو پتھر کا حرم ہے۔ تم اندھیرے میں آئی ہو۔ ہم تم سے کیا بات کریں۔ اگر اوس نے کہہ کہ جناب کچھ پروا نہیں۔ جھلا آپ کا مبارک ہاتھ ہم کو کہاں سے لینگا؟ تو یہ سن کر کہہ کہ۔ کیا تم کو سچ اس کا یقین ہے یا یہ بھی۔ بنوری بناتی ہو؟ اگر اوس نے کہا کہ نہیں میں سچ کہتی ہوں تو اس کہنے پر شیخ عمر دراز نے غمزدہ کیا اور کہا کہ لو میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تمہارا ایک بچہ ہماری پشت میں امانت رکھا گیا ہے۔ اگر تمہارا دل چاہے تو ہم سے لے لو۔ اگر اوس نے کچھ نیچے دروں نیچے بروں ہو کر جواب دیا۔ تو شیخ صاحب نے اونگلی پکڑ کے پوچھا پکڑ اور کہا کہ لیٹ جاؤ۔ ہم تمہارے پیٹ پر دم میچا کر دینا چاہتے ہیں۔ چوں نوبت بائجا رسید تو شیخ ملعون نے کہا کہ بارک اللہ فیک۔ اب لو۔ ایک نورانی پچکاری ہے اپنے ہاتھ سے ظلمات تلاش میں رکھ دو۔ یہی جود اسوہ کے معانی ہیں اور یہ وحدانیت آب و نون میں جایز ہے مگر غیروں کے لئے نہیں۔ یہ تو اپنے لوگوں کے لئے ہے جس اب جلدی کرو۔

نکات

درد اثر جاتا رہیگا۔ مانگھن اور کنگ بچہ نہیں ہوگا۔ غرض کہ آہستہ آہستہ وہ باندھنوبندھا ہوا ہلکا پھلکا گوبی کے بھول لی عرج سلون جڑ۔ پھر چھی پنڈلی تک پونچا گیا گنہ کا رال رابڑی بنا۔ اور کوئی چیز حرت۔ یوڑی بنی۔ سانپ کی چھٹکار زلیورں فی جھنکار کی نور و ظلمات میں بحث و تکرار شروع ہوئی۔ کالجنگ نگری میں بحالم خموشی مستانی کپت گاتے ہوئے پینگھ مار مار کے ہنڈولا ڈھولنے لگے۔ کشتی انگرا نڈا ہوئی۔ لوگوں کو مننا ناس کے یہ کہنا شروع کر دیا۔ کہ وافر اللہ تبارک و تعوداً و نلاً ما و ضیاء ان اللہ بصیر خیر۔ فحوائے دگر اینکہ رو بداً رو بداً کلور فارم سوکھی سوکھا کے عمر با بجر کا جی ارتکاب شروع ہوا۔ نسوان المعطاء گرفتار ہوئی گئیں اس کا نام محراب رکھا گیا اور خود کو مہار الدین اور مویہ الملتہ کہلوانے کا طریقہ نکالا۔ ہر آنے والی کو نصیحت یہ کیا جاتا ہے کہ بقیۃ النذیر۔ یعنی اسے لوگو اطاعت اللہ بہت اچھی بات ہے اور وہ اطاعت ہماری ہے گویا ہمیں خدا ہیں۔ دیکھو اس شیخ نجدی مردود کی شرارت کو کہ خود کو کہاں سے کہا نیک پہنچایا۔ اور ایسے لقلقہ کے ساتھ دوسروں کی مذمت کرتا ہے کہ لوگوں پر ایسا ظاہر ہو کہ یہ اکدم معصوم ہے۔ اسکو بالکل مینا داری معلوم نہیں اور ہر چیز کو ایسی دزدیدہ نگاہ سے بچتر عمیق دیکھتا ہے۔ اپنے فن میں خود ہی اپنا نظیر ہے۔ ایسی حالت میں چند روزہ کر نذہ خود کو

مریض مشہور کر دیا کہ میں گر پڑا یا چنین چناں طریقہ سے میں مقام پر چوٹ آگئی ہے۔ حالانکہ وہ چوٹ اور زخم اس کے کرتب کی نشانی ہے۔ چنانچہ کچھ اوس کے آس پاس کے بھی لوگ سمجھتے ہیں۔ مگر بہت لوگوں میں سے کوئی کچھ کہتا ہے۔ کوئی کچھ کہتا ہے۔ کسی نے کہا کہ اگر اجتبا ئے التماس ہو تو خنکا نصیب ہمارے وہ یہ ہے کہ آں حضرت اکیلے دو کیلے رہتے ہیں۔ اگر کوئی خاص طور سے ہم ہم نفس بھی ہو تو کیا اچھی بات ہے آخر یہ بھوں نے ایسا ہی کیا ہے اور پہلے آپ ہی ایسا کر چکے ہیں۔ کہ ارادہ وجود ہے اس پر شیخ مفتی صاحب بول بیٹھے کہ بابا مجھ بڑھے کو یاد دہیر کو جس میں اب کچھ باقی بھی نہیں ہے۔ ہے کون بیٹی دیتا ہے پھر تو جواب دینے والوں نے فوراً جواب دیا کہ بات ازدواجی سچاں دنگا پورے کمال آپ کو شہادت سے کیا معنی کہ ہزار بار گاہ بگز گاہ مل سکتی ہیں۔ بلکہ بہت سے لوگ تیار ہیں۔ اور شیخ نے کہا کہ مترضیٰ باسترضائے الہی ہوں۔ اگر اوس کی یہی مرضی ہے تو خیر کچھ یہ بات ہے الرجال لباس النساء والنساء لباس الرجال لیکن اگر جلدی کھائے تو زیادہ مناسب ہو گا کیونکہ ہم کو بہت تکلیف ہے۔ مگر یہ بات طور سے نہ کہا کہ خود خدا کہتا ہے یا اپنے مخالفین کو۔ دو میں سے کسی رضامندی کو رضی۔ یعنی الہی سے منسوب کرنا ہے غالباً خود کی رضامندی کو منسوب کیا ہو گا۔ مگر کیف بالآخر چنانچہ شد کہ بہتر می حور و عمر کی طرف سے نظیر و طب قبول کرنے کو درخواست کی گئی جو بہت ہی قابلِ مشورہ و تیش اور ہنس کی الیدین نظر آئی۔ اوس کو بھٹ پڑا۔ قبول کر لیا اور طعامِ ولیمہ کے بہانہ لوگوں کی بہت سی چیزیں منگوا لیں اور ہڑپ کر گئے ہمانوں کو کھانا فارم ہو نکھا کہ بہت سی چیزیں لے لیں۔ جب دونوں میاں بوی ہم مزاج ہوئے تو الطیبات لطیفین والظیون لطیبات۔ انجیثات بلعینین و انجیثات بلعینات کے معنی کھلے ہوئے۔ کہ وہ شیخ بخدی ہی کی طرح نظام و حرارت کلی اور اوس کی جائز مجری ہو کر اپنے سیکہ کا گھر بھرنا شروع کر دیا۔ اس کے جسم خطایا ئے خفایا کو سرّاً و صراً ظاہر کرنا شروع کیا۔ اوس میں کچھ مراتب اجترار و برافتراء کی بھی امیزش کی گئی۔ کہ اس شیخ بچہ الیس تو ہلاک اللہ و ہلاک اللہ کرنا شروع کیا۔ مگر وہاں کون سنتا ہے وہاں تو اوس کے سارے پروکار بد خلق ہیں کہ جو شیخ پر ایمان نہیں کھتا رٹنے کو تیار ہوتے ہیں۔ جو دوجولی تو وہ بھی لٹی ملی۔ آخر کار علانے شکیبائی جیسی میں اختیار کی۔ سب متائے مہنا اور ہمتائے مستعذب خوشگوار بھول گئے۔ و سبدم اوس سے مرتجی لگا۔ سنت ہو تم میرے پروانہ کی کتنی ہے کہ میں حبشی پسند ہوں کچھ حبشی پسند نہیں تو وہ تیری شیعہ طہو ہے اسی غیبیہ کو اور ظاہر بناؤ کہ ان سب باتوں سے اگر شیخ بخدی پہلے اصحاء سے تھا تو اب ضرور من رضائے صبح اصحاء ہو گیا۔ غرات الموات میں مبتلا ہوا۔ رفتہ رفتہ اوس حرام نے دلدروئے بے ہوشی استعمال

کر کے دفعۃً بہت سا مہاب گھر سے نکلا دیا۔ جب شیخ مستغنی صاحب ہوش میں آئے۔ تو امان امان کرتے ہوئے۔ اوسکو لئے دئے ساز و سامان کے ساتھ چار بار دو کا صفایا کئے ہوئے کوچ کرنا چاہا۔ تو سارے اولیاء و انشاء۔ اخلاۃ۔ اجلاء و صحباء کفأ۔ الفقا و اصدقاء شرکاء اور رفقاء وغیرہم تقسیم اموال کے مستعدی ہوئے۔ شیخ صاحب اپنی چوکرسی بھولے ہ گھر کا بھیدی لنکا ڈٹھا۔ اون کے سامنے کچھ تدبیر نہیں چلتی۔ آخر میں مالے حرام بود بوسے حرام رفت کا مضمون ہو گیا۔ شیخ صاحب کے بال بچے بس از خرابی بصرہ بیدار ہوئے۔ مگر کچھ دیکھ نہ آسکا یونہی رہ گئے۔ کوئی اون کا حمایت و احتواء کرنے والا نہیں ہا۔ اوس کے چیلے چنگیڑے اوس سے زیادہ اوتا و نکلے کہ ایک قہجہ کے دام میں گرفتار کر کے سب مال مطاع پر قابض ہو گئے۔ وہ مکاری میں اس سے بھی زیادہ اعلیٰ نکلے۔ اون کا یہی مقولہ ہے کہ مکر سے زر پھلتا ہے چنا پنجر اگر نہ پھلتا۔ تو آج یہ بات نہ حاصل ہوتی دنیا اسی کا نام ہے جو دنیا میں رہ کر دنیا داری نہ کرے نرابے و قوف ہے لو اب اس جگہ اچھی طرح سے دیکھ لو کہ ہر عبد نمونہ ہے اپنے معبود کا۔ ہر بیٹا نمونہ ہے اپنے باپ کا۔ ہر شاگرد نمونہ ہے اپنے استاد کا۔ ہر مرید نمونہ ہے اپنے مرشد کا۔ ہر امت نمونہ ہے اپنے نبی کی۔ ہر رعایا نمونہ ہے اپنے راعی کا۔ خدا نمونہ ہے اپنی خودی کا۔ تو خدا کی قسم خدا کے ملنے سے عقل زیادہ بڑھ جاتی ہے کہ آدمی ہوش میں آ جاتا ہے۔ ہرگز ہرگز بے ہوش نہیں ہوتا۔ اگر خدا بے ہوش ہے۔ تو یہ بھی بے ہوش ہوگا۔ کیونکہ خدا کے یہاں بے شمار اقسام کے خدا ہیں جو جس قسم کا خدا چاہتا ہے اوس کو اسی قسم کا ملتا ہے۔ اگر ہوشیار ہے تو ہوشیار خدا چاہتا ہے اگر بے ہوش ہے تو بے ہوش خدا چاہتا ہے۔ اگر گنگھار ہے تو گنگھار خدا چاہتا ہے۔ اگر دجال ہے تو دجال خدا چاہتا ہے جو اصلی ہے وہ اصلی خدا چاہتا ہے۔ اصل سے جدا نہیں ہوتا۔ ایسا سطرۃ النہم کہتے ہیں۔ کہ اون اصلی کا خدا اپنا خدا ہے۔ کیونکہ دوسرے کا خدا خود کو کام نہیں آتا۔ بس دیکھو ہوشیار ہو جاؤ کہ

اے بسا ابلیس آدم روئے بہت پس بہر دستے نباید داد دست

لیکن اب یہ کیونکر معلوم ہو کہ کون بھلا ہے اور کون بُرا تو تم خود اپنے کو دیکھ لو کہ اگر تم اعلیٰ درجہ کے اچھے ہو تو تم کو اعلیٰ درجہ کا اچھا ملیگا۔ اگر اوسط درجہ کے ہو تو اوسط درجہ کا ملیگا۔ اگر ادنیٰ درجہ کے ہو تو ادنیٰ درجہ کا ملیگا۔ اگر کسی درجہ کے لائق نہیں ہو تو کسی درجہ کا نہیں ملیگا۔ اگر سب درجہ کے لائق ہو تو سب درجہ کا ملیگا۔ اگر ان سب درجوں کے علاوہ اخصل الخاص درجہ کے لائق ہو تو اخصل الخاص درجہ کا ملیگا۔ لیکن اگر ایسے اخصل الخاص کو عوام الناس میں ڈھونڈو گے تو البتہ غلطی واقع

ہوگی۔ کیونکہ

زشت پوشیدہ بناندلباس نیکاں تلخ بادام چودر کسوت شیریں بادام
 اس واسطے تم خود و قیوم الفہم صافی اقل۔ اخوان الصفا ہو کر سچے عشق کے ساتھ گھر میں رہو کہ اوس
 عشق کے زور پر جو اگر گھر میں ملے۔ پھر دل میں ملے وہ بالکل سچا ہے۔ جو در بدر مارا پھرتا ہے
 وہ ششدر رہتا ہے۔ اوسکو یکدری نہیں ملتی۔ کہ جھوٹے سچے کی تمیز کر سکے۔ اسی کو دوسرے لفظ
 میں پٹکار کہتے ہیں۔ کہ اچھے بُرے نورانی و ظلمانی کے تیز کی قوت چھین لی گئی۔ کہ اس دور میں
 کے چھین جانے سے ساری نعمتوں سے محروم ہو گیا۔ کہ دوسرے لفظ میں ملعون کہے جانے کا
 مستحق ہو گیا۔ تو وہ ایسا شیخ ملعون جسکو دجال کہنا چاہئے اوس کا یہی مقولہ رہتا ہے کہ کل شی من
 عند اللہ پس ہم بھی چور اور دجال نہیں ٹھہرے کیونکہ جو خدا کو تھما نا چاہتا ہے وہ بڑا چور ہے غرض کہ
 یہ تو ایسے دجالین کے قوت ایجاد یہ کا ذکر ہوا۔ ان پلچت بھیجتے ہوئے دوسروں کی قوت ایجاد یہ کی
 حالت سنو کہ جس کو فن شاعری کا شوق ہے وہ فطرت کی چیزوں میں سے اپنی ہزل و غول کے لئے
 تشبیہات استعارات ڈھونڈتا رہتا ہے اوس نے بھی اپنی شاعری کی مناسبت سے کچھ دلیل میختر
 ضرب الامثال یاد کر رکھے ہیں کہ موقع و محل پر اوس کو پیش کرتا ہے + اسی طرح جس کو علم حکمت و نبوت
 کا لیل نہار دھن بندھا ہوا ہے وہ شام و پچا ہ اس کلم کھلا کتاب اللہ بنام کتاب المبین جسکو جریدہ نور کا
 کہتے ہیں اوس کو دیکھتا رہتا ہے۔ کہ سبحان اللہ کیسے اظہار قدرت۔ با تھما ذالموجودات بلا مواد ہے
 اور کیسا مشہر اطوار بدالیت۔ با حادث الکائنات بلا استعداد ہے۔ کہ بلا وجود البطلے اوقات۔
 المائے قضا سے صخرہ سماء پر اور انشائے رہنما سے سطرۂ فناء۔ اپنے نیچر لٹر سے بخاطر طغرا
 مصفا میں ناتنا ہمیشہ رخ نرم نہ رکھا ہے کہ سب طلبہ کو طالب العلم بننا چاہے کہ یہ ملکوت السموات
 والارض جو درستہ الحکماء اور کتب خانہ انبیاء اور تصنیف مصنف حقیقی ہے۔ اوس کو بخور و فکر اور
 اسعان عین سے سطرۂ لعل کرتے جائیں۔ کہ کیسا اوس فاطر مطلق اور قادر برحق کی قدرت قاہرہ و
 سلطنت باہرہ کا جلوہ از عرش تا فرش پھیلا ہوا ہے کہ کوئی ذرہ نہیں جو اسکی خورشید عنایت سے
 سہلہ افروز نہ ہوتا ہو کوئی قطرہ نہیں جو اس کے دریائے مرحمت سے پانی پی کے بہرہ اندوز
 نہ ہوتا ہو۔ ہر پتھر میں اوس کے انوارِ جلال سے شرارہ پیدا ہے۔ ہر رنگ میں اوس کے آثارِ کمال
 سے فوارہ ہویدا ہے۔ اپنی قدرت کا ملکہ کے زور پر تمام موجودات پر نہایت علیم و خیر ہے اور
 اپنی قوت کے شور پر ہمہ فقودات پر بغایت رحیم و بصیر ہے کہ یہ دیکھتے دیکھتے اونکو بیہوش لگے۔ کہ اس

کتاب اللہ کا افتتاح کلام کہاں سے ہوا ہے۔ حاشیہ اور نوٹ اس کا کس زوایا میں مسطور ہے۔
 فہرست مضامین کیا ہے وینا چڑ کا بیات میں کیا کیا مضامین مرقوم ہیں۔ اس کا ضمیمہ و تتمہ کیا ہے۔
 اس کا لب لباب اور مخلص مخلص کیا ہے۔ اسباب تصنیف کیا ہیں کہ اس شمع الکیان کی طرف متوجہ
 رہنے سے قوت ایجاد و اختراع لطیف اور صفات خلق و خلق پیدا ہو جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچے
 کہ محتاجی اور بھیک منگی نہ باقی ہے۔ انتظامات دینیہ و دنیویہ روحانیہ جسمانیہ میں ترقی ہو بہر قسم
 کے جھگڑے سے نجات ہو۔ خوشی خوشی اوقات بسر ہوں جب اوسکی ہدایت کو لوگ نہیں مانتے
 تو زور دیتا ہے کہ سب کو ناگوار ہوتا ہے۔ سب لوگ دشمن ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ سب کا صلح ٹھیرا۔
 اس واسطے مخالف ٹھیرا۔ مخالف فور سے و جال و مجنوں کہا جاتا ہے۔ لیکن چونکہ سچا ہے وہ اپنی
 حکمت و نبوت کا مرکز ہی چھوڑتا ہے اسی کو خاتم النبوت کہتے ہیں اوس ایسے شخص کو بحر اس
 ربانی اور حقانی گیت کے کچھ یاد نہیں وہ یہ ہے کہ سبحان اللہ الذی لا الہ الا ہو مالک المذنب۔ وحدہ
 لا شریک لہ الملک والحمد و ہو علی کل شیء قدیر یستعید باللہ من شرر افسنا۔ ومن ینات
 اعمالنا۔ ربنا ولا تخذنا ان نینا او یحطانا۔ ربنا ولا تحل علینا اصرار کما حملتہ علی الذین من قبلنا۔
 ربنا ولا تحمنا مالا طقتہ لنا بہ۔ و اعف عتانا۔ و اعفد لنا۔ و ارحمنا۔ انت مولنا۔ و انت اقدارنا۔
 و تحم علینا جمیع الحسنات و الصالحات و اقم لنا نوزنا۔ و لا تزع ثقلوبنا بعد اذ ہدیتنا۔ و ہب لنا۔
 من کذلک رحمۃ مخصوصۃ و انصرنا علی القوم الکافرین۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین سبحان ربک
 رب العزۃ عما یصفون و سلام علی المرسلین و الحمد للہ رب العالمین۔ تو جو اوس کی ہدایت پر عمل
 کرے عشیہ و بکورا تمامی آسمان و زمین کے البم کی اوراق گردانی کرتا ہوا ایجاد کی طرف لگ جاتا ہے۔ کہ
 لوگوں کو فائدہ پہنچے کہ اون لوگوں میں خود بھی ہے خود کو بھی فائدہ پہنچے تو قابلِ مدح و ثناء ہوتا ہے چنانچہ
 اگر وہ چیزوں کے آثار و خواص کی تحقیقات کی طرف رجوع ہو کر اوس میں سچے دل سے متہمک ہو جا
 ئے۔ تو رب الاشیاء سے وہ رب جس کو سائنات و مسیحات کہتے ہیں۔ وہ وحدہ و اصبلا اوس کے
 ساتھ لگا رہتا ہے کہ ذری سہ چیزوں کی حرکت پر اوس کو متنبہ کرے کہ وہ اوس سے استنباط کر نیکی
 طرف متوجہ ہو جائے۔ حتیٰ نہ نیال تک اوس کا وہی ارباب سنا ہون سے بن جاتا ہے کہ خواب
 میں بھی اشیا کے آثار و خواص کے مسئلہ پر لکچر دیتا ہوا اوس کو خوش کرتا رہتا ہے کہ بہت سی چیزوں کی
 سچی تحقیقات خواب سے معلوم ہو جاتی ہے کیونکہ جو میں میں بتلے وہی سپنا دیکھتا ہے تو چونکہ یہ

حقائق الاشیاء کے پیچھے بڑے سچے دل سے پڑا ہے۔ اس واسطے اسکی روح فنا فی الاشیاء ہو جاتی ہے۔ جس وجہ سے اونکے خواص و آثار کی انیس ہمد ہو کر جنیوں کی تحقیقات کرتی ہوئی اوسکو اطلاع دیتی ہے کہ یہ مکمل لمحی اوس کا اوسکے معلومات کو درج دفتر کرے۔ ورنہ بغیر ان میں داخل ہونے ہرگز روح کسی چیز کی حالت دریافت نہیں کر سکتی تھی بس اسی درک و ادراک سے وہ دفتر تحقیقات اوس کا ڈاکٹری کی ایک کتاب ہو جاتی ہے جس سے کسی ڈاکٹر بجاتے ہیں۔ تو اب دیکھو کتنا اوس نے ثواب کا کام کیا کہ ہزاروں ڈاکٹر بن گئے۔ اون کو دشمن مغسی سے بچایا۔ ہزار ہا ہزار زکات سے بڑھ کے اوس نے زکات بخشی کی۔ کروڑ ہا کروڑ مینوں کو شفا یاب کیا۔ مردہ کو زندہ کیا۔ جب تک اوس کی تحقیقات کردہ و اجاری ہے اور لوگوں کو شفا ہو رہا ہے مسیحا کا کام کر رہا ہے۔ تو جس نے ایک کو زندہ کیا۔ اگر اوس کا بس چلتا تو سب کو زندہ کرتا لہذا اوس نے سب کو زندہ کیا۔ سب کے حق میں مسیحا ہوا۔ پھر کیسا مسیحا ہے کہ مرجانے پر بھی لوگوں کو زندہ کر رہا ہے۔ گویا کہ خود زندہ ہے پس موتی ہونے پر بھی یحییٰ رہا۔ مائے اطباء اور ڈاکٹر کا استاد ہے۔

عبادت بجز خدمتِ خلق نیست بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

تو ایسے مبارک خدمتگار پر جو اپنے ساتھ ایک نسخہ بھی چھپا کے نہ لے گیا ہو۔ اوس پر درود پڑنا چاہئے۔ اوس پر سے تمام استخوانِ قبور و قبور پرستوں کو قربانی دینی چاہئے۔ نہ کہ اوس کی اس خدمتِ عالیہ کا بدلہ یہ ہو کہ کافر کہا جائے۔ جہنم وصل ہو۔ پھر تو بخوشی بی بلائی۔ طوطا لندیرا ہو کر جئے گا۔ ایسے ظالم خدا سے کیا کام جو ہر حال میں ظلم کرے۔ تو اے تو جس قوم! اپنی جگہ پر سرینکے جھک ماریوالی!! تو اپنی جگہ پر جھک مارا کر! اتیرے جہنمی کہنے سے کوئی جہنمی نہیں ہوتا۔ بلکہ تو اس کہنے سے خود جہنمی ہوگی۔ اور تیرا جہنمی کہا ہوا ہمارے یہاں بالکل مقبول ہے۔ مگر یہ کچھ قید نہیں کہ تو جس کو جہنمی کہا کرے۔ خواہ مخواہ وہ ہمارے یہاں مقبول ہو جایا کرے۔ بلکہ عدلاً و انصافاً جو ہمارے یہاں مقبول ہے ہمیشہ مقبول رہیگا + جو مردود ہو چکا ہے ہمیشہ مردود رہیگا + تو یہ موجدِ ادویات بالکل مقبول ہے بلکہ جس قدر یہ خدمتِ خلائق میں حبت رہیگا اوسکو فائدہ پہونچتا رہیگا + ہمارے یہاں مقبول ہوتا جائیگا۔ تو چونکہ خود بھی خلائق میں داخل ہے اس لئے خود کو بھی فائدہ پہونچتا رہیگا۔ تو یہ فائدہ ہی ہوا کہ اس سبب سے ہمارے یہاں مقبول پر مقبول ہوتا جا رہا ہے۔ تو جو مقبولیت کی کوشش کرے وہ زیادہ مقبول ہے + ثواب اگر ان مقبولین میں سے کسی مقبول نے خزان

بعدِ طمانِ مطہر یعنی آلہ آرد سالی ایجا دیکھا کہ آن واحد میں ہزار ہا من آٹا تیار ہو جائے کہ کسی جاندار کو
 ایسا گردانی کی محنت نہ پڑے۔ اور آٹا ارزاں ہو جائے تو کیا اوس نے گناہ کیا؟ اگر نفع رساں گنگا ہوا
 کرتا ہے تو جب قدر چیزوں سے نفع پہنچتا ہے سب جہنم کے کندے بھڑے اور ٹاٹوں اور ہیر
 تو قطعی جہنمی بھڑے اور تیرے ہاتھ پاؤں اور زندگانی تو یقیناً جہنمی ہوتے تو سب کام بھلے کے
 لئے کیا گیا ہے اس واسطے یہ سب تیار ہوا کہ جہنمی کیا؟ پس تو اسے نیکو کاروں کو جہنمی کہنے والا
 لفظ حرام جہنمی؟ دیکھتیری کس قدر خطائیں ثابت کی جاتی ہیں کہ یہ سب خطائیں عطا نہیں بلکہ جرم
 ہیں تو اس جگہ صرف تیرے وہ سب جرائم جو اس جرم کے تشابہ میں بیان کئے جاتے ہیں کہ
 اگر انہیں مقبولین موجدین سے کسی مقبول موجد نے کوئی ایسا آلہ ایجا دیکھا جس سے دودھ خالص
 اور غیر خالص کی آزمائش کی جائے جس سے پانی پانی لگ دودھ۔ دودھ الگ ہو جائے جس کو
 ملاج مقیاس المیاب کہتے ہیں۔ تو گویا اوس نے سارے بدنیت لبان کی بدنیتی کی تدارک ہدایت کی
 مایاب البنی ہوا۔ اس فعل بدنیتی کے صدور کو رکاوٹ سب کے گھر خالص دودھ لگی ہو چکیا۔ تو ثواب
 کا کام کیا نہ کہ گناہ کا۔ پھر وہ کیسے گنہگار ہو سکتا ہے؟ اس ایک کام سے اوس کے ہزار گناہ
 معاف کئے گئے + چنانچہ اب اگر اوس نے یا اوس کے کسی ہنجیال نے ٹیٹا فیشا کر کے صفائی
 ارض و بیت الخلا کے لئے کوئی ایسی مشین ایجا دی جس کو کمناں کہہ سکتے ہوں جس سے
 بالا بالا خانہ کے طور سے صفائی کر دی جائے کہ دیکھنے والے کو تکلیف نہ ہو تو کیا اوس نے جرم
 کیا؟ پھر وقت بعد وقت احیائا واقعات کے دریافت کرنے کا آلہ خواہ کوئی ہنریا علم ایجا دیکھا کہ
 لوگ آفات آسمانی سے محفوظ رہ سکیں تو کیا اوس نے قصور کیا؟ چنانچہ انہیں اقسام سے میزان
 الانہار سینے و ایر لست اور مقیاس العوا اور معیار التزلزل ہے۔ جس سے بچہ بچہ نوح کے مقابلہ کی
 نبوت خیر طوفان وغیرہ کے متعلق خبر دیتا ہے مصاد اور سمریم جسکو مکاشفہ کہتے ہیں اوس سے
 دوسری چیزوں کی خبر دیتا ہے بچہ بچہ نبوت کرتا ہے یہ سب احمق کے آگے عقلی معجزہ ہے۔
 تو کیا اس میں جہنمی ہونے کی بات ہوگی؟ پھر تو جس نے جنت و جہنم حشر و نشر و قیامت و عدالت
 اور ذات باری کے بارہ میں خبر دی ہو مزا جہنمی مذموم و مدحور بھڑا + ازیں قبیل اگر کسی نے غدا بعد غدا
 کر کے غیا طینے آلہ دوزخ تیار کیا جس سے خیاطوں کی آنکھیں بھیں پکڑا جلد سکر تیار ہو جائے۔
 تفسیح اوقات کی کو دخل نہ ہو تو کیا اوس نے تقصیر کی؟ آخر کسی نے کسی وقت میں سوزن پہلے ایجا د
 ہی کی ہوگی نہ کہ آسمان سے پٹکی ہوگی + اسی طرح ساعت بعد ساعت کسی نے مقیاس الاوقات

بنایا جس سے ہمہ آن اوقات دریافت ہوتے رہیں تو کیا اُسے خسار کی بات کی؟ پوسٹ آفس کا انتظام کیا گیا کہ ایک پسیدہ میں گھر بیٹھے ہزار ہا کوس سے خبر منگو کر تسکین قلب کر لی جائے۔ جہاں کوئی چاہے ضرورت کے مطابق روپیہ بھیجے تو اس انتظام و اصلاح اور آرام رسانی پر کیا نظم کی بات ہوگی۔ اے محسن کش احسان فراہم فرماؤ! تم نے انتظام و اصلاح و فلاح کا نام کھسکے بے دینی رکھا ہے۔ بہت اچھا ابھی میں سمجھتا ہوں + پھر اسی طرح یوٹا اور بعض یوم کرتے کرتے کسی نے مطرۃ ایجاد کیا جس سے طریق الواضح بہ آسانی بنا سکیں۔ راہی بڑھئی کے خطرہ کی جگہ نکل جائے صراط مستقیم ہو جائے۔ بیچ میں قاطع الطريق۔ لچے۔ شیطین کے بچے نہ ہوں۔ تو کیا مردودیت کا کام کیا؟ تمام راستوں پر روشنی کا انتظام کیا گیا کہ کوئی اندھیرے میں ٹھوکر نہ کھائے۔ سانپ بچھو۔ چور۔ چکار کا خوف نہ ہو تو کیا ایسا کاپ جرم کیا۔ چاروں طرف پولس کا پہرہ کھڑا کروایا گیا کہ کوئی کسی کو نہ ستائے تو کیا اس میں حماقت کی بات ہوئی + مرۃ بعد مرۃ کر کے ایک ایسا بیج دکل ایجاد کیا کہ چشم زدن میں قلبہ رانی ہو جائے بڑا سے بڑا تالاب کھد جائے + اوس کے ذریعہ سے بہت دور دراز تک بارش زنی کرائی جاسکے۔ تمام چرند و پرند۔ انسان و حیوان سبک نفع ہو پختے نقطہ سالی سے مقابلہ نہ کرنا پڑے تو کیا اوس میں گناہ و معونیت کا کام کیا گیا؟ جا بجا پل بنوا دئے گئے۔ نہریں بنوا دی گئیں۔ آبرسانی کا منہج کھول دیا گیا تو کیا بے جا کام کیا گیا؟ تمام باغ بخشے سبزہ کا انتظام ہوا کہ جاندار کو آرام پہنچے تو کیا تھلک کی بات ہوئی؟ الا ان ملاں کر کے منفع ایجاد کیا گیا کہ دم زدن میں ہزاروں من پنبہ منفوش کر دیجائیں تو کیا اس میں ایذا رسانی کی بات ہوئی؟ اگر اس حد سے تم کو ایذا پہنچے تو یہ تمہاری طرف سے ہے نہ کہ اوسکی طرف سے۔ یہ ہمیں عفو ان مرۃ بعد اخرہ کی نجات ایجاد ہو گئے۔ کچھ دن میں سے ممبراد بنا کہ آتش زدگی کا عالم اوس سے بارو کیا جائے۔ تو ایجاد کر نیا لے لے کیا تمہاری ہستی میں آگ لگائی؟ باد ہوائی یون بوٹ کے جگہ لگن بوٹ بنائی گئی تو کیا خانہ خرابی کی بات ہوئی؟ مراراً بعد مرارہ مقیاس البول۔ مقیاس النفض۔ مقیاس البطون والارحام مقیاس الحرارة مقیاس البرودة۔ خرد بین و دور بین۔ قطب نما۔ جہات نما۔ آلہ کلکٹراشی و آب باشی۔ آلہ مصابون سازی۔ برقی باد آہنگ۔ بادوی آب کش۔ شتال و مجلاب جس سے وزن اٹھاتے ہیں اور سطح جس سے علم کی ارزانی ہے جہالت دفع ہوتی ہے۔ گھر بیٹھے جہان بھر سے بحث ہوتی ہے۔ اسی طرح مقیاس القسطاس۔ برقی روشنی۔ مسراج و طرز عبادت اور کلکٹری۔ پتھر اور ہڈی جوڑ دینے کے بہت اچھے اچھے مصالح اور دانش کہ بالعموم لوگوں کو فائدہ پہنچے

تمام زینت و آرایش سے لوگوں کا دل خوش ہو کہ یہ سب فوائد میں داخل ہیں۔ بلکہ حصولِ خوشی کا دوسرا نام فائدہ ہے۔ تو ان سب چیزوں کے موجود نہ کیا سب کا گھروا جاوے؛ پھر تو خالق زیادہ گنہگار قرار پائیگا۔ اگر خالق گنہگار نہیں تو موجود جو اس کا نخل ہوتا ہے وہ کس طرح گنہگار ہوگا؟ ہرگز گنہگار نہیں۔ چنانچہ دیکھو اون موجودوں کے احسانات کو غور کرتے جاؤ کہ انہیں موجودوں میں سے کسی نے یہ ترکیب ایجاد کی کہ برسوں تک پھل۔ پھلہری۔ روٹی۔ بسکٹ۔ کاک امانت رہ سکتے ہیں ہر طرح کی غذا۔ دودھ۔ گھی۔ کھن اور دیگر اشیاء مضبوط و مربوط رہتی ہیں کہ آدمی کو سفر و حضر میں کام آئے۔ انکھ میں عیب ہے تو اس عیب کو لقمی آنکھ سے دفع کر دیا ہے۔ دانت میں عیب ہو یا اکدم دانت ہی نہ ہو تو وہ بھی بنا کے پیش کر دیا ہے۔ چونٹی کی خوبصورتی بڑھانے کے لئے مصنوعی چونٹی بنا دی ہے جس کو واصلہ اور کسمہ کہتے ہیں۔ اسی طرح ڈاڑھی۔ مونچھ بنا دی ہے۔ صرف ایک روح پھونکنی باقی رہ گئی تھی۔ وہ بھی جزو اکر چکے ہیں کیونکہ جو میٹیم اور معمول بنا کر بے ہوش کر سکتا ہو وہ ہوش میں بھی لاسکتا ہے تو اسی ہوش اور بیہوشی کا نمونہ موت و حیات ہے کہ وہ بھی بیضہ کے ذریعہ سے کیا گیا ہے۔ مگر اس کا اصلی حق ان موجودوں کے آقا کا ہے کہ وہی روح پھونکا کرتا تھا تو چونکہ لوگ اس کے لونڈی غلام بنام امت کہے جاتے ہیں۔ جنہوں نے کبھی اپنے آقا سے ہرگز ہرگز گستاخی نہ کی اس لئے اس نے ان لوگ میں حکمت و حکومت عقل و دانائی کی روح پھونک رکھی ہے مگر جو سب نعمتوں کی تکفیر کرتے ہیں کہ اس کفرانِ نعمت سے بیشک کافر کہے جانیکے مستحق ہیں ان میں اقسامِ ارواح سے نسل بعد نسل روح خبیثہ منفوخ کرادی ہے کہ اوندھی سو جھا کرے۔ کہ نجاست و ظلمات و بدبوئی میں رہنے کو یجن المومن سے تعبیر کیا کریں تو بھلا یہ کس قدر صریحی ظلم کی بات ہے کہ اچھی چیز بھی بُری کہی جائے۔ جسکی بہت سی مثالیں گزر چکیں ازاں جملہ یہ بھی ہے کہ جس نے ٹیلیگرام۔ ریل گاڑی ایجاد کیا اس نے کس قدر تمام ستور و مطلقا اور انسان کے ساتھ ہمدردی کی ہے کہ وہ بیچاے عثمانی سے بچے۔ تنکان و پریشانی سے محفوظ رہے لوٹیروں کا خوف جاتا رہا۔ ہر جگہ کھانا پانی موجود ہے۔ بیروانی الارض کا راستہ کھول دیا۔ طوائف الملوک کو بیخ و بن سے کندہ کیا۔ اب اس ایجاد کرنے والے کو کوئی برا کہے۔ یا کسی ملک میں جا ہی ہونے کو باعثِ کلفت و صنعت و مفلسی سمجھے تو کس قدر راندہ و رگاہ از عقل و دانائی و عقل کل ہے۔ وہ اور اس کے سارے بھی خال اور انکی ساری قوم کی قوم مردود ہے۔ کیونکہ

چو از قوئے یکے بے دانشی کرد نہ کہ را منزلت ماند نہ میرا

مگر جس قوم نے اس کو ایجا دیا اور فروغ دیا دنیا کو آراستہ دہراستہ کیا مصلح العالم ہو ہی وہ البتہ نایب النبی
ہے میراث السموات والارض اسی کے لئے ہے وہ قید و بندہ و بندہ حماقت نہیں بلکہ مالک ہے
بندہ عقل ہے اس کے طفیل میں اس کے صدہ پشت کے گناہ معاف کئے گئے اور کیوں نہ ہو کس
لئے کہ اگرچہ کوئی اس کے اس احسان کا بدلہ تشکراً ادا کرے یا نہ کرے مگر اسی آسائش خود ہی خفیتہ
زبان خموشی سے داعی بہ دُعا، خیر ہے جسکی اوسکو اسی طرح خبر نہیں ہے جس طرح اس کو اپنی روح
کی خبر نہیں ہے پس ازین قبل ان کفاروں کی کفرانِ نعمت کی بہتری شکایتیں ہیں اور ان موجدوں
کی ایجا دکی بہتری حکایتیں یہ منون ہیں اور وہ ملعون کہ دونوں کی منونیت و ملعونیت کی حالت بہت
سی جگہ اپنے اپنے موقع محل پر بیان کی جائیگی یہاں پر اب یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ ادن موجدوں کو
یہی یاد ہے کہ اِنِّیْ ذَاکَ لَا یَاۡتِیَہُ لِقَآءُہُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ۔ تو اب اس آیت پر غور و فکر کرنی چاہئے کہ
کس قوم نے غور و فکر کر کے ممتہ و مکادہ چیزیں ایجا دکی ہیں وہ قوم کی قوم دوسری صدی عیسوی
سے لیکر چھٹی صدی تک معاف کی گئی۔ پھر آٹھویں صدی عیسوی سے لیکر آج سنہ ۱۴۰۰ تک کی
معاف کی گئی۔ آگے کی معافی تعمیل فرمانِ ہذا پر حصر رہیگی پس شرف الاعم ہی ہے جو مشرف
درہم ہو۔ لیکن یہ دیکھنا چاہئے کہ یہ سب ترقیاں کس اوستا کی برکتِ قدم سے ہوئی ہیں۔ تو وہ
اوستا وہی اوستا و اذل۔ جو مٹی و مہبت خالق السموات و الحیات بنا م عیسیٰ آیا ہوا تھا۔ اسی کے
قدم کی برکت سے سمجھنا چاہئے کہ پھر اسی کے قدم کی برکت سے اوس کا ایک ادنیٰ عبد اُمی لقب بھیجا
گیا۔ جس نے ایک قانون بنا کر نیچر کے مطالعہ کی طرف متوجہ ہو کر وجہ ہونے کی ہدایت کی تھی جس
سے لوگوں کو اتنا فائدہ پہنچا۔ تو اب اوس کو ضرور رب کا محسن و حاکم ہونا چاہئے کہ ایسا وہ رحمۃ للعالمین
قرار پایا کہ جس کے آنیکے بعد تمامی موشی اور انسان کو آرام پہنچا۔ دنیا میں ایجا و وزیت و آرائش کا بازار کھلا
تو عبد یارِ رسول خواہ رحمۃ للعالمین بننے کی بھی کسی میں قدرت نہیں یہی عیسیٰ ہی کی شان تھی۔ کہ خود کو
ایسا بھی بنا چھوڑا۔ کیونکہ اوس کی شان کچھ ایک قسم کی تو ہے نہیں وہ تو بالکل رنگارنگ ہے۔ بلکہ
رنگارنگ میں بھی ہمیشہ کے لئے مفید و بندہ نہیں۔ تو جس حمد کردہ شدہ شان سے اسقدر خلق اللہ
کو فائدہ پہنچا وہ البتہ ہمارا محبوب عزیز ہے۔ بلکہ عین ہم ہی بن گیا ہے۔ پھر اوس ایسے محمد محمود
کرم فرمائے زمانہ کے طفیل میں ہزار ہا ہزار نسل انسانی کیا مٹی کہ کروڑا کروڑ بخند ہی جائے تو بعید
اور رحمت اللہ نہیں۔ اور اگر نہ بخشی جائے تو یہ بھی جائے حجت نہیں ہے
اگر محشوش نہ ہے رحمت نہ بخشوں تو شکایت کیا سر تسلیم خم کر جو ہمارے دل میں آجائے

پس اگر موجد دل پر درود پڑھ کر شکر یاد کیا جائے تو اس کے آگے سیرتِ یام نم کئے ہوئے جس کو مسلم کہتے ہیں۔ وہ مسلم بن کے شکر یاد کرنا چاہئے۔ لیکن زبانی شکر یہ سے دلی شکر یہ فضیلت رکھتا ہے اس واسطے مفضل قوم زبانی مسلمین پر سرکوب کیجائیگی۔ اس میں چون دھڑکی گنجائش نہیں۔ لہذا اُس عیسائے محمد المجد کی حمد و ثنا میں رطب اللسان ہونا چاہئے کہ

نظم

کہ خود را میکند نشو و عالم
بسا اوقات ساجد اور مسجد
محمد سرور سردار عالم
محمد مالک ارض و سما ہے
محمد کا وصی دستِ خدا ہے
محمد خاص محبوبِ خدا ہے
کریں جتنی وہ سب بھڑکی ثناء ہے
کہ خود ہی عبد ہے خود ہی خدا ہے
تو البتہ اسے خوفِ خدا ہے
محمد ہی ہے یوحا اور یحییٰ
محمد ہی نزائین اور ہے نر
وہی ہے باعثِ تکوین عالم
علی عرشِ خدا کا خطبہ خواں ہے
جہاں قندیلِ عیسیٰ کا مکاں ہے
عیساں شد معنی نور علی النور
انیس محفلِ گزاد ہے وہ
یکے اُنٹِ دگر ہے اُس میں ہو ہو
تو چکایا خدا نے اپنا پھر نور

بنامِ حضرت یحیاء اعظم
کہ خود ہی ہو محمد اور محمود
محمد احمد محمود آدم
محمد شافع ہر دوسرا ہے
محمد رہبر ملک بقا ہے
محمد تاجِ فخرِ انبیاء ہے
محمد کی ثناء بے انتہا ہے
محمد کب خدا سے کچھ جدا ہے
محمد کی جو عمرت پر خدا ہے
محمد ہی ہے موسیٰ اور عیسیٰ
محمد ہی نے توڑا کفر کا سر
وہی ہے باعثِ تکوین عالم
علی جیم رسولِ حق کی جاں ہے
زمین اوس کی چہارم آسماں ہے
علی بردوشِ احمد چشمِ بدور
شہیدِ خنجرِ بیداد ہے وہ
یہ دونوں درجِ وحدت کے ہیں لولہ
موانس جب ہوا منجانبِ الطور

اختراعات

ہو افرعون حب سرکش سرینا
 عدو کو ادس کے اتنی کچھ سزا دی
 درختِ حسن ادس کا بارور ہے
 بُت بے مثل شکلِ نقشِ چینی
 کزین مہ پارہ عابد فریبے
 بسا اندر رحم یک قطرہ آب
 دو چشمش تا بدان روح اعلیٰ
 ہمیں تبدیل شد مُسکّنِ عالم
 ہمیں تبدیل رب الکائنات است
 پئے آتشِ جہت جو لائگہ برق
 بریں اظہار اندر حجاب است
 زہے رزم است زنگیں از محاش
 نکور و تاب مستوری ندارد
 ز دریا موجِ گونا گوں برآمد
 ز عشقِ خود شدم شہِ مندہ خویش
 و انزلنا لکم ماءً طهورا
 دھرم بجا میں ہے نعمہ سرائی
 کروں میں حمد کیا اپنی زباں سے
 تو کہ یحییٰ بیاں میری زباں سے
 یہ لیکھا ہے کہ تو ہی ہے وہ اک شاہ
 اگر تو عبد میں معبود ہوتا تو
 بس اوتنا ہی سمجھ تعریف اپنی
 تری تعریف کی کچھ انتہا ہو
 جہاں تک خود کو تو خود جانتا ہے

فَاغْرَقْنَاهُ مِنْ مَّعْنٍ جَمِيعًا
 جزادی پھر سزا دی پھر جزادی
 جو غریبِ شمس ہے صرف ادکل سر ہے
 سہیلِ حسنِ شمع مہ جبینی نو
 ملائک صورتے طاؤس زیبے
 شود نہ ماہ را مہر جہان تاب
 چو براسِ فلک قنیلِ عیسیٰ
 نہ سُکّان است بلکہ جانِ عالم
 فرو زندہ ز عکسِ نور ذات است
 دلِ ہر ذرّہ در جوشِ انا الشرق
 حجابش خواجہ زریں نقاب است
 خجے بزم است شکیں از کلاش
 زہرِ روزن کہ خواہد سر برآرد
 زبے چونی برنگِ چوں برآمد
 کہ خود را نام کروم بندہ خویش
 اسی سے ہے چنپہر اور نور ا
 و ان خفت الموالی من ورائی
 ولا یحصى علی اللہ من اسئ
 بیاں کر تونے جو لیکھا ہے ماں سے
 و اما کان لنا ان نشکرک اللہ
 تو جتنا تجھ سے میں محمود ہوتا
 کہ تو کرتا مری تعریف جتنی
 تو البتہ ثناء کی ابتدا ہو
 وہاں تک کوئی کب پہچانتا ہے

سمجھ سے عقل سے باہر ہے جو شے
 ترے معشوق کا بیچی ہے معشوق
 ترے محبوب کی اولاد ہیں ہم
 تو ہم محبوب اُمّی ہیں مری جاں
 مری ماں کی بزرگی تجھ کو معلوم
 عموماً ماں کی عظمت تو عیاں ہے
 بزرگی ماں کی بس بے انتہا ہے
 ہنگامِ ولادت کیا مصیبت
 یہاں تک دودھ تازہ تر پلایا
 کیا آگاہ پھر سب نیک و بد سے
 ہر اک کے باپ ماں کو شاد رکھ تو
 خدا کے واسطے ایسا خدا کر
 بہ تیغ عشق کن رنگین کفن را
 کہ ہو اک آہ سے دو چند آہ
 لئے پھرتی ہے بلبل چو بچ میں گل
 اُرید و فکرت اُترید ہجری
 وإن النعمت لی فکذا مرادی
 کہ پوچھو تم کہاں تھے یا جیبی
 ہمارے پاس اک کوڑی نہیں ہے
 کہ عاشق را نہ زر باید نہ دینار
 تجھے بھی اس کی کچھ حاجت نہیں ہے
 اجازت سے تجھے اب جانتا ہوں
 ولیکن سرکنوں درکین است
 ولاتا کئے دیں کا رخ مجازی

اوی کو لوگ کہتے ہیں خدا ہے
 اگرچہ تُو ہے خالق میں ہوں مخلوق
 تو کب اولاد ہے معشوق سے کم
 مری جاں تُو ہے پھر میں ہوں تری جاں
 اگرچہ سر نہیں ہو۔ تو بھی ہے مفہوم
 مگر مردود لوگوں پر سناں ہے
 کہ جملہ خلق و خالق سے سوا ہے
 اٹھائی ہے معاذ اللہ کلفت
 کہ منہ کو اس کے چھاتی سے ملایا
 بچا یا بغض و کینہ سے حسد سے
 اونہیں اچھی طرح آباد رکھ تو
 کہ خلق اللہ سے مجھ کو خدا کر
 زیارت کن شہیدِ خوشن را
 بنے آنسو کا قطرہ عرق کا ہو
 شہیدِ ناز کی تربت پہ ہو قل
 کہاں تک گاؤں میں وقت کی کپڑی
 کہ ہو یحییٰ کی جانی تجھ سے شادی
 کہوں میں انت تعلم انت ربی
 ولا اہلی ولا مالی ولا شے
 اگر بایہ چہ می باید کہ دیدار
 تُو۔ لے لے جان لے جاں تو ہیں ہے
 اجازت ہی سے اب پہچانتا ہوں
 خداوند خداوندی ہمیں است
 کئی مانند طفلان خاک بازی

ترحم بر پلنگ تیز دندان
 خلقت ہذا الارض و ما ما
 قلوبا بالیتی کنت ترا با
 بترس از کید این زال سیه دل
 یہاں دولہن پہ ہے سہا نہ مقنا
 چہ خوش دقتیکہ خرم روز گاہے
 دریں امید ہائے شایخ در شاخ
 سر سر و سر طوباء و شمشاد
 زخم بر خود بذات خود کشیدی
 بیانِ پادشاہے راشنیدم
 خداوند ابصیاں شرمسارم
 ز شب تا روز در فسق و فجورم
 چلویم بہر خود چون نیستم شے
 تو دانی من ندانم بیج خود را
 فنا فی اللہ میں ہو کر مرا ہوں
 کہا یحییٰ نے از عرش معلیٰ
 اے اپنی انانیت کی ہے منکر
 اسی میں سو جھتی ہے اسکو ترکیب
 کہ ثابت ہو گیا سب کچھ فنا ہے
 بیا یحییٰ سیچائے روانم
 اگر اللہ و راز و در کین است
 بخز یحییٰ کے جو کچھ ہے فنا ہے

ستمگاری بود بر گو سپندان
 ریشناک نفی بیجی اہ - ہ
 و نحن نشرب کاسا شہابا
 کہ ہستی قید از انسان با گل
 کلوا من طیبات ما رزقنا
 کہ یارے بر خورد از وصل یارے
 کہ ہمائے تو مارا کردہ گستاخ
 سر تسلیم خم کردہ پذیرا دبو
 کہ ناداں را بصحبت برگزیدی
 کہ دیدہ بارہا گفتا ندیدم
 گنگارم پریشاں روزگارم
 ز سرتا پا قصورم در قصورم
 گئے عکست شوم کہ ظل و گہنے
 مرا کردی زہر خویش ستر
 بنا بر میں شہ ہر دو سرا ہوں
 اٹھو سب از پیئے تعظیم یحییٰ
 انہیں افکار کی ہے اس کو اک ذکر
 کہ ہر ایجاد ہے اس میں بہ ترتیب
 انانیت میں خالی اک انا ہے
 عزیزم لخت جگر م روح جام
 ہمیں است و ہمیں است وہیں است
 انانیت کا دورہ در انا ہے

حکایت در آخر اعانت

تو انانیت قدس میں مستہلک ہنسنے والا گویا فانی الکل ہے وہ ہمیشہ اسی استغنا سے متغنی ہو رہا ہے کہ سب کے سب ایک دم سے نیک ہو جائیں یا سب کے سب ایک دم سے بد ہو جائیں۔ خواہ سب کے سب یک قلم نیت ہو جائیں یا سب کے سب یک سر مختلف ہو جائیں یا یک لخت جملہ

کے جملہ کو جیسا میں چاہوں ویسا کروں کہ ہر حال میں یکتائی رہے تاکہ اجز تا کل کے سبب الیہ ہوں تو ہم ہوں مرجع ہوں تو ہم ہوں علت لعل ہوں تو ہم ہوں منبع ہوں تو ہم ہوں اصل الاصل ہوں تو ہم ہوں جج الجمع ہوں تو ہم ہوں۔ روح روح اللہ ہوں تو ہم ہوں جو ایک محض موصوفہ الموصوفہ پر وہ اسرار میں نامعلوم المکتوم ہو کر چھپے رہیں جہاں بھروسہ نہ ہو سکے۔ جس کو ایک آہِ حشرِ ناک کہنا چاہئے۔ جو خصوصیت کی حالت میں الاء کہا جاسکتا ہے۔ اس کو بجز انی علی کل شیء قدیر اور انی غنی عن العالمین کے کچھ یاد نہیں۔ مگر جو حرامزائے۔ نقطہ پنجس کے بچے۔ شیطان ملعون کی اولاد میں ادن کو صبح و شام ہی سچ پڑی ہوئی ہے۔ کہ کبھی خالق کی خلق و تخلیق پر اعتراض کرو۔ کبھی موجد کے ایجاد پر کہ فلاں ابن فلاں نے آسمان کا کام کر کے بارش باری کا کیوں انتظام کیا؟ اس کے لئے مشن کیوں ایجاد کی؟ دو دین سے ارحام کی حالت کیوں دریافت کی؟ مریضہ کو مرنے دیتے۔ بینک کا انتظام کیوں کیا۔ لوگوں کا مال غنیمت ہونے دیتے۔ تجارتِ زرینہ نہ کرتے سڑک کیوں درست کرائی؟ سنت کے خلاف بے لوثیروں کو لٹٹے دیتے۔ عالم میں انتظام کی کچھ حاجت نہیں۔ حجامت وغیرہ کچھ نہ بناؤ۔ اللہ کے کام میں اصلاح دینا ہے۔

حلاق ہر دو دست ترا قطع لازم است اصلاح مے دی خط پر و روگا ر را
غرض کہ کچھ انتظام نہ ہو۔ مکہ و ملامبول کی طرح پپوس بنا دینا چاہئے کیونکہ خدا کا مال ہے۔ خدا خود کر لیا۔ جو دل میں آئے کہ وہ خوب کسبے اور ایفون اُڑاؤ۔ طلاق کے بہانہ پیش کرو۔ دیوتی کو فروغ دو۔ اسی کا نام سر تسلیم خم کرنا یا اسلام رکھا گیا ہے جو اس کے خلاف ہوگا وہ کافر ہے بس ان مردود حرامزادے کافر کے بچوں کو بجز اس کے کہ لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ غفور الرحیم کے کچھ یاد نہیں۔ اسی طرح وہ چور جس کے استسراق کا نام اوپر استغصاب رکھا گیا ہے جو اس خیانت و سرقت کو بھیک مانگنے پر ترجیح دیکے استغصاب کا نہ تکب ہو کفرن دزدی میں بہت ہی بڑا پلو ما حاصل کرنے کی طلب کھتا ہے وہ تمام مدت العمر اسی تدبیر میں لگا رہتا ہے کہ چوری کرنے کے لئے نو بزرگ کبیات ایجاد کرتے رہو کہ اس میں فروغ حاصل ہو۔ تو کہیں اگر ایسے سلوب العقل سے کسی کو کوئی مرد کامل بلجاتا ہے تو چوری سے اپنی سیرۂ اہلیہ کو چھپا کر اس کے خزانہ کمال سے کچھ سرقہ کرنے کے پیچھے پڑ جاتا ہے۔ کہ اگر اس کمال سے کچھ جزو کمال ہاتھ بھی لگ گیا۔ تو بجائے اسکے کہ اچھے محل پر استعمال کرے۔ اس جزو کمال کو فن دزدی کا اوزار بنانے لگتا ہے۔ تو پھر اس کو اختیار ہے۔ جیسے مسلک اور ٹیلیفون

سے ایک نور کو بوائیکا کام لیا جیونوں کو اور دیکھنے کا کام لیا ایک اُس شیخ ملعون کی طرح اوس کو استعمال کیا۔ ایک نے کلور فام سے ڈاکٹری کا کام لیا دوسرے نے چوری، کا ایک نے روح سے رحمانی کام لیا دوسرے نے شیطان، مثلاً اگر کسی مردِ کامل نے ایسے ملاعین سوارق سے یہ کہا کہ تم لوگ کو یاد رہے کہ اخراج النور من الظلمات ہوتا ہے اور اخراج الظلمات من النور جس کی دلیل تم خود موجود ہو کہ صلبین والین وجود ظلمات ہیں وہاں سے تم کس طرح آدمی بن گئے آئے ہو مگر اس پر تم غور نہیں کرتے تو اب لو دوسری طرف غور کرو کہ کبھی کو بھی سیاہ سفید کر دینے کا اختیار دیا گیا ہے کہ سفید پر اسکی غلافت سے سیاہی ہوتی ہے اور سیاہ پر سفیدی کہ اخراج النور من الظلمات کا نمونہ ہو جاتا ہے اسی طرح سونا۔ چاندی اور پتیل وغیرہ بمقابلہ اپنی کثافت کے نور کبے جاسکتے ہیں مگر اون کی کثافت و جہالت کیسی اون میں سے مہیسی کچھلی نکلتی ہے جسکو پور ظلمات سے نسبت ہے اُس کے علاوہ مارشکین سے کس طرح کا نور نیا سی احمیہ نمایاں ہوتا ہے۔ کہ اسی مثال کی طرح یہ بھی ہے کہ چہرہ آتش سے کس طرح کا گل دھاں سیہ روز نکلتا ہے پھر اوس دھاں سیہ روز سے آتش کے پرکانے نکلتے ہیں۔ تمام کائنات نور و ظلمات کا نمونہ ہے۔ اسی کو اخراج الظلمات من النور اور اخراج النور من الظلمات کہتے ہیں چنانچہ سہرہ اگرچہ کالا اور اندھیرا ہے مگر آنکھوں میں نور پیدا کرتا ہے۔ حتیٰ کہ تمہاری آنکھوں میں خود نور و ظلم کی مثال موجود ہے اور تمام کائنات اسی اولٹ پھیر سے پھرا ہوا ہے جس سے تم بے علم ہو رہے ہو۔ اس لئے خیر الاخوان کہی ہے جو اپنے اخوان کی بہتری کرے تو جو تم سے محبت کرے گا۔ وہی تم کو بری باتوں سے بری کرے گا۔ جو بری کرے گا وہی باری ہے۔ جو نیچے کی کوشش کرتا ہے وہ ابرار سے ہے بلکہ وہ کوشش خود ہی ایک بزرگ عظیم ہے پس البرواہف البلیاۃ اور جو معرض عن جمیع الامور ہے وہ اور بہتر از بہترین ہے تو جو کچھ ہو گا اپنے کرنے سے ہو گا۔ نہ کہ دوسرے کے کر دینے سے۔ اگر دوسرا کربھی دیگا تو اوس کے کر دینے کے لئے بھی ایک حد مقرر ہوگی۔ اگرچہ اس حد تک پہنچا دینے کے بعد دگر سازی کی کوئی دوسری حد مقرر کرے تو اس سے اختیار ہے۔ لیکن ظاہراً اکثر خود ہی کرنا پڑے گا۔ جب تم خود کے لئے نہیں کرتے تو دوسرا کیوں کر دیگا اپنی مدد خود کو خود سے سب ہو گا۔ اور اپنا کیا ہوا اور ہوتا ہے۔ دوسرے کا کیا ہوا اور۔ دونوں میں فرق ہو گا۔ کوئی خود سے بڑھ کر کسی کا خیر خواہ نہیں سب خود کے لئے چاہتا ہے چنانچہ سار۔ پٹا۔ پٹنگ۔ گھوڑا سواری۔ حکومت لذت اور حیات و خدا وغیرہ وغیرہ کا استعمال جب تک خود نہیں کرتا حظ نہیں حاصل ہوتا اسی واسطے کہتے ہیں کہ مائیک جلدک مثل ظفرک پس فرداً فرداً تفصیل النور میں مشغول ہو جاتے جاؤ کہ یہ سنتے

ہی وہ سب چور اوس سے پوچھیں کہ پھر وہ تحصیل النور کیونکو ممکن ہے؟ اوس پر وہ کچھ ترکیبات بتلائے۔ منجملہ اوس کے یہ ہو کہ ہم تن خیال ہو کر اپنی قوتِ سامعہ کو ایک طرف رجوع کرنا چاہئے کہ ذری ذری آواز سننے کا ملکہ ہو جائے۔ پھر اندھیرے میں بٹھینا چاہئے۔ کہ بالکل نعمتہ اللیل میں دیکھنے کی مہارت پیدا ہو جائے۔ اتنی بات جب پیدا ہو جائیگی تو آگے کی حالت بتلائی جائیگی کہ اس اخراج النور من الظلمات کے مسئلہ پر اون چوروں کو یہ ہتھکنڈا مل جائے کہ چلو اس مہارت کے ذریعہ سے چوری میں اچھی مدد ملیگی۔ اور اسی میں تدبیریں سوچنی شروع کر دیں۔ تو جیسے ہمیشہ والے اپنے پیشے کے متعلق مقبذانہ یا آزادانہ طور سے تدبیریں سوچا کرتے ہیں اور اوس میں ایجاد کرتے ہیں۔ او نہیں کی طرح ان کو بھی تدبیر سوچنے کا مجاہدہ ہے کہ جس طرح سے دل میں آئے سوچتے جائیں ۱۰ اب اوس سوچنے کے ذیل میں اون کو اختیار ہے کہ یہ سوچ رکھیں۔ کہ اپنے اپنے بچوں کو بھی پہلے اس میں تعلیم دینی چاہئے کہ آگے چلکر اس فن میں پورے اوتاد بن جائیں۔

جشاء اللیل میں روزِ تاباں کی طرح دیکھ سکیں۔ اس خیال پر سچہ پیدا ہوتے ہی دن بھر اون کی آنکھوں میں بڑباز رہے رکھیں۔ رات ہوتے ہی پانی اور ظلمات میں دیکھنے والے جانوروں کی آنکھ کا سرمہ بنا کے ان کی آنکھوں میں لگایا کریں کہ وہ سب اون کے بعد اپنے اپنے والدین کے جانشین ہوتے جائیں پس وہ لوگ اپنی اس کوشش میں لگے ہوئے اوس مردِ کامل کے پیچھے پڑے رہیں جس کو وہ مردِ کامل سمجھ کے قصدِ اچھ ہو کہ دیکھیں یہ لوگ کیا کرتے ہیں۔ مگر جو عزیز النفس و طلیق الطبع سے ہوں۔ وہ اس اخراج النور من الظلمات کے مسئلہ کو نہ اس سے اچھے اچھے کام لینے کا ارادہ کر سکتے ہیں اس واسطے وہ ایسا کریں کہ آئندہ سے جب بچہ پیدا ہو تو اس کو تھوڑا تھوڑا پانی میں غوطہ دیکر بیکہ نکالتے رہنا چاہئے کہ تھوڑے دن کے بعد پانی کا عادی ہو جائے سردی اس میں کم اثر کرے۔ جب اس میں وہ مشاق ہو جائے تو پیالے اوس کو پانی ہی میں رکھنے لگیں۔ کہ بالآخر وہ پانی کا آدمی بن کر ملاح یا مچھوا کہا جاسکے کہ اوسکی نسل میں پانی باشی کا زیادہ مادہ قائم ہو آخر کار کاستہ پانی میں رہنے کا عادی ہو جائے۔ کہ بیل ہیم و اہیم میں پانی کی خیر دیکھ سکے۔ بحری دولت پیدا کرے۔ آبی جانوروں کی زبان سیکھ سکے تاکہ دوسرے یعنی آدم جو برائی ہیں وہ مطلع ہوں کہ قدرتِ الہیہ کے کثرتِ ظہور سے عبرت پیدا ہو شوقِ دیدار میں اس کی غلطان و سچاپاں ہوں۔ اور یہ کچھ بعید از امکان نہیں کیونکہ اور دگر جاندار مانوس بالسان ہو کر اوسکی باتیں سمجھ سکتے ہیں تو انسان اون سے درجہ اولیٰ عقلی ہوتا ہے یہ بھی دوحش و طیور

وَنَآلَا اَرْضَ كِي صَحْبَتِ مِیْسِ رَہ رَہ کُرْآنِ کِی زَبَانِ دَر سَمِ دَر وَاوَجِ سَے آگاہ ہونے کے دوسرے کو مطلع کر سکتا ہے کہ دُنیا میں عقل و علم کا بازار گرم ہو۔ بلکہ جو انسان بالکل وحشیوں میں رہتے ہیں تو ضرور اون میں جُستِ پائی جاتی ہے تو جب از رو تعلیم قصداً ایسا کیا جائیگا تو یقینی کامیابی ہو سکیگی۔ کہ ہزار ہا بلا خوش الفواد سیماں زمانہ بنا ہوا حواش الارض و السموات کی تحقیق میں لگا رہے کہیں تختِ سیماں و تختِ رواں بنام بیلون و بخارہ پر بیٹھ کے ہوائی تحقیقات میں مشغول ہو۔ تو لوحِ لُتْہِ بَذَاکِ صَافِ اَظْمَرِ مَن شَدِّ الثَّارِ ہے کہ قد اَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى!۔ پس اسی طرح دنیا میں بہت سی عبرت انگیز مثالیں ہیں مگر ہر مثال کی شانِ نزول جدا ہے۔ دیکھو یہی امیر و فقیر ظاہراً ایک جو ہر سے معلوم ہوتے ہیں جو دونوں اپنی اوقاتِ بَسیری میں مصروف ہیں مگر ایک تینگی و دیگر بہ فراخی۔ حالانکہ دونوں اپنے اپنے دقتِ مقررہ پر مرتے جائینگے۔ مگر ایک امیر کے نام سے مشہور ہے دوسرے فقیر کے نام سے اور دونوں کا ظاہری و باطنی مال جدا ہے + اسی طرح ایک شاخ میں دو پھول پھولتے ہیں ایک کسی حسیلِ الصوره دلبرِ گل اندام کا کر پھول بنتا ہے کبھی طرہِ ریحان بنتا ہے اور ایک بادِ مخالف کے جھونکے سے پائمال ہو جاتا ہے + پس دیکھو اس ایک جملہ نے کہ نور سے ظلمات ہے اور ظلمات سے نور دو کے دو نتیجے پیدا کر دئے کہ ایک اس سے چوری کا سبق سیکھ کر ظلمانی بنا۔ دوسرا نور سے سبق سیکھ کر نورانی بنا۔ لیکن کہنے والے نے عام طور سے کہہ دیا تھا۔ اس کے گفتار نامہ میں کچھ قصور نہیں اما جوارضِ کہ طیبات سے ہے وہ مخرجِ نباتاتِ خضر یہ ہوتا ہے۔ اور جو اس کے برعکس ہے وہ مبتِ بہ نباتاتِ نکیدہ ہے۔

باراں کہ در لطافتِ طبعش خلافِ نسبت در باغِ لالہ روید و در شورِ بومِ خس
تو وہ خباثت کی طرف چلنے والا چور جس کا ذکر پیش ہے۔ فرض کروم بلکہ یقین کروم کہ اس نے
فنِ دزدی میں اس قدر کمال حاصل کیا کہ ہستہ لُجَا اس کو خزانہ بھی منظور ہونے لگا۔ کہ اہل
راس الدین بالکل علی اساسِ یقین ہو گیا کہ یہ بے انتہا نعمت و اسعہ ملے آئی۔ کہ اب جہاں سے
چاہینگے چوری کر لینگے۔ اب ذرا غور کروم کہ اس مردِ کامل کی عطاء غیرِ مخدود کی یہ جزا ہوتی ہے کہ
اوی کے مالِ مطلع پر ہاتھ ڈالنا چاہتا ہے کہ وہ اپنے منہ د ساتھی ٹھکانے کو ملا جلا کے
اوتاد ہی کے گھر نقب زنی کے ارادہ سے نکلا۔ اور اس مردِ کامل اوستا کو یہ سمجھ لو کہ وہ پادشاہ بھی تھا۔
کہ اس نے انتظامِ بہت سے جاسوس بھی چھوڑ رکھے تھے۔ جنہوں نے اس کو خبر دی کہ امشب چوری
ہونے والی ہے جس پر اس نے اپنے دلی عہد کو آگاہ کیا کہ آج ایسی چوری ہونے والی ہے۔ کہ

جان بھی چوری چلے جانے کا خوف ہے مگر خیر کچھ پر دانی نہیں تم ہماری جگہ پر سو رہو ہم باہر جاتے ہیں اور یہ مکر اپنا بھیس بٹے ہوئے باہر نکلا تو راستہ میں تین معدوم احمیت سراق انہم اللہ تعالیٰ ملے اون تینوں میں مشورہ و نجویٰ ہونے لگا کہ یہ چوتھا کون شخص آگیا؟ اور یہ چوتھا جس کے ساتھ سیر علی العظیم شامل تھا جس کو عثمانی مل کتے ہیں گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔ اوس دم باہم سوال و جواب ہوئے تو معلوم ہوا کہ یہ چوتھا بھی ایک چور ہے۔ جو درحقیقت اپنی جان چرائے بھاگا جاتا تھا مگر اوس دم اُس سے سوال کیا گیا کہ اگر تم چور ہو تو چوری میں کیا کمال کتے ہو؟ کون سی ڈگری پاس ہو؟ تو اُس نے کہا کہ تم لوگ پہلے اپنے اپنے کمالات بیان کرتے جاؤ تم پھر میں بیان کروں گا + تو اُسے سوائے علیہم ایک نے اون میں سے یہ کہا۔ مجھ میں تو یہ کمال ہے کہ جسکو ایک بار دیکھ لوں پھر کبھی نہ بھولوں مگر اس دروغگوئی کا کیا جواب ہے کہ یہ دیکھا ہوا چور ہے لیکن نبوت کرنے لینے بھیس بٹلنے پر ذرا بھی نہ پہچان سکا و جدان اوس کا فقدان و خذلان میں فنا ہو گیا مگر اوس پر یہ دعویٰ ہے کہ جس کو ایک بار دیکھ لوں پھر کبھی نہ بھولوں + اسی طرح دوسرے بعد اللہ علیہ نے یہ کہا کہ جہاں خزانہ ہو میں پہچان لیتا ہوں مگر افسوس کہ وہ چوتھا چور جو درحقیقت سلطان ہے کسی نورانی کا۔ نورانی خزانہ لئے ہوئے سامنے کھڑا ہے۔ مگر یہ پہچان نہیں سکتا + غرض کہ تیسرے کی نوبت پہنچی تو وہ تیسرا خزانہ علیہ یہ بول اٹھا کہ کتنا ہی خزانہ ارض و سموات کیوں نہ ہو سب کو میں لیکر بھاگ جاسکتا ہوں۔ حالانکہ خود ارض و سموات میں مقیم ہے اور اتنے بڑے خزانہ کو لیکے بھاگ جانا چاہتا ہے۔ اور یہاں خزانہ ہدایت نہ اٹھ سکا + مختصر انیکہ اب اس سلطان السلاطین کی نوبت پہنچی جو اس جگہ چوتھا چور تھا۔ تو اوس نے یہ کہا کہ مجھ میں یہ ہنر ہے۔ کہ کوئی کتنا ہی تصور واریوں نہ ہو۔ اگر میں سر ہلا دوں تو بالکل چھوٹ جائے اور ہم آپ لوگ کے اوصاف منکر بہت خوش ہوئے چنانچہ اگر خدا نہ ہوتا تو میں اول صاحب کو اپنا خزانہ جیلینا کے خلیل سمجھتا اور اگر ہم نہ ہوتے تو آپ دوسرے صاحب کو عین ہم ہی سمجھ لیتے اور اگر خدا اور ہم دونوں سے ایک بھی نہ ہوتے تو آپ تیسرے صاحب کو یہی دونوں سے مرکب یعنی کل سمجھتے لیکن یہ تینوں بات شکل ہے اس واسطے اس وقت آپ صاحب کو اپنا صاحب مصاحب اصحاب سمجھتا ہوں۔ پھر تو یہ تینوں ذریعہ ایک الخلق خلیش بیش ہو کر اپنا یا رِ غار و صحاب کہتے بنا لیا چلتے چلتے اوس مردِ کامل پادشاہ جو اولن کا اُستاد اور یہاں چوتھا چور بنا ہوا ہے۔ اسی کے مکان پر جا کے کہا کہ یہاں بہت سا خزانہ ہے۔ چلو سب لوگ چوری کرتے جائیں + اس عرصہ میں پادشاہ نے سب پرے والوں کو جگا دیا۔ اور اپنے دلی عہد جو کلوں میں

و عیدم انوم ہو رہا تھا اوس کو اُن جُشیٹ النفس چوروں میں شریک کر دیا۔ تاکہ وہ چوتھے کے گم ہونے سے مضطرب نہ ہونے پائیں + اور حکمتِ عملی سے گرفتار کر لئے جائیں۔ چنانچہ محاصرہ ہو گیا + یہ مازراتِ غیرِ ماجرات میں مبتلا ہے۔ ان کا نورِ کسی جو چوری کے لئے تیار کر رکھا تھا وہ بھی سلب ہو گیا۔ مفلوج الدماغ تو تھے ہی اب اکدم عیدم لعقل ہو گئے + مگر خود کو ستوہ لعقل سمجھتے رہے۔ اچھی طرح پھر چھا ہو گیا۔ مگر ہنوز اُن کو ظلماتِ شب ہی دیکھتا رہا اور یہی پوچھتے ہے کہ ایس الصبح بقریب؟ اور پادشاہِ سلامت جو ثریا محل میں چلے گئے تھے انہوں نے وہاں سے ایک کٹھل کا چھلکا عینِ الطریق پر عین برصراطِ ستقیم پھینک دیا۔ اور لوگوں کو اشارہ کیا کہ ان چار چوروں کو اپنی اہٹ اور بھنک سنا دو کہ گھبراہٹ والے اون میں سے گھبرا کے اس ستینِ الطریق سے گدگداتے جائیں + جب ایسا عملہ رآمد کیا گیا + تو پہلا چور غضب اللہ علیہ اُدھر اُدھر بھاگتا ہوا اتنی زور سے دوڑ کے چلا کہ کٹھل کے چھلکے پر پاؤں پڑتے ہی پھسل گرا + چوٹ کھائی۔ کہ اُدھر سے بھی کسی کی اہٹ اور بھنک سنی۔ اور اسی طرح گھبرا کے لوٹا کہ بار در گھٹو کر کھائی۔ اور نہ بھلا۔ اوس میں کا دوسرا چور رحمۃ اللہ علیہ وہ بھی اسی کے قدم بقدم چلا۔ اوس نے بھی بھٹو کر کھائی + ہاتھ پاؤں توڑے۔ تو کچھ سنبھلتا چلا۔ مگر بالکل ٹپکا۔ کیونکہ پہلے کو اغوا دیکر ہزاروں قسم کی ٹھوکریں کھلائیں تھیں۔ جب تیسرا چور پچھلے قدم قوم بورا جس نے سب کو ورغلا کر ٹھوکریں کھلوائیں تھیں۔ اوس کی نوبت پہنچی تو یہ بھی علیٰ حسبِ خطواتِ الشیاطین عقابِ مردارِ خوار کی طرح جھپٹتا ہوا گیا۔ مگر بہت سی ٹھوکریں کھاتا ہوا نکلا۔ کہ وہ کٹھل کا چھلکا اپنی جگہ سے ہٹ گیا۔ تو اوس نے اوس چھلکا کو عین صدرِ الطریق پر پھیلا کے رکھ دیا۔ کہ آپ تو گر چکے اب آنے جانے والے حجام بھی گرتے جائیں تو بہتر ہے + گویا تینوں کے تینوں ابار ہم لٹہ تبارا کبیرا۔ اب تب کرتے کرتے کہاں سے کہاں عدی خندقِ نجاست آگیاں میں گر گئے + کہ اوس عالم میں بھی جو بقر تھا وہ بقر کا بقر ہی تھا جو عقابِ مردارِ خوار تھا وہ مردارِ خوار کا مردارِ خوار ہی رہا۔ جو موم کی ناک کی طرح سوچ نہ سچھی نہ سوچ مکھی ہی رہا۔ چوٹ کھٹا اہل اللہ فی رحمۃ سیمیا کی باری آئی تو اوس کو اپنے جی میں کسی خاص خیال کی اہٹ اور بھنک معلوم ہوئی کہ خیالِ بزدل اور نگاہِ بزدل کے زمین پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہوا قلبِ الطریق سے عبور کرنے لگا۔ تو دیکھا کہ ایک کٹھل کا چھلکا عینِ نفاقِ الطریق میں گسترہ ہے۔ اب وہ متعجب کھڑا ہو گیا کہ یہ چھلکا پھینکا ہوا نہیں معلوم ہوتا۔ یہ تو مہارا ہوا ہے مگر افسوس کہ راستہ پر ہے آنے جانے والے

اندھی اندھیرے رات اور شام میں ٹھوکر کھا کر بیٹھے۔ تو اگر ان کو ٹھوکر سے بچانا چاہتا ہوں۔ تو جس کا یہ مال ہے اس کی مرضی کے خلاف ہو گا۔ اگر اس کی مرضی کی پرورش کی جائے تو مسافرین دھوکا کھاتے ہیں۔ ایسے موقع مخصوص پر اب کیا کرنا چاہئے اس پر طرہ یہ ہے کہ اس مکان کے آس پاس نہ کسی کی آہٹ ہے نہ بھنک ہے کہ کسی سے دریافت کر سکیں۔ لیکن ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ عالم گشتگی سے کچھ اہٹ اور بھنک ضرور محسوس ہو رہی ہے مگر شہنشاہ اس میں ہوں کہ مکان ہذا اور سب السماء اطراف بے مسلک میں کہیں سے راستہ نہیں۔ نہ شہ دراہے۔ نہ راج دوارہ کدھر سے جا کر دریافت کروں۔ کہیں خود ہی اغتاب علیا اور مفتاح الباب تو نہیں ہوں کہ اپنی کوشش سے کسی طرف جا کر کھول لوں۔ تو کھول لینے کی اور کچھ تہہ تو نہیں ہے۔ بجز اس کے کہ سچی نیت سے جو ارادہ کرے کسی کام کو کروں اس کو مفتاح القفل قرار دوں۔ تو خود کو جانچ کے جو دیکھتا ہوں تو خوش نیت پاتا ہوں۔ لہذا یہی باب و مفتاح الباب قرار پا سکتا ہے۔ تو اس باب اجناں پر جو کھٹکا دیتا ہوں تو یہی کھٹکا پیدا ہوتا ہے کہ اس پھٹکا کو عام ازیں کہ کسی اکاسی ہو کن نے اکاس آدہ سے چبا کر پھینکا ہو۔ یا کسی دھرتی ہو کن نے خواہ بہرہ دو یک ازاں باشد یا بہرہ دو باشد ہر چہ باو باد بوقت پُرش اقرار خطا سے مذمت ظاہر کر لوں گا اگر معافی ہو گی تو نہ ہے نصیب ورنہ ہر چہ باشد بجز وہ + لیکن اس کو ضرور پھینک دینا چاہئے + پس اس خیال پر اس نے اس پھٹکا کو دہاں سے اٹھا کر دور پھینکا پھر وہ کسی دوسرے شاہراہ پر جا کر لے۔ تو اس نے اپنا وقت برباد کیا اور دہاں گیا پھر اُس کو کسی ایسے ضمن الطریق کے کو راہ جگہ پر پھینکا جہاں گزر گاہ مسافرین کی امید نہ ہو۔ اور جس کا وہ پھٹکا ہے اگر ڈھونڈنا چاہے تو بہ آسانی مل بھی جائے۔ پس اس کے بعد وہ اسی شاہراہ پر آ کے اپنا راستہ لینا چاہتا تھا کہ شاہ بالانشین نے سجا ہلا نہ چاروں چور کو بلا کر پوچھا۔ کہ تم کون ہو؟ چوتھا چور حال اللہ بچو کہ نے جواب دیا کہ میں حضرت کا بندہ ہوں۔ غلام ہوں۔ تا بعد از ہوں اور جو کچھ اس کے سوا آپ کی مرضی ہو اس کے مطابق ہوں۔ جہاں تین سراق ابتلا ہم لد فی البلا سے پوچھا گیا کہ تم کون ہو؟ تو انہوں نے اسی چارم کی اتباع کی کہ ہم بھی تیرے بندے ہیں۔ یلکد مبارک میں۔ ملازم ہیں (اور جو دوا می شناخت و عرفان کا مدعی تھا یہ نہ پہچان سکا کہ یہ بادشاہ وہی چور ہے بلکہ یہاں تو وہ بادشاہ کے پیچھے ہوئے ولی عہد ہی کو ابھی تک چوتھا چور سمجھے ہوئے ہے) تو یہ حالت دیکھ کر بادشاہ بالانشین نے چوتھا چور مجد اللہ مجد آتجید اسے پوچھا کہ تمہارے علاقہ کیا کام پر دیا گیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ منقہ مصنی

ہوں۔ پھر اسی بات کی اتباع اون تینوں چوروں نے بھی کی، تو پھر پادشاہ نے پوچھا کہ ہم نے صفائی و اصطفا و صفوت کا جو حکم دے رکھا تھا اوس کے مطابق کس نے سر راہ سے کوٹا کر کٹ چھلکا پھلکا اٹھا کے پھینکا ہے؟ تو یہ تینوں ملاعین و کذاب فردا فردا صفائی کے مدعی ہونے لگے۔ مگر جب ڈانٹنے پوچھا گیا کہ سچ کہو کس نے صاف کیا ہے؟ تو سب متفق ہو کر صاف بول اٹھے۔ کہ اس چوتھے نے پھینکا ہے۔ اسی سے ایسا قصور ہوا ہے۔ تو پھر ڈانٹنے یہ کہا گیا۔ کہ تم تینوں میں سے کسی نے کیوں نہیں صاف کیا؟ تو یہ جواب دیا کہ آپ کی دیوار کے سایہ کے نیچے پناہ گزین ہو کر کیونکر ایسی گستاخی کر سکتا تھا۔ کہ اوس کے نیچے کی کوئی چیز اٹھا کے پھینکا = تو پادشاہ چوتھے چور سے مخاطب ہو کے بولا کہ کیا یہ تم نے صاف کیا ہے؟ تو اوس نے بلی و نم میں جواب دیا۔ تو پادشاہ نے کہا کہ تم نے اُن کی طرح ادب کیوں نہیں کیا؟ تو اوس نے کہا کہ سرکار مجھ کو انما نہیں معلوم تھا۔ صرف اتنا ہی معلوم تھا کہ صفائی کرو۔ تو پھر کس طرح میں گو حکم کو پارہ پارہ کرتا = اور چھلکا کو پاش پاش نہ کرتا نہ شکر لیں کا سر نہ توڑتا نہ خار و خس کو خاک سیاہ نہ کرتا۔ لیکن اس پر بھی بہت سا کوٹا کر کٹ کھا دئی کی طرح امانت کسی کو راہ جگہ پر رکھ چھوڑا ہے۔ کہ بصلات داشتہ آید بکار گرچہ بد سر مار اگر مالک کی طرف سے یہ کھا و طلب کیا گیا تو پیش کر دوں گا۔ تو وہ موجود ہے لیکن اگر صفائی کرنے پر عتاب ہے تو ضرور قصور وار ہوں۔ اوس وقت پادشاہ شدید الحال کو یہ تسلیم و رضا اوس کی پسند آئی اور کہا کہ میں سب جانتا ہوں کہ البتہ تو ہی الحق مع الحق ہے۔ تو ہی ولی عہد ہے تو ہی مصطفیٰ و مصطفیٰ ہے تیرے ہی ذمہ صفائی رکھی گئی ہے۔ یہ لوگ تو تین میں نہ تیرے میں تلی گئے گروہ میں ہیں انکو نہ یہاں کی خدمت سے تعلق ہے نہ کسی قسم کے رُخ سے علائہ ہے۔ یہ سب چور ہیں مجھ سے حصول انوار کا طریقہ سیکھ کر میرے ہی گھر میں ڈاکہ دینے آئے ہیں۔ یہ نفی ضلال البین ہیں۔ خوب پہچانتے ہیں چور کو تھانے والے۔ مگر یہ کیسے نڈر ہیں کہ بڑی دھڑھائی سے خود کو ملازم سرکار و خادم القوم سید ہم ثابت کر رہے ہیں۔ حالانکہ انسان عقل و علم سے مشرف ہے۔ اگر اوس میں عقل و علم نہیں تو سارا عمل اوس کا بغیر علم کے اوس پر بالکل حرام ہے پھر یہ سب بیہودے کیونکر یہ سب اعمال کے ترک ہوتے گئے ان کو سر و دست آہنی تلی کے گروہ میں ملکا کے کسی شام الارض و خندق میں ڈال رکھو۔ اس وقت رات کا وقت ہے۔ پھر چھا نہیں ہوا ہے۔ یہ بالکل بکر چاندنی ہے۔ کل فجر کو دیکھا جائیگا۔ اوس وقت یہ سمجھ گمو کہ یہ پادشاہ وہی مرو کا کل ہے۔ پس شرما کے چپ رہ گئے۔ اور وہ چوتھا چور ارحمۃ اللہ راحۃً غلیظاً جو صل میں ولیعہد تھا اوس کو پادشاہ نے

بہت پیار سے جو ماچانا اور کلامِ مہذب جو حنّتی میوہ کا نورانی شیر ہے اس کو اس کے گوشِ وجہ میں ٹپکا کر کہا کہ ایک بہت ہی بڑا فرمانبردار میرا دوست تھا۔ آخر میں نافرمانی و ایلعون ہو کر شیطان ابلیس مشہور ہو گیا وہ تو مجھ کو علم ہے کہ مرگیا یا کیا ہوا۔ لیکن اس کی ذریات بہت سی باقی ہیں جو ہمارے قیمتی خا میں سب تعلیم پار ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ وہ سب تیاڑے۔ اپنے بذاتِ باپ کی چال چلن نہ لیکھیں۔ کہ اوی کی طرح ہلاکتِ ابدی میں پڑیں بنا بریں اودن کی تعلیم کے لئے ایک ایسے اُستاد کی ضرورت ہے جو شفیقِ اریب ہو۔ صدیقِ ادیب ہو۔ سہل الخلق اور حلیم ہو دافع الجہل اور علیم ہو۔ ماہر فی العلوم اور عارف فی جمیع الامور ہو کہ وہ حاکمِ اعلیٰ و پیامی ہو کر اُدھر کا سفر کرے۔ تو مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ ان سب باتوں سے تم بھر پور ہو۔ اس خدمت کو گوارا کر کے وہاں ڈاکٹر کی حیثیت سے جاؤ گے جو کچھ ترسیم و اصلاح کی ضرورت ہو اس کے مطابق نسخ و تنسیخ۔ پرائمر۔ گرامر اور کورس وغیرہ وغیرہ جاری کرو کہ لوگوں میں زکی العقل و غنی الحقل وغیرہ ہونے کی تحریک پیدا ہو۔ کہ جلدی تعلیم پاکر طبقہ العلما کی طرف روانہ ہوں مگر واضح ہے کہ یہ سب بچے خلف الاشرارِ آخنم اللہ۔ اخوانِ الجاہلین ذریاتِ الشیطان بچے اہلسیاحون اور سخت حرامزائے ہیں پھر ان کی شیطنت کو بھلا پوچھنا ہے۔ لہذا صبر و تحمل سے کام لیتے رہنا۔ جلدی نہ کرنی۔ العجلت من الشیطان و تأنی من الرحمن تأنی سلامت ہے عجلت ندامت۔ پس من قلّ کلامہ قلت اثنامہ پر عمل کرنا اور سکوت بھی بڑی نعمت ہے سکوت سے بھی کام لینا۔ رَبُّمَا سَکُوت ہی عینِ جواب ہو مگر السکوت کا نوحۃ فیہ قوتِ الامیوت + پھر اس سے اگر نہ باز آئیں تو کچھ غم کی دیکھے ڈھانا۔ کبھی سلامت کر کے پشلی چھڑی سے بضرعِ عقیم دھول جھٹکنا۔ اگر کسی طرح سے نہ مائیں اور سخت گستاخی سے پیش آئیں تو دالند حق تک اَنْ تَفْعَلَ بَانْشَاءً تو ایسے وقت میں اگر نام نہادی ہلاکتِ ظاہریہ کا سامان نظر آئے تو لا باس علیہ جو ہلاک کر لیا وہ ہلاک کیا جائیگا۔ پس لیسلک من ہلاک عن منیۃ و بچی من خئی عن منیۃ کو بد نظر رکھ کے تم فوراً اپنا ڈاکٹر گون اُتار کے پھینک دینا اور بہنہ ہمارے پاس چلے آنا۔ کہ ان لوگ کو معلوم ہو جائے کہ تم ہم سے فریاد کرنے آئے ہو۔ تو میں اس وقت خود چلوں گا۔ پھر عجب نہیں کہ بغیر شدید پیش قدمی یا سارا یتیم خانہ کو بھلا بھنا کے بھٹاس کر دوں۔ کہ اُس میں نئے نئے پودے نکلتے جائیں۔ تو دلی عہد نے اس کو قبول کیا اور یتیم خانہ کی طرف روانہ ہونے لگا۔ اس دم پادشاہ نے گلاسے لپٹا کے کہا کہ

توانی را به دست آورده

تو عزم سفر کردی دلفتی ز بر من
بستی کمر خویش و بستگی کمر من

چنانچہ وہ اوتا دیمتیم خانہ میں آیا اور مطابق ہدایت مذکورہ عمل کرتا رہا۔ آخر میں ان ذریعات الشیطان کے

ساتھ وحشی الکلامی کے ساتھ عاطب الیل ہوا کہ اُن لوگوں نے سخت حملہ کیا کہ وہ اپنی دردی پھیک پھا کر اسی طرح روانہ ہوا جس طرح سے ہدایت کی گئی تھی۔ کجریان غواش من السماء علی وجه الارض ہونے لگا۔ اور پادشاہ خود اپنے اوس ڈائریکٹر کی تمام ہستی و قوت سمیت صاف بہ صفا غایم الجیش لشکر کے ساتھ بگل دلو اتا ہوا یتیم خانہ میں برآمد ہوا پس بگل پر بگل شروع ہوئی۔ کیا نایم قم اور یاقایم قم تم فوما جیجاً کہ آج یوم النور ہے پس سارے قیدی و اوساری احالہ اللہ تعالیٰ اپنے معنی لوح محفوظ کے ساتھ دربار عالی میں پیش کئے گئے سب کی سخت سے سخت سزا ہوئی۔ اچھوں کو تیغ و تمغہ اور طرح طرح کی پرائز ملی وہ تین قیدی محض دل الحناۃ قصیر النظر۔ بعید الفکر کشاں کشاں مکشوف الراس بلائے گئے۔ اوس وقت اون تین چور مل میں سے جو ایک بار منگامی طور سے دیکھ لینے میں وداہمی طور سے اپنے منظور نظر کو پہچان لے سکتا تھا۔ اوس نے اوس وقت پادشاہ کو پہچان لیا کہ یہ تو وہی چو تھا چور ہے جس نے اپنا ہنر یہ بتلایا تھا کہ کیسا ہی کوئی تصور وار کیوں نہ ہو اگر اوس کے لئے میں اپنا سر بلا دوں تو فوراً چھوٹ جائے۔ پس اوس وقت اون سبھوں نے ہم آہنگ ہم زبان ہو کر کہا کہ جناب من حاکم بے عدل نہرے آب ہے۔ آپ خود خیال کر لیجئے کہ ہم خالق الاعمال بلا تعذیر نہیں تھے۔ آپ کی مشیت کی اطاعت کی ہے اسی تقدیر پر ہیں مگر

گنہگار ہیں مائے جائینگے اب ۔ بھلا آپ سر کو ہلائی گئے کب

کہ پادشاہ غیثیٰ کر کسی قدر زودیدہ تبسم سے زیر لب متبسم ہوتا ہوا تصدیق کلام بالتم کر کے کہا کہ آج یوم النور اور یوم التغابن ہے غیب کرنے والوں کی نفرت زدہ سزا ہوگی۔ اور سرخسبانی کے بارہ میں جو تم یاد رکھتے ہو۔ تو ہم نے شرطیہ لفظ اگر کے ساتھ کہا تھا۔ مجھے اختیار ہے کہ میں ہلاؤں یا نہ ہلاؤں یہاں بھی یہی سمجھ لو کہ یہ انکار بھی میں ہی ہوں۔ میری ہی طرف متاب ہوا۔ تو جیسے سب میں نے کیا یہ ہی میں نے کیا۔ تم کو تو فقط یہی یاد ہے کہ کل شی من عند اللہ و ما علی الرسول الا البلاغ۔ لہذا سب کے سب تم ایسے بدمناد اور تہماتے جمیع اصحاب الاخذ و کہ وہ بھی ضرور بدمناد ہی ہونگے کیونکہ ظالم کا معاون و دوست بھی ظالم ہی ہوتا ہے وہ ہرگز ہرگز ہدایت و نعت یافتہ نہیں ہوتا۔ اس واسطے آؤں سب سمیت اس حمام محوم جس میں گیا سلیٹ اور انگار ہے اکدم ڈال دئے جاؤ کہ اچھی طرح غسل من نور اللہ کر کے صاف تھرے ہو کر خاک ہو جاؤ یا چندن اور کندن بنو کیونکہ آخر ایک کندہ نازاں جل بھنکر کالا کوئلہ بن ہی جاتا ہے اور کالا کوئلہ جلد کس سفید ہو جاتا ہے کہ اس سے نمکو پورا اخراج النور من الظلمات کا سبق حاصل ہو سکتا ہے وہ حاصل ہو جائے جس بنا پر تم چوری کرنے گئے تھے۔ اب ان سب باتوں میں

تم سب کو کیا کلام ہے۔ مگر ہاں یہ البتہ کہیں آج علانیۃً جو کچھ جلوسِ سمینت مانوس ہے اور رنگِ زیب ہو کر برآمد ہوا ہوں۔ اس تصدق میں کلجگِ نگر کی کے صرف ایک ناسوتی عینہ تک بڑی بخلت سے چار تواریں ایک ایک گھنٹہ حمامِ محموم سے خارج کرینے کا حکم کرتا ہوں اور یہی عدل ہے اور جو کچھ میں کروں وہ سب عدل ہے پس اب تم سب کے سب ہم آہنگ وہم محن ہو کر ہماری عزیز روح القدس بنام بچی کہ وہ ہمیشہ زندہ ہے اوسکی طرف منسوب کر کے یہ ربانی و حقانی گیت گاتے جاؤ کہ

مُسَدَس

اَللّٰهُمَّ لَبِّدْ رَبِّ اَنْحَا لَمِيْنٍ دِلَّ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكْذِبِيْنَ
اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ قَوْمًا ظَالِمِيْنَ اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ بِقَوْمٍ الْخَبِيْرِيْنَ

تِلْكَ آيَاتُ اللّٰهِ تَنْتَلُوْهَا عَلَيْكَ
تِلْكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيْهَا اِلَيْكَ

يَعُوْذِيْ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ يُوْثِقُ مَنْ يَّشَاءُ لَا يُوْثِقُ مَنْ يَّشَاءُ
يُنْفِثُ مَنْ يَّشَاءُ لَا يَنْفِثُ مَنْ يَّشَاءُ لَيُخَيِّرَنَّ لَيْسَاءُ لَيْسَاءُ لَيْسَاءُ

تِلْكَ آيَاتُ اللّٰهِ تَنْتَلُوْهَا عَلَيْكَ
تِلْكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيْهَا اِلَيْكَ

مَا هَآؤُلَاءِ قَوْمٌ اَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُوْنَ حَصْبٌ يَّحْكُمُ اَنْتُمْ لَهَا وَارِثُوْنَ
وَالَّذِيْنَ اَلَّاهُ اَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُوْنَ وَادْعُوْهُمْ اِلَى رُبِّكُمْ كَلِمَةً تَقْلَعُوْنَ

تِلْكَ آيَاتُ اللّٰهِ تَنْتَلُوْهَا عَلَيْكَ
تِلْكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيْهَا اِلَيْكَ

وَالَّذِيْنَ اَزْكٰى كَلِمَ اِنْ كُنْتُمْ بِمُحْسِنِيْنَ وَاعْبُدُوْهُ اَوْ رُبُّكُمْ سَتَحٰى يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَانُوْا مِنَ الْفٰسِقِيْنَ كُوْنُوْا لَهُ عٰدِيْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

تِلْكَ آيَاتُ اللّٰهِ تَنْتَلُوْهَا عَلَيْكَ
تِلْكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيْهَا اِلَيْكَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هٰذَا الْكِتٰبُ دُوْرَتْ مُّوْرَا اِنَّا جَعَلْنَاكَ مِصْحٰوْا اَمِيْرًا
وَاَخَاكَ اَجِيْلَ جَبَلٍ - دَزِيْرَا وَاعْتَدْنَا مَنْ كَذَّبَ بِآيٰتِنَا عَذِيْرًا

تِلْكَ آيَاتُ اللّٰهِ تَنْتَلُوْهَا عَلَيْكَ

حکایت و داستان

مَنْ لَمْ يَنْبَأَ الْغَيْبِ نُوْحِيَ إِلَيْكَ

تو یہ سب بنائے من انباء الغیب فرضنا خواہ راساً و اصلاً کسی چور کے بارہ میں بیان کئے جا رہے ہیں کہ بھیک مانگنے اور طلب گدائی کو عیب سمجھا اور فنِ دزدی میں طالبِ ترقی ہوا جو سب قسم کے طلب سے یہ طلب بدرجہا نخل اور ملعون ہے جسکی انجام دہی کے لئے بھی جو کسی قدر دلیری کی ضرورت پڑی تھی تو اس میں بھی دلیری بڑی آمیز کو بڑی دلیری سے پیش کیا کہ عین ایسے ہی لوگوں کو خواہنا کہتے ہیں کہ دخل بیچا میں تو ایسی زبردست دلیری کر دکھائی کہ بے تکلف غیر کے مکان میں گھس پڑے مگر وہاں ایک بچہ کے کھانسنے کھوکھنے پر اپنی لنگوٹی بھالتا ہوا پشت نمائی پر پار کا بھو ایسے نامسعود فرارِ فرور و جورِ حذور سے کسی کرار کرور و جبارِ جبرور کی دلیری نہیں حاصل ہو سکتی۔ یہ ہمیشہ مارنے والوں کے پیچھے اور بھاگنے والوں کے آگے رہیگا۔ مگر مالِ غنیمت و انفال وغیرہ میں شرکت پہلے ظاہر کر لیا۔ اب اگر یہ چوری بالکل دھوکا بازی جو محض عریان من الشجاعت ہے اس کے ساتھ عمل میں لائی جائے تو اس کا نام انتخصاب ہوگا اور اگر یہ استغصاب علانیۃً ایک کا ذمہ ان س کے ساتھ جبراً عمل میں لایا جائے تو اس کا نام استجلاب ہوگا۔ اب اگر شخص متجلب قزاق دائرہ استلاب سے بدرجہا متجی و مزکور کا بجا بتا ہوا بالعموم اعلان کر کے لوگوں کا ملک و مال جانِ ایمان سب قرقی و ضبطی میں ڈال دے تو اس کا نام انتصار ہوگا اور اس میں شریک ہونے والے کو انصار و نصاریٰ کہیں گے کہ وہ منتصر اور منصور ناصر الدولہ کے اشاعتِ امر میں شریک ہے تو اس انتصار کی پہلی منزل بھیک ہوئی کہ اس کے عامل کو گدا کہتے ہیں جو مذموم ثابت کیا گیا ہے مگر جب یہ مانیک کا فعل بند کر کے بغیر مانگے ہوئے چکرے لینے کا فعل عمل میں لایا گیا۔ تو اس فعل کا نام چوری ہو گیا اور لینے والے کا نام چور ہوا جس دم یہ چوری بسینہ زوری عمل میں لائی گئی تو اس کا نام ڈاکہ ہو گیا۔ اور ڈاکہ دینے والے کا نام ڈاکو اور ہلا کو ہوا۔ جب ڈکیتی اسکی حد سے بڑھ گئی۔ تو اس کا نام فتح و نصرت ہو گیا اور ڈاکو کا نام شہنشاہِ ناصر یا نصاریٰ ہو گیا۔ اسی کو گدا سے شہنشاہ ہونا کہتے ہیں۔ سبحان اللہ

گدا کو جو چاہے کرے پاؤ شاہ کرے شاہ کو ایک دم میں تباہ

تو اب یہاں پر وہ بھیک چوری۔ ڈکیتی۔ بے حیائی اور بزدلی سب مرکب و مخلوط ہو کر بے ترتیب شکلِ فتح و نصرت نمودار ہونے کے برسرِ خلق بکرو و فرزندل کر کے جلوہ گر ہوئی پس ادنیٰ بات کا طالب ہونا پست ہمتی کے سبب منفوریت اور مردہ دیت کی علامت ہے اور اعلیٰ سے

اعلیٰ بات کا طالب ہونا منظوریت اور محمودیت کی آیت ہے جیسے چوری مردود ہوئی فتح اور نصرت محمود فحاشی کی عشق بازی مردود ہے اور خدا کے ساتھ عیاشی کی عشق بازی محمود پس جس قدر اونی بات ہے وہ اونے ہی ہے اور جس قدر اعلیٰ بات ہے وہ اعلیٰ ہی ہے۔ اونی کو اونی سے نسبت ہے اور اعلیٰ کو اعلیٰ سے تو گویا ان سب باتوں کا بانی ہی شہنشاہ ہوتا ہے اور جواز جز تامل کا بانی ہو تو خدائے شہنشاہ آفریں کہا جاسکتا ہے + تو پھر کیا عجب ہے کہ جبکو علیؑ کُن شئیٰ قدیر تسلیم کئے ہوئے ہیں وہی گاہے شان اللہ بنا ہوا۔ گاہے ابواللہ۔ گئے ابن اللہ بنا ہوا گاہے عبداللہ کسی وقت امر اللہ بنا ہوا کسی وقت نصر اللہ کسی دم عشق اللہ بنا ہوا اور کبھی عین اللہ آجایا کرتا ہو یا آجاسکتا ہو۔ اہل اہل اسکو تو کوئی پوچھنے والا نہیں اور وہ سب سے پوچھنے والا ہے۔ اس جگہ بجز مسلم تسلیم خم ہونیکے چارہ نہیں ہو سکتا۔ ایسی حالت میں جو امر اللہ و نصر اللہ سے کفران و کشرشی و بغاوت کرتا ہے گویا وہ مقرر خدا سے بغاوت کرتا ہے تو واضح رہے کہ غزل

شطرنج کا ثبات را شاہم دے عشقِ او خانہ بخانہ در بدر کوچہ بکوچہ کو بہ کو
رفتم پئے وصالِ او دیدہ بدیدہ دو بدو سینہ بسینہ لب لب ایر و بار و موبہ مو
جامہ بجامہ تن بہ تن بنجیہ بہ بنجیہ رگ بہ رگ ریشہ بہ ریشہ نول بہ نول پنپاں رو پرو
تیکہ بہ تیکہ دم بدم پہلو بہ پہلو سر بہ سر درجہ بدرجہ جاں بجاں رتبہ بہ رتبہ خوبہ خو
زبور وارہ گشتہ ام در گلستانِ علمش غنجہ بہ غنجہ گل بہ گل شاخہ بہ شاخہ بو بہ بو
مخیول من مخیل من در ہر دو گشتہ صد خیال نکتہ بہ نکتہ جا بجا ذرہ بہ ذرہ سو بہ سو
آب حیات با جیا از جی بہ جی شاد رواں دجلہ بہ دجلہ یم بہ یم چشمہ بہ چشمہ جو بہ جو
گشتم تہ انا نیت الی انا نبودہ ام یہ بھی بہ یہ بھی جی بہ جی حیۃ بہ حیۃ ہو بہ ہو

چُنّا پچہ اس ہو بہ ہو کا مفہوم آگے آجائیگا یہاں پر فی الحال دہی لکچاری کی بحث تازہ رکھی جاتی ہے۔ کہ بیان مذکور الفوق میں جو یہ سوال کیا گیا ہے کہ نیچرل لکچر اس کو قرار دے سکتے ہیں کہ وہ لکچر دینے کا مستحق سمجھا جائے جس کی تمہید میں یہ کہا گیا کہ مجمع میں زبان کھولنے کے لئے یہی دس پانچ فرقہ کے لوگ مشاق ہیں کہ ادن میں سے بھاٹ اور گدا وغیرہ ہوئے جن پر اس قدر طول بحث ہوئی ازاں قبل لکچر بھی شمار کیا جائیگا تو فطری لکچر ساری دنیا ہے اس لئے سارے لکچر ہوئے سب کی زبان کھل سکتی ہے اور کھلتی ہے۔ کہ ہر فرد بشر نیچرل لکچر کہا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا کہ ہر پیشہ والا۔ اپنے دھن میں ہے اور اس کے مطابق ایجاد کرنے میں

لگا ہوا ہے اور اپنی ہر بات کے قائم رکھنے کے لئے مذکور الیہ بھانڈ بھگتی وغیرہ کی طرح بے رعبی کے ساتھ بحث و دلیل کی گانے لگتا ہے۔ کہ یہ بھی ایک لکچر کا شتمہ ہے۔ تو اب کس کو نیچر لکچر کہنا چاہئے؟ ضرور ہے کہ اب اس کی کچھ تفریق کی جائے تو وہ یہ ہے کہ روزانہ جو آپس میں بات چیت ہوتی رہتی ہے اس کو روزمرہ کہتے ہیں + اگر وہ مضحک ہے تو لطیفہ ہے اگر غانگی جلسہ میں اس قسم کے لطیفے ہوں تو گپ شپ ہے + اگر گپ شپ میں کچھ بحث ہو تو قیل و قال ہے + جو انفار قیل و قال میں گفتگو ہو تو اس کو فمائش کہینگے + اگر ب کا مجموعہ ہے - تو ہزل ہے + اگر یہ ہزل اور اقوال السو کسی پرافترء عائد کئے جائیں تو اس کو بہتان کہینگے + جو گفتگو بہت ہی دلچسپ و مسکت الحصار ہو اس کو تقریر یا اسپیج کہتے ہیں + اور صاحب تقریر کو مقرر + اگر وہ سب تقریر مدلل بظرف و نشر کے ساتھ کسی مسئلہ کی فمائش میں صرف ہو تو اس کو تغیر کہینگے + اور بیس التفسیر کو مفسر + اب اگر کوئی اس تغیر کو خوب اچھی طرح سے کھول کھول کے سمجھائے تو اس کو تشریح کہینگے + اور اہل تشریح کو مشرح + اگر تشریح بھی بحث و دلائل کے ساتھ مشرح کی جائے تو اس کو تصریح کہینگے + اور ذوق و تصریح کو مصحح + جو اس تصریح سے ایک ہی قسم کے بہت سے مسائل کو جمع کر کے تفصیل وار ظاہر کرے تو اس کو تفصیل کہینگے + اور تفصیل کنندہ کو مفصل + اب اگر اس تفصیل سے خلاصہ نکال کر سلسلہ وار ایک جا باضا بطرح کر دیا جائے تو اس کو تبویب کہینگے + اور تبویب ساز کا نام مبوب ہوگا + اگر تبویب کا بھی خلاصہ کیا جائے تو اس کو تخیلیص کہینگے + اور تخیلیص پرداز کو مخلص کلیم + اب اگر اس تخیلیص کا روئے سخن نکال کر بتلایا جائے تو اس کا نام توجیہ لکھا جائیگا + اور توجیہ نما کو موجب خواہ و جیہ و کلمہ کہینگے + جس دم اس توجیہ کا لب لباب نکال کر اول کی طرف رخ گرداں کریں تو اس کو تاویل کہینگے اور شخص تاویل ربا کو مؤل یا مولیٰ خواہ ولی کہینگے + اس کے خاص خاص کلمات روحانیہ کا نام ذکر ہوگا + اور شخص تذکرہ پیرا کا نام مذکر ہوگا + اگر تذکرہ نصیحت شعار بہ ندرت و بشارت واقع ہو تو اس کا نام بشر و نذر ہوگا + اور ولی الندرت و البشارت کو نذر و بشر کہینگے + اب ان سب چیزوں میں سے جو کسی چیز کو بھی اچھی طرح سے جانتا ہو گا تو اس کو اس چیز کا عالم کہینگے + جو ان سب چیزوں کو خوش نیتی سے لوگوں کو زبانی بتلائے - تو اس کو معلم کہینگے + اگر معلم کو بہت سی کتابیں یاد ہیں - اور بات بات پر تقریر اور تحریر کتابوں کا حوالہ دیتا ہے تو وہ اس فن کا علامہ ہے + مگر فیصل کثرت سے بے محل واقع ہونا عندنا بہت ہی معیوب متصور ہے + اگر کوئی کسی قسم کا

علامہ نہایت ہی خوش نیتی سے لوگوں کو فیض علمی بالکتابت نہ پہنچائے تو مدرس ہے + اگر اوس مدرسہ میں کتابوں سے بشمار مطالب اخذ کرنے کا مادہ ہے تو اوس کو اجتہاد کہیں گے + اور اور رب اللہ جتنا کو مجتہد + اگر مجتہد میں عقلی دلیل دینے کا مادہ ہو تو اوس کو مدلل کہیں گے - اگر عقلی نقلی - فکری - جربی سب دلیل دے سکتا ہے تو اوس کو محجت کہیں گے + اگر اپنی محجت میں خوش اسلوبی کے ساتھ محجت کرنے کا مادہ رکھتا ہے - تو اوس کو محجت کہیں گے + اگر ان سب کا مجموعہ ہے تو اوس کو مکمل کہیں گے + اگر عند الکلام کسی جگہ لغزش نہ کھائے تو اوس کو نطوق کہیں گے + ضرور منطقی ہوگا + اگر دو منطقی مہذبانہ طور سے بحث و مباحثہ کریں تو اس کو مناظرہ کہیں گے + اگر حد اعتدال سے بڑھ کر اوش مناظرہ میں آواز بلند ہو تو اوس کو مباہلہ کہیں گے + اگر اوس مباہلہ میں گالی پھڑکا ہو تو وہ مناقشہ کہا جائیگا ان سب کے عاملین کا نام مکمل کل یعنی محض مہیر و ہمار - گستاخ و عجیر العقل ہے + اگر ان سب بات کو فوراً یاد کر لے پھر اس کو حافظہ میں رکھے یا نہ رکھے تو اوس کو ذہین کہیں گے + اگر ہمیشہ کیلئے یاد رکھتا ہے تو فطین ہے + اگر یاد کر کے عمل بھی کرتا ہے تو نبیہ کہا جائیگا + اگر عمل اوس کا قریب الحقل و القیاس ہو تو فقیہہ کہا جائیگا + اگر سب باتوں کو سمجھا بھی سکتا ہے تو فہیم ہے + اگر اس میں ترقی کر جائے تو نبیل ہے + اگر سب کا لب لباب ہے تو لبیب ہے + اگر سبیب ہو کر پورا علم دوست ہو تو فیلسوف ہے + اب اگر وہ فیلسوف اپنے ہم جنس کے ساتھ کسی قدر دوستی کا حق ادا کرے تو ادیب ہے - اگر کچھ زیادہ ادا کرے تو آریب ہے + اگر ظاہر اور باطناً باخلاص القلب دوستی ادا کرے اور اپنی صفوت و صفائی کی صفت سے سب کو دوش بدوش صف بہ صف کھڑا کر کے سب باتوں کا تصفیہ کرنا چاہے تو مصلح مصطفیٰ ہے + اگر اصلاح میں دوسروں کے بھی صلاح کردہ چیزوں کا انصام کرے تو مرہم ہے - اگر ترمیم میں جدت آمیز باتوں کا اضافہ کرے تو مجدد ہے + جو ان سب باتوں کو غور کرتا رہے غیور ہے + اگر غور کر کے یا بلا غور کئے ہر چیز پر قادی ہو کچھ انوکھی بات پیدا کر دے تو تصنیف بدعت ہے اور تصنیف بدعت پر وادخال مصنف و بدیع ہے + تو وہ بدیع السموات والارض ہے + اب اگر وہ مصنف کوئی کلمہ مفوظہ بشکل انسان قائم کر دے جو اوس مصنف سے بالکل نوس انیس ہو نیکی علاوہ اوس سے فرقان نہ ہو محض اقران ہو یا دونوں بات ہو کہ وہ تثلیث کے اسرار سے واقف ہو تو اوسے امام اتحی کہیں گے + اگر وہ امام بین بین بن بنیان ابن و ام کو متیناً بیان کرے تو استاد ہے + جو کچھ استاد و اذل سے لیکر آئیگا بولیگا + اگر کوئی اس قسم کے استاد ہونے کا دعویٰ کرے اور حماقت آمیز باتیں کرے -

تو احمق ہے۔ اگر اوس میں جل پایا جائے گا تو دجال کہاجائے گا۔ ^۱ اگر خالی پیلی بک
بک کرتا ہے تو اوس کو بتونی اور جک نموم کیٹنے + محض انودلت ہے تو ہڈیان و سحران و تاجر کیٹنے + اب
اگر کوئی انہیں سب باتوں کے ذخیرے سے نتیجہ انشاخ نکال کر ہم رتبہ کے آگے پیش کرے تو اوس کا نام
التماس ہے + شخص التماس آرا کو متمس کیٹنے + اگر یہ سب التماس حاکم عادل کے رد و الرجاء پیش ہو
تو اُس کا نام عرضی ہے + اور شخص عرض پیر کا نام عارض ہوگا + اگر عرض الرجاء کا مفہوم نکال کر پیش کیا جائے
تو اُس کا درپردہ نام امد کلہ ہے مثلاً اگر یہ کہا گیا کہ ایک مکان و کائنات تیار ہو۔ تو اب اوس مکان
کی تیاری میں اینٹ۔ بکٹ۔ چونا۔ سرخی۔ براہ۔ مزدور۔ انجنیر۔ بخار اور لوہا وغیرہم وغیرہم اور
بہت سی چیزوں کی ضرورت پڑیگی جس کو بروموتج و بمل اور بروقت بڑی خوبصورتی کے ساتھ تیار
کر رکھنا ہے جس کا سارا نتیجہ یہ ہوگا کہ حکم دینے والا کہی پر برآمد ہو۔ دم آمد اوس کے تمام فوج بگل کے
ساتھ میٹھی مسیرہ ذات البین ذات الشمال نبی ہوئی اوس کا کلمہ پڑھتی ہو ہی پریڈ کرے اور وہ
شاہ حکمرانی فرمائے۔ اتنی سی بات کے لئے اسقدر لوازمات کی ضرورت پڑی جس کی ثبوت کے
لئے بہت سے دلائل کی ضرورت پڑیگی کہ بعد از دلائل۔ آخری نتیجہ حاصل ہو چنانچہ اب اگر وہ عرض
جس کا درپردہ نام امر و مشیت ہو سکتا ہے۔ درنا خالیہ اوس کی تشریح کی جائے تو قاموس البسيط و
قابوس البسيط فی کبد الارض و السماء کے طرح روشن ہے کہ اوس کے منشور ہونے میں وہی سب بکھڑے
پیش قدمی کرتے ہیں جو کچھ اوپر بیان ہوئے۔ کہ مکر الدلیل الی اللہ لول ہر جاتی ہے جسکی مثال تعمیرات
مکان میں بیان ہوئی جو انتباہ مشاہیر۔ بہ ملک المضامین بعبارت و گریبان کر دیا جاتا ہے بجے مثلاً
اخریک حرا و عکرم و اذان ہے۔ اب اگر یہ لفظ پوں اتہمال کیا جائے کہ بغیر اذن اسکے ایک ذرہ بھی نہیں تہا ہے تو جنبش سمیت قسم
کو اذہ توافر و مشال لکچر کی اہمیں امر جنبش مشیت بھی ہے کہ اب اس جگہ سے پھر وہ۔ رحم ہو یا راحم۔
عین ہو یا غین۔ روح باشد یا رحمت۔ ام ہو یا امی۔ ان اللہ معنا ہو یا عنائیل۔ کلمہ ہو خواہ کلام۔
حیہ ہو یا حیات۔ جان ہو یا ثعبان۔ راسل ہو یا رسول۔ مرسل ہو یا مرسل اور عدم ہو یا وجود کسی میں
کوئی فرق نہیں باقی رہا سب یکساں مامور بامر اللہ ہوتے گئے + لہذا سب امر اللہ ہوئے + پھر جو
بحکم رحیم۔ رحم مادر سے پیدا ہو کر زیر ظل رحمت عامہ ہو گئے وہ سب مرحوم ہوتے جائینگے + اس لئے
سب رخصت ہوئے + گو یا سب کے سب رحم اللہ و رحمت اللہ ہوتے گئے۔ سب چیز مشیت ہوئی
ہے۔ اس لئے سب چیزیں مشیت اللہ و کلمۃ اللہ و کلام اللہ ہوئیں۔ مثلاً (خلق الانسان) تو یہ ایک جملہ
بخط و حرف متلفظ و مرقوم ہوتا ہے یہ قرینہ مقالیہ ہے اور انسان مجسم ایک آیت ناطقہ ہے۔

جو بخل فطرت مرقوم ہے یہ قرینہ عالیہ ہوا۔ اسی طرح ہر ذرہ کائنات ایک ایک فطری حرف و لفظ معنی ہے جو اوس کی ہستی کی بناء و خبر دیتا ہے۔ اسلئے ہر ذرہ کائنات نبی و نبیہ و مخبر ہے۔ لہذا اگر اللہ عزوجل نے اللہ کا جانا تو بیجا نہ ہوگا۔ تو سارے دہرہ کیا معنی کہ گویا دھر کا دھر ہی اوسکی مخلوق صفت ہے تو سب صفت اوس کی صاف صوفیہ ہوئی بنا برکام صفات اللہ مصطفیٰ و مصطفیٰ ہوئی۔ اور ایک دوسرے کے حق میں زندگی کا کام کرتی ہے اس لئے ہر ایک میسج ہے اللہ سب اپنی ظاہری و باطنی ہستی سمیت اپنی اپنی لغت میں جس سے ایک دوسرے کو تفقہ نہیں اوس کی حمد میں حامداً حمداً ہیں۔ اس دلیل سے سب میں جان پائی گئی کہ سب موجد برزخ ثابت ہوئیں۔ کیونکہ اگر جان نہ ہوتی تو وجود ہی نہ ہوتی۔ اس واسطے سب حیات اللہ و روح اللہ و بحی ہوتی گئیں۔ کہ سب میں اوس کی مشیت سے مدحیں منفوح ہوئیں۔ میں ان تمام کے قائم ہونے سے روح اللہ خالص اور مخاطب بروح اللہ کو البتہ فوٹیت ہوگی۔ کیونکہ یہ سب مخلوق مقہور۔ اور ارج مقہورہ ثابت ہوتی ہیں۔ اور وہ خالص مرحوم ہشتیت ہے کہ عین اوس کی ذات ہی ہے۔ اس واسطے خود ہی خالص کچھ رہا۔ باقی جس قدر ہے سب اوس کی مکتوم ذات غیب الغیب معدوم سے ظاہراً عالم شہود میں بھیجے گئے ہیں بناء علیہ ہر ذرہ و رسالت و رسول اللہ سے ہے۔ اور یہ سب اوس کی ہر مشیت میں پرورش پائے ہیں اسلئے سب مہدی ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی ہستی کا عکس اون پر نہ پڑتا ہے تو وہ نیست ہو جائیں تو گویا اللہ تعالیٰ اون کے ساتھ ہوا۔ اس واسطے ہر ذرہ خود کو اِنَّ اللہَ مَعَنَا یا عَمَّا ثَمَل کہہ سکتا ہے۔ تو جب ہمہ آں اللہ تعالیٰ اون کے ہر رگ و پیمان کے ساتھ شامل ہے تو گویا اوس کی تمام ہستی میں کوئی جگہ اللہ سے خالی نہ رہی گویا خود ہی اللہ ہو گئی اور اللہ و وابہ و دش و عین کے ایک ہی معنی ہیں کہ ہر ذرہ کائنات کو اللہ و وابہ و دش و عین بولتے ہیں کہ سب عین اللہ ہوئے چھٹا چھہ اسی سبب سے تمام صور علیہ کو اعیان ثابتہ کہتے ہیں تو وہ اپنے تمام تصورات و صور علیہ کی افضہ حمد و ثناء کرتا ہے اس واسطے ہر ذرہ کائنات محمد ہوا جس کی توحیری صورت اس طرح ہیچ و خم کے ساتھ واقع ہوتی ہے جس طرح انسان کے مستقیم القامت ہیکل کا کرسی پر بیٹھ جانے سے ہو جاتا ہے۔ کہ بحالت قیام پھر شکل یک میم الف ہو جاتا ہے۔ تو اگر لفظ محمد کا دو ہیچ و عقدہ کھول دیا جائے۔ تو صرف ایک میم مرکب بالف رہ جائیگی۔ یعنی اس طرح سے دم کہ اس کو موقوفہ بنانے کی حالت میں الیم یا آلم کہہ سکتے ہیں جس کے معنی میم صاحب یعنی مسج صاحب کے ہوئے یا یسیم صاحب یعنی میم صاحب کے ہوئے کہ ان دونوں کا مرکب ابزا، میم صاحب ہوتا ہے

اوس کا مخلص محمد ہوتا ہے تو یہ معنی ہوئے کہ محمد صاحب۔ تو اگر یہ میم مریم برقرار حیۃ مخطوط ہو تو اوس کی شکل عین مار و مل کی ہو جائیگی اور وہ اس طرح سے (دھج) کا اس رنقار حیۃ میں تم نام بچہ پڑھ سکتے ہو احد حیۃ کو بچہ بھی کہتے ہیں جس کی کچلی اوس کے کچ مشابہ ہوتی ہے اس واسطے سی الجیہ جدا واحد ہے۔ اور عکس حیہ جدا واحد ہوا۔ اور حیۃ جدا واحد ہے۔ کہ تینوں حیہ سے ہیں۔ ورنہ ہرگز نہ ہوتے۔ اس لئے از جزو تامل منظوی و سبج ہو کر خالص کچلی ہی رہا۔ گو شائیں لوگ اپنا عصا بھی اسی واسطے ایسا ہی رکھتے ہیں کہ عصائے موسیٰ ناگ پنجی سمیت سب بات سمجھ جاتی ہے۔ تو یہ سب الفاظ و حروف و خطوط سب میں گڑھت ہیں۔ لفظی و حرفی دلیلوں سے ہزار بار برابر کر کے با یکدگر برابری کا دعویٰ کر لو ورنہ درحقیقت باطناً ایسا ہی فرق ہے جیسا ظاہر فرق ہے جسکی مثال یوں ہے کہ سب قسم کے گوشت و استخوان ایک میدان میں مختلف جگہ جمع کئے جائیں اور ان سے کہا جائے کہ سب گوشت و استخوان کی تفریق کرو۔ کہ کن کن چیزوں کے گوشت و استخوان ہیں تو کوئی نہیں بتلا سکتا گوشت سب یکساں نظر آئینگے۔ مگر کھانے میں سب اقسام کے گوشت وغیرہ خود کو ظاہر کر دینگے کہ ہم ظاہر انی صورت یکساں محسوس ہوتے تھے۔ ورنہ لذۃ اور خواصا و تاثیراً بالکل جدا ہیں۔ اسی طرح سارے بیوض کی ندوی و سفیدی یکساں معلوم ہوتے ہیں اور باطناً بالکل فرق ہے ورنہ یکساں ہی بچے پیدا ہوتے۔ اگر بالفرض و التقذیر باطن میں دونوں یکساں ہوں بھی سہی تو تم باطنتان کے رہنے والے نہیں کہ تم کو باطنتان کے معاملہ میں پڑنا چاہتے تم تو ظاہر اہرستان کے عالم شہود میں قید و بند ہو۔ کسی طرح آزاد نہیں کہ باطن کی طرف کی حالت معلوم ہو جس کو وہاں کی حالت معلوم ہوئی وہ وہاں کے آب و ہوا کی تاثیر سے وہیں کا باطنی بن گیا جس کے بارہ میں کہتے ہیں کہ ع کا نرا کہ خبر شد خبرش باز نہ آمد اسی طرح تم ظاہرستان کے آب و ہوا کے تاثیر سے بالکل سر شہود بن گئے ہو۔ تم کو باطنی باتوں سے کیا نسبت۔ پوسٹ آفس دانے کو منپل سے کیا کام۔ جھلانا کہ تمہاری کبھی فی السماء ادرست ہو اور کبھی ناک علی الرغم اور است الی السماء ہوتا ہے ایسی حالت میں سخت افسوس ہے کہ آیا کم آن نفعاً کذا و کذا۔ اور اگر کچھ کرتے ہو۔ اور اپنے قیاس لنگ کو پویا کر کے نا پختہ دلیل کو پنختہ سمجھ کر پیش کرتے ہو۔ تو پیش کرتے وقت اپنے بارہ میں یہ بھی سمجھ لو کہ اگر ہم خود کو ان دلائل کے زور سے رحمتہ اللہ بناتے ہیں یا امر اللہ۔ کلمۃ اللہ بناتے ہیں یا روح اللہ۔ رسول اللہ بناتے ہیں یا عین اللہ تو ان سب الئمۃ و کمالہ میں بھی یقیناً ایسا ہی فرق ہونا چاہئے۔ جیسا کہ الہی اور مہول کے

پتوں میں کہ دونوں پتے متشابہ ہیں مگر فرق ہے۔ آم اور امرود دونوں کے پتے متشابہ ہیں مگر فرق ہے۔ پوٹی۔ پان اور ہارنگھارتینوں کے پتے متشابہ ہیں مگر فرق ہے۔ ناریل۔ وٹی کھجور تینوں کے پتے قریب قریب متشابہ ہیں مگر تینوں میں فرق ہے۔ کیونلا۔ نارنگی اور آفتابی۔ تینوں متشابہ ہیں مگر تینوں میں فرق ہے اب کہاں تک لگانا تفریق بتلاؤں بس دانارا نکلتے بس است خود ہی ان تمام آیات متشابہات سے تفریق نکال لو کہ محکمات بے شبہات سے جو جائے چٹنا پچھ اب اگر کوئی ان تمام تفریق آمیز باتوں کو غور کرے کسی خاص امر اللہ و روح اللہ و رسول اللہ سے ہم دندانہ ہونے کا دعویٰ نہ کر کے بکمال عشق محبت۔ اوس کے ذکر و نام و تصور کو لوح مشق سمجھے ہوئے اوس کے باطنی استعمال میں مصروف ہو کر عالم سکوت میں رہ کے خیر الگاہے۔ تو اختیار سے ہے + اگر رفتہ رفتہ اذیال الاخیار سے بڑی کریم الاصلی کے ساتھ اصل کریم کی طرف موصول ہونے کی سچی خواہش رکھتے ہوئے اشتیاق حقانی میں مشغول رہے تو عابد کہا جائے گا + اگر بلا محنت روحانی بری باتوں سے پرہیز کر کے عبادت کرتا ہے تو زائد کہا جائیگا + اگر وہ اپنی زہد و عبادت میں زراعت عن النفاق و خداعت عن التفات کے ساتھ نفس نفیس حاصل کرے تو منتقی ہے اگر اوس کا اتفاقا دوبارہ کے ساتھ ترقی پذیر ہو تو سالک اور سادھو کہا جائیگا + اگر اوس روح اللہ کے نام کی برکت سے بذریعہ سائب موبوم کچھ موبوم سحلی پٹیکتے دکھائی دے تو اوس کا نام شایق ہے اگر اوس کے شوق میں اسقدر ترقی ہو کہ رویائے لطیفہ سے انٹروڈیوس ہو کر رہے تو عاشق کہا جائیگا + اگر اوس کے عشق میں ترقی پانے سے القائے قلبی شروع ہو تو جانیز ہے کہ وہ عاشق حابیر کہا جائے + اگر اوس کے تخیل میں افرونی ہو تو عجب نہیں کہ الہام کی بنا پر چلے کہ عارف کہا جائے + بصورت اینکہ تمام افزایش عبادت و ریاضت پر بھی بوجہ عدم الاغلاں ہونے کے اوس پر کچھ نہ ظاہر ہو کہ وہ ریاء گھبرائے زبانی ہائے ہوئی کرتا ہو الغیث الغیث کا لغو مار مار کر یہ کہتا ہے کہ سبحان اللہ کیا ہماری شان عظیم واقع ہوئی ہے کہ ہم کسی چیز پر بھی قادر نہیں حتیٰ کہ اتنا جملہ کہنے پر بھی قادر نہ ہوئے نہ معلوم کیوں بول رہے ہیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا اس واسطے چاہئے کہ کھلم کھلا جو شارع عام کے طور سے راستہ بتایا گیا ہے جس کو شریعت کہتے ہیں اسی پر عمل کرنے جائیں اور سب لوگ عمل کر رہے ہیں اس لئے جو جس حالت میں ہے اوس کو اوی حالت میں چھوڑ دینا چاہئے + تو اس کو غوث کبیرؒ کی توجہ تشریح شریعت اوس ایسے غوث کے بالکل گمراہی ہے۔ کیونکہ بے شک زیرین اس فناء فلک کے تمام کلا گاہ و فغانی کھلم کھلا

نمایاں ہے کہ ہر ذہن کا خیالات جس میں خود بھی شامل ہے برابر با یک دگر سلسلہ دار فاصلہ ناقصا ہی
 تک میم نما گا دوم چپاں چلے گئے ہیں کہ مدد مسلسل معلوم ہونا ہے کہ اگر کوئی ان کے کسی
 جزو کو لے کر اپنی باطنی ترقی چاہے تو فیصل خواہش بھی علی حسب نیت اوس کی اونہیں اجزاء سے
 ایک جزو ہو کر کسی اور سلسلہ سے سلسلہ ہنبالی کا تسلسل ڈال دیا گیا۔ جو بصورت ادا ہونے۔ ادا
 کے حجج رسوم و مراسم۔ شروط و حدود۔ اور ارکان و آئین وغیرہ کا ادا کو ترقی فوقانی و تحتانی
 دو میں سے کسی حالت کے بننے میں ذری نہ حالت نہیں کر سکتا تو اس طرح سے راہ اختیار کر لینے کا
 نام طریقت ہے کہ اگر اوس طریقہ سے حقیقت غامضہ از خود مدد ہو جانے میں مدد دے
 تو ان حقایق اور سائنس کا نام علم حقیقت ہے۔ اگر حقیقت جانتے جانتے از راہ حقیقت اس
 حقیقت تک پہنچ جائے کہ کسی چیز کی بھی حقیقت صلیہ نہیں دریافت ہو سکتی۔ تو گویا اس
 کو تحقیقات حقیقت کے معرفت یہ عرفان و معرفت حاصل ہوئی کہ حقیقت کسی چیز کی حقیقت نہیں
 معلوم ہو سکتی اس لئے اس کا نام معرفت ہو گیا کہ اس معرفت کی بھی حقیقت نہیں معلوم ہو سکتی مگر
 حقیقت الامر یہ ہے کہ کسی چیز کی بھی کچھ حقیقت نہیں۔ سب کی حقیقت یہ ہے کہ محض لاشے ہے۔
 اور اس لاشے کی حقیقت کسی حقیقت آفرین سے معلوم ہو سکتی ہے اور وہ صراطِ مستقیم سے حاصل
 ہو سکتا ہے۔ اور وہ صراطِ مستقیم وہی صراطِ مستقیم حقیقت آفرین کی روح ہے جس کو روح اللہ
 کہتے ہیں یوں کو پکڑ لے جس کی آگے چل کر کسی قدر حقیقت زبیر بیان مندرج ہوتی جائے گی۔
 جس سے تم مطلب اخذ کر سکتے ہو اس جگہ غیر صراطِ مستقیم کی بات بیان کی جاتی ہے جس کو گمراہی
 سے تعبیر کرتے ہیں۔ کہ وہ صراطِ مستقیم کا ایک گر کہ صندھاری حاشیہ ہے جس کے تمام کرنے کی
 کچھ اُمید نہیں بجز اس کے کہ ہلاکت ابدی کے میدانِ لقا و فوق میں ازلا اور ابداً بھٹکتا بھرے۔
 کہ مغللہ وہیں کے تہلکہ میں پڑا ہے۔ چنانچہ وہ اس مثال سے ثابت ہو سکتا ہے کہ فرض کرو کہ
 اگر کوئی شخص لبِ دریا بیٹھا ہو اپنے جان و مال و تمام ہستی کو چھوڑ چھاڑ کر محنتِ اذیتِ دل اوس
 کے ذکر و یاد میں متغرق رہے استغراق رہے جس کو عینِ پرستش ہی کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس پرستش کو اس
 قدر ترقی دے کہ گویا پرستش حقیقی بنا دے کہ یہ دریا ہی سب کچھ ہے اور یہی ہم کو بس کرتا ہے تو چند
 مدت کے بعد تمام اوس کے رگِ پیمان میں۔ خوابِ خیال میں سوائے ذکرِ البحرے کسی کی گنجائش
 نہ باقی رہی۔ کیونکہ جو قلیل المقدار چیز کسی کثیر المقدار چیز میں ایک مدت تک رہی تو قلیل المقدار
 کثیر المقدار کے جنس سے ہو جائیگی۔ تو فنا فی البحر میں بحری ہی حالت پائی جائیگی اور بحر جو بحر تھا

تو وہ کسی اور چیز میں فنا ہوئے ہوگا کہ اسی طرح مسلسل بہت دور تک جاتا ہے کہ اسکی یہاں ضرورت نہیں ضرورت یہی ہے کہ فنا فی البحر کی حالت بیان ہو تو اس کی یہ حالت ہوگی۔ کہ حقائق البحر اس پر زیادہ منکشف ہونگے۔ پانی ہی کے متعلق کی چیزیں ایجاد کر سکیگا پیشہ کرے گا تو لاجی کا۔ اگر اس کو بیماری ہوگی تو پانی ہی کے فرمانبردار امراض سب تبرکات اس کے درشن اور تیرت کو آئیگی۔ جیسے آب نعل۔ بلغم۔ رسولی۔ نقرس۔ استسقاء وغیرہ وغیرہ ہیں بلکہ جس کو بیمار امراض بغیر عادت البحر رجبی لاحق ہوں تو اس سے خالی نہیں کہ فنا فی المیاء کی روح نے اسکو مس کیا ہے۔ پھر وہ روح اس کو پانی کی شکل میں ہو کے مس کیا ہو یا تاثیرات کی شکل میں کہ وہ اس مرض میں مبتلا ہو تو ان مضاء کا علاج بھی آبی ہی چیزوں سے ہونا چاہئے اور اب آبی چیزوں کا علوی تعلق قمر سے ہوگا۔ کس لئے کہ جس قدر قیق چیزیں ہیں سب قمر کے ماتحت ہیں چنانچہ از روزِ عثر تا یہ لیلۃ البدر جس قدر قیق چیزیں ہوتی ہیں اور میں بھی ترقی رہتی ہے اسی بناء پر حرزد مد کی شدت موقوف ہے چنانچہ جو انڈا لیلۃ البدر کے پیشتر کا ہوتا ہے۔ وہ بعد کے انڈا سے وزنی ہوتا ہے۔ تو قمر بذاتِ خود ٹمس کے ماتحت ہے اور ٹمس کسی اور قوت کے ماتحت ہے اور وہ قوت کسی حرکت کے ماتحت ہے اور وہ حرکت کسی حرارت کے ماتحت ہے اور وہ حرارت کسی سخت زبردست قدرتِ قدیر یہ کے ماتحت ہے۔ کہ اس سلسلہ پر حرارت سے برودت اور برودت سے حرارت کا دورہ جاری رہتا ہے کہ اس تسلسل کا دورہ ختم نہیں ہوتا تو اس دور تسلسل سے جو خلاف راستہ ہے وہی صراطِ مستقیم ہے۔ مگر جو اس صراطِ منحنی میں بڑ کر ہزار مدت لئے مدت کے بعد واصل بہ قمر ہوگا کہ یہ دیری ایک قسم کا جرم ہے تو اس ایسے مجرم واصل بہ قمر کو عبد القمر یا رام چند خواہ ایم کہہ سکتے ہیں اور اس کے اس فصل کا نام تیمم ہوگا۔ تو تیمم کے بہت سے اقسام ہیں۔ کیونکہ ہر چیز میں قسم بھی ہوتا ہے تو اس کے اقسام اس طرح پر قائم ہو سکتے ہیں کہ ماء کے اقسام سے دمایا ہے۔ منایا ہے۔ بارش ہے۔ آب شور ہے۔ آب شیریں ہے۔ مطراق و مدافا اور ناریل وغیرہ کا عرق ہے کہ یہ سب ظاہراً ایک جنس کے پانی معلوم ہوتے ہیں مگر سب میں فرق ہے اسی طرح صاحب تیمم نہ معلوم کس قسم کے پانی میں فنا ہوا ہے اسی کے مطابق بعد از خلع بدن بسیل موت جسکو انتقال کہتے ہیں اس کا ظہور ہوگا کیونکہ وہ مجرم ہے مخلوق میں فنا ہوا ہے۔ آدمی ہو کر پانی میں نہ ہونے کی کوشش کی ہے تو پانی میں رہنے والا پانی ہی میں ڈوب کے مرتا ہے سپر لسان پ ہی کے ڈننے سے موتا ہے جس طرح

کا ہے ویسا ہی اوس کا حشر نشر ہے اسی کو لیس للانسان الاما سہی کہتے ہیں تو اب ضرور اس کو اوس کا نتیجہ ملیگا ورنہ اوس کے عمل کا کچھ نتیجہ نہیں ہوا۔ اس واسطے اس حصہ تختانی بنام دنیا اوس کی طرف پلٹی کھائیگا کہ آبی جہنم سے اوسے سابقہ پڑے کہ پانی سے بھی پناہ مانگے مثلاً اگر آب منایا یعنی آب حیوان جو ہر قسم کے اکل و شرب کا خلاصہ ہے کہ اس کو ماہ نہیں کہنا چاہئے بلکہ میاہ کہنا چاہئے جس میں فنا ہونے کا طریقہ اپنے مجنس کے عشق میں رہ کر اختیار کیا ہو۔ تو وہ طبقۃ العلیا سے طبقۃ الدنيا میں شکل انسانی میں رہ کر مہبوط و مخلوق ہوگا کہ عذاب متعذب سے متکذہ ہو کر سخت حیرانی کے جہنم میں پڑا رہے تو وہ بشر بشر یعنی مباشرت کرنے والا کہا جائیگا کہ بعد از بسانہ سخت کے کسی خاص میم محبوب میں فنا ہونے سے البتہ اوس کو امی و امام ہونیکے انجیل و بشارت مل سکتی ہے کہ اوس کے سارے گناہ مقدم و موخر معاف کر دئے جائیں تو اگر پرسش کر کے فنا ہونا ہی ہے تو باعتبار دیگر مخلوق کے اپنے ہم جنس مخلوق میں فنا ہو کر پلٹی کھانے پر بھی اشرف المخلوقات سے رہے تو اس میں اس قدر مضائقہ نہیں ہو سکتا ہے جس قدر اور چیزوں میں فنا ہونے سے ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ہر فرد بشر فرداً فرداً نمونہ کائنات بنایا گیا ہے کہ اوس میں حق و باطل اور اسب چیز رکھی گئی ہے کہ جب اوس میں فنا ہوگا تو اوس کو انہیں ترکیبات سے متبرک ہو کر ظاہر ہونا پڑیگا۔ کہ آخر پھر انسان ہی رہیگا فقط جیسی روح ویسے فرشتے کے مطابق اوس کا نمود ہوگا + چنانچہ اس جگہ ہر فرد بشر کو شاعرانہ حیثیت سے عموماً نمونہ کائنات کر کے بتلادیا جاتا ہے + جو آگے چل کر میکیل اللہ و روح اللہ کے سمجھنے میں مدد ملے اور یہ خیال پیدا ہو جائے کہ بسیل بشر اس میں فنا ہونا چاہے۔ ہرگز کسی دوسرے میں نہیں کہ پورا احوال تقیم کا طریقہ بمجائے تو وہ آگے بیان ہوگا سر و دست شاعرانہ حیثیت سے عموماً نمونہ کائنات کا ہونا بتلایا جاتا ہے۔ کہ نظم

یہ شعر
میں
نقص
اور
جہ

انسان کیا ہے مجمع ہر نور و نار ہے باوام و سیب و پتہ نخل و انار ہے گلر و ہے گلبدن ہے ہی گلخندار ہے مرجان و سم و لعل و در آبدار ہے چشم سیرہ پر و گیسوئی تار ہے پیل دماں کے حق میں پاک ہی چکا ہے	گویا نمونہ مہر کیے حور و حار ہے ریحان و سرو و سنبل صد پھیاں ہے گر چشم زگیں ہے تو مژگان خار ہے میرا کابل ہے منہ میں جو انہر گار ہے زبور یا کہ نیش و دم رشک و مار ہے گر شیر ہو تو بچہ برگ چنار ہے
--	--

تیغ و خدنگ و توپ و تیگنڈ شرار ہے
 شام و خطاء و تبت و چین تمار ہے
 یہ حور ہے پری ہے ملک ہے کیا ہے
 سب چیز ہے اُن میں عجب انتشاء ہے
 مہر و ہلال و برق و سحاب بہار ہے
 دونوں جہاں بحسب بشر و سفر ہے
 خلخال و کفش زربکف پاشا ہے
 خلخال کہہ رہا ہے مبارک سنا ہے
 پوشاک کہہ رہی ہے کہ میرا سنگار ہے
 پہرہ و سپہ بحث و حجتِ بنجیہ ہزار ہے
 سوزن نے یہ کہا کہ ہمارا سدھا ہے
 دھاگانے یہ کہا کہ یہ کیا شو و شار ہے
 پنہ سے میں ہوئی ہوں یہ میرا نگار ہے
 پنہ نے یہ کہا کہ یہ کیا تین چار ہے
 بولی زمین ہائے مرادول فکا رہے
 چاروں طرف سے سر پرے کو ہٹا ہے
 پانی ہے پھر خلا ہے خلا پر حصار ہے
 یہ دورہ تسلسل زنجیرہ دار ہے
 لیکن یہ اعتقاد مرا استوار ہے
 مخلوق کے طفیل سے کیا ہونیہا ہے
 بلکہ گنوار کیا کہ سراپا چار ہے
 جو کچھ ہے سب اویسی کی فقط یادگار ہے
 کہتے ہیں یکدگر کہ فلاں گوشیار ہے
 پوچھی کھلی ہوئی ہے کتھا ہے بچا ہے
 اچھی طرح کی طرزِ معیشت سے عار ہے

مارا اگر کسی کو تو سینہ سے پار ہے
 کشمیر و اصفہان و گل لالہ زار ہے
 کیا ہے خدا کو علم ہے وہ راز دار ہے
 حتیٰ کہ لوز ذاتِ خدا آشکار ہے
 زہرہ جبین و دلبرِ گردوں دقار ہے
 کونین ہے وطن ہے جوار و دیار ہے
 دونوں کا موت اوس کے مین دیا ہے
 پاپوش کہہ رہا ہے کہ بہتر چار ہے
 لسانِ خوبتر ہے تو بہتر بزار ہے
 خیاط کے طفیل کا یہ سب ادب چار ہے
 اس واسطے یہ بول کہ اچھا لوٹا رہے
 بے کار کی یہ بحثِ صغار و کبار ہے
 احسان اس کے سر پہ سراپے شمار ہے
 اس تخم کا ہمارے ہر اک پیشکار ہے
 سینہ ہے چاک چاک ہر اک جادو ہے
 زندہ بہ آبِ غرق ہوں گردوں دار ہے
 پھر اوس حصار پر کوئی تالش دار ہے
 بے حد ہے حجاب ہے یہ بے کن رہے
 یہ سب طفیل صرف خداوند گار ہے
 اس کا جو معتقد ہے سراسر گنوار ہے
 اوس پر خدا کی مار کا بھٹنا سوار ہے
 جس کے سبب سے سخت مجھے خطر ہے
 حتیٰ کہ گوشیار نہیں ہوشیار ہے
 اور خود بدی کے پیٹ میں لیل و نہار ہے
 شیطان کی روش پڑل جانا ہے

جو نایب خدا ہے وہی شہریار ہے
 آنکھوں کی ڈولیوں میں جو دھن سوار ہے
 جن ڈولیوں کا غزہ و عشوہ کہا رہے
 دھن اتر کے بولی یہی گھر دوار ہے؟
 ایک خندق عمیق بلا یار غار ہے
 یاد خدا نے پوچھا کہ کیوں بقرار ہے
 ورنہ یہ دل جو ہے سودا نوزار ہے
 اک چلو اس سے پی لے تجھے اقتدار ہے
 پیٹے ہی اوس کے دیکھ کر اک منج دہا ہے
 پتلی یہ سن کے بولی مجھے اعتبار ہے
 ما آفریں کا کون خداوندگار ہے
 گل کعبہ خلیل ہے دل کعبہ خلیل
 یاد خدا نے اوس سے کہا اے خدا پرست
 تو۔ تو۔ توئی سے اپنی یہاں تک بعید ہے
 وہ تجھ سے بھی زیادہ ہے نزدیک رت دن
 خود اس کو غور کر کہ کہاں سے ہوئی ہے تو
 یہ بحث ہوتے ہوتے نتیجہ یہی ہوا
 گم ہو گیا اسی میں کہ گم سے بھی بے خبر
 بیمار عقل کو جو دوئی بھی دوں تو کیا
 بچے کو نہ بچنے سے سکھاتے ہیں گالیاں
 ماں باپ کیا ہیں نس کی گاری کو پاک ہیں
 بچے گرینگے اور وہ توڑینگے ہاتھ پاؤں
 اس واسطے غضب کا ہے غصہ بھرا ہوا
 بچپن ہی سے خبر ہے کہ کالا ہے مال میں
 کیسی شراب ہم نے پی ہے خبر نہیں

فرد فرید حاکم ذی اقتدار ہے
 گھونگٹ میں ہے پھر اوسے مینی ادوار ہے
 لیجا کے دل میں چھوڑ دیا لویہ دار ہے
 خوشحال پیشیوں کی طرح تو رتنا رہے
 دو لہا ہے کون کون مرا عملگار ہے
 امرت جل اس میں ہے جو اندھیر غبار ہے
 جس کا یہ رب دھواں ہے جو کالا احساں ہے
 لیکن وہی پٹے جو بڑا بخت یار ہے
 گویا کہ کوہ نوز کا یہ آبشار ہے
 لیکن یہ مجھ کو بول مجھے انتظار ہے
 سنتی ہوں میں کہ دل میں کونٹ شکار ہے
 میں دل کا جج کر ڈنگی یہی انتظار ہے
 تیرا۔ مرا۔ ہر اک کا۔ وہ پروردگار ہے
 جس کی نہ انتہا کی کسی جا شمار ہے
 ایسے پڑوسیوں کو جو بھولے تو خوار ہے
 یہ غور و فکر حق میں ترے پیشکار ہے
 خود بحث بول ادا علی کہ انا الحق سوار ہے
 رگ رگ ہر ایک اوس کے تازہ کا تار ہے
 بھوسا بھرا ہے مغز میں اوندھا کیا ہے
 تعلیم ان کی یہ ہے یہ ان کا پیار ہے
 جھوٹا بڑا ہو پتا تو گاڑی ادوار ہے
 ایسی سواری کیا کہ جو دہشت مدار ہے
 حتیٰ کہ بال بال کو میرے بچار ہے
 اوس پر سے اور فلفل مڑ کی کھار ہے
 خونِ جگر پیلا ہے جو اتنا خمار ہے

روشن ہے کہ دیر نہیں مستعد ہوں میں
مجھے جواہراتِ سخنِ مُفت آ کے لو
اس پر بھی گرنے کو تو کرم ہیں ہو ضرور
مالک کھڑا ہوا ہے ترے انتظار میں
جو کچھ کہا زبان سے وہ ہے نقشِ کالج
مانا کہ لکچرار ہوں لیکن خبر بھی ہے
گر اس کو کوئی سن کے عداوت گزریں ہوا
رستم اگر کوئی ہے تو رستم ہوا کرے
حتیٰ کہ میرے سامنے پیل و پنگ و گرگ
پھر اوسپہ میں نگاہ کر دوں جائے شرم ہے
میں وہ دلیر ہوں کہ دلیری کو ناز ہے
اشعار میرے پڑھ کے پنک میں چلے گئے
یہ بھی تو اب بجزِ متیں اوٹھ کھڑا ہوا
اتنے بیان میں یہ بیاں ہو چکا ضرور

اب صرف امرِ حق کا مجھے انتظار ہے
بازار اس کا گرم ہے سودا اودھار ہے
دودھ کی آنچ کا ترے ماتھے بچھا ہے
جس کی بصوتِ رعد دھونیدھی ٹھکا ہے
مجھ کو یہ مت کہو کہ یہ اک لکچرار ہے
لکچر ہمارے عزم کا اک لٹہار ہے
پردانہ اس کی مجھ کو بخوٹے زہار ہے
یاں بال بال میرا اک اسفندیار ہے
رو بہ نہیں ہے بلکہ اک ادنیٰ سیار ہے
اس قہرِ ذوالجلال کی دنیا شکار ہے
شمشیر ہے زبان تو قلمِ ذوالفقار ہے
کیا نقطہ حروف مرا کو کتنا ہے
فضلِ خدا پہ فتح کا دار و مدار ہے
انسانِ فضلِ سبحیٰ جمعِ بنگار ہے

یعنی جملہ نما ہے کیونکہ اور جانداروں میں کسی نہ کسی چیز کی کمی رہ جاتی ہے یہ سب کا مجموعہ ہو کمال
تمام جملہ نما ہوتا ہے کہ اس میں کا ایک ادنیٰ سے ادنیٰ کیا کہ اس ادنیٰ میں سے بھی کمال درجہ کا
ناقص انسان و اگر جاندار سے اشرف ضرور ہے اس کے نزدیک اُسکی انسانیت مجروح ہے۔ مگر
ہزار ہا لاکھ کے مقابلہ میں بہا یہی ہے تو چونکہ ہر ذرہ کائنات با یکدگر اعجازِ نما ہے اس لئے ان
انسانوں میں سے بھی با یکدگر مفصول و مفضل ہوتے ہوئے درجہ شہنشاہی سے وصل ہو کر ممتاز
ہوتے ہیں کہ ان سب پر انسانِ دہلِ باندہ فضل ہوتا ہے کہ گویا وہ دہلِ اکل ہوا اس لئے وہ سب
کائنات میں افضل والا فاضل ہوا۔ مگر اس کی بہت سی مشابہت دوسروں میں بھی ہے کہ اگر کوئی شخص
کسی سے دوستی کرے تو اس سے بھی دوستی کی شان ظاہر ہونے لگتی ہے اگر عداوت کرتا ہے
تو عداوت کی شان ظاہر ہونے لگتی ہے۔ گویا جس طرح اس میں بول و براز جیسی کثیف چیز اور
نورِ چشم و عقل و روح کی طرح لطیف چیز کہ دونوں با ہم متضاد ہیں جو با یکدگر مجتمع ہو کر ایک سرائے
میں فروکش ہیں اسی طرح اس کے ساتھ متضاد و خصالِ صفات بھی لگے ہوئے ہیں کہ خصالِ مسعودہ

سے مذمت کا مستحق ہے گویا اوس کے صفات کثیف و خبیثہ کے ذکر کا نام مذمت ہو جاتا ہے اور سیرت سیدہ سے مدحت کا سزاوار ہوتا ہے کہ وہ مذمت کے عکس ہے تو یہ دو خط متوازی نامتناہی چلے جاتے ہیں کہ یہ بات ہر ذی جان کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ کہ انہیں عادات سے وصل باللہ بھی متشابہ ہوتا ہے۔ کہ گویا اللہ میں بھی یثابہ پایا گیا۔ جو اوس کی شان کے خلاف ہے واسطے کوئی خدا تک پہنچا ہی نہیں کہ اوس کی حالت معلوم ہو۔ مگر ہاں یہ ممکن ہے کہ وہ چونکہ سب چیز پر قادر ہے خود ہی بشر بن کے بشر کے پاس آئے تو دوسری بات ہے تو جب خود کو چھپا کر بشریت کے لباس میں آئے گا کہ وہ جامعہ جبرئیل و میخائیل و صوفیہ صورت ہو گا نہ کہ بھوت چڑیل کی شکل کا ہو گا کہ لوگ رجا میں خواہ نفرت کریں ہرگز نہیں باطنیہ کے لوگ خود بھی فانی و متہرے رہیں ثیاب فاخرہ و مطہرہ ہو۔ تو پھر کب عموماً سب پر ظاہر کرے گا کہ وہ خود کو بشر چھپانے کا کوئی تجربہ ہو گا۔ اس واسطے ہرگز نہیں ظاہر کرے گا۔ لیکن اگر اس طرح سے بھی نہ ظاہر ہو تو اور جنت و پویشیدہ رہے گا۔ تو دونوں بات برقرار رکھ سکتا ہے تاکہ لوگ اوس کے اشارہ کتنا یہ کو دیکھ کر اپنی دور میں سے جانچ پر تال کے بے انتہا عشق و محبت کے ساتھ اوس کی شان محبت و رحمت کو دیکھتے رہیں۔ ورنہ عداوت سے ہرگز نہیں ظاہر ہوگی بلکہ عداوت سے تو اوس کی شان عداوت ظاہر ہونے لگیگی۔ جو اور بشر کی عداوت سے اس کی عداوت میں فرق یہ ہو گا کہ دیراثر ہوگی جلدی عداوت کی طرف رجوع نہ ہو گا مگر محبت کا نہیں رکھنا ہی عین عداوت ہو جائیگا چہ جائیکہ عین عداوت کا رکھنا وہ تو جہنم رسیدہ کر دے گی پھر اگر عداوت کرنے والا عداوت سے نہیں باز آئیگا تو خفیۃً آفات کے ذریعے کام لے لیگا مگر اپنے جامعہ بشری سے کام لینے کو عاجز بھیگا۔ پس وہ وصل باللہ نہیں بلکہ وصل بالبشر در پردہ عین اللہ بنام روح اللہ خواہ شد۔ جسکی مجموعی حیثیت و مفہوم کو میسجا کہہ سکتے ہیں۔ لہذا وہ وصل باللہ نہیں کہا جاسکتا بلکہ عین اللہ کہا جائیگا تو اوس میں ازراہ عشق و محبت فنا ہونا بدرجہا حسن و علی ہے کہ کوئی کسی دگر مخلوق خواہ مخلوق ہم جنس میں یا خود میں فنا ہو یا فنا ہونے کی کوشش کرے۔ وہ جملہ حالت میں مجرم قرار پائے گا۔ کہ اوس کے مطابق اوس کی ہستی کی ضرورت نہ جائیگی۔ اب وہ کس کس طرح سے سزا ہو سکتی ہے اوس کو تم خود سوچ لو سارے اقسام کی سزاؤں کو غور کرو۔ ہمارا کام صرف مختصر دہل دینے کا ہے اور حکم دیدینے کا ہے۔ جیسے فلاں بات اس طرح پر جاری ہو یہ حکم ہو گیا۔ اور بطور مختصر بھوں سے یہ بول دیا کہ :-

(۱)۔ ہتھوڑا پتھر کو ٹوٹتا ہے۔ اور پتھر ہتھوڑا سے ٹوٹ جاتا ہے + اب یہ کیسے ٹوٹ سکتا ہے؟

اور کیوں ٹوٹ جاتا ہے تم خود سوچ لو عقل اسی واسطے دی گئی ہے + اسی طرح میں نے
کھدیا کہ منج زمین میں دہتی ہے اور مٹی چاروں طرف سے دہتی ہے + اب یہ کیسے ہوتا ہے
اور کیوں ہوتا ہے تم خود سوچ لو عقل اسی واسطے دی گئی ہے +

(ج) پھر اسی طرح یہ کہا گیا کہ ہوا سے روشنی بجھ کر کیس چلی جاتی ہے + اب یہ کیوں بجھتی ہے
اور کہاں چلی جاتی ہے - تم خود سوچ لو دانش و خرد اسی واسطے دی گئی ہے +

(د) اس طرح یہ بھی کھدیا گیا کہ اگر خندق کھود کر اسی مٹی سے اس خندق کو بھرنا چاہیں تو
اوس کو بھر کر مٹی زیادہ ہو جاتی ہے + اب یہ کیسے عمل میں آتا ہے اور کیوں زیادہ ہو جاتی ہے -
تم خود سوچ لو فہم و دانائی اسی واسطے دی گئی ہے +

(۵) اسی طرح یہ کھدیا گیا کہ اگر کوئی دگھوڑا گاڑی پر بیٹھا ہے اور گھوڑا ٹانپ رہا ہو - تو
اوس کے ہانپنے سے اس قدر جنبش میں تر تہی ہوتی ہو کہ اوس پر بیٹھنے والا بھی متحرک ہوتا ہے - اس
سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سب قسم کے تحریک کا کوئی محرک ہے + اب یہ کیوں ہوتا ہے
تم خود سوچ لو عقل اسی واسطے دی گئی ہے +

(و) اسی طرح یہ کہا گیا کہ رقیق چیز گرم ہوتی ہے اور منجمد چیز سرد + اب ایسا کیوں ہوتا ہے
تم خود سوچ لو عقل اسی واسطے دی گئی ہے جس جگہ مثلاً منجمد جملے ہیں ان میں فلاسفہ بھرا ہوا
ہے - خود اوس کو سوچ لو عقل اسی واسطے دی گئی ہے +

(ز) اسی طرح کہا گیا کہ اگر کوئی گیاسیٹ میں دھاگا ڈبو کر کسی کا بیج کے ظرف میں بکمال
احتیاط باندھ دے کہ اوس کے عقدہ حلقہ سے زیادہ گیاسیٹ کا اثر نہ پھیلنے پائے - اوس کے بعد
وہ دھاگا کا حلقہ دیاسلائی سے جلادیا جائے کہ ذرہ ذرہ کر کے جل جائے تو اوس دھاگا کے حلقہ
کے برابر وہ کا بیج کا برتن اپنے ہر ذرات سے جدا ہو کر معلق دو ہو جائیگا - اب یہ کیوں ہوتا ہے
تم خود سوچ لو عقل اسی واسطے دی گئی ہے +

(ح) اسی طرح اگر یہ کھدیا گیا کہ آسمان سے پانی برستا ہے - تو اب آسمان کیا ہے اس پر میں متوجہ
اور اسکی گولائی کیوں نظر آتی ہے اور پانی کیوں برستا ہے - تم خود سوچ لو عقل اسی واسطے دی گئی ہے

(ط) اسی طرح یہ بھی ہے کہ ہاتھ پاؤں جو دئے گئے ہیں اس کا کیا مطلب ہے تم خود سوچ لو +
ناک - منہ - دل - دماغ - موت و حیات جو دئے گئے ہیں - اس کا کیا مراد ہے تم خود سوچ لو چنانچہ

سوچنے والے نے۔ کان کے طرف سوچا۔ تو فوگراف ایجا دکرایا۔ آنکھ کی طرف سوچا تو فوٹو گرافی ایجا دکری۔ غبارہ کی طرف دیکھا تو بلیون بنالیا۔ خیال کی طرف سوچا تو مسریم اور مکاشفات ایجا دکرایا۔ رُوح کی طرف خیال کیا تو علم حضرات ایجا دکرایا + اسی کو دانا اشارہ بس است کہتے ہیں تو یہ اختلاف الیل والنہار۔ تصرف الریاح والروح۔ اسقدریتی۔ اتنا بہتیرا کھاراپانی اور انقلابات۔ عورتوں میں سب باتوں سے زیادہ بناؤ سنگار کا شوق اور جمع مسخرات بین السماء والارض سب کے سب آیاتِ نبات۔ رایت و علم۔ عالم و علامت جسکو نشانی و اشارہ کہتے ہیں وہ ہیں اب یہ کیوں ہے۔ کیسے ہے۔ کس طرح ہوا۔ خود سوچ لو عقل اسی واسطے دی گئی ہے۔ اب اگر ذرہ ذرہ بیان کیا جائے تو عمر لقا چاہئے پھر سب کو کیوں نہیں بیان کیا اور جو کچھ بیان کیا۔ تو بہت مثالوں میں بیان کیا اور ایک مضمون کو پھیر پھار کر متضاد و تعارض میں بالترتیب بیان کیا ایسا کیوں کیا گیا خود سوچ لو عقل اسی واسطے دی گئی ہے + اگر کوئی بات نہیں سمجھ میں آتی تو اس کو بھی سوچ لو کہ کیوں نہیں سمجھ میں آتی کیونکہ عقل اسی واسطے دی گئی ہے۔ اب عقل کیا ہے کس واسطے دی گئی ہے۔ اس کو بھی خود سوچ لو۔ کیونکہ عقل اسی واسطے دی گئی ہے۔ غرض کہ سب کام تم سے خود انجام پائیگا ایسا کیوں کیا گیا اس کو بھی خود سوچ لو عقل اسی واسطے دی گئی ہے +

(دی) اسی طرح آسمان زمین و مادہ و غیر مادہ اور ہر دو جیسے غصہ اور خوشی وغیرہ ہے۔ بلکہ جمع ہستی و ہستی سب بوسیدہ آفرین کم عدم سے وجود میں آئی ہے اب عدم کیا ہے اور وجود کیا ہے جملہ آفرین کیا ہے اور کیسے پیدا ہوئے اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ تم خود سوچ لو عقل اسی واسطے دی گئی ہے۔ چنانچہ اب نہیں مثالوں کی طرح ایک اور پراسرارینکشف لطیفہ معما جو بالکل حجاب آمیزی کے ساتھ ہے بیان کیا جاتا ہے +

(ک) کہ فرض کرو کہ کوئی شخص کسی فریقین کے جملہ متنازع کی حالت منکر یہ حساب آمیز لطیفہ بیان کرنا شروع کرے کہ کسی ریگستان کا ایک راہی۔ اپنے ساتھ ایک اسد اور ایک بکری اور حشائش کے بہت سے گٹھے جس کو مشغہ گیاہ کہتے ہیں لے ہوئے کسی طرف جارہا تھا کہ سین صراط مستقیم پر ایک ندی لگئی جس میں ایک بہت ہی پتلی اور ننھی سی ڈونگی تھی کہ بڑی شکل سے اوس پر دو آدمی جا سکتے تھے + کہ وہ راہی اس موقع پر آ کے ذرا گھبرا یا کہ کس طرح اس مخدوش راستہ سے عبور کر جانا چاہئے کہ جان و مال دونوں بچیں۔ کیونکہ اگر خود مشغہ گیاہ کے ساتھ اوس طرف

جاتا ہے تو اس طرف - بکری کو شیر لکھا جاتا ہے - اگر شیر کو اپنے ساتھ لے جاتا ہے تو بکری سارا شخہ گیارہ کھا جاتی ہے جس میں بدست سے موشیوں کا نصیب ہے + اس لئے وہ پہلے بکری کو اوس پار چھوڑ کے واپس آیا اور شخہ گیارہ کو اوس پار لیجا کے رکھا اور بکری کو مکہ واپس لایا - پھر یہاں سے شیر کو لے گیا - اور واپس آکر بکری کو واپس لے گیا - اس عرصہ میں چرواہے کو کہیں نقل و حرکت کی ضرورت پڑی = اس واسطے وہ اس پر عامل ہوا - کہ وہ بے سمجھ بکری بدذات سب شخہ گیارہ کھا کر بڑے آرام سے نشخوار کرنے لگی - کہ شیر کو اوس کی یہ خیانت بھری نشخوار کو بگالی دیکھ کر غصا یا اور چیر بھاٹکے چکھ گیا + اتنے میں چرواہا جو آیا تو شیر پر غصہ ہوا - اور فوراً اوس کا سر قلم کر کے سینہ چاک کر دیا - کہ اوس کے پیٹ سے ایک بچہ انسان نکلا اور پوچھا کہ تم نے اُس کو بے قصور کیوں مارا؟ یہ تو بالکل بے قصور ہے - بکری کو قصور پر مارا ہے اور تو نرا چرواہا! انڈر ہے کہ بے سوچے سمجھے اس کو مار ڈالا - اسکی کیا سزا ہے؟ تو اوس نے کہا کہ میں نے کچھ نہیں کیا یہ سب شیطان نے کرایا - تو اوس نے پوچھا کہ شیطان کیا ہے؟ کیا تو نے اوس کو دیکھا ہے؟ تو کہا کہ نہیں - پھر اوس نے کہا کہ جب تو نے اوس کو نہیں دیکھا ہے اور وہ موجود نہیں ہے تو کیوں اوس پر بہتان کرتا ہے - تو اوس نے کہا کہ وہ غایب ہو کر ایسا کام کرتا ہے + تو اوس نے پوچھا کہ اس غیب کی تجھ کو کیونکر خبر کہ وہ غایبستان سے ایسا کرتا ہے؟ تو کس غایبستان کے رہنے والے کے ماتحت ہے؟ شیطان کے یار حمان کے؟ کیونکہ اگر تجھے رحم و رحمت ثابت ہوتی تو خالص رحمانی ماتحتی کا لگاؤ پایا جاتا - مگر چونکہ تو شیطان کی فرمانبرداری میں چپٹ ثابت ہوا اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ اوس کا خاص غایبستان مستقر عین تیرا دل ہو گا - کہ اوس کا مجسم دار الخلافت بالکل اوس کے زیر حکومت ہے کہ اوس میں رحمانی حکم کو ازراہ قہر و ناتوجہی بالکل دخل نہیں اور وہ مجسم تو ہی ہے - تو اوس وقت وہ سخت شش پنج میں ہو کر بولا کہ مجھ کو اس قدر عرفان نہیں حاصل کہ ایک بندر نے دست بستہ حاضر ہو کر یہ بیان کیا - کہ اے شیر خدا ابن شیر خدا تمہاری عدالت گسری کی خبر سُنک میں بھی ایک مقدمہ پیش کرنے آیا ہوں کہ میں غایبستان کے جنگل کا رہنے والا ہوں جس کو بن بالئ کہتے ہیں اور میرا ہی نام شیطان ہے جس قدر مجھ کو اپنے حاکم کی طرف سے ڈیوٹی سپرد ہے اوس کے مطابق ہم ان کام بجا آ رہتا ہوں اور ہر عالم کے لوگ کا یہ بد تو خود کرتے ہیں اور لعنت مجھ پر کرتے ہیں اور انبیاء خدا و رقابت ایسا کرتے ہیں اور اپنے پیروکاروں کو عداوۃ لعنت بھیجنے

کے لئے حکم دیتے ہیں کہ اگرچہ حقیقت وہ لعنت لوٹ کر خود او نہیں پر جاتی ہے مگر ظاہراً تو یاقین جبکہ کہتا ہے۔ اس لئے اس کا انسداد ہونا چاہئے۔ مگر آج تک کوئی ایسا عادل نہ تھا جو انصاف کرتا آپ اپنے عدل انصاف سے پورا میزان کر دیجئے اوس دم اوس شیر خدا ابن شیر خدا نے پوچھا کہ اچھلے تو اپنی ڈیوٹی بتا کہ تیری ڈیوٹی کیا ہے؟ تو اوس نے کہا کہ ایک جائے تہلکہ جس کا مترادف لفظ مکہ ہے وہ ہمارا میڈ کو اٹر ہے وہاں فراسر کار تشریف لے چلیں تو اپنا مشغلہ ظاہر کروں تو شیر خدا ابن شیر خدا اوس شیر کش کو ساتھ لئے ہوئے وہاں چلا گیا۔ وقتہ اوس میمون نے کسی عمل فروش کا غسل اپنی انگلی میں لگا کے اوس کا تار دیکھتا ہوا پوچھا کہ یہ کس حساب سے دیتے ہو؟ اوس نے اوس کی قیمت کہی۔ اور اوس میمون کہی نے اپنی شہد لگی ہوئی انگلی ایک تھم میں پوچھ دی جس پر کھیاں جمع ہو گئیں۔ کھیتوں پر مکاری نے حملہ کیا مکاری پر چڑیا پھڑک پڑی۔ چڑیا پر کسی کی ایک پروردہ ملی تھی وہ چھپٹ پڑی۔ ملی پر کسی کا پروردہ تازی کا تھا وہ ٹوٹ پڑا۔ اور پکڑ لیا۔ بس اوسی دم دھجیاں اڑا دیں۔ تو جس کی ملی تھی وہ کتا پر لپکا اور ضرب شدید پہنچایا کہ وہ وہیں لوٹ پوٹ کر مر گیا۔ کہ جس کا کتا تھا وہ بگڑا اور تمام قبیلوں میں کیا معنی کہ شہرہ شہر لڑائی شروع ہو گئی کہ لاکھوں کروڑوں کی جانیں تلف ہوئیں۔ خون کا دریا بہہ گیا۔ اوس میں جس نے صلح کرادیا اکثر ہر کام میں دخیل ہونے لگا کہ رفتہ رفتہ وہی سیدو حاکم ہو گیا اور شیطان مردود پر لعنت برپائی گئی۔ اوس پر بڑبڑنے لگا کہ سرکار ملاحظہ فرمادیں۔ کہ میں نے کچھ نہیں کیا صرف ایک شہد کی انگلی تھم میں پوچھ دی تھی جس پر اتنا بڑا طوفان ہو گیا۔ اتنے بڑے طوفان سے خود پر لعنت نہیں کرتے اور ہمارے اتنے سے کام پر لعنت کر رہے ہیں کہ وہ بھی ہم نے اس ارادہ سے نہیں کیا۔ تو ساعتہ اوس شیر خدا ابن شیر خدا نے کہا کہ جب تمہارا ارادہ نہیں تھا۔ تو تم کو اس کا علم کیونکر ہوا کہ اگر ایسا کیا جائیگا تو اسقدر خونریزی ہوگی جو تمہاری بریت کا باعث ہو سکیگی۔ تو اوس نے کہا کہ مجھ کو اس کا علم نہیں تھا۔ مگر عقل کے نور سے ایسی ترتیب دیکھ بتلائی کہ اگر ایسا کیا جائیگا تو عجب نہیں کہ اوس کا نتیجہ ایسا ہوا سوسلے میں نے ایسا کیا ورنہ اگر مجھ کو علم الغیب حاصل ہوتا تو یہ بھی مجھ کو جاننا چاہئے تھا کہ آپ مقدمہ کس کی طرف فیصلہ کریں گے۔ مگر میں واقف نہیں اور نہ عقل رائے دیتی ہے کہ اوس کو اظہار کروں کہ کس طرف فیصلہ کیا جائیگا۔ اب آپ کے اختیار میں ہے جیسا فیصلہ کیجئے۔ کیونکہ عدالت آپ کے ہاتھ میں ہے ہم کو علم غیب ہوتا تو سب نیک کام کرتے تو اوس عادل ابن شیر خدا نے یہ پوچھا

کہ اگر تجھ کو علم غیب نہیں ہے تو شیر کش نہ کہے۔ اس فریاد کرنے پر کہ سب کچھ شیطان نے کر لیا تجھ کو غیر حاضری میں کیونکر خبر ہو گئی؟ تو اس نے کہا کہ سب باتیں ہو امیں اڑ کر اوپر جاتی ہیں تو ہمارے کمرہ سے ہوتی ہوئی نکلتی ہیں اس واسطے مجھ کو معلوم ہو گیا۔ تو شیر عادل نے کہا کہ جب تیری اتنی اتنی دور رسائی ہے کہ تیرے معلومات کے مقابلہ میں میرے معلومات کیا ہو سکتے ہیں جنگلوں میں ترتیب دیکھ کر سکوٹنگا لہذا تو ہی عدل کر! تو اس نے کہا بہت اچھا۔ الا مرفوق الادب آپ کے حکم سے میں خود تخت عدالت پر بیٹھ کے عدل کر دیتا ہوں۔ کہ پہلے یہ ایک گردہ نان لیجئے اور آپ اور یہ شیر کش اس نان کے دعویدار ہو کر میرے یہاں مقدمہ پیش کیجئے۔ چنانچہ ایسا کیا گیا۔ اس وقت اس منوالال نے گردہ نان کو دو پارہ قاب تو سین کر دیا جس میں کا ایک نصف ٹکڑا کسی قدر وزنی ہو گیا۔ تو اس وزنی کو دانت سے کاٹ کر برابر کرنے کے خیال میں کٹا ہوا چھوٹا ٹکڑا چکھ گیا اور بانی کو پانہ ترازو میں رکھا۔ تو دوسرا ٹکڑا کم ہو گیا۔ پھر اس پر بھی وہی عمل جاری کیا اور باقی کو ترازو میں رکھا۔ تو اس کے مخالف کا ٹکڑا کم ہو گیا۔ اسی طرح ہر بار دونوں پلہ رائج و مرجوح ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ سب روٹی ہو گئی۔ پھوڑی سی باقی رہی اس کے بارہ میں کہا کہ بیاری عدالت کی ضروری و تنخواہ ہے اس لئے میں اس کو واجباً نہ طور سے چکھ جاتا ہوں۔ چکھ کر صاف کہہ دیا۔ کہ تمہارا کچھ حق نہیں تھا۔ بلکہ اگر پہنچتا تو ناحق تھا لہذا جہاں کا حق تھا وہاں پہنچ گیا۔ اس وقت ابن شیر خدا و اسد کش اور بند تینوں میں لڑائی چلی۔ اور ایک دوسرے کے جانی دشمن ہو گئے۔ تو ہنومان جی نے پھلانگ مانے میں مشاقی پیدا کر لی کہ جب نصر پاد دو چار چپٹ رسید کر کے چلے گئے۔ اور شیر کش نے طرح طرح کے ہتھیار ایجاد کرنے میں ترقی کی اور ابن شیر خدا نے خود میں از خود قدرت حاصل کر لی کہ جیسا ارادہ کرے ویسا ہو جایا کرے۔ کہ اپنے اپنے کمالات کے زور پر ایک دوسرے کے درپے ہو گئے کہ شیر کش نے ہنومان جی سے تنگ ہو ہو کر ایک روز کسی ایک ہتھیار کا ہاتھ لگا دیا کہ اس کا صفایا ہو گیا۔ پھر اس کی مشاقی یہاں تک براق ہوئی کہ اس مرو شیر زار پر بھی ہاتھ ڈال دیا۔ کہ اس نے زخم کی جراحت سے چھیننا کے فوراً خود کو کہا کہ میں اچھا ہو جاؤں اور ہماری ہستی کی تصدیق میں ساری ہستی اس شیر زن سمیت خاک سیاہ کر دی جاوے کہ سب پاک ہوں پس اسی وقت ہو گیا۔ جب پھر اس کو ایسی ہی حالت میں پلٹا لایا۔ تو پھر دیا ہی ہو گیا۔ اور جو کچھ چاہنے لگا بغیر دیا ہی ہونے لگا۔ تو عدل عین خود کو قصہ دیکھ لیا۔ کہ سب میں نے کیا اور میں ہی کر رہا ہوں ورنہ کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے خیر و شر دونوں کا بانی

میں ہی ٹھہر کر ایک جہت سے قابلِ مدحت بنی الرحمن ہوں دوسری جہت سے لایقِ مذمت کا لیشٹل۔
 کہ سب بات میں دسترس ہونا یہ بھی کمالِ قدرت کا باعث ہوتا ہے۔ تو جنہیں حالتِ مذہب
 ٹھہر کر کون؟ کیا ہوں؟ کون ہوں؟ اور کیسا ہوں؟ کیا وہی روٹی کے ٹکڑا کی طرح تو نہیں؟ کہ
 دونوں طرف سے خود کے پیٹ میں رکھ لیا۔ سب انا کر لیا دوسرے کا کچھ نہیں۔ اسی طرح یہاں بھی
 دونوں طرح سے اپنی ہی خیر منائی جاتی ہے

خیر! ہم منم شدم اور شرّاً ہم منم شدم غرض کہ آں ہم منم دایں ہم منم ہر دو خودم
 اس لئے چلو کچھ ہی نہیں۔ حکم دیتا ہوں۔ کسب نیست ہو جام اور عدل و انصاف با ضابطہ
 ہو کر پھر کمالِ انتظام اچھا خاصہ منتظم علیہ نبجا۔ کیونکہ جب تک نخل و دیسوب خانہ برباد نہ کیا جائیگا
 اس وقت تک کوئی عمل اللسان نہیں ہو سکتا۔ اور نخل کی شیطانی فیش زنی نہیں موقوف ہوگی۔ اسی
 طرح جب تک سینہ صدق چاک نہیں کیا جائیگا۔ لولوی لا لا حاصل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ویسا
 ہی حسبِ مشیت ہو گیا۔ تو یہاں پر اس شخص کے اس قصہ و لطیفہ بیان کرنے سے کیا مطلب
 ہو سکتا ہے اب یہ تم کو چاہئے کہ تم سوچو کہ کیوں ایسا بیان کیا؟ اس کا کیا سبب ہوگا؟ اور اس کا
 کیا مطلب ہوگا؟ کیونکہ عقل اسی واسطے دی گئی ہے۔ پس اس کیوں کے لفظ کو ہر مقام پر بہت
 بڑا سمجھو جس بات کے لئے اسکی آمد ہوگی طرح طرح سے فکر و تشریح پیدا کر لیا۔ مگر فکر کرتے وقت یہ کچھ ضروری امر
 نہیں کہ ساری فکر اس کی برسرِ حق ہو۔ کیونکہ فکر مرکبِ حق و باطل ہو ا کرتی ہے۔ اور قولِ مخلوط
 بصدق و کذب اور عملِ ممتزج بخیر و شر تو قول و عمل سے فکر کی صداقت معلوم ہو سکتی ہے۔ تو
 اس حق و باطل کے بارہ میں بھی عقل سے کام لے کہ کسی خیر سے دریافت کرے کہ یہ بھی نخل
 و عقل ہے۔ پس عقل اسی واسطے دی گئی ہے کہ اس سے پوری بہتری کا کام لیا جائے تو آن
 علیہ السلام حضرت فرمانروا نایب اللہ علی العالمین جو کچھ فرمایا ہے ہاں بالکل ترین عقل و قیاس ہے اس پر ذرا
 غور کرو اسی غور میں یہ بھی غور کر لو۔ کہ غیر از روح اللہ میں فنا ہونے والے کی کچھ سزا ہو سکتی ہے یا نہیں
 اگر نہیں غور کیا جاتا ہے تو میں ترتیب وار سب کو سمجھا دیتا ہوں۔ کہ جس طرح سب چیزیں فنا ہونیکا
 ذکر پیش ہے اسی طرح پہلے مسلسل بہت سے اذکار سن لو کہ اس اسماع تسلسل سے فہم و کیا ست
 میں صحت پیدا ہو جائے کہ باسانی سمجھ میں آنے لگے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص مطحون فی السجود ہوگا
 تو اس میں سختی پیدا ہوگی جس کو شقاوت کہینگے اور اس شقی کا نام اوتاودوگا + جو اس کے پروردگار
 ہونگے وہ انقیاد کے جائینگے + ثنائی الحال انیکہ یہ نہیں معلوم کہ وہ کس قسم کے پتھر میں فنا ہو جائے

ایک پتھر وہ بھی ہے کہ باوجود بریں سختی اوس میں سے پانی نکلتا ہے دوسرے وہ ہے کہ اوس پر حرف کندہ کیا جاتا ہے اور مطبع میں کام آتا ہے۔ کچھ پتھر وہ ہیں جو جواہرات کہے جاتے ہیں۔ تو فنا ہونے والے میں اوس قسم کے مطابق اثر پیدا ہوگا +

برہیں پنج وہ مجاہد جو اس واسطے مجاہدہ کرتا ہو کہ وہ آئینہ بہ تراب ہو اور اوس میں ناک مہنوں پیشانی رگڑا کرے اور اپنی سے زیادہ مٹی پتھر کو معزز سمجھ کے اوس کی پرستش میں لگا ہے بلکہ خود کو سفوف و خاک سیاہ کرے تو اوس کے اس فعل کا نام تواضع والحاوہ ہے اور خود ملحد کہا جائیگا اس میں زیادہ ترقی کرنے سے رب اللحاو و ذات الصدر ہو گا۔ جو حقائق النباتات میں نہمک ہو تو ممکن ہے کہ اوی مناسبت سے ترقی پا کر نباتاتی شکل قبول کرے۔ اب وہ دینی نباتات سمجھا جائے یا دنیوی پھر وہ غری بنے یا نخل و انار۔ پیل بنے یا تلسی و شتوت و کچنار۔ تو اس انقلاب نشئت کا نام تناسبت ہو گا اوس میں ترقی کرنے سے رب النباتات کے عہدہ پر پہنچے گا۔ جو مستمک بحیوان ہو گا اوس کے اس فعل کو تفاسخ کہیں گے ممکن ہے کہ ترقی پاتے پاتے ایک فمیدہ حیوان بن جائے + اگر فنا فی اللیل ہو گا تو طازقات سے ایک طارق بنے گا + دریاں ہنگامیکہ لیل نہار میں فنا ہو گا تو مصعبات سے ہو گا + جو انہیں تمام قوانین و شرائط و ارکان کے ساتھ فنا فی الہوا

ہو گا تو مرسلات سے ہو گا + بدینگو نہ جو فنا فی الطیران ہو گا وہ ترقی کرتے کرتے رب الطیور و ذاریات سے ہو گا + بحکم آنکہ جو شخص فنا درامطار ہو گا تو ترقی کرتے کرتے حاملات و رب اللطاف تک پہنچ سکتا ہے + بوصف اینکہ جو شخص فنا در تحقیقات حرکت ہو گا تو ترقی کرتے کرتے ذاریات و رب الحركات سے ہو سکتا ہے + ہمہ بریں روزگار اینکہ جو فنا فی الاسوات ہے وہ نازعات و رب الاموات سے ہو سکتا ہے + ازاں مدعاء اینکہ جو فنا فی الایجاد و الفتوحات ہو گا وہ ناشطات اور رب الفتوح تک پہنچ سکتا ہے + بخاطر ہمچنین کوشش اینکہ جو ہر چیز میں فنا ہو گا سیاحات و رب الیاحات سے ہو گا + جو جہالت میں فنا ہو گا جاہل ہو گا۔ جو حماقت میں فنا ہو گا۔ احمق ہو گا + جو رب الارباب میں فنا ہو گا تو اوی کا ہو کے رہ جائیگا + مگر قابل غور بات اس جگہ یہ ہے کہ اکثر ارباب کے اسماء تانیثاً واقع ہیں۔ تو سبب یہ ہے کہ مونث مغلوب مذکر ہے تو اللہ تعالیٰ بری از جنین ہے۔ اوس کے نزدیک کسی کو غلبہ نہیں کہ اپنے اسماء و القاب میں غلبہ نمائی ظاہر کرے بس جمیع موجودات ابن مفقودات ہے اور جمیع مفقودات ام الموجدات ہے کہ یہ دونوں ملا کر کائنات ہوئے + تو اللہ تعالیٰ ابوالکائنات ہے یعنی آباے علوی و اہمات مظلی اور نتیجہ یہی

طیب و طوبیٰ اور طیب ہیں انہیں تینوں کو ملا کر اقنوم کہتے ہیں = یعنی اب - ابن - ام + وہ اس واسطے کہ تمام سہی ذہنی کی شکل انسانی ہیکل پر منطبق ہے۔ کہ ایک شکل پر دوسری ہے اور اس دوسری پر تیسری کہ یہی اب و ابن و ام یا دشنو - برہمہ اور گوشائش خواہ غوث + کہے جاتے ہیں + جو اس اقنوم و تثلیث میں فنا ہو گا۔ وہی وحید الوحید اور میحا ہو گا کہ اس میں فنا ہونیکے بعد فنا فی رب العالمین پہنچتا ہے لہٰذا مگر مخرجات کلام یہ ہے کہ یہ کیونکر اور کس طرح ممکن ہے تو وہ سر دست مجملات ان چند اشعار میں بیان کرتے جاتے ہیں جو آگے چلکر مفصلاً بیان کئے جائینگے چنانچہ وہ سب اشعار یہ ہیں۔

اشعار

ہو اللہ مولاً علیماً خیراً پکڑ کر جو اوس نے کلیجہ کو چیرا وہیں چٹیاں ہیں جہاں شیر و شیرا خدا ایک ہی ہے نہ ہے کوئی اوس کا پُرانا ہوا جس گھڑی عرقِ مخسلی پرانی ہو سیندھی تو ہو جائے سرکہ جو میرا پرانا ہو پھر گیاس بن جائے تو ہم کس قدر ہیں قدیمی پُرانے کسی پر ہے غالب نقطہ عشقِ ذاتی یہ فرماید ایزد بہ اصحابِ جنت پس از قطع زہری لعاب اوس کا نکلا بس اب کہد و یحییٰ کہ غالب رہو نگا	ہو اللہ ربّاً سمیعاً بصیراً تو دیکھا کہ اوس میں بے شمساً منیرا نہ رہتی ہے چھٹی ہو جس جا پہ زیر نہ باپ اور بیٹا نہ کوئی بنیرا تو سیندھی ہوا پھر نہ رہتا ہے نیرا ہو سرکہ پُرانا تو بن جائے میرا بہ تدریج ہو گیاس ناراً سیراً بھلا پوچھنا ہے ہمارا و تیرا غرض جیسے جتے سے کہتے ہیں ہیرا کہ خواہم ہمیں داد خیراً کثیرا تو توئی نکالی تو بیٹھا ہے کھیرا ولو کان بعضاً لبعض ظہیرا
--	--

مگر یہ غالب رہنا کیسا ہو گا۔ کہ صرف ایک دو پر نہیں بلکہ غالب علیٰ جمیع العالمین رہیگا۔ جس کا ذکر مسلسل تغیر وار ہوتا چلا جا رہا ہے آگے چلکر مفصلاً بیان ہو جائیگا۔ اس جگہ یہ مجمل مضمون کسی قدر مفصل کیا جاتا ہے۔ کہ یہ بھی آگے چلکر تفصیل و تفسیر کی طرح یکے بادیگے بیان البین ہوتا چلا جائیگا۔ تو اب وہ تفصیلِ مجمل مع تمام اذن طریقوں کے کہ میحائیں کیونکر فنا ہونا چاہئے یہ ہے۔ کہ اس قدر سادہ و زہد و محابہ و رہبانیت کی کچھ ضرورت نہیں۔ ضرورت یہ ہے کہ سب چیزیں برہم کرنا چاہئے۔ تو ان چیزوں میں رحم کرنے والے کی خود ذات بھی شامل ہے۔ اس لئے

خود پر بھی رحم کرے۔ اگر خود پر از خود رحم نہیں کرتا۔ تو پھر دوسرا اس پر کیوں رحم کرنے لگا۔ خود کو تکلیف دینی سخاوت نہیں یہ اپنے ساتھ دشمنی کرنی ہے اور دشمنی غیر کے ساتھ صرف اپنے لئے کی جاتی ہے۔ تو جب کوئی آپ بنا دشمن بنے تو اس سے بڑھ کر اور کوئی دشمنی نہیں ہو سکتی تو جو چیز خود کے حق میں دشمن ہو وہ شیطان ہے اگر خدا اپنے حق میں دشمن و مضر ہو تو خدا ہی شیطان ہے اگر خود ہی مضر ہے۔ تو خود ہی شیطان ہے پس مضر کا نام دشمن ہے۔ اور دشمن کا نام شیطان پس خود وعد و آدمی خود ہی شیطان ہے۔ اس واسطے زاپا ہے۔ خود کشی کا مرکب ہے۔ اگر اپنی دشمنی کو خود کشی کی حد تک بھی پہنچا یا ہو سہی تا ہم رہبانیت و اثیار علی النفس ضرور ہے کہ سب چیز اپنے نفس کے لئے کی جاتی ہے یہ اپنے نفس کو تکلیف دیتا ہے جس کے معنی یہ ہیں۔ کہ دارین میں وہ طالب تکلیف ہے اور راحت جو ایک نعمت ہے اس سے کفران کرتا ہے اس واسطے نرا کا فر ہے کہ بیماری کو صحت پر ترجیح دیتا ہے۔ کہ رات کو آرام نہ کرے اور خود کو تکلیف دیکر شب بیدار رہے۔ اختر شماری کرتا رہے۔ روتا گڑا گڑاتا رہے۔ جس سے بیمار پڑ جائے۔ زیادہ مجاہدہ کرنے سے۔ تمام رگ و پیمان کمزور پڑ کے اس کو ناچارہ و بیچارہ کر دیں۔ کہ بالکل صحت خراب کے آباؤ بیچ ہو جائے۔ دوسروں کی روٹیوں پر پڑا رہے۔ کہ موحدا احدی کہا جائے۔ اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ کوئی سانس نہ لے جس دم کرے کہ جس دم سے غوط زنی میں بہت دُور تک جاسکتا ہے اس لئے یہ روحانی دریا میں دُور تک جائیگا سب خیال کا ایک جامع ہو گا۔ پھر تو پیدا ہی نہ ہوتا تو بہتر تھا جیسے خود پر سب چیز حرام کرنا ہے جیسا کہ کو بھی حرام کر دے نہ رکھا کے سور ہے۔ پس اس طرح کا مجاہدہ پیدا کرنیوالے کو خوب پٹینا چاہئے کہ جب کبھی سے آدمی خدا تک پہنچتا ہے تو یہ بھی تکلیف جلد پہنچ جائے پس یاد رہے کہ یہ نہیں ہے بلکہ دیکھئے مغرب تہمتی ہو رہا گویا ہر طرح کی راحت کا ہونا ضرور ہے کہ اس سنسار ہوٹل میں آرام سے رہ کر دوسرے طرف کا سفر کر سکے نہ کہ بیمار پڑ کر ہو پٹیل میں چلا جائے اور قافلہ آگے نکل جائے بناء علیہ اس قسم کی ریاضت بالکل حرام ہے۔ کیونکہ آگے کی ترقی سے روکتی ہے۔ پس خود کو آرام پہنچانا بڑی عبادت ہے۔ کہ واسطیکہ سب خود کے دم سے ہے۔ جب خود ہی نہیں تو تمام عالم کے سلطنت بھی ملگئی تو کیا بالکل بے فائدہ۔ کیونکہ ملی تو کس کو ملی وہ تو باقی نہیں رہا حتیٰ کہ اگر خدا بھی ملا تو کچھ نہیں۔ کہ خدا ملا اور خود ہی نہیں کہ اس کو حظ حاصل ہو تو اس طرح کا ملا ازل سے موجود ہے اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ اس واسطے کھلم کھلا شرعی امر ہے کہ اول خویش بعدہ درویش۔ اسی لئے

فطرت اس کو جاری ہونے کے واسطے مجبور کرتی ہے بایں وجہ کسی چیز میں رہبانیت و اشار علی النقص کی حاجت نہیں۔ چنانچہ مال جمع کرنے کے لئے اسی واسطے کہا گیا ہے۔ کہ ہر طرح کی راحت پہنچے۔ اوس راحت کے تصدق میں دوسرے کو بھی راحت پہنچائی جائے کہ اس راحت رسانی کا نام زکوٰۃ یعنی ٹیکس ہو کہ زکوٰۃ لینے والا اوس کو لیکر سب کو آرام پہنچائے کہ ہر ایک باہم اس قدر جمع کریں۔ اور اسراف نہ کرتے جائیں کہ دوسرے دوسرے قسم کی نعمتیں خرید سکیں اور انہیں نعمتوں سے تحصیل ثواب وغیرہ ہے جو وقف۔ نذر۔ مہربانی۔ مہمانی۔ صدقہ اور خیرات سے حاصل ہو سکتا ہے بقول شخصیکہ

مرا بہ سحرہ معلوم شد پس از سی سال کہ قدر مال بعلم است و قدر علم بمال
تو یہ سب آرائش اطینان قلب سے ممکن ہے اور وہ بغیر دولت محض ناممکن ہے بلکہ اس کے ممکن و ناممکن ہونے کی جو دولت ہے وہ بھی دولت ہی سے ممکن ہے کہ ایک دولت دوسری دولت کو کھینچتی ہے۔ غرض کہ دولت ہی سب کام کر دیتی ہے بلا اسکے کوئی کام نہیں نکلتا۔ اور دولت وہی ہے جس سے کچھ بھی کام نہ سکے۔ چنانچہ جب کسی نے دنیا میں خدا کی طرف سے منتظم ہونا چاہا یا منتظم بنایا گیا تو ظاہر پہلے اوس کو دولت ہی کی ضرورت پڑی ہے۔ کہ دولت مندوں نے ساتھ دیا۔ رضوان اللہ کے خریدار ہوئے۔ اُس منتظم کے عزیز و محبوب بن گئے ورنہ مفلسی سے کیا ہوتا ہے پھر اس کے مفلسی کی خدمت پورا کر نیکی کے لئے عمل میں لایا جائے کہ آخر یہ بھی ایک کام ہے جو ذیل ہے پس

مفلسی سب بہار لکھوتی ہے مرد کا اعتبار لکھوتی ہے

مفلسی سے بڑھ کے کوئی عیب نہیں۔ مفلسی سے آدمی بھی یک ٹاٹ لکھتا ہے جو ایک بالکل ذلیل پیشہ ہے۔ پس یہ ذیلیوں ہی کے لئے ہے۔ کہ تمام عالم ہستی و نیستی میں ہر نعمت سے مفلس رہے کہ شمع رحمت اللہ علیہ کے آگے ہاتھ پیرا کرے۔ اس میں سارے قویٰ کند ہیں۔ اس میں روحانی قوت کیا ہوگی کہ ہایت اللہ اور نور اللہ سے تو ٹکر ہو سکیگا۔ بس مفلس وہی ہے جو سب نعمتوں میں مفلس ہو۔ تو سب نعمتوں میں حکمت و حکومت سب آگئی کہ دنیا علیا کا نمونہ دیکھو۔ عکس ہے۔ جس کے پاس ہے وہ مرحوم ہے جس کے پاس یہ نہیں وہ مرحوم + مگر جس کے پاس دولت زر کے سوا کوئی دولت نہیں محض مردود و مرحوم ہے۔ تو مرحوم کو حکمت و حکومت نہ ہونے سے ضرور اوندھی سو جھیلی کہ اسی کو تمخہ لعنت کہتے ہیں۔ کہ اچھی چیز کو صریح طور سے دل میں

اچھی سمجھ کے بھی برا کہتا ہے پس ہر برجنان و زبان ہے کہ ہرگز اقرار نہیں کرتا + یہ روز بروز کثیف و خبیث ہوتا جاتا ہے + اور جو نسیم و مرحوم ہیں وہ لطیف و دبیس ہوتے جاتے ہیں + کہ بے فکری سے غذا اچھی ملتی ہے۔ خوں صاف و شفاف ہوتا ہے نعمت کا پانی اون کو سیچتا رہتا ہے یہ سر سبز رہتے ہیں۔ پھولتے پھلتے رہتے ہیں۔ خوب صورتی کا اضافہ ہوتا ہے اوس سے محفوظ ہوتے ہیں۔ دل خوش رہتا ہے۔ اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے سب طرف سے دل بھر پور ہو کر چشمی چل ہو جاتی ہے مگر جو چیز اوس کے پاس نہیں رہیگی اوسکی البتہ اوس کو لالچ ہوگی تو صرف اوس کے لئے ایک ہی شے رہ جاتی ہے جسکو شے بھی نہیں کہہ سکتے مگر شکل سے اوس کو ایک کہہ سکتے ہیں کہ اوس کی لالچ اوس میں رہ جاتی ہے وہ خدا ہے تو جو سب سے سیر چشم ہوگا۔ وہی خدا کی طرف رجوع ہوگا کہ وہ حاصل ہونیکے بعد وہاں سے بھی سیر ہوگا کہ آخر میں سیری کا نام غنا ہو جائیگا تو غنی کو غنا ملیگا نہ کہ مفلس کو یہ سب دولت سے حاصل ہوتا ہے کہ خوشی سے دولت مندوں کے تو مستقل ہو کر منجلی ہو جاتے ہیں کہ خدا صفا و رُوح ماکدّر کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے کہ اون کو دور کی سوچنے لگتی ہے۔ اوسی دور بینی میں یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ خوش سیرتی بڑی اچھی چیز ہے۔ اوس پر پورا عمل کرنا چاہئے + چنانچہ خوش سیرت ہو کر اور ایذا و نعمت کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ پس سلسل ایک نعمت دوسری نعمت کو کھینچتی چلی جاتی ہے کہ بالائی عقل و دانائی کے سرحد سے ان کے پرواز خیال ٹکڑ کھانے لگتے ہیں۔ خدا کی قدرت کے نظارہ کا شوق پیدا ہو جاتا ہے۔ نیک و بد کو پہچاننے کے لئے بڑی بھاری قوتِ ممیزہ حاصل ہو جاتی ہے کہ بلا شک تمام عالم کا عیشِ جنت سے منسوب ہے اور تمام عالم کا رنج و طیشِ جہنم سے بحالتِ کثافتِ ظلمات یہ عبد اللہ سے ربط رکھنا چاہئے اور بصورتِ لطافتِ نورانیہ روح اللہ سے کہ وہ باطمینان قلب عشق کا مواد پیدا کر کے منزلِ روح اللہ کی طرف سفر کرنے کو اعلیٰ درجہ کے عشق و محبت کا توشہ فراہم کر لیتے ہیں جس کو تقویٰ کہتے ہیں۔ کہ کثرتِ اتفاق سے اون میں اس قدر مصالح پیدا ہو جاتا ہے کہ اصلاحِ عالم کے قابل ہو جاتے ہیں تو وہ سب پر قابض ہونے لگتے ہیں اور یہ تنگ چشمی نہیں سمجھی جاتی بلکہ یہ بھی ایک شگوفہ سیر چشمی ہے اُن کو ہمہ آں خوف و تقیہ لگا رہتا ہے کہ کوئی بات خلافِ ارشاد و حیثیت موجود نہ واقع ہو کہ اپنی عزت جائے اور اوس مفلس قلندر کو تو پیٹ کی مار پڑی ہے۔ دل ہی ٹھکانے سے نہیں۔ اطمینانِ قلب کیا ہو کہ خود اور اس کی نسلِ مطہین ہونے پائے اوس کو

تو شب و روز کچھ دماغ کی دھن لگی ہوئی ہے۔ اس کے نزدیک چھوٹی موٹی پرانی دھرائی میلی کچلی بٹری لگی چیزیں بہت ہی نعمت مترقیہ معلوم ہوتی ہیں اس کو بار بار دیکھتا ہے خوش ہوتا ہے اگر اس کو عادت ہوتی تو خوش نہ ہوتا۔ فکر عالی ہوتی یا چیزیں دیکھے ہوئے ہوتا۔ تو پھر خوش ہوتا تو درگھار الکافرت کرتا۔ بلکہ نفرت کیا معنی کہ خدا کی کسی چیز کا بھی خیال تک نہیں کرتا۔ لیکن یہ بات حاصل نہ ہونے سے اس کی کسی حالت ہے جیسے سانپ اپنی شانِ ہوسیت کو کچلی کے ذریعہ سے رد کر دیتا ہے اور دولتِ انانیت کو خود میں رکھتا ہے تو ماری کا بچہ اس کچلی کو مارِ انانیت شکار سمجھ کے قبضہ کرتا ہے۔ اس سے کھیلتا ہے بہت ہی خوش ہوتا ہے۔ مگر جس کو ماؤز مر ماؤز ہر ہرہ اور اس کا من اور عینِ بارِ انانیت شکار ب حاصل ہے۔ اس کے نزدیک کچلی کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ اسی ڈھا پنچ پر اگر خالق و خلق کی مثال سمجھ کے خود کا اطمینان کر لیا جائے تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان مخلوقات سے کسی خلق کو۔ کوئی خلقی چیز مل جاتی ہے۔ تو اس پر نازاں ہونے لگتا ہے کہ ایسی چیز کسی کے پاس نہیں جو کچھ ہیں سو ہم ہی ہیں۔ یہ اس کی کم ہمتی کا باعث ہے۔ جیسے اگر کسی کو آسمان وزمین مل گیا۔ تو بار بار اس کو اپنے تمام علم کی آنکھ سے دیکھتا ہے کہ ہم بڑے معزز ہیں۔ ایسی چیز کسی کے پاس نہیں۔ مگر جو اس طرح کا کروڑوں بنا کے برباد کر دیتا ہے اس کے نزدیک کچھ بھی نہیں ہے جو مالک السموات والارض کے درجہ سے کم ہو کر کچھ مال کا مالک ہے۔ تو معدن سے سونا چاندی لال اور ہیرا نکال کر متانہ بنتا ہے۔ کہ ہماری زمین میں بھی ایسی چیزیں پیدا ہوتی ہیں + جو اس سے کمتر درجہ میں کسی چیز کا قابض ہے تو مائے خوشی کے پھولا جاتا ہے جس کے پاس حسن و جمال علم و عقل و نبوت و محال ہے وہ بھی ایک گو نہ ناز و نیاز میں غلطان و پیچاں ہے کہ ہماری جسمانی طینت اور روحانی نیت میں ایسے ایسے جواہرات پیدا ہوتے ہیں کہ گویا ہمارے جیسا کوئی نہیں جس میں ہر طرح کی قدرتِ یابی کی دولت و نعمت از خود موجود ہے وہ جدا مغرور و متکبر ہو رہا ہے۔ کہ ماچپیں دیگر سے نیت میں ہی لاثانی وحدۃ لاشریک ہوں۔ جو کچھ چاہوں کر گذروں۔ سب چیزیں کے خود کو نیت کر دوں اور کچھ نہ رہوں اور آں واحد میں سب کے ارتکاب کو الفا کروں۔ اور سب سے غنی رہوں۔ بلکہ غنی عن الوجود و عن حجج الشی ہوں۔ مجھ کو سب زیبا ہے تج پھر جس دم ہم مخلوقیت کا جامہ پہن کے سامنے آئیں تو اس وقت ہماری دی ہوئی چیزوں کی بد نظمی کے سبب سے بھرتی کرنی یا ہمارے آگے اترتے ہوئے اون چیزوں کو فخریہ تملانا کسی طرح لائق و جایز نہیں + اگر ہماری دی ہوئی چیز کو غیبتی سمجھ کر اتراتا ہو خوش ہو تو البتہ یا ترانا شکر بہ ہے۔ اور اگر یہ سمجھ کے

اترے کہ ہمارے پاس ایسی چیز ہے اور ہمارے اس آقا کے پاس نہیں ہے۔ تو اس چیز کا رکھنا ہی اُس پر حرام ہے۔ وہ اُس سے چھین لی جائیگی اور سزا بھی ہوگی اور ایسے ہی ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ پھر وہ کوئی چیز ہو علم ہو یا عقل۔ نبوت ہو یا سلطنت۔ حق و جمال ہو یا فضل و کمال۔ مال و مال ہو یا آل و عیال۔ جاہ و جلال ہو یا عزت و اقبال۔ حیات و ممات ہو یا دیگر ازا و جواہرات وجود ہو۔ خواہ عدم ہو کچھ ہو۔ مگر چونکہ ہم سب کچھ کر سکتے ہیں اس لئے یہ بھی ممکن ہے کہ ایسا کرنے والوں کو عقل زیادہ دے دی جائے کہ فوراً متنبہ ہو جائیں تو نہیں دنیا گویا اپنا قصور ہے کہ خود پر سب کچھ زیبا ہونے کی قید و حالت میں یہ تصور بھی زیبا و جایز ہو گیا ہے۔ اس واسطے اس کا بھی کچھ مضائقہ نہیں ہوتا ہوگا + بایں وجہ جو جس عالم میں ہے اس عالم کے انتظام کے مطابق اس کو یہ حکم دیدیا جاتا ہے کہ سب چیزیں انتظام سے استعمال میں لائی جائیں۔ اسراف بے جا نہ ہو۔ اس میں اتراہٹ اور غرہ کو دخل نہ ہو۔ تو پھر کچھ پروا نہیں۔ پھر جس ذات پاک میں ایسی راحت روحانیہ حاصل ہو سکتی ہو تو اس میں ترقی کر کے چلے آنا بہت ہی بڑی نعمت و دولت مندی کی نشانی ہے۔ اس میں بھی کچھ ہم کو اعتراض نہ آئے۔ سن نہیں ہوگا۔ تو وہ ذات عین باعالیجناب الخ السموات والارض جل جلالہ و عم لوانا کی روح پاک کہی جاتی ہے جس کو روح القدس یا روح اللہ کہتے ہیں۔ تو نعمت روح الہی مفلس نابکار کو جو ابھی تک دنیا سے سیر نہیں ہوا ہے اس کو کیونکر مل سکتی ہے۔ وہ ٹری گلی چیز کو نعمت سمجھتا ہے اس لئے بجائے روح القدس کے روح الخبث اور روح المعایب کا مستحق ہے۔ کہ جب اس سے کچھ نہیں بن پڑتی ہے تو اپنے مصایب ملعونہ کو بزرگوں کے مصایب ممنونہ سے نسبت دیکے الدنیا سخن المؤمن کہہ کے دل کی تسکین کر لیتا ہے اور دل میں اچھی طرح سے جانتا ہے کہ محبوب و دنیا ہی زر ہے۔ کہ لوگ اس سے سب نعمتیں حاصل کر کے دوسروں کے لئے فضلہ چھوڑ چھاڑ کے چلے گئے۔ گویا کھیتی کرنے آئے تھے کہ کھیتی کر کے چلے گئے۔ حتیٰ کہ وہ مفلس قلب و نگاہ حسد سے اُمت مرحومہ کو دیکھ کر کافر کہہ دیا کرتا ہے۔ حالانکہ خود کفرانِ نعمت کا مرتکب ہے۔ جس کے عوض میں قوتِ میسرہ و عاقہ چھین لی گئی ہے کہ اتنی بھی تیز نہیں کر سکتا کہ متضاد چیزیں ایک جگہ ضرور رہتی ہیں۔ مگر جو اس میں لطافت و حقانیت کے سبب سے غالب ہوتی ہے وہ ہمیشہ سب سے ہم دباک عیاں عیاں رہتی ہے جس کی عیانی کے مطابق اس کی ضد والی شے اپنی عیانی میں مدہم اور مدھی بلکہ اوحم رہتی ہے جیسے لوز کے آگے ظلمات کھدے + تندرستی کے آگے بیماری کھدے + تو نگرہ کے آگے فقیری کھدے + حیات کے آگے موت کھدے + غیر مجرم کے آگے مجرم کھدے +

روح اللہ کے آگے روح عبد اللہ کند ہے + رحمان کے آگے شیطان کند ہے + دن کے آگے
 مات کند ہے + اچھا کے آگے بُرا کند ہے + آسان کے آگے مشکل کند ہے + ناصر کے آگے
 کافر کند ہے + تو ہر کند و کندہ نازش پر غالب ناصر چیر حکمراں رہا کرتی ہے + پس کافر وہی
 ہے جو کفرانِ نعمت کا مرتکب ہو۔ بد نصیبی جو نمونہ جہنم ہے۔ اوس کو خوش نصیبی جو نمونہ جنت ہے۔
 اوس پر ترجیح دے عبد اللہ کو روح اللہ پر ترجیح دے۔ شیطان کو رحمان پر ترجیح دی۔ و جال کو صیغے
 خوش اقبال پر ترجیح دے۔ غرض کہ نعمت کو نعمت قرار دے۔ اس واسطے وہ جس عالم میں رہیگا ہمیشہ اُس
 عالم کے گونا گوں جہنم کے اقام میں بندہ سبحون رہیگا پس خوش نصیبی جنت ہے اور بد نصیبی دوزخ
 کیونکہ دوزخ و جنت بھی نصیب ہی سے ہے۔ مگر تم یو ما فیو ما عا کلین فی اللہ اور فاکہین خرا صین سے
 بنتے جاتے ہو۔ اس واسطے انتباہ و انباء کسی فکر کی خلش سے متنبہ و مطلع کرنا ہوں کہ تم مقہوریت
 درون مقہوریت سے محفوظ رہو۔ تو وہ یہ ہے۔ کہ اوس نے ہر چیز میں سرداری مقرر کی ہے جیسے
 انگشت میں لبھام۔ نخل میں یحسوب۔ اجرامِ علوی میں آفتاب۔ دوطرفہ میاہِ علوی و سفلی میں امطار۔
 جبال میں طور۔ انسان میں مسیحا جو عین تم کو درجۃ العلیا پر پہنچانے کے لئے مشکل انسان آیا۔ وہ کس
 واسطے کہ ہر چیز سے ایک ایک جدا کام نکلتا ہے۔ تو مسیحا سے بہ آسانی یکتائی معلوم ہوگی۔ بلکہ
 سب کام کل سیکے گا وہ کس طرح کہ جس طرح مقناطیس کی سوئی شمال کا رخ بتلاتی ہے اور مقناطیس سیلیبی
 یہ کیم کا سمت جس پر خطِ عمودی بعراض مستقیم ڈالنے سے چاروں سمت نمایاں ہونے لگتے ہیں جس
 کو چلیپا کہتے ہیں۔ کہ گویا چلیپا بڑا مادی بیڑا جس سے جملہ رنجی کی حالت معلوم ہو سکتی ہے کہ کون ریدہ
 ہے اور کون ناریدہ تو چونکہ کسی سمت کی ابتداء و انتہا کا پتہ نہیں۔ ہر طرف سے مدور ہے کہ اوس کے
 ہر حصہ پر پہنچنے والا۔ ریدہ و ناریدہ کہا جاسکتا ہے اس لئے اس قسم کی ریدگی کا دورہ ناریدگی میں
 شامل ہے۔ تو اب ریدہ کون کہا جاسکتا ہے۔ کہ جیسے مقناطیس سب دھاتوں کو چھوڑ کر صرف لوہا کو
 کھینچتا ہے ویسے ہی وہ مقناطیس حقیقی جسکو اللہ کہتے ہیں وہ ساری مخلوق کو چھوڑ کر صرف اپنی
 غیر مخلوق روح کو کھینچ کر از خود وصال چاہتا ہے جس کو روح اللہ کہتے ہیں اور وہ مسیحا میں ہے بلکہ
 مسیحا بھی روح اللہ کو کہتے ہیں تو روح اللہ کے معنی عین اللہ کے ہوئے۔ تو اللہ اپنی مجلس اللہ
 کو اپنی طرف کچھ کے ایک کر گیا نہ کہ غیر شے کو۔ کیونکہ غیر جنس ہمیشہ دشمن ہوتی ہے۔ اذ عین مجلس ایک
 ہو جایا کرتے ہیں۔ تو آہ + آہ = آہ + آہ = دو آہ = دو اللہ جس کو دو لٹھا کہتے ہیں۔

تو دو لحا ایک ہو کر رہا ہے جو ایک دم ایک دو دھن کے پاس چلا جاتا ہے تو دو لھا دو دھن مل کر
 لہلہ اے اکبر ہوتا ہے جس کو اللہ اکبر کہتے ہیں کہ حمدی اللہ و مریم اللہ کے معنی زن خدا اور مسیح اللہ کے
 معنی مرد خدا۔ تو خدا و زن خدا و مرد خدا تینوں ایک ہی ہیں سر موجود انہیں محض وحدہ لا شریک کو دیاں
 سمجھ تاک کی رسائی بھی ناممکن ہے۔ لیکن اگر سمجھا جائے تو ممکن ہے کہ اسی طرح اول پر خط عمودی
 بعد از مستقیم ڈالنے سے چار ارکان عناصر کی چار سوئی اور روح کی یکسوئی کہ سب یکے بچتے ہوئے
 معلوم ہو سکے وہ اس طرح سے تو بجز عشق و محبت کے ناممکن ہے اور یہ نشانی چلیپا ثانی مجرد کے عشق کی نشانی ہے۔ تو
 اگر کوئی چاہے کہ ایشائے معدنی و مخزن فی صحرائی و دیارائی یعنی مدلولی موجودی و مقنودی۔ کائناتی و الاہی ان سب میں
 فنا ہو سکے بعد میجائے روح اللہ میں فنا ہو تو اس فنا ہو سکے اوقات کو ایک مسلسل زمانہ نامتناہی و کار ہے اسلئے وہ ان
 تمام زمانہ تک لگاتار مدیت و ملکوتیت کی بوجھار سے گراں بار ہوتا رہیگا۔ بار بار اوس مادہ بخطا حرام زادہ
 کو اس قید خانہ بخیال کے ہزار اقسام کے پیرے بنام اشکال گونا گوں میں قید و بند ہونا
 پڑتا رہیگا۔ کہ پیدا ہو ہو کے ناپید ہو کر رہے۔ ہمیشہ مڑتا گڑتا رہے۔ تمام اپنی ہستی و نیستی سمیت
 مصیبتوں میں پڑا رہے۔ محدود و مقید ہستی و نیستی میں رہ کر نامحدودیت کے سرحد تک بھی وصل
 نہ ہو سکے۔ اوس قیدی کا عقل و خیال جو اوس میں قید ہے اوس کی بھی بلند پروازی قید خانہ کے
 چوہدری کے باہر نہ جانے پائے۔ غرض کہ جو کچھ اوس بندہ و قیدی کے لئے قواعد قید بنائے
 جائیں اوس میں وہ حرام کا پلا دیا قید ہے کہ اس دور تسلسل سے باہر نہ ہونے پائے۔ یہ گھوڑا اڑا
 کرے اور کوڑا پڑا کرے۔ میچا تک پہنچنے کی نوبت نہ آئے۔ پس اگر کوئی اپنا بھلا چاہتا ہے تو وہ
 ہرگز اس جرم کا مرتکب نہ ہو کہ وہ مخلوق میں فنا ہونے کی کوشش کرے۔ بلکہ اذراہ عشق و محبت اوس
 قطری قوت مجسمہ میں فنا ہونے کی کوشش کرے۔ جو بلار یا ضلت از خود وہی ازلی ہے۔ جبکہ روح اللہ
 کہتے ہیں کہ اس میں سر ہو جائے و گفت و شفقت نہیں۔ مجال انکار نہیں۔ اتمام حجت خلاص ہے۔
 چنانچہ یہ توصیف آیات بینات سے ہے کہ نور آفتاب سے عرض جو ہر سے صفت موصوف
 سے حیات روح سے۔ بالکل جدا نہیں جس کو جمع مع الفارق کہتے ہیں۔ تو یہ روح اللہ
 سے کیونکر جدا ہو سکتا ہے ہرگز جدا نہیں۔ بس روح اللہ کے معنی عین اللہ کے ہیں کہ ہمیشہ متمم ہائے
 گونا گوں کا نزول ہوتا رہتا ہے۔ اسی طرح سے یہ بھی ایک نعمت عالیہ۔ سرایا مجسمہ و معبود ہو کر
 لوگوں کے پاس اس واسطے آئی۔ کہ اُن کا بھلا ہو بلکہ لوگوں کی محنت و جانفشانی اذہو رہبانیت و مجاہدہ۔
 عالم غشی میں زبانِ حلال سے صاف کہہ رہی تھی کہ طالب عرفان کے عرفانی طلب کی مانگ ہے لہذا مستقیم

سہ
 روح اللہ

کمکشاں کو مس کرتی ہوئی علم الہی تک پہنچی ہوئی ہے۔ مگر منور قبولیت جنبش میں نہ آئی۔ اس کا کیا سبب ہوگا۔ تو آخر اس نے رحمۃ اس نعمت کی تکمیل کے لئے بھی انما ز و نہجالت نہ کر کے سموات کے چمکیے ناہنگ ٹیکا سے اوج بالا کر کے بتلادیا کہ تمام ذخیرہ علم الشہد کا پراگندہ شیرازہ باقاعدہ شیشہ فراہم و مرتب کر کے بھگل گلدستہ کائنات اپنی کرسی کے سامنے حلقۃ الزجارج بہ گلگون کی طرح میز پر رکھ دیا ہے کہ یہ سب آرائش و تزیین عین ہماری روحانی غذا ہے اور وہ روح روحانی بروح مجسم۔ فی الدنیا۔ میچا ہے اور اسکی تلقین و ہدایت پر تحمل ہونا اس کی نفس کی قلب کا باعث ہے۔ جو اس کی غذا ہو سکتی ہے۔ کہ اسکو غذا پہنچانی عین اللہ کو پہنچانی ہے چنانچہ اسی اکل ماکول کی سبق دی کے لئے طح طرح سے لوگوں نے سمجھایا اور اس کتاب اللہ بنام کتاب المبین کا خلاصہ انخلاصہ اس زمانہ کے مطابق کتاب التین۔ تینا نا بکل شیء۔ مادہ تقریر آئندہ جس میں ترمیم وغیرہ کی ضرورت آن پڑتی ہے۔ شارح کرتے ہے جس کے صدہ اڈیشن ہو چکے ہیں۔ مگر اس نیچرل جنرل کتاب المبین کی کبھی کوئی اڈیشن کیسے ضرورت نہیں پڑی نہ ابھی تک اس کا کوئی دول ادھر سرکلر نسخہ ہوا ہے۔ بلکہ تم سے پوشیدہ کسی دوسرے عالم میں پیش کیا گیا ہے۔ جو آگے چلکر معلوم ہوگا۔ پس اللہ ایک ہے۔ سب لوگ ایک ایک ہیں۔ سب کے لئے ایک قاعدہ ہے۔ دیکھو کیسی اس کی فرسٹ کلاس کی وحدانیت ہے۔ پس اس کا مضمون بھی ایک ہے۔ کہ اب دابن وام ثلانی مجرہ ہیں ہرگز تین نہیں۔ لا تقولوا ثلاثۃ۔ ان اللہ وحدہ لا شریک لہ۔ للملک الحمد ہو علی کل شیء قذیر۔ پس اس پر نظر ثانی کی ضرورت نہیں۔ نہ اس کو کسی قسم کا خوف ہے کہ کوئی ثنائی خدا ہے جو اس پر معترض ہوگا۔ پس یہ ایک معرکہ الاراء کتاب المبین نیچرل ایجوکیشنل کافر نس سے پاس ہو کر تمام مخلوق کے لئے کورس کی طرح جاری کی گئی ہے جسکی ہر لائن خط نصف النہار کی طرح کج و یج راستہ بتلاتی ہوئی نقطہ سمت کے ساتھ یکے بادیگے زیر و زبر ہو کر اپنی ہستی مدور نامحدود کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ کہ ہمت منہ تھائے اشارہ حسیہ کا نام ہے۔ کہ وہی سمت حقیقی ہے اور اسی جگہ تقاطع خطوط و نقاط کا خاتمہ ہوتا ہے پھر وہ ایک ہو یا دو ہو خواہ تین جیسے الاب والابن والام یعنی آلم = اللہم گرم نہیں سمجھتے۔ پس نہ تو قطار السموات والارض بلکہ جمیع کائنات کا نقطہ مستند وہی ہے جس پر یہ دائرہ تثلیث آلم بکمل دائرہ چمٹی ہوئی گردش کر رہی ہے۔ وہاں تک یہ آسانی پہنچ کر نقطہ موہم المکتوم مطلق السطح ایک پنپنیکا اہل ترین طریقہ عمود قاست سیا بغیر عمدہ ہے جو خط استوا کی طرح یک رخنی کے ساتھ بصراط مستقیم سرورہاں ہے و جسکی تثلیث سے ہر ایک زمانہ کا طریقہ تعلیم و تعلم و ترکیب و ترتیب

اوس زمانہ کی معاشرت کے مطابق اس قدرانی و ظلمانی۔ یعنی و نہاری و دہشتی۔ مدہسلسل کتاب المسبین کی مضمون گردانی کر کے خلاصہ انخلاصہ آسمانی کتاب تیار کروا کے بھج دیتا ہے۔ کہ پہلی کتاب کی بہت کچھ درق گردانی کر چکے۔ اب آگے بڑھو۔ تو ہر راستہ کشا ہی لیتا ہو کہیں نہ کہیں موڑ ضرور آئیگا جہاں پلٹنا پڑیگا۔ پھر اگرچہ وہ خط متوازی ہی کیوں نہ ہو موڑ کھا کر دائرہ بجا آئیگا۔ مگر درانحالیکہ راستہ غیر متوازی اکدم سیدھا موجود ہے۔ پھر کیوں کوئی اس قدر کج دیوج کا طریقہ اختیار کرے کہ ٹھوکر کھا کے جہنم میں گرنے کا خوف پیدا ہو جسکی بالکل صاف مثال یہ ہے کہ جیسے پھلی کا دوشاخہ کا ٹاڈا دھر اوھر کج و بیچ پھیلکر رہ جاتا ہے ادا اس کے زیج کی لکیر بخط مستقیم اوسکے منہ تک چلی جاتی ہے۔ تو اس راستہ راست بے خار دار کو نہیں قبول کرنا سخت جرم ہے۔ گناہ ہے۔ قصداً خود کو ہلکان میں اٹھا کرنا ہے تو اس بُرائی کا بدلہ سزاؤ اوس کو بُرائی کے ساتھ نا کامیابی سے مقابلہ کرنا پڑیگا۔ پھر اس بُرائی پر اولٹا اوس کو بھلائی سمجھتے رہنا ڈبل بُرائی ہے۔ اس کا اور بھی شدت سے نتیجہ بُرا ہوگا۔ کہ وہ بُرائی ایک رنگ میں نہوگی بلکہ دھوپ چھاؤں کی طرح رنگارنگ ہوتی جائیگی کہ معاوضہ جہنم رنگارنگ میں گرتا رہے اس لئے

تجھ میں سے بُرائی جو نکلی جائے تو اچھا نکلے تو نکلی جائے نہ نکلے تو بلا سے بہتر ہے وہی شخص جو ٹھوکر بھی نہ کھائے اگر اوس پر یہ بہتان ہے کرتا ہے وہ خود ہی دوزخ کو بھی تو جان لے یہ بھی ہی ہو ہے بس میں بھی کتنا ہوں میجا میں فنا ہو	یہ خوئے خرابات بدل جائے تو اچھا تو خود ہی جہاں چھوڑ کے تلجائے تو اچھا دس ٹھوکریں کھا کر بھی سنبھل جائے تو اچھا پھر نار جہنم میں تو جلی جائے تو اچھا سانچہ میں ہویت کے تو ٹھوکر جلی جائے تو اچھا۔ بھلی میں تری روح جو تلجائے تو اچھا
---	---

مگر یہ واضح ہے کہ کس بھلی میں روح پروری بہتر ہوگی کیونکہ بھلی کے بے شمار اقسام ہیں اگرچہ۔ بد معاش۔ حرام زادہ و گنگارا اور دگر مخلوقات بھلی کے اقسام سے کسی بھلی میں فناء ہو۔ جس میں اس کی روح پرورش پاسکے تو یہ سب کے سب انہیں اقسام بھلی سے کوئی قسم کے بھلی نکلیں گے جو یہ سب نابکار بھلی۔ اوس بھلی کے ازلی کے مقہور و ملعون ہو کر نیستی ملعون میں پڑ کر ہلاکت ابدی میں پڑنے والے ثابت ہونگے۔ بلکہ یوں سمجھنا چاہئے کہ پڑ چکے جس میں سے اوس شخص کی خود ذات بھی ہوگی۔ جو بھج بھجائے ازلی کے دگر بھلی کے تلاش میں ہے۔ جس بھلی کے ازلی کی اس طرح مثال ہو سکتی ہے جی کہ اگر ایک کر دی شکل کا آئینہ

جس پر بہت سے خانے بنے ہوئے ہوں جسکو کروئی مشبک آئینہ کہہ سکتے ہوں جس کے اندرونی حصّہ میں بھی اویسی بیرونی حصّہ کی طرح آئینہ نما شبکہ واقع ہو۔ بنایا جائے وہ مطلق کرا کے بہت زور سے گھوما دیا جائے کہ اوس گھومتی ہوئی حالت میں اوس کی کچھ بہت ہی خراب فوٹو کا عکس کسی آئینہ سے منعکس ہوتا ہوا اوس پر آ کے پڑے کہ اوس کروئی آئینہ مشبک میں تشبیک و گردش کے سبب سے اوس کے اندر باہر باختلافات رنگارنگ تصاویر بچھائے باطل اس طرح پیدا ہوں جس طرح تصویر شخص جو زندہ محسوس ہوتی ہے اور حقیقتہً زندہ نہیں ہوتی۔ مگر کسی چیز کے اثر سے ایسا دکھتا ہے تو گویا یہ سب بھیلے باطل بھی کسی کی مرد و فوٹو کی برکت سے ایسا دکھائی دے دیں جو درحقیقت حقیقتی نہیں مگر لوگ اس بھگل کی ٹٹھی میں ایسے گرفتار ہو جائیں جیسے پھلے۔ کہ اوس کے لئے سب چیز پانی میں موجود ہے مگر بے صبری کو راہ دیکر شت انداز کے شت میں چلی جاتی ہے کہ اوسکو وطن سے بیوطن ہو جانے پر تڑپ تڑپ کے جان دینی پڑتی ہے پھر کوئی دریا سے نکل کر اوس کو چھوٹانے نہیں آتا۔ اگر آئے تو اوسکی بھی یہی حالت ہو۔ پس دریائی چالاک خلقت یہ حالت دیکھ کر عبرت پکڑ کے متنبہ ہو جاتی ہے + تو اس کروئی مشبک و معلق آئینہ۔ بنام السموات والارض جو اوس طرف والے کے لئے جملہ نما ہے اوس سے عین اللہ اپنی چشم علم سے منظر ہے کہ اس میں کیا ہو رہا ہے کہ یہ کس طرح اوس مردود فوٹو کے پیچھے پڑ کر ششدر ہو رہے ہیں۔ اور اس میں سے اس طرح نکلنے کی کوشش نہیں کرتے جس طرح اپنی آواز خود سے جدا کر کے سُنے کے لئے فوٹو گراف میں بند کر کے سُنتے ہیں۔ اور اپنی صورت خود سے جدا کر کے دیکھنے کے لئے فوٹو گرافی کے ذریعہ سے اختیار کرتے ہیں گویا اسقدر اپنے دیدار کے خالق ہیں۔ تو اگر اکدم خود کو خودی سے جدا کر کے دیکھنے کی کوشش کرتے تو کیا اچھی بات تھی۔ کہ خود کو بھیسے ازلی کی روح جس کو روح اللہ کہتے ہیں اوس میں بند کر کے عین اللہ سے خود کو مشاہدہ کر لیتے کہ اس میں اُس کو ابد کی مابانی حاصل ہو جاتی۔ خود بینی سے فرصت نہ ملتی۔ کیونکہ جب کوئی خود سے بڑھ کر نہ تو اوسکو دیکھے خود سے کم کیا دیکھے۔ مگر غضب تو یہ ہے کہ روح اللہ کے نام سے ایسی چڑھے کہ سنتے ہی ایسے بھاگتے ہیں جیسے علی کے نام سے نمک حرام غاصب لوگ بھاگتے ہیں یا جیسے وہ بیوٹی جنوں نے کبھی ریل گاڑی کی آواز نہیں سنی ہو اور نہ اوسکو دیکھا ہو۔ اگر احياناً دیکھ سُن لیتے ہیں تو بے تحاشہ اپنی دم سم دمہ پنجم سے بیخبر ہو کے بھاگتے ہیں۔ حالانکہ روح اللہ سرور الوہیت کا

۱۰۰۰

ایک نورانی ابدی بار و درخت ہے۔ کہ ہمیشہ پھلتا رہتا ہے اور ہمیشہ آزاد۔ کہ آزاد سے بالکل پھل کی امید نہیں۔ مگر جو اسید وار ہو تو اس سے یہ بھی بعید نہیں کہ کلمہ طیبہ نام کلمہ اللہ ہستی علیہ ایک ثمرہ لم ید ولم یولد کی طرح کسی خاکی ملم گلد میں بویا گیا کہ بے پھل بھی رہ کر امید وار کو بے بری کا برکھلائے اور فی السماء یعنی غائبستان میں پھل پھول کے درخت بردار کا پھل ہو کہ سب اس نخل طوبیٰ سے برخودار ہوں۔ مگر کوئی برخودار نو چشم نہ ہوا۔ اور نہ ہوتا ہے بلکہ اولٹا اس کے ملم ہونے کی شکایت ہوتی رہتی ہے۔ کہ ملم کیوں ہوا۔ تو ذرا جائے غور ہے کہ گل ہمیشہ خار سے گھیرا جاتا ہے۔ خزانہ ہمیشہ مار سے پھیرا جاتا ہے۔ مولوں پتھر کی حفاظت کے لئے تو لوں پتھر کی ڈھیری لگائی جاتی ہے۔ کنیز مخفی کے لئے آسمانی گھیرا اور شجرہ طوبیٰ بنام سجا اور سیری بنایا جاتا ہے۔ مخزنی حفاظت کے لئے چھکا لپٹا جاتا ہے اسی طرح روح کا پھل پھول غائبستان میں پنپنے کے لئے لمچی و دومی پھل جو معارج الی السماء نہیں ہوتا اس میں محفوظ کیا گیا کہ لوگ اس میں اگر خود کو سچیں۔ کہ اُن کی نفع پروری کا سامان مہیا ہو کہ روح کو معلوم المکتوم غذا پہنچتی ہے کہ غائبستان سے پھر بھار کر نپولا اس میں ترقی دیتا ہے جسکو مدبر الامر من السماء کہتے ہیں تو وہ وہی روح اللہ ہے تیج پس جو جس عالم کا رہنے والا ہوتا ہے۔ اس کو اسی عالم کی غذا ملتی ہے مثلاً اگر بکری ہوگا تو اس کو بکری غذا ایلیگی۔ عمری ہوگا تو اسکو عمری غذا ایلیگی۔ آبی ہوگا تو اسکو آبی غذا ایلیگی۔ آتشی ہوگا تو اسکو آتشی غذا ایلیگی۔ خاکی ہوگا تو اسکو خاکی غذا ایلیگی۔ بادی ہوگا تو اسکو بادی غذا ایلیگی۔ سفلی ہوگا تو اسکو سفلی غذا ایلیگی۔ علوی ہوگا تو اسکو علوی غذا ایلیگی۔ شیطانی ہوگا تو اسکو شیطانی غذا ایلیگی۔ نورانی ہوگا تو اس کو نورانی غذا ایلیگی۔ روحانی ہوگا۔ تو اسکو روحانی غذا ایلیگی۔ عین اللہ ہوگا تو اس کو عین اللہ غذا ایلیگی۔ جیسی روح دیے فرشتے۔ تو عین اللہ غذا سے بڑھ کر ہرگز کوئی غذائے رزق کریم نہیں ہو سکتی۔ اسی کی دعوت و ضیافت میں داخل ہونے کا نام آرام و جنت ہے جو روح و دعوت کر کے نفع یابی سے روحانی کرتا ہے عدا جرم و گناہ کا ترکیب ہوتا ہے اور گناہ وہی ہے جس میں دین و دنیا کا نقصان ہو۔ تو اسکی رضا کے خلاف اپنے اعضائی قویٰ کو استعمال کرنا البتہ گناہ عظیم ہے جس کے صدور کا الام منجانب الشیطان ہوتا ہے جس سے اس کا خراب ہو جاتا ہے۔ کہ جس عالم کا ہے اسی عالم کے جہنم میں پڑتا ہے مثلاً خاکی ہے تو خاکی جہنم بنام تناسخ و مصائب

میں جو بادی ہے وہ بادی جہنم میں جو مجرم پر مجرم ہوتا جاتا ہے وہ ناری جہنم میں کیونکہ آگ سب چیز کو پاک کرتی ہے۔ تو عدم حفظانِ صحت جسمانی دردِ حافی البتہ جرم ہے۔ اس واسطے کہ سرایا مجرم ہو گیا جہنمِ اصل ہو گا۔ پس طریقہ حصولِ رضوان اللہ کا صد دروِشن پرستی سے اخذ کرنا یقیناً مرید الاوثان و تالِج الشیطان ہونے کی شہادت ہے۔ یہ ہرگز صراطِ مستقیم نہیں۔ بلکہ صراطِ مستقیم کی تشریح اصطلاحاتِ الہیہ کے بموجب یہ ہے سچ کہ جیسے بنی اسرائیل سے کہا گیا کہ وہ مفضل علی العالمین علی الدوام ایسی حالت میں کٹے گئے ہیں کہ جس دم مسیحائے شریف لائیں تو وہ سب کے سب اکدم اولن کے لئے سر تسلیم خم ہوئے گردن بطاعتِ نہاں ہوتے جائیں۔ اگر خدا سے ملنا ہو تو اولن میں ازراہِ عشق و محبت فنا ہو جائیں۔ بصورتِ عدم تعمیل امرِ ناسخ و تاح و تحت عزت و عظمت۔ حکمت و حکومت ابد الابد کے لئے غارت کر دئے جائیں گے۔ چنانچہ موسیٰ کو لوگوں نے مسیٰ سمجھا۔ پس موسیٰ قہر الہی نے مسیحائے بعد اولن کی حجامت کر دی ویسے ہی جب مثلِ موسیٰ مسیح بنام محمد صبح آیا تو اس کے ذریعہ سے یہ کم لایا گیا کہ جو لوگ مسیحائے واسطہ بنام روح اللہ پر مومن یا لیب ہو کر اسلام نہ لائیں گے یعنی سر تسلیم خم نہ کریں گے۔ اور اس میں ازراہِ عشق و محبت فنا نہ ہونگے اور مسیحائے روح اللہ کو ویسی ہی مسمیٰ سمجھیں گے اور بن مریم ظاہر یہ سمجھیں گے۔ تو واضح رہے کہ اوس دن کہ جس دن آخری دن ہو گا۔ کہ اوس دن کے بعد پھر کوئی دن نہ ہو گا۔ جس میں انصاف کیا جائیگا کہ عین وہی دن انصاف کا قرار پائیگا کہ سب کو سختی سے سزا ہو جس کو یوم الدین کہہ سکتے ہیں۔ جو متصل بہ یوم الشہود و یوم عاد الموعد واقع ہو گا جس میں ہویت و انیت اور صراطِ انانیت جو ہر ایک میں مختلف طریقہ سے واقع ہے۔ غایب ہو کر اوس مرجعِ انانیت میں فنا ہونے والی ہے۔ جو انانیتِ قدسیہ۔ رب الارباب و افرالانیت ہے۔ جسکو ملکِ یوم الدین کہتے ہیں؛ اُس میں الوہیت کا سارا کمال مجسم اور ربوبیت کا سارا اسرار مجید ہو گا۔ جس کے آگے سر تسلیم خم کے بغیر کسی طرح سے بھی چارہ نہ ہو سیکے گا۔ پھر خود میں کسی کو فنا ہونے دے یا نہ ہونے دے یہ اُس کو اختیار ہے لیکن بڑی تمہایت کے ساتھ عدلاً سزا کریگا۔ پس یہی صراطِ مستقیم غیر مغضوب من غیر صراطِ المستقیم بنی اسرائیل ہے۔ جس پر یہ تمام و کمال نعمت کا خاتمہ ہو چکا۔ کہ اُس کو طریقہ روح الہی بنایا پھر اُس کی روح کے بعد اور کیا ہو سکتا ہے بجز اس کے کہ خود ہی علانیہ کہے کہ لو میں خود آیا تو اُس کو دجال کہو گے تو خیر بقول تمہارے وہی دجالِ حقیقی آئیگا اور ثابت ہو جائیگا کہ کون اندھے ہے۔ کون

ایک چشم اور کون دہم اور کون مسیح حقیقی اور کون مسیح الدجال لہذا پہلے ہی سے اوس رسول ذی قوت عند ذی العرش الملکین کے لئے اوس کے سرزمین پر جس میں فرسائی و سراندازی کرتے رہنا چاہئے کہ گھٹھا تک پڑ جائے۔ شاید وہ ساری گستاخی گزشتہ و گناہ مامنی کو بخش دے کیونکہ بڑا غفور الرحیم اور بالکل غنی عن العالمین ہے اوس کو تو کسی بات کی پروا نہیں یہ سب اُسی کو علم ہے کہ اُس نے کیوں بنا رکھا ہے مگر اتنا معلوم ہے کہ اوس کی مرضی میں داخل ہو جانا عین صراطِ مستقیم ہے۔ لہذا اسی صراطِ مستقیم پر چلنے کی اونہیں سے ناک رگڑ رگڑ کے دُعا مانگتے رہو۔ پس اتباعِ دین من غیر مذالاسلام تا طور الحق سخت سے سخت جرمِ عظیم ہے اس واسطے یہ حکم میجائے روحانی عبادت اور میجائے حقانی آئندہ کے وسط میں دینی طور سے شائع کر دیا جاتا ہے آگے ماعلیٰ الرسول الابلغ المبین تو گویا یہ جیل اللہ بنام زنا جس میں مدد چھبے لگے ہوئے ہیں یہ اشارہ ہے کہ مسیح کی تائید میں تمام کراتِ سموات ایک اینٹ کی طرح استقامت آویزاں ہے جس میں طنابِ سفلیہ اوس کا۔ رسول الی الخلق کا دامن ہے کہ اوس کا دامن پکڑ کر اوس طرف کا سفر اختیار کرنا ایسا ہی ہے کہ سبیل الرشاد و معلوم کے لئے پروانہ و تذکرہ لے لینا ہے۔ تو مطابق اصطلاحاتِ الہیہ۔ ان سب عبارات مذکورہ بالا کی تشریح بہ طورِ جمع مع الفارق یہ ہوئی کہ نعمت اللہ علی امت اللہ الی یوم القیامہ نہیگی کہ ان مومنین پر کوئی تسلط و سبیل نہ پائے جس کا معنی عملاً دنیا جو نمونہ آخرت ہے اوس میں قائم ہے۔ بس جس قدر لفظاً قابلِ ظہور تھا اوس کا لفظ سے ظہور ہوا جو معنیاً قابلِ ظہور تھا اوس کا ظہور ہو رہا ہے۔ کہ اوس کی اُمت کثرت سے ظاہر نمونہ باطن میں حاکم ہے۔ پس اُمت اللہ کا حکم دین دنیا دونوں جگہ ہے۔ اور امت الشیطان دونوں جگہ مردود ہے۔ تو جس طرح عموماً انسان سب چیز کا حاکم کیا گیا ہے سب مرسلات اُنہی کے لئے مخر ہیں۔ کہ اوس میں کی کوئی چیز بھی انسانی حقیقت کے سمجھنے کے لئے درپے نہیں بلکہ ہر منقاد و مجبور نے زبردستی یہ سمجھ لیا ہے کہ اس میں کسی کی طرف سے زبردستی ہو جانے کا معجزہ دیا گیا ہے۔ جو اس کا اکتسابی فعل نہیں ہے جو اسی طرح تمام امت اللہ اپنے عقلی معجزہ سے سب پر زبردستی حاکم ہو گئی ہے کہ تمام کامیائیت پر مسیحا جس میں خدا نے اسراراً تقیہ فرمایا ہے کہ مسیحا خود ہی از خود روح اللہ و عین اللہ ہے قدرۃ زبردستی سب پر غالب ہے کہ جو چاہتا ہے کرتا ہے + تو چونکہ انسان کو باعتبار و گرجیانات کے عقل زیادہ دی گئی ہے اس لئے بصورتِ خلافِ عقل کام کرنے کے اس سے باز پرس ہے +

پھر ان علماء میں جو بازپرسی کے لائق قرار پائیں گے اوس سے بھی ضرور بازپرسی ہے پھر وہ کوئی ہو + پس انسان ہو کر بطور طریقہ ناجائز انسانی عہدہ سے خود کو ڈگریٹ کر اگر عہدہ باطنی پر متنازعہ کر لئے جانے کا بعید البعید تصوری علاقہ بھی جرم باطنی ہے جو کہ ایسا کرنا قصداً خود کو بدآبی کی طرف مایل کرتا ہے + تو مسیحائیک سائی ہونے میں مدتہائیت کی ضرورت حاصل کر دینا بھی ایک جرم عظیم ہے، صراطِ نخی ہے ہرگز صراطِ مستقیم نہیں = بلکہ علاوہ ان تمام جرائم کے یہ بڑا جرم ہے کہ اپنے طور سے ایک نامعقول دینی طریقہ فنا ہونے کا ایجاد کرنا جس میں وہ اپنے عالمِ جسمانی کا مجرم قرار پائے اس واسطے ہرگز کوئی طریقہ ایجاد نہیں کرنا چاہئے۔ پس جہاں پر کھلم کھلا خاص طور سے کوئی طریقہ بتلادیا جائے اسی طریقہ کو طریقہ مستند سمجھنا چاہئے جو کہ اسی بیان کے لئے یسب بیان کا سلسلہ جاری ہے جو کسی نہ کسی جگہ کھلم کھلا امر بیان ہو جائیگا۔ یہاں پر اوس کے لئے یہ توجہ دلایا جاتا ہے کہ یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ دنیا میں ایسی نظریں بھی گزری ہیں کہ خلیق لوگوں نے اپنی جو روح بیٹی کی ذلت و رسوائی گوارا کر لی ہے۔ اور مہمان کی طرف ہرگز حرف نہ آنے دیا ہے۔ گویا اس درجہ درجۃ الضیف کو نبیلۃ الکبریٰ سمجھا ہے تو روح جو ایک قسم کی ضیف اللہ ہے وہ چند روز کے لئے ان وجودی مکانات میں قیام پذیر ہے۔ اوس کی اچھی چیزوں سے دعوت کرنی چاہئے نہ کہ عداوت سے تو جو کوئی کسی کو دکھ دیکھا۔ دکھایا ہوگا۔ تو اوس کوئی کے زمرہ میں خود اسکی روح شامل ہے لہذا اگر اوس کو دکھ دیکھا۔ تو دکھ دیا جائیگا۔ پس جب اپنے دکھ دینے پر یہ سزا ہے تو خاص روح اللہ کے دکھ دینے پر کیا نہ کچھ سزا ہو سکتی ہے جو پھر اوس کو دکھ دینے کے بہت سے اقسام ہو سکتے ہیں منجملہ ان کے یہ ہے کہ اوس کی ذری سہ سزائی حکم کرنی بھی دکھ دینے میں شریک ہے۔ زبانی اقرار اور دل میں انکار کرنا ہی کفر و شرک ہے۔ گویا اپنے نالائین ابا جاد کا پاٹ پڑھتے چلے جانا ہے + چنانچہ قفا بالقفا علی الآثار سلین آتے گئے کہ ایک اللہ تعالیٰ کا بہت ہی عزیز روح و دواں آنیوالا ہے۔ جو بدرجہ خصوصیت اسی قابل ہے کہ لوگ اُس میں فنا ہوتے جائیں۔ کہ دشوار گزار گھاٹیوں سے سابقہ دھڑے۔ نہ ان کا خراب اثر اُن میں سرایت کرے۔ بلکہ خصائل روحانیہ اور راحت و رحمت۔ رافت و رفعت۔ مودت و محبت۔ سردارٹی و سرکاری الی یوم القیامہ حاصل ہو۔ کہ لگاتار روح سفلی سے لیکر روح علوی تک۔ اور روح علوی سے لیکر روح نامکن الفہم تک۔ بہ آسانی فنا ہو جائیں۔ کہ رحمت علی ذلِینِ فعلت جس کے لغوی معنی یہ ہوتے ہیں کہ خصوصیت سے ایک بار مہربانی کرنی کہ اوس مہربانی کا سلسلہ تا بہ الخدام مہربانی سلسل جاری ہے جو کہ شاید اوس کو روح و

رحمت سمجھ کر فنا فی الروح ہونے کی ہدایت اخذ کر کے صراطِ مستقیم پر چلے جائیں۔ کہ روحِ انجس سے معزز ہو کر مرجعِ رحم رحمان بنام رُوح القدس میں منہمک ہوں۔ کہ وہی روح اللہ و روحِ آدمین جو سب کافی الحیات و المات دانی و دلی ہے اپنی ولایتِ خاصہ میں سکونت پذیر ہونے دے + کیونکہ کافرین کا مولیٰ خصوصیت کے ساتھ علیٰ الغلیم نہیں ہو سکتا۔ پس ایسے نالایق و نابکاروں کا دعویٰ بالکل بے دلیل ہے۔ اور ان کے اسناد اکدم ناممورہ ہیں۔ کہ خواہ مخواہ ہی جنت میں جلیٹینگے۔ اگر یہ سچ ہے تو اے نالایق لوگو! جیو! دلائل و براہین کے ان کُتُم صادقین مگر تم لوگ بُرہان کھماں سے لاؤ گے۔ کیونکہ یہ تو کُتُم کھٹی بات ہے کہ ظاہرستان باطنستان کا نمونہ ہے۔ جو یہاں اندھا ہے وہاں بھی اندھا ہے جس کو یہاں حکومت متلذذہ حاصل ہے اس کو وہاں بھی حاصل ہے۔ نالایق کو ہرگز حکومت نہیں ملتی۔ کہ ظلم کو ترقی ہو۔ مگر ہاں سے

چو خواہد کہ ویراں کُند عالمے نمدُ ناک در پنچہ خطالمے

تو اب یاد رہے کہ جعفر حکومتوں کا سلسلہ ہے۔ سب او نہیں لایقین کے لئے ہے۔ بلکہ ہمدانی و ایدہی آرامِ جنت بھی انہیں کے ہے۔ جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ پوشیدگی کے بھی عالم میں آرام سے وہی براہِ جتے رہینگے۔ حتیٰ کہ اون کو ہر طرح کے جھگڑے سے بلا خوف و بلا حزن خلاصی و ہشتنگی حاصل ہو جائیگی۔ کیونکہ وہ تابعِ رُوح اللہ و فنا فی الروح ہیں۔ تو جو لوگ فنا فی الروح اللہ ہوتے ہیں۔ انکی براءت الاستہلال و آثارِ الصقوت و الحنِ القول اور یہاں سے وجوہ بالعوامی الاقدام جو موجب ازویا و دشمنی حوصاف مترشح ہوتے ہی یہ انطباع فی الدماغ ہو جاتا ہے کہ یہ ریاہ الروح علیکے استراحت سے مستریح و مفرح ہیں گویا

صورت اقبال بشاں برجیس اَنَا فَتَحْنَا لَكُمْ فَتْحًا مُبِينًا

کا مصداق پیش آتا ہے۔ پھر اون کے افعال سے نیک چلنی ثابت ہو کر تہاوتِ مناطقہ ہو جاتی ہے۔ کہ یہ قطعی یا شندگانِ رحمت گاہِ الٰہی سے ہیں + اگرچہ منافقین مسمیٰ الطن۔ ملعون باللہن۔ بے انتہا اون لوگوں کی حق میں منتبز بالقاب السَّوْءِ مارکتے ہیں۔ تو اُس کا کچھ مضائقہ نہیں۔ کیونکہ ملعون اسی کو تو کہتے ہیں جو تمام نعمتوں سے مردود ہے۔ او نہیں نعمتوں میں سے خلق و اخلاق۔ آداب و تمدن۔ تمدن و شائستگی و جمیع خوبی اور یہی ہے اس سے بھی محروم رہا اور میرگیا۔ بلکہ فنا فی الجہنم ہو گا کیونکہ یہ تو رُوح اللہ کے متعلق ہے کہ اوس کے شعلہ فہرِ صالحین کو اچھی چیزوں کا ترکہ و میراث ملے اور یہ تو اُمت الشیطان ہیں۔ ان کو تو شیطانِ میراث ملتی چاہیے

اس لئے ملا کرتی ہے۔ بچکی ہے اور نیکی۔ کہ اوی میراث سے بچتم بھی ہے یہ بھی بلجی نیکی + مگر جو جس چیز کا مستحق ہو رہا ہے اس پر قدرۃ زکوٰۃ و نفقہ فرض ہو گیا ہے۔ کہ اس کے مطابق وہ زکوٰۃ دیا کرے۔ جیسے جو عالم و فاضل۔ حکیم و فیلسوف ہے وہ رفاہ عام کے لئے بندوبست کرے پس جو بتر ہے وہ اپنے شرارت آمیز افعال و اقوال و احوال سے تمام عالم میں زکوٰۃ کے طور پر زکوٰۃ کا گدام کھول دیتا ہے۔ گویا جس چیز کا دل دادہ و عاشق زار ہے مارے حب و داد کے کسی نہ کسی طرح اس کا طور چاہتا ہے۔ تو حتی الامکان وہ اپنے فعل و قول سے اس کو طور میں لاتا ہے۔ اگر اس میں زیادہ قوت ہوتی تو اس شرارت کو مجسم کر دینے سے بھی نہیں باز آتا کہ تمام بلوہ ہو اسلئے سمجھا لیا کہ اس نے مجسم بھی کر دیا۔ لیکن اس کے علاوہ جس نے مجسم کیا ہے۔ اس نے اس کو ہرگز شر مجسم نہیں کیا ہے اس لئے کیا اچھی بات تھی۔ کہ وہ شریر اپنی شرارت جس کو مجسم کھینچے اپنے اس محبوب کو بلائی بنام روح اللہ پر فدا کر کے نیک مرام کو پونچھے۔ پھر عام ازیں کہ وہ اس کا کیسا ہی محبوب ہو۔ بدی پرستی کو محبوب رکھتا ہو یا نیکی پرستی کو۔ خواہ ہر دو پرستی کو۔ یا روح پرستی یا لاشئ پرستی کو۔ اگر اس نے اپنے ان جمیع محابیب سے اچھے اچھے محبوبوں کو فدا کر دیا۔ مگر محبوب بدی کو نہ فدا کیا تو وہ جبراً فی القار فدا کئے جانے کا سزا دار ہے اور ہو گا۔ کہ تمام مصائب و عقایب امراض و اسقام۔ اور جاع و لام عواض و محاض۔ حوادث و بلاعات سب کے سب دفترِ فطرت سے جزاؤں اس پر مسلط کئے جائیں گے پھر اگرچہ محدود ہے چند اچھے آدمی بھی اس کی آماج میں کیوں نہ آجائیں کچھ پروا نہیں وہ اس زمرہ میں شمار کئے جانے کے لائق نہیں سمجھے جائینگے = وہ تو ایک رحمتِ روحانیہ کی قسم ہے۔ کہ انہوں نے اس قید خانہ دنیائے دلوں و سفلی میں باوجود قید و بند رہنے کے بھی۔ اپنی پیدائش سابق میں۔ کچھ خطا کی تھی = کہ بارگاہِ مثناسخ ہو کر آئے اور اپنی اس دستگاہ و قدرت سے اعمالِ مکتبہ کا نتیجہ جو پہلے جنم میں کر چکے تھے وہ سب جس نجاتِ حیاتِ ثانیہ میں صاف صوف کر کے صوفی ظاہر ہونے کے لئے جزاءِ ٹرینسفر کئے گئے تھے سوائے انما رہا کئے گئے کہ دارالعمل اور دارالامتحان سے منتقل ہو کر دارالانعام و النعم میں بہ آرام ارم۔ آرام گزین ہوں کہ اب جا کر کچھ مطلب پورا کر کے دس پانچ اچھے برے کے ساتھ چلے گئے۔ کہ ان کے دامگیروں کا حشر بدایں را بہ نیکان بہ بخشد کریم کے مصداق پر کچھ بھلا ہو جائے کہ یہ بھی بھلائی ہوئی۔ پس وہ تو ہر حال مطلب پورا کر کے بھلے رہے۔ مگر دوسرے برے لوگ جو ظاہر ہیں معلوم ہوا کہ مرکزِ بندگی سے چھوٹ گئے وہ ہرگز نہیں چھوٹے ہیں۔ بلکہ زبردست قید خانہ میں

تسید و بندہ ہیں۔ کہ کبھی کبھی خواجہ حالت معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ خلقِ خاکی شکلِ انسان کے لئے شیطانِ خاکی جو انسان صورتِ شیطان سیرت ہو پیدا کر دیا جاتا ہے کہ وہ گمراہی وغیرہ کا کام کرے کہ گمراہوں کو سزا بھگتنی پڑے۔ اسی طرح عالمِ روحانی کے لئے روحانی شیطان بنا دیا جاتا ہے۔ کہیں شیطان سے چٹکرا رہیں۔ جب تک کوئی فنا فی الروح اللہ نہ ہو جائے۔ اس لئے روح اللہ اسی جنسِ تاسخ سے بقواعدِ کمون و بروز بلکہ اس سے بھی کہیں بالا و اعلیٰ علو و نبو طریقہ سے بہ تبدیلِ ہیئت بنامِ نبی وغیرہ وغیرہ اگر تفریقِ نیک و بد کی کر کے روحانی عالم میں گشتی لگاتا ہوا اور طرفِ کلجا تا ہے۔ بس خاکی خلقت کے لئے خاکی بنی و بنی آیا کرتا ہے اور روحانی کے لئے روحانی تو روحانی والا روح اللہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ ایسا اچھا آدمی جو بروں کے ساتھ آج میں پرکر مصیبت زدہ ہو جاتا ہے اگر کوئی اس کی مدد کرے گا تو وہ صفاتِ روحانیہ کے کسی جزو میں فنا ہونے کا مستحق سمجھا جاسکے گا۔ پھر ممکن ہے کہ اس میں سے کبھی ہم بھی آجائیں کہ تم کو اس کی بھاری جزا ملجائے لہذا انسانیت سیکھو یاد رہے کہ انسان وہ نہیں کہ روح و جسم سے مرکب ہو کر ہیئتِ کلدانی اختیار کر کے خلعتِ وجود پہنے ہوئے ظاہر ہو۔ اور نیک و بد کمتر و مہتر میں فرق نہ سمجھے کہ کائنات بھر میں کونسی چیز بڑی ہے۔ جس میں فنا ہونا چاہئے وہ سولے روح اللہ کے جو بالکل اکبر ہے ہرگز کوئی چیز نہیں۔ مگر جو لوگ خباثت و شیطاں۔ احبار و علماء فقراء و مشائخ۔ طاغوت و اوثان وغیرہ وغیرہ میں دون روح اللہ کو اربابِ سمجھ کر اُن کی پرستش کر کے خود کو اُن میں فنا کرنا چاہتے ہیں۔ گو یا روح اللہ پر ان سب کو ترجیح دیتے ہیں یا وہ روح اللہ کیا ہے۔ کہ روحِ انجنت بھی اگر اس میں عشقاً فنا ہو تو کچھ ہرج نہیں مگر ان ملائین کو گریز ہے لہذا بڑے خرافے میں پس پھلی ہوئی بات ہے کہ ایک راستہ ہدایت کا ہے جو روحِ القدس کی طرف جاتا ہے وہ سر راستہ ضلالت کا جو روحِ انجنت کی طرف۔ تینا ر علی النفس مع جان دمال ملک مال روحِ القدس کے لئے چاہئے۔ کہ واجب العدل ہو کہ روحِ القدس ہو جائے۔ دوسرے ضلالت کا جو روحِ انجنت کی طرف جاتا ہے جس میں روزانہ شہوت و ہوس کی طرف سے دعوت ہوتی رہتی ہے۔ اور اس کے اکیانِ اوس کے دسترخوان پر فوشہ چین ہوتے ہیں۔ کہ واجب القتل ہو کہ روحِ انجنت ہو جائیں۔ تو روحِ القدس زبردستی اپنی طرف نہیں کھینچی۔ جب تک کوئی اُس کے لئے متحرک نہ ہو۔ تو اب ذرا اس جگہ بڑے غور کا مقام ہے۔ کہ جس کو نیت و ہمت کرنے میں شرکت کی ضرورت نہیں۔ اوس کو کس چیز میں شرکت کی ضرورت پڑیگی۔ لہذا اوس کے پاس

کوئی کسی کی وجہ خشی و قدسی کو پہنچانے میں مدد نہیں دے سکتا۔ بجز اسی ایک روح اللہ مستثنیٰ کے جس کا ذکر پیش ہے۔ کہ وہی کل شئی کا خادم ہے لہذا وہی اس خدمت کو بھی ادا کرنے کا سزاوار ہے۔ اگرچہ وہ بندہ ہستی و نیستی کچھ بھی نہیں۔ لیکن اس کی طرف رجوع ہونے سے البتہ وہ خود کو راجع کا متاب قرار دے سکتا ہے اور اپنی خدمت گزاری پر فخر کر سکتا ہے۔ مگر درال صورتیکہ بندہ ہستی و نیستی اپنی ہستی و نیستی میں رہ کر اُس کے لئے جو بندہ و خواہندہ نہ ہو تو پھر کس طرح وہ نعم المشاب یا خدا کو چاہتا ہے = کیونکہ آج تک کسی نے خدا کو نہیں دیکھا۔ اوس کے بارہ میں کسی کا بحث و مباحثہ کرنا بجا نہیں۔ اگر بحث ہے تو عقل و تقریر آزمائی ہے کہ مباحثین میں کسی عقل و تقریر زبردست ہے۔ تو اوس میں ایک نہ ایک ضروری زبردست نکل ہی گالیج تو فرض کرو کہ فریقین سے جو ظاہراً از روئے حماقت زبردست فریق کہا جاتا ہے۔ اوس کا بیان ہے کہ خدا نہیں ہے۔ تو وہ سچ کہتا ہے۔ کہ اوس نے نہیں دیکھا ہے اس لئے انکار ہے۔ بلکہ ایک گونہ دوسروں کو اپنے اس انکار سے اُس کی وجود نایاب کو سمجھا کر اقرار کرتا ہے۔ کہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی اوس کو دیکھ سکے یا پہچان سکے تو چونکہ کوئی نہیں دیکھ سکتا یا پہچان سکتا۔ اس واسطے مجھ کو انکار ہے۔ کہ گویا یہ انکار عین اقرار ہوا۔ اس کے علاوہ اوس کا ہونا کسی زمانہ میں نہیں ہونا ثابت کرے گا۔ تو ایسے فعل سے اوس کا نہیں ہونا ہی کیوں نہ گوارا کیا جائے کہ چپکے سے اس کا ہونا ثابت ہوتا ہے اسلئے مجھ کو ایک سے ہی انکار ہے۔ یا یوں سمجھا جائے کہ اوس کی تقدیر میں یہی ہے کہ وہ منکر تقدیر اور منکر خدا ہو۔ پھر اگرچہ تمام عالم اپنے وجود کی زبان حال و مقال سے اُس کے بارہ میں سمجھائے مگر جیسے خدا کی ذات نہیں سمجھ میں آ سکتی ہے اسی طرح ہر گز اس بارہ میں کسی کی نصیحت اوس کی سمجھ میں نہیں آ سکتی تو خدا کو اپنی مرضی میں کامیابی حاصل ہوئی۔ کہ اس کامیابی کا نام اوس کے لئے پھٹکا ہے کہ تلم کلم کھلا سب بنی بنائی چیزیں دیکھ رہا ہے۔ حتیٰ کہ اپنے وجود اور جو کچھ اُس میں ہے اُس کو بھی دیکھ رہا ہے اوس پر لوگ بھی فرداً فرداً جدا سمجھا رہے ہیں مگر از روئے لعنت اوس کی سمجھ کی مشن اوس کی بہودہ کوشش کے سبب سے ایسی موثر دی گئی ہے کہ اوس میں سے انکار کی آواز نکلتی ہے کہ ایک گونہ یہ بھی ایک عبادت ہوئی۔ کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق کر رہا ہے۔ کیونکہ اگر وہ نہ چاہتا تو یہ نہ کہتا۔ تو یہ کہنا اوس کا از روئے قواعد لعنت بہت ٹھیک ہے تا یہ عبادت اوس کی مشیت اللہ میں عبادت ملعونہ کے نام سے کہی جاتی ہے۔ کہ اگر اوس کو رہنے

کے لئے منجانب اللہ کوئی یہ کہے کہ جس چیز سے تم خدا کو سوچتے ہو اور اوس کے ذریعہ سے مثال پیدا کرتے ہو وہ مثال سمیت اوس کی مخلوق ہے۔ اوس کو مخلوق سے کچھ نسبت نہیں۔ اب اگر یہ تمام مخلوق بہ فرض محال بغیر مشیت اوس کی۔ اپنی قوت کے زور پر اوس سے فرٹ ہو جائے اور اسی بات پر اڑ جائے کہ جب تک ہم خدا کو جہراً نہیں دیکھینگے ہرگز اوس کے بارہ میں یقین نہیں کریں گے تو اس سے اوس کا کیا بگڑتا ہے۔ ایک بار نہیں ہزار بار اڑا کر اسی اڑ میں اپنے نیست ہو جائے۔ اوس کو اسکی بھی کچھ پروا نہیں۔ چاہے تو غیب الغیب رکھر اُس سے بھی ڈیسی ہی اقرار کر دے جیسے اپنے معترفین سے اقرار کر داتا ہے۔ بلکہ اوس کی تو یہ شان ہے کہ خود کو تمام ذرہ ذرہ بنا کے ہر ذرہ کو خدا بناتا ہوا۔ خود اُسی آن میں ایک الگ خدا ہے بے غم بنکے غائب ہے کہ اپنے وجود کا بھی محتاج نہ ہو، محض بلا ادا وجود۔ اپنی وجود رکھتا ہو۔ اہل بدایت خدا ایک ناممکن الغم قدرتِ قدیرہ علیٰ کل شئیِ قدیر ہو کہ جس قسم کی قوت و قدرت چاہے پیدا کر سکے اور ہرگز ہرگز سمجھ میں نہ آئے، تو جب تک کسی کی شان ایسی ہی نہ ہو جائے کیونکہ اوس کو سمجھ سکتا ہے؟ اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ کوئی چیز بھی الکتابی نہیں۔ سب چیز کسی زور پر ہے۔ اور وہ زور بھی کسی اور زور پر۔ اور وہ کسی اور زور پر۔ یہاں تک کہ سب قدرتِ قدیرہ کے زور پر ہیں۔ تو پھر کسی کی شان کبھی طور سے کیونکر ہو سکتی ہے جب خود اوسکی نہیں بن سکتی۔ تا وقتیکہ وہی نہ بنا دے، تو بنا جینے پر وہ خود وہی ہو جائیگا اوس کو بحث کی حاجت نہیں رہیگی۔ لیکن اگر خود کو بحث کرنے کے لائق تک رہنے دینا چاہتا ہے تو بحث میں رہ کر چار پانچ طور سے اوس کا پتہ لگ سکتا ہے۔ وہ اس طور پر کہ پہلے دیکھے کہ کیا ایک چیز کیسے ہوئی جب اوسکی حقیقت معلوم ہو کہ یہ دوسری چیز پر قائم ہے۔ تو پھر اوسکی طرف رجوع ہو کہ سلسل نامتناہی تک کی خبر مل جائیگی۔ اوس کے بعد سمجھ لے کہ عقل قاصر ہو گئی بس اتنے بڑے سلسلے کا قائم کرنے والا ضرور کوئی ہونا چاہئے۔ وہ بھی ہمارے کہنہ گیر نہیں کہ جب ہم کہیں کہ کوئی قائم نہ ہوا ضرور ہونا چاہئے اور اُس کو تصنیف کر کے بتلائیں۔ جب جا کر وہ قائم ہو ورنہ قائم نہ ہو سکے۔ تو ایسا نہیں ہے بلکہ وہ پہلے سے ہے۔ پس یہ جو کچھ کہا گیا وہ میجر ذات تک محدود تھا۔ مگر دراصل ایک اپنی سوچ سے نہیں سمجھ سکتا ہے۔ تو سیدھی سا دھی نظر سے تمام نیچر کی نشانیوں کو دیکھ کر اوسکی ہستی کے سمجھنے پر اکتفا کرے۔ اگر یہ بھی اوس سے نہیں ہوتا۔ تو لوگوں کے سمجھانے پر قناعت کرے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو حیرانی میں فنا ہو کر پتہ لگائے۔

اگر اس سے بھی نہیں مانتا تو چاہئے کہ خود کو قصداً تہی دستی و مفلسی میں ڈال دے ورنہ خدا کی طرف سے ڈال دیا جائیگا۔ اب دریاں صورتیکہ اس سے بھی قلب میں صفائی نہ پیدا ہو کہ مہذب طلب حاصل ہو سکے۔ تو چاہئے کہ اپنے بال بچے کو اپنے ہاتھ سے فوج کر دے۔ اگر نہیں کرتا ہے تو خدا آفت میں ڈال کر مڑا ڈالیگا۔ کہ اوس کے دل میں رقت پیدا ہو۔ اور یہ کچھ ظلم نہیں۔ کیونکہ ہر چیز کے لئے خیر تیار ہوتی ہے اس کے لئے بھی خیر ہے کہ بغیر اس خیر کے اس لائین میں جا نہیں سکتا پس اس لائین میں داخل ہونے کے لئے بھی تیود و شروط و ارکان ہیں۔ اگر ان کے ادا کئے جائیکے بعد بھی شخص مفروض المذکور میں شقاوت رہ جائے تو چاہئے کہ خود کو کسی سخت سے سخت غذاک جگہ میں القاکر دے۔ ورنہ منجانب اللہ القاکر دیا جائیگا۔ کہ اوس وقت رقیق القلب ہونے پر دیکھے کہ اوس پر کیا ظاہر ہوتا ہے۔ اگر اس سے بھی راستی پر نہ آسکا تو چاہئے کہ پیٹ کی مار مارا جائے۔ جب اس سے بھی باز نہ آئے تو اوس ایک شو کی حالت میں اوس کو ڈالنا چاہئے کہ نشہ کی مشابہ ہوتی ہے جو جسم میں نشہ و روح کی طرح حلول تھنے پر محسوس ہوتی ہے اور بعض وقت اوس کا حلول ہونا ایسا ہوتا ہے جیسے بخار بدن میں یا پانی اور دودھ۔ پتاسہ۔ اسفنج اور پاؤ روٹی میں سما جاتا ہے۔ تو اگر ان تمام باتوں سے اوس کی سمجھ میں نہ آئے۔ تو اوس کی ساری کوشش کہ اسی کوشش سے یہ بھی ایک کوشش تھی۔ کہ کسی کو سمجھنے کی کوشش کرے یا محاسب کا نتیجہ و ثمرہ بر باد کر دینا چاہئے۔ کہ سخت گھبرا جائے کہ حقانی صدق و صفائی پیدا ہوتے ہی جلوت حق نمودار ہونے لگے۔ لیکن اگر یہ سب کرنیکے پیشتر وہ ایسا کہنا شروع کرے کہ بہت سے لوگوں نے ایسا کیا مگر کچھ نہیں ہوا۔ تو اوس کے جواب میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے۔ کہ کہنے والا بالکل جھوٹا ہے کیونکہ کرنے والے شخص نے اوس کے کرنے کا پورا حق نہیں ادا کیا ہوگا یا مصلحتاً اس بات کو پوشیدہ کر رکھا ہوگا۔ کس لئے کہ دوسرے نے ایسا نہیں کیا اور کیا تو دودھ تو حالت میں اوس کو یہاں تک حاصل ہوا کہ خود ہی وہ ہو گیا۔ تو ذالک فضل اللہ یوتی من یشاء واللہ ذہ الفضل العظیم یہ کچھ کرب سے نہیں ہوتا۔ کرب سے ہوتا تو اوس کو ہو جاتا۔ لیکن جو کرتی اور کرتی خدا حاصل ہو سکتا تھا تو اوس کی ترکیب بنلائی گئی۔ کہ اوس میں پکا ہونا تو مشکل ثابت ہی ہو چکا ہے مگر جو آسان چیز تھی اوس میں بھی تو پکا نہ ہو سکا سوہ کفر و انکار تھا۔ کہ اس میں تو پکا بن جاتا کیونکہ نیچر کا عام قانون یہ ہے کہ جیسا کرو گے۔ ویسا پاؤ گے۔ تو اگر کفر و انکار کی پوری ترقی چاہی ہوتی تو نیچر کے دفتر سے کفر و انکار کے متعلق ہزار ہا کرڑا دیلیں ملتی جاتیں۔ چنانچہ اگر کوئی اوس کے

بارہ میں اقرار کرے تو اس کے لئے بھی اسی بوجھار کے ساتھ دلیلیں ملتی چلی جائیگی۔ کہ ایک ہدایت میں کامل ہو دوسرے ضلالت میں۔ کہ مقدار منکر میں تو اترا نہ متوازیاً بحث ختم ہونیکے بعد اگر منکر مذکور اصل مطلوب نہ ہو سکے۔ تو ہادی مقرر کو چاہئے کہ آخری دلیل سے شرطیہ و حلفیہ فیصلہ کرے۔ کہ منکر لقیاً خدا تک پہنچے اس کو دیکھ لے۔ تو وہ آخری دلیل یہ ہونی چاہئے کہ ہادی خود اپنے ہاتھ سے یا اپنے کھلم کھلا حکیم ظاہری سے اس کو دھکڑا کر اڑے۔ کہ فوراً فنا فی اللہ ہو کر بعد اودہ خدا تک پہنچ جائے کہ اگر وہ خدا کی طرح عظیم الوجود فی الوجود نہ ہو جائے تو اس کا ہر جانہ لے۔ تو اگر منکر اس شرط کو قبول کرتا ہے تو ہم اللہ خدا ملنے کو حاضر ہے۔ اب اگر اس بات کے کہنے والے کو وہ منکر یہ پوچھے کہ تم کو کیونکر معلوم کہ ایسا کرنے سے ایسا ہوگا؟ تو ہادی قسم کھا کے بیان کرے کہ ہم پر ایسی بات چلی ہے اس بیشکاً نتیجہ یہ ہوا کہ ہماری بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی کہ ایسا ہونے کے بعد پھر میں کیونکر پیدا ہوا؟ کیونکہ اگر بیان کرتا ہوں تو تم کو یقین نہیں ہوتا۔ یقین کرنے کا راستہ بتلاتا ہوں تو اس کا بھی یقین نہیں ہوتا۔ تو اب زیر دست کرنی چاہئے تو جو زبردستی میں غالب آجائے وہ سچا ہے کچھ تو سچا میں ہی ٹھیکہ دنگا۔ مگر یہ اوس ہادی سے ہونا چاہئے جو ہمیشہ آیا جایا کرتا ہے۔ لیکن پھر ایک مدت کے بعد تمہاری نسلیں ایسی ہی سرکشی کر کے منکر ہونے لگیں گی کہ پھر مجھ کو مصیبت اٹھانی پڑے گی۔ کہ ہمیشہ تم لوگوں میں ایسا ہی ہوتا آرہا ہے۔ کہ ایک جو اچھا ہے وہ کہتا ہے کہ خدا ہے۔ پھر اوس کے لئے کچھ دلیل کی ضرورت نہیں۔ اوس کو صرف اتنا ہی کہنا ہے کہ جب تم مانتے ہو کہ وہ تو چین سے رہو۔ بُرائی نہ کرو۔ مگر جو کہتا ہے کہ خدا نہیں ہے اور کسی طرح راستی پر نہیں آتا ہے تو اوس سے بحث و مباحثہ جدال و قتال کی ضرورت ہے تیسرا کہتا ہے کہ ہر ذرہ ذرہ خدا ہے کہ گویا بے شمار قسم کے خدا ہو گئے۔ چوتھا کہتا ہے کہ ان بتیار قسم کے خداؤں میں سے ایک خدا ایسا بھی ہے کہ خود ہی ان سب قسم کا خدا بنا کے الگ بھی اپنے کو ایک خدا بنا کے رکھا ہے۔ کہ جس دم چاہے۔ اس مخلوق خدا اور خدائے مخلوق کو نیست کر سکے۔ پانچواں کہتا ہے کہ ان سب خدا کے علاوہ وہ ایک ایسا بھی خدا ہے کہ نہ سمجھ میں آسکتا ہے نہ حاصل ہو سکتا ہے جو اوس کو نہیں مانتا ہے تو اوس کی وہ پڑا نہیں کرتا نہ اوس سے چڑتا ہے۔ نہ یہ انکار اوس کی چڑونی مقرر ہے جس دم وہ چاہے سب سے اقرار کروادیکتا ہے کسی میں انکار و اقرار کی از خود قوت نہیں۔ لہذا اوسکی حیت رہی چنانچہ بہت سے لوگوں سے اقرار کروا رہا ہے۔ اور ایک سے انکار کروا رہا ہے کہ اقرار کرنے والوں کو

اُس کی قدرت دیکھ کر کمزور ملے کہ سبحان اللہ کیسا سخت زبردست قدیر ہے کہ کہیں عقل دیکھو مٹی کے آگے
 مرچھکو اڑتا ہے۔ کہیں صرخی طور سے اپنے ہی بارہیں انکار کر داتا ہے ذرہ ذرہ کو خدا بنواتا ہے۔
 سب کو سجدہ کر داتا ہے۔ کیا رحم و عدل ہے کہ سب کو اپنے برابر کرتا ہے۔ اب دیکھنا چاہئے کہ
 خالص اپنی پرستش کب کر داتا ہے + غرض کہ کہیں ایک طرف رحمت کی نشان ظاہر کرتا ہے۔ دوسری
 طرف لعنت کی + چھٹا کہتا ہے کہ خدا ہو یا نہ ہو ہم کو اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ نہ ہم نے اس کو عوضی
 دیکھ پیدا ہو نیکی درخواست کی تھی نہ کچھ کہتے ہیں۔ اگر ہم مجرم ہیں تو ہم کو یا دینیں + خود سب کچھ
 کرتا ہے۔ جب چاہیگا تو خود کو بھی ظاہر کر لیگا + اب اس خود سازی میں چاہے جہنم میں ڈال دی
 چاہے جنت میں + جو کچھ چاہے کرے + ہم کو اس کی کچھ پروا نہیں ہونی چاہے چارنا چار طوعا کرنا
 سر تسلیم خم کئے ہوئے مسلم بنے رہنا چاہے کہ برسرِ فرزند آدم ہر چہ آید بگذرے + مگر ظاہر میں سب لوگ چین
 سے رہنے کی کوشش کر دم اخلاق اپنے درست رکھو مگر ظاہر میں جو خطا ہوگی اُس کی انسا و ضرور
 کی جائیگی + پس خدا پھندا کچھ بھی نہیں ہے۔ مگر کوئی ہے ضرور۔ جو علیٰ کل شئی قیادار غنی ثمن العالمین
 ہے۔ گویا اپنی ذات میں خالص وحدہ لا شریک ہے۔ ہم اس کو بالکل نہیں سمجھ سکتے۔ سا تو اس کہتا
 ہے کہ سب کی دلیل برحق ہے۔ سب بلندی یعنی بنوت کو پونچے ہوئے ہیں۔ اس واسطے
 سب بنی ہیں + اور سب ایک ہی خمیر سے بنے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ لہذا اسلام علی المرسلین و رحمہ اللہ
 رب العالمین۔ پس آخری قول زیادہ دل چسپ ہے اس پر عمل کیا جائے ورنہ یاد رکھو کہ مقرر میں
 ہی وہ خدائے وحدہ لا شریک ہوں جبہ اس قدر طول طویل بحث ہوئی اور سب حیران ہیں۔
 پس چین سے رہو میری بندگی بجا لاؤ ورنہ سب توڑناڑ کر چھینک دوں گا۔ کہ معلوم ہو جائے کہ حقیقت
 میں ہی وہ خدائے وحدہ لا شریک ہوں یا نہیں + تو اگر اس کی قدرت بالکل قدرتِ قدیر یہ
 سے پائی جاتی ہو تو مقرر خدا ہے۔ اس پر بھی وہ قادر ہے کہ ایسا کر لڈرے۔ پس یہی عین عدل ہے۔ تو ایسا
 کہنے والا وہ روح اللہ بھنے عین اللہ خود ہی ہو گا تو وہ روح اللہ کون ہے کہ وہ الیوم مُعَرَّبٌ عَلَیْہِ
 جواز جانبِ ایشیا مکانِ شرقی سے ظاہرِ آخلافِ از قانونِ فطرت ایک حسین لڑکی بنام
 میری کے آنچل کے نیچے سے کود پڑا تھا۔ اور سدھ بدھ اوسکے درست رہے تھے۔
 جس سبب سے بدھ مُعَرَّبٌ بہ بدو ح بمعنی حکیم کہا گیا تھا + چو اپنا تاج و تخت چھوڑ کر حیات
 سیاحت کرتا ہوا اپنی جنس کی طرف چلا۔ کہ ایک پہل کے درخت کے نیچے اوسکی مادرِ شفقت ملکہ اپنے
 آغوش میں لیکے اُس کو ہر طرح کی بھوک سے سیر اس کیا تھا۔ کہ اپنا سکھ وحدت و حکمت چلا کر خفیہ

عالم ارواح کا میخانے سیاح بنا ہوا پھر نخل خرما کے نیچے اسی ماتا پیتا بنام یہ از جانب غربی کے آنجل کے نیچے ظاہر ہو کر مہدی میں اپنے تاج و تخت کا مدعی ہوا تھا۔ جسکو منسوب بہمد کر کے حکیم مہدی کہتے ہیں جو سیاحت کر کے بیماروں کو چکا کرنا دیکھ کر مطابقت قانونِ فطرت کہ سب چیز گول ہے کہ جو شرق ہے وہ غرب ہے جو غرب ہے وہ شرق ہے کیونکہ سب گول ہے۔ اور گول چیز پر جہان سے کوئی چیز چلیگی نہیں پر پہنچگی تو وہ نکلنے کی اتار خزا سانی خرتس۔ از جانب خزا سان بنام ایلیا از تحت کیوان جہان سے چاڑھا ڈال پونچھے مسلمان میرا کے اچل سے نکلے لوگوں کو روح اللہ کی طرٹ جوج ہوئی ہدایت کرتا ہوا آخر میں کھلم کھلا اپنے بارہ میں مکہ فیصلہ کر دینے والا ہے۔ تو یہ سب فیصلہ بھی اُس فیصلہ سے کچھ دور نہیں ہے عین وہی ہے اس لئے نظم

جو شانِ خدا کی ہے وہی شان ہے میری	اے شانِ خدا کی ہے؟ یہی جان ہے میری
گویا کہ مری جان ہی بس ذاتِ خدا ہے	وہ جان ہے کیا میں ہوں یہ پچانِ آمیری
جب میں ہی نہیں کچھ نہیں سب مجھے ہے پیرا	اک جان میں سو جان ہے وہ جان ہے میری
جب روح خدا اوس سے ہو پیرا تو ہوئی کیا	ظاہر ہے کہ خُتان میں مثان ہے میری
اب کیا کہی بھی نہیں کیا ذات ہے اُسکی	میرم نہیں میری نہیں رحمان ہے میری

پہلے میری تزا یا مرزا بنام روح القدس کے سوا غیر کی دوتی ساری بُرائی کی جڑ ہے۔ اوس کو دیکھنا عین خدا کو دیکھنا ہے لیکن جعفر اوس کو عشق و محبت کی آنکھ سے دیکھ گیا اسی قدر بصیرت ہوگی۔ اُسی کا یہ پھل بند اوس میں چلیگا۔ کیونکہ ہر جنس کا امالہ اپنے ہم جنس کی طرف ہوتا ہے۔ چنانچہ قیدی کا بھائی قیدی ہوتا ہے۔ بندہ کا بھائی بندہ۔ شیطان کا بھائی شیطان۔ بے جنس کا بھائی بے جنس۔ غیر مطلق کا بھائی غیر مطلق۔ کہ ان جمیع بندگانِ قیود کو اپنے قید خانہ میں رحمتہ منجنا بنام الروح اوس حیثیت کے مطابق ہنسنے کھیلنے بولنے کے ضرور سامان دیتا ہوتے ہیں۔ کہ پھر بھی کسی طرح شک یہ ادا کرے کہ روحِ حقانی کے آگے واجب الاجر سمجھا جائے کہ شاید اوس عوض میں روح القدس کی طرف فنا ہونیکے کی تحریک پیدا کر دے۔ کہ اسکی مشیت۔ وہ دو داری بجلی کی تیز تلوار ہے۔ کہ جو بڑھ بند بند۔ ہڈی ہڈی۔ گوشت پوست۔ پیچھا کلیجا۔ دل گروہ۔ انترای پھپھرا۔ ذکر فکر۔ تفکر و تصور۔ ہم و تحیل۔ فہم و توغل اور ہٹی و شبی سب کو چیرتی پھاڑتی۔ کاٹتی چھانڈتی۔ جانچتی پرتالیتی۔ شن سے نکلی جاتی ہے کہ اوس کو خبر ہی نہیں۔ اور پوچھتا روح القدس اس طرح ہو جاتا ہے جیسے ماں کے پیٹ میں بچے

کے روح داخل ہوتی ہے + پس تو اپنے اس ہنسنے کھیلنے پرنازاں نہ ہوم کہ تو روح القدس کا کوئی جز بن گیا ہے۔ ہرگز نہیں۔ یوں ہنسنے کو دینے بولنے چاہنے کے لئے کہہ کا کیہ لڑا بھی اپنے عالم خرامیں خود کو عت دار سمجھک ہنستا کھیتا ہے۔ ایسی ہی تیری بھی ہنسی اور خوشی محض بے ثبات ہے۔ کہ یہ بھی مڑائی میں داخل ہے۔ اور ہر مڑائی جب حاملہ ہوتی ہے تو گناہ پیہا کرتی ہے۔ اور گناہ ہلاکت ابدی کو جنتا ہے۔ مگر اپنے مایخو لیا کے سبب سے فنانی الجہالت ہونے پر بھی زبردستی صراطِ مستقیم پر سمجھے ہوئے ہے حالانکہ بالکل تاریکی میں ہے کہ اُسی عالم تاریک کی چیزیں دیکھنے میں ملکہ پیدا ہو گیا ہے۔ اس لئے اقتراب الساعت سے غافل رہ کر معرض عن الحنات ہو رہا ہے۔ لہذا یہ جمیع زندگی روحانات ہمہ نیکو فرنگی رو کے ذلیل و سوانی الدربیر میں قوم بقوم بارہ اصال ابلاغ ہو چکا کہ جس کو اچھا ہونا ہو وہ روحِ رحمانی میں فنا ہو کر رحمتِ عالمین ہو۔ کہ ہر جاندار محسوسہ پر رحمت فگن ہو۔ کہ وہ مالک واحد ہے۔ اُسی کا سب ہے۔ سب کے سب خواجہ تماش دہم خالق ہیں۔ بنا برہم سب کے سب موحد ہم خیال ہم رسم ہم زبان اور ہم مذہب ہو کر یکساں روی اختیار کرتے جائیں۔ کہ بجائے رحمت۔ رحمت کی نوبت نہ پہونچے۔ نہ کہ خود ہی کو عمدہ انسانیت سے ڈگریٹ کر اگر بقا بلکہ اس عالم کے کسی اور عالم مذموم و مدحیہ میں بے رحمی سے انتقال اور ٹرنسفر کر دینا سخت جرم اندر جرم ہے + ایسے لوگوں پر لعنت ابدی ہے۔ اس کے اس حق میں کسی گونہ بھی حق تلفی نہ ہوگی کہ ہمیشہ ملعون رہے۔ تو یاد رہے کہ کچھ محوم و دمار علی معارج السماء نہیں ہوتا بلکہ برو تقویٰ خیل مرام کو پہنچایا جاتا ہے۔ اور خیل مرام فنانی الروح اللہ ہونے کو کہتے ہیں۔ گویا یہ اصل الاصول بیان کر دیا جاتا ہے جیسے اگر کسی ناخاندان سے کہا گیا کہ فلاں کتاب میں بحال فصاحت و بلاغت یہ خوبی ہے اور اُس خوبی میں اس طرح کے ضایع و بدالایح اوزنجات ہیں تو وہ کچھ بھی نہیں سمجھ سکتا۔ بناء علیہ اوسکو یہی کہدینا بہتر ہوگا۔ کہ فلاں بارہ میں کتاب ہے پس اس کتاب البین بنام کائنات کا یہی لب لباب ہے۔ کہ کن فنانی روح اللہ مگر باوجود نہ فنا ہونے روح اللہ کے یہ دعویٰ کر بیٹھنا کہ سب چیزیں روح اللہ موجود ہے ورنہ قائم نہیں رہ سکتی۔ تو یہ اسکی مشیت ہوئی نہ کہ عین روح اللہ کیونکہ جو شخص کو قبلہ و کعبہ بولا کرے تو اس سے قبلہ و کعبہ کہے جانے کا کچھ فخر نہیں۔ مگر جو نہ کہتا ہو اور وہ کہدے تو بڑا فخر ہے تو جو خصوصاً روح اللہ کے نام سے پکارا گیا ہے وہی مخصوص روح اللہ ہے + دوسرے اوسکو روح کی حاجت ہی نہیں کہ اوسکی روح کسی میں حلول کرے۔ بلکہ وہ تو روحِ آفرین ہے۔ مگر سمجھانے کے لئے عین اوسکی ذات کو روح اللہ کے لفظ میں یاد کیا جا رہا ہے۔ تو اس روح اللہ

نے بہت سے اقسام کی رو میں پیدا کر دی ہیں کہ اُن اقسام نو بہ نو سے ایک روح حیوانی ہے جس کا مرجع روح القدس ہونا چاہئے۔ کہ رفتہ رفتہ روح روح اللہ تک پہنچ سکے نہ کہ روح بذات خود خدا ہے۔ یہ شئی ہے اور وہ لاشیٰ بلکہ ہر دو آفریں مگر یہ کیا غضب کی بات ہے کہ سب کو عام طور سے معلوم ہے کہ جب قدر حیوانوں کے ذریعہ سے چیزیں بنائی گئی ہیں وہ سب قوت روح سے ہوا ہے جسکو کوئی نہیں پہچان سکتا۔ توجہ کی ادنیٰ مخلوق میں یہ سب صفت ہو کہ جو کچھ چاہتی ہے کرتی ہے تو اُس کے خالق کو بھلا پوچھنا ہے۔ بایں وجہ یہی روح القدس اپنی طرف طلب کیا ہے۔ کہ اوس قدوس سے قدوس ہو کر ملنا چاہئے۔ بلکہ یہ نیچر کا عام حکم ہے کہ

ملو مضرور سے محض دور ہو کر	مگر مسرور سے سرور ہو کر
ملو اوس نور سے تم نور ہو کر	نہ کوہ طور بلکہ نور ہو کر
یہ نزدیکی پہ دوری اس طرح ہے	کہ ہوم نزدیک بے شک دور ہو کر
یہ ہے قول مبارک روح قدسی	کہ لغزت سے ملو منصور ہو کر
زرا و سر ہے پنسل کا مقولہ	کہ سمجھاتا ہوں میں مسطور ہو کر
زمین سے جو ملا بولا زمین سے	ملے مٹی میں چکنا پور ہو کر
خدا سے پھر ہو۔ کیوں آسان ملنا	ملو مضراب سے طنبور ہو کر
فتانی الروح تم جب تک نہ ہو گے	ملو گے تم نہ ہرگز پور ہو کر
اگر یہ بھی سے ملنا ہو تو مل جاؤ	فتانی الروح شکل حور ہو کر

کیونکہ جب تم فتنانی الروح ہو جاؤ گے تو از روئے روحانی پاؤ روح مقلوب ہو کر جو پر نور ہونا چہ معنی دار و نامحسوس الحواس و ناممکن الغیبی کے عالم میں بھی منقلب ہو سکتی ہے چنانچہ تم خود بخود خیال کر سکتے ہو۔ کہ جس قدر چیزیں۔ فی الظاہر بہ توسل۔ تیار کرائی گئی ہیں۔ وہ سب معجزہ روح و نمونہ قدرت روحانی کا جلوہ ہے۔ جو ایک ایک مختلف صفات میں فنا ہو کر اپنا کرشمہ رنگارنگ ظاہر کیا ہے۔ جو روح اللہ کے ادنیٰ سے ادنیٰ پیدا کر دے ہیں یہ قوت ہیں الی گئی ہے۔ کہ باوجود موجود فی الوجود ہونیکے ناممکن الفہم ہونیکے صفات سے لبریز ہو رہی ہے۔ کہ اوس کی فہم کی کاشش بھی ادنیٰ کے ذریعہ سے کی جاتی ہے۔ کہ فعل کوشش بذات ہی اوس کا ناممکن الفہم کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔ تو اوس روح اللہ کے صفات نامحدودہ کو بھلا پوچھنا ہے کہ اوس میں فنا ہونے پر انسی کو علم ہے۔ کہ پھر اوس میں کیسی نایاب صفات قدسیہ پیدا ہو سکتی ہے۔ توجہ تک کوئی فتنانی القمرین۔

فنا فی القلپین۔ فنا فی السحاب۔ فنا فی التراب۔ فنا فی الامطار۔ فنا فی البحار۔ فنا فی النباتات۔ فنا فی الجمادات۔
 فنا فی الحیوانات۔ فنا فی الذات۔ فنا فی العنقات۔ فنا فی الحیات۔ فنا فی المہات۔ فنا فی السموات۔
 فنا فی القوت۔ فنا فی السکوت۔ فنا فی الذکر۔ فنا فی فکر۔ فنا فی اللون۔ فنا فی الکون۔ فنا فی القال۔
 فنا فی الحال۔ فنا فی الاشکال۔ فنا فی الاسم۔ فنا فی الذنظ۔ فنا فی المعانی۔ فنا فی الوجود۔ فنا فی العدم۔
 فنا فی الفنا۔ فنا فی البقا وغیرہ ہے اس وقت تک وہ ان تمام اقسام کی ہستی و نیستی کا بندہ ہے۔
 سر پاپا عبد القنا ہے کہ کیونکہ جب تک وہ فنا فی الروح اللہ نہ ہوگا۔ ہرگز عبد اللہ فنا فی اللہ نہیں ہوا۔
 لہذا وہ مشرک ہے کہ خود کو فنائے مردود میں شریک کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اس اقسام فنا
 کے اندر وہی صفات کو اپنی ہستی میں فروکش ہونے کی دعوت دیتا ہے۔ اور دعوت اللہ کو
 رد کرتا ہے۔ اپنی اونٹنی ہستی جو اسکی عطیہ ہے۔ اسے بھی اسکو نذر دینے میں بحالت
 کرتا ہے۔ انیس وجہ مردود و ملعون۔ مطرود و مطعون ہے۔ اب اگر وہ خود کو زبردستی ازرا و کذب و
 دروغ فنا فی الروح اللہ ہونے کا مدعی قرار دیکر ملعونیت سے براءت چاہتا ہے۔ تو یہ غدار انگ
 ہے۔ کس لئے کہ جس طور پر متفرق چیزوں میں فنا ہونے سے اس میں اشارۃ و صراحتہ ان چیزوں
 میں کی کوئی بات پائی جانے لگتی ہے۔ اسی طور پر چاہئے کہ روح اللہ جو تمام موجودات و جمیع کائنات
 کا لب اللباب ہے۔ اس میں بھی فنا ہونے سے شخص فنا فی میں انوکھی صفت پائی جانے کے
 علاوہ فی النظا ہر خوش و جمائیت و کم گسری۔ و اخلاق حمیدہ۔ چہرہ منور۔ ویدہ چشم۔ کو کپ
 درمی کی طرح تاباں و درخشاں ہو زبان پر اثر ہونے کی نشانی نمایاں ہو کہ بصورت الخدام
 ہذا الصفات القدسیہ زوال ہے۔ بلکہ یہ تو ایسی روشن دلیل ہے کہ فنا فی الشیطان الخبیث
 بھی سمجھ سکتا ہے۔ ہر جاندار کا تمام اعضاء خصوصاً انسان کا تمام اعضاء غم و خوشی و عوارس و حسیہ
 کے نزل سے نڈھال ہو کر مبتدل ہو جاتا ہے۔ پھر یہ کیا سنی کہ صفائی دل حاصل ہو اور دل
 مع جمیع لواحق و اعضاءے بدن اپنے ہم خیال صفائی ہو کر مصطفیٰ نہ ہو۔ تو اس کا یہی سبب ہو سکتا
 ہے کہ دعوائے صفائی زبان تک محدود ہے دل اس سے بالکل بیگانہ و نا آشنا بنا رہے
 ایمان کی بات تو یہ ہے کہ جو ایمان افعال ناشائستہ سے روک نہیں سکتا وہ ہرگز ایمان نہیں۔
 پس جب تک طبیعت و ایمان میں پورا اتفاق باہمی نہ ہو۔ اس میں تصنع و تکلف ہے چنانچہ
 اگر اس میں ایمان ہوتا تو نا محسوس اس روحانی تملذذات سے متلذذ نہ ہو کر سابق بالخیرات ہوتا کہ
 فی الحقیقت یہی ایمان داری کی بات ہے کہ غیر از روح اللہ یعنی عین من دون اللہ فنا ہونا کفر فی ایمانی

ہے اور قصد و انتصا والی سوء السبیل ہے + مگر یہ نہ سمجھ کر اپنے تار و تاریک خاکدانِ عسری کے حجرہ میں روحانیاً بطریقِ حیات بکمالِ اختصار نشین بنائے ہوئے اپنی اور غیر کی بھگتی کر رہا ہے جس پر ارواحِ مطلقہ نظر نہ آنے والی - بلکہ ناممکن الفہم روح اللہ کے شوق دید میں - چٹکیاں لینوالی ناز آفریں کی طرح - مقامِ ملکوت کے غرق سے جھانکتی ہوئی قہقہہ لگا کر کہتی ہیں - کہ لعنت ہے اوس بندہ خود پرست پر جو خود پرستی کر رہا ہے - پس یہ ایک نیچرل کلب بنام دنیا جس میں فرداً فرداً کھلی کلب بنایا گیا ہے کہ اوس میں ہر زندہ برآمد ہو کر اوس کو ہر کیٹی اور میٹنگ میں لئے پھرتا ہے کہ اس یونیورسل کمیٹی میں سب کے کچھ سے شنوائے ناشنوا بنا ہوا مثل کلب کلب بدخلقی دلیلیاؤ کو اپنا مالک گردان کر اُس کا بچہ لگو بنا ہے + اور اپنے گوشت و پوست اور ہڈی کے چبانے کو خفائی الروح اللہ ہونے سے تعبیر کرتا ہے - ان سب زمانہ کے دست برد سے جو کچھ رفق برابر وجود پر از الخدام بے در مان رہ گئی ہے - اوس کو دوائے پند دہدی سے علاج کرنے والے کو بڑا کامیاب ٹوٹیرا - ڈاکو کی طرح ظاہراً اوسکی جانِ عزیز کو لوٹنے پر آمادہ ہو جاتا ہے + اور درندوں کی طرح اسکو دریائے احمر میں تلاش کرتا ہے - اور وہ بیچارہ ان لوگ کے اس ظاہری و باطنی - اندرون و بیرونِ شریعت سے پاک و پالودہ رہ کر روح اللہی شریعت یعنی عین عین اللہی شریعت سے معمول ہو جاتا ہے کہ تن میں کی سُدھ ہی نہیں کہ اندرون و بیرونِ شریعت سے اوسکو مخصوصہ کرنے کی بدھ باقی رہے - گویا ایسا ہو جاتا ہے + مگر ایسا نہیں بلکہ ایک نوکھی سدھ بدھ میں گن بہتا ہے - پھر ہجرِ احمر میں غرق کر نیوالے کے سبب سے مدت تک زمانہ کے زمانہ کو اوس کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے - کہ ظاہر میں پادشاہ گناہ ظاہری کی سزا کرتا ہے تو شہنشاہِ ازبجوتا کل گناہ باطنی کی سزا کر دیتا ہے - بس ایسی گناہکاری کے جمع خمیازوں میں سے یہ بھی ایک خمیازہ ہے کہ ہزار ہا اقسام کی صعوبت و عقوبت کے ساتھ زمانہ دراز تک روح اللہ کے جوار و دیار سے بدر رہے - پھر اوس بدراقِ دگی پر بھی وہی گناہوں کا سلسلہ جاری ہے - کہ ہلاکتِ ابدی کے خندق میں گرے پھر ادھر کی شدت کو بھلاؤ چھنا ہے + کچھ بھی سچی بات اوس کے ذہن نشین نہیں ہو سکتی جس چٹھے اوس کو نفرت دلائی جائیگی - اوس کی انصرام تک پہنچانے میں حاضر ہو جائیگا جس چیز سے اسکو رنجیت دلائی جائیگی - اسی کی انجام دہی میں قاصر رہیگا - اوس میں الناس حلیص علی مانع کا مرض پیدا ہو جائیگا + کجوق جوق فوج فوج لشکر ہائے لعنت و نکبت کا فروگاہ و مصاف پر صفا - بنام صوفی ہر صفا بنجائیگا - کہ اختراعاتِ برہ کاری و ایجاد کار ہائے کنگاری سے صاف نمایاں

ہونے لگے کہ البتہ صوفی ہذا موجود جبرائیم اور شرک صوفی شکار ہے جو جس پر روز بروز گناہ بڑھتا جاتا ہے۔ اپنے کام میں پختہ ہوتا جاتا ہے کہ ہر حال و قال اس کا مار زہری سے مشابہ ہونا تو کیا بلکہ عین مار زہری یعنی شیطان مجسم ہو سکتا ہے بلکہ توں کتنا چاہے کہ ہو چکا جس نے اپنا زہر پلا ہل تمام زمانہ کے رگ و پیمان میں پھونک دیا ہے کہ بموجب قانونِ فطرت کہ مار گزندہ کے آگے چاروں طرف مار ہی مار نظر آتے ہیں۔ اور سگ گزندہ کو سب کی صورت کتے کی دیکھی ہے۔ اس بنا پر طیفِ روح اللہی بھی ادسکو سانپ کی بانی نظر آنے لگی کہ رُوح اللہ یعنی عین اللہ اُن کو شیطان و مار کی صورت دیکھنے لگا۔ کہ ہزار ادسکو کسی طرح کا منتر جھاڑ پھونک۔ کائنۃ العلویا۔ بتلایا جائے مگر اس کو کچھ سدھ نہیں۔ اگر سدھ رہتی ہے تو ایذا ارسانی اور تمام خرابائی کام کرنے کرانکی سدھ بدھ رہتی ہے۔ پس یہ سب کارگذاری ادسکی فنا فی الشیطان ہونیکے لئے تمغہ دوست آویز ہے۔ تو یاتم ایسے نالایق لوگو تم کو یاد رہے کہ گناہوں کی راحت ایک ساعت ہے۔ اور طاعتِ رُوح اللہ ہمیشہ کی راحت ہے۔ نیکی کو ادسکی حاضری میں سُست نہ ہونے دو م نہ بدی کو ادسکی حاضری میں چست۔ دیکھو جس طرح نیکیوں کو نیکی کرنی آسان ہے۔ اسی طرح تم بدوں پر بدی کرنی آسان ہو رہی ہے۔ افسوس ہے کہ تم ایک سخت کثیف بوجھ اور سخت کثیف محبت پرستی کے نیچے دبے ہوئے ہو کہ اگر آہ سرد و گرم بھی کھینچ کر اوپر چڑھنا چاہو تو وہ کثیف بوجھ تم ایسے شیطان کے حق میں شیطان کا کام کر کے نیچے کھیچ لیگا۔ کہ ہمیشہ کے لئے متواتر آتشِ سارخ بالترخ ساکن دنیاؤ افضل السافلین سے ہو کر طبقہ بہ طبقہ سفلہ مردود اور نیچ قوم سے بنے رہو نہ کہ بمقامِ علینِ علوی تک پہنچ کر علوی بن جاؤ جیسی کنکر۔ پتھر۔ خاک۔ دھول۔ ٹیلا ٹیکری پرستی کی آگ دل میں بھڑکتی رہتی ہے جو زبانِ حال سے تناسخ بالمراد کے لئے فخر ہے۔ ورنہ عالمِ زنگار کی ساری چیزیں زنگار ہیں جو چٹنا چٹا آسمان کی طرف نظر اٹھا کے دیکھو کہ اس بالائی داؤدی دگلنا میں کس طرح سب کے سب گلنا۔ نورانی شکل میں ٹٹمار سے ہیں۔ اسی طرح عالمِ روحانی کی سب حالتی چیزیں موحج۔ خصائل اس تھوڑی سی زندگانی میں جو تھوڑی دیر کے لئے سراب کی طرح بخارِ موحیم المکتوم المعلوم محسوس ہوتی ہے۔ اس میں لوگوں پر ظاہر ہوتی رہتی ہیں + پھر اس بیچارے چند لمحہ نشیں کو کس لئے موت کے منہ میں دیکر گنگار بیٹھتے ہو کہ ادسکی عوض میں تمکو موت نکل کر دوسرے عالم میں شل دی گئی ہے۔ کہ اے پاچی یہ رُوح جس کے سبب سے تو زندہ کیا جا رہا ہے ہرگز زندہ نہیں ہے۔ فی الحقیقت مڑوہ ہے کسی جرم میں تو یہاں تناسخِ قید و بند کیا گیا ہے

یہ بھی ایک درکِ جہنم ہے۔ اوس کی معاد میں یہی قید ہے کہ جو اتنی پرا دے چھوڑ دیا جاوے۔ پھر اب کا ہے کہ اپنی بد اعمالی سے خود کو تنازع و تنازع کے تسلسل میں گھسیٹ گھسیٹ ہلاکتِ ابدی تک پہنچا تا ہے۔ بلکہ اسی زندگانی مردہ بنام حیات کے معرفت ظاہری زندگانی سے چھٹکارا حاصل کرے کہ جہنمِ تختائی و فوقانی۔ سفلی و معلوی۔ عنصری و قیصری۔ سہتی و نستی وغیرہ وغیرہ خود ہی سب بنیت ہو جائیں۔ تو زندہ ہو چکا ہو جام کہ روح اللہ جس نے ترک خوشی جو بڑی خوشی کی بات ہے اوس کو بھی ترک کر دیا ہے۔ کہ جس کی ابتدا خوشی ہو تو انتہا رخ ہو گا۔ کہ پھر اسی سرحد کے متصل سے ابتداء خوشی ہو جاتی ہے کہ پھر یونہی دور تسلسل اور داخل و خارج رہتا ہے۔ اس لئے اس نے سب کو ترک کیا حتیٰ کہ ترکِ الشکر تک کیا مگر ترک وجود بلکہ ازہم بے غم۔ بل ازہم گذاری ہم بے غم ہو گیا ہے + وہ تیرا مسکن و دامادی ہو ایسی دولت و نعمت جو مفت ملتی ہو اوسکو چھوڑ کر ہلاکتِ ابدی کی دولتِ محدثہ اور قیمہٴ زمین میں ناک رگزار گرنے کے بُری حالتوں میں رہ رہ کے لینے کو تیار ہوتا ہے + اے ظالم جو تو نے گنا بھی کیا تو محض بے لذت۔ اسی کو محنت برباد و گنہ لازم کہتے ہیں۔ کہ کہیں تو مٹی کی ٹیکری بنا کے سجدہ کرتا ہے۔ کہیں مٹی کی بٹی بنا کر۔ کہیں مٹی کی پتلی بنا کر کہیں ساری مٹی کی مٹی کو سجدہ کرتا ہے۔ اوس کو عاجزی سے تعبیر کرتا ہے۔ تو اس میں کوئی شک نہیں کہ عاجزی کا افتخار بڑا افتخار ہے۔ مگر فانی بوجہ ہوئے بغیر تجھ کو درحالی عاجزی کی قوت نہیں مل سکتی۔ لہذا اس کا نام عاجزی نہیں۔ اگر یہ عاجزی ہے تو کوہِ بھٹی یعنی پہل باد جو دیریں تن و توش و کلبہ و غلام۔ اپنے سر پر خاک دھول اڑاتا رہتا ہے۔ نچے سے نچے صبی پُرسا کو اپنے سر پر چڑھاتا ہے۔ مٹی میں بھی ہوشیاری کے ساتھ ہوتا ہے۔

اس پر بھی ۷

درجہاں پہل مست بسیار است دست بالا شے دست بسیار است + کہ سب مہتویوں کی یہی حالت ہے کہ اوسکی عاجزی پر بھی زیادہ تر عاجزی رکھنے والی چیزیں ہیں جیسا کہ چینی باد صفت بریں عاجز الوجود ہونیکے تمام سڑی گلی نجس چیز کو سر پر اٹھانا تو درکنار اُسکو کہا جاتی ہے۔ اور اتنی عاجزی پر ہاتھی پر غالب آتی ہے۔ کہ اُس کے بھی بول و براز بلکہ جمیع اچھے بُرے سب کے بول و براز کو بھنگی جو اپنی جسمانی ہیکل میں اشرف المخلوقات ہے۔ اپنے عضو پاک جس کو سرکتے ہیں۔ اوس پر اٹھائے پھرتا ہے۔ پھر تو وہی عاجز عجز کھیرا جو اور تو اپنے مبرز کو آسان کی طرف اٹھاتا ہے۔ جدھر لوگ ہاتھ اور منہ اٹھاتے ہیں اور خلافِ اِنَّ الْمَلِئِکَیْنِ وَبَنَدِ حَبِ الْجَمَالِ

اپنے خوبصورت چہرہ کو زمین سے رگڑ کر دوا می قشقہ مستوشہ جو نہایت نحوس و کریمہ المنظر ہوتا ہے بناتا ہے کچ اور لھا لوٹ ہو ہو کے اپنے نفس چکنی چٹری آیات آمین باتوں پر لٹو بنا ہوا روح اللہ کو بھانا جاتا ہے۔ وہاں تیری کوئی خوشامد آمیز و عریان الاخلاص باتوں کے مفہوم تک کی شنوائی نہیں ہوتی کیونکہ جن کے کردار موافق گفتار نہیں پاجی ہیں + اپنے آقائے نامدار کو غیظ و غضب میں لاکر جرم ٹھہرتے ہیں چنانچہ اسی واسطے کہا جاتا ہے کہ نظم

نوکِ خراب کرتے ہیں سرکار کا مزاج ہر ایک جانتا ہے جو ہے مار کا مزاج کہتا ہوں تجھ کو ڈانٹنے لے نابکار خلق ہم بیت اللہم کے ہیں درو دیوار دست و پا اصحاب چار غصہ سغلی جہیں نہاں علوی جو تھا بسوئے علا رہ گر ہوا حکم حکیم و حاکم ارض و سما ہے یہ مرض بدی سے پڑے علاج اس کا چاہئے داروئے پند نرم اسے دیکھے چپ رہو ہم مانیں تو غیر ورنہ یہ کھدو پکار کر پھر اُس کے بعد میجرۂ عیسوی دکھا ہم جو پوجتا ہے مجھ کو اُسے پوجتے ہیں ہم یہی بھئی تو میری راہ سے ہرگز نہ لوٹنا	غصہ میں لائے حیدر کرار کا مزاج ہے نارسہ و چپ ہے پھزار کا مزاج ہم سے نہ پوچھنا درو دیوار کا مزاج اوس کے کہیں صاحب اسرار کا مزاج آپس میں خود خلافت ہے ان چار کا مزاج سغلی تو پوجتے ہی رہے یار کا مزاج دیکھو تو کیا خراب ہے سنسار کا مزاج پوچھو تو کس طرح سے ہے مکار کا مزاج مدھرے کسی طرح سے بھی مردار کا مزاج معلوم ہر کسی کو ہے انگار کا مزاج دکھلاؤ سب کو بعدہ تلوار کا مزاج دیکھو تو کیا ہی نرم ہے سزار کا مزاج ظاہر ہے کس طرح یہ ہے تھار کا مزاج
--	---

لیکن اس جگہ مزاج سے یہ مقصود نہیں کہ حقیقت تمہار حقیقی کا کوئی مزاج ہے۔ کیونکہ مزاج چار طبع کے اخلاط کا نام ہے۔ اوس کی تو کوئی طبعت نہیں ہے۔ وہ تو زنا طبائع آفریں ہے۔ وہ بغیر حواس اپنی ناممکن الفہمی کے وجود کا احساس اپنی قدرت کے زور پر ممکن الفہمی کے ساتھ از خود کرتا ہے محض حی بغیر حیات ہے۔ اوس حیات کا علم اوس کو بغیر اداو علم از خود معلوم ہے۔ کہ ایسی خالص قدرتی علم کے زور پر کسی کام کا مرید ہوتا ہے پھر اوس ارادہ کا صدور پانا بھی اس سے علم ظہور میں آتا ہے۔ بلکہ ان جمیع حرکیات کے علاوہ ہر چیز میں نرا خالص ہے جس کو تمام از جزو تامل کی خالص روح کہہ سکتے ہیں جو موجودیہ و عدمیہ روح سے بھی شستہ و پاک ہے تو اوس کا اگر مزاج ہو سکتا ہے تو یہی

ہو سکتا ہے کہ حیات - علم - ارادہ اور صدورِ فعل ورنہ اور کوئی اُس کا مزاج نہیں۔ مگر اس مزاج میں یہ قید نہیں کہ اور مزاجوں کی طرح مقید بہ قواعد و ارکان ہو کہ جیسے خجالت کے وقت آدمی کا چہرہ صفر اوی ہو جاتا ہے اور وقتِ قمر اوی اور ہمہ آں متلون وہ ان جمیع عوارضِ حسیہ بالکل مصفا ہے۔ انا یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ کچھ بھی ہو مگر کچھ ہے۔ حالانکہ وہ کچھ بھی نہیں ہے۔ انا ہے ضرور کہ جو سمجھ سے باہر ہے + چنانچہ بذاتِ المراد بہ قدغن بالتکرار وہ نازل الذکر رہا ہے۔ کہ وہ ہرگز سمجھ میں نہیں آ سکتا کیونکہ سمجھ اسکی پیدا کر دیتی ہے۔ ورنہ سمجھ خود بے وجود تھی۔ اور وہ سب چیز کا خالق ہے۔ پھر کیونکر سمجھ میں آئے۔ اگر کوئی غلط فہمی سے کچھ سمجھ لیتا ہے۔ تو یہ اوس کی خطا اندر خطا ثم بالائے خطا ہے۔ اس پر بھی اگر اعتراض نہیں کرتا تو مگر خطا در خطا و خطا بر خطا ہے بنا بر سخت مادر بخطا ہے کہ خالی ہو کر خود کو غلطی سمجھتا ہے = اپنے ابدی پٹھکار کے سبب سے ممدی کو لحدی جانتا ہے کہیں ممد کو محمد جانتا ہے۔ کہیں فی الظلمات من غیر خارجین دایماً ابد کو منور الا نور والہدی کے نام سے پہچانتا ہے۔ پھر خود کو عقیل العقلا سمجھتا ہے۔ کہ یہی سب مواد فاسدہ او سکے حق میں خاتم القلوب الا بصار ہو کر خندقِ ظلمات میں ڈھکیل دیتے ہیں۔ کہ اوس کو کچھ نہیں سوجھتی = جو سوجھتی ہے تو اوندھی سوجھتی ہے جو کہ روح اللہ کو خود بہام مزاج سمجھنے لگتا ہے۔ اپنی طرح کم حیثیت کا ایک آدمی سمجھتا ہے۔ اگر بہت ہی بڑکایا تو ایک نیچرل سٹیٹ کا مالک سمجھ لیتا ہے۔ حالانکہ یہ سب خطا ہے بیچ کیونکہ تھوڑی زمین رکھنے والے کو یمہ دار و زمین دار کہتے ہیں۔ بس پانچ قریہ کے رکھنے والے کو چاگیر دار دو چار قریہ ملکر چو ایک قصبہ ہو سکتا ہے اوس کے مالک کو نواب و آغا۔ اوس کے نوکر چاکر کو گماشتہ۔ کار پر واز و کار کن اور کارنرہ وغیرہ کہتے ہیں۔ کہ اگر وہ صاحبِ گماشتہ بنام نواب دو چار قصبہ ملی ہوئی جگہ جس کو مدینہ کہہ سکتے ہیں اُس کا مالک ہو جائے تو اوس کو امیر کہہ سکتے ہیں۔ اوس کے نوکر چاکر وغیرہ مہتم و منتظم و منصرم کہے جائیں گے۔ دو چار چھوٹے چھوٹے مدینہ سے چو ایک بلا ہو جاتا ہے کہ اوس کے مالک کو حاکم کہتے ہیں۔ اوس سے مصر بن جاتا ہے تو اوس کے مالک کو خلیفہ اوس کے نوکر چاکر وغیرہ کو نگبان و دیدبان و ناظر وغیرہ کہتے ہیں۔ اور بہت سے امصار و اقطار و لاکھ جوا یک خطہ ہو جاتا ہے اوس کے مالک کو رئیس۔ اسکے بڑے بڑے عمدہ داروں کو پاشا۔ آقا۔ صوبہ دار۔ صلیب عظم و معین المہام و نصیر المہام و دار المہام وغیرہ کہتے ہیں۔ بہنترے خطے سے چو ولایت ہو جاتا ہے اوس کے مالک کو والی کہتے ہیں۔ اوس کے نوکر چاکر کو اسی حاکم کے معنی میں گورنر۔ کشنر وغیرہ کہتے ہیں۔ جو بہت سے ملک و ولایت ملکر اقلیم ہو جاتے ہیں اوس کے مالک کو سلطان کہتے ہیں۔

اوس کے نوکر چاکر کو وزیرِ مشیر مستشار۔ دیروامیر وغیرہ کہتے ہیں کہ سب قریب قریب ایک ہی بات ہے۔ ہفت اقلیم ملا کر چار دانگ عالم ہوتا ہے۔ جسکو دنیا کہتے ہیں اسکے مالک کو خاقان و فرمانروا کہتے ہیں اس کے مطیع و منقاد کو فرمانبردار کہہ سکتے ہیں۔ چار دانگ عالم مع جمیع سنوات والارض صرف کون کہا جاتا ہے اور اس کون کے علاوہ جو دوسرا نامحسوس الحواس عالم عقلاً محسوس ہوتا ہے۔ اوس کو ملاکر کونین کہتے ہیں کہ اوس کا مالک کا این کہا جاسکتا ہے پھر اس کا این سمیت جس قدر کمونہ ہوتا ہے سب کو ملاکر کائنات کہتے ہیں۔ اوس کے مالک کا نام مکینہ ہے۔ اوس مکینہ کے مالک کو آئینہ الملکینہ یا خالی اللہ کہتے ہیں کہ تو گویا وہ ایک ہی کائنات و ہستی کا مالک ہوا۔ جس کا ادنیٰ در مقابل زمرید ہوتا ہے۔ تو ایسا کم بضاعت مالک غنی نہیں کہا جاسکتا۔ کس لئے کہ غنی وہ ہے جسے غنا کی بھی پروا نہ ہو۔ اور کسی طرح بھی اس کی قوت و قدرت کا زور سمجھ میں نہ آئے تو البتہ روح اللہ و عین اللہ ہو سکتا ہے ورنہ ہرگز نہیں کہ تو وہ ایسا ہی ہے کہ مگرین پر اوس کی پٹسکار ہے وہ خود سے تشابہ سمجھتے ہیں کہ اسی تشابہ کو مثالی کے لئے روح اللہ مجسم ہو کہ ان کو اس تشکل صورت میں فنا کر لینے کے بعد عالم بے حجابانہ کا سیر کراتے ہوئے غیر مجسم روح اللہ کی سیر کرائے کہ وہ سیر وانی الارض کا مصداق ہو۔ اور یہ سیر وانی اللہ کا کہ پھر ستاری مزاج و قہاری مزاج و غفاری مزاج کی حالت معلوم ہو جائے۔ تو وہ فنا فی روح اللہ ہو نیکی کے بعد معلوم ہو گا۔ اس لئے قبل از فنا ہونے کے یہ سمجھا دیا جاتا ہے کہ جن لوگوں نے ایسا سمجھ لیا ہے کہ روح اللہ صرف ایک کائنات کا مالک ہے اس سے زیادہ نہیں تو یہ ادن کے جبل کا باعث ہے کیونکہ جو چیز دور ہوتی ہے چھوٹی معلوم ہوتی ہے تو تارے جو اس قدر چھوٹے معلوم ہوتے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ وہ بہت دور ہیں۔ چنانچہ اگر چھوٹا سے چھوٹا ستارہ بھی قریب الارض کر لیا جائے تو سب زمین کو ڈھانپ لے سکتا ہے تو جب زمین پر اس قدر آبادی و فرخ و ترقی ہے تو پھر اس میں کس قدر ہونی چاہئے۔ ان کے باشندے ضرور فانی ہونگے ان کی ترقی کا رنگ و نام ہی اور ہو گا۔ یہ سب کی سب دنیا دی چیزیں حقیر ہونگی۔ اسی طرح ہر ایک ستارہ کی حالت سمجھنی چاہئے کہ یہ تمام محسوس نامحسوس عالم خود ایک ستارہ ہے۔ کہ اگر کوئی اس سے باہر نکلے بہت دور چلا جائے تو تمام عالم ایک چھوٹے سے ستارہ کی طرح ٹٹماتا ہوا دکھائی دیکھا کہ اس سے بھی بہت دور و پناہ چلے جانے پر ایک دائرہ انکسور کی طرح نظر آئیگا جس طرح دائرہ انکسور میں اس کی صفائی کے سبب سے اوس کا تخم اوس میں ایک خالی سیاہ معلوم ہوتا ہے جس میں بے شمار دائرہ انکسور پوشیدہ ہیں۔ ویسے ہی اوس کے اندر کی چیز معلوم ہوگی۔ تو گویا تمام دائرہ کائنات

ایک دائہ انگور سے مشابہ کیا جاسکتا ہے ایسی حالت میں اگر یہ کہا جائے کہ چونکہ انگور کے خوشہ ہوتے ہیں کہ اگر ان سب خوشوں کو ایک باریک کردی شکل کے شیشہ میں بند کر دیں تو زجاج تہ گلگون کی طرح ہو جائیگا جو ٹیبل پر بطور آرائش کا غذات وغیرہ پر رکھا جاتا ہے۔ تو اب اس طرح پر کر ڈنا کر ڈ خوشہ انگور اندرون شیشہ بند کئے جاسکتے ہیں۔ کہ اگر ان سب کردی اشکال کے زجاج جس میں خوشہ انگور بند کئے گئے انکو ایک سلک میں خوشہ انگور کی طرح منسلک کر سکتے ہیں۔ کہ ان سب قمقموں کی حالت بھی ایک خوشہ انگور کی ہو جائیگی۔ جس کو ایک بہت ہی بڑے غبارہ میں ڈالکر آدیزاں کر سکتے ہیں۔ پھر اوس آدیزاں شدہ میں بھی اسی ترتیب مذکورہ پر چٹاٹا اور کھنگھرو کی طرح دیگر غبارجات سے بنا سکتے ہیں کہ جب وہ ایک بہت ہی بڑے خوشہ کے مشابہ ہو جائے تو اوس پر سے ایک بہت ہی بڑا محیط غبارہ ڈال کر کسی قلابہ میں آویزاں کر سکتے ہیں مگر فیصل مسلسل دایا ابد جاری ہو سکتا ہے تو کوئیں اس کا قطعی وجہی نہیں حاصل ہو گا۔ کہ کائنات کائنات سب کا قطب یا قلابہ خواہ آبد یا منہی قرار دیا جاسکے لیکن اگر سمجھائے گئے کہ کیا جائے تو چنداں مضائقہ نہیں۔ یہی حالت اس غبارہ کائنات کے دور تسلسل کی ہے + پھر کچھ اس روح اللہ کو صرف مالک ہر دوسرا جو ایک زمیندار کا مقابل ہے لکے انتہا کر دے سکتے ہیں۔ محض ناممکن ہے + تو جب اس کی قدرت کاملہ کی کسی جگہ انتہا نہیں ثابت ہوتی تو کیونکر کوئی اپنی جھوٹی سی سمجھ اور عقل جو اس کی پیدا کردہ اور عطیہ ہے اس کو اور اپنی جمیع الماکی ہستی نیستی کو اس کا ایک جزو مقابل قرار دے سکتا ہے محو زیرا کہ یہ جس قدر تسلسل ہستی نیستی بہ توسل الفاظ نامحدود بیان کئے گئے ہیں یہ سب الی منتقل ہیں۔ جو اوس کے ادفنے سے ادفنے کیڑے کوڑے اور اوساری کے لئے زنگار قید خانہ اور عجائب گھر بنا یا گیا ہے کہ اگر اس قید خانہ کے جنت و جہنم بھی مجموع قرار پائیں تو ان کے لئے از اقسام جدیدہ کوئی قید خانہ تیار کر دے بلکہ تیار کیا ہے۔ کہ وہ روح اللہ۔ قدیم و حدیث آفرین اپنی ناچیز سے ناچیز قدرت و علم کی عباداری سے تمام مجرموں کو اپنے ادفنے سے ادفنے نچرل اسٹیٹ کے جیل میں جسطرح سے چاہتا ہے قید کر دیتا ہے جو اس میں سے کسی کو خلود فی الخلق کی سزا دیتا ہے + کسی کو خلود فی البشر کی + کسی کو خلود فی العدم کی + کسی کو خلود فی النسخ و النسخ کی + کسی کو خلود فی الطلاق کی + کسی کو خلود فی الدوام اور دائم الجبسی کی + جو فنا فی روح اللہ نہیں ہیں انکو خلود فی اللعنت کی + کسی کو خلود فی الملک کی + کسی کو اپنی مرضی کے مطابق چھوڑ دینے کا میعاد مقرر کر رکھتا ہے + کیونکہ اس کو پورا نصرت مالکانہ کا اختیار از خود حاصل ہے + ایسی حالت میں اس کو ان مخلوقات سے کیونکر مناسب ہو سکتی ہے + یہ سب تو فقط روح اللہ بنام تھا جس کا کوئی مزاج نہیں اس کے مخلوق لیکن کوئی ایسی بات نہیں جس کے

لئے مخالف مثال دلیل پرود قدح کسی بیان کردہ ونا کردہ عالم سے نہ دستیاب ہو سکتی ہو۔ پھر اگرچہ وہ عالم۔ اپنے عالم پنے سے خارج ہی کیوں نہ ہوتا ہم داخل در عالم ہوگا چرکہ عالم سے خارج ہو جانے کا بھی ایک عالم ہی کہا جائیگا۔ تو روح اللہ سے کسی کو مشابہہ کر نیکی لے اس طرز کی کوئی مثال اختیار کر لیجائے کہ جیسے ایک ہی یا قوتِ روانہ جو خون کہتے ہیں وہ جس جس منزل پر پہنچتا ہے ہر منزل کے مطابق اپنے شکل و خواص رنگ و تاثیر اسی عالم کے مطابق کر لیتا ہے۔ جو جیسا دیس دیا بھیس ہونا بولنے ہیں + چنانچہ دیکھو کہ جس دم یہ خون فوط کے منزل پر پہنچتا ہے تو منی کی شکل قبول کر لیتا ہے جس دم منزلِ چشم میں پہنچتا ہے تو آنسو کی صورت قبول کر لیتا ہے + ناک کی منزل پر پہنچتا ہے تو نزلہ کی صورت قبول کر لیتا ہے + منزلِ پستان میں پہنچتا ہے تو دودھ کی صورت قبول کر لیتا ہے + کہ پھر وہ دودھ بھی کبھی چھچھاچھ بنتا ہے کبھی مٹھا + کبھی دہی بنتا ہے کبھی مسک + کبھی گھی بنتا ہے کبھی کچکا + مگر جس چیز کا وہ دودھ ہے اُس کا خون اُس دودھ سے جدا ہو رہا ہے کہ وہ یا قوتِ رواں ہے تو یہ الماس رواں۔ کہ ان دونوں صاحبِ خوں اکدم جدا ہے اور اوس سے اوس کی روح بالکل جدا ہے جو مقید فی الوجود و قید خانہ کائنات ہے۔ کہ اسی مثال کے مشابہہ دوسری مثال یہ ہے کہ ایک کپاس سے ہزار ہا قسم کے کپڑے تیار ہو سکتے ہیں کہ وہ کپاس ہزار ہا شکل میں منتقل ہو سکتا ہے کہ کہیں روئی کی شکل میں ہو سکتا ہے کہیں دھمگے کی۔ کہیں پونی کی شکل میں ہو سکتا ہے کہیں طاو کے۔ کہیں کپاس کے درخت کی شکل میں۔ کہیں بنولہ کے۔ کہ اوس میں ہزار ہا ہزار کپاس معا اپنے ہزار ہا ہزار بنولوں کے مخفی ہے۔ کہ اسی بنا پر یہ کہا جا۔ کہتا ہے کہ ایک دارہ بخش بنولہ میں کروڑ ہا لشکر جا رہی ہے کہ اوس بنولہ میں ایک خفیہ یاد رکھا ہوا ہے جو حرارتِ ارضیہ کو قبول کر کے نسبت ہو جاتا ہے چنانچہ اگر وہ مادہ نکال لیا جائے تو وہ بنولہ ایسا ہے مڑ جائے جیسے کسی جاندار چیز سے روح حیوانی نکال لئے جانے سے وہ چیز مڑ جا سکتی ہے + تو اب وہ بنولہ اپنے اوس مادہ کا محکوم ہے جو حرارتِ ارضیہ کو قبول کر کے اوس کو نسبت ہونے کا حکم دیتا ہے اور یہ ساری حرارتِ ارضیہ و سماویہ قید خانہ ہستی و نیستی میں بندہ ہیں ان سب کی وجہ و حکم روح اللہ سے ہے نہ کہ اوسکی عین ذات سے پس یہ سب ساری کی ساری مخلوق اپنے اپنے ہم خالق ہونیکے سبب سے ہر ایک بالیکہ گروا جہ تاش و ہم خالق ہوتی ہیں۔ کہ بے انتہا دور و دراز جانے کے بعد روح اللہ کے فعل خلق سے معقول مخلوق ہونیکے نسبت میں یکسانی ظاہر کرتی ہیں۔ کہ اس انتہائی مرحلہ کو وحدت الوجود سے ایک گونہ نسبت ہو سکتی ہے در نہ خالص روح اللہ سے کچھ بھی نسبت نہیں کہ وحدت الوجودی کا لغزہ مارا جائے۔ اور اگر لغزہ مارنا ہی ہے تو اوس کے ساتھ شرط یہ ہے کہ عالم ظاہری

کا لباس چھوڑ دینے کے بعد لغوہ مائے۔ کہ عالم ظاہری کے لوگ نہ سن سکیں ورنہ اُس کا لغوہ مائے کے لئے سمجھا جائیگا۔ اس واسطے لغوہ کاذب ہے۔ اگر اسکو وہ صادق ثابت کرنا چاہتا ہے تو مائے جانے سے نہ ڈرے۔ بصورتِ خوف و دہشت یقینی کاذب ہے۔ اس واسطے یہ سب و اہمیات خیالِ دوانی اُس کی شان کے تحت خلافت ہے۔ بلکہ کلم کلمات پر عمل کر کے صاف صفا مصطفیٰ ہونا چاہیے کہ خلق و خالق میں بجز نسبتِ تخلیق ناممکن الفہمی کسی قسم کا بھی قرآن نہیں بالکل قرآن ہے۔ اس میں ذریٰ ترید قرآن نہیں تاکیہ قرآن نہیں۔ وحدت الوجودی تقلید شیطان ہے۔ آج تک کسی نے نہ سمجھا نہ آئینہ ہرگز سمجھیا گا۔ اگر مدعیٰ نعم ہے تو بطور جنون و مایخو لیا۔ سرد و دوار۔ مرگی و ہجان صفر و نشہ ہے۔ اوس کا مجتہد الراس محض براساس ہے جو عدم اختہ اُسے عقل کے سبب سے لوپاس پڑ کر بامید رجاء و ہراس اوداس ہوئے معزول الحواس ستیاناس اڈنسل پوٹاس ہو گیا ہے کہ بالکل چکر کر سب کو ایک سمجھ رہا ہے + کہ جب اتنے بڑے عالم کو ادنیٰ اصلی صورت سے مسخ کر کے مع تشکلات چیز بڑے اوس کے اس بنی آدم کے لئے مسخر کر کے اوس کو سب پر مفصول کیا ہے تو شاید خود کو بھی بحیثیت وحدت الوجودی مسخر کر کے اوس کا بندہ بندہ اُس کو بندہ آفریں بنا دے تو اگرچہ وہ سب پر قادر ہے۔ اس کو بھی کر گذر سکتا ہے تو یہ کرنا بھی اوس کا دائرہ مخلوقیت سے خارج نہ ہوگا۔ مگر اُس نے اپنی ایسی قدرت کو اپنی قدرت کے زور پر خود پر حرام کر دیا ہے + اسی واسطے خلق و خالق کے مابین مشیت اللہ کو صراطِ مستقیم قرار دیکر حجاب اللہ بنایا ہے + تو ہر ایک کا برافعل برا حجاب اللہ ہے اور اچھا فعل ایک اچھی مشیت اللہ ہے + اوس اچھی مشیت اللہ کے بیچ میں روح اللہ مجسم بالکل صراطِ مستقیم بنایا گیا ہے کہ اوس میں فنا ہونے کے بعد جو ایک عالمِ ناپیدا اکتارل سکتا ہے۔ وہاں کے مخفی شریعت کے مطابق قرہت روح اللہی کا مخفی طہ یقہ مخفی طور سے بتلادیا جاسکتا ہے کہ وہ ایک گوشت روح اللہ کے ساتھ با یکدگر آکل و ماکول کا رشتہ و ناطہ قائم کرنے کے لائق سمجھا جاسکے۔ پھر قبول کرنا اور عدم قبول کرنا یہ اُس کی رضا پر ہے + پھر بھی اوروں سے اوس کا نتیجہ اچھا ہی ہے تو اوس کو اپنی ناپختہ فہمی سے زبردستی وحدت الوجود سمجھ کے ان منافق ناموافق جو دبدو و دواغراب کا پیروکار ہو جائو نہیں کہ وہ (م و د) کا نام مٹتے ہی با یکدگر چہرہ دیکھنے لگتے ہیں۔ کہ ہم ہمتی ہونے کی نشانی ہے + کیونکہ یہ جمود اور ان کے جمیع ابناء انخیال خارجی و داخلی نہایت درجہ کی لطفہ پلیدہ تافنیہ یزید میں۔ یہ ازل سے ابد تک بدرجہ فایت چپلاق بد اخلاق محض عظیم الاخلاق بڑے کج بحث اور بیہودہ نطاق ہیں + جنم سے نکلتے در وفاق پیوستہ بغفاق و غابازی میں چپست چاق

فتنہ پروازی میں درست و طاق اور ایسے قزاق براق کہ شیطان کی دولتِ شیطنت تک کو لوٹ مار کر اپنے نفسِ مازہ کو دے لیکے بیدار کیا ہے۔ کہ آج تک اُن کے پیروکار و کبیتی کے شتاق ہیں۔ اور خود کو انہیں اطوارِ ناشائستہ کا مخاطب روزِ شتاق سمجھتے ہیں۔ اور ہر قسم کے نادست رسی پر بھی کڑی مَنّی دروُح القدس کا خود کو نعم السراق سمجھتے ہیں۔ کہ اُس مدینۃ الکُنوز کا اعتبارِ العلیا عین رُوح اللہ الشکّل حیّہ ہے۔ اوس کے ساتھ ظالم ظالم بالایطاق کے بانی دُمر تکب ہونا چاہتے ہیں۔ تو یہ دیوٹ و قمرِ مساقِ عادی جفت و طلاق۔ نمک حرامی و بے وفائی میں شہرہ آفاق غیر متوکل علی الزقاق بے رحمی میں شتاق کہیں خشیۃ الاملاق اپنے اہل عیالِ محصوم کو بحالِ ضربِ شلاق تہِ کجاک و پہا ق کر دینے والے ہیں جن کے سبب سے مسئلہ عاق و عتاق جاری کیا گیا جن کے لئے حکمِ حاکم علی الاطلاق یہ ہے کہ الہم من ال والہم من واق بھلایہ کیا بال بنگا کر سکتے ہیں۔ ایں خیالِ است و محالِ است و جنوں۔ یہ ہمیشہ کے لئے اپنے جمیع پیروکار سمیت مذموم و مدحور رہینگے۔ ان کو کسی عالم میں نہ حکمتِ لیگی نہ حکومت۔ نہ جنتِ لیگی نہ آرام۔ نہ صلواتِ ملیگانہ سلام۔ ان شیطین کا شجرہ نسب شجرہ شیطانِ لعین سے منسوب ہوتا رہیگا + اور اب کی اس عالم سے اکدم ٹرنیفر کر کے جہنمِ عدم میں اُگندہ کر دئے جائینگے + پس جزاءِ جہنم فی جہنم جزاءِ منووا پھر ایسے سزایاب حرام نادوں کو نعمتِ رُوح اللہ سے کیا نسبت ہو سکتی ہے کہ خود کو قدسی و عرشی سمجھیں + اسی واسطے ان کو رُوح اللہ علی العظیم سے سخت نفرت ہے اور اوس کی دشمن ہیں۔ پچھلے شیطان سے دلی رغبت و محبت ہے + پس لعنت اللہ علیہم دایماً ابداً۔ اور اسی لعنت کے وہ حقدار ہیں + اس واسطے بالکل حق تلفی نہیں کیا جائیگی۔ کیونکہ ہمیشہ سے ملعون کو ملعون سے نسبت نہ مل سکتی ہے اور ملعون کو ملعون سے + پس شیطان و ملعون وہی ہے جو شیطنت و لعنت کا کام کرے + اور ملعون و ملعون وہی ہے جو منت و مینت کا کام کرے + اسی واسطے کہا جاتا ہے کہ نظم

شیطان وہی ہے جسے شیطان نے پالا	رحمان وہی ہے جسے رحمان نے پالا
سب شیطنتِ خلق کو انسان نے پالا	انسان کو آغوش میں شیطان نے پالا
لو مہدِ فنا میں سبھی ہستی کو اٹھا کر	آغوشِ جہنم میں پھر اوس شان نے پالا
پس گو دکھلایا تجھے اتائے فنا نے	دورِ رخ میں فنا کے تجھے ہکان نے پالا
انسانِ مقدس کو جو بھگو ان نے پالا	پھر خوف سے بھگو ان کے ہر آن نے پالا
پھر جان کو یہ حکم ہوا گوشت کو پالے	پس حکم سے اُس گوشت کو اُس جان نے پالا
وہ مدحِ جنیں روح کہ ارواح کی خالق	گووارہ آقا میں اُس امان نے پالا

گو یا اُسی اُٹاں کی امامت رہی تقایم پس یاد رہے ساکن ان مہدی مقدس بیچلی کے اشارہ کو سمجھنا تو ہے مشکل	اُس کو بڑی منت سے ہے منان پالا مہدی ہے جسے مہدی حنان نے پالا کہتا ہے اشارہ سے کہ انجان نے پالا
--	--

تو جس جان انجان نے اُسے پالا ہے اُسی کے اشارہ سے بلکہ اُسی کے کہنے سے اس نے شیطانِ
وِرحانی فرق بت لانا شروع کیا ہے جو غالباً اب قریباً اختتام پہنچا۔ اس لئے یہ تاکید مزید تم بتا کیہ شدید
کہا جاتا ہے کہ باور ہے کہ نقلِ بات زمانہ سے یہ ثابت ہوتا چلا آ رہا ہے کہ ترقی کی کوئی انتہا نہیں۔
جس قدر ترقی کی جائیگی اُس کے نیچے کا حصہ درکہ ہوتا جائیگا اور اوپر کا حصہ درجہ جیسے پہلے کے
کل پُرزے۔ کپڑے لٹے۔ تعمیرات و انتظامات۔ تہذیبِ آداب۔ تحقیقات و کتاب۔ صنعت
حرف۔ زراعت و فلاحت۔ تجارت و بیعت۔ تمدن و سیاست۔ مذہب و آدمیت۔ علم و
اخلاق۔ اذواق و شواق۔ تعلیم و تلقین۔ طبخ و تقویم و اکثر استعمائے ماسلف و آجکل کے ترقی یافتہ
چیزوں کے آگے کند و مات حقیر و ذلیل ہیں + پس انہیں امورِ بائنیات کو شریعت کہتے ہیں جس کے
مطلب یہ ہوئے کہ جیسے کوئین کو از بہر ہر فرد بشر اکثر قسم کے بخار کے لئے ایک دت ہووہ
سک مفید ہو جانے کا حکم دید یا لیا ہے۔ اُس وقت تک بارہ مفید پڑیگا جب اس کا دورہ ختم ہو جائیگا۔
تو اُس کا کوئی قائم مقام و اتیار کر لی جائیگی۔ چنانچہ یہ حکم کوئین اور نیچر یعنی فطرت و شریعت کے قانون
سے ظاہر ہے کہ کبھی ایسا ہو جائیگا۔ تو آگے کے لئے اسی موجودہ شریعت کا حکم رہا + کیونکہ اُس نے پہلے
سے حکم لگادیا ہے کہ ایسا ہونے والا ہے۔ پھر آئندہ بھی ایسی ہے حکم لگادیگی کہ گویا ہمیشہ کے لئے ایک
ہی شریعت اور نیچر کا حکم رہا + کہ یہی جبلتِ فطرت و خلقت۔ تصوف اور دورِ تسلسلِ صبیحِ شریعت کہ سب کا
دورہ ہے اور ہر دورہ و دائرہ اپنی گولائی کے انحنائے منحنی ہوتا ہے۔ تو انحنائے سر بفر و ہونے کو کہتے
ہیں۔ جیسے سب نیچری چیزیں گول ہیں سب سر بفر و ہیں یعنی مسلم بہ اسلام ہیں کہ ان سب کو ملا کر عالم کہتے
ہیں جس کے معنی علامت و اشارہ کے ہیں تو یہ کس بات کا اشارہ ہے وہ یہ ہے کہ جب پادشاہِ بلند ہوتا ہے تو
رایتِ علم نصب کیا جاتا ہے پس عالم ایک علم ہے کہ سچائے تعالیٰ اپنی غایتِ ستان کے لامکان کج بڈ کو ازمین نام مفعی عرش مجید
پر برآمد ہے اُس کے برآمد ہونے کا یہ اشارہ علامت ہے توجہ کا اتنا بڑا قدرتِ آمیز علم ہو اسی کی قدرت
قدیر یہ کی قدرت کو بھلا پوچھنا ہے اس لئے عقل سے سمجھ لینا چاہئے کہ وہ پادشاہ جو خود ہی سراپا جان و
جانِ عالم ہے اوس نے از خود اپنی جانِ جان کی پرورش کر رکھی ہے۔ کہ اُسی جان و حیات کو روحِ شہد
کہتے ہیں۔ کہ اوس روح نے خود کو خود سے اشارہ کر کے یہ سب سمجھانے کے لئے اشارہ کر دیا ہے کہ دیکھا ہے

کہ پادشاہوں کے پیشی میں سب چیز کا مخلص اور لب لباب پہنچانا چاہیے کہ اس کو ملاحظہ کرنے میں زیادہ وقت نہ ہو۔ لیکن یہ آزمانے کے لئے کہ حقیقت ایسا کیا جاتا ہے یا نہیں کسی نہ کسی بادشاہ سب چیز کو ملاحظہ کر کے دیکھ سکتا ہے کہ عاقلین لب لباب لایا کرتے ہیں یا بہت کچھ حشرات۔ کہ اس امتحان کے لئے اُس کو سارا دفتر دیکھنا پڑیگا کہ لوگوں کو لب لباب نکال لینے کا طریقہ بتلا کے ایک مدت تک آرام کر کے پھر جانچ پرتال کر سکے۔ اسی طرح اُس سیمائے تعالیٰ پادشاہ و احکم الحاکمین نے اپنی روح کو بھجوا کر غشتی لگا کر یہ بتلادیا کہ سب کا نتیجہ عشق یحیائی ہے ہمیشہ یہی پیش کیا جائے کہ زیادہ دردِ دوسری ضرورت نہ ہو تو وہ فنا فی روح اللہ ہونے بغیر ناممکن ہے تو اس میں جلدی ہونی چاہئے نہ کہ ذرہ ذرہ میں فنا ہونے کے بعد بدرجہ آخر اس کی طرف کہ اُس میں بھی شک ہے کہ پونچھے یا نہ پونچھے اس جرم میں ہلاکتِ ابدی کے سزا میں مبتلا ہو جائے۔ اس لئے یہ صراطِ منحنی ہوا ہرگز صراطِ مستقیم نہیں۔ کیونکہ صراطِ مستقیم تو سیدھا روح اللہ میں فنا ہونے کو کہتے ہیں اگر اس بال سے باریک اور تلوار سے تیز راستہ پھر سے فراسا بھی پیچ دھم کھایا تو ابدال آباد کے لئے ماندہ دنگا و یحیائے تعالیٰ رہا۔ تو بڑے افسوس کی بات ہے کہ تم کو یہ نہیں معلوم کہ زندگی تمہاری اس قدر ہے اور موت یقینی ہے نفس کے آمد و شد پر یہ سب آمد و شد ہو رہا ہے۔ ہر نفس نے زندگی کے میعاد کو کم کر دکھا ہے۔ یہ ایک کترنی ہے کہ رشتہٴ حیات کو رات دن کتر رہا ہے۔ مگر لوگ غلطی سے اس گٹھاؤ کو بڑھاؤ سمجھتے ہیں یہ نہیں سمجھتے کہ اگر تقدیر آٹھ سو برس کی عمر یا اس سے زیادہ بھی مرض کر لیجائے کہ ہوئی تو بھی وہ سب مدتِ عمر تھوڑی ہی ہوگی۔ اس کا نصف حصہ رات کا کٹ جاتا ہے۔ باقی رہا نصف حصہ دن کا اُس میں سے کچھ بچپن کا حصہ مل جاتا ہے کچھ اکل و شرب و مگر نقل و حرکت میں صرف ہو جاتا ہے وقت کسب و کتابت بہت ہی تھوڑا رہ جاتا ہے۔ اب اس تھوڑی مدت میں بھی کچھ نہ کیا تو حیف بالائے حیف اس کی تمام ہستی پر ہے۔ مگر جو بدکاری سے محترز ہے بہت اچھا ہے اُس پر کی کتاب ہے تو بہت ہی اچھا ہے۔ وہیں سے کچھ بھی نہیں کرتا ہے تو بہت ہی بہت اچھا ہے۔ اگر تمام کاروبار و نیادی خوش اسلوبی سے انجام دیتا ہو امداد اللہ میں ازیر دل فنا ہونے کی خواہش رکھتا ہے تو بہت ہی بہت اچھا کیا معنی کہ بے انتہا اچھا ہے۔ اگر فنا ہو چکا ہے تو بے انتہا اچھوں میں سے بے انتہا اچھا ہے اور اگر برضائے اسکے ہمیشہ سیات میں مبتلا ہے اور اس کے چھوڑنے والے سے الٹ جھگڑتا ہے کہ کیا کد برب و وحدت الوجود میں داخل ہے سب کے معنی روح اللہ و عیسیٰ و یحییٰ و خدا کے ہیں۔ کہ اسی بنا پر ہم خواجہ حبشی برکھتی۔ قاضی دامادی۔ شانوی و جلی۔ شافعی و مالکی۔ حنفی و افغانی۔ سنوسی و خوشی۔

یہی عمری گو فر دگوز شتر وغیرہ وغیرہ سب کو صفات اللہ عین اللہ سمجھ کے ان کو پکارتے ہیں جس کے مطلب یہ ہیں کہ ہم روح اللہ کو پکارتے ہیں کہ گویا یہ ایسی ہی ایک بات ہوئی جیسے فارقلیط کہنے سے احمد و محمد و مسیح اللہ وغیرہ سب سمجھا جاتا ہے۔ لہذا ہم لوگ اپنے حال میں برحق ہیں کچھ جائے اعتراض نہیں تو اس سے اوثان پرست بھی برحق ہو جاتا ہے۔ پھر ان کو برا کہنے والا بہت ہی زیادہ مرد و بچہ بچا لگا کہ خلاف از انصاف کام کرتا ہے چنانچہ ان کو برا کہنے والی جماعت زیادہ تر یہی جو وہان قبور و محو پرست ہیں۔ یہی جہنڈا پرست پیل پرست۔ خراب پرست۔ تلسی پرست و بندر پرست و اوثان پرست ہیں کچھ ہیں کہ تمام کیمیات انہیں اوثان سے ہے ان اوثان کے پاس جاکے دعا مانگتے ہیں۔ اس میں فنا ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس جگہ رات رات بھر بیدار رہ کے مجاوری کرتے ہیں۔ کہ یہ سب باتیں اپنے گھر میں بھی ممکن تھی کہ گھر میں بیٹھا ہو آسمان کو ایک گنبد قبر سمجھ کے اپنا میکل جس میں خود مدفون ہے اسکو ایک لمبی لحد سمجھ کے اپنی خود مردگی کو مردار سمجھے ہوئے پوجا پاٹ کرتا رہتا کہ اس غیر سے بدرجہا بہتر کہا جاسکتا تھا کہ جیسے کشتی پستی روح اللہ کے ناموں سے ایک نام ہو اسی طرح اس کی خود وجود اس قبر مردار کا ایک بجز و قرار دے دی جاسکتی ہے۔ ایسی حالت میں قبر اور وہ دونوں مساوی ہیں۔ پھر جانا اور نہ جانا بھی دونوں مساوی ہو گا اور جو کچھ دہاں جا کے پڑھتا ہے اون سب دعا کے معنے اور کچھ ننگے مردود و حرام مردے کے معنی بھی ایک ہونگے تو خاموشی و گویائی بھی دونوں ایک ہی ہوگی تو اس حیثیت سے مقدمہ فیصل ہونا دشوار ہے بجز اسکے کہ ایسا کرنیوالوں سے یہ کہا جائے کہ اس دلیل سے موت حیات دونوں کے ایک معنی ہوتے ہیں تو تم قتل کر دئے جاتے ہو۔ اس قتل کئے جانے کو یہ سمجھ لو کہ قتل نہیں کئے گئے اور قتل و عدم قتل دونوں مساوی ہے۔ پس روح اللہ کے دربار میں رسائی و عدم رسائی بھی وحدت الوجود میں شامل ہو کر ایک ہی ہو جائیگی اس کا بھی کچھ غم نہ کرنا پڑے گا۔ کہ وہ قوی وحدت الوجود تھا اور یہ فعلی کہ عالم حیات سے ٹریفک ہو کر عالم ممات میں بطور مال منقولہ انتقال کرانے گئے ہو اب اگر کوئی اسکے جواب میں یہ کہے کہ عدم سے نکل کر عالم وجود میں کس وجود کی تلاش میں بھیجے گئے ہیں۔ کیا ایسا تو نہیں کہ جو وہیں رہ کر اُسکے مدد سے عدم کی تلاش کر نیو بھیجے گئے ہیں۔ تو یہ پہلے سے حاصل تھا پھر تحصیل حاصل کی کیا ضرورت تھی اگر بالفرض ضرورت بالکل لڑکی تھی تو یہ دنیا خود ایک قبرستان و ہم مشیت الہی ہے اس پر وجود طم خود ایک قبرستان حیات تسلیم کر لیا گیا ہے تو اس میں ہر کہ روح اللہ طلبی ذاتی وسیلہ ہو نیکی علاوہ خود پرستی بمقابلہ اسی قبر پرستی کے ہو جاتی ہے + تو یہ دلیل البتہ بجا ہے لیکن اگر یہ سب دلائل بغرض ظہار قوت بحث و مباحثہ پیش کئے جاتے ہیں تو بالکل مردودیت

کی نشانی ہے + اور مگر باخلاص تمام فکر و غور کرتا ہے۔ تو یہ غور و فکر روح اللہ پرستی کا ایک جز تو ضرور ہے پس خوش متی سے بجا بل عشق و محبت شیطان پرستی بھی رحمان پرستی ہو جاتی ہے + اور بطور مضحکہ اور رم و دواغ اور سوہا اور لعباً رحمان پرستی بھی شیطان پرستی ہے + کہ منصور و فرعون و جال و میما کا فرق چلتا ہے + مگر حکم روح اللہ یہی ہے کہ عداوت بھی شیطان پرستی نہ کی جائے مچہ جائیکہ محبت + بصورت عدم تعمیل حکم ہذا ہر شخص شیطان پرست سمجھا جائیگا + کہ وہ بودہ بودہ بھی کسی ذلہ کائنات کے وسیلہ سے طبقہ العلیا تک نہیں پہنچ سکتا۔ نہ اوس کے لئے نعمت ہے کیونکہ اگر ایک روح اللہ کے سوا کوئی دوسرا روح اللہ ہوتا تو ضروریہ کہا جاسکتا تھا کہ روح اللہ کا ایک اپنے خبیث بھی دوسرے روح اللہ کے مقابلہ میں ولی ہے لیکن یہاں توازل سے ابتداء کے لئے ایک ہی روح اللہ ہے + اس واسطے ان خبیثوں کے لئے کسی طرح سے بھی کوئی نعمت اس طرف مثلاً بھی رجوع نہیں کی جاسکتی + بنا بریں ایسے بشر کو صوفی شاعر قطعی واجب القتل ہیں + ان کے مقابلہ میں ایک ذلہ خبیث جو خبیثت میں بہت ہی اعلیٰ درجہ کا خبیث ہو۔ صرف روح اللہ سے خود کو مجتہد منسوب کرنے کے عوض میں ولی اللہ کہا جاسکتا ہے پھر سے اس قسم کے ہزار ہا ہزار - کروڑ ہا کروڑ شرکین صوفی شاعر کو قربان کر دینا عین اشاعت دین حق ہے۔

چہ جائیکہ ان کو قربان کر دینا جو حقیقت ایک دم فانی روح اللہ ہو رہے ہوں + یہ تو اکرم ثواب ہے پس جایز اور ناجایز باتیں صرف شریعت اور فطرت کے سبب سے ہوئیں کیونکہ جب شروع میں شریعت نہ تھی تو جایز و ناجایز ثواب و عذاب کسی قسم کی بات نہیں شروع ہوئی تھی لیکن جب شریعت یعنی خلقت شروع ہوئی گناہ بھی شروع ہوا۔ مگر کوئی ایسی بات گناہ میں داخل نہیں تا وقتیکہ جو چیز جس عالم کی ہے۔ اگر وہ چیز اس عالم کی شریعت یعنی کھلم کھلا دستور العمل جہیں مطلق دلیل و حجت کی ضرورت نہ پڑتی ہو۔ اس کے مطابق نہ کام کرے تو جرم و گناہ کہا جائیگا اور غالباً وہ اسی قسم کی باتیں ہوا کرتی ہیں جو خود کو اور دوسرے کو ضرر رسانی سے روکتی ہیں۔ پس اس انتظامی طریقہ کا نام شریعت و شرع ہے کہ ہر مخالفت شرع کے لئے ایک شرع کی ضرورت پڑتی ہے + گویا بانی گناہ شریعت ہے + لہذا عین شریعت ہی گناہ ہے + ورنہ بغیر شریعت کے گناہ کی کوئی وجود ہی نہیں قرار پاسکتی تھی۔ توجب خلق تخلیق گناہ ہے تو یہ محکمہ شروع کر دینا چاہئے تو نسخ بھی آخر خلق کی جانیگی جس سے خلق و تخلیق کا سلسلہ نہیں ٹوٹتا + لیکن اس کا ٹوٹ جانا اسی طرح ممکن ہے جس طرح پیش از خلقت حالت تھی + تو اس کا بھی صدور ہوا! کوئی بڑی بات نہیں کیونکہ یہاں تا مشکل ہے۔ بجائے تا تو بالکل آسان ہے وہ بھی کر دیا جائیگا یہاں تو لا سمحاً سمجھایا جاتا ہے کہ جو اسے سمجھانے میں آجائیں تو ان کا بھلا ہو جائے کہ شریعت و خلقت

یہ سب بالکل پاک ہے اور حکم خلقت بھی پاک ہے ناراست ردنا پاک ہیں + پس خود کو ناراست روی کے ساتھ شریعت و پیدائش سے انٹرڈیوس کرانے والا شخص مجرم و گنہگار ہے۔ لیکن اگر ایک وہ سو آیا خطاۃً خلواً اضطراباً ملکہ است روی کے ملکہ انٹرڈیوس ہو گیا ہے تو کچھ جرم نہیں۔ اور اگر مجب یا نہ حیثیت سے جبراً انٹرڈیوس کر لیا گیا ہے تو البتہ مجرم ہے + پھر اگر مکر جرم کرتا ہے تو ذیل مجرم ہے چنانچہ دونوں کی ایسی مثال ہے جیسے اگر کوئی چیز زہری گلاس میں رکھی ہوئی ہو اور کوئی انجان شخص کسی پیالے کو پلائے یا خود پے لے کر اس پینے پلانے سے پینے والا شخص قریب الساک ہو خواہ مر جائے تو البتہ یہ جسمانی گناہ جو ترقی پانے پر رد حلی گناہ کے مقابلہ میں ہو سکتا ہے داخل درگناہ ہے + مگر چونکہ لادواً قیاساً نہیں کیا گیا ہے بسنے کسی عالم میں مجرم نہیں قرار پاسکتا تو چونکہ ایسا فعل ممکن الوقوع ہے لہذا پیشتر ہی سے اسکی احتیاط ہے تو بہتر ہے کہ بالتحقیق نہ کوئی چیز استعمال کرے نہ کسی کو استعمال کرانے دے بلکہ بصورت ایک عوام و جمع پر عوام و جمع گذر جائیں اور وہ بد احتیاطی سے باز نہ آئے تو مقرر مجرم ہے + ایسے شخص کو دینا بدر کر دینا بالکل انسب اعلیٰ ہے + گویا یہ تو جرم از اقسام سہو تھے جو بیان ہوئے اب جرم نیا تھا یہ ہے کہ اگر بحالت بیماری کسی ڈاکٹر نے کسی کو دوا دی کہ گھنٹہ گھنٹہ بھر کے بعد اس اس مقدار سے دوا تین بار دوائے نہ کہ استعمال کرنا چاہے۔ اگر مقدار سے زیادہ استعمال کیا جائیگی۔ تو ضرر پہنچا۔ لیکن نیا نا خلاف از ہدایت اوسکے اتفاق پڑ جائے تو اگرچہ استعمال کرنے کرانے والا ایک گونہ جسمانی جرم کا مرتکب ضرور ہوا۔ مگر بالکل قابل معافی ہے کیونکہ یہ جرم نیا نا واقع ہوا ہے + اسی طرح جو تیسری قسم کا جرم خطاۃً سرزد ہونے کا گمان کیا جاسکتا ہے وہ یوں ممکن ہے کہ طباشیر و سم الفارجو قریب قریب دونوں متشابہ ہیں وہ تھوڑے فاصلہ پر ایک ہی جگہ رکھے ہوئے ہوں۔ اور کوئی شخص کسی سے سمکے دوس طباشیر سے ایک پارہ طباشیر عنایت کیجئے اور اس بچارہ نے غلطاً نہ سنکھیا اٹھا کے دیدیا۔ جس سے کھانے والا شخص ہلاک ہو گیا۔ خواہ قریب الساک ہو کر بچ گیا۔ تو دونوں حالت میں وہ سنکھیا و مریلا غلطی بری الجرم ہے۔ کیونکہ غلطی نہیں۔ مگر بحالت مرض اوس مریض کی خدمت میں تصدیق نہ رہا اور خدا سے اسکی شفایابی اور اپنی اس خطا کے دفعیہ کے لئے بدل و جان داعی نہ ہوا بلکہ باوجود معلوم ہو جانے خطائے ہذا کے چپ چاپ روپوشی کر لیا تو البتہ گنہگار و مردود ہے + بناء علیہا اگر احتیاطاً حکم قطعی بایں مضمون نافذ کر دیا جائے کہ اگر کوئی شخص زہری چیز کی سوداگری بغیر لائسنس کے کر لیا تو جرم ہذا جرم قتل عمد کے حد تک سمجھا جائیگا تو یجانبیں + اسی طرح جو شخص اپنے مکان میں کوئی ایسی مہلک چیز جو بحالت بد احتیاطی سلمان ہلاکت دینا کرنے والی ہو رکھیکا تو مجرم ہو گا بسنے نہ کہے تا وقتیکہ اُس چیز کی سخت ضرورت نہ آجیوے جو

اسی وقت صرف ہو جانے کے لئے کافی مقدار بھی جاسکتی ہو + اسی ذیل ضمن میں یہ بھی ہے کہ اس کے تشابہ چیز اس کے ساتھ نہ رکھی جائے اور باوجود نہ رکھے جائیکے بھی بوقت استعمال علی قدرت بشری تحقیق کر کے استعمال کرائی جائے۔ بصورت عدم تعمیل امر ہذا جس قدر لوگ اس کے عمل درآمد میں قاصر و غلطی رہا بیٹھنے بلا مبالغہ سب کے سب مجرم ثابت ہونگے اس جرم کی حیثیت سے سزا لازم آئیگی یا مکان کی پدی صفائی نہ کرنی جس سے کپڑے پھٹنگے یا موڈی نویدان صخا پیدا ہوں یا آب و ہوا خراب ہو یہ بھی جرم میں داخل ہوگا۔ تو اب یہ بیت اللہ میں جو روح درآمد ہے اس کے کسی حوالی و علاج میں باطن کوئی ایسی ہریل حصلت کا رکھنا جس سے اس کو نقصان ظاہری خواہ باطنی پہنچ سکتا ہو یا دوسرے کو پہنچنے کا لگان ہو یا پونچنے کی نیت رکھتا ہو تو یہ سب جرم باطنی ہوگا جس کے صدور سے وہ اپنے جسمانی خواہ اعزازی یا اخلاقی جرم کا مرتکب ہو کر اس کو ذلت و خواری میں دلوایگا۔ اور بحالت عدم صدور اگرچہ فی الظاہ مجرم نہیں کہ ہزار ہا قسم کا عیب رکھتا تھا۔ مگر تا میں حیات این عالم اس کے صدور سے اس کو باز رکھا۔ کہ گویا جہاد مجاہدہ کیا بالکل قابل اجر ہے + ایسی حالت میں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ گویا کوئی عیب نہیں رکھتا تھا۔ ورنہ اس سے صادر ہوتا۔ چنانچہ انسان میں اچھا بڑا کرنے کا مادہ بلا اختیار دیا گیا ہے۔ مگر با مادہ ہوتے ہوئے نہ کیا تو بلا شک فی الظاہ اچھا ہے۔ مگر اس حد تک کہ اس کے معلومات کے ذخیرہ میں بلا کسی تعرض کے کوئی ایسا خیالی عیب خواہ تصویری عیب یا وہی عیب جو بعید البعد تصور ہی علاقہ سے بھی مس ہوتا ہو کہ جرم روحانی ہے + کہ اس نے اس ایک ایسے صدیق و خیر خواہ دوست کا بڑا چاکہ وہ ہلاکت ابدی میں پڑایا تنازع کے چکر میں گرفتار ہو گیا + جس دوست کے لئے تمام جرم ظاہری صادر ہوتے رہتے ہیں۔ تو اس کے تمام طین و طینت و عنصر کی سزا وہی کے علاوہ وہی روح جو از خود اپنے حق میں دشمن ہو رہی ہوگی ہی سزا کہ اپنے ماتحتین ظاہری و باطنی سے غیر مجاہدہ کام نہ لیا ہو کیونکہ جس طرح فی الظاہ ہر فعال بد کے صدور کی مزاحمت از خود ممکن ہے۔ اسی طرح روحانی بد فعالی کی روک بھی از خود ممکن ہے + بلکہ یہ تو صاف کھلی ہوئی بات ہے کہ جس کا جاری ہونا ممکن ہے اس کا روکنا بھی ممکن ہے + پس روح نباتاتی۔ روح جمادی۔ روح حیوانی۔ روح فلفل۔ روح رجبیل۔ روح عطریات۔ روح ریحان۔ روح الشمس و روح القمر۔ روح السموات۔ روح الارض۔ روح المعبد۔ روح الحجر۔ روح الخبث و روح القدس۔ روح الارواح۔ روح الحیات و روح الممات و روح الفتا۔ و روح البقار و روح الوجود۔ روح العدم۔ روح الارباب۔ روح الکائنات۔ غرضیکہ سارے قسم کے ارواح سے۔ اعلیٰ اوبالا روح اللہ ہے کہ اس پر سارے ارواح کا انتہا ہو جاتا ہے

کہ اس انتہائی روح میں فنا ہونے کا نام فنا فی اللہ ہوتا ہے اور یہی صراطِ مستقیم ہے بخلاف اسکے سب روحِ انجسٹ ہیں تو اس میں فنا ہونے کی کوشش نہیں کرنی۔ مجرمِ روحانی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ مگر اہل اگر بحالتِ اضطرابی امیں خطا واقع ہو جائے تو وہ البتہ جرم نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ وہ گناہِ اضطرابی ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مثلاً اگر کوئی لوہار لوہا تپا کے تھوڑا مار دے ہو کہ اس میں کا ایک شرارہ خواہ اس کا وہ مطرقہ دوسرے قبضہ سے ٹک کر کسی شخص پر جا کرے جس سے وہ شخص ہلاک ہو جائے یا گزند رسیدہ ہو جائے تو لوہار بری الذمہ از جرمِ دگناہ ہے کیونکہ اس کی نیت فعلِ ہلاک کے رکھنا کی نہ تھی یا اسی طرح مثال دیگر اس کو یوں سمجھ لو کہ اگر کسی اُدبِ مخمکان میں آگ لگ جائے اور اس میں کوئی شخص ہو جس کو کوئی طریقہ نریز نہ ملے کہ وہ گھبرا کر کسی کے چہرہ پر کود پڑے جس سے اس کے مکان کو صدمہ پہنچے۔ یا خود کسی پر گر پڑے جس سے وہ شخص مر جائے یا خود گزند رسیدہ ہو تو وہ کسی عالم میں مجرم نہیں کہا جاسکتا۔ نہ اس پر خودکشی کا جرم ثابت ہو سکتا ہے نہ اور کسی قسم کا جرم کیونکہ بحالتِ اضطراب یہ سب جرائم سرزد ہوتے ہیں + اسی طرح سے اگر روح اللہ نے اپنے منِ محج العباد کسی ایک ایسے عبد کو جس کا سلسلہ نسب بطریقِ دنیا بھی عبدیت سے مشتمل ہو کڈل عبدیت کے حقوق ثابت ہونیکے سبب سے اسکو نعمتِ عبد اللہ کا زیادہ حقدار سمجھ کے یہ کام سپرد کرے کہ وہ قبیہ عبلو سے یہ کہے کہ ہر جنس کے حسن و جمال کی پوری خوبی دیکھنے کے لئے اسی جنس کی آنکھ ہونے کی ضرورت ہے جب جا کر اس جنس پر عاشق ہو سکتا ہے جیسے مویشی مویشی پر عاشق ہوتا ہے۔ آدمی آدمی پر عاشق ہوتا ہے۔ آہ بھی اپنے جس آہ پر عاشق ہو گا + اس واسطے مویشی کا بچہ بھی مویشی ہو گا + آدمی کا بچہ آدمی ہو گا + آدمی کا نایب آدمی ہو گا۔ آلاہ کا عاشق آلاہ ہو گا۔ آلاہ کا بیٹا آلاہ ہو گا + آلاہ کا نایب آلاہ ہو گا۔ کسی جگہ کسی قاعدہ سے استثنا ہونا یک حکمتِ مشیت کا اقتضا ہوتا ہے وہ ایک خاص حالت ہے + عام بات تو یہی ہوتی کہ عبد کو حر سے کیا نسبت؟ ایک حکمہ والے کو دوسرے حکمہ والے سے کیا کام؟ ظاہرستان والے کو باطنستان سے کیا سروکار؟ کہ اللہ کے بارہ میں کوئی ظاہرستان کے مطابق یہ سمجھ لے کہ اس کو جو روپچہ ہوتا ہو گا ہرگز نہیں کیونکہ ایسے قدیر کو جو روپچے کی کیا حاجت ہے؟ کہ کوئی کسی کو ابن اللہ یا ابن الغیب کیونکہ اللہ کا بیٹا تو عین اللہ ہی ہو گا اس کو ابن اللہ کہنے کی حاجت ہی نہیں + کس لئے کہ جو خود کو ابن اللہ بناوے تو پھر لوٹ کر ابو اللہ بنا دینے میں کیا مضائقہ ہے؟ اپنی ذات و صفات میں بلا انفصال ایک ہی ہے + پس ابو اللہ و ابن اللہ و حیم اللہ و مدی اللہ و وسیع اللہ سب ایک ہی ہے۔ لہذا بطورِ گوشمالی کان پہ لٹختہ دھر کے بے چون و چرا اکائی کی کبریائی کا لغو

ماہر تے جاؤم جو اس کے عہدِ کارِ رسول کے ساتھ طمعاً شامل ہو اسلافِ ناموافق ہے۔ جسمانی و روحانی۔ ناموفق و ناکام ہوتی۔ علمی و وجودی ہر حال میں مجرم ہے + اس کے ساتھ ایسا شریک ہو کہ میں ناخوب ہونا چاہئے جیسا وہ خود ہے اور وہ خود کیسا مومن ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ خود اپنی ذات پر ایمان رکھتا ہے + چنانچہ جو ظاہر میں مرغِ مسیحا بننے کے زندہ کرے تو شے نمونہ از خرد اسے و گئے نشانہ از گلزارے اسکی قدرتِ تخلیق کے امکان کو سمجھنے کے لئے بس کرتا ہے کہ باطن میں بھی وہی کرتا ہو گا وہی رب الناس۔ ملک الناس۔ اللہ الناس اللہ بھی ہو گا کبکے اونے اونے عبد کی یہ حالت ہو کہ یہ سب تاثیرات بھی عید میں تو اس معبود کی قدرت کو بھلا پوچھنا ہے اُس طرف رجوع نہ ہونا خود کو عذاب میں ڈالنا ہے خود کوشی کا مرتکب ہونا ہے۔ تو عذاب کے ہزارہا اقسام ہیں کہ آخری نتیجہ اُس کا ہلاکتِ ابدی ہے۔ کیونکہ ظاہری عذاب کا خاتمہ جو ظاہری موت پر ہوتا ہے یہ کچھ عذاب نہیں کیونکہ سب موجوداتِ مسمیٰ و معقولات حیاتِ ممات ہستی و نیستی فنا ہونے والے ہیں مگر عذاب کیا ہے کہ طولِ حیات جس میں طولِ اہل اور حرصِ اعیات ہو۔ پھر اُس پر مصائب کا سامنا ہونا بار بار متنازع ہو کر آنا اور مصائب میں گرفتار ہونا۔ کہ بار بار پیدا ہونا بھی جرم ہی ہونا جاتا ہے اور اُس پر جرم دوسرا بڑھتا جاتا ہے یہ سب روح کا از خود اپنی ذات سے احسان فراموشی کرنا ہوتا ہے کہ اُسکے اسرارِ ہستی نے اُس پر اس قدر احسان کیا کہ لذتِ حیات سے اُس کو منہ دھو لیا ہر طرح کے طمات اللہ میں اُس کے شریک حال رہی۔ اُس کی حینِ حیات تک ایک دم رفیقِ صدیق بنی رہی۔ اُسکو اپنے پیٹ کر توت سے قید خانہ متنازع میں ڈال کر مصیبت میں ڈال دیا تو ضروری امر ہے کہ یہ سب اپنے خفیہ باطنی معلومات کے ذریعہ سے روح اللہ میں مقدمہ پیش کریں۔ جس کا پورا فیصلہ کیا جائے کہ البتہ ہر ذرہ کائنات کا ہر ایک فعلِ عبادت میں ضرور شامل ہے مگر کوئی عبادت جلیلہ ہے کوئی ذلیلہ پس ہر گندی عبادت سے انقطاع بہت بہتر عبادت ہے کہ وہ اس قسم کا قاطع العبادت خوش رویہ ہونے کی حالت میں ایک اچھا عابد کہا جاسکتا ہے کہ پھر اُسکو کبھی متنازع ہونے کی حاجت نہیں۔ پس بقدرِ نیک ہیں وہ سب کثرتِ روح اللہ یعنی امت اللہ ہیں باقی ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ مرتد عن دینہ ہیں وہ امت اللہ میں شبہ یک نہ ہونگے۔ اسلئے وہ ذوقِ کریم سے مرزوق بھی نہ ہونگے۔ ان پر ہمیشہ امت اللہ کا کھیل تسلط رہیگا + وہ مخمورِ القلب نہیں ہوتے۔ وہ اچھی باتوں کے کچھ جان دیتے ہیں وہ روح اللہ کے پڑوسی ہیں۔ اس لئے ان پر باختصاص رحمت ہوا کرتی ہے کہ پڑوسی کا زیادہ حق ہوتا ہے + امت اللہ پر استعلا و ارتقا چاہنے والی امت مجرم لمون ہے سخت سزا پاب ہوگی۔ اُس سے فوراً کا فدا بلکہ لے لینا کچھ جرم نہیں بلکہ عینِ ثواب ہے حتیٰ کہ ان کو ازلی و

ابدی کسی عالم میں رہنے دینا ہے جرم ہے۔ جو ان کو اجازت دینے کی فکر نہ کر گیا۔ سخت جزا مزادہ ملعون سمجھا جائیگا جب تک وہ جہانیا و دہانیا امت اللہ میں شریک نہ ہوں۔ ہرگز ہرگز جاں بری نہ کی جائے۔ کیونکہ ایسوں کے رہنے سے تمام دنیا بھس ہوتی ہے + امت اللہ کی ہستی میں وجہ آتا ہے۔ کہ یلیہ فجار ہیں کہ روح اللہ جیسے امام جو ظلمات کو مطلع الفجر کر دینے والا ہے۔ اسکو فاجر کہہ کے ایسے سخت فاجر ہو گئے ہیں کہ دارالنجیم بھی انکے وجود سے بھس ہو جائیگی + اسلئے اس سے بھی زیادہ تعزیرات و عذاب کے مستحق ہو گئے ہیں اور امت اللہ بنام ابراہیم و رجبہ دار النعیم کے مستحق ہیں۔ کیونکہ

ان کو بس منظور ہے خوبی و آسانی فقط	ان کو بس منظور ہے رشتی و شیطانی فقط
میں نہ روح اللہ کو کہتا ہوں لاثانی فقط	یا نہ سب لاثانیت کے مدعا اک بلنی فقط
عنیت میں اپنی وہ بے عنیت موجود ہے	اُس کو بے مد نظر اپنی ہی خود دانی فقط
تو فنا فکر خیالات و تصور سب فنا	بحث و محبت کچھ نہیں ہے سب بی فانی فقط
غیر فانی کا جو مفہوم ہے اندر دماغ	یہ بھی ہے آخر فنا باقی ہے حقانی فقط
انقیاد اولیاء و ادویاء و اصغیاء	انبیاء و اولیاء ہے مرثیہ خوانی فقط
مانگ ٹیکا جہتہ الدنیا کا اک قرین ہے	مطلب اُس کا جانتی ہے روح نورانی فقط
روح نورانی کے عاشق پر ہے عاشق کائنات	اب بھلا کیا دے اُسے تحت سلیمانی فقط
روح تک جب دیدیا پھر کیا بھلا باقی رہا	آج تک کتنا نہیں بس ہو گیا جانی فقط
تا ابد سچا ہی ہیں میلے وہ کبھی فانی نہیں	فانی فی الروح رادانی نہ یک فانی فقط
وہ ہمہ فانی و باقی میں ہوا فانی تمام	بس ہمیں سچا ہی ہو اکب ہے وہ لاثانی فقط

پھر ایسے قندیل نورانی فرد فرید لاثانی جمیں کو کب درسی بنو اللہ متوقد و متلانی ہو اس سے روگردانی اندفاع نور اللہ کا بانی ہونا ہے مگر وہ ضرور متم النور ہوگا + ایسی حالت میں اگر از روئے قانون حفظان ذاتی بہتروں کا سر قلم کیا جائے تو یہ جرم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ جرم اضطرابی ہے تو اب ان سب قسم کے گناہوں سے خود کو محفوظ رکھنے کا خیال نہ رکھنا جرم عظیم ہے + چنانچہ سب لوگ جرم عظیم کے مرتکب ہو رہے ہیں کہ فرقہ فرقہ شیعہ ہو کر اپنی سخت سیہ اعتقادی میں بدستج بنے ہوئے تمام برادر و بھراؤ۔ عاصراً جہانیا و دہانیا ناشر الفساد ہو گئے ہیں۔ اور اس ناگوار نتیجہ سے متمتع ہونے کا بیجا افتخار سر میں سما یا ہوا ہے + حالانکہ بیکہ سزائے سخت میں القاء کئے جائیں ہرگز باز نہیں آ سکتے۔ اور اب ایسا ہی ہونا چاہتا ہے + اس لئے بہتر ہے کہ یہ نابکار ذرا بھی غصہ کریں کہ شرک تو کھلم کھلا ایک بڑی

اندھیر کی بات ہے تو جو آدمی مشرک بر روح اللہ ہو گا یا اُس سے معرض ہو کر دوسری طرف انابت کر گیا یا ان سب باتوں سے بے پروائی کر گیا تو بلا شک مجرمِ خالی ہے کہ قصداً سوء السبیل کو سوء السبیل سمجھتا ہے + معلوم ہوتا ہے کہ خود کو آدمِ مکرم سے سمجھتا ہے - اس واسطے بے غم ہونا چاہتا ہے تو واضح رہے کہ اہل جاذبہ پر مکرم ہے نہ کہ روح اللہ کے آگے + کیونکہ اُس کی تو حالت ایسی ہے + کہ جس طرح عقل ہونیکے سبب سے سب چیزوں پر قبضہ کر لیتا ہے - اسی طرح اس پر جو زیادہ مکرم و مقدس ہیں وہ اس پر قبضہ کر کے اپنی طرف لیجاتے ہیں کہ اس دست برد میں اس کی ہستی خراب ہو جاتی ہے - روح القدس تک نہیں پہنچنے پاتا + اس واسطے سب مخلوق کو سیدھا روح القدس کی طرف چلنے کی ہدایت ہے چنانچہ جو میلان کچھ لگتا تھا اُس کے لئے تو پہلے یہ حکم ہوا کہ وہ صاف انسانیت میں آجائے - جب انسانیت میں آیا تو صاف صوف بنکر صوفی مصطفیٰ ہونے کی ہدایت ہوئی - کہ ظاہر و باطن سب صاف ہو جب اس درجہ تک پہنچا تو ہدایت کی لائٹ میں بھی گیا جب یہاں تک نوبت پہنچی تو اُسکے لئے یہ حکم ہوا کہ بڑے انتظام کے ساتھ سلطنت کرے جب اس سے فارغ ہو گا - تو دوسرے قسم کی ہدایت کی طرف دعوت ہوگی شاید آگے چلکر آدمیت سے چھوڑ کر فرشتہ کے راستہ پر چلنے کی ہدایت کی جائے تاکہ فرشتہ بن جائے تو عجب نہیں + گو یا تعلیم الہی کا مسلسل فرمان روح اللہ تک پہنچانے کی ہدایت کرتا ہے - تو اس طرف رجوع نہ ہونا خود کو ڈگریٹ کرانے کا محرک ہونا ہے - کہ اس کوشش کی جداسزا ہے کہ ڈبل ڈگریٹ کیا جائے کہ اوس میں تنزلی اور سزا میں ترقی ہوتی چلی جائے - تو جو روح اللہ کے آئنے سامنے نہ ہوا - ادھر ادھر اغل بعل ہو کے بڑھ گیا تو ہرگز مقبول نہ ہوا نامرودورہ گیا - خاصکر وہ ایسا مردود جس کا یہ مقولہ ہو کہ ہم تو اسی امر پر بے چون و چرا سرتسلیم خم کئے مسلم ہیں کہ اگر ہم نے قبر پوجا تو ہم سے خدا نے پجوا یا + کسی کا حق مار کے مال غصب کر لیا تو خدا نے کر دیا + کسی کے بال بچے کو مار ڈالا تو خدا نے مردوا ڈالا + روح اللہ کو چھوڑ کر عید اللہ کی طرف رجوع ہوا تو خدا نے کیا + علی کو چھوڑ کے آلہ کے پٹھے کو مان لیا تو خدا نے منوا یا + گو یا ساری اچھائی بُرائی خوبی و خرابی خدا نے کرائیں - پس بموجب مافی السموات و مافی الارض سب اسکی ہوئیں میرا کچھ بھی نہیں ہوا اُس سے جدا ہونا شرک ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ سب خدا کر رہا ہے - اور خود خدا ہوا + اور یہی اپنی نسل کے تعلیم کرتا ہے کہ اسی اعتقاد پر مرتے بلا تے جائیں کہ مرنا بلانا بھی خدا ہی ہے + پس وہ ہر حال میں خدا ابن خدا ہوا - اس لئے جو کچھ دل میں آنے کرے تو اس قسم کے خدا سے مردود و ملعون جس کو خدا نے خباثت و نجاست خواہ شیطان و اہرمن کہتے ہیں - اسکی ذریعہ سے البتہ یہ کہے

جائینگے اور وہ خدا کے مردود بنام شیطان کو ایسے قدوس خدا پر جو ہر حال میں قدوس و بے نیاز ہے
 کر ڈالے بار قربانی کر دینا بالکل حلال ہے + کیونکہ از روئے علم شرعی جس کو علم صوریہ اور ظاہریہ کہتے
 ہیں اس کے دستور العمل کے مطابق یہ کہا جاتا ہے کہ افعال قبیحہ سے سلامت رہ کر مسلم باسلام بکر روح اللہ
 کو اپنا آقا و مولا سمجھنے کا رنجیز میں جہداً اور مجاہداً لگا رہنا موجب سلامت روی ہے کہ اس سلامت روی
 کا ظاہری نتیجہ اس عالم میں یہ ہو سکتا ہے کہ حکمت و حکومت سے بھرپور ہو کہ ہر خدا کے مردود و ملعون
 کے حرکات نامنزاہر یہ حکمت و حکومت سے تعزیر و سزائش کرتا ہے + پس اس کو بھی چاہئے کہ وہ
 خدا کے مردود یہ سمجھ لے کہ اس خدا کے قدوس و وحدہ لاشریک بنام روح اللہ کے آگے سر تسلیم خم کئے
 مسلم بنے رہنا چاہئے کہ یہ غالب خدا ہے اور جو مسلم سلیم بنام امت اللہ ہیں وہ از روئے علم ظاہری علی
 حسب طاقت بشریہ یہ سمجھتے رہینگے کہ بڑے فعل کا ارتکاب بڑے کی طرف سے ہے جبکہ خدا کے مردود
 بنام شیطان بشکل انسان واجب التعزیر نے کیا اور اچھے فعل کا ارتکاب از جانب روح اللہ بنام اللہ
 ہے کہ اس کے مقابل کا خدا کے مقبول بیفسہ ہے جو اپنی امتوں سے بذور قدرت اپنی سزا دلواتا رہیگا۔
 کہ ان دونوں مسلم سے ایک کو تصدیق بالجنان عمل بالارکان حاصل ہے اور دوسرے مردود کو امتداد
 باللسان تو چونکہ ہر چیز کے استعمال سے خمار پیدا ہوتا ہے مگر کسی جگہ محسوس الحواس اور کسی جگہ غیر محسوس الحواس
 کسی جگہ خفیف الحواس کسی جگہ ثقیل الحواس غرض کہ ہر ذوق کائنات رنگارنگ خمار سے معمور ہے۔ تو
 اس خم روح اللہ بنام ہموات سے ایک ہی طرح کی شرابِ حب کو دی جا رہی ہے۔ مگر سمجھوں میں تاثیر
 خمار کا اختلاف ایسا پیدا ہوتا جا رہا ہے جیسا کہ ایک ہی رنگارنگ قسم کے بارش سے تمام مختلف مزیدار
 نباتات پیدا ہوتے ہیں ایسا نہیں ہوتا کہ سب ایک ہی قسم کے شیرینی رکھتے ہوئے پیدا ہوں یا سب
 ایک ہی قسم کی کھٹاس رکھتے ہوئے ہوں۔ اسی طرح وہی گھاس پات کیں سرگیں بنجاتی ہے۔ کہیں نافہ
 غزال۔ گویا ایک قسم کا پھول ہوتا ہے کٹھنی اس سے زہر نکالتی ہے اور نخل شہد۔ اسی طرح نود و جوہر و
 روح الہی سب میں مختلف قابلیت کے مطابق اثر پیدا کر رہی ہے تو یہ کہ کل شئی من عند اللہ ایک خمار
 آمیز جملہ ہے جس نے اچھوں کے لئے اچھا معنی پیدا کیا اور بدوں کے لئے بُرا مگر کوئی چیز بُری نہیں
 جب تک اس سے کچھ بُرائی نہ ثابت ہو + تو کسی قسم کا خمار ہرگز بُرا نہیں۔ مگر خمارِ شرارت و خباثت
 بہت بُرا ہے۔ اگر خمار اچھوں میں جاتا ہے تو اچھا سرور پیدا کرتا ہے + بُروں میں جا کر اس قدر بُرائی ظاہر
 کرتا ہے کہ خدیج کو بُرا کھلا دیتا ہے کہ گویا بُرائی کے ساتھ ایسی نیکی کرتا ہے کہ اس کو معراج تک
 پہنچا دیتا ہے۔ غرض کہ اس میں سود و نیاں دونوں ہیں۔ سود مند کے لئے سود مند زبان کار کے لئے

زبان کار سسٹے غلامی حرامی کے لئے سب حرام ہے حلال و تقدسی کے لئے سب حلال بہ میں جہت
اوس بُرے رب النظار پر اسکی ناپاک ہستی کے کفارہ میں فرمانبردارئی روح اللہ جو ایک نعمت الہیہ تھی
تھی حرام کر دیگی کہ اسکو فرمانبردارئی روح اللہ عین گناہ معلوم ہونے لگے کہ صریحی یہ سب بات سمجھ کر کہ ہر فرد غیر
جدا جدا نمونہ کائنات ہے کہ اُس کا ایک قطرہ آب حیوان بنام مٹی ایک روح الکائنات ہوا۔ پھر اگر
تمام کائنات افشردہ کر کے اُس میں سے جو روح و جو ہر نکالا جائے تو وہ بھی ایک قطرہ کی طرح ہو سیکے گا
کہ وہ سب سمیت اگر اللہ تعالیٰ خود کو چھوڑ کر جدا کرے تو اُس افشردہ جو ہر کا نام روح اللہ ہو گا جو ایک
دم انتہائی مقام ہے کہ اب اُس روح کی روح عین روح اللہ کہی جا سیکے گی گویا اُس ایسے جو ہر
عظیم سے بوجہ ملعون ازلی وابدی ہونیکے روگرداں رہتا ہے۔ ہزار سوچتا ہے تاہم اسکی عقل ملعون کچھ
راہے سلیم نہیں دے سکتی کہ صدقا سر تسلیم خم کر سکے یہ بھی اس قدیر کا ایک نمونہ قدرت ہے کہ عقل و
دانائی رہتے ہوئے تمام کلم طمانشائی و علامات و آیات مینات کو باینا دیکھتا جا رہے کہ صفات
روح اللہ کی کبریائی ظاہر ہو رہی ہے مگر پھر بھی برگرد ہے اور دوسری طرف رجوع ہوتا ہے فیجاء اللہ
بجہد حقیقۃ ثم حقیقۃ کہ ۷

کہ ہے عقلِ عاقل و ماں چدا چورا
جو ہر وقت دیتی ہے بندوں کو شورا
تو ہرگز نہ چھوڑے گا اُس کو اوصورا
تو ظلمات ہو ترل رحمت سے نور
بماطن ہلاکو ہیں جیسے دھتورا
ہو اللہ کان عفواء عفواء را
ہو اللہ بحزمی جزاء و فورا
ہو کل حال رضیا شکورا
ہو یرحم مومنا و کفورا
تو رحمت بھی تھی خاص قند اور بھورا
و علمنی علما و شرح صدور را

قدیر اپنی قدرت میں اتنا ہے پورا
تو یہ عقل بھی ایک قدرت ہے اُسکی
کسی کو جو حمدی بنائے گا از خود
سیہ روا اگر مدبو بھی ہو کوئی
بظاہر قدم اور لپیچی کی صورت
خلوصا جو تایب ہو یہ بھی سمجھ لے
جو نیکی کرے اُس کو بدلہ ملیگا
اذیت کسی کو جو دیتے ہو چپ ہے
ہر اک ذرہ ذرہ پر رحمت ہے اُسکی
اگر مختصا اوس کو تو یاد کر تا
کہو سب سے بچنی کہ رب نے ہمارے

چنانچہ یہ سب انشراح الصدور ہی کا بلوہ پر تو قلم ہے جبکہ تم سن کر (قَالَ اِنَّهُ لَيَقُولُ)
کے چکر میں پڑ گئے مگر میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم نے قَالَ اِنَّهُ لَيَقُولُ کو سمجھا کہ قَالَ اِنَّهُ لَيَقُولُ کیا چیز ہے؟

تو سمجھو کہ قَالَ اِنَّهُ يَقُولُ کیا ہے یہ قَالَ اِنَّهُ يَقُولُ وہ ہے جس میں بہت سے قیل وقال پیچیدہ ہیں۔
 كَذَلِكَ اُسکے بارہ میں یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل سے کہا کہ تم فلاں عہد سے کہو کہ
 وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے کہا تھا کہ وہ اپنی قوم سے کہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن
 کو کہتا ہے کہ وہ ایک بچہ اذبح کریں جس پر موسیٰ نے دیسا ہی کہا اُس پر اُن کی قوم نے کہا کہ
 کیا اُن سے موسیٰ مذاق کرتے ہیں؟ تپہر موسیٰ نے کہا کہ پناہ بخدا مجھ کو سحر و بدلہ زیبا نہیں + میں ایسا
 جاہل اور پاگل آدمی نہیں ہوں کہ مذاق کو روا رکھ کر اللہ تعالیٰ پر افسر کروں + کہ اس نے ایسا کہا ہے کہ
 تم ایک بچہ اذبح کرو ہرگز ہرگز ممکن نہیں پس جو کچھ کہتا ہوں سچ کہتا ہوں پھر اُس پر اُن کی قوم
 نے کہا کہ موسیٰ اپنے رب سے کہیں کہ وہ کیسی گائے ہونی چاہئے؟ اُسکو کہے دگیا اس جگہ موسیٰ
 اللہ تعالیٰ کی طرف بنی اسرائیل کی طرف سے رسول ہو کر یہ کہنے جاتے ہیں جیسا اُس طرف سے یہ
 کہنے آئے تھے۔ بھلا وہ خادِ خالق کیسا اور یہ مخلوق کیسی کہ دونوں میں ہم ٹکی اور اُسرل و رسائل ہوں
 اُس کو بھی اچھا خاصہ آدمی بنا دیا جسکی بحث آگے چلکر آئیگی۔ لہذا پہلے موسیٰ کا قصہ کہا جاتا ہے
 کہ اُنہوں نے خدا سے جا کے کہا کہ بنی اسرائیل ایسا کہتے ہیں تو رب المجید نے کہا کہ اے موسیٰ
 تم جاؤ اور کہو کہ خدا کہتا ہے کہ صغریٰ گائے مشابہ بہ گاؤں سامری جو ہوا سکودنچ کرنے کو کہتا
 ہے۔ پھر موسیٰ آئے اور قَالَ اِنَّهُ يَقُولُ کا مضمون ادا کیا تو یہاں قَالَ اِنَّهُ يَقُولُ کی ضرورت نہیں جو
 بحث و مباحثہ پر آمادگی ظاہر کی جائے حتیٰ کہ یہاں جبریل مجسم کی بھی حاجت نہیں بلکہ وہ اس
 آمد و رفت کی تکلیف اور بالکل اذیت و سب سے شرف سے معذور و محروم رکھے گئے ہیں۔ چنانچہ جس کا
 مہبط جبل الطور و طور السماء ہے وہی ہمارا کتاب السطور و المرقوم اقدم بالنون والقلم بذات خود معلم و
 متعلم بنا ہوا اس بیت اللہ پہلے انسانی کو مہبط بنائے ہوئے کار پر دوازہ ہے اُسکو موسیٰ کے وقت
 سے کیا معنی کہ ازل سے ابد تک کی حالت معلوم ہے۔ اس میں یہ قصہ بھی تھا جس کو وہ جانتا تھا
 کہ کوئی عہد سہمی بہ ام فلاں کے پاس یہ سب بات کہلائی ہے جو کسی گئی ہیں اس کو مثلاً یہاں پر
 کہلایا پس میرا کہنا اسی کا کہنا ہے۔ مگر یہ سب فنِ استاد سے ایک فن ہے کہ اتفاقاً گاہے چنیں
 گاہے چنیں بیان کیا جائے کہ لوگ اس کج دیوچ سے چکر اکر ایک جگہ کھڑے ہو جائیں کہ حالیہ ثابت
 قذی سے صراطِ مستقیم کا راستہ مل سکے تو خواہش ہذا کو پورا کرنے کے لئے بکمالِ رفق و ملاحظت یہ
 سب موسیٰ بحث و مباحثہ روا رکھا گیا کہ زیادہ سختی سے متعلین خراب نہ ہونے پائیں کیونکہ
 کسی طور کا طفل ہو تیز و متعہ مگر مار سے اور ہوتا ہے کُشد

تو آموز را ذکر تحسین و بہ نر تونج و تندید استاد بہ
 مگر اب تحسین دوازہ سے کام چلتا ہوا نہیں دکھتا اس لئے وہ کلیم روح اللہ جن کا طور فلک قبیل
 بکف عارف کاڑھا ہے کہ اب روح و رحمت کو جدا کر کے کلمہ و قمر سے کام لیا جائے کہ تم ایسے نالائق ہو گئے
 کہ ایں دآں تو درکنار جو تمام کائنات سے اعلیٰ و بالا مادی وارضی از جز تا کل کا شہنشاہ بنام روح اللہ
 کہا جا رہا ہے اوس سے سرتابی کرتے ہو۔ اشد کفار ہو۔ تمہاری ہی وہ حماقت ہے جو کائنات پل بیان
 کی جاتی ہے کہ وہ ایک ایسی بیگانی ہنگامی جماعت جو دو چار جماعتوں سے بُرے آدمیوں کی بنیاد
 کے ساتھ جماعت بنائی گئی ہے جس میں زندگی زافرنگی نما ظاہر ہو رہے ہیں جن سے تمام عالم ہستی
 بچس ہو نیلے سبب سے خالی کر لئے جانے کی ضرورت نظر آتی ہے ان کو اُس شہنشاہ منور بنام
 شمس کے قیام و قعود کے اندازے پر جسیں فرسائی کا حکم ہے وہ قوم کم بخت سورج تک کو اعلیٰ نہیں
 سمجھتی نہ اس پہلی معلق راوٹی اکاس وھولا گری کو اعلیٰ سمجھتی بلکہ قبر ڈٹی کو اعلیٰ سمجھتی ہے بڑی
 ملعون قوم ہے تو بلا دلیل سچ بات کو حق کہتے ہیں + اور اس حق سے جس قدر متبذد ہو گا سب حق ہو گا +
 تو اللہ حق ہے + اس سے جس قدر حقوق حقانی حاصل ہونگے سب حق علی الحق ہونگے + یہ سب
 مٹی کیچڑ پتھر اور جمیع مخلوق امرا اُس سے متبذد ہوئے ہیں۔ نہ وجود + نہ مٹی پرست حق پرست سمجھا جائیگا +
 یہ سب ہستی تو فقط کسی کی ہستی کی دلیل ہے + کہ وہ ہستی نہ ہوتی تو کسی کی کچھ ہستی نہ ہوتی + تو وہ
 ہستی ازل سے پریش کر سکتی ہے۔ اور خود پریش نہیں کیجا سکتی + اُس کو مخلوق سے کچھ نسبت نہیں +
 کہ ہمدست کی پرستش کر کے اپنا چھٹکارا کر لیا جائے + کھلم کھلا باتوں میں جسے شریعت کہتے ہیں اُس
 میں وحدت الوجود و عالم شہود وغیرہ کی کچھ ضرورت نہیں + انتظام ظاہری و باطنی کے رو سے صاف اظہر
 من غلظ الضحیٰ ہے کہ ایک دوسرے پر فضیلت دی گئی ہے کہ سب کا خاتمہ روح اللہ پر ہوتا ہے۔ پس جو
 چیز اعلانیہ جس کام کے لئے بنائی گئی ہے اس سے وہ کام لیا جائے اُس عطیہ کے مطابق اُس
 چیز سے نفع جوئی محلِ خلاص نہیں + جیسے پانی کے پینے سے پیاس جاتی ہے اب اسکو خدا سمجھ کر
 نہ پینا یا اُس سے آبدست نہ کرنا بالکل بیجا ہے۔ خود آزاری کا مرتکب ہوتا ہے اور اس دلیل سے خود
 بھی خدا ہوتا ہے تو ایک قسم کا خدا دوسرے قسم کے خدا میں داخل ہوا پھر کچھ مضائقہ نہیں ہو سکتا + مگر
 ایسا کیوں کہا جائے یہ کیوں نہ کہا جائے کہ مثلہ نہ اسی غلط ہے۔ اس لئے کوئی چیز خدا نہ سمجھی جائے۔
 اگر سب چیز خدا سمجھی جاتی ہے تو مدح اللہ عین اللہ سمجھ جانے کا بدرجہ غایت مستحق ہے + جان سے
 کوئی چیز عزیز نہیں تو جان ہی کو روح و حیات کہتے ہیں تو روح اللہ کے معنی ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کی جان

تو اُس کو اپنی جان سے بڑھ کے کچھ عزیز نہیں۔ اُس کی رُوح کو فنا نہیں لیکن تو اُس سے نفرت کرتا ہے حتیٰ کہ خود کو خدا سمجھتا ہے مگر خدا کو خدا نہیں سمجھتا یہ سب ملعونیت کی نشانی ہے کہ ملک اللہ شمس اللہ۔ و نجم اللہ۔ سطر اللہ۔ بحر اللہ۔ ارض اللہ۔ خلیل اللہ۔ کلیم اللہ۔ عبد اللہ۔ رسول اللہ۔ لعنت اللہ و قہر اللہ۔ شیطان اللہ و خلق اللہ و غیر اللہ سب خالق تماش اور مخلوق ہیں انکی پرستش کرتا ہے۔ اور روح اللہ جو عین اللہ ہے اُسی سے دشمنی کرتا ہے کبھی اُس کو دجال کہتا ہے۔ کبھی اُس سے برابری کا دعویٰ کرتا ہے کہ ذات صرف پہچان اور تعریف کے واسطے ہوتی ہے۔ جو پیشہ کے سبب سے جدا کی جاتی ہے۔ ورنہ سب ایک ہی ہیں سب کا نتیجہ حیات و ممات ہے ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے ورنہ باطناً بہت بڑا فرق ہے پس ظاہری باتوں سے بحث کی جاتی ہے کہ اسی طرح کوئی بارش ہونے کے سبب سے مطر اللہ کہا گیا کوئی آسمان ہونے کے سبب فلک اللہ کہا گیا کوئی خبر سانی کے سبب سے نبی اللہ کہا گیا۔ کوئی شیطنت کے سبب سے شیطان اللہ کہا گیا ورنہ منزل مقصود سب کا واحد ہے۔ اور وہ نامحسوس الحواس تمام موجود ہے اس لئے سب ایک ہی ہیں تو اس کہنے سے بھی آخر روح اللہ تمام حاضر و ناظر رہے۔ اور سب کچھ نروح اللہ کا ثابت ہو کہ فنا و بقا۔ جمیع ہستی و نیستی اور وجود ناممکن الفہم ایک کرۃ الفنا بنا کر حلقوم روح اللہ سے غذاء فوق کرلیلیاٹے کہ مسئلہ اکل و ماکول صادق آجائے۔ توجہ آخری نتیجہ بعید البعید نامتناہی زمانہ کے بعد ایسا اخذ کیا جاتا ہے جیسا کہ کہا گیا تو پھر کیوں نہیں بصر طریقی روح اللہ کو شاب و مثوی قرار دیتا۔ اور نیک بننے کی کوشش کرتا اُلٹا جھوٹے موٹے کا بحث و مباحثہ کرتا ہے۔ چھچھندر کی طرح نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے جھوٹے موٹے کا چچیا تا ہے + بھلا تو کیا؟ اور تیرا چچیا ناکیا؟ جس میں تو رہتا ہے اس میں بول و براز ہے + مر نیکی بعد خاک و سیاہ ہو جاتا ہے۔ ابتدا اُسکی لفظ ہے اور انتہا اسکی حقیقت + پھر توبہ برنجی بد قماش و بلاش محض قماش و بلاش بالکل کندہ و ناتراش۔ رویدی کا یولداش تجہد پر کھلم کھلا روح اللہ کی زندگی ثابت ہو رہی ہے۔ ہر ذرہ روح اللہ کی بزرگی بیان کر رہا ہے + تمام مصلین و مصلات اُس طرف متوجہ کر رہے ہیں + اُس پر بھی تو اوس سے روگردانی کرتا ہے + کہ روح اللہ سے روگردانی عین اللہ سے روگردانی ہے۔ کیونکہ روح اللہ و عین اللہ ایک ہی ذات ہے۔ اُس نے اپنا اکائی کا جامہ اتار کر خود کو خالص تنہا رکھا ہے۔ اُس نے اپنی اکائی کی خودی کے ساتھ ایسی ربط ضبط کر رکھی ہے کہ کبھی دوئی نہ ہو غرض کہ غزل

بجن بجن سے یہی بجن ہے بجن ہی گائیں نہ گائیں دھرا
جو گائیں دھرا کہاں اکائی۔ اکائی میں ہے کوئی اکائی

جہاں دو دہائی وہیں دہائی یہاں تو خالی ہے ایک قمری
 کہ جس کے منہ میں ہے اپنی ٹھمری نہ حرف اُس میں نہ ہے لکھرا
 وہ کیا ہے اُس میں کہ حق ہی سر ہے۔ حق ہی حق بات کا مقر ہے
 کہ حق کا کہنا نہ کچھ مضربے مضربے گر جھوٹ کا ہو بہرا
 اِسْلِمَائِیْنَ اِسْلِمَائِیْنَ اِسْلِمَائِیْنَ اِسْلِمَائِیْنَ
 اِسْلِمَائِیْنَ اِسْلِمَائِیْنَ اِسْلِمَائِیْنَ اِسْلِمَائِیْنَ
 دِطَبَاتِ دِطَبَاتِ دِطَبَاتِ دِطَبَاتِ
 فَمَوْ حَیْ لَا جِلَّ یَسْجِلُیْ کہ دونوں پر خود ہی خود کا پھرا
 کہ دیکھ لے سب کو یہ نظر بھر کہ کس کچھری میں سب ہیں ذکر
 یہی کے ہیں یا بدی کے اندر پکار اُٹھاب کسی کا چہرا
 کہ سب بدی ہی کے آفسوں میں بحال ہیں عالی خدمتوں پر
 کسی کو پنشن کسی کو منصب کسی کو جاگیر کا پھر ہرا
 فلاں کے بابا فلاں کے دادا حسد کے لائن میں ماسٹر تھے
 جو اُن کے بیٹے نے کی ترقی تو آج اتنا ہوا ہے شہرا
 ترقی یہ ہے کہ آپ از حد مقرب روحِ جنٹ ہو گے
 جنابِ ابلیس شاہِ شیات میں۔ اور ان میں ہے ربط گہرا
 مجال کیا کوئی کچھ بھی بولے ابھی ہو طوفان و سر قلم ہو
 ہزاروں کالی ہزاروں پھکڑ مہذبین کا ہو آب زہرا
 ان آفسوں میں کوئی نہیں ہے بحرِ شیطینِ لعنتی کے
 یہ سب ملازم ہیں مارِ زہری جنابِ ابلیس ہیں سپہرا
 یہاں سے بھاگو یہ ڈس ہی دینگے عدم قصوری ہے جرم از حد
 تو پھر کچھری میں نیکیوں کے پھونچکے پاؤ گے زہر حہرا
 کچھری نیکی کی دور تر ہے ملازم اُس میں بہت ہیں تھوڑے
 کہ حُسنِ نیکی زحدِ فزوں ہے مگر ہے دِلہن کے منہ پہ سہرا
 جہاں کہیں اُس نے خود کو بھیجا تو نیک لوگوں نے اُس کو پکڑا

بدی کے آفس کے نوکروں نے بٹلے بتاں اک سُنہرا
کہ اس کو چھوڑو سر اس کا پھوڑو مُنچ اپنا ہم سب کے سمت مٹو
کلائی اس کی پکڑا مردو اور اُٹے دکھلاؤ پھر کٹہرا
کیں بھی۔ بھلی امن نہ پائے بدن کو کاٹو بدن نہ پائے
بدن میں رہ کر پوں نہ پائے تو اے زمانہ پھر آگ لہرا

ہیں اے تالائق لوگوں ہم اُس بھڑکتی آگ سے بچتے جاؤ ہم جو اُس میں نہ فنا ہوئی سزا
اور اُس کے ساتھ گستاخی کرنے کے جرم میں عاید حال ہو نیوالی ہے۔ تو وہ گستاخی فقط یہی نہیں
کہ اُس کو کسی زمانہ میں بہ ہیکل انسانی دیکھ کر گالی گلو ج سے پیش آنا بلکہ اُسکو چھوڑ کر کسی دوسری
طرف رجوع ہونا گالی گلو ج کی طرح گستاخی ہے۔ اور گالی گلو ج مذمت و بغیت تو بڑی سخت
گستاخی ہے۔ اور بالمشافہ بے ادبی سے پیش آنا اس گستاخی کی کچھ انتہا نہیں مگر شمس کو شمس کے
نام سے پکارنا بجا و میوب نہیں۔ سور کو سور کے نام سے پکارنا۔ غاصب و ظالم کو غاصب و ظالم
کے نام سے پکارنا کچھ ضرر نہیں + اسی طرح کسی نبی و رسول کو نبی و رسول کے نام سے یاد کرنا مضر
نہیں بلکہ جو اسکو نبی و رسول روح اللہ کے نام پر قبول کر لیا تو اسکو بھی نبوت و رسالت کا جامہ و ثواب
ہے جو اُس میں فنا ہو گا وہ مقرر روح اللہ تک پہنچے گا + کیونکہ وہ روح اللہ میں فنا ہے + مگر زیادہ تر
مناسب و انبیب یہ ہے کہ بصراطِ مستقیم روح اللہ میں فنا ہو۔ اُس کو تو فقط رسول کہا جانا ہی فخر
ہے وہ تو ے

شہید الدار محمود المزاہی رفیع القدر محمود المعالی

ہو چکا + اُس کا تو صرف اسی قدر معین و معاون ہونا چاہئے کہ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ و اَشْهَدُ اَنْ
ظہاں عبدہ و رسولہ۔ یعنی میں سچ کہتا ہوں کہ میں اس بات کا گواہ جگیا ہوں۔ کہ یہ رسولِ بوح اللہ
اپنے بارہ میں سچ کہتا ہے۔ کہ یہ اُس کا رسول ہے۔ جہاں تک اُسکے موافق اور مفید دین و دنیا میں
احکام جاری کر لیا اُس کے امر و نہی کو تسلیم کر لوں گا + اور اپنے بال بچوں کو سمجھا دوں گا کہ ے

خلافتِ پیمبر کے راہ گزید کہ ہرگز بہ منزل نہ خواہ رسید
پس اُسکی ہدایت سے مخالفت نہ کرنی مثلاً اگر اُس نے یہ کہا کہ میرے بعد خود ہی آں حضورِ فیض گزید
منور الانوار و نور علی النور طیب العناصر۔ جلیل المآثر۔ یحیی الا صاغر و الا کاہر۔ عالی تبار معالی وقار۔
گرامی شمار۔ نامی ذوالاقتدار۔ سر اسریر کتب فیض و رحمت۔ خداوند نعمت صاحب عدالت جناب علی حضرت

جلیل القدر والمجبروت سبحان رب العزّة والملکوت سبحان رب النّاسوت واللاهوت بنام روح اللہ جو ہم میں پونے سے ملقب بہ القاب حمدی ہیں جل جلالہ و عظم نوالہ رونق افروز و جلوہ گر ہونگے جن کا تلوّنِ حلیہ از دم دعوی تا بہ اعتقاد دعوی بایں طرز متلوّن رہیگا پس وہ صاحب بموجب مفہوم ہذا کہ ہر کہ آمد عمارت نو ساخت + رفت منزل بدیگرے پرداخت

طرح طرح کے انتظامات پُر از انصاف فرمائینگے اب جیسا وہ انتظام فرمائیں انکو اختیار ہے + ہیں ان سے مخالفت کرنے میں انہیں سب کنہیات سے سابقہ پڑتا ہے کہ گویا پہلے دسے کا حکم نہیں مانا گیا ورنہ اسکو قبول کر کے عید الاختلاف ہونے کو تسلیم کرتے اس واسطے اول کی جمیع اطاعت بھی معنی مخالفت میں شمار کی جائیگی + کیونکہ جو ساری شریعت کو مانکر تا آمدناخ الشریعت ثانیہ اس میں کی ایک ادنی سے ادنی بات کو بھی ٹالتا ہے تو گویا ساری شریعت کو رد کرتا ہے اور اگر ناخ الشریعت کے سامنے کسی بات میں بھی چون دچرا کرتا ہے تو وہ سب شریعت مسلمہ و احکام قبول کردہ سابق کو رد کرتا ہے پس وہ بھی مثل جمیع کفار یا سلف کے قطعی ہو جاتا ہے کہ نقصان و نقصان حوزنی محارۃ کا مصداق صادق آتا ہے فاعوذ باللہ من المحور بعد الکور + اس واسطے کہ شری سے پرہیز کرنا چاہئے اور اب اس جگہ دونوں کفار کی نسل بعد نسل کا رگزاری پر غور کرنا مناسب ہے کہ عالم میں نفع بخشی و فیض رسانی کس زمرہ کفار سے زیادہ ہوئی ہے + جس کی تلافی میں تاؤ فیصلہ مقدمہ ہذا معاف کئے جائیکے سزاوار قرار دئے جاسکتے ہیں کس لئے کہ مسلمان کی تشریف آوری سے مقصود یہی ہے کہ عالم جسمانی و روحانی ظاہری و باطنی میں انتظام تصفیہ و تزکیہ ہو قابل شایستگی روح اللہ ہونیکے اسوا سربسجود و بار میں حاضر ہونے کے لائق ہو تو کیوں اگر فیصلہ کے وقت یہ بات ثابت ہو گئی کہ جو مومن و مسلم تھے وہ بھی کافر ٹھہر گئے اور کفار جو کفار کہے جاتے تھے اور درحقیقت کفار نہ تھے وہ اس قانون پر عمل کرنے کے سبب سے مومن کہے جانے کے منزاوار ثابت ہو چکے تو ضرور ہے کہ ان کی رعایت کی جائے پس قبل از فیصلہ عام یہ حکم دیدیا جاتا ہے کہ جو اس قانون پر عمل کرنا چاہے وہ حکمت و حکومت کے ماتحت رہ کر تمام کفار مسلم نما پر سبت و تسلط ماکم بنائے جانے کے حقدار سمجھے جاتے ہیں + چنانچہ ایسا ہی ثابت ہو چکا پس جس کی دنیا فتح ہوگی اس کا دین بھی فتح ہو چکا کیونکہ دین فتح کرنے کا یہ ایک ہولناک قلعہ ہے اسکے اندر سے دین ایسا پیدا ہوتا ہے جیسے پہاڑ سے جواہر بلکہ کل شئی کے ابواب اس پر شفعہ کر دئے گئے حتی کہ نسیان ناسوت و لہوت تک کے ابواب بحال نعم النسیان و النساء مفتوح ہو چکے + تو جس پر اسقدر ابواب بے شمار مفتوح ہونگے

وہی عالی نسب اور کرم و شرف مفضول و مقدس ہوگا + نہ کہ بہائم جسکو کسی بات کی تمیز نہیں کہ اسی تمیز
 و عقل و حکمت و لطافت سے عام بہائم سے عام لوگ شرف سمجھ جاتے ہیں + پھر ان مشرفین میں جو زیادہ
 مشرف ہوگا اسی کے لئے ڈگری کیجائیگی۔ تو جس کی طرف ڈگری کیجائیگی اس سے ضرور پرستش ہوگی
 کہ ان بہائم کو ابھی تک کیوں نہیں درست کیا؟ کیوں نہیں ان کو ابھی تک دنیا سے نیست و نابود
 کیا؟ کیوں ابھی تک ان سے دنیا کو بخش کر رکھا ہے؟ شاید تم اس قدر نعمتوں کے نشہ سے متوالے
 ہو کر اس مقدس کام کو بھول گئے۔ اس سے تمام عالم میں یسری نقصانی پہنچی۔ پس تمہیں ان نقصانیوں
 کے بانی ٹھہرے + لہذا ہر فرد بشر علی حسب تصفیہ عدالت واجب التعزیر قرار پایا۔ کیونکہ نچرل سرکلور
 کے مطابق ایک چیز دوسری چیز پر مفضول قرار پائی ہے تو جو زیادہ افضل ہوگا اسی سے کوئی حاکم
 افضل الا فضل پرستش کریگا۔ جیسا کہ تمام عالم مرئی کا مالک و افسر جس کو افسر اللہ کہتے ہیں وہ اکتاب
 ہے کہ اپنی کشش سے سب کو خود کی طرف رجوع کئے ہوئے ہے۔ سب کو فائدہ بخش ہے۔ اسی پر دین و
 دنیا کا دار و مدار ہے۔ ٹوٹ جائے تو سب نقصان ہو۔ اسلئے ہر ذرہ اسکی پرستش میں لگا ہوا ہے۔ اسی
 کے رفتار کے بموجب جیفر سائی کا حکم ہے۔ لہذا اسکے ذمہ جواب وہی بھی بہت ہی بڑی ہے۔ اسی
 طرح جس کو حکمت و حکومت دی گئی ہے اس سے پرستش ہے۔ اگر دم پرستش لوگوں نے بے چوں چلا
 فوراً اس پرستش کرنے والے کو اپنا حاکم علی الاطلاق سمجھ کر سر تسلیم خم کر کے کھڑے ہو گئے جب
 تو خیر ہو گئی ورنہ کسی کے لئے بھی خیر نہیں۔ مگر پھر حالت عذاب میں بھی حاکم و حکیم کی کچھ نہ کچھ ضرور
 رعایت کیجائیگی + کیونکہ وہ روح اللہ کے نام لیوا رہے ہیں + اس واسطے بہت ہی مناسب ہے
 کہ جو کچھ لوگوں کو اختیارات دے دئے گئے ہیں کہ سب لوگ اپنی اپنی مشیت سے جودل میں آئے
 کرتے جائیں ہر کوئی ان اختیارات کے بموجب روح اللہ میں فنا ہونے کی مشیت ظاہر کریں تو اگرچہ فنا ہو
 یا نہ ہو مگر باطن قبول کر لیا گیا کہ گویا وہ فنا ہوا۔ اگر سچ سچ میں فنا ہو گیا۔ تو اس کے نایاب کر تو ت سے
 لوگوں پر ظاہر ہو جائیگا کہ حقیقت فنا فی روح اللہ ہے۔ جیسی حکمت آمیز و قدرت شعار کام کرتا ہے۔
 ورنہ کوئی دیویوں سے فنا فی روح اللہ نہیں ہوا ہے۔ بلکہ چاہئے کہ جیسے وہ بلا دلیل روح اللہ ہے
 ویسے ہی بلا دلیل فنا فی روح اللہ ہو + اور یقیناً یہ سمجھ لے کہ روح النجث اور روح القدس ہر گھبر گز
 برابر نہیں۔ اگرچہ تشابہ شکل و شمایل بھی کیوں ہوں چنانچہ کیا نہیں دیکھتے کہ چہیا۔ چوہا۔ گھونس۔ ساہی۔
 سودر باول۔ مرغ میا سب تشابہ ہیں مگر سب میں فرق ہے۔ فطری و صغیر عا ذر و عقبان لینے لال
 چانیٹی اور کالی چنیٹی۔ لال مکوڑا اور کالا سب تشابہ ہیں۔ مگر سب میں فرق ہے۔ پھر روح النجث درج القدس

تشبیہ ہو جانے پر بھی کیونکر برابر ہو سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ پھر اگرچہ خباثت بکثرت ہو جائے مگر طیبات کی قیمت اور ماگب زیادہ رہیگی۔ تو قیمتی چیز قیمتی ہی لوگ لینے نہ کہ بے قیمت والے۔ پس روح القدس کا خریدہ روح اللہ کا خریدار کوئی قدوس ہی ہوگا۔ اور جو لوگ خبیث الطبع اور مہوس الغواہ ابن البیان ہیں وہ دم داسا، روح القدس کو اپنی نسی البیانی و زمیق اللسانی شمار کرتے ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے کہ روح القدس ہی تجرید کا بانی مبنی ہے۔ روح القدس ہی تفرید میں فرو فرید لا ثانی ہے۔ روح القدس ہی توحید میں ندی الکفین حقانی ہے۔ روح القدس ہی قدیل لوزانی و حکیم ربانی ہے۔ تمام اوصاف سے درمی الوری اور فوق الفوق ہے۔ اسی کے ہیولاتی غم میں چوٹ ناٹھ سیہ پوش و دوسہ کیا گیا ہے جس پر لوگ عسراً اور لیسراً بوسہ دیتے ہیں۔ مگر باوجود بدیں بوسہ وہی بھی ملعون کے ملعون ہیں۔ پس تم اے سب مامین کے بچو، دیکھو بچو، سب تدمیر و احتناک چھوڑ چھاڑ کے روح القدس بنام روح اللہ کے طرف رجوع ہوتے جاؤ، سچ سچ بات میں اقوال غیر باقیل کی آمیزش نہ کرو۔ اس پر ضحاک الضحاک تو ہین و تھین و تضئید و لامت کو راہ نہ دو۔ تحول و تہقر کو اختیار نہ کرو۔ ثابت قدمی سے قدسیت کی طرف رجوع ہو جاؤ۔ اس قدسیت میں اراءت دریا اور وضع و طرح سے پاک رہو۔ مرتد من بعد الایمان نہ ہو جاؤ + کردار موافق گفتار ظاہر کرو + یہ جینہ و قبہ اور ریشہائے دراز کی کچھ حاجت نہیں پیل مرغ اور دنبہ کو بھی جبہ ہوتا ہے۔ ہدہ و طاؤس کو بھی قبہ ہوتا ہے۔ بگردن کو بھی داڑھی ہوتی ہے ان پر وبال اور خارض سے کچھ کام نہیں چلتا۔ گلاب کا کاٹنا کٹیلا گلاب کی جگہ کام نہیں آتا۔ گلاب کا کام گلاب ہی کرتا ہے۔ یہ سب خارض تو ذیجان روح کے کانٹے کٹیلے ہیں + اسواطے بھگل کی ٹٹی ہے + اس کے آرٹیں شکار نہ کھیلو۔ عالم بے عمل زبور بے عمل ہے مفسد فی الارض ہو کر صلیح العالم ہونے کا دعویٰ نہ کرو خسر و خسران خسار ہو نیکی نشانی ہے۔ ایسے لوگ ہمیشہ سے باغی فی الایمان۔ لاغی فی الارکان۔ مقر باللسان منکب بالجنان۔ کاذب فی الایقان۔ الشیطان ازید۔ من الشیطان۔ بالکل ثقیل البیان کا عثمان ثابت ہوتے رہتے ہیں + لہذا جب تک سب لوگ قدسیت میں ایک نہ ہو جاؤ گے ہرگز سلامتی سلیمانی کو نہیں پہنچو گے پس اب یقہ کوکہ۔ غزل

سنا بھی کچھ تم نے سُنے والو کہ کیا میں مدت سے بک رہا ہوں
چونکہ بے دود دل ہی دل میں غضب کی آتش سے پاک رہا ہوں
کہ سُنتے ہو یا نہ سُنتے ہو تم کہو تو کس پر کردک رہا ہوں
یہ کس کو سمجھا رہا ہوں اتنا یہ کس کو اتنا جھڑک رہا ہوں

تڑپ رہا ہوں پھڑک رہا ہوں اور اپنے سر کو ٹپک رہا ہوں
 پکھل پکھل کے گھلا ہوں اتنا کہ آئسو ہو کر ٹپک رہا ہوں
 چو پادشاہ سرمد گردوں بہ چرخ چارم چمک رہا ہوں
 اگرچہ ہوں لاکھ اوج پر بھی مگر زین ہی کو تک رہا ہوں
 تمہاری الفت میں اسے عزیزو بچشم ایذا کھٹک رہا ہوں
 سمجھتے ہو مجھ کو خار۔ لیکن چو راجِ ریحاں مہمک رہا ہوں
 اگر ہے دشمن کوئی تمہارا تو صرف تم ہو نہ اور کوئی
 ہوا ہوں میں بدگماں اتنا کہ خود ہی خود سے جھنک رہا ہوں
 اگرچہ بے بال و پر ہوں تاہم بلند پرواز میں ہوں اتنا
 زمیں سے اڑ کر فلک پہ پہنچا فلک پہ جا کر ٹپک رہا ہوں
 کہ میں ہی میں ہوں نہ اور کوئی اگر ہے کوئی تو صرف میں ہوں
 غرض کہ خود میں پیسے۔ میں اپنے ہر اک طرف خود ٹپک رہا ہوں
 تو مجھ کو زیبا ہے جو کنوں میں کنوں کہ خالی ہی چپ رہوں میں
 تو حکمِ ظاہر پہ ہو معمل یہ دامن اپنا جھٹک رہا ہوں
 انانیت کی ہے راگ اپنی تم اُس کو کاہے کو سن رہے ہو
 جو سن رہے ہو تو چپ ہی بیٹھو کہ گنج ہوں میں جھنک رہا ہوں
 خدا کو معلوم کیا ہے یحییٰ خدا کے ستر کو خدا ہی جانے
 خدا خدا کر کے چپ ہوا ہوں تو جی ہی جی میں مسک رہا ہوں
 کہ خدا معلوم تم لوگ کب تک نمک حلائی کو راہ دیکر اپنے سلطانِ رُوح کے ساتھ خوش سلوکی
 سے پیش آتے ہو کہ وہ اس صحبتِ عناصر سے مالا مال ہو کر واپس جائے۔ کہیں لٹا خارا میں نہ پڑ
 جائے چنانچہ صحبت کا نتیجہ گنج ہی ہوتا ہے نہ کہ رنج۔ پس روح کو اپنے کسی عالم میں رنج
 نہ پہنچاؤ۔ رنج و کفّت سب دشمن ہیں۔ دشمن ہی کو کافر کہتے ہیں۔ کافروں کو بیت اللہ بنامِ قلب
 میں نازل نہ ہونے دو نہ اُسکو جاری دیاری بناؤ۔ خود بیت الصفا میں کے اپنے کو اچھے خیالات
 سے طواف کرواؤ۔ عمر بھر کے لئے صنوت و مروت کو صحبتِ کاملہ بناؤ۔ جقدر لوگ رہا لے باوئے
 ضلالت اور مہر لے ہامونِ جہالت ہیں۔ مہم کی کا سہ لہسی نہ کرو۔ یسیر و نہار اُسکے کتابِ المبین کی مدد

فصلیں ہیں جنہیں ظلمانی و نورانی کی بحث ہے۔ ان کے پڑھنے سے عالم جاہل۔ احمق محافل۔
 خبث اور قدس کی حالت معلوم ہوگی۔ لیکن پڑھنے میں ذرا دیر ہی ہوگی + اس لئے کہا جاتا ہے
 کہ ناخن سے کوہِ کندن اور کاہِ برآوردن مشکل پڑیگا۔ چشمِ زدن میں شانہِ مژگان سے زلفِ سحاب
 کی تیش نہا ممکن ہوگی + اس واسطے رسولوں کو جو رسولی کا مرض ہو چکا ہے۔ ان کا خلاصہ بتلایا
 ہوا بہت روز تک بس کرتا رہتا ہے۔ اس پر ٹیکا دیکر کتابِ المبین کا پڑھنا آسان ہو جاتا ہے +
 اس کا بہت کچھ طریقہ بتلایا جا چکا ہے اور آگے بتلایا جائیگا اور آجگہ بھی کہدیا جاتا ہے۔ کہ عشقِ
 روحِ اللہ یعنی خالص عشقِ اللہ تکیہ ہے بغیر اس کے اکثر ثواب کا کام بھی گناہ میں داخل ہو جاتا ہے
 اور بحالتِ عشق ہزار ہا ہزار عذاب کا کام بھی ثواب ہو جاتا ہے جس کی ثبوت کثرت سے ملچایا کرتی
 ہے + اور یومِ التلاقی اسی کے مطابق و جذباتِ حسنا کہنا پڑیگا۔ چنانچہ یومِ التلاقی بھی سر پر آچکا اور
 ابھی تک لوگ خبردار نہ ہوئے + دیکھو جو کچھ اُس کے آنے کی نشانی بتلائی گئی تھی اُس میں کا
 تقریباً سب حصہ پورا ہو چکا فقط قدرے قلیل باقی ہے جو اب بالکل ہی جلد پورا ہونا چاہتا ہے۔
 جیسا کہ لوگوں سے کہا گیا تھا کہ جہاں تک جلد ممکن ہو ہر طرف فراشی کی جائے۔ کیونکہ روحِ اللہ
 یہ حیثیتِ اسلم الحاکمین برآمد ہو تو تمام عالم کا فیصلہ کرنے والے ہیں۔ لیکن یہ خدا معلوم کہ کس طرف سے
 برآمد ہونگے۔ ارض سے ہونگے یا کرم سے۔ باختر سے ہونگے یا خادر سے۔ بائیں سے ہونگے
 یا ایسان سے۔ خیروان سے ہونگے یا خراسان سے۔ روحانی عالم سے برآمد ہونگے یا جسمانی
 سے۔ ظلمانی عالم سے برآمد ہونگے یا نورانی سے۔ عالمِ تجانی سے برآمد ہونگے یا فوقانی سے یا دونوں
 سے مرکب ہو کر + اس واسطے عصری و حضری۔ روحانی و جسمانی۔ سفلی و علوی۔ عرشی و فرشی سب کی
 صفائی رہنی چاہئے + چنانچہ اگر وہ پہلے ارضی تشریف آوری کی طرف مخاطب ہونگے تو اُس کی
 یہ نشانی ہوگی۔ کلاہ دم پہاڑوں کا سر توڑا جائیگا۔ اور ان میں سے دبیب و خیں چلیگی جسکے انجن میں
 پتھر کو عیلہ بلکہ جہنم کا جہنم سمندر کا سمندر جھونکا جائیگا + کہ اُسکی ہٹر ہٹر اسٹ اور گرگر اسٹ سے
 تمام دوش و طیور بھاگتے نظر آئینگے۔ اور ستور و مطایا کو کثرتِ بار برداری سے نپٹن ہونے لگیگی۔
 خصوصاً جس ملک میں ہجرت اونٹ سے بار برداری کا کام لیا جاتا ہے۔ وہ بھی بار برداری سے
 مبعطل ہو جائیگے۔ اور بذریعہ اسی دبیب و خیں کے جنہیں سے ایک خاص کلمہ کی آواز نکلیگی۔
 ہر قوم کے لوگ بہ آسانی ادھر ادھر آنے جانے لگیں گے + کہ اُنکے آنے جانے کی خبر ایک
 سوتی کے ناکہ سے بوسیلہ خط و سلاک دور دور تک پہنچانی جائیگی۔ کہ اُس ناکہ سے جملہ کا جملہ بلکہ

ہست سے جھل پارتے جائینگے۔ اور زمانہ ہند کی روشنی بجلی کی روشنی کے آگے دھیمی پڑ جائیگی۔ اور چارٹ
 کا ہارٹ بیلیون دغیو کے نام سے اڑن کھٹولا اور تخت رواں بنا ہوا بین السموات والارض خلا مار کھیکا۔
 چاند سورج ایک برج میں جمع ہونگے۔ اور بڑے بڑے منوہرنی البھر کا لا علام کھڑے رہینگے۔ مطبع
 جاری ہوگا۔ جریدے اور اخبار نکلیں گے۔ اسی زمانہ کے متصل بلا انفصال صحیفہ یزدانی مطبوع ہو کر
 نشر کیا جائیگا۔ سواد الوجہ کی عملداری جاتی رہیگی۔ بیاض الوجہ کی عملداری ہوگی۔ اس زمانہ میں ہاتھ
 پاؤں۔ چہرہ مہرہ۔ قد و قامت۔ آواز و انداز سب گواہی دیں گے۔ وہ کس طرح سے کہ پاسپورٹ۔ اور شہادت نامہ
 پرائنگیوں سے نشان دلوایں گے کیونکہ ایک کی انگلی کا نشان دوسرے کی انگلی سے نہیں ملتا۔ اس کا
 بہت بڑا علم ہے۔ اسی طرح لوگوں کا فوٹو اس چپ چاپ کرایا جائیگا۔ کہ چہرہ مہرہ قد و قامت سب
 گواہی دیں۔ فوٹو گراف میں آواز بند کر دیں گے کہ آواز تک گواہی دے کسی طرح چھٹکارا نہ ہو۔ پس
 کیا عجب ہے کہ وہی ناشر الصحائف ہی روح اللہ عادل موعود ہو کہ اپنی تختانی تشریف آوری سے
 فوقانی تشریف آوری کی خبر کرنا ہو۔ اس وقت چاہئے کہ سب لوگ سہل جائیں اور ادب سے پیش
 آئیں۔ بصورت ادب سے نہ پیش آئیں گے اگر وہ محبوب الرحمان بنام روح اللہ اپنی ہیکل جسمانی میں عالم
 دنیا قتل کیا گیا تو تمام اہل دنیا گنہگار قرار پائیں گے۔ آسمان گلابی ہو جائیگا۔ سر مقتول حق حق کا نعرہ مارتا ہوا
 بالافق البین روشن ہو جائیگا۔ پھر قطرین بارش فقیاب نہو سکیں گے۔ غلہ و نولہ شاد من پائے پختی پختی ہو گئے کوئی
 دغیہ کی صورت نہ ہوگی۔ پس تبدیل السموات والارض ہو جائیگا۔ سب مرسلات و عاصفات و ناشرات
 و نازعات و ناشطات۔ ذاریات۔ جاریات و حاملات و ساسحات و جمیع ارباب و غیرہ
 و غیرہ سب قہر و غضب میں آجائیں گے اس وقت وہی سر مبارک پھر مجرم نوزانی ہو کر سماوی تخت بنام
 عرش مجید پر بلام ہو کر بڑی تہارت کے ساتھ بگل دلو کے بولیکا کہ دیکھیں آج کس کا ملکوت السموات
 والارض ہے مگر قبل از بآمد ہونیکے یہ سب آثار پیدا ہونگے کہ بحودہ بریں تنزل پیدا ہوگا کہ اندرونی اشیاء
 ہمک نہ و بالا ہونے لگیں گے کہ چاروں طرف سے ٹھوکر اٹھانکار نکل پڑے کہ تمام ارض ہما والار بنجائے اس
 پر سے غواش لینے لگی سیٹ کی بارش ہونے لگی۔ اور اس گیا سیٹ پر دوسری قسم کی انگار کہ سب قسم
 کی سماوی دارضی روشنی دھیمی پڑ جائیگی۔ ستارے مٹ جائیں گے۔ آسمان صاف ستھرا نظر آنے لگے گا
 آسمان کی چکی پھرتے پھرتے دفعۃً ٹھیر جائیگی۔ پھر ٹھیر کے آفتاب سمیت متکورد باز گردان ہوگی جس سے
 وہی سی حالت بھی تباہ ہو جائیگی۔ اس کے بعد پھر آسمان کے بھر و کے سے وہ اترنے والہ الکیانات
 و احکام الحاکمین صفت صفت لایک کی فوج لئے ہوئے حدوۃ القصوی بنام امریکہ کے منان پڑ پڑیں گے۔

محمد الحارثی و دوام الصمد ہوگا۔ چشم ہی شب سے فوٹو اچھا ہو گئے۔

کہ سب مرے گئے۔ بہانے بچھڑے اس طرح فوج فوج دین اللہ میں کھچ کر حاضر دربار ہونگے جیسے مقناطیس کا ٹکڑا تمام لہجن کو کھچ کر اپنی حاضری میں پیش کر لیتا ہے۔ اس دم وہ احکم الحاکمین بڑے موج میں آکر کہیگا کہ لو آج مرسلین کا وعدہ پورا ہوا۔ صرف اسی فرمان فیصل نامہ کی دیری تھی۔ حاضر کرنیوالا اور حاضر ہونیوالے عالم شہود وغیرہ سب شاہد و شہود حاضر ہیں۔ پھر اس روز بحرین کی خیر نہیں۔ کیونکہ یہی احکم الحاکمین خلیفہ سفاک الاماء ہوگا جسکے بارہ میں تمام مرسلین آدم سے لیکر اس دم تک متعلم باسماء کل ہو چکے ہیں کہ فلاں ابن فلاں آئیگا اور فلاں ابن فلاں کے بعد فلاں آچکا جیسے جیسے اس کے آنے کا زمانہ قریب ہوگا عام طور سے لوگ اسکو بغور دیکھا کریں گے اور خاص طور سے تھوڑے بہت لوگ خواب میں بھی دیکھیں گے۔ یہاں تک کہ نوبت بایںخارید کہ سلطان منصور و ظفر غیر سرف فی القتل اور متم نور اللہ آگیا جو تمام خون کا بدلہ لے لیگا اور یہ تمام اسماء کا جامع ہے۔ اتنا بصورت ایک لوگوں نے اسکو قبول کر لیا تو ممکن ہے کہ پھر یہ سختی نہ کی جائے + مگر علم المعلوم کے رو سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ لیسکت من ہلک عن بیتینہ و یحیی من حی عن بیتینہ غرض کہ تم لوگ نہ باز آؤ گے تو وہ سب پہلی آیت و نشانیاں ظاہر ہو چکیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ارضی تشریف آوری اس کی ہو چکی اب رہی فوقانی تشریف آوری کی نشانی سودہ ہونی چاہتی ہے دیکھو بھگیا لنگوٹی سنبھالو ایسا نہ ہو کہ علامت ثانیہ بھی دفعہ آجائے اور آیت اللہ نازل ہو جائے۔ لہذا مخالفت نہ کرو بھلے مناسی سے روح اللہ کی طرف اتنا بت کو راہ دو جو لوگ بر طبق پانے خبر نہا کے پے در پے پیروی کریں گے تو کچھ غیر کی صورت ہے ورنہ قطعی نہیں تواب دیکھو۔ نظم

بس اب میں سنو مکانہ معذرت اسی دن کہ جس میں ہے محبت
واذا السماء الفطرت واذا النجوم اُکُلِدَتْ رَسَتْ
ولای یوم اُحِلَّت واذا الصحائف نُشِرَتْ
بس اسی کی دھن میں سے متحد کہ جو رفتہ رفتہ ہو تفتیت
نہ تو نور ہوں نہ چمک ہو نہیں بھرت ہو نہیں بھگت
نہ ہو نہیں نہ اُٹا ہوں میں کہاں سے لاؤں اتانیت
مگر ایسے ہی وہ سدا رہا تواب کیا ہے وہ یہ نہیں سکھت
میں جتنی کی علامتیں نہیں آئیں انکی ہے خیریت
بس اب آچکا نہ ہے آئیں سر توڑیگی غیب پھر چپ

مری حد سے بڑھ چکی مرحمت جو یہ کر رہے تھو لفت
واذا البجائ سیرت واذا البجائ فخرت
واذا العشار عطلت واذا النفوس رَوَّجَتْ
جو خدا کا دل سے جو تفرق ہی رہیں اُکھکے سے مستعد
نہ میں آدمی نہ ملک ہوں میں نہ زیں ہو نہیں فلک ہو نہیں
نہ بقا ہو نہیں نہ فنا ہو نہیں نہ بنی ہو نہیں نہ بنا ہو نہیں
جو خدا بھی خود سے جدا نہ تو نہ خور نہ نہ حذار نہ
ذرا دیکھو لوگو انکی حالتیں ہیں کہا شک ان کی حالتیں
یہیہ خاص دن کہ میں منتظر تو یہ کہ نہ بچتی نہ ہو مضر

وہ ہے وقتِ میمے ہی عہد میں یہ تباہی بچی نے عذریہ | رہا عمر بھر ہی جہد میں پس اقل اس کے ہے وہ نرت

تو بھلا وہ ایسا کون مرود قوم کا ہو گا جو ایسے حمید حمید بالکل منفرد آنے والا مستقل بالذات موجود فی الخراج والد اخل پر دست درازی کریگا۔ وہ دست دراز اور اس کے ساتھی سب مجرم ہیں۔ بلکہ جس نے اُس کے آنے کی خبر سن کے اطاعت نامہ نہ پیش کیا۔ یا پیش کرنے سے کسی کو روکا۔ خواہ دل میں ایسا ارادہ کیا یا لہر وہ کرنے والوں کو قصد منع نہ کیا۔ یا اُس سے بے پروائی کی۔ یا خود کو اعلیٰ سمجھا۔ یا اُس کے آمد کو چھپایا خواہ چھپانے کی خواہش کی۔ یا اُس کی غیبت و مذمت کئے جانے کو رو رکھا یا ایسی خواہش کی کہ غیبت و مذمت جاری رہے تو بہتر ہے۔ تو جس مکان میں جس جگہ جس دل میں جس ملک میں۔ جس دنیا میں۔ جس کونین میں۔ جس کائین کی کائنات میں یہ سب واقعات پیش آئیں گے بلا رد و رعایت سب کے سب مفرد۔ موزی۔ قاتل و مجرم سخت ہونگے۔ کیونکہ اگر اس کا بل چلے تو سب کو مار ڈالے خود کو خدا بنانے کی کوشش کرے بلکہ اُس پر بھی حملہ کرے اس واسطے سب واجب القتل و جاز الفنا سمجھے جائیں گے نہ صورت و میرت حکمت و حکومت قدسیت کے سزاوار سمجھے جائیں گے ہرگز نہیں۔ اس واسطے چاہئے کہ لوگ ہوشیار رہیں کہیں عقل کو دخل نہ دیں یہ قوت عاقلہ سے بہت ہی درمی لوری ہے اُس سے محسوس نہیں ہو سکتا کہ اس میں عدل و ظلم کی پہچان کیا نیے۔ کیونکہ ہر ایک کو ایسی عقل نہیں دی گئی ہے کہ نہ تنہا قدرت الہیہ کو دیکھ سکے۔ پس جب قدر عقل دے رکھی ہے اسی قدر نہما بینی کا مادہ دے رکھا ہے کہ اُس نہما کے مطابق اُس کا معراج کہا جاسکتا ہے۔ کہ ہر فرد بشر اپنے اپنے معراج پر قائم ہے۔ پس اس حکم پر حسب خواہ عقل عمل ہونے کا نام بھی معراج ہی ہے + جو اور معراج سے اعلیٰ معراج کہا جاسکتا ہے کیونکہ عقلاً اتنا سمجھ سکتا ہے کہ خلاف او حکم نہیں کرنا چاہئے اگر کریگا تو مجرم ہو گا تو ہر قسم کے مجرم ہوتے ہیں کہ انہیں میں سے بے سود بحث مباحثہ کرنے والے بھی مجرمین سے ہیں یہ لوگ یہ سمجھ رکھیں کہ سب کی عقل جدا جدا ہے عقل کچھ بھیجا کا نام نہیں۔ سر تو صرف الف قامت پر ایک فوقانی نقطہ ہے جسکی کچھ قیمت نہیں مگر بڑی قیمت ہے۔ سب قیمتی جو ہر اسی میں ہیں جسکو جو اس کہتے ہیں۔ اگر یہ نقطہ جدا ہو جائے تو کوئی سرفراز ملینا پس گردن داز و گراں سایہ نہ ہو + کیونکہ جمیع اساس کا یہی سکھ ہے۔ سب چیز کا ماخذ ہے۔ سب چیز کی خبر اس میں پہنچتی ہے۔ کہ وہ ہر چیز کوئی سمجھ لے سب اس میں طبع ہو جاتا ہے جس کو علم کہتے ہیں۔ تمام ہستی وستی کے لوازمات و لواحقات سے حواس ہی شریک اعظم ہے جسکی خواہش کے درپے سے بڑی بڑی صورتیں پائے تکمیل تک پہنچانے کے لئے قدرت قدس نے اپنی ذمہ داری لیتی ہے

پس احساس ہے ہنماہیں۔ انکی تمنخواہ سب طرح کی غذا مقرر ہے کہ اسکے نفسِ بھیمیہ میں قوت آتی رہے جس سے اُس کا ظاہری جامہ قائم رہے۔ تو اُس نفسِ بھیمیہ کو چاہئے کہ نفسِ ناطقہ کے تابع رہے۔ اور وہ احساسِ عقلیہ کا مطیع ہو۔ تاکہ کاروبار ظاہری میں خلل نہ واقع ہو۔ تو جس دم نفسِ ناطقہ تحصیلِ مجہولِ غیر محسوس سے کلیات کا نفع معلوم کرنا چاہیگا تو اجتماعِ قوی سے نتیجہ اخذ کر لیگا۔ جسکو قوتِ متصرفہ کہتے ہیں کہ اُس سے انطباق و مطابقت و یکو ایک ماہیت سے دوسری ماہیت ملاحظہ کے حکم لگا دینے کا موقع پالیتا ہے۔ تو اُس وقت ایک رگ دوسرے رگ سے وابستہ ہو کر اطاعتِ غیر مقلدانہ کے طور پر خواہش کے متحرک ہوتے ہی مجبوراً بسترِ اعصابِ راہ طے کر کے فوراً دل تک پہنچکے اپنے ماتحتین کے نازل سے اُس خواہش کے انجام دینے کو ہدایتِ حاکمانہ کرتی ہے اُس کے انجام پانے سے اندرونی تاثیرِ دماغ کو بوساطتِ رگ مطلع کر دیتی ہے کہ کام انجام کو پہنچ چکا۔ تو فاضلِ ناقہ کے لئے علم و تجربہ کی ضرورت ہے اور فضایلِ غیر ناقہ کے لئے خواص و فضلِ عقلِ قدسی کی حاجت ہے۔ پس عقلِ عرطیسی تک رہبری کرتی ہے۔ مگر دماغ کچھ عقل نہیں ہے ورنہ باقی اور گدھے زیادہ عقلیل ہوتے۔ لہذا ساز سے موسیقی مراد نہیں ہو سکتا۔ نہ ذائقہ سے زباں نہ دماغ سے عقل مگر دورانِ سر سے عقل پریشاں ہو سکتی ہے کیونکہ اُس کا ظرف ہے چنانچہ عقلِ محسوس بالحواس اپنی کارروائی کے لئے ایک جسمانی آلہ کی محتاج ضرور ہے۔ سودہ دماغ ہے تو عقلِ دماغ ظرف و موقوف قرار پائے جس کا علم اُس خالص عقلِ کل کو ہے جسکو عقلِ بشری اور اک نہیں کر سکتی۔ اگرچہ یہ کہنا بھی ایک ادراک ہے۔ مگر یہ خارجِ ادراک سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ مفہوم کلی نہیں حاصل کرتا۔ اما اینکہ مگر از بساطِ ذہن عقلِ منعدم گردد گماں بخود نبرد ہیچکس کہ ناوانم

اس واسطے ہر ایک بات پر بحث رہتی ہے اس کہنے پر بھی بحث جاری ہوگی۔ تو پہلے عقل کے معنی جاننا چاہئے کہ اُس کے بہت سے معانی ہیں منجملہ اُن کے ایک معنی علم کے ہیں دوسرے معنی ملک کے ہیں اور ملک الوکہ سے ہے تو الوکہ کے معنی فرستِ مضامین و فرستادہ کے ہیں اور فرستادہ کو فرستہ کہتے ہیں جو رسول کے معنی میں متعل ہوتا ہے تو عقل ایک خفیہ رسول ہے جس کا مستقر دماغ قرار پایا ہے کہ وہاں بیشک جانچ پر تال کے ہر ایک کو وقت کے مطابق رہبری کرتی رہے۔ اسی کو اہل تصوف غلطاناً روح کے نام سے یاد کرتے ہیں اور حکما عقل و نفسِ ناطقہ کہتے ہیں جو اصطلاحاً جبریل یعنی قوتِ افشگی جاتی ہے کہ ہر ایک قسم کی قوت جبریل ہوئی۔ تو روح جو ایک بہت بڑی قوت ہے۔ یقیناً روحِ لایمین عام ہے جو سرمایہ بالاشتراک سے مدد لیکر اپنے فعل و انفعال کی کیٹی قائم کر رکھتی ہے۔

کسی لمحہ کا پورا پورا نہیں مل سکتا۔ کہ کس کس قسم کی قوتیں اسکی مہر ہیں۔ اس کا تمام عالم لاہوتی عالم کے ہوتی ہیں۔ کہ ہر کارگزاری بتلاتا ہے کہ ظاہر اچھی طرح فیصلہ ہوتے نہیں دکھتا کہ حقیقتہً روح عقل کا نام ہے یا عقل روح کا نام ہے کیا ہے؟ لیکن غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ ہرگز ہرگز روح عقل کا نام نہیں ہے کیونکہ بڑے۔ بچے۔ احمق دیوانہ اور دیگر جاندار سب میں روح ضرور ہے مگر سب میں روح و عقل برابر نہیں بلکہ جیسی روح دے فرشتے یعنی عقل دیگئی ہے۔ کہ دونوں ہم صحبت ہونے سے قریب قریب ہر رنگ ہیں۔ کہ دو میں سے کسی کی بھی نہ مقدار معلوم ہوتی ہے نہ حد نہ کوئی کیفیت۔ بلکہ سبھی روحانی کے عکس کے تاثر کی کوئی ایسی مختلف قوت ہے جو رنگارنگ حالت میں اپنے قوائے مدرک سے طرح طرح کے مشخصات قائم کرتی ہے کہ وہی انہماک منہم علی و نظر عقل ہے نہ کہ روح عین عقل ہے عقل نہیں ہے نہ زندگی قائم رہتی ہے مگر روح نہ رہنے سے زندگی نہیں باقی رہ سکتی۔ پس دونوں دو چیز ہیں۔ مگر اینکه یہ وابستہ بروح اور روح وابستہ بمشیت روح آفریں کی جاسکتی ہے تو سب کے سب منظر عقل کل البتہ ہوئے مگر عین اللہ اور عقل کل۔ پس اپنی ناقص عقل سے کام نہ لو۔ دوسرے کی عقل سے مدد لو۔ ورنہ کہیں گڑبڑ دے نکمیر چھوٹی مریض رعا ف پیدا ہو جائیگا۔ بے عقل سے نقل قوت نہیں ہوتا۔ از رنگ چہ سہ و از غیر چہ غیر۔ ملاخیر چہ ضییر عقل مطبوع و مسموع میں ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ اپنے ہاتھ ہلانے اور عرشہ دالے کے ہاتھ ہلانے میں فرق ہے۔ ایک اضطراری ہے دوسرے اختیاری۔ عقل مضطر بخلاف عقل مختار کے مشابہ بہ جنوں ہے۔

علم النفس

خرد و زیور نامداراں بود خرد افسر تاجداراں بود

تو خرد مند و ناخرد مند دونوں کی حالت لحن قول۔ نواہی و اقام اور سیمائی وجوہ سے ہوشمندی و ستاہ بندی کے ساتھ نمایاں ہوتی ہے اسی واسطے چہرہ حمرہ بولتے ہیں کہ چہرہ کا براعت الاستمال ایک قسم کا مہر ہے کہ فہم نظر اس سے پہلی ہی نظر میں تباہ جاتا ہے۔ یہ چہرہ حمرہ یا مہرہ عقل کچھ معجون و جوارش اور طوینا کھانے سے نہیں بڑھتا۔ نہ بازار میں ٹکے سیر بجاتا ہے۔ ورنہ سب زردار اثر الوجہ اور عاقل حقول ہو جاتے جب دل میں آتا تو علم و حیات تب خرید لیتے۔ غریبوں کے پاس کچھ نہ باقی رہتا۔ تو محض الوست خریدتے بھی ہیں کہ اچھی اچھی چیزیں کھاتے ہیں خون اچھا پیدا ہوتا ہے۔ کچھ قدر چہرہ کی رونق اور من چہرہ بڑھ جاتا و حرارت پیدا ہوتی ہے جس سے جستی پیدا ہو جاتی ہے ورنہ حرارت کچھ روح و عقل نہیں مگر روح و عقل حرارت کا نام ہو تو انجن۔ اور سب طرح کی آتش اور آفتاب و کواکب کو اک دم سے عقل ہونا چاہئے۔ اگر ان کے لئے بھی جسمانی آگ کی قید لگائی جائے تو کچھ نہ کچھ اپنا جسمانی

آلودہ رکھتے ہیں درہ محسوس نہ ہوتے۔ اگر اس میں ہیکلِ لحم ہونے کی شرط لگائی جائے تو فرض کر لو کہ شیر کی صورت میں یہ سب حرارتیں رکھ دی گئی ہیں جس سبب سے اس میں حرارت غضبیبہ بھری ہوئی ہے۔ تو چاہئے تھا کہ وہ بڑا عقلمند ہو کبھی کسی کے جال میں نہ آئے۔ مگر حماقتہ گرفتار ہو جاتا ہے + پس عقل موٹے خشک لم ڈھیلے بشہ زور اور محذور المزاج ہونے پر موقوف نہیں ہے در نہ سب نکھیا اور دیگر گرم چیز کھانے والے اپنے بال بچے سمیت بڑے عاقل ہوتے۔ بلکہ بخلاف اسکے مع اپنی آل و اولاد سمیت سیم السنان ہوتے ہیں۔ کیونکہ تمام رگ و پیمان ان کا مع دمایا و منایا بالکل مسموم ہو جاتا ہے جس سے زہر ماری حرارت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ حرارت سانس کی بتی کو سستی آمیز روشنی میں منور کر دیتی ہے جس بتی کا تیل اُسکے جسمانی چراغ میں اُسی کا خون ہے۔ کہ اُس تیل بتی کے موقوفی پر اُسکی حیات کی مطلق ہو جاتی ہے اور یہی دنگ سب میں پایا جاتا ہے۔ مگر سب برنگ و گرہے گویا کہ ۷

ہر گلے رازنگ دلوئے دیگر است ہر بشر را وصف و خوئے دیگر است

کہ یہ سب خود دلو۔ رنگ و رنگ و کان کائنات سے نعمتِ خفیبہ و بیک نعمت وجود بے رکھتا ہے +
 کہ پھر اوس وجود کے ذریعہ سے اور دیگر اقسام کے معلومات سے چند چیزیں خرید کر خو میں دکان لگا دیا ہے + کہ اُسی کے مطابق خریدار لوگ اُس کے پاس آتے ہیں۔ اگر بد معاشرتی و حرام زادگی و نجاست و حماقت کی دکان پھیلا رکھی ہے تو انہیں سب چیزوں کے حاجت مند اُس کے پاس جمع ہوتے ہیں اور اسی قسم کے نجاست آلودہ خیالات کے حرارت سے اُس کی دماغی مشن کام کرتی ہے کہ دوسروں پر معلوم ہو جاتا ہے کیونکہ افعال و اقوال و احوال سے عقل و محق کا اندازہ معلوم ہو جاتا ہے۔ یہی بہت بڑے معیار و میزان ہیں کہ جانچنے والے جانچ لیتے ہیں اگر یہ نعمتِ عقلیہ ان کے پاس نہیں تو بجائے اُس کے کہ عقل سے مفت میں عقل کیا لینگے کہ اور اُسکے دشمن ہو جاتے ہیں۔ کہ یہ دشمنی کا فعل اُسکی حماقت کی سند ہو جاتی ہے کہ یہ احمق اور وہ عاقل ہے کہ دونوں کی نیچرل سٹریکیٹ ظاہر ہو جاتی ہے چنانچہ یہ جو کچھ کہا جا رہا ہے یہ سب آخر اقوال ہی ہیں۔ اس سے عقل کا پیمانہ معلوم ہو سکتا ہے۔ اسی قول و فعل کا نام امر و مشیت بھی ہے غرض کہ قول و فعل جو وہ حواس بنام عقل عشرہ کے ماتحت ہیں ان کے قوت کے مطابق تجربہ کی ہدایت حاصل ہوتی ہے۔ اوس تجربہ سے جو کچھ معلومات حاصل ہو تو اُسکو عقلِ جربی کہینگے جیسے تجربہ سے اس قدر اقسام کے ماکولات قائم ہوئے ادبیات قرار پائے۔ اب اگر اوس عقلِ جربی کو قصہ اُترتی دیتا رہے تو ایک زمانہ کے بعد اس کو عقلِ کسی کہینگے جو محاضرات اور دریافت کردہ شئی سے نتیجہ نکال کے حکم کرتی رہتی ہے کہ ایسا سننے میں آیا ہے۔ ایسا دیکھنے میں آیا ہے۔ ایسا پڑھنے میں آیا ہے اور ایسا

آدمی میں آیا ہے۔ لہذا اس کا نتیجہ یہ ہونا چاہئے۔ اب اگر خلاف ہو جائے تو اس کی عقل جبری کسی سے خلاف ہوا نہ کہ عقل وہی ہے۔ سے وہاں تو یہ ثابت ہے کہ مخالفت کا دورہ آیا بس خلاف ہو گیا۔ غرض کہ اس حیثیت سے تمام جائدار کو عقل ہونا لازمی امر ہو گیا۔ کہ جان کی حفاظت کریں۔ چنانچہ ہر ایک جائدار کی حیثیت کے مطابق ضرور ہمیں عقل ہے اور اس کو غور کر کے دیکھ لو کہ زلغ و کلاخ وغیرہ وغیرہ کی مستقل جداگانہ صورت اور جداگانہ رسم و رواج اور جداگانہ عقل و نقل ہے جیسے۔ ایک چھوٹی سی پپلی۔ کبھی چینی کو لے لو۔ تو دیکھو اس میں کس قدر عقل ہے۔ کہ اتفاق کو پسند کرتی ہے گویا یہ سمجھتی ہے کہ اعضائے جسمانی کے طرح مل چکے اکٹھا رہنا چاہئے کہ ایک دوسرے کو کام آئیں۔ پوری قوت حاصل رہے۔ ہر ذرہ کائنات کے مجموعی فانی صورت کا نقشہ اپنے اس اتفاق میں ہو کہ سب قبائل حضارم ہوں بدو و اعراب نہ ہوں۔ یہ کی آبادی ہے بستی ہے کہ کھانے پینے میں مزہ حاصل ہو۔ اپنی قدرتی قوتِ شامہ کا زور جس خوراک کے سونگھ لینے میں تیز کر دی گئی ہے اس کو سونگھ کر پتہ لگا کے اپنے بھجنس کو خبر دینی چاہئے کہ ڈھوڑھا کے اپنے گھر میں لے آئیں۔ چنانچہ جب یہ کسی چیز کو لانے جاتی ہے تو اپنے قافلہ کے لائن میں تیزی سے گزرتی ہوئی مزاج پر سی کارم ادا کرتی کراتی منزل مقصود کی طرف روانہ ہوتی ہے ہرگز راستہ نہیں بھولتی۔ برستا کے پہلے اپنا سارا روشن اور رسد جمع کر لیتی ہے کیونکہ یہ بخوبی سمجھتی ہے کہ اقل مایکون من اذاء للمیاء اس کے لئے ایک طوفانِ غفیم ہے چہ جائیکہ موسمِ باراں یہ تو گویا یومِ قاصف یعنی یومِ القتلِ ممدی ہی ہو جائیگا۔ اس واسطے پہلے ہی سے بندوبست کر لیتی ہے۔ اگر دیکھنا کہ کرانے میں اس کو کوئی فائدہ گندم وغیرہ مل گیا تو اس کو دو نیم کر دیتی ہے تاکہ اس میں مادہ نمونہ باقی رہے۔ کبھی اس کو دھوپ میں نکال کے سوکھاتی بھی ہے اس تیز کے ساتھ یہ بہادری کہ خود سے دو چند بوجھل چیز اٹھا کے لیجاتی ہے غصہ کے وقت کاٹنے کا فعل کام میں لاتی ہے۔ اگر کائنات کا کائنات مر و مر ہو جائے تو سب کو کھا جائیگا تیار ہو جاتی ہے۔ جب مرنے کا وقت آیا تا ہم اپنی بلند پروازی نہیں چھوڑتی بلکہ خود کو پرندہ بنا دیتی ہے پھر اس پر بھی پرندہ عاشق بنام پروانہ کہ انوارِ ناز چیزوں پر از تر دل دیسی ہی فریفتہ و جاں نثار ہوتی ہے جیسے پہلے اپنی چونٹی پسنے کی حالت میں شیرہ و شہد پر فاشق ہو کے جاں نثار ہو جاتی تھی۔ کہ آخری نتیجہ ہستی اپنا عشق بازی میں تمام کر دیتی ہے تو یہ سب شناخت کی قوت کہ یہ اچھی چیز ہے۔ یہ میٹھی چیز ہے۔ یہ کر دی چیز ہے۔ یہ برسات کا زمانہ ہے یہ گرمی کا زمانہ ہے ایک چیز آفتاب ہے جو چیزوں کو سوکھاتا ہے۔ یہ بوسیدہ ہے یہ نابوسیدہ ہے۔ یہ دیمیدہ ہے یہ نادیمیدہ۔ سب عقل و دانائی پر محمول ہو اس کے علاوہ جس طرح چونٹیوں کا موسم ختم ہونے کے بعد چونٹی غائب ہو جاتی ہے پھر نہیں ملتی۔ بلکہ اسی طرح

سب چیز کی حالت ہے۔ میں بھی ان چونیٹوں کے بیان کا موسم ختم کر کے دوسری چیز کے بیان کا موسم شروع کرتا ہوں کہ اب کٹھنل کو لے لو؛ اسکو دیکھو ہم اگر بسترہ رنگین ہے تو بھاگتے وقت رنگین ٹاری سے بھاگتا ہے + تاکہ اس کے ہمرنگ ہونے میں۔ ناظر کی نظر خطا کر جائے۔ گویا سکوناظر اور نظر کی حالت سے اطلاع ہے۔ اور خود کے پکڑے جانے کا مفہوم خوب سمجھتا ہے + اگر بسترہ پر آنے کا روک کیا جاتا ہے تو خود کو چھت پر سے جا کے بھونے پر گراتا ہے۔ یہ تو ادنیٰ ادنیٰ فعل و قتل کی حالت ہے پس جو ان کو نہ بھولا ہو۔ سب چیزیں دے رکھی ہوں وہ اس سے اشرف مخلوق کو کیسے بھولا ہوگا۔ ہرگز نہیں بلکہ ب کو عقل و دانائی دینے کے علاوہ ایک دوسری عقل محم بھی اسکا بھنس بنا کے اسکی رہبری کے لئے ضرور بھیجا ہے۔ درنہ رہبری کرنے والا ہرگز رہبری نہ کرتا۔ تو اب اس جگہ سے چوٹی پہلی کی حالت چھوڑ کر ذرا کبیر الجھتہ مخلوق کی حالت ملاحظہ کرو مثلاً اس میں سے ایک چوہا کو لے لو پھر وہ کسی قسم کا ہو کیونکہ سب چیزیں جنس اضاف ضرور ہیں۔ تو وہ کسی جنس کا ہو اس جنسیت کے مطابق اسکو حصہ ملا ہوگا۔ مگر معمولی چوہوں کی حالت بیان ہوتی ہے کہ اس میں زور دار صبر و حافظہ نہیں ہے مگر ضرورت کے مطابق روح و عقل ضرور ہے جیسے بلی نے حملہ کیا اور یہ بل میں گھس گیا۔ ہنوز دو منٹ نہیں گزرے۔ کہ بل میں جاتے جاتے بلی کا حملہ بھول گیا اور بے صبری سے باہر نکل آیا۔ کیا غضب کی بات ہے کہ ظاہری معاملہ سے اس کے تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ بلی کی صورت و ہیبت کہ اس کے حق میں اکدم مجھ ملک الموت ہے اس کو بھول گیا۔ اور جس جگہ کوئی کھانے پینے کی چیز ہے وہ جگہ خوب یاد ہے کہ گویا حافظہ اپنا خصوصیت کے ساتھ رکھتا ہے چنانچہ اب یہاں سے اسکی سمجھ پر غور کرو کہ اگر کسی جگہ شہد کی بوتلی ہوتی ہے۔ تو اس میں سے حتی المقدور بچا بچا کے کھاتا ہے۔ کھاتے کھاتے جب اس کا منہ وہاں تک نہیں پہنچتا۔ تو اپنی دم کو اس میں ڈبو کے چاٹتا ہے یا اپنی دم کو دوسرے چوہا سے چٹواتا ہے۔ اور دوسرے چوہے کی دم خود چاٹتا ہے۔ اگر تیل کی بوتلی ہے تو اس میں پانی لا کے ڈالتا ہے پھر اسکو مصروف میں لاتا ہے۔ اسکو نہ عقل پوری طرح سے علم ہے کہ تیل پانی کے اوپر چڑھتا ہے اور یہ تیل ہے اور یہ پانی ہے۔ یہی سب سائنس اور فلسفہ ہے۔ گویا چوہا بلی تک فلسفی ہے۔ اسی طرح انڈا کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ لیجاتا ہے۔ ان سب حرکات سے اس کے کس قدر ذہن و عقل و دانائی ظاہر ہوتا ہے۔ لہذا یہ فلسفی چوہا جو مٹی سے ترقی پاتے پاتے چوہا ہو کر آئندہ کی ترقی کا اس طرح امیدوار ہے جس طرح تم ترقی کرتے کرتے ہزار ہا ہزار شکلیں بدلتے ہوئے انسانی ہیکل میں آکر آئندہ کی ترقی کے امیدوار ہو۔

چوہا

علم

کلمہ اللہ جو ابتدا میں ایک کلمہ تھا اور بنام روح اللہ مجسم ہوا۔ اسی کلمہ طیبہ کا یہ سب کائنات پھل پھول ہے کہ اصل الاصول اُس کا غائبستان کے غیب الغیب میں ہے اور برگ و بر اُس کا ظاہرستان میں کہ کندہ نازاں جنم میں جائیں باقی ممکنہ اصل میں توصل اُسی کا ہے جو روح اللہ میں مسکن بنا بیگا۔ وہ دس پانچ نہیں محض وحدہ لاشریک ہے۔ تو باوجود اسکے کہ وہ چوہا عقل رکھتا ہے۔ مگر اس عقل کھنے پر بھی ایک احمق انسان کے عقل سے بھی مقابلہ نہیں کر سکتا + اسی طرح ہزار ہا عقل رکھنے پر بھی عقل روح اللہ جو عقل کل آفریں ہے اُس سے مقابلہ نہیں کر سکتے + اگر ایسا سمجھتے ہو تو محض افعین اللہ ہو۔ کیونکہ جس میں خاص اللہ کی روح ہوگی اُس میں خاص اللہ کی الوہیت مآب عقل ہوگی۔ جس میں یہ روح نہیں۔ اُس میں وہ عقل نہیں پھر اُس سے جو برابری کا دعوے کرے تو فیول الرائے نہیں تو اور کیا ہوگا۔ پس عقل درروح و جان سب میں فرق ہوا۔ کیونکہ کوئی ایسی چیز نہیں جس میں جان نہ ہو۔ بلکہ جان میں بھی جان ہے۔ پس کوئی چیز بے جان نہ ہوئی۔ لہذا ہر جاندار کی جانی حالت دریافت کرنے کے لئے اُسی قسم کے جان کا آلہ ذریعہ ہونا چاہئے۔ جیسے کوئلی میں انگار لگائی گئی تو کوئلہ میں بھی جان ہے اور انگار میں بھی جان ہے۔ ایک جان کی خاصیت یہ ہے۔ کہ جلجائے دوسرے جان کی خاصیت یہ ہے کہ جلادے + یکے بادیگرے فاعل و مفعول و مفعول ہوئیں + پھر اُس سے جو خاک پیدا ہوئی اُس خاک میں دوسری قسم کی روح پیدا ہوگی یہاں تک کہ نیت ہو جانے پر بھی اُس نیتی و فنا میں اُسکی ہستی کے مطابق جان پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ و فتر ہستی و نیستی کا حکمہ مشورخ ہونے سے موت و فنا کی جان نکالی جاسکتی ہے + کہ وہ سب جاں صرف جانِ جانان کے لئے وقف ہے جسکو روح اللہ دیکھی کتے ہیں جو بشکل بنی آدم از خود مکرم و معظم ہو کر ابنائے آدم کا ہمجنس بن سکے سمجھتا ہے + کہ تم لوگ اس قدر وزین الرائے اور عقل بننے جاؤ۔ کہ خود کا ہیکل روح اللہ کا ٹپل بنا دو۔ اسکو خوب صاف کرو کہ صوفی و مصطفیٰ بن جاؤ۔ اس میں عقل قدسی کا چرغ روشن ہونے سے کہ روشن و داغی و روشن ضمیری حاصل ہو۔ ہر چیز کا موسم ہے۔ جیسے جو پہلے مکاری ہوتی تھی اب نہیں ہوتی۔ پھر ہر موسم کا رنگ ہوا کرتا ہے اور ہر رنگ کا بھی ایک رنگ ہے۔ حماقت کے موسم میں احمقان سے کنارہ کرو۔ حماقت کے صنف سے مصطفیٰ نہ ہو جاؤ۔ جیسے مکر دی لکھی پر عاشق ہے اور لکھی بول و بارز پر اور بول و بارز نیٹی۔ کچھ پُر۔ تم خالص روح اللہ پر عاشق رہو۔ تو وہ عشق مزور و زور یا جہلا زاد و پولیٹیکل ہونے سے نہیں حاصل ہوتا نہ رنگی زرافرنگی نما ہونے سے حاصل ہوتا ہے نہ حجت و بحث ہونے سے حاصل ہوتا ہے وہ برتریم خم کرنے سے حاصل ہوتا ہے +

وہ اس حیثیت سے تو سب مکمل ناہنجار۔ قدیلِ ماق و عظیم الجثہ۔ عمر۔ و میرِ رسی صاحبِ حق ہو۔
اہلِ آبِ نزول وغیرہ و غیرہ عاقل و عاشقِ روح اللہ قرار پا جائیں گے۔ حالانکہ ایسے ہی لوگ اکثر
احمق ہوتے ہیں۔ چنانچہ خنیت و عینِ تو ایک دم احمق مقامِ مخلوق۔ بزولِ بخیل۔ حاسد۔ اور
مکار ہوتے ہیں۔ کیونکہ آگہ معلوم خیمہ دماغ کا درمیانی عمود ہے جس کی طنابیں اور رگیں ڈھیلی
پڑ جاتی ہیں۔ خیمہ دماغ رال پرال ہو جاتا ہے۔ اس میں کی روشنی گل ہو جاتی ہے۔ سارا جسم اندھیرا
پڑ جاتا ہے۔ اس ظلمات میں مطلق آبِ حیات بنام منیا نہیں باقی رہتا۔ کہ بہت سے جانوں کی
روشنی اس میں جھپکتی ہے۔ اس واسطے اکثر اس کی خوبیاں زائل ہو جاتی ہیں۔ تو اب چاہئے کہ صاحبِ
فقی اور اہلِ آبِ نزول بالکل اسکے برعکس ہوں۔ وہ ان سے بدتر ہیں۔ کیونکہ اندرونی اُن میں زیادہ
نقصانی ہوتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ شباب اور کثرتِ آبِ حیات کا نام روح و عقل ہے لہذا لاکھ
جب کنواری عورتوں کو اس جبلِ الودید۔ خطِ عقل بہ عقلتِ شاربِ کل ہذا (۱۰) یا شبکلِ ہذا
(۱۰) سے سابقہ پڑتا ہے تو بہ نسبت اُن کنواری کے عقیدہ ہو جاتی ہے۔ اسی بنا پر خواہش بہ اعتبار
وگر عورتوں کے زیادہ چالاک ہوتی ہیں تو یہ صرف صحبت اور میل جول کا سبب ہے تو جو تعلیم یافتہ
لوکیاں بجمالِ عصمت آزاوانہ طور سے باہر نکلتی ہیں۔ پاک میل جول کے اثر سے متاثر رہتی ہیں۔
وہ کچھ نادان نہیں ہوتیں بہت ہوشیار ہوتی ہیں۔ چنانچہ جناب حضرت میری اماں جان
صاحبہ قباہ یعنی حضرت بی بی مریم صاحبہ صلی اللہ علیہا ایسی داناؤ و بیناؤ عاقلہ اور مقدس
عقین کہ جبریلِ نوری۔ منورِ شکل میں خادمانہ طور سے حاضر ہو کر قد موسیٰ بجالائے۔ حضرت عیسیٰ
و یحییٰ ایامِ صبا ہی میں عقل و حکم سے پڑتے پھر روح و حیات ہونے پر بھی خالص روح و حیات کہے گئے
حالانکہ ابھی اُن میں آپ حیات پیدا ہونے کا زمانہ بھی نہ تھا۔ اگر آپ حیات پر عقل و حکم منحصر ہو۔ تو
خدا کو بالکل عقل آفریں نہیں ہونا چاہئے۔ اور بتی۔ گنتا۔ سانپ اور عصفور وغیرہ میں بہت کثرت
سے قوتِ عاقلہ ہونا چاہئے مگر ہرگز نہیں ہے پس عقل و دانائی شباب و جوانی۔ کیا انحصار ہونے پر
منحصر نہیں رہی + بلکہ یہ ایک خالص فضلِ الہی ہے + پس آزا کہ عقل بیش غم روزگار بیش + کیونکہ
جس کو زیادہ عقل ہوگی زیادہ فکر ہوگی۔ جسکو زیادہ فکر ہوگی زیادہ دُبا ہوگا۔ جو زیادہ دُبا ہوگا۔ اُس میں روحانی
قوت زیادہ ہوگی جس میں روحانی قوت زیادہ ہوگی زیادہ لطیف ہوگا۔ جو چیز لطیف ہوگی نازک ہوگی
جیسے آگ جناب صبر میں بہت ہی لطیف ہے کہ ماے لطافت کے آندھیر کو اوجالاکرتی ہے مگر ذرا سا ہوا کے
حرکے سے غائب ہو جاتی ہے اوس سے زیادہ جو عقل و روح لطیف ہے اُسکی لمبے لطافت کے حالات

ہے کہ حضورؐ کی الغیب اور غایب فی المحضور ہو کر کبھی دونوں سے پاک رہتی ہے اس کا پیداکر نیوالا جو خدا ہے وہ اس قدر لطیف لطافت آفریں ہے کہ دلدرد کے عالم سے بھی غایب بلکہ غائبستان کے غیب الغیب سے بھی غایب مگر ہے ضرور کہ اسکو جاننے کے لئے اُسی کی قدرتِ قدیرہ ہونے کی ضرورت ہے کہ وہ اسکی روح یعنی عین اُسی کو خبر ہے۔ جسکی طرف تم بنام روح اللہ ہدایت کئے جا رہے ہو مگر اپنی کم عقلی سے خود کو روح اللہی الوہیت تاب عقل کا مالک سمجھ رہے ہو تو یہ بھی اردوئے علم حماقت ایک گونہ بجا ہے جس کو لعنت سے نسبت کر سکتے ہیں کیونکہ ۵

مُرخ بریاں بخشم مُردم سیر کمتر از برگ و ترہ بر خوان است
دانکہ را د سنگاہ و قدرت نیست شلغم پنختہ مُرخ بریان است

اسی مفہوم کے مشابہ اپنے تھوڑے سے خیالی پلاؤ کو۔ عقلی مُرخ پلاؤ سمجھ کے سیر ہو رہے ہو۔ اور جہاں عقل اللہ و روح اللہ کی گذر ہے وہاں تمہاری سب قسم کی عقلیں حماقت میں داخل ہیں۔ اور ثابت کر کے چھوڑ دی جائیگی۔ تو اب تم کو غور کرنا چاہئے کہ عقل کسکو کہتے ہیں۔ اگر عقل اختراع و ایجاد صنائع۔ بدائع۔ اور خلق و تخلیق کا نام ہے تو بیا جو ایک جڑیا ہوتی ہے وہ اور عنکبوت وغیرہ وغیرہ کو بغیر کسی مشن کے اپنا ایسا گھر بناتی ہیں۔ اور ابتداء سے اگر انکے گھروں کا فوٹو لیا جاتا تو اس زمانہ کے گھر سے فرق ہوتا۔ یہ بھی ترقی کرتے ہیں یہ عاقل کہہ جانے کے مستحق ہوئے۔ پھر جب اقام کے ادایات جن سے خلق و تخلیق کا سلسلہ جاری ہے یہ بھی عاقل ہوئے۔ چنانچہ ضرور کہہ سکتے ہیں کیونکہ سب میں جان ثابت کی گئی ہے تو حفظانِ جان کے لئے عقل ضرور ہے تو جس سے عاقلانہ حرکات سرزد ہونگے عاقل کہا جائیگا مگر فرق یہ ہے کہ عقل کسی خاص جنس و شئی پر موقوف نہیں۔ مگر سب کی صورت سیرت عقل و نقل صوت موت حلیہ و قیادہ میں ضرور فرق ہے اُس تفرق کے مطابق اُس کا ظہور بھی جدا ہوتا ہے پھر اُس ظہور کا بطون بھی جدا ہوتا ہے اس لئے جسمانی و روحانی عقل بھی جدا ہوتی ہے کیونکہ اگر فرق نہ ہو تو سب ایک ہو جائیں اس واسطے سب کے عقل کا جدا نام ہے۔ یہاں پر محسوس اس جاننداری کی عقل کی تقسیم بتلائی جاتی ہے کہ حیوانوں کی عقل کو شعور کہتے ہیں۔ حیوانی عقل اور دیگر قسم کی عقل میں تفریق کر کے بتلانے والی عقل کو تمیز کہتے ہیں۔ اس تمیز سے جو بات حاصل ہوتی جائے کہ اُس سے نفع و نقصان میں فرق محسوس ہو تو اُس اوزار کا نام عقل جربی ہے اسکو کثرت سے حاصل کرنے کا نام عقل کسبی ہے اگر ان دونوں کے مدد سے ایجادی قوت پیدا ہو تو اس قوت کا نام عقل اختراعی ہے۔ جو کوئی اُس اختراع کردہ چیز کو دیکھے تو اسکی عقل کو عقل تعلیمی و صنعتی کہیں گے۔

ایک طرزِ فراست و سیاست۔ درایت و حکمت۔ فہم و تفقہ وغیرہ وغیرہ سب میں فرق ہے۔ ان سب عقل کے لئے جہانی فکر کی حاجت ہے بخلاف عقل روح الہی کے کہ اسکو کسی چیز کی حاجت نہیں اور تمام کائنات کو نمود عقل بنا دیا ہے کہ اسکی نمائندگاہ کے احاطہ میں سب قسم کی دولتیں اور نعمتیں رکھی گئی ہیں کہ ان دولت سے جو دولت مال ہے کہ اسکی قدر و منزلت عقل کے سبب سے ہے۔ اگر سب پاگل ہو جائیں یا حیوانوں کی سی عقل رکھیں تو اسکی کچھ حاجت نہ باقی رہے۔ مگر اسکی حاجت ہونے سے قاضی الحاجات کا کام کر رہی ہے۔ اسمیں بھی زوال ہے کہ سلطنت کی سلطنت جاتی رہتی ہے۔ بادشاہ گدا ہو جاتا ہے۔ اب اس دولت کو چھوڑ کر دولتِ جمال کی طرف نگاہ ڈالو کہ ہم خستہ دل ہے۔ اسمیں ایسی کشش ہے کہ عاقل و احمق۔ دیوانہ اور سہانا۔ امیر و فقیر۔ دولتی اور بے دولتی سب کو اپنی طرف کھینچتے ہیں اسی واسطے یہ کیا جاتا ہے کہ اند کے جمال باز خوبی مال ان اللہ جمیل و اللہ یحب الجمال۔ لیکن اسمیں بھی زوال ہے کہ بہن میں بچپن کے ساتھ شریک جوانی میں جوانی پنہ کے ساتھ۔ بڑھاپہ میں بڑھاپہ کے ساتھ۔ لہذا نقصانی پائی گئی اب اس کو چھوڑ کر اپنی دولت وجود سے جو دولت آل و عیال و محسن و جمال حاصل ہوتی ہے اس کو ملے لو، تو علیٰ ہذا القیاس اس کا بھی وہی نتیجہ زوال ہے۔ مگر دولتِ کمال جس کو کمال کہتے ہیں کہ محدودیت نامحدودیت ممکن المفہوم فنا ممکن المفہوم وغیرہ وغیرہ سب میں کامل ہو یا اس کا کوئی شتم ہو وہ البتہ ایک اچھی حد تک دولت کی جاسکتی ہے چنانچہ اوس دولت کے ایک ادنیٰ شتم سے اند کے یہ شتم ہے کہ وہ جس کو دنیا وی علم و عقل و دانائی لینے بہت ہی نیچے والی علم و عقل و دانائی کے نام سے یاد کرتے ہیں کہ اسی پر بحث بھی جاری ہے اگر وہ کسی کے پاس ہوتی ہے تو ایسی اوس تک جتنی رکھتی ہے کہ گویا عین اسکی ذات ہی ہو جاتی ہے کہ جس دم وہ حضریں ہے تو وہ بھی حضریں ہے۔ جب وہ سفر میں ہے تو وہ بھی سفر میں ہے۔ اگر وہ سقر میں ہے تو وہ بھی سقر میں ہے۔ جو وہ حشر میں ہے تو وہ بھی حشر میں ہے۔ اگر وہ نشر میں ہے تو وہ بھی نشر میں ہے۔ پیدا ہے تو یہ بھی پیدا ہے۔ اگر وہ ناپید ہے تو یہ بھی ناپید ہے۔ حمد سے حمد تک رفیق۔ دُنیا سے علیا تک شفیق۔ انیس درو حشت جلیس دروہشت۔ حاضر در خلوت۔ حاضر در جلوت۔ نہ آگ سے محروق نہ پانی میں مغروق۔ نہ ہوا سے مفروق۔ نہ مٹی سے مطبوق۔ نہ کسی سارق سے مسروق جس قدر غریب کر دے۔ اسی قدر بڑھتی جائے۔ کوئی مال کی حفاظت کرتا ہے تو یہ سب کی حفاظت کرتا ہے۔ اس کا انحطاط ہونا سب کا انحطاط ہو جاتا ہے۔ پس ایسی دولت حاصل کرنے کے لئے سب کو چاہئے کہ اپنی جود جزیل اور کوشش میں اس کے حاصل کرنے میں صرف

صرت کر ٹولیں۔ عام ازمیں کہ وہ کیس حاصل ہو زمین میں ہو یا زمان میں۔ کین میں ہو یا مکان میں۔ چین میں ہو یا چین میں۔ روس میں ہو یا روس میں۔ ننگ میں ہو یا ناموس میں۔ فارس میں ہو یا فارس میں۔ چین میں ہو یا چین میں۔ پرتگیز میں ہو یا انگریز میں۔ سوڈان میں ہو یا سوڈان میں۔ اٹلی میں ہو یا جرمن میں۔ شام میں ہو یا یمن میں۔ مصر میں ہو یا عدن میں۔ خطا میں ہو یا ختن میں۔ یونان میں ہو یا گوران میں۔ جاپان میں ہو یا خراسان میں۔ یورپ میں ہو یا ایشیا میں۔ امریکہ میں ہو یا افریقہ میں۔ دنیا میں ہو یا علیا میں۔ کبھی میں ہو یا عیسیٰ میں۔ خود میں ہو یا خدا میں۔ عشق میں ہو یا عشق میں۔ ہستی میں ہو یا ہستی میں۔ آہ میں ہو یا آلاء میں۔ روح اللہ میں ہو یا عین اللہ میں۔ گنجینہ۔ دینہ۔ سینہ میں ہونا چاہئے۔ نہ کہ سفینہ میں۔ یا کہ مدینہ اور قرطینہ میں۔ پس درینہ العلم۔ بلکہ علم العلوم اور کائنات العلوم کے اعتبار علیا پر۔ داخل در جنت ہو کے۔ اس کنز مخفی علم کو لینا چاہئے کہ معلوم ہو جائے۔ کہ وہی علم عین عقل و روح اللہ و عین اللہ سب خود ہی ہے۔ مطلق شرکت نہیں۔ تو اس دروازہ کو چھوڑ کر چار دیواری جاں چار دیواری عصری وغیرہ تک کا نام نہیں۔ دناں پچاند کہ جانے کی کوشش صراط مستقیم نہیں بلکہ سخت گمراہی ہے۔ گویا یہی دولت روح اللہیہ ہے جو سب دولتوں سے فوقیت رکھتی ہے۔ اور محض بے زوال ہے۔ تو وہ علم ناطق۔ روح اللہ مجسم ہے جس نے خود کی اس قدر حمد کی کہ خود محمد محمود رہا۔ اپنی اُمّ مقدس کو اُمّی کہکے پکارا۔ اُمّی ہوا۔ روح در جنت ہوا۔ روح عظیم اور ہماست ہوا۔ عثمانیل وان اللہ معنا کا مجسم مفہوم ہوا۔ رام اللہ۔ عبد اللہ۔ و عبد رسول یعنی عبد ہے اللہ اور عبد ہے رسول غرض کہ خود مرسل اور مرسل بنام رسول علی وزنِ فاعول ہوا۔ والد مولود محض لم یلد ولم یولد رہا۔ حلم و عفو و تقصیر سے حلیم و خلیق العظیم ہوا۔ حرمی۔ ازپے آنکہ حرامی کہا گیا تھا یہ اشارہ ہے جسکے علم کی یہ شان ہے کہ بلا اجد غوانی دعوائے ہمہ دانی ہو سبحان اللہ بجدہ غزل

سبحان

خیر الکلام کہ اں بد خشد بمال علم
اے آسمان بنیش دے کجھال علم
ایں ہم کمال شد کہ نذر و کمال علم
برجل خود ملال کند بر ملال علم
ہم سر شود بہ عقل کجا ایں مجال علم
ہر نظم و نثر گشتہ چو آل و عیال علم
تصنیف خود فروختہ آمد ریال علم

اے غرب و مشرق علم و جذب و شمال علم
اے گلستان دانش و اے نونال علم
بد بخت آنکہ تیج ندارد خیال علم
چوں پیش جاہلاں بشو قیل و قال علم
با عاقلان نہ گشتہ سادی رجال علم
تصنیف ہر مصنف عاقل جوال علم
کلاک مصنفان جبال شد ملال علم

<p>زائید مجملہ بزادہ زودیم دلالِ علم زائیدہ بچہ ہائے فنون و عیالِ علم ہر سمت گستریدہ صد انوارِ جلالِ علم شد علم و عقل زادہ ازین پیر زالِ علم ہر ذرۂ وجود بگردیدہ منالِ علم چوں باب راگذاشتی گردیدہ کالِ علم روشن شدہ نمود۔ بہر میں ہر آلِ علم در وقت شب نمودہ۔ بہر میں حالِ علم عقلِ خدا چو راز۔ دریں راز۔ حالِ علم گرچہ پے ثبوت بیاری مثالِ علم ظاہر کند یہ فیخ داو اصد دلالِ علم در سجدہ سرنگندہ بطلبہ وصالِ علم لیکن بشاءِ علم کم ہر سوالِ علم دزدیدے چو یافتے گنج دالِ علم پیدا بشد و روین دیش اشتعالِ علم بینم برائے خویش کشد صد وبالِ علم ہر وقت برخلاف نمائی جلالِ علم آید بمن برعکس بصد ہا کمالِ علم از وصف ذاتِ عقل در آید کمالِ علم</p>	<p>عقل نہ علم زاید و زاید جبالِ علم چوں عقلِ عاقلانِ جاںِ عالمہ بشد چوں کائناتِ نقل بشد از مدونِ عقل ایں عالمہ بشد گئے از جفتانے روح ز انچہ علوم ہمہ کائنات شد ایں شش جہات۔ بابِ بلادِ علوم گشت قندیلِ چرخ بر سرِ اعتبارِ عالیہ بابِ السماء بنام خطِ کمکشاں کشاد علمِ خدا علیت و روحِ خدا چو عقل ایں علم هست انجیکہ داری بذاتِ خویش در مہملِ دماغ نشسته عروسِ عقل السانِ چشم بر سرِ سجادۂ کتاب ہر گز گد انیم کہ روم پیش اغنیاء دزد آشناء و دزد پرستم نیم مگر آئیں کہ ہر کلامِ خرد مست غور کرد از بارِ عقل سر بہ فرد غور می کنم اے روشنی طبع تو بر سن بلا شدی ظاہر کنم ہمیشہ بدنیاءِ علوم و عقل یہی بر او عقل کند وصفِ عاقلان</p>
---	--

پس کمالِ علم کمالِ دولت ہے جس سے کئی مخفی تک رسائی ہوتی ہے۔ ورنہ ایسے علم تو اس خدا راجع ہے۔
مگر افسوس ہے کہ علم کو چھوڑ کر علم کے ٹوٹنے کا یعنی کائنات کی پرستش ہو رہی ہے۔ حالانکہ علم خالص و علم
زندہ اور علم زندہ جاوید روح اللہ ہے جس کو فنا نہیں۔ تو روح الکلام یہ ہے کہ طالبِ روح اللہ البتہ
طالبِ العلم ہے ورنہ تارکِ العلم۔ پس جو اسکو جانتا ہے وہی عالمِ علیم و علامہ ہے۔ وہی تعویلمِ العالم اور
اس کے زائید کی حالت جانتا ہے کہ اسکی تقدیر میں کیا کیا افتاد ہیں۔ تم سے جہاں تک کہ ممکن ہے۔
اس امکان کے مطابق کرو مصنف حقیقی کی تصنیف جو کائنات ہے یہ نہیں پڑتی جاتی ہے۔ تو پھر

اسکی تعریف کیا کرو گے؟ وہ اس کتاب کے پڑھنے سے زیادہ خوش ہو تا بلخلاف اسکے کہ کوئی پڑھے نہیں اور جھوٹ کا ہاتھ باندھے ہوئے تعریف کرنا چلا جائے یہ سب بیہودہ گوئی میں داخل ہے + اسواسطے سب لوگ ایک زبان ہو کر جو کچھ یہ بیان کیا جا رہا ہے اسکو پڑھو کہ پڑھتے پڑھتے سننا سوچ پڑی پڑھنے کی قوت پیدا ہو جائے = مگر غضب تو یہ ہے کہ اگر تم میں سے کوئی پڑھتا بھی ہے تو اس کا سارا مضمون چھوڑ کے مضامین کفران ہی کو عتر تمام پڑھتا رہتا ہے - ختم ہی نہیں کرتا = اسواسطے کفران کا مضمون ہی نہیں پڑھنا چاہئے + اس سے اپنی سادہ لوحی لوح محفوظ غیر مطبوع رکھے تو بہتر ہے + اور جاہ ایا جاو کہ زمانہ کے مطابق وہ غلط ہو جایا کرتا ہے - اس اساطیر الاولیں کو بھی اپنی لائین نہ قرار دے - خالی نیک بنا ہے - اگر اُس کی دانست میں خدا اُس سے بے پروائی کرتا ہے تو کرنے دے - خود اُس سے بے پروائی نہ کرے + اسکو زیبا ہے کہ قدیر غنی ہے = دوسرے کو یہ زیبا نہیں کیونکہ محتاج ہے + بنا ہین و پیلا ہے اسکی طرف رجوع رہے - ہرگز ہرگز روح اللہ کے ذاتی حیثیت سے بے اعتنائی نہ کرے - کائنات اور اپنے قلب کو آہستہ آہستہ بحق بنا کے اُس میں اسکو مشاہدہ کرے جیسا اُس کا آئینہ ہوگا ویسا روح اللہ کا جلوہ ہوگا - اخیر میں اسکو معلوم ہو جائے گا - کہ نا تعلیم یافتہ وحشی میں ایک اونے شعبہ باز نبوت کا دعویٰ کر کے سہالے سکتا ہے + اور بہت ترقی یافتہ زمانہ میں بہت ہی قوی شعبہ باز کی ضرورت ہے - اور تمام عالم ہستی و نیستی میں ایک سخت قدیر کی ضرورت رہیگی - کہ جو کچھ چاہے کر گڈے تو اُس وقت روح اللہ ہی کو ایسا قدیر پایا گیا = جس سے ہم سے مطلق جدائی نہیں اُس کو یوں سمجھو کہ درختوں کے ڈرس بدلنے کے زمانہ کو خزاں کہتے ہیں - پرندوں کے ڈرس بدلنے کے زمانہ کو گرمیز کہتے ہیں - انسانی نشوونما کے زمانہ کو بدل مایتحل کہتے ہیں - مردہ کے زمانہ ڈرس بدلنے کے زمانہ کو حشر و نشر یا تناسخ کہتے ہیں جو سب قسم کی تبدیلیوں پر حاوی ہے - جناب حضرت روح اللہ جل جلالہ و عم نوالہ کے ڈرس بدلنے کے زمانہ کو نبوت خواہ کمون و برور - حدیث و قدیم کہتے ہیں - تو ما جناب اعظم حضرت بدیع السموات والارض وہی روح اللہ قدیم در حدیث اور حدیث و قدیم خود ہی ہیں - ہرگز روح و حیات یا یکدگر جدا نہیں ایک ہی ہے + کیا نہیں مناس ہے کہ - نظم

من
بیان
تذکرہ

سج

پانی سے کب الگ ہے پانی کا اک پھوٹا	آتش سے کب جدا ہے آتش کا اک شرارا
کہتا ہوں خود کو خود سے میں یہ سب کے پوچھوں	اُم تخبونی اُنی لا اِسمع سِرارا
تفصیل نکل شئی فی الکائنات بایں	ہستی و نیستی ہیں دو عالم ادساری
آسائش دو گیتی تغیر میں دو حرف است	باد و ستان تملطف با دشمنان مدارا

تَجْوِزُ مَنْ يُفَاءُ يَتَذَلُّ مَنْ يَشَاءُ
 دو عالم آفریں اب تثلیث کی بنا ہے
 اب تین تم نہ بولو۔ وہ تین۔ ایک ہی ہیں
 ہے کوئی الہی دل پر مرے مسلط
 یا ایہا المدثر و نیا پاک فطرت
 انیس ہو کے عاقل تثلیث کے ہو قائل
 قل ہذاہ سبیل جود اتعالوا عندی
 جو کوئی اُس کے حق میں کچھ نعت و ست بولے
 و تر و نہ بعید اَد ہو قریب مستکم
 جس شکل میں وہ چاہے ظاہر کرے وہ خود کو
 پس ذات و شکل اُس کی کچھ مستقل نہیں ہے
 ہر آن بان اُس کا ہر آن میں جدا ہے
 ہر چیز پر ہے قادر جو چاہے وہ سو کر لے
 اتنی بڑی جو قدرت رکھے تو کون ہوگا؟
 بے مثل اور یکتا کتنا بڑا ضروری
 ہے اختیار تم کو جو نام اُس کا رکھ دو
 لا تحسبونی سخرًا انی رسولُ منہ
 مگر فرقہ فرقہ ہونا منظور ہے یہ تم کو
 میں باقرینہ سیر ہوں ہم قرین اُس کا
 عترت مری ہے مجھ سے قرآن ہے اُسی کا
 ستیہ وہی رہینگے قانون یہ رہیگا
 خیر القرون قرنی ثم اقول مستنی
 جس قرن میں دوبارہ از تحت و فوق آؤں
 اب اور ابن و دونوں و مرد ہیں دو گیسو
 طود سرمنور منبت بہ عیش پیچاں

میں مالک دو عالم سر و ارِ کل نصارا
 لیکن یہ ایک ہی ہیں بس ایک ہی ہے سارا
 تم سب میں ایک دم سے ہو جائے بھائی چارا
 کتنا ہے کوئی دل میں سن لے مرے آلہ
 پھر جا کے پوچھ سب سے کیا سب سے پکارا
 بس اک طرف ہو مائل تینوں میں ایک تارا
 لا اُملک لنفسی نفعًا ولا ضرار
 سمجھو کہ حق میں اُس کے پہونچا بڑا خسار
 ممکن نہیں ہے اُس سے کر لے کوئی کنار
 کیا اس میں کچھ کسی کا سا جھا ہے یا اجارا
 پابند وہ نہیں ہے ہر بات میں ہے دارا
 ہر آن میں انوکھا ہر شان میں ہے پیارا
 خود عبدیت میں خود کو ظاہر کرے تضارا
 بس وہ خدا ہی ہوگا قدرت کا رکھنے دارا
 بس اب بغیر اُس کے برگز نہیں ہے چارا
 قدرت رکھو کہ قوت تارا رکھو کہ تارا
 لعنت ہے اُس پہ جس نے پیغمبر و نکو مارا
 ہم فرق ڈالتے ہیں فرقان ہے تمہارا
 اِس قرن کی جہت سے قرآن ہے ہمارا
 قرآن گر ہو لینا عترت بھی لوح دارا
 لیکن کرو گے تم سب دونوں کو پارا پارا
 ثم اقول قرنی اتردں گا برستارا
 قرین بن کے سب کا کہ دوں گا میں سدھارا
 قرین اُم ہوئے یہ سر پر انہیں پیارا
 صَحِّحُ الْاَکْلِیس ہے آنکھیں ہیں آبشارا

آنکھوں کی پچیوں کو نزلہ ہوا ہے اتنا
 ہے معنی سکندر رومی زبان میں سر
 جیسے کوئی کہے یہ ہے دو دو اکا کل
 سید سکندر ہی ہے بینی ابن آدم
 انسان عین کیا ہیں یا جوج اور ماجوج
 بولیں گی آنکھ ان سے لاجاؤ دونوں اترد
 ایجاد جب ہو فوٹو شیشہ میں یہ سائیں
 کشمیر جس طرح سے دیتے ہیں لوگ ایسا
 جو بات منہ سے نکلی میٹھی ہے اس قدر وہ
 میں ایک ہی ہوں دیکھو ہے ایک ہی میں سب
 سب گھٹتے گھٹتے آخر گھٹ جائیگے یقیناً
 جو ہمد میں رہیگا ہمدی وہی بنے گا
 دو طہا جو بن کے جائے دو لمن کو لا گیا وہ
 جو ہمد ام میں اپنے پائے ہدایت ایسی
 سرانائیت میں میری ہے راز مکنوں
 قرین ہیں دو ابرو قرین ہیں دو آنکھیں
 ہمد دو عین میں ہیں جیسے نہال ہمدی
 یہ نور کے ہیں پتلے آغوشِ زمیں ہیں
 اتنی جدائی پر بھی دوری سے متحد ہیں
 والذات زجر آقا لالیات ذکر آ
 یا انت قف قلیلاً ما ذاتریہ منی
 اس احدیت نے اپنی سب کو سمایا ہے
 گر جی حق سے جب ہوتی ہے عرقریزی
 بھوگ اور بھاگ۔ بھگوا۔ بھگوان اور بھاگو
 پانی کا دو تڑاڑا اخیر جب یہ پھوٹے

جھڑ

سے
 لے غافل

ساری تری بس اٹکا چلو ہے یا غدار
 قرین ہیں دو گیسو جیسے کہا بخارا
 ہے منہ کے پاس بینی بینی ہے اک سگارا
 دو چشم ہیں محب اس میں ہیں دو سوار
 مشتاقِ اجاج سے ہے بانی ہے اس میں کھارا
 میٹھے بہت دنوں تک لولاؤ میرا بھارا
 پانی اُجاج سے ہو نکلیں ہو ترارا
 شیشہ میں لوپری کو کس کس طرح اوتارا
 سمجھو نبات دو لب مصری ہے یا چھوٹا
 مگر اک آلف سے کم ہو ہرگز نہ ہو ہزارا
 بس ایک ہی رہیگا وحدت پر ہے سہارا
 دو لمن ہیں اسکے معنی دو لھا کو ہے گوارا
 ہے کس طرح کا دو لھا۔ دو لھا ہے پھر کنوارا
 مادی ہے خود ہی اپنا ہمدی سے خود ہی ہارا
 اوپر کا رنگ و روغن خالی ہے اک پچارا
 ہمدی منکس نے نینا رتن سنوارا
 ہیں مجھ سے اور مجھ میں کافی ہے یہ اشارا
 آنکھوں کو کر لیا ہے بیلون یا غبارا
 رفتارِ نور میں ہے تلیث آشکارا
 لا تقر بوالسکاری یا ایہا استکار علی
 لے شانِ احدیت کا چمکا تراتارا
 فزہ میں جس طرح سے سوچ کا ہو گدارا
 تبخیر سے اُسی کے دنیا بنی بیچھارا
 سب بھوگ ہے مشتاقِ بھگوت بھگت دو آرا
 ایسا نہ ہو کہ بارش سورج کا ہو مرارا

<p>پھر اس میں ساری چیزیں جیسے لکاک پٹارا اُس من میں اک انما ہے اُمیں ہے اک عناد مصرف و بیاں ہوں یحییٰ میں کیسے پارا یحییٰ ہی میں ہے رب کچھ حیا بنا دو بار</p>	<p>دنیا میں سارا علیا۔ علیا میں ساری دُنیا پھر اس میں ایک جہ جہ میں ایک من ہے باطن میں میں نہاں ہوں ظاہر میں عیاں ہوں یحییٰ ہی نام اپنا رکھو اے چھپ گیا ہوں</p>
<p>تو یہ سب یحییٰ ہی کے ساری قسم کے ہیت کا نتیجہ حیا ہے۔ تحیات و حیات اسی سے مشتق ہے۔ پھر کرم کی ہو۔ پس اپنی اپنی کتاب الحیات کو سیاہ نہ کرو۔ اس میں جو کچھ باتیں لکھی ہیں پڑھو۔ اگر بری اعمال کی بھی حالت لکھی ہے۔ تو اُسکے متصل ہی یہ بھی لکھا ہو گا کہ مٹا نیوالا اسکو مٹا سکتا ہے۔ تو چاہئے کہ اسکو مٹانے کی کوشش کرو۔ سب قسم کی بد اعمالی ظلم و خشم میں انہی اطاعت نہ کرو۔ جو جن عالم میں ہے۔ اگر اُس عالم کے ظاہری قانون کے مطابق عمل نہیں کریگا تو مجرم ہو گا۔ اُس کے مطابق سزا ہوگی۔ اگر جرم کے حالت میں مجرایک گا تو اسی جرم کے مطابق اسکی جزا پائیگا۔ پھر تنازع سے ہو یا تواضع سے کیونکہ یہ سب کام کی ذمہ داری ایسی تھی اسی کو پورا کرنا پڑیگا۔ آئندہ کتنا ہی روز میں پورا کر کے چھٹکارا حاصل کرے۔ اُسکے مطابق واپسی ہوگی۔ پس جو تمہارے ساتھ کچھ نیکی کرے۔ تم اُسکے ساتھ بہت نیکی کرو۔ اگر وہ بہت نیکی کرے تو تم بہت سائیکہ کرے۔ اگر وہ بہت سائیکہ کرے تو تم اُسی کے ہو جاؤ۔ جو تمہارا ہو جائے تو تم اُسی میں فنا ہو جاؤ کہ وہ باقی رہے تم نہ رہو۔ جو تم میں فنا ہو تو تم اور وہ ایک ہی ہو جاؤ۔ گویا اُس سے بڑھ کے رہو کم نہ رہو۔ یہاں تمہارا بھلا چاہا جاتا ہے۔ اب چاہئے کہ تم اپنا بھلا اس سے زیادہ چاہو۔ وہ باہم بدل و فضل احسان و امتنان عام و ثناء شفاعت و حمایت کے ساتھ رہنے میں حاصل ہو گا۔ جیسے تمام اعضائے بدن ملے ہوئے ہیں۔ اسی واسطے وحشت و بدویت سے بھوڑا کے محاضرت و آبادی و بستی بنائی جاتی ہے۔ اسی بناء پر عناصر کے اجتماع سے وجود موجودہ قائم ہے۔ ان کے اختلاف سے مرض پیدا ہوتا ہے۔ جمعیت کے کثرت سے وحدت ہو جاتی ہے۔ اسی کو وقف بالتوحید کہتے ہیں۔ اس سے مخالفت کرنے میں بڑی برائی ہے۔ اور برائی وہی ہے جس میں اپنا برا ہو۔ تو کوئی ایسی برائی نہیں جس میں اپنا برا نہ ہو۔ کسی کو برا کہنا اس کے یہ معنی ہیں کہ برا کہنا جانے والا اسکو برا کہے۔ بلکہ اس برا کہہ کہاؤں سر پھوڑول ہو۔ جاں بحق تسلیم ہوں۔ پس کر وہ خویش آید پیش۔ چاہ کن را چاہ و پیش گنبد آسمان کے نیچے جیسا کہو گے ویسا سو گے + چھپو میں نہ اینٹ پھینکو گے نہ چھینٹ پڑیگی۔ جس قدر اچھا کرو گے اُسی قدر اچھا نتیجہ ہو گا۔ اسی واسطے سارے اچھوں کو نسل طیبات سے شمار</p>	

کرتے ہیں۔ کیونکہ ہر خطا ہر نسل باطنی کا نمونہ ہے۔ اس پر اندرون سے قانونِ توارث۔ میراث قائم ہے۔ جیسا تخم جھگڑا سا بھی پھل ہو گا + تو منی مشترکِ اغذیہ کا خلاصہ اور پختہ ہے + وہ جیسی ہوگی ویسی لڑ لڑاؤ پیدا کریگی + اگر کوئی مرتد مرتاب جبارِ عیید۔ غاصب و دغا باز آدمی کسی کا مال غصب کر کے یا کسی ناجائز طریقہ سے مال جمع کر کے اس کو اکل و شرب میں استعمال کرتا ہے۔ تو یہ سب مائلِ التارثی بطونہ ہے۔ خیرات اور نذر بنانے سے تاملِ التارثی بطونہ کا عمل پاک نہیں ہوتا۔ بلکہ مطابق قانونِ قدرت اس کے فضلہ کثیف سے اس کا عضد تیار ہوتا ہے۔ ان سب کے پختہ اور ست سے بنی تیار ہوتی ہے جو اس کے نجس خیال کے ساتھ دغہ لیتی ہوئی باہر نکلتی ہے۔ جو عدلاً اس کے مناسب جفت میں پرورش پا کر سانچہ میں ڈھلا ہوا نکلتا ہے + پس اس حرام منی سے جس قدر نسل ہوگی۔ سب حرام زادہ ہوگی + حرام زادہ ہونے کے لئے نبی زریب و بنی زریم اور وللا الزنی ہونے کے قید میں ہے + مگر ایسے بدکاری پیٹ پالنے والا آدمی یقینی زانی بھی ہے۔ پھر اگرچہ اسکی ہنکوہ عودت کیوں نہ ہو اس کا وہ فعل اس کے ساتھ بھی زنی میں داخل ہے۔ اس واسطے اس کی نسل کی نسل۔ نسل بعد نسل ولدِ الحرام ہے + وہ حرمی و حرامی قدسی نہیں ہو سکتا۔ ضرور شرکِ نجس اور حرامِ لہا ہی رہیگا۔ کہ بے نطفہ زادہ کو مقدس نہیں سمجھیں گے کبھی اسکو روح اللہ سمجھیں گے۔ اگر زبان سے کہدیا تو اعلیٰ نہیں سمجھیں گے۔ حالانکہ روح اللہ کی یہ حالت ہے کہ جیسے سارا درخت تخم میں نہاں ہے اور ساری شکل مجموعی بایں ہیئت کذا فی نطفہ میں ویسی ہی ساری الوہیت روح اللہ میں۔ مگر اس پر پھٹکا رہے اس واسطہ اور اس کے ساتھی سب حرام زادہ نجس ہیں + ان کی دلیل ان کے افعال و اقوال صورت و سیرت ہیں۔ چنانچہ بکری بھینڈے کے جفت سے دوسرے قسم کا بچہ پیدا ہوتا ہے جس کو کبش کہتے ہیں وہ اپنے ماں باپ کا نمونہ ہوتا ہے + اسی طرح گھوڑی گدھا کے جفت سے بچہ پیدا ہوتا ہے وہ اپنے ماں باپ کا نمونہ ہے + اونٹ اور گودر کے جفت سے زرق پیدا ہوتا ہے۔ وہ اپنے ماں باپ کا نمونہ ہے۔ جہاں تک اس کا سلسلہ جاری رکھا جائے مسلسل ناقتنا ہی چلا جائیگا چنانچہ ہے۔ ایسا ہی انسان میں بھی ہے + کہ رنگی و فرنگی کے جفت سے اکوش بچہ پیدا ہوتا ہے وہ بھی اپنے ماں باپ کا نمونہ ہے۔ یہی بات نباتات میں بھی ہے۔ کیونکہ اور نارنگی کے قلم سے تیسرے طرح کا پھل ہو جاتا ہے + اسی طرح گلاب کے شاخ میں دس پانچ قسم کے گلاب اگرچہ اس میں مختلف رنگ کے پھول ہوں۔ مگر اصلیت یہی ضرور متفرق ہیں۔ وہ اپنی دوسری اصلیت کے طرف رجوع ہو جاتے ہیں + ایسے ہی سُرخ روشنائی سے لکھنویا روشتائی سے لکھنا شروع کو۔ تو ضرور

نیک رنگ عروق ہونگے۔ کرائی صورت سے ظاہر ہو جائیگا۔ تو جنت کا لگاؤ پورا النون والتعلم کا مضمون ہے۔ اور اولاد ایک عبارت یا مضمون خواہ مجسم ایک کتابِ ناطق ہے۔ جس میں اس کی اور اس کے والدین کی حالت مرقوم ہوتی ہے۔ کہ عاقلِ قدسی اس کے قیاد سے اس کی اور اس کے ماں باپ کی حالت دریافت کر لیتا ہے۔ اسی کو کہتے ہیں کہ

والتقوا من فراست المومن + انه ينظر بنور الله

مگر جو کم عقل ہیں وہ اس کے چال چلن سے پہچانتے ہیں۔ اور جو بہت ہی کم عقل ہیں وہ اسے معاملہ سے کہ بے شک اس کے والدین اس قسم کے تھے۔ کیونکہ جب جنس والدین کے جسمانی مرض اور صورت کا اثر بچہ پر پڑتا ہے۔ تو روحانی کا بدرجہ اعلیٰ پڑتا ہوگا۔ چرا کہ روح جسم لازم و ملزوم ہیں پس صورت کے جسمانی حالات کا پتہ لگ جاتا ہے۔ اور سیرت سے روحانی حالت کا۔ بعض وقت حقیقت جو ظاہر میں نیک والدین ہوتے ہیں اور بچہ خراب تو حقیقت اس سے کچھ نہ کچھ خطا گذشتہ پیدائش میں ضرر ہوئی تھی جسکی یہ جزا ہے یا آئینہ کچھ ہونیوالی تھی۔ جسکی رحمت ایک روک ہے کہ آئندہ کی پیدائش اسکی موجودہ پیدائش سے اچھی ہو پس جسقدر اس میں شیطانی سیرت کے مانعے تھے وہ بدل و برا کی طرح اس میں سے خارج کر دئے گئے۔

جو روحانی سیرت اس میں تھی وہ روح و نورِ نظر کی طرح جدا کر لی گئی۔ ان لطافت و کثافت کے عجیب جو ایک راز تھا وہ اسکی ذات تھی جو محمود کر لی گئی ہو گیا کہ ایک سیپی تھی کہ اس کا چھلکا اور کثافت نکال دی گئی ورنیم لے لیا گیا۔ اور یہی سب چیزیں قاعدہ جاری ہے اسمیں ربخس کی بات نہیں اور جو ساری کثافت سے شنی ہو وہ اعلیٰ ہے وہ صرف نورِ اللہ ہے پس یہ تو والدین کے بارہ میں ہوا اب اس بچہ کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ وہ بچہ کسی بندر وغیرہ کے خاندان سے ہوگا۔ کہ کچھ اچھا کام کرنے کے سبب سے انسانی ہو سکتا ہے۔ ایک اچھے والدین کا بچہ کہا گیا۔ کہ دونوں کو اپنے اپنے عمل کا بدلہ ملے۔ اگر ایسا نہیں تو اللہ ظالم ہے۔ ظالم کی اطاعت ناجائز ہے۔ مگر وہ ہرگز ظالم نہیں۔ سارے جہان کا عدل اور اس کا ظلم بھی برابر نہیں ہے۔ چہ جائیکہ ایک دم عدل مگر اس کا تم کو علم نہیں جس چیز کا تم کو علم نہیں وہ تمہارے لئے علم الغیب ہے۔ اور اس نامعلومیت کا سلسلہ کبھی موقوف نہ ہوگا۔ جہاں تک معلوم ہوتا جائیگا۔ وہ نیک یہ بھی معلوم ہوتا جائیگا کہ آگے کی چیزیں نہیں معلوم۔ یہاں تک کہ یہ سلسلہ خدا تک پہنچتا ہے۔ اس کے نزدیک کچھ غیب نہیں غیب الغیب جسکو جنت کہتے ہیں یعنی پوشیدہ۔ سو خود اسکی ذات ہے۔ ورنہ سب ظاہر و غائب جلوس در حضور ہے۔ جو اس کو جان لے وہی عالم الغیب ہے۔ تو وہ جاننے والی اسی کی روح ہوگی۔ کہ وہ اس میں ہمہ آن موجود ہے۔ وہی ابن الغیب بنام روح اللہ ہے۔ کہ جو ظاہر میں

زندہ کرتا تھا باطن میں بھی دی کرتا ہوگا۔ خود ہی اب۔ ابن۔ ام ہو کے نہ ملائی مجدد بنام وحدہ لا شریک
اس طرح ہو جاتا ہے۔ جیسے غلیو از کبھی در ہوتا ہے۔ کبھی مادہ + اسی طرح شاہ بالوت کبھی بالوت
ہوتا ہے کبھی مازو + اور گھڑیاں نہ ہوتے نہ مادہ + اسی طرح ہزار ہا مثالیں ہیں + پس اُس نے جب
چاہا تو اب بننے بنت دام پیدا کر دیا۔ مان بنے ابن و اب پیدا کر دیا۔ کبھی اُس کا سلسلہ منقطع کر کے
ہست او پچان سے بھی کہیں زیادہ او پچان پر رافع ہو گیا۔ کبھی اُس رفعت و نبوت کا بھی خاتمہ کر دیا +
کبھی سلسلہ کو درہم پرہم کر کے اس طرح کر دیا کہ جیسے پیشتر کچھ نہیں تھا۔ تو کچھ نہیں ہونے لگی۔
ایک طرح کے ہونے میں داخل ہے۔ کہ کچھ نہیں ہونیکے مفہوم میں اس قدر قدرت کہاں کہ خود کو ایسی
زبردست مضموم کے پیدائش میں نمودار کر سکے + پس ہر حال میں کچھ تھا جو اُس کچھ سے یہ سب کچھ ہوا۔
کہ اس ہونے میں انسان کی شنی جو ظہور میں آئی جتنے یعنی خفیہ اربع عناصر کے صورت سے محسوس
جاؤا کر کڑے کھڑے کے شکل میں ہوا۔ کہ اُن کڑے کھڑوں سے اس طرح بہ تدریج ترقی پاتا رہا۔
اگے بڑھا جیسے منی سے ترقی پا کے آدمی بنا ہے۔ ویسے ہی پیشتر بندر تھا۔ پھر بندر سے جنگلی
آدمی بنا۔ تو جنگلی بننے پر پتہ کچھ تھا کہ آخر جنگلی بننے کا ہر ہوا۔ تو چونکہ بندر سے مشابہ ہے اس لئے بندر
سے آدمی بنا ہے۔ پھر بن مانس سے بھلے مانس بنا۔ اس سے بھی آگے ترقی کر سکتا ہے + چنانچہ
کر رہا ہے + اور یہی روح اللہ کی مرضی ہے + پس جیسے جیسے شرافت و لطافت حاصل کرتا جائیگا۔
اشرف کہلاتا چلا جائیگا۔ اس کا بھی سلسلہ نامتناہی ہے جو روح اللہ تک پہنچتا ہے کہ ایک کوٹھی میں
ملایا ہے دوسرے کو آسمان پر چڑھایا ہے۔ کہ زمین میں بخار کی طرح لے گیا تو جو ہر بنا دیا آسمان
پر لے گیا تو شہاب کر دیا + پس شرافت کوئی نسل نہیں۔ جو شرافت کا کام کر گیا۔ شریف کہا جائیگا۔
جو کثافت کا کام کر گیا کثیف کہا جائیگا۔ غرض کہ جو جیسا کام کرتا ہے کام کے مناسبت سے اُس کا
نام رکھا جاتا ہے مثلاً کوئی انجینیر کا کام کرتا ہے تو وہ انجینیر کہا جائیگا۔ ڈاکٹر کا کام کر گیا تو ڈاکٹر کہا جائیگا
مائے شرافت و لطافت کے روح القدس میں فنا ہوگا تو روح القدس کہا جائیگا۔ خاک۔ دھول۔
مٹی اور روح النافی و غصیرہ میں فنا ہوگا۔ تو البتہ حرام زادہ خاک سیاہ ہوگا۔ تو زمرہ مقدسین غیر
مقدسین اور ان کی تابعین پر اپنی تابعین بہت تسلط و سبیل پائیگا۔ ہرگز دوسرا نہیں۔ تو غیر مقدسین
کو چاہئے کہ اس کا بھی فخر کریں کہ مقدسین اُن پر حاکم بنائے گئے ورنہ اُن سے زیادہ جو غیر مقدس حاکم
ہوتا تو ان کو ایذا پہونچاتا۔ بلکہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ مگر اُس پر مقدس قوت کی سرزنش رہتی ہے جس سے
دبا رہتا ہے پس وہ خوش نصیب کہے ہیں جن کو خوش نصیب الدین نامہ لگ جائیں = اور اکثر ایسا ہی

ہوتا ہے جو خلافِ ذالک نظر آتا ہے۔ وہ بیان کردہ سزاؤں میں سے ایک سزا ہے کہ اور عموماً بد خصلت والین کو خوش خصل اولاد کی توقع نہیں رکھنی چاہئے + بد خصلت ہونا پھٹکار ہے۔ کہ وہ عالم پوشیدگی و جنت میں خطا کر کے اس شکل میں نمودار ہوئے انہیں پھٹکاروں میں سے یہ پھٹکار ہے۔ کہ کسی قسم کی نعمت ملے۔ اس کے لالچ میں زیادہ بد خصلت ہو جانے کہ زیادہ پھٹکار کا مستحق ہو۔ جیسے جب نعمت انہیں تو اچھی چیز کھانے کو نہیں ملے گی۔ جب اچھی چیز سے خون نہیں بنے گا۔ تو تخم اچھا نہیں ہوگا۔ جب تخم اچھا نہیں ہوگا۔ تو پھل اچھا نہیں ہوگا۔ جب پھل اچھا نہیں تو کھانیاں لے کر مزہ نہیں۔ دوسرے دوسرے پھلوں کی طرف رخ کرے گا۔ یا بہت سا پھل لے لے کے خراب کرے گا۔ مگر کسی پھل سے منع و متعہ نہیں حاصل ہو سکتا۔ کسی بات میں اس کی حسن و خوبی نہیں ہو سکتی۔ اور اس خوبی و خیر سے آدمی بیسبب و معلوم ہوتا ہے۔ دورانِ خوں تیز ہوتا ہے۔ کام آسانی سے انجام پاتے ہیں۔ گویا اس قدر خوبی و خیر متوی دوا ہے۔ استعمالِ نشہ سے جو مسرورانہ دورانِ خون پیدا ہوتا ہے وہ برائے نام خوشی ہوتی ہے۔ وہ متوی نہیں جھلک ہے + وہ نشہ نورانی بھی تم کو حاصل نہیں۔ بے نشہ کے منوالے ہو۔ کہ اچھے کو برا سمجھتے ہو + شراب نورانی سے جو نشہ ظہور پیدا ہو کر راحتِ روحانی پیدا کرتا ہے۔ وہ البتہ خرمِ بخش نشہ ہے۔ جس سے اور حسن و خوبی دوبالا ہوتی ہے کہ یہ خوبی و خوبصورتی و خوش سیرتی ایسی نعمت ہے۔ کہ ہر کسی کو قدرتی طوع سے مرغوب ہے + اس میں کشش ایسی ہے کہ تمام آسمان و زمین کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اور سب سر تسلیم خم کئے ہوئے طواف کرتے ہیں۔ کچھ چون و چرا ایک نہیں کر سکتے۔ ایک ناز آمیز غر کی میں تمام کائنات پانی اور پھلپ بننے فنا ہو جاسکتا ہے۔ کہ ان سے اعلیٰ درجہ کے جن و جہاں کا عکس۔ ایک افنی پیمانہ میں نمایاں ہو کر راحتِ روحانی پیدا کر دیتا ہے + تو یہ نعمت بڑی نعمت ہوتی کہ از خالق تائب مخلوق سب کو اچھی معلوم ہوتی ہو اس سے تم محروم کئے گئے نہ صورت ہے نہ سیرت۔ نہ حکمت ہے نہ حکومت۔ کہ یہ کہا جائے کہ جاؤ موج مزہ کرو۔ کلو و اشربوا ہنیئاً و مرئاً۔ کہ نا آسودگی کی حالت میں پراگندہ خیال ہو کر متفکرانہ بری خصلت کے درپے ہو کر حرام کا لقمہ حاصل کرو۔ اس کو کھاپی کر خراب تخم پیدا کرو۔ کہ خراب بچہ پیدا ہو۔ کہ نسلِ بعد نسل برائی کا سلسلہ چلا جائے۔ جس جرم میں سیدھی سادھی صورتوں میں بنامِ تناسخ و غصہ جہنم حکومتِ فطرت سے دوا سزا ملتی ہے۔ کہ ولد الولد و ابن ولد الولد ہو ہو کے بار بار نئے گوشت و پوست میں پیدا ہو کر مرتے گزرتے رہو۔ اسی بندش کی بندگی میں علی الدوام پیدا و ناپید ہونے کا کلام کوئے رہو۔ کبھی چھٹکارا نہ ہو + پس عذابِ مرجانے کا نام نہیں ہے۔ پھر کوئی تلوار سے مارا جائے یا نہ ہر سے یا کسی طریقہ سے۔ سب مرنے کو آئے ہیں سب مرینگے۔ اور روح کچھ جسمانی عالم

عالم میں رہ کر نہیں مرقی۔ وہ تو جسم مرجان ہے۔ روح تو نعل مکان کرتی ہے۔ جو روح اللہ میں فنا ہے وہ
 وہ تو عین اللہ میں فنا ہو گیا مگر جو روح مخلوق میں فنا رہی وہ پھر اسفل السافلین میں گئے۔ بھر قرد ہو کر رہی
 یا دوسری شکل میں آئی گئے۔ پس یہ عنصری قید خانہ پیدائش بنام عنصری جہنم میں منبعث و متنازع ہو کے آنا
 اور اس میں طویل عمر پانا بڑی سخت نرا ہے۔ جب کو تم حماراً ایسے بھول جاتے ہو جیسے چاکر لکھوایا جاتا
 والا۔ آدمی سب بھول جاتا ہے۔ یا جیسے بچپن کا زمانہ جوانی میں بھول جاتے ہو۔ یا انتقال کرتے وقت
 سب واقعات بھول جاتے ہو۔ اسی کو قائم ہونا اور قیام کرنا اور انبعاث و تناسخ کہتے ہیں۔ ورنہ قیامت
 کبریٰ وہ انتظام جدید کے قیام کا نام ہے۔ پس یہ سب نعمت جمالیہ جیل لوگوں کے لئے ہے نہ کہ ذلیل کے
 لئے۔ اگر ظاہر کسی رذیل کے ہاں جمیل کی آمد ہے۔ تو عند اللہ وہ جمیل ہو گا یا کسی دیگر مخلوق سے اس نے
 ترقی کر کے جن میں ایک انسانی ایک رذیل کے ہاں امن پڑا ہے۔ تو اگر اس نے اور کیڑے مکوڑوں سے ترقی
 کر کے اچھے کیڑے مکوڑے کا لباس خلعت پہنا۔ تو آخر اسکی ترقی ہوئی۔ پھر اگرچہ وہ کیڑا مکوڑا اس جنس کے
 کیڑے مکوڑے سے ذلیل ہو تو ہو۔ اسیں رہ کر ترقی کرنے سے ممکن ہے کہ بایں سلسلہ کہ جہاں عالم ہے
 وہاں جاندار ہیں۔ اون جانداروں میں اقسام بھی ہیں۔ پھر اس میں سے کسی جنس کے ہوں۔ وہ سب
 ترقی کرتے رہتے ہیں اس لئے یہ بھی ترقی کر سکتا ہے مثلاً ایک مکڑی کو لے لو کہ وہ ترقی کر کے چھپکلی
 ہوتی ہے۔ چھپکلی سے چوہ بنتی ہے۔ چوہ سے گلہری۔ گلہری سے نیول۔ نیول سے چھوٹا قرد۔ پھر قرد
 سے بن مانس۔ بن مانس سے بھلے مانس کہ کسی روح و دواں کے مناسبت سے بھلے مانس کی صورت
 میں اوقات بسر کی صورت اختیار کر لیتا ہے کہ عقلاء اسکی حرکات و سکنات و خواب و خیال سے اس کے
 گذشتہ و آئندہ جنم کی سوا بخیری کا نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔ چنانچہ اگر ابھی اسکی روح کو بند سے مناسبت ہے
 تو بھندر ہوتا ہے۔ گھوڑے کی روح سے مناسبت ہے تو گھوڑا ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ طبعی امر ہے۔ کہ بغیر
 مناسبت فطرت ہرگز ہرگز کسی کے دماغ میں کوئی بات نہیں آتی۔ اور نہ اس کا دل قبول کرتا ہے۔ اگر کوئی
 کہتا بھی ہے تو اسکو ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ ترقی پاتے پاتے شمشاد ہی کے عہدہ پر پہنچ جاتا
 ہے اور وہاں سے بہت کے درجہ پر۔ کہ یہ لفظ نبو اور نبلا سے مشتق ہے جس کے بہت سے معنوں
 میں سے چند معنی یہ ہیں :-

۱۔ اول خارج ہونے کے ہیں۔ تو چونکہ نبی اب اپنے دوسرے جنم میں خارج از بشریت ہو گیا
 ہے۔ اس واسطے نبی کہا جاتا ہے۔ (دب) دوسرا معنی طریق ملوایع کے ہیں۔ تو چونکہ یہ بشریت نبوت
 مآب سیدھا رستہ بتاتا ہے۔ اس لئے نبی ہوا۔ (ج) تیسرے معنی اسکے قائم مقام کے ہیں جس کے

مطلب یہ ہوئے کہ یہ اپنے اگلے نبی کا قائم مقام ہے ازیں بہت نبی ہوا۔ (د) چوتھے معنی منجم و رخت کے ہیں۔ تو چونکہ یہ دنیاوی خلقت میں جو خلی خلقت سے اشرف المخلوقات بنام بشر تھی۔ اُس درجہ کو تمام کر کے آگے کے عالم میں داخل ہو نیا لاہے۔ کہ اس کے سارے مقدم و مؤخر گناہ معاف ہو چکے کہ اب کبھی گناہ ہی نہ ہونگے۔ اور اب جس عالم میں جائیگا۔ وہاں کے رنج الدرجات قوم سے ہو گا کہ دم ترقی ہی کرتا جائے۔ بایں علت نبی ہوا۔ (لا) پانچویں معنی اس کے ندائے خفی جو دفعۂ بے سوچے سمجھے پیدا ہو جاتی ہے کہ اُس آواز کو اپنی وجود سے کچھ لگاؤ نہیں ہوتا۔ کہ صالحین کے لئے وہ الفا کے نام سے کہی جاتی ہے۔ اہم متقی کے لئے الہام کے نام سے اور اس درجہ وائے نبوت آب کے لئے وحی آسمانی کے نام سے۔ تو چونکہ اس پر اس وحی کا ظہور ہوتا ہے ازیں رو وہ نبی ہوا۔ (و) چھٹے اسکے معنی زبوت نبوت دورہ کر نیکی ہیں۔ تو چونکہ یہ ترقی پاکر ہمیشہ کے لئے ترقی پانے والے کی مدین مسلک کر دیا جاتا ہے۔ اس لئے ہر عالم میں اُس عالم کے مطابق جیسا دیس ویسا بھیس بوزا کر اُس عالم کے رہنے والوں کے بحسن و خوبی اوقات بسر کی ہدایت کے لئے دورہ کر دیا جاتا ہے۔ اس سبب سے نبی ہوا۔ (ز) ساتویں اسکے معنی ایسی نقل صورت بدل کے تفسیر کرنا کہ ہرگز ہرگز کوئی نہ پہچان سکے چنانچہ یہ سب چیز کی حالت ہے کہ بچپن کا فوٹو جوانی سے نہیں ملتا۔ جوانی کا فوٹو بچہ سے نہیں ملتا۔ بچہ کا فوٹو مردار ہڈیوں سے نہیں ملتا۔ پھر اختیاری طور سے تھوڑا ایسا کرنے میں کب کوئی پہچان سکتا ہے۔ اور کب کسی صورت سے اس کی صورت مل سکتی ہے۔ تو چونکہ جس عالم میں یہ بھیس برکے جاتا ہے کوئی اس کو نہیں پہچانتا اسوجہ کہ نبی ہوا۔ (ح) آٹھویں اس کے معنی علم و عقل و روح میں بالکل سمایا ہوا ہے۔ تو چونکہ اس میں یہ فنا رہتا ہے اسلئے اس کی رخت و نبوت میں بے شمار بلندی پائی جاتی ہے اس معنی کر کے نبی ہوا۔ اسی سے اکثر بزرگان عقل و عوالم غافل ظاہر ہوتا ہے۔ (ط) نویں معنی اسکے خبر نائی کے ہیں۔ تو چونکہ یہ جس عالم میں جاتا ہے۔ وہاں تھوڑے بہت گذشتہ واقعات بیان کر کے آئندہ کی خبر کر دیتا ہے۔ اور جو کچھ اُس آئندہ زمانہ کے متصل و گرد واقعات آئندہ جو تسلسل ہو نیا لے ہیں۔ اُنکی خبر دیتے ہوئے یہ کہہ دیتا ہے کہ اُس کی پوری حالت ابھی نہیں معلوم ہو سکتی کیونکہ پیش از وقت ہے مگر میں مہر کر کے چلا جاتا ہوں جو آئیگا وہ فہر کھوٹے سمجھا دیگا۔ اور یہ بیان میرا خود مہر ہے۔ اسکی تشریح وہ خود اُس وقت کے مناسبت سے کر دے گا۔ تو اس مہر کا کھولنے والا بھی وہی ہو گا جو بند کر نیا لے ہے۔ کہ اور سب خبروں میں سے یہ بھی ایک خبر ہوئی۔ کیونکہ بعد تسلسل پر خلق و تخلیق کی بنا ہے چنانچہ دیکھ لو کہ وہم کے بعد البعد پھر وہی مہر آتا ہے۔

ہفتہ کے بعد ہفتہ سال کے بعد سال۔ موت کے بعد حیات اور حیات کے بعد موت۔ خدا کے بعد خدا۔ وہی اول وہی آخر رہتا ہے اور رہیگا۔ ازل سے ابد تک وہی تھا اور رہیگا۔ کہ احدیت کی منزل سے کوچ کر نیوالا گھوم گھام کر اس چکری کو تمام کر کے جس نقطہ مستند بنام احدیت سے چلا ہے اُس میں داخل ہو جانے کے ہمیشہ کا دورہ جاری رہے کہ وہ احد ایک جیہ ہے کہ رفتار میں دیرِ مسلسل ہے اور نشست میں خالی دورہٴ تسلسل اسی طرح خاتم ہی فاتح ہے تو چونکہ نبی کے وسیلہ سے اس قدر چیزیں معلوم ہوتی ہیں اس بناء پر وہ نبی ہوا۔ (ی) دسویں نبوت کے معنی رفعت و حکمت و عقل کے ہیں تو اس سے طرح کے اور کیا رفعت ہوگی لہذا مقرر عقل و حکیم دہی ہوا۔ اگر اسکو اس قدر رفعت و نبوت نہیں حاصل ہے اور ادعائے نبوت کرتا ہے تو اگرچہ جھوٹ کہتا ہے مگر سچ کہہ رہا ہے۔ کہ وہ سچ بولنے کو نہیں پیدا ہوا ہے کہ سچ بولا کرے۔ چنانچہ صاف اسکی بات چیت سے معلوم ہو جاتا ہے۔ بعض وقت اپنی طرف سے کہتا ہے کہ لے خدا اگر ہم نبی نہ ہوں تو تو مجھ کو ایسا دیا کر دے کہ یہ جملہ پیکار کے کھدیتا ہے۔ کہ یہ نبوت دہی و گمانی ہے یقینی نہیں۔ پھر صادق بھی نہیں۔ ورنہ آزا کہ حساب پاک است از محاسبہ چہ باک + اُس نے خدا کو دیکھا ہی نہیں جانتا ہی نہیں اسکی معرفت سے آگاہ نہ بنیں۔ پھر اُس کا نبی کیونکر ہو سکتا ہے؟ مگر نہ معلوم کہ وہ خود کو کس معنی کے رو سے نبی کہہ رہا ہے۔ ان دس معنوں میں سے۔ یا اور اس کے علاوہ کسی معنی سے۔ یا اُس کے کوئی خود کے ذہنی معنوں میں سے کوئی معنی ہے جس میں استعمال کرتا ہے تو اسکو وہ خود جانے بحالت الخدام ثبوت ہذا ہرگز نبی نہیں بالکل جھوٹا ہے۔ مگر یقینی سچا ہے۔ کیونکہ سرِ دست وہ نبی الکذب والضلّال ہے۔ دوسری جنم میں کسی ادنیٰ مخلوق میں جا کر نبوت کا کام کر لیگا۔ خواہ اسی شکل میں نبی الصدق والہدیٰ ہو کر آئے۔ یا نبی الموعود میں فنا ہو کر آنے والا ہو کہ اسکی نوٹس دیتا ہے۔ سوائے اسکے ہرگز کوئی بات نہیں + اس واسطے سچا ہوا۔ چنانچہ اگر موعود میں فنا ہو کر آینا لا ہوگا تو جس دم موعود آئیگا تو ضرور اسکی ساری اچھی بات یا جو اُس میں انوکھی بات ہوگی اُس کی جھلک ضرور اُس میں پائی جائیگی کہ اس میں ظلال شخص کی بھی روح ضرور فنا ہے۔ اگر ہزار ہا کرور یا مختلف صفات کے آدمی اُس میں فنا ہو گئے ہیں تو سب کا اُس میں رنگ پایا جائیگا۔ جو اُس کی تحریر و تقریر۔ حرکات و سکنات سے نمایاں ہوتا رہیگا۔ کہ یہ اپنی مجمع حرکات سے سمجھوں کہ فنا ہونے کی خبر دیتا ہے + پس ہر تخریظ اپنے تمام متقدمین کا مجموعہ کل ہوتا ہے۔ اس واسطے کوئی بات بھوٹی نہیں۔ سب تخلیق بالحق ہے۔ کیونکہ ظاہر میں وہی سب باتیں ہو کر نیکی جو کچھ باطن میں ہو چکی ہیں۔ یہ سب حیلہ حوالہ مخلوق اندر خلق متاثر ہے۔ کوئی بات فطرت کے خلاف نہیں جیسے

فطرت کتنی ہے کہ سانپ بچھوڑے تو فلاں جنس کے مخلوق کو اُس کا اثر ہوا کرے۔ پھر اسی فطرت کے حاشیہ میں یہ بھی ہے۔ کہ اگر فلاں جنس کی مروح فلاں طینت میں مقیم ہو تو اُس کو اثر نہ کرے اور اگر کسی کو اثر کرے تو اس ترکیب سے اثر جاتا رہے یا اس ترکیب سے تاثر سے اس کے الداغ والساغ کا عمل ماقط ہو جائے۔ اُس کے مطابق ہوا کرتا ہے + ایسے ہی یہ بھی فطرت کا حکم ہے کہ قلیل المقدار چیز کسی کثیر المقدار چیز میں اتنے مدت تک رہے تو اُس قلیل المقدار چیز کے چیز بننے کا مادہ سلب کر کے کثیر المقدار چیز بنا دے۔ جیسے جو چینر مٹی میں پڑے تو کثیف ہو کر مٹی ہو جائے۔ پانی میں مٹھا مدت رہے تو پانی ہو جائے۔ ہوا میں ہو تو ہل جائے۔ بہت ہی بہت میعاد کے بعد کافر ہو جائے۔ جس ولایت میں جائے اسی ولایت کی ہو جائے وہیں کے رسم و رواج کے مطابق قوت و مادہ پیدا کرے۔ غرض کہ انجیکہ درکانِ نمک برو دھماکہ بگڑد + پس جو فطرت کے خلاف ہے اُس کا کبھی وقوع نہ ہوگا۔ اگر ہو گیا تو یہ بھی فطرت میں داخل ہے کہ فطرت ہی میں ایسا تھا کہ خلاف بھی ہوا کرے۔ اس حیثیت سے اس تبتی کا اوداعائے نبوت ایک حد تک سچ ہو گیا اور اگر درحقیقت سچ سچ کا سچا نبی ہو تو ترقی کر کے دلی ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نبی نہیں ہے مگر دلی ضرور ہے + پس وہی دائی و دئی و مولیٰ اور ہر وقت کا ولیعہد اور ولی الامر ہے۔ اُس میں فنا ہو کر عین اُس کا روح درواں بن جائیگا۔ یعنی روح اللہ منعم غیر منضوب میں فنا ہو جائیگا + پس انجیکہ درکانِ نمک رفت نمک شد جو صراطِ مستقیم کے ذریعہ سے منزلِ مقصود کو پہنچ گیا مقدمہ جیت گیا۔ اللہ خوش ہو گیا۔ اگر گناہ کرتا گیا تو پائے اسفل السافلین میں پہنچا اور اگر اپنی کم بختی سے اُس کو بحسن و خوبی بھلا سمجھتا رہا تو اور بھی قہر خفیض میں گرتا گیا۔ مگر اپنا اکران نہ چھوڑا۔ اپنی برائی کو اپنا خوبصورت جوٹا بھناتا ہے کہ اُس میں چمٹا جاتا ہے۔ اپنے مذاق کے مطابق اُس کو خوبصورت سمجھتا ہے۔ ہر ماں کی طرح اُس برائی کو اپنا حسین و عزیز سمجھ جانتا ہے۔ کہ اپنی برائی ہے اس واسطے یہ بھی عزیز ہے۔ لہذا جدا نہیں کرنا چاہئے۔ اُس کو جدا کرنے میں ایسی دیکھ ہوتی ہے جیسے کہ اگر کسی بد صورت صلیبی کی کافی آنکھ کو کوئی اُس سے نکال دینے کو کہے کہ اس عیب کے رہنے سے تو بُرا معلوم ہوتا ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ رہنے دینی بہت اچھی ہے۔ کہ نکلنے سے اور بُرا معلوم ہوگا۔ اور ہمو کو دیکھ ہوگی اس واسطے تمہاری اچھی آنکھ سے میری بری آنکھ اچھی ہے۔ اگرچہ اُس کو جانتا ہوں کہ یہ بُری ہے اور تمہاری اچھی ہے۔ لیکن یہ عین میری ہے۔ اس لئے عزیز ہے اور وہ میں غیر کی ہے۔ اس لئے نا عزیز ہے اسی مصداق پر اُس بری کو اپنی بُرائی دوسرے کے بھلائی سے اچھی معلوم ہوتی ہے۔ کہ اگر کہا جاتا ہے تو اُس کو یہاں تک بُرا معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے کے بھلائی کو بھی بُرا کہتا ہے + یہ انتہا درجہ کی ہٹکارا ہے۔ خوبی کے

عدم موجودگی کی حالت میں آدمی میں بہایم ہے + پس دنیا میں علیا کا نمونہ ہے۔ جو یہاں خوب و خوش ہے۔ وہاں بھی خوب و خوش ہے + جو یہاں روح القدس اور روح اللہ میں فنا ہے وہاں بھی روح القدس اور روح اللہ میں فنا ہے + جسکی دنیا خراب ہے اس کا علیا خراب ہے + جس کا مجازی خراب ہے اس کا حقیقی خراب ہے + جبکہ روح اللہ نے دنیا میں ناخوش رکھا اس سے سلب نعمت کر لیا ہو اس سے روح اللہ دین میں بھی سلب نعمت کر لیا + پس یہ نسبتی عین ہستی کا نمونہ ہے اس لئے کہا جاتا ہے کہ

عالم اول جہان امتحان عالم ثانی جزائے ایں دامن

لہذا قدرت کا اصلی مقصود آئندہ نسل کی بہبودی ہے۔ کہ احدیت کا دورہ آجائے سب ترقی کرے کر لے متعدد ہیں۔ کہ مقناطیس حقیقی بنام روح اللہ جو سب کو کشش کر رہے ہیں۔ یہ سب لطیف لہجہ میں فنا ہو کر لطافت کے عالم میں مہیوم المکسوم کی طرح قیام کئے ہوئے ابد الابد محفوظ رہیں + کہ اس ترقی سے اس کا کچھ نہیں بگڑتا۔ وہ یہاں تک رحمۃ ترقی چاہتا ہے کہ لوگ اس کے بھی محتاج نہ رہیں عین وہی ہو جائیں۔ اس میں بلا یقین شقیں بہ القیادہ تسلیم ہر تسلیم کرتے جاؤ۔ پس جہاں جس چیز کی پرستش ہوتی ہے وہ چیز وہاں روز بروز پھول پھول کے مولی تازی ہوتی جاتی ہے۔ تو جہاں روح انجسٹ کے پرستش ہوگی وہ اس میں بڑھتی جائیگی۔ چال چلن سے اپنی افزائش ہستی کی ہمہ آں خبر دیتی رہیگی + جس میں روح القدس ہے وہ اپنی بجلی ظاہر کرتی رہیگی + دیکھو دولت حیات کی زکوٰۃ نیکی ہے۔ روح القدس کی محبت سے بڑھکے اور کیا زیادہ نیکی ہوگی۔ لہذا روح القدس کو روح انجسٹ پر قربانی نہ دو۔ بدی پر نیکی کو ذبح نہ کرو۔ خلق اللہ پر روح اللہ کو نثار نہ کرو۔ بلکہ کو چھوڑ کر فنا کو نہ پکڑو۔ فنا شیطان ہے۔ بقا رحمان + اور یہ سب صرف الفاظ ہیں جو صرف ہو اسے مرکب ہیں۔ روح معانی کو حرفوں پر بل نہ دو۔ لفظ شریعت ہے اور معنی معرفت۔ معرفت شریعت کا کام کر سکتی ہے۔ مگر شریعت معرفت کا کام نہیں کر سکتی۔ جیسے حق عقل کا کام نہیں کر سکتی مگر عقل حق کا کام کر سکتی ہے عقل حاصل ہو تو حق کا حاصل ہو جانا آسان ہے اور حق حاصل ہو تو عقل کا حاصل ہونا مشکل + اسی طرح روح عقل کا کام کر سکتی ہے مگر عقل روح کا کام نہیں کر سکتی + اگر روح حاصل ہو تو سب کچھ حاصل ہو سکتا ہے + اسی واسطے بھول میں روح ہاشمی محسوس دی گئی ہے کہ ترقی کرتے جاؤ۔ اسکے ذریعہ سے روح القدس حاصل کرلو۔ کہ وہ حاصل ہونے پر اگر کسی جگہ دوا کے طور سے روح انجسٹ کی ضرورت پڑ جائے۔ تو اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے۔ بخلاف اسکے کہ اگر روح انجسٹ حاصل ہوئی تو روح القدس

تکرار

عقل پرست

قد و یک چیز کی ترکیب سے ایک جو ہر پیدا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ قطرہ سلب سے ایسے ایسے دلوں و درہ قطرہ بارش سے ایسے ایسے مردارید و گہرٹی سے تمام آہن و سیم و زرہ تو یقینی ہے کہ جو چیز نیچے بن کے تیار ہوتی ہے اور پر بھی بن سکتی ہے + مگر کھانے پینے اور دیگر چیزوں کے طرح یہ ترکیب معلوم ہونی چاہئے۔ کہ کتنی کتنی مختلف چیزوں کے ملنے سے فلاں معلوم چیز بن جائیگی۔ تو اس مقدار پر اس چیز کے بنانے کا نام منسوب بہ کم ہو کر کیا کہا جائیگا کہ تمام عالم کی بنا کیا پر ہے۔ تو ایسی حالت میں عقل کیا کی مہیکل میں ظاہر ہوئی۔ مگر عقل کل کے پاس وہ کیا ہے کہ ۵

ایں ہمہ مینا گریہا کاراوست	ایں چنین اسیرا اسرار اوست
کیما دلو کہ تبدلیش کست	گرچہ جوئے خون بودنیش کند

چنانچہ جس دم عقل بری و جبری اور نیچ کی چیز جن کو سفلیات کہتے ہیں ان کے آثار و خواص کے بموجب ایک چیز کو دوسری چیز سے ترکیب دلو اگر نادیدہ و نادان کے آگے پیش کرتی ہے۔ جس سے اس کو تعجب ہونے لگتا ہے تو اس کو شعبہ کہتے ہیں۔ کہ اس جگہ عقل شعبہ کے رنگ میں ظاہر ہوئی۔ جیسے اگر کوئی مداری معمولی سانپ کو کیر کی جڑ سوکھا کے زہر بار سلب کر کے اپنے پاس رکھے۔ اور کسی نیشہ کو بے حساب ملتہب کر کے عرق زنجبیل میں غوطہ دیکے اپنی پاس رکھ لے۔ اور خالی لیوں میں پارہ بھر کے موم وغیرہ سے بند کر کے اپنے پاس رکھ لے۔ اور اسی طرح بہت سی چیزیں اپنے پاس بنا کے رکھے رہے کہ تماشا کے وقت سانپ کو پکڑ کے دکھلاے کہ وہ مار اس کا رام ہے اس کو ڈستا نہیں اور اس کا بچ کو کھا کے بنلائے کہ دیکھو کا بچ سے ہمارا منہ نہیں کھتا۔ پان کی طرح چبا جاتا ہوں اور لیوں کو دھوپ میں رکھ دے کہ دھوپ لگتے ہی پارہ کے سبب سے متحرک ہو کہ دیکھو بیجاں چیز ہمارے حکم سے ایسی دوڑتی ہے۔ جیسے دگر بے جاں۔ جو جاندار معلوم ہوتے ہیں کسی حی القیوم کے حکم سے۔ کہ اس نے بھی اس میں کچھ رکھا ہے جو چلتی پھرتی ہیں۔ پھر ہم اس قدر نہیں تو اس کے اقل قلیل جو من اجودا تو ضرور ہوئے۔ تو یہ سب قدرت نہیں ہے۔ بلکہ قدرتی چیزوں کی مدد سے یہ ترکیب ظاہر کی جا رہی ہے۔ اس واسطے شعبہ ہے۔ اگر یہ شعبہ بہت ہی بہت تعجب خیز واقع ہو تو طسماۃ کہا جائیگا۔ جیسے فریٹن ہے۔ اب اگر عقل نیچرل چیزوں سے کچھ آرام رسانی خلائق کے لئے چیز تیار کر لائے کہ جس مہیکل میں مقیم ہے اس مہیکل کے مطابق اس کے عوض میں آرام ہو پئے تو عقل صنعت و حرفت کے پیرایہ میں ظاہر ہوئی۔ جو عقل فوری سے توجہ میں فوراً نتیجہ اخذ کر لے اسکی حقیقت کو جاننے کے بعد بلاشبہ میں مقدم ہو تو یہ کہا جائیگا۔ کہ عقل مذکور منطق و فلسفہ کی شکل میں نمودار ہوئی + جو عقل یہ تجویز کرے

کہ سانپ کا زہر نکال دو۔ کہ ڈسے نہیں۔ دشمن کا ہتھیار جھین لو کہ حملہ آور نہ ہو۔ حملہ کے وقت مار جائے۔ اور ہم غالب رہیں۔ اپنا ہتھیار نہ جائے کہ باسانی تمام تمدن و انتظام کر لیں۔ سب کو قابو میں کریں۔ تو اس عقل کو حکمت کہتے ہیں کہ وہی عقل حکمت کے لباس میں ظاہر ہوئی۔ جو عقل تمام عالم کو نمونہ عقل بتلا کے ایسی سخت پیرانی میں ڈال کر اپنی ہی ذات سمجھانے میں پہلے خود ہی کو عاجز کر کے خوشی کے عالم میں ڈالتی ہوئی یہ سمجھا دے کہ کسی چیز کی اصلی حقیقت دریافت نہیں ہو سکتی جو کچھ یہ حرکات ہو رہے ہیں بالکل نامعلوم ہیں کہ کیوں ہو رہے ہیں۔ پس جسکے جودل میں آئے بولنا جائے اور کرتا جائے کیونکہ بولانیو الا کرنے والا کوئی اور ہے تو یہ عقل محیر ہوگی۔ پہر اس بنا پر جو کچھ عقلی مضمون دھام سے ہر طرح کے قول و فعل کا ترکیب ہوتا ہے کہ اس میں سے جس طرح معمولی آدمیوں کی بہت سی باتوں میں سے کچھ سچ ہو جاتی ہیں اسکے بلند پروازی کے مطابق دس پانچ باتیں سچ ہو جائیں جو محض اضطراری ہیں تو اسکو رجم بالغیب کہنگے کہ اس کیسوی کے سبب عقل اس کے ساتھ یا خود کے ساتھ یہ رعایت کرے کہ اگر کسی مارگزندہ کو یہ کہلا دے کہ بھا اچھا ہو جائیگا اور وہ اچھا ہو جائے تو یہ کہا جائیگا کہ عقل ہذا مسحر کے معنی میں ظاہر ہوئی۔ رفتہ رفتہ اگر اس میں اس قسم کا اثر عطا کرے کہ کبھی کبھی اس کی بات سچی کر دیا کرے۔ تو یہ کہا جائیگا کہ عقل مذکورہ اہل ص کے مفہوم میں پیدا رہوئی۔ اگر یہ اہل ص کثرت سے اضطراراً ہو جایا کرے تو یہ کہا جائیگا کہ عقل استدراج کے دائرہ میں نازل ہوئی۔ اگر عقل معلومات کے ترتیب سے خود کو مستغفر کرے ہر ایک چیز کے نتیجہ کو ملا کہ بہت ہی پیشتر حکم لگا دیا کرے۔ تو یہ کہا جائیگا کہ عقل انکشافات کے میدان میں سائر ہوئی۔ اگر ایجاب کی صورت میں نمایاں ہو تو اختراع کے صورت میں ظاہر کیا جائیگا اور وہ اعجازنا عقل جو رجم بالغیب کے نام سے اوپر لکھی گئی تھی اگر اس نے بخوبی یہ سمجھا دیا کہ ہر ذرہ کائنات بایکدگر اکمل و اکول اور ایک دوسرے کے تحت میں زندگانی و سیما ہے کہ ظاہر اب کا سلسلہ سورج پر تمام ہوتا ہے۔ کہ وہی سب کا خاتم و مخدم و رب الکائنات ہے۔ مگر اس میں کچھ اختیاری قدرت نہیں بلکہ کسی قدر کی طرف سے رب الکائناتی کے عہدہ پر مامور ہے۔ اس سے یہ اسی طرح قدر نہیں کہا جاسکتا جیسے نیول۔ سانپ کے مارنے جلانے سے اسی سبب انہیں کہا جاسکتا۔ اگرچہ سب لوگ میسا بایکدگر میسا ہو اکریں تو ہوتے رہیں۔ پس اصل حقیقی میسا روح اللہ ہے جو اس میں ہمہ کن مارج و مسح رد کر رہا ہے۔ اگرچہ ظاہر آج وہی معلوم ہوتا ہو۔ اس میں اختیاری قدرت قدر یہ ہے۔ کہ جو کچھ چاہے کہ گزرے۔ تو اب اس جگہ یہ عقل قدریت کی عالم میں ایسی ہنمک ہے جیسے باس بھول میں۔ گل گلابل میں رنگ آب دروغ میں۔ کہ بایکدگر ایک اور بایکدگر جدا جدا۔ یہ بھی ایک شان عقلی ہوئی تو گویا سب قسم کے عقل کا مرجع و عقل

کل اس طرح سے ہوتی ہے جیسے دماغ سب قسم کے بو کا مرجع بنتا ہے۔ کسب قسم کے بو کا معراج دماغ تک ہوتا ہے۔ دونوں کی گزر گاہ ناک بنتی ہے۔ دونوں کو معراج تک پہنچانے والی قوت شامی بنتی ہے۔ مگر پلو شاہ روح کے طرف سے باب الالف کا پہرہاں بنام قوت شامی سختی سے ڈانٹا جاتا ہے کہ تم نے کیوں بغیر ٹکٹ اور ہمارے طلب کے اس کو منزل لگاؤ مسافریں تک پہنچانے کے طریق کی اجازت دی کہ تمام تعلیم کی تعلیم گندی ہو گئی۔ فوراً باب الالف کو کیوں نہیں بند کر دیا اسکو زبرد تو بیج کیوں نہیں نکال دیا۔ لہذا ابھی نکالو۔ پس بدلوئی بخیر ثاقب کی طرح سے اتنی در بلندی پر چڑھا کے ظاہر متشابہ بکوبک درمی بنا کے مردود کر دی جاتی ہے۔ کہ یہ سب ملمع کاری ظاہری ہے۔ اصلی نہیں۔ اس لئے راندہ در گاہ رہی۔ اور خوشبوئی کی اس قدر خاطر و مدارات ہوتے ہیں کہ روح اپنے ساتھ لئے ہوئے تمام تعلیم ابدان میں بے روک ٹوک سیر و تفرج کے لئے حکم دے دیتی ہے۔ تو وہ عقل جسٹی مددی جس کا ذکر در پیش ہے وہ تنزیلات و منزلات۔ مقامات و مدارج۔ اور مراتب نام نشان کے توسل سے بزرگ پر نور نہیں ہے بلکہ از خود ہے۔ اگر تمہاری سمجھ میں نہیں آئے تو یہ تمہاری عقل کی خطا ہے اُس کے نزدیک تمہاری ساری عقلی غیب دانی و عقلی ترقی محض ایک حماقت ہے۔ تو اب ذہن عقل سے دریافت کرو۔ کہ عقلاً کس کے آگے سر تسلیم خم کرنا چاہئے۔ جبات اللہ درج اللہ یعنی عین اللہ کے آگے یا خلق اللہ و عبد اللہ کے آگے۔ تو جس کے آگے تم نے سر جھکایا ہے وہ کب عبد اللہ ہے۔ اگر وہ عبد اللہ ہوتا تو ممکن تھا کہ سر جھک سکتا۔ لہذا پہلے تم فانی اصامت ہو جاؤ۔ اس کے بعد فانی التماز پس ازاں فانی العمل بعدہ فانی الغور کہ اُس سے کیا اثر پیدا ہوتا ہے۔ تو اگر چاہائی ہے تو ممکن ہے کہ کچھ محبت پیدا کرے اسکو بڑھانا شروع کرے کہ عشق پیدا ہو۔ اُس سے عقل از اقسام نور قدسی پیدا ہونے لگے کہ اُسی قسم کے ایک احمق کو ایک اعلیٰ وسیع پیمانہ پر پہنچاتی ہے بڑھتے بڑھتے صحیح نتیجہ اخذ کر نیے و مدوار ہو جاتی ہے۔ غور و فکر کو فحندی کی چاٹ لگا دیتی ہے۔ سوال کافی جواب شنائی کی عادت پیدا کر دیتی ہے۔ قلیل لفظ کثیر المعانی جملہ بولنے کا از خود محاورہ ڈال دیتی ہے۔ جزوی مدارکات سے کلیات کو انتزاع کر کے لامکان سے غایب چیز کی تحقیقات کرتی ہے۔ سب کو حاضر کر کے محاضرات پر حکم لگاتی ہے۔ پھر ان تمام حقایق و ادراکات کو بغیر مقدار و خیرہ معلومات پر قبضہ کرتی ہوئی انوار جلالات تک انکشاف چاہتی ہے۔ پھر وہ اسرار کو دریاں و دہان کرنے کو تیار ہوتی ہے۔ سب چیز کا وزن کر لیتی ہے۔ ممکن ہے کہ کائنات بھر کا وزن بتلائے۔ کسی چیز کے تحقیقات میں پسپا نہیں ہوتی۔ حتیٰ کہ اپنی حقیقت خود اپنی حرکات آثار سے

ظاہر کر دیتی ہے + افعال و اعمال اقوال و احوال سب کو ملا کے مقیاس العقل بنا دیتی ہے + اس کے فیض سے آدمی میں تہذیب آتی ہے۔ آدمی کو چاہئے کہ عقل کسی عاقلِ نورانی سے سیکھے یا پہلے اس عالم کے ہرزہ سے سیکھے جسکو تجربہ کہتے ہیں۔ کہ یہ بھی اسی کا ایک نامشمار کردہ جز ہے۔ مگر عقل کے سرحدیں ضرور فانی ہے + اور ہر فانی فی العقل البتہ عاقل ہے۔ اور عقل خود فنا پر عقلِ کل ہے + اور عقلِ کل فنا فی عقلِ آفریں ہے۔ پس یہ بھی فنا اس میں ہوا۔ گویا عقل ہوا + تو وہ عقل ایک قسم کا عکسِ نور ہے جس قدر زیادہ ہو اسی قدر چہرہ نورانی مترشح عقل ہوتا ہے + تو نورانی چہرہ دلے عاقل کی یہ حالت ہے کہ اس کی چال چلن نورانی ہوتی ہے + رفتار و گفتار نورانی ہوتی ہے + چشم و پیشانی نورانی ہوتی ہے + دل اور اس کا آب و گل نورانی ہوتا ہے + نور علی النور سر پر عقل مجسم ہوتا ہے + اس کا باطنی نور ایسا چھپا رہتا ہے۔ جیسے بگل میں۔ یا رُوحِ جسم میں یا خدا بینی خودی میں۔ خواہ شہارہ پتھر میں یا آتش کا پرکالہ دیا سلائی میں۔ کہ ذرا سا کرکٹیں ایسا بھڑک اٹھے کہ عالم کو خاک و سیاہ کرے۔ اگرچہ اس کے بھڑکنے کو پانی روک سکتا ہے۔ تو پانی کے بھی بہت سے اقسام ہیں اور آتش کے بھی اور انوار کے بھی۔ کیسے ہی گندہ اور نحس پانی ہو وہ سارے قسم کے جمادی آتش لینے جو لوہے نکالی گئی ہو یا پتھر وغیرہ سے سب کو گل کر دینے کو کافی ہے مگر دوا نور وغیرہ کے آمیزش سے جو طبع میں نشانی کی جگہ کام آنے کو دانش تیار ہوتی ہے وہ الٹا فقط ایک قطرہ بارش سے اگلا ہو جاتی ہے + اسی طرح جوش مارتا ہو اکڑا ہوا کاتیل اور پانی دینے سے بھڑک اٹھتا ہے۔ تو اگرچہ ہر ایک چیز مسلسل غالب مغلوب کے صریح میں ناتناہی چلی جاتی ہے۔ مگر اس نورِ متمم الانوار پر ہرگز کسی کا غلبہ نہیں۔ اپنی مرضی کے مطابق جس جگہ چاہے ایسا بھڑک اٹھ سکتا ہے جیسے فرض کرو کہ کوئی غنیم آتش باری کے لوازمات کے طور سے ایک سرسبز باغ آتشینہ اس واسطے بنا کے چھوڑ دے کہ اس کے دشمن پھلا پھولا ہوا باغ بھکے اس میں فروکش ہوں اور کچھ پھل توڑ کے کھانے کا ارادہ کریں کہ ایک پتہ کے بھی کھڑکاتے ہی تمام باغ کا باغ اگلا ہو کے بھڑک اٹھے کہ سب وہیں کے وہیں رہ جائیں + پھر وہ باغ تمام ہستی کے برابر ہو۔ یا اس سے بھی بڑا ہو کیسا ہی ہو + اس باغ میں ایک پتہ کھڑکاتے پر بھڑک اٹھنے کی ترکیب نہ رکھی ہو بلکہ کسی حوض کے حفیہ و آبیز کے کج و پیچ کرنے پر رکھی ہو کہ مروڑتے ہی فوراً بھڑک اٹھے۔ کہ اس کا وہی نتیجہ ہو جیسا یہاں ہوا + تو ایسی حالت میں خدا جانچ پر تال کر جگہ بھونک بھونک کے عقل سے پوچھ کے قوم اٹھانا چاہئے ورنہ سب کے سب ہلاکت میں پڑتے جائیں گے۔ تو ایسا باغ کوئی عاقل ہی تیار کریگا۔ کہ دشمن نیست ہو جائیں۔ تو یہ ہر ایک فرد بشر فرداً فرداً عالم اکبر کا نمونہ بنا ہوا عالم اصغر بنا ہے۔

نہ معلوم ان سمجھوں میں کون ایسا حوض کوثر ہے جس میں تمام وہ نورِ تم الانوار چھپا ہوا ہے کہ خدا سانس حوض کوثر کے ابریزیل کا سر جدا کرتے ہی تمام باغ کا باغ جل بھٹکے خاک سیاہ ہو جائے اُس کو عقل سے جانچ پڑتال کے کام کرنا چاہئے۔ ہرگز کسی متمم الانوار کا سر بے سر نہیں ہونا چاہئے۔ ورنہ آفت آجائگی۔ دیکھو عقل سے کام کرنا۔ سارے منارۃ قدو قامت کا چراغ ان سر ہے۔ اُس میں نورِ عقل روشن ہوتا ہے۔ اگر وہ گل ہو گیا تو تمام عالم اصغر اندھیرا ہے۔ اندھی سو جھتی ہے وہی کو حقائق کہتے ہیں جسم ہر عالم اصغر فرداً فرداً اندھیرا ہو جائیگا تو تمام عالم اکبر اندھیرا ہو جائیگا۔ تو تمام عالم اصغر میں وہ عالم اکبر جو درحقیقت اکبر نام پہلے اللہ طرفِ روح اللہ ہوتا ہے۔ اوس سے بادِ پیش آنا اور اُس پر سے کوڑا مارنا کارہ عالم اصغر کو قربان کر دینا ہتر ہے مگر اُس کا قربان ہونا ہتر نہیں۔ اگر یہ قربان ہو تو کارنامہ عالم معطل ہو جائیگا۔ کعبہ کی طرح سب سوگ میں سیہ پوش ہو جائینگے۔ کہ یہ اندھیرائی مارے اندھرائی کے نیست ہو جائیگی۔ غرض کہ سب نقصاناتِ ابدی میں پڑ جائینگے + اُس تم الانوار کا کچھ نہ بگڑیگا۔ بلکہ درتزمانی کا کھلا میدان پا کر از خود اپنی خودی سے خلوتِ صحیحہ کر لیگا۔ یا جیسا چاہے کرے۔ پس اعلیٰ حاکم کا اپنے ادب رکھنا چاہئے۔ تو عقل کا جو اعلیٰ حاکم ہے وہ روح اللہ ہے وہ کچھ احمق نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی روح کیونکر احمق ہوگی بلکہ وہ تو حکیم عقل آفرین ہوگی۔ اُس کا کمال ادب کیا منی کہ اُسکی سچے دل سے پریش چاہے تو یہ سب باتیں عقل کے ذریعہ سے معلوم ہوتی ہیں۔ اس واسطے اگر عقل کو آفتابِ ملتا تب کہیں تو بجائے غیب دانی کی دو بین کہیں تو روا ہے۔ جہاں تک اسکی تعریف کی جائے اُس سے سوا ہے۔ اسکی اور عقل آفرین بنام روح اللہ یعنی خدا ہے۔ اگر یہ نہیں تو اور کیا ہے۔ اسی کے طرف انا لند و انا علیہ راجعون کہتے ہوئے دلچست روح بننے جاؤ۔ عقل اُسی طرف ملنے چلنے کو اندرونِ دماغ بیٹھی ہوئی سفارتِ پیغمبری کر رہی ہے۔ اُس کو حماقت پر قربان نہ کرو۔ حماقت عقل کی دشمن ہے۔ چھوٹوں کے کشتی کرنے میں بڑے کا زور کم ہوتا ہے۔ حماقت اگر عقل میں فنا ہو۔ تو غفلت ہو جائیگی۔ خباثتِ قدسیت میں فنا ہوگی تو قدوس ہو جائیگی۔ جو روح خاص روح القدس فنا ہوگی تو میں روح اللہ ہو جائیگی۔ پس عقل وہی ہے جو تمام اپنی ازلی وابدی سلسلہ کو درست کر کے منزلِ مقصود تک پہنچا دے ورنہ محق ہے کہ تو دیکھو ان سب ہدایات پر قائم رہنا ہرگز نہ پلٹنا یہ سب نورِ ہدایات از خود ہماری خودی سے ریزاں ہیں کہ دونوں خودی ہماری ہی ہے کہ ایک سے دوسرے پر منحس ہو کر تم پر پہنچاتی ہے۔ غرض کہ یہ بھی ایک تثلیث ہوئی گویا کہ غزل

از جلوه الہی شمس الضحیٰ و میدہ	کز رونقِ تجلی نورِ اہدی چکیدہ
--------------------------------	-------------------------------

<p>گفتا کہ کن - ہما ند م ارض و سما تنیدہ ہر سمت برقی لرزاں خندیدہ و ہمیدہ ابر بہار آمد قوس قزح خمیدہ چو قطرہائے بارش بر نخل و گل چکیدہ بر سر وقد ز گلشن باد صبا وزیدہ اموخت است ظالم رفتارِ برگزیدہ از دیدہ دریدہ مرغِ بنگہ پریدہ سر جملہ سرکشان را شمشیر ما بریدہ در سینہ ہائے دشمن خارِ حسد خلیدہ چوں لذتِ عنایت از ذاتِ ما چشیدہ بل ایں چنین بدیم جانِش ز تن ہلیدہ خلق و عطا و احسان لطف و سخا و ایماں علم و حیا و صلوت حلم و وقار و دولت حمد حمید کردن از لفظ و حرف و معنی لفظ از زبانِ محی آید بہ یاد گویا از فکر و یا تصور اوصافِ ما نہ وصف است ذہنی بہ سکتہ باید چسبیں بگوئی تو بے او شمیدی از گوشِ ہم شنیدی اول شنیدہ بودی امروز خود بدیدی</p>	<p>از قیدِ علم خالق ہر دور سرا رسیدہ چوں مار آتشینہ بر آسمان دودیدہ باد نسیم صحرا بر غنچہا وزیدہ از زنگارِ ہائے زنگیں ہر برگ و ہر زیدہ گاہے تنید و گاہے از ناز کی خمیدہ پروردگار خود را مظلوم آفریدہ ہم دانہ ہائے خالِش با صد نیاز چسیدہ پیل و پینگ و گرگاں از خوفِ ما رسیدہ انگشتِ حسرت افزا بر یاد ما گزیدہ ترسید و گشت لرزاں جانِش بلب رسیدہ حتی کہ جملہ عالم از خوفِ ما خزیدہ صدق و صفا داراں از ما جہاں کشیدہ صبر و رضا و ہمت از ذاتِ ما سزیدہ کے حمد شد ز احمد ہر حمد ما حمیدہ غلطای بہ بادِ گنجد در گوشِ نا شنیدہ ہرستی عاجز آمد خود را ز ما بچسیدہ حمد محمد آمد در وحدتِ وحیدہ از چشم خود بدیدی تا ہم کس شمیدہ زیجا بگو تو یہی حالاً و گر قصیدہ</p>
--	---

دگر قصیدہ

<p>من ایں بہ تو نہ پرسم چوئی و چرائی ای خالقِ بختاں در بخلِ بے نظیری با من ہر اسچہ کردی ہر گز کرم نہ انہم اے بے وفائے قلم و قتیقہ دزد آمد</p>	<p>ہستی و یا نہ ہستی بنما مرا کجائی گویم کریم آدم مارا اگر عنائی بالائے طاقِ کردم جملہ زیک جدائی اورا چرا نہ دزدی کردی چو بے وفائی</p>
--	---

<p>دِل رطواف کردی حاجی مگر نہ گشتی دیدار گر غنائی صدقہ ز تو بدام از گنجائے کفرت من کفر ہم نگیرم صدقہ بدادہ مارا از دولت و چودش نی الحق اگر رحیمی بر من نہ رحم کردی مظلوم ہست یحییٰ از ظلم جان میکھی چون ہٹے ہوئی گشتہ در نام حالے میکھی دِل شد بشکل بیضہ بیضہ بشکل عالم چوں اندرون بدیم میکھی بعرش بودہ</p>	<p>سُبْحَانکَ بریں شاں اِسِ خوئی دلربائی ورنہ پئے دگر گشتے کئے میکنم گدائی یک چیز ہم نخواستیم از ہیئت گدائی خود را ز کوۃ دادم اَد کے کند گدائی چوں نام رحم آمد در ظلم مبتلای در رحم کذب کردہ بیکار خود ستای یک ما بشکل دل شد بگشتہ از دو ہائی زردی پوشش گشتہ روشن شدہ خدائی سرتاپا بہ ہستی در عالم یکائی</p>
---	--

تو یہ قصیدہ ناز آمیز اس بچی لکھنے سے اس بچی نے پڑھا جو درحقیقت دونوں ایک ہی ہیں۔ تم اپنی طرف سے ایسی بات نہ بولو نہ پڑھو نہ لکھو۔ لیکن عبادۃ اس قصیدہ کو پڑھنے میں مضائقہ نہیں کیونکہ یہ بچی تعالیٰ کے طرف سے منسوب ہو چکا ہے لیکن اگر بچی تعالیٰ سے درحقیقت سچا عشق ہے تو خیر کچھ مضائقہ نہیں۔ اسکو ہمارے سامنے۔ بچھو کے بچھو کہنے میں۔ لعنت اللہ علیہ وسواۃ علیہ کہنے میں۔ حرام زوۃ و سورا کا بچھ کہنے میں بھی وہی لطف مبارک حاصل ہو سکتا ہے۔ جو جناب عالی کے کہنے میں۔ کیونکہ ممکن ہے کہ بچہ تعالیٰ سب نجس معانی کو لطیف معانی سے بدل دے۔ پس ہر چہ از دوست میر نہ دیکو امت + کیونکہ وہ اپنے سچے عشق کے سبب سے عاقل بن جاسکتا ہے۔ اور عقل سے یہ دریافت کر لے سکتا ہے کہ ہر چیز اصل کے فعل سے منفصل ہو کر بہ کن موثر بہ ہوتی رہتی ہے۔ تو جس دم تاثرات اپنے انتقال مکانی سے متاثر ہوتے ہوئے اپنے متاثرہ سے واصل ہوتے ہیں۔ تو نیز نبات تاثر سے مخلوط ہو کر رنگا رنگ تاثر پیدا کرتے ہیں۔ اب اس سے رطوبت۔ برودت۔ حرارت اور یوست پیدا ہو یا سب کی آمیزش کے ساتھ متعفن ہو کر ایک جداگانہ عنصری صورت قبول کر کے اس کو ہم آئی تاثرات گونا گوں کے لوازمات تاثر جو قدر فطرت سے تقسیم ہو تا رہتا ہے۔ متاثر ہونے سے جس سے طبائع مختلفہ کا طور ہوتا ہے۔ یا جیسا موقع ہوا اسکے مطابق عمل میں لائے یہ اسی کے متعلق ہے اس لئے اب تمام ذرات تاثرات کو بح طبائع مختلفہ اکٹھا کر کے سب کو ہم خیال بنالینا ظاہر اُبت دشوار ہے۔ مگر جیسے تمام عالم و تاثرات کا پیدا ہونا مشکل و محال تھا اُد کسی تاثر آفرین نے پیدا کر دیا جو سچی وہ چاہے تو اپنی اختیاری تاثر ہستی سے سب تاثر کو رد و بدل کر دے اسکو اختیار ہے۔

پس اُس کا دشنام دوشنام دونوں ورد و طہ ہے چاہے دشنام کو خوشنام کر دے چاہے خوشنام کو دشنام
مگر دوسروں کے لئے ضرور ہے۔ دوسروں کو چاہئے کہ

ایسے کم طرف نہ ہوں جس سے بھگتے جائیں گل کے مانند چدھر جائیں مکتے جائیں

ایسے ہی لوگ ترقی کرنے کرتے نبوت کے کارواں سرائے میں فروش ہوتے رہتے ہیں۔ اور وہاں
پہنچ کر ایسے متحد بالائحد ہو جاتے ہیں کہ اُس اتحاد کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وحدت کے ساتھ توحید
میں اور توحید کے ساتھ وحدت میں مبتلا ہو کر بہر انداز ہوتی رہتی ہے = کہ جس دم وہ نبی الموعود باشندہ
یکائی اپنے وقت مقررہ پر دنیا کی طرف خود کزتاب سے تو اُس زمانہ کی آیت ہو اور انقلاب کے مطابق حیلہ بہت
ہی کم تر سے کم تراشہ میں بعینہ اُس زمانہ کے نام مقدمات و حالات کے تاریک رگ و پیمان
کے تہ تک پہنچ جاتا ہے + پھر جس وقت تہذیب و ہدایت کی طرف رجوع ہوتا ہے تو جھدر لوگ اُس
میں اپنے کمالات کے ساتھ فنا ہوئے ہیں۔ اُن سب کمالات کا اشتہار اُس کے حرکات و سکنات
سے بالکنا یہ ظاہر ہونے لگتا ہے = کہ صنایع و ید سلف اور آثارِ خلف سے اُس کی تقریر و تحریر لڑتی
جاتی ہے جس سے دنیا و دن پتہ لگ جاتا ہے کہ فلاں فلاں مقصد میں کی رو میں اُس میں فنا ہوتی
گئی ہیں۔ کہ اُس کے احوال و احوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سب زور عقل اور عقل کی غیبی دہرین سے
محسوس ہوتا ہے۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ دامارائکتہ بل است = کہ عقلمند آدمی ایک انتہائی تمام دائرہ ختم
کر سکتا ہے۔ تو جہدم وہ مدبر دائرہ زن بنام نبی جس کا ذکر باشندہ و یکائی کے اشارہ سے ایسا کیا جارہا
ہے وہ لوگوں کو اچھے کاموں کی طرف رغبت دلا کر دعوت کرتا ہے۔ تو اکثر وہ لوگ جو پہلے سے
اچھے ہیں + اور پہلے والے نبی کے راستہ پر سچے دل سے قائم ہوتے ہیں وہ بہت جلد اُس کے ہاں
میں ہاں ملانے لگتے ہیں + مگر جو اُس راستہ کے اُس پاس ہوتے ہیں وہ تھوڑی سی فمائش و توصیہ سے
اُس کی طرف رجوع ہو جاتے ہیں + جس میں زیادہ نور ہے وہ اُس کو دیکھتے ہی پہچان لیتا ہے جس
میں کم ہے اُس کی بات سے مطیع ہو جاتا ہے جس میں اس سے بھی کم نور ہے وہ ٹٹول کر ایمان لاتا ہے +
جس میں اس سے بھی کم تر ہے وہ اس کی فوق الفطرت اعجاز و انعامات کو دیکھ کر نوبت بہ نوبت پتچا پتچو کے
اثابت کرتا ہے + بہت سے لوگ دیکھا دیکھی بھڑیا و صلا داخل ہو جاتے ہیں + تو اُس وقت وہ نبی
اُن کے مدارج کے موافق ان کو درپردہ امتحان میں ڈالتا ہے تاکہ اُن کو یہ معلوم ہو جائے کہ جب وہ
مومن ہونے کے معنی ہیں تو پھر دعویٰ کو مدلول ہونے کے مطابق ثبوت درکار ہے = جیسے وہ
خود اپنے نبی کو آزما کے ثبوت پاکر ایمان لائے ہیں۔ اور اس کے ذریعہ سے خدا کی خدائی کو آزمائے گا

لوٹا مانا ہے + وہ بھی رستہ تھوڑا استحان میں ڈال کر پکا کر دینا چاہتا ہے + پھر جس جیسے کی دہ ڈگری
 سہل کرتے ہیں۔ اس کے موافق اُن کو عہدے اور خطابات دئے جاتے ہیں۔ اس میں جو مومن گرامی
 بنال ہوتا ہے وہ اس کے عشق میں لگ جاتا ہے اور کافر اپنے خشوۃ البطن کے پیچھے پڑتا ہے + جو اس کا
 صاحب اسرار ہوتا ہے وہ ایک ہی ہوتا ہے اُسی کو و تر یا اوتار کہتے ہیں + اگر اُس بنی نے شادی
 کر لی جس سے اُس کی نسل جاری ہو تو اُس عورت سمیت اس بنی کو شفیع کہتے ہیں۔ ورنہ و تر و خصوصاً
 اور اگر ایسے ہی بیعت عورت ہو تو اُس کو عذاراؤ بتول خواہ مریم یا فاطمہ کہتے ہیں جو اجدادِ جلال
 ہیں وہ ان سب کو قبول کرتے ہیں۔ مگر جو کفارِ ناجار سرِ پا ذلیل و خوار زمانہ بھر کے بدکردار محض نا فرمانِ بزار
 حرام زادہ نابکار دشمنِ پاک پروردگار ہیں۔ وہ مخالف ہوتے ہیں پھر اگرچہ وہ مالدار ہوں تو ہو ا کریں اس
 سے کیا ہوا دی محروم زور رہنے سے اُس موعود کے دشمن ہوتے ہیں اور طرح طرح کی باتیں نکالتے
 ہیں کہ ایسے ہتم بالشانِ قدرتِ کبریائی کے اظہار کے لئے کوئی شاہی لباس میں کیوں نہیں بھیجا جاتا۔
 کہ کبھی چرواہا کبھی تاجر۔ کبھی ملاح۔ گاہے چنیں گاہے چناں میں سے بھیجا جاتا ہے کہ بڑے لوگوں کو
 ایمان لانے میں غد ہوتا ہے۔ تو حرام زادے کے بچے یہ نہیں سمجھتے کہ اُس کے نزدیک بڑا کون ہے
 اپنے ذہن سے خود کو بڑا سمجھتا ہے۔ اور اُس کے انتخاب میں خود کو رائے زنی کے قابل قرار دیتا ہے +
 حالانکہ خود اُس کا بنایا ہوا ہے۔ یہ نہیں دیکھتا اور نہ کچھ غور کرتا کہ اس سے اور اس کی قدرت
 کا اظہار ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت ارمیا یعنی حضرت رام چند جی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت
 سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام دونوں شہزادوں کو شہزادگی سے معزول کر اگر پھر وہی فقیری لباس میں
 ہادی بنا کے پادشاہ بنایا۔ اس کے علاوہ اس کو سب سزا دار ہے جو چاہے سو کرے سرکار ایک
 ادنیٰ قرباش یعنی پولیس مین کو بھجوا کر امیر کبیر کو گرفتار کرتا ہے وہ چاہے ایک پچھر سے پادشاہ
 کو مروا ڈالے گویا وہ ایک چھبر ہی ایک ادنیٰ پولیس مین ہے جو مار ڈالنے کے فعل کو انجام دے دیگا
 لہذا جو عاشقِ روح اللہ بنیت سے رہتے ہیں تو جس دم وہ روح اللہ نبی کے شکل میں دنیا میں آ جاتا ہے یا
 ادھر ادھر رجالِ الغیب کی طرح دیکھ جاتا ہے۔ تو دیکھتے ہی وہ عاشق اپنے معشوق کے پوشیدہ اداء کو
 سمجھ جاتا ہے کہ ہر دم بلباسِ دیگر یا برآمد کا مضمون ہے پس وہ اُس کا ایک دم مطیع و فرمانبردار
 ہو جاتا ہے کہ

بہر رنگیک خواہی جامہ مے پوش من اندازِ قدرت رائے شناسم

اور جو عاشق نہیں تو عاشق نہیں ہونا ہی سخت کفر و عداوت اور زری بغاوت ہے۔ وہ بالکل نہیں بچاں

سکتا بلکہ دیکھنے پر اٹھا اسکو آدھ تخت عداوت ہو جاتی ہے میحائی صورت جو یوسف سے کرڈ چنڈ فزوں ہوتی ہے اسکو بری معلوم ہوتی ہے میحائی آواز جو الحان داؤدی سے کرڈ کرڈ چنڈ فضل ہوتی ہے وہ اسکو کریم محسوس ہوتی ہے۔ میحائی سیرت جو رحمانی سنت ہوتی ہے وہ اسکو زہر بار معلوم ہوتی ہے۔ پس میلان عاشق بمعشوق می گرد و درجہ ان فاسق بمفسوق۔ لہذا اے عاشقانِ روح اللہ دیکھو فنا سے فاسق رہو اور بقا کے عاشق۔ کیونکہ بقا ہی روح اللہ ہے۔ لیکن یاد باشد کہ ۵

عشق میں کچھ یاس کچھ امید داری چاہئے
واسطے محبوب کے سینہ نگاری چاہئے
غم نہ کھا سکتا ہو گر تو غمگساری چاہئے
ماں کی اپنی اس قدر خدمت گزاری چاہئے
تم کو گر کچھ بھی رضامندی ہماری چاہئے
میسے دلبر کو دو پیٹ یا نہ ساری چاہئے
نور کے گڑیا کو کیا پوشاک نورانی سے کام
جن کو مرضِ عشق کا دعویٰ ہے انکے واسطے
میں ہوں اُس اماں کا بیٹا جسکو بیٹا ہی نہیں
میں ہوں بخل لم یدلم یولدو بے ذات تھے
اُمی امی لکے میں بولا کروں درمہد پاک
لیس کبھی بوسہ کبھی مسوح رکھیں مہد میں
مہد نورانی میں جو ساکن ہو احمدی ہوا
انتظاری میں ہو گر چہ پھر نہ مانو گے کبھی
ایک دم رحمت نہ بھیجی کیسے بھیجے قہر کو
ابنِ مٹیم ہوں میحائی کا دعویٰ ہے مجھے
توپ کی حاجت نہیں ہے مالنا من دافع
میں نہ ہوتا تو کبھی ہرگز نہ ہوتی کائنات
کیونکہ میں نے مہد میں پائی ہے اسکے پرورش
کہدیا فالج گرے سارے مخالف پر مرے

کچھ تحمل چاہئے کچھ بقراری چاہئے
اور اُس کے واسطے صد آہ و زاری چاہئے
اپنے دلبر کی ہمیشہ پاسداری چاہئے
اُن بھی اُس سے مت کر دیو بھاری چاہئے
جب تو اُس پر جانِ ددل سے جانٹاری چاہئے
یا نہ اُس کے واسطے گونا گاری چاہئے
نور کیا نور آفریں ہے نور باری چاہئے
دل ہمارا چاہئے صورت ہماری چاہئے
ماں بھی مجھ کو چاہئے تو بس کنواری چاہئے
ازرہ انجیل اب امی پیاری چاہئے
اُن کے منہ سے لفظ مہدی مہدی جی چاہئے
کالے مسج مہدی تم کیا شیر خواری چاہئے
نور کا پتلا بنا نوری سواری چاہئے
اس لئے دنیا میں اب اک جگہ بھاری چاہئے
اسلئے قہر مطہر باری باری چاہئے
مجھ کو کیا اصحابِ انصار و حواری چاہئے
موصلِ قدرت کو کیا برچھی کٹاری چاہئے
مہدی موعود کی تمہید ساری چاہئے
اسلئے مہدی ہی کسبِ پیشکاری چاہئے
کر دیا پھر حکم سب پر خوف طاری چاہئے

<p>اگ برسے اور آفت صد ہزاری چاہئے اُسکے پڑھنے کے لئے صرف ایک قاری چاہئے بس اطاعت خالصاً خالی ہماری چاہئے صاف کمدیگا مجھے پروردگاری چاہئے اور جو ناری ہیں ان کو درس ناری چاہئے امر نہ امین نہ ہرگز انتظار ناری چاہئے قدرتی جو معجزہ ہے اختیاری چاہئے کیونکہ اس کے واسطے تکرار بھاری چاہئے اک عبا پہناؤ جس میں لال دھاری چاہئے گال پر آنسو کے بہنیکی کیاری چاہئے چغینا نکلیگا اُس کو اضطراب ناری چاہئے عرش ابر نور پر عرشی عمار ناری چاہئے ذالک یوم الخروج اب پردہ داری چاہئے کھیل کر دانے کو ایک تنہا درماری چاہئے پوجنے والا مجھے مجھ سا بھاری چاہئے اُس پہ گویا ناگ ایسا چتر داری چاہئے ہاں مگر اُس عشق میں پس پاداری چاہئے کون سبھی چاہئے سبھی بھاری چاہئے</p>	<p>ناگماں بھونچال ہو جا ساری دنیا میں بھی حرفِ فطری سے نوشتہ ہے بلوچ کائنات بس وہ قاری میں ہوں گویا کوئی بھی قاری نہیں جو کوئی پڑھ لے اسے شاگرد اُس کا ہے ہی نور کے پتیلے جو میں پڑھتے ہیں یہاری کتاب نور اُس کا عود اب کرتا ہے از منہ بزم یہ تو اپنا کام بایش ہاتھ کا سب کھیل ہے معجزہ کا وقت جب آئیگا دیکھو گئے بھی تا کہ میری جان پر پہنچے کوئی بھاری گزند بعد اس کے قہر وہ نازل کریگا سر بسر سراٹھیں گاجانبِ مغرب سے مثل آفتاب نعرۃ انی انا الحق مارتا جائیگا وہ ق۔ یوم تشریعہ الصیحة بالحق کذا میں تو ہوں اک ماس تپلا مجھ میں قدرت ہے جز ہمارے ذات کے ہرگز پرستش مت کرو گنت کنزاً خفیاً میں جو دینہ سر کا ہے مذہب عش خدا میں ساری چیزیں ہیں حلال ایک کچی چاہئے جسکو نیابت بخشہ سے</p>
<p>تو بہار میں ایک یچی نہیں بہت سے نکل سکتے ہیں۔ اور اگر بہار کے معنی جہان بھر کے لئے جائیں۔ تو جہان بھر میں بے شمار یچی نکلیں گے۔ اور اگر لفظ جہان تمام عوالم کے معنی میں استعمال کیا جائے۔ تو تمام عالم ہی وجود یچی سے پُر ہو جائیگا۔ تو درحقیقت یچی کے معنی ہر ذرہ کائنات کے ہیں۔ گویا بالکل ہستی کا نام یچی ہے۔ حتیٰ کہ ہستی آفریں کو بھی یچی کہتے ہیں + توازل سے ابد تک نہ کوئی معرفہ یچیا ہی یچی ہوا + پھر یہ بات صرف یچی بھاری پر خصوصیت کے ساتھ کیونکہ حصر کی جاسکتی ہے کہ یچی بھاری کو نیابت بخشی جائے۔ پھر اُس پر یہ بھی صاف نہیں۔ کہ بھاری یچی میں سے کون سا یچی؟ لہذا یہ ایسی ہی مجمل بات رہ جاتی ہے (جیسے اگر کوئی اپنے تابعین سے پوچھے کہ کیا تم لوگ مجھ کو عاقل</p>	<p>تو بہار میں ایک یچی نہیں بہت سے نکل سکتے ہیں۔ اور اگر بہار کے معنی جہان بھر کے لئے جائیں۔ تو جہان بھر میں بے شمار یچی نکلیں گے۔ اور اگر لفظ جہان تمام عوالم کے معنی میں استعمال کیا جائے۔ تو تمام عالم ہی وجود یچی سے پُر ہو جائیگا۔ تو درحقیقت یچی کے معنی ہر ذرہ کائنات کے ہیں۔ گویا بالکل ہستی کا نام یچی ہے۔ حتیٰ کہ ہستی آفریں کو بھی یچی کہتے ہیں + توازل سے ابد تک نہ کوئی معرفہ یچیا ہی یچی ہوا + پھر یہ بات صرف یچی بھاری پر خصوصیت کے ساتھ کیونکہ حصر کی جاسکتی ہے کہ یچی بھاری کو نیابت بخشی جائے۔ پھر اُس پر یہ بھی صاف نہیں۔ کہ بھاری یچی میں سے کون سا یچی؟ لہذا یہ ایسی ہی مجمل بات رہ جاتی ہے (جیسے اگر کوئی اپنے تابعین سے پوچھے کہ کیا تم لوگ مجھ کو عاقل</p>

سمجھتے ہو یا احمق صادق سمجھتے ہو یا کاذب۔ حقائق سمجھتے ہو یا دجال؟ اور سب لوگ جواب دیں کہ عیاذ باللہ ہرگز احمق۔ کاذب اور دجال انہیں سمجھتے بلکہ اچھے سے اچھا اور سچے سے سچا سمجھتے ہیں۔ اُس وقت وہ یہ کہے کہ جب تم مجھ کو سچا سمجھتے ہو تو میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم لوگ مجھ کو کذاب دجال و فاجر سمجھتے ہو۔ اگر تم کو اس سے انکار ہے تو گویا یہ کہنا میرا کذب و دجل میں شامل ہو جائیگا۔ لہذا اسی وقت تم مجھ کو دجال کہہ چکے۔ اگر اقرار کرتے ہو تو میرا کہنا حق ہو چکا۔ پھر تم پر کیا بھروسہ۔ اگر دونوں حالت میں چپ رہتے ہو تو اسکو کالاً اقرار کا مضمون پیش آتا ہے + اگر مضطر ہو کے یہ کہتے ہو کہ سسرورم بتو مایہ خویش را + تو دانی حساب کم و بیش را + تو میں تم کو کہہ چکا کہ ایسا ہونا چاہتا ہے + تو واضح رہے کہ جس طرح تمہاری زبان سے (ایک لغب) کا مفہوم سمجھا جاتا ہے اسی طرح میں تمہاری زبان سے دجال و فاجر ہونے والا شخص کہتا ہوں۔ جو باطن میں حقیقتہً ایسا نہ ہوگا لہذا اسکے مدعیان خود دجال و فاجر قرار پائیں گے چنانچہ اگر اس میں کچھ شک ہو تو اسکی آزمائش کی ترکیب بتلا دیتا ہوں اس کے مطابق کر کے آزمائتے جاؤ اور وہ طریقہ آزمائش یہ ہے کہ میں دروازہ موت سے اپنے ملبس یعنی ڈرسنگ روم میں کپڑا بدلنے جاتا ہوں اور اتنے ہی دیر میں تمہارے پاس لوٹ کر آتا ہوں کہ گویا غسل کیا۔ کپڑا بدلا۔ اپنے مقام و منام میں چکر لگایا اور واپس آئے۔ اس میں بہت ہی تھوڑا سا وقت صرف ہوگا۔ مگر اسی عرصہ قلیل میں بہت سے لوگ میرا نام لیکے تمہارے پاس امتحاناً آتے جائیں گے اور طرح طرح سے ثبوت پیش کریں گے جس سے لوگوں کو حیرانی ہوگی۔ مگر جس دم میں خود آ جاؤ گے تو اُس وقت کے لحاظ سے میں سخت زبردست رہو گے میرے نزدیک سب کے سب مثل ذرف ہو جائیں گے عش عش کر کے انگشت بدھان ہوں گے۔ ہزار کوئی سر پٹکے مر جائے تو مر جائے مگر ہماری ہی حیات رہیگی ہمارا ہی سکھ چل جائیگا۔ سب منہ تکتے رہ جائیں گے یہ بہت بڑی پہچان ہے۔ لیکن یقینی بات ہے کہ اسی عرصہ قلیل میں ایسے تم لوگ بد آموز۔ ناحق پرست۔ فظا الخصال ہو جاؤ گے۔ کہ حقاری کو ناحق قرار سمجھو گے + ایسے ہم تم کو جتلا دیتے ہیں کہ دنیا ایک نامک اور تھپیڑ ہے اس میں سب طرح کے لوہو و لعب ہیں۔ اس میں جو میں تم کو جا سچنے کے لئے آنا چاہتا ہوں۔ تو اس نامک کے قانون کے مطابق جانچو گے۔ تو نامک میں ایک دروازہ میں داخل ہو کے دوسرے دروازہ سے پاؤ ڈرو وغیرہ لگائے ہوئے بیس بدل کر برہو پیہ بنکے آتے ہیں کہ پہچانتے ہیں دھوکا ہوتا ہے۔ لیکن کبھی تاڑ جاتے ہیں تاڑ نیوالے۔ پھر وہ گل سفید کے گلادہ سے گلہلا کر کے فرنگے بنایا جائے یا انڈھیرا غپ وارنش سے زنگی بنایا جائے

کچھ ہو۔ تو تارٹنے والوں سے یہ کہا جاتا ہے کہ دیکھو یونیورسل نامک لا کے مطابق دروازہ موت سے جاتا ہوں اور دروازہ ظہرِ بطن سے عود الی المعاد کروں گا۔ اس واسطے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ جب طرح اب کی بارہما سے آمد کے دروازے بنام والدین تھے اسی طرح مراجعت کرتے وقت بھی ہونگے۔ جس طرح آج ہم کسی عبداللہ کے بیٹے ہیں اسی طرح اُس وقت بھی عباد اللہ کسی عبداللہ کے بیٹے رہیں گے۔ جس طرح اب کی بطنِ مادر نے امن و امان سے امانت رکھا تھا۔ اُسی طرح اُس وقت بھی رکھیں گا گو یا بطنِ مادر بہر حال آمنہ و آمینہ ہے۔ جیسے اس وقت ہاتھ پاؤں ہیں اس وقت بھی ہونگے۔ جیسے آج عاشق مزاج ہوں اُس وقت بھی عاشق مزاج ہی رہوں گا + اس واسطے نہ آج بُش اندام۔ بدیں دسمیں جسمِ ودیم ہوں نہ اُس وقت رہوں گا۔ اکثر باریک مبارک ہوتا ہے۔ جیسے اس وقت میرا ایک نام ہے اُس وقت بھی ایک نام ہوگا۔ مگر نام میں خصوصیت ہوگی کہ جیسے اب کی میرا نام سنکرت زبان کے لفظ مہامتا بمعنی روح اعظم روح القدس سے لیکر بطرز لغاتِ جالبہ رکھا گیا ہے جس میں بوجہ نہ تیار ہونے کتاب الصوف والنحو کے نوپیدا زبان ہونے کی خبر ہو رہی ہے ویسی ہی کوئی دوسری نوپیدا زبان ہوگی۔ اُس کا اہل زبان بنکر آؤں گا۔ اُس وقت کا نام بھی معجم سے منتخب ہو کر رکھا جائیگا کہ دونوں ایک زبان کا نام کہا جاسکے۔ پھر جس طرح نام موجود میں ابتدائی حرف درمیانی حرف چھوڑ کر مکرر آتا ہے۔ اُسی طرح اُس نام میں بھی ابتدائی حرف درمیانی حرف چھوڑ کر مکرر آئیگا۔ درجہ اسم موجود میں درمیانی حرف سے وہی حرف اُس نام میں بھی درمیانی ہوگا جس قدر حروف نام حال میں ہیں اُسی قدر حروف نام استقبال میں ہونگے۔ جیسے نام موجود میں حروف جلالیہ و جمالیہ۔ ناریہ و لوزیہ وغیرہ ہیں۔ ویسے ہی نام موعود میں ہونگے جس طرح نام موجود بخطِ انحناء مرقوم ہوتا ہے۔ اُسی طرح نام موعود بخطِ مخفی مرقوم ہوگا۔ گویا رفتارِ حبیہ کی طرح جو اپنی بانی سے نکل کر پھر اپنی بانی کی طرف جاتا ہے۔ اُسی طرح سے ہوگا۔ لیکن یہ جو کہا گیا کہ وہ اپنی بانی کی طرف جاتا ہے وہ اس واسطے کہ جہاں اُس کا خزانہ ہے وہیں اُسکی بانی ہے۔ تو مجھ میں کنیز مخفی ہے وہ ایک ایسے روشن منارہ میں رکھا جائیگا جس کا سلسلہ خامی مناروں سے ملیگا اور وہ شامی منارہ وہی ہے جسکو شام والے شومئی شامتی سلسلہ کا منارہ تسلیم کر کے ہمیشہ منہم کرنے کے درپے ہونگے مگر وہ منارہ منہم نہ ہوگا بلکہ نہایت شوم تم لند ہوگا۔ جسکو مکانِ شرقی اور جانبِ الغربی عدۃ الدنیا اور عدۃ الاقصیٰ یعنی ایشیائے امریکہ سے تعلق ہوگا اور اکدم دائرہ کی طرح سب طرف سے ہوگا پس وہ ہیکل منارہ۔ منارہ امیر ترک میں دما ہو کر بآدم ہوگا تو جہم کنیز مخفی کی ضرورت ہو تو اُس ختم سے طلب کر لینا۔ لیکن

کہیں ایسا نہ ہو کہ اس مہاجن کا قہقہہ ہو جائے اور وہ یہ ہے (دخ) کہ کسی مہاجن نے پچاس ہزار روپیہ ایک گلا میں رکھ کر قہقہہ کے نیچے دفن کر دیا۔ اور اس کی زنجیر چھت سے لگا دی۔ اور اپنے ہی کھلتے میں لکھ دیا کہ ضرورت کے وقت قہقہہ صاحب سے پچاس ہزار روپیہ لے لینا۔ چنانچہ ایک مدت کے بعد جب اس کے بال بچے کو ضرورت پڑی سب پریشان حال ہو گئے۔ شکستہ حالی سے قوتِ شینہ کو محتاج ہو گئے۔ تو کہیں ادھر ادھر سڑے گلے دفنوں سے وہ بھی کھاتا بھی نکل آیا جس میں لکھا تھا کہ ضرورت پڑے تو قہقہہ صاحب سے پچاس ہزار روپیہ لے لینا۔ ہم نے اُن کو امانت رکھنے کو دیا ہے اُن بے سمجھوں نے اس اصطلاح کو کچھ نہ سمجھا اور بخل میں بھی کھاتا دبلے ہوئے محلہ محلہ شہر شہر۔ جا جا قہقہہ صاحب کے تلاش میں ماے پھرے۔ کہ کوئی قہقہہ صاحب مل جائے تو پچاس ہزار روپیہ کا پتہ ملے مگر نہ قہقہہ صاحب ملتے ہیں نہ روپیہ ملتے ہیں۔ جب تک ہزارہا فاقہ کشی سے سر گئے۔ ایک مدت پر کسی عاقل سے پتہ لگا کہ تمہارے مکان میں مکانِ شرقی و غربی کی طرف جو بلا مناسبت چھت سے زنجیر لگی ہوئی قہقہہ کے پاس زمین کے اندر چلی گئی ہے ضرور اسکے اندر کچھ بھید ہے + پس یہی قہقہہ صاحب ہیں۔ خزانہ تمہارے ہوئے ہیں اُسکے نیچے دیکھو چنانچہ دیکھا گیا اور خزانہ حاصل ہوا۔ اسی موقع پر۔ ڈھنڈھوڑا شہر میں لڑکا بخل میں کہا جاتا ہے کہ قہقہہ صاحب تو گھر میں ہیں اور شہر شہر اُن کو ڈھونڈ پھرتے ہیں تو وہ منزلِ حی بنام منارۃ کمنز مخفی جبکہ روح اللہ کہتے ہیں منارۃ امیر کبر آمد ہو کر منارۃ بیت اللہ میں جلوہ گر ہو چکا تو یہ صاف ظاہر ہے کہ جہاں خزانہ حئی بنام کمنز مخفی ہے وہیں جیسی ہوگا اسکے بیچ و خم میں تمام اسم موعود کی خبر نکل آئیگی اسکو چھوڑ کر در بدر ماے پھرنا کہ ہلکان میں لقا ہوتے جاؤ ویسے ہی ہوگا جیسا کہ وہ منارۃ یا قہقہہ صاحب کے تلاش میں بھی کھاتا اور آیت و حدیثِ نفل میں دباے مارا پھرا اور بعد از غربی کا بیانیچہ لیکن حقیقۃً لیبی ہی ہے کہ ہزارہا خرابی کے بعد جو کیا بچے نکلے ہیں وہ کامیاب ہو جائینگے جو حیم واصل ہوئیوالے ہیں وہ جہنم واصل ہو جائینگے۔ پس جو کچھ ہم نے کہہ ہے وہی ہو کے رہیگا۔ تو گویا انہیں اخبار کی طرح بچی بھاری کے بارہ میں مجمل خبر رہ جاتی ہے۔ کہ آخر کون بچی ہونا چاہئے تو وہ بھی اسی طرح ثابت ہو کے رہیگا جیسا کہ سچی بات ثابت ہو کے رہتی ہے۔ لیکن ابھی یہاں پر بطور بحث و طرح امرِ ہذا معرضِ بحث میں ڈالا جاتا ہے جو کسی جگہ نتیجۃً مدلل با ثبوت ظاہر ہو جائیگا۔ تو اب بحث یہ ہے کہ رفتارِ حیرہ میں یہ نام ظاہر ہوتا ہے اور اسکے بشمار معنوں میں سے ایک معنی خصوصیت کے ساتھ حیرہ بھی ہے۔ توحیرہ کی جو اس قدر تخصیص کی جاتی ہے اس کا کیا سبب ہے؟ کہ حیرہ میں بے شمار اوصاف میں مغلہ اُن کے یہ سب اوصاف اسکے بیان کئے جاتے ہیں۔ کہ جس قدر چیزیں ہیں سب کار آمد ہیں۔ جو چپ

اُن کا استعمال نہیں معلوم ہے وہ بیکار معلوم ہوتی ہیں۔ آہ و حقیقت بیکار نہیں۔ تو جو چیز بیکار نہیں وہ خزانہ ہے + کیونکہ اُس سے کام نکلتا ہے۔ اس واسطے تمام عالم خزانہ ہوا۔ تو خزانہ پر سانپ رہتا ہے۔ اس لئے ہر ذرہ کائنات پر سانپ کا رہنا ضرور ہوا۔ اور سانپ اس واسطے کہ سانپ سے اسقدر جلد خبر معلوم ہو سکتی ہے کہ اسقدر جلد ٹیلیگرام کہ وہ سانپ ہی کے مشابہ ہے اُس سے بھی خبر نہیں معلوم ہو سکتی۔ حتیٰ کہ دائرہ لُٹ سے بھی یہ کام نہیں حل ہو سکتا + کیونکہ فرض کرو کہ کروڑوں کوں تک خزانہ ہو اور اُسی کے بموجب بہت ہی لمبے چوڑے سانپ کا اُس پر پورا ہو تو اُس کی قُم کے مس کرتے ہی کروڑوں کوں کی لبان تک اُسکو خبر لمبا لنگی۔ تو کائنات جو ایک بہت ہی بڑا جو حکم اور کنز اللہ ہے اُس پر اُسکے ہر طرح کے خزانہ پر اُس خزانہ کے مناسبت سے اُسی قسم کا مار ہونا چاہئے + کیونکہ مار کے بہت سے اقسام ہیں ہر مار اگرچہ متشابہ ہوں مگر باہم برابر نہیں چنانچہ وہ سب اقسام کے مار جو جس خزانہ پر مقرر ہیں تختانی حصہ سے لیکر فوقانی حصہ تک بیان کئے جاتے ہیں۔ کہ جب کثافت میں بال بڑھتا ہے تو اُس سے ایک زہر ملا لنباسا کیڑا جسکو پڑ مار کتے ہیں وہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ ترقی کر کے سانپ کی شکل قبول کرتا ہے و چنکرا ہوتا ہے۔ اُسکو گھیل سانپ کہتے ہیں اُسی کا دوسرا نام ملا قلم ہے وہ خزانہ خرا کا پاسان ہوتا ہے۔ ہمیشہ گندہ علیطاس رہتا ہے۔ اور جس چیز کے بال سے وہ ہوتا ہے اکثر اُسی چیز کے درپے ہوتا ہے۔ اُسی واسطے کہا جاتا ہے کہ اِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِينٌ یعنی آدمی کا ہر ایک بال بال اُس کا حکم کھلا دشمن ہے چنانچہ ہر ایک سانپ کو بال سے بڑی مناسبت ہے۔ مگر چونکہ منجانب اللہ ہر ایک چیز کے لئے منہاج و مناسک و مذاہب بنا دئے گئے ہیں۔ اس واسطے ہر ایک اپنی ترقی کے پیچھے بڑا ہوا ہے + مثلاً چرندوں کو یہ حکم ہے کہ اُن کو گوشت کھانا حرام ہے۔ گھاس کھانا حلال پس حلاخوری میں لگے رہتے ہیں۔ کہ نافرمانی سے ترقی میں کمی نہ ہو۔ اس لئے سزا ہو۔ اُسی طرح درندوں کو یہ حکم ہے کہ ہرگز بلا ضرورت گھاس گھائیں۔ زیرا کہ گھاس کھانا اُن پر حرام کیا گیا ہے پس وہ بھی اُس کی پابندی میں لگے رہتے ہیں۔ بر بنائے ذالک سانپوں کو یہ حکم ہے کہ کسی کو نہ ڈسو بصورت ڈسنے کے تین دن تک دم جھڑی رہیگی۔ اور آئندہ کچھ سزا ہوگی۔ لیکن اگر تائے جائیں تو حفظان نفسی پر عمل ہوں تو عبادت ہے۔ بالکل ظلم نہیں۔ اُس وقت دم ریزی کی سزا بھی نہ ہوگی۔ نہ آئندہ کی سزا کا خیال ہو سکتا ہے۔ بصورت عدم ایذا رسانی ترقی کا مستحق سمجھا جائیگا۔ پس وہی ملا قلم جو متشابہ بہ غایط و سکرین ہو رہا تھا ترقی پا کر رب المیاء بزرگ میاہ اندرون میاہ بنام مقام۔ پاسان مقدس ہوتا ہے کہ ہزار بار

عاقہ و قلب اور حوت الحیہ وغیرہ وغیرہ اُس کے زیر فرمان رہتے ہیں۔ کہ اگر کوئی ناحقہ از خزانہ ملی پر سر قہ کامرنگ ہو تو اُس پر اپنے زہریلے ہتھیار سے وار کریں۔ ورنہ ڈگریٹ کئے جائینگے۔ پھر قہایت کے عہدہ سے ترقی پا کر علیٰ اہل البحر بزرگ جبال بنام مہمام مقرر ہوتا ہے۔ کہ تمام جلی چیزیں اُس کے ماتحت ہوتی ہیں۔ اگر کوئی ناسحق لینا چاہتا ہے یا پہاڑ کو توڑنا چاہتا ہے تو ہزاروں کوبل دینا پڑتا ہے۔ اور تمام ارباب معدنیات و رب الجواہرات وغیرہ طرح طرح کے پہاڑی آفات سے اُس کو جال بحق تسلیم کر دیتے ہیں۔ جب یہ مہمام اس سے ترقی کرتا ہے تو رب الجبال والصحرا بنام ارقم بنایا جاتا ہے۔ جب اس سے ترقی کرتا ہے تو تمام آغ و طارغ۔ ارض و صحرا سب کا حاکم بنام ادھم بنایا جاتا ہے۔ اُس وقت تمام افعی و حش سب اُس کے ماتحت ہوتے ہیں + اگر ان سے کچھ جرم سرزد ہوتا ہے تو اُس کی سزا کرتا ہے۔ اچھا کام کرنے پر اُن کو ترقی دیتا ہے + جب یہ ادھم اس سے بھی زیادہ ترقی کرتا ہے تو رب الجمادات والنباتات بنام ثعبان بنایا جاتا ہے۔ کہ جس جس عالم میں گشتی لگاتا ہے اُسی عالم کا لباس بدل لیتا ہے مثلاً اگر عالم نباتات میں سیر کرنے کو نکلتا ہے تو اکثر ہولانا بنرا بنجاتا ہے۔ گرگٹ کی طرح ڈگڈگاتا ہے گویا اپنے اس عالم میں نبوت کرتا ہے + جب اس سے زیادہ ترقی کرتا ہے تو رب الحيوانات بنام حیہ ہوتا ہے + اس سے ترقی پا کر رب الاوقات بنام ایوم ہوتا ہے اُس وقت سارے رب اللیل والنهار طارق و مقبات سب زیر فرمان ہوتے ہیں۔ تمام رات دن کا حساب لیتا ہے۔ یہاں تک سفلی ارباب و مومکلات کا مختصر بیان ہو کہ یہ سب حیہ کے شکل میں ثابت ہوئے۔ بلکہ ازل سے ابد تک کے جہد و حکام دارباب و ملائک بیان ہونگے سب کے شکلیں حیہ نما ہونگے چنانچہ جہد و چیزیں ہیں وہ اسی سلسلہ پر ترقی پاتی ہیں۔ جس کی نبوت یہ ہے کہ علویات سے جو بجلی ہے اُسکی صریح رفتار نمکو حیہ کی محسوس ہوتی ہے۔ جسم شہاب و دھان کا ظور ہوتا ہے تو اُس کی بھی رفتار وہی ہوتی ہے۔ قرین کی روشنی سطح آب پر بصیرت و خم برفقا حیہ مشابہ ہوتی ہوئی ہوئیں گم گشتگی کے ساتھ کج و بیج استقامت روی اختیار کرتی ہے + ہوا پانی کو جبش میں لا کر سیل موج اپنی رفتار برفقا حیہ ثابت کرتی ہے + پانی جب بہتا ہے تو رفتار حیہ قبول کر لیتا ہے۔ احتراز ہوا سے تمام ریختنی سطح موج و انشانات کے آثار ظاہر کرتی ہے جس سے ہوا کی رفتار مشابہ برفقا حیہ ثابت ہوتی ہے۔ بلکہ اس کے علاوہ جب گھاس پات سے ہوا ہبوب کرتی ہوئی گذرتی ہے۔ تو اُسکو اُسی انداز سے خم کرتی ہے جیسے رفتار حیہ ہوتی ہے۔ یہ تو عناصر کے تین بہت ہی بڑے بڑے غفر کی رفتار کی حالت بیان ہو چکی۔ اب اس میں جو مٹی ہے اس کی حالت سنو کہ ان سب سے حیوانات

مربب ہیں ان کے آمد و رفت کا طریقہ بالکل برعکس مقرر ہے۔ اور وہ کس طرح کہ تم دیکھتے ہو کہ ہر ایک حیوان کا آلۃ المنا یا مارنما ہے۔ اس سے جو چیز خارج ہوگی وہی شکل قبول کریگی۔ تو جس دم وہ آپ حیوان بنام منایا بحکم رب الحیات جو مخرج الحی من المیت اور مخرج المیت من الحی ہے سچہ دان میں برعکس رجیمہ داخل ہوتا ہے تو اسکے اندرونی کرہ مائے ماروش جسکو علق کہتے ہیں ایک دوسرے کے حق میں آکل و ماکول ہوتا ہوا اکیلا رہتا ہے تو اس وقت تثلیث کے شکل قبول کر کے اکائی کی صورت میں اپنے والدین کے جنسیت پر عود کرتا ہے۔ تو ابرو تو س قزح اور کاشاں سب لگے گو اسی دے پہے ہیں۔ کہ نیچر کی ہر ایک چیز گول اور مسلسل مدور ہے کہ جس چیز کا جہان سے ابتدا ہے وہی پڑتا ہے۔ جیسے آسمان کی ابتدا آسمان ہے تو آسمان ہی پر خاتمہ بھی ہے۔ غرض کہ گول چیز کے اندر کی سب چیز گول ہوگی۔ اسی طرح سب چیزوں پر غور کر کے دیکھ لو۔ اسی کو دور و قریب کہتے ہیں الحاصل خدا کی ساری باتیں گول گول ہیں اور اس میں ذرا بھی گول مال نہیں۔ گول چیز میں خاصیت یہ رکھی ہے کہ بہت جلد گھوم سکے۔ جلدی سے کام تمام کر سکے۔ اس کی گردش کو رد کرنے کے لئے کئی قسم کی حرکت مقرر کر دی ہے کہ ایک گردش رجوی ہو تو دوسرے قوسی ان دونوں کے زور کم کرنے کے لئے حرکت نفسی مقرر کیا ان سب کے زور کم کرنے کے لئے حرکت حنشیہ پیدا کر دیا ہے کہ اچھی طرح ترقی ہو سکے اسی عنوان پر تمام سموات چکر کھارہے ہیں اور اس میں سب سرایت ہیں۔ جدگی سے خارج نہیں مجبور و معذور ہیں۔ کوئی اس میں نیچر ل اڈیٹر ہے جو اس ام الکتاب کے سادہ لوح کالم کو انقلابی مضامین سے لوح محفوظ بناتا رہتا ہے۔ کوئی اس کی ترمیم کرتا ہے۔ کوئی اس کی ضد میں رہتا ہے۔ کوئی خصوصاً نویسی کا کام کرتا ہے کوئی مجلس نویسی کا۔ کوئی وقائع نگاری کا۔ کوئی چہرہ نویسی کا۔ سب ایک ایک کام میں لگے ہوئے ہیں کہ اس چو طرف کشش توازن سے دائرہ سموات من جمیع جہات یکساں تلاء ہوا ہے۔ اس سے عبور کرنے میں ضرور رفتار رجیمہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔ جس کے مثال یوں سمجھو کہ فرض کر دو کہ دو بڑے بڑے بحر یہاں ہوں جس کا انضمام مقصود ہو تو اگر بصراط مستقیم منضم کیا جاتا ہے۔ تو جمیع البحرین ہونے سے تمام اس پاس کے ملک ویران ہو جائینگے۔ اس لئے کنڈیگی کیسل میں مٹی الحیہ اختیار کرنا چاہئے کہ موج و تلاطم کا نور ٹوٹ جائے۔ اسی بنا پر قانون تناسل بھی جاری ہے۔ یہاں بھی ایک دم طریقہ صراط المستقیم نہیں اختیار کیا جاتا۔ ضرور کچھ نہ کچھ بیج و خم کھانا پڑتا ہے۔ بلکہ ذرا پہلے نباتات کی طرف غور کر کے دیکھو کہ پہلے نباتات میں گھاس پات نکلے۔ پھر وہ ترقی کر کے بنم و بیلہ و برقعہ رجیمہ نسبت ہونے۔ پھر وہ

ترقی پاکر قیطن یعنی بھارت بنے۔ آخر میں بصراط مستقیم تجربے تہ دارضف بنے جس کو پیڑ کہتے ہیں۔ اسی طرح اقسام مرکب سے مرکب دبیب بنام ریل گاڑی برقا رحیہ ظاہر ہو کر برقا رحیہ بنام بیلون بصراط مستقیم لبوئے بالار بگڑ ہوئی۔ اسی طرح تمام چیزیں ہیں اور بے شمار چیزیں۔ نیچرل اسٹیشن پر لیٹ اور دیر پا خواہ جنت گزیں یعنی پوشیدہ ہیں جو رفتہ رفتہ برقا رحیہ ظاہر ہو کر صراط مستقیم پر آتی ہیں اسی طرح حیوانات میں ادم و علق سے ترقی پاکر انسان و آدم دم ریز و ادمت خوار مستقیم القامت بنا جسکی تشریح یوں سمجھو کہ جب مادہ انسانی برودت سے حرارت میں آیا تو اس کا نام انسان من مجموع ہو جب حرارت سے رطوبت کی شکل میں آیا تو انسان من ماء معلین ہوا۔ اس میں اچھے برے سب شریک ہیں جب یہ پانی کے دھنخ و کدورت کے انجماد سے خشک مٹی کی صورت میں آیا تو انسان من صلاصال کا لفخار ہوا۔ جب گیلی مٹی کی شکل میں آیا تو انسان من طین ہوا۔ جب کیڑے مکوڑے اہرام نما کے شکل میں آیا تو انسان من سلالۃ ہوا جب سبیل منایا شکل ڈوکر منتقل ہوا تو انسان من علق ہوا۔ جب فرد کی شکل میں آیا تو انسان من فرناس ہوا۔ چنانچہ بیکھو کہ برزخ انسان و حیوان یہی بند رہے۔ اس لئے گھاس اور گوشت دونوں نہیں کھاتا۔ ملامت و مباضعت، مشامت و مضاجعت کرتا ہے۔ خواب و بیکھتا ہے۔ اسکی تعمیر ہوتی ہے سب حواس سے جانچکے کام کرتا ہے۔ جلدی قابو میں نہیں آتا۔ قابو میں آنیکے بعد جلدی مانوس ہو جاتا ہے۔ لیکن ابھی پورا اشرف نہیں بنا ہے۔ دم میں کسر ہے جو اشرف بن گیا ہے اسکو عصص ہے یعنی دھچی۔ تو جب یہ مستقیم القامت شکل میں آکر اپنے گذشتہ واقعات کو بھول گیا تو خالص انسان ہوا۔ چنانچہ نش نش اس کانیان سے بھرا ہوا ہے۔ اور سب انس کے شکل طولانی میں سانپ سے ملتی ہے یہ بڑا نفس النیان ہے۔ سارا عالم اس کا ناسوت ہے یعنی بھول بھلیاں ہے۔ اگر اس کانیان عمدگی کے ساتھ صرف ہوا تو خیر در نہ یہ انسان لفظی خیر ہو جاتا ہے۔ یہی انسان ہے کہ ضعیف ہے قوی ہے۔ عمل ہنہ ظہور ہے جہول ہے۔ ہلوع ہے کفور ہے فتور ہے۔ تعلیم بالبیان اور تعلم بالقلم اور من احسن تقویم ہے کالانعام بلہم ضل ہے منقلب لشکل سمیون خسی ہے متحجر و مکون بالبحار و الحدید ہے۔ متلبس بلباس خلقت جدیدہ ہے۔ کہ جس دم یہ مستقیم القامت ہوا تو مظہر اقم ہونے کے سبب سے فطرت کے محکمہ میں منتخب ہوا۔ مگر قبل از وقت عہد گندم و جو کی آمیزش کر دی کہ یہی گندم و جو بایکدگر شیطان ہوئے اور وہ گندم و جو کیا ہے کہ مجمع البحرین ہو گیا کہ لاؤ و مر جان کی آمیزش ہو گئی۔ ذکرین جو گندگا و خلائی ہے دہاں سے پھرا اٹھا لیا گیا۔ پایہ بہ پایہ کمر بر کمر قافلہ کا قافلہ

درآمد و برآمد ہونے لگا۔ تب سب الامصار کی بنا پڑ گئی۔ اکثر ہر ایک کے نام سے بستی آباد ہونے لگی۔ نیک والدیں ابوالمحامد و ابوالمحسن ہوئے۔ جو مخالف تھے وہ خلاف ذالک ہوئے۔ ایک کے ذمہ نیکی و اصلاح کی آراستگی سپرد ہوئی۔ دوسرے کے ذمہ برعکس اسکے ایک کا شجرہ ملعون ہوا دوسرے کا ممنون۔ دونوں کی شاخیں برفنا رحیمہ روانہ ہوئیں۔ ایک ترقی کرتے کرتے رب النجوم و تین و اذویر آتشین و دید بان فلک بنا۔ اس سے ترقی کر کے رب الکائنات بنا۔ اس سے ترقی کر کے رب الارواح بنا۔ اس سے ترقی کر کے رب الارباب ہوا۔ اس سے ترقی کر کے یوحنا بنا۔ اس کے من کے اندر اللہ ہے کہ اس کے بھی معنی سانپ کے ہیں جسکے اندر روح اللہ ہے جسکو عیسیٰ کہتے ہیں کہ اس کے بھی معنی سانپ کے ہیں جس کے اندر روح اللہ ہے جسکو جی کہتے ہیں۔ کہ اُس میں سر اللہ ہے اور اُس کے اندر کنسر مخفی ہے کہ وہی عین اللہ ہے کہ جس پر ایک چتر وھاری رام ناگ ہے اور اُسی کو کچلی کہتے ہیں اور یہ سب اُس میں ہے اُس کے قریب اُس ترقی کرنے والے شخص کا شنوی ہو جاتا ہے تو اب دیکھو یہاں سے وہاں تک مٹی الحیمہ کا جاوہ چلا جا رہا ہے جو اپنی بائیں سے لیکر اپنی بائیں کی طرف جاتا ہے کہ اس قدر طول طویل عرض طول ثابت ہوتا ہے۔ کہ گویا ازل سے ابد تک لنباً چوڑا ہے یہاں سے وہاں تک جان بھری ہوئی ہے۔ اس واسطے جانِ جانناں اور جانِ عالم ہوا۔ اتنے بڑے جانِ عالم کو جہاں سے مں کرینگے فوراً اُس کو اطلاع ہو جائیگی وہی کنسر مخفی کا حیمہ ٹھیرا اب اُسکو اختیار ہے کہ کنڈی مار کے چھوٹے سے پیمانہ میں خود کو ظاہر کرے یا بڑے پیمانہ میں یا نہ ظاہر کرے کہیں چھپ رہے مگر جیسا وہ ہوگا ویسا ہی اُس کا عکس ہوگا۔ تو جیسا عکس ہوگا اُسی کے مشابہ اُس کا کھال ہوگا پھر وہی الحیمہ کہا جائے یا کچلی یا کوئی تیسرا نام یہ صرف پہچان کے لئے نام رکھا گیا ہے تو اب یہ حقدور جاندار اور بے جان محسوس ہوتے ہیں یہ سب اُس کے رنگارنگ کچلی کے عکس ہوئے۔ تو عکس ہمیشہ منعکس ہوتا ہے۔ اور جو چیز منعکس ہوتی ہے اُس سے پوری اہلیت اور حقیقت نہیں معلوم ہو سکتی جب تک وہ خود معکوسیت سے منقلب نہ ہو جائے۔ تو روح و حیات و ہستی سب ایسی ہی معکوس ہوئے جیسا کہ عکس شیشہ میں۔ چنانچہ بعض وقت روحانی تعکس کی حالت خواب سے نمایاں ہو جاتی ہے کہ کبھی کوئی یہ خواب دیکھتا ہے کہ وہ کسی کو پیر رہا ہے جب آنکھ کھلتی ہے تو دیکھتا ہے کہ خود کو مار رہا ہے اس دلیل سے تمام عالم منقلب ثابت ہوتا ہے مگر مستثنیٰ بھی ہوا کرتا ہے۔ اسلئے دونوں سے مرکب ہے مگر جو ضعیف بتلایا جائے اُسکو ضعیف سمجھو جسکو قوی بتلایا جائے اُسکو

قوی سمجھو۔ تو قوی موح اللہ ہے۔ جو اسمجد مجیہ اور یحییٰ اور مختلف ناموں سے یاد کیا جا رہا ہے۔ کہ سبھی الحیہ اور عکس حیہ ان سب کو چھوڑ کر فنا فی الحیہ ہونا بہتر ہے۔ تو اُس میں فنا ہونے سے پہلے یہ خیال کر لے کہ یہ عالم کا عالم تمام اپنی کائن سمیت ایک طاؤس بھگا رقصہ نما اردہ ہے جس میں بُری نسلیں فنا ہو ہو کر کھا دینی ہیں کہ یہ بملکہ ایک شیطان ہے گویا سلطانِ جان ہے جو کسی بہت ہی بڑے خزانہ پر متعین ہے کہ کوئی اُس پر قابض نہ ہو سکے اور وہ خزانہ رام ناگ ہے۔ کہ جس دم وہ رام ناگ بنام یحییٰ اپنی بانی بنام روح اللہ کی طرف رجوع ہو گا تو اُس کا ہر دائرہ جو دور کے نام سے کہا جاتا ہے اور ہر خمی رفتا رجوتسلل کے نام سے مشہور ہے ٹوٹنے لگیگا۔ اور یہ عکس الحیہ بنام شیطان اور سبھی الحیہ بنام عالم جو اسکی تاثیر ہستی سے برقرار ہے وہ اس طرح غائب ہو جائیگا جس طرح قبل از پیدائش تھا۔ تو اُس وقت جو باستقرائے تامہ رحمتہ رہ جائیگا وہ باریابی کی عزت حاصل کر سکیں تو ممکن ہے۔ ورنہ بغیر منہدم ہونے اس دور و تسلسل کے بہت ہی ناممکن نظر آرہا ہے۔ تو جس جانِ جانناں و جانِ عالم سے باریابی ہو سکتی ہے وہی رب العالمین ہو گا۔ تو دیکھو تمام اربابِ شکلِ حیہ واقع ہیں مگر جو عبد الاضام و عبد القبور و عبد الاوثان و عبد الکائنات وغیرہ ہیں وہ اپنے نابکار ابا جاد سے اپنے نالایق معبودوں کی تعریف سنتے چلے آ رہے ہیں۔ اس لئے عادی ہو گئے ہیں اُن کے ماح اور بھانٹ بن گئے ہیں۔ اُن کو بُرا کہنے والوں سے ایسا ہی لڑنے کو تیار ہوتے ہیں جیسا کہ حقیقی رب العالمین کے چاہنے والے کفار سے لڑنے کو تیار ہوتے ہیں تو جب چھوٹے کو اتنا سچا جوش ہو تو سچے کو کیا نہ کچھ ہونا چاہئے تو اب دوستیابی کا زمانہ آ گیا وہ جانِ عالم کو جو بے ابتدا و بے انتہا لپا چڑھنے لگتا ہے کہ خود کے بارہ میں خود سے یا خود کو ایک انسانی ہیكل بنا کر اس سے بر حیثیت بشریت ظاہراً یکمالِ مبالغہ یہ کہے یا کہلائے کہ میں اپنی ظاہری صورت سے عوالمِ ظاہریہ کے خواص پر محیط ہوں اور صورتِ باطنیہ سے عوالمِ بطون کے خصائص پر منبسط ہوں۔ اس لئے ۵

<p>قامت ہے مری قامت طوبیٰ کے برابر ہے زلفِ سیہ اژدرِ یوحا کے برابر رخسارِ مرے ہیں گلِ رعنا کے برابر ہے چاؤِ دقنِ قبۃِ علیا کے برابر دندانِ ہیں مرے لولۂ لالا کے برابر</p>	<p>اور ہر ہے مرا عشقِ معنی کے برابر اور لوحِ جبیں بدرِ بجلی کے برابر دیدے ہیں مرے نرگسِ شہلا کے برابر قل اُس میں ہے اک حلقہٴ دنیا کے برابر آوازِ مری بادِ میحا کے برابر</p>
---	---

<p>ہر فعل مرامضیٰ مولا کے برابر دو ماٹھ مرے ہیں یزید بیضا کے برابر کس کا ہے جگر میرے کلیجہ کے برابر آنسو ہیں مرے گوہر پکتا کے برابر کیا چیز ہے اس نعمتِ عظمیٰ کے برابر بابا کبھی ہوتا نہیں دادا کے برابر اوسنے کو بناتا ہے وہ اعلیٰ کے برابر لیجائے بلندی پہ پڑیا کے برابر ہوتا ہے مرا خواب معما کے برابر نایاب ہوں انسان میں غما کے برابر دولن تو کہیں ہے نہیں دولہا کے برابر صابر ہوں میں ایوب وزکریا کے برابر کیا میں بھی ہوں ان کا فردِ رسا کے برابر دعویٰ ہے تو لاؤ کوئی کھچی کے برابر</p>	<p>ہر سانس مری ہے دم عیسیٰ کے برابر سینہ ہے مرا سینہ صحرا کے برابر کس سر کا ہے بھیجا میرے بھیجا کے برابر آنکھیں ہیں مری حلقہ دریا کے برابر روتا ہوں شب و روز مصیٰ کے برابر بیٹا کبھی ہوتا نہیں بابا کے برابر ہوتا ہے مگر فضل الہی سے بھی کچھ گر چاہے تو اس دم تجھے اک توڑنا دے جس رات کو روتا ہوں بے صداقت دوستی صد شکر کہ ہر بات میں ہوں فردِ زمانہ بہتر ہے تجھ میں کروں عمر بسر میں رہتا ہوں میں خاموش علی قدر ضرورت کیا مجھ کو سمجھتا ہے مراد شن مردود بے شک ہوں میں لامثنیٰ دیکھتے زمانہ</p>
--	---

مگر ہرگز کوئی اُسی برابری کا نہ ہے نہ ہوا ہے نہ ہوگا وہی خود اپنا نظیر ہے ایسی حالت میں کیا کوئی اُسی برابری کا کسی کو پیدا کر سکتا ہے اگر دعویٰ بھی کرے تو دعویٰ اُس کا خرافات و بیہودہ ہے۔ کیونکہ وہ جانِ عالم ہے اور جانِ عالم بجز ایک کے دو نہیں ہو سکتا۔ تو ایسا جانِ عالم جس میں تمام ہستی کی جان بھری ہوئی ہو اُس کا مار ڈالنا تمام ہستی کا مار ڈالنا ہے۔ تو تمام ہستی کا مار ڈالنے والا سخت مجرم ہوگا۔ تو چونکہ جانِ عالم میں اس قدر بھید ہے اس واسطے ممکن ہے کہ کوئی کہنے والا اپنے بارہ میں یہ کہے کہ ایسے بھی جو میں آؤں گا تو پھر میرے نام میں ایسا ہی تیج و خم ہوگا جیسا کہ نامِ وجود میں ہے۔ اداس میں کا تیج و خم رفتارِ حیرت سے مشابہ ہے تو گویا اُس نامِ موعود کے بھی طرزِ تحریر میں ویسا ہی تیج و خم ہوگا جیسا رفتارِ حیرت میں۔ اور حیرت کے دارد و درہ کا سلسلہ ازل سے ابد تک ثابت ہو چکا ہے۔ اس لئے اچھی چیز سے نسبت دیکھی۔ اس کے علاوہ بالعموم جو ہر ایک حیرت کی خاصیت ہے وہ یہ ہے کہ یہ کثافت سے پیدا ہوتا ہے اور بہت لطافت رکھتا ہے + سوائے گھیل سانپ کے دوسرا ہرگز گہر غلیظ میں نہیں رہتا + جہاں خوشبوئی ہوتی ہے وہاں رہتا ہے + ظلمانی جگہ سے بھاگتا

ہے نورانی جگہ میں پہنچتا ہے + اگر رات اندھیری ہو تو من ادھلکے بیٹھتا ہے + ویرانہ سے بھاگتا ہے جہاں خزانہ ہو وہاں پہنچتا ہے + اصواتِ مکروہ سے بھاگتا ہے خوش آوازی پر مڑتا ہے دودھ کھانے کو ملے تو دوسری چیز نہیں کھاتا + حربانی سے ملو تو ناچتا ہے + غضب سے پڑ آتا تو اکثر معاف کرتا ہے + دُعا پلا کتنا ہی ہو مگر ضرور بہادر ہوتا ہے + اگر بانی میں جلتے دُعا کوئی پکڑ کے کھینچے تو ایسا رام ہٹھ پر تلے کہ پاش پاش ہو جائے مگر ہرگز اپنا دطن چھوڑ کے با آئے + ٹوٹ جانے پر بغیر اس شخص کو ڈسے ہوئے ہرگز نہ چھوڑے + اپنی رفتار میں دور رسد کا مسئلہ حل کرتا ہوا بطریقہ کجروی صراطِ مستقیم کا سبق دیتا ہے + مجال نہیں کہ نقطہ راس و ذہ صراطِ مستقیم سے جدا ہو - گو یا ظاہر میں کجرو باطن میں راست رو + جہاں بڑھا ہوا پس دہ کیچلی چھوڑ کر جو ان بن گیا + دوامی جو بن پسند کرتا ہے + کمال درجہ کا عاشق مزاج ہے + عاشق بھی نہایت درجہ کا صادق + صاحبِ حیا اسقدر کہ کسی چیز میں اسقدر حیا نہیں + زجر پر آئے تو دُسدے رحمت پر آئے تو زہرِ حرہ اگلے + رحمانیت پر آئے تو من اگلے + کہ

ہر کسے از ظنِ خود شد یارِ من اندرونِ من بختِ اسرارِ من

پھر دیکھو کیسا نرم و نازک اور خوبصورت ہے کہ سبحان اللہ - مبدم اپنی دو دھاری ذوالفقا زبان سے یہ اشارہ کرتا رہتا ہے کہ مجھ میں ایک گنجینہ مخفی ہے جس پر یہ زبان مار گنج ہے دُ بچو اس مار سے + جب اس کو کوئی ستانے سے باز نہیں آتا تو اپنے پھن اور زبان و دلوں اشارہ کرتا ہوا دم کے بل کھڑا ہو کر لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا کا لغزہ مار کے بڑی بہادری سے حملہ کرتا گویا اس میں اپنے جھبڑے سب اوصاف ہیں بلکہ کوئی ایسی چیز نہیں جس میں دونوں بات ہوں - چنانچہ ایک پھل بہت اچھا ہے - مگر قابض ہے - یہ ایک عیب اس میں لگ گیا - کوئی ایک ایسا ہو کہ رحمان بھی ہو اور قہار بھی ہو مفضل بھی ہو و مدی بھی ہو گویا دونوں بایتر گئیں - چنانچہ ہر ایک چیز میں منتضا و اوصاف رکھے گئے ہیں اسکے اندر بڑا بھید ہے جو اسے پار اتر جائے وہی کامیاب ہوتا ہے - تو اس سے یہ مقصود نہیں کہ ناگ پنچی ہو خواہ دوسرے طور سے ناگ پرستی ہو ہرگز نہیں بلکہ قبل از انذارسانی اُسکو مارنا چاہئے کیونکہ اُس کے لئے قاتل ہے کہ انسانی آبادی میں نہ رہا کرے نہ کسی کے کمپاؤنڈ میں مداخلتِ بیجا کرے بصورتِ وہ ظاہر ہونے کے ہر ایک بنی آدم کو اختیار ہے کہ اُسکو مار ڈالے پھر وہ رب الجبال ہو یا رب الکائے کیوں ان کے مخالف شکل میں بند آیا جس کا نتیجہ ہلاکت ہوا + پس ہر قسم کے سانپ کو شیطا

کہہ سکتے ہیں بخلاف یوحنا و یحییٰ کے کہ تم کسی صورت میں اُسکو مستقل نہیں دیکھ سکتے۔ اس لئے ماعرفناک حق معرفت کہنا پڑیگا تو چونکہ کبھی تم کو وہ سانپ کی شکل میں نہیں دیکھا۔ لہذا وہ شیطان نہیں کہا جاسکتا بخلاف شیطانِ معین کے کہ وہ قریشیطان ہے۔ کہ ساری خباثت اُس کی خدا ہے۔ چنانچہ جیسا مخبر صادق نے خبر دی اُسی کے مطابق ہوا کہ لوگ گمراہ ہوتے گئے غیر موعود کو پکڑتے گئے۔ جب موعود دیکھنے خود ہی آیا تو بھولنے لگا کہ کچھ کرتے دھرتے نہ بنی اُسی کو تسلیم کرنا پڑا۔ تو وہ تسلیم کیا جانے والا ہی یحییٰ ہے ہماری ہے جو قوت و قدرت سے غلبہ حاصل کر کے بتلا دیگا۔ اُس وقت معلوم ہو جائیگا کہ تمام کائناتی کھلی میں سے خاص یحییٰ ہے یحییٰ جو روح اللہ ہے وہ دوسرا نہیں۔ مگر افسوس ہزار افسوس کہ۔ نظم

مخصوص مسلمان و نصاریٰ مرے یحییٰ
اے نورِ رواں آنکھوں کے تارے مرے یحییٰ
اے تختِ جگر راجِ کنواری مرے یحییٰ
بتلاتے ہیں پھر ہاتھ پسے مرے یحییٰ
ہیں نورِ الٰہی سے سنو اے مرے یحییٰ
لو معجزہ بتلا کے سدھارے مرے یحییٰ
سچ پوچھو تو ہیں سارے کے سارے یحییٰ
ہوتے ہیں بہت جلد کنواری مرے یحییٰ
بر سینے بہت خوں کے چھوٹے مرے یحییٰ
دکھلائیے آتش کے شرارے مرے یحییٰ
بیٹھیں یہ چھاتی کو ابھارے مرے یحییٰ
ہیں مہدی موعود پیارے مرے یحییٰ
دجانی سے تم لوگ کے اے مرے یحییٰ

دشمن ہیں زے سارے کے سارے یحییٰ
اس سر کے جدا ہوتے ہی عالم ہے اندھیرا
دھونڈے سے پھر تو ہاتھ نہ آئے مرے یحییٰ
میر پر تو بیٹھے ہیں مگر ہاتھ میں سر ہے
جس نور کے آنے کی خبر تم نے سنا ہے
اب بھی نہ یقین ہو گا ٹوک ہو گا بتاؤ
آئے ہیں نبی جتنے وہ سب ایک ہی ہے
ایمان جو لانا ہو کسی کو تو نے آئے
مغرب سے نکل کر جو چلے جانبِ مشرق
آئیگی صداسر سے انا الحق کی برابر
اُتریں گے بصدشان بہ اورنگِ منور
اچھوں کو تو کہتے ہو کہ دشمن ہیں تمہارے
افسوس کہ تم لوگ ہو دجال کے پیرو

تو دجالی صرف جھوٹ ہی بولنے کا نام نہیں ہے بلکہ ہر مکرو فریب و حیثیات کا نام ہے صلہ قبر پرستی وغیرہ پر جھوٹا اعتقاد کر لینا کہ اس سے کچھ کام بنتا ہے یہ سب جھوٹ ہے۔ کام تو ہر ایک چیز سے کچھ نہ کچھ نکلتا ہی ہے۔ قبر ہی پر کیا موقوف ہے۔ اس واسطے سب قسم کے دجالی کی سزا ہوگی اگر میرے اس کہنے کا یقین نہیں تو یہ بھی دجالی میں داخل ہے۔ تم میں بھلا اس قدر تو عقل

کہاں کہ ذری ذری باریکیوں میں حق و باطل کی تیز کر سکو تو جب استقدر تیز نہیں تو روح اللہ و من غیر روح اللہ کے بارہ میں کیا حکم لگا سکتے ہو۔ جس روح کے سبب سے تم زندہ کئے جا رہے ہو۔ اُسی کے سبب سے سوال کرتے ہو۔ سرکشی کرتے ہو۔ اتنی قربت پر اس کی تم کو حالت نہیں معلوم اگر معلوم بھی کرنا چاہو تو اُسی سے مدد لینی پڑے گی۔ چہ جائیکہ روح اللہ کی حالت معلوم کر لینی یہ نہایت دشوار ہے۔ واسطے مناسب ہے کہ پہلے خود ہی کی روح کی حقیقت، جان لو کہ وہ کس چیز کی روح ہے۔ کس چیز کی اسیم سے بنی ہے کیونکہ روح کے ہزارہا اقسام ہیں جیسے روح المیاء۔ روح الارض۔ روح النباتات۔ روح الحیوانات۔ روح الوتوش۔ روح الطیور۔ روح الحیوان۔ روح السماء۔ روح الشمس۔ روح الارباب۔ روح اللہ۔ ثم روح اللہ۔ کہ یہی روح جملہ آفرین ہے۔ حتیٰ کہ اپنی روح کا بھی خود ہی خالق ہے کہ مخلوقیت کا بھی شوق نہ باقی ہے۔ اس میں بھی قصہ قدرت کی گنجائش نہیں۔ پس ایسے قدیر جملہ آفرین کو روح کی حاجت نہیں۔ اور اگر حاجت مند بنائے تو سب اس کو زیبا ہے۔ ورنہ حقیقتہً وہ روح آفرین ہے۔ بلکہ روح جیسے جوہر کو مٹی میں ملا دیا ہے ہر طرح کی طینت میں اس کو بند کر کے اُس کی سزا کی ہے۔ اور مٹی کو اس سزا سے معراج کو پہنچایا ہے کہ مٹی سے گوشت بنایا۔ اور طرح طرح کے جوہر سے آراستہ کیا۔ مگر واضح ہے کہ روح اللہ کے بارہ میں یہ نہ سمجھو کہ اس کو بھی اُس نے قید کیا بلکہ قیدیوں کے چھوڑانے کے لئے شفیع مقرر کیا ہے کہ سب کو بندگی سے چھوڑا کر بلندی پر پہنچائے۔ آزادی دلوائے۔ بلکہ اُس کو اس کام کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ کہ آبی۔ بادی۔ خاکی۔ تیشی۔ شمس۔ قمری۔ جنتی۔ جہنمی۔ سفلی۔ علوی۔ روحانی۔ نورانی۔ ملکوتی۔ لاہوتی۔ انبی اور ابدی جیسی مخلوق ہو اسی جنس کا لباس پہنکے اُس کی ہدایت کرے کہ سب راہ پر آنے سے چٹھکا راپائیں۔ حقیقت الحقیقت سے ملتے جائیں۔ اصل لاصول کی طرف رجوع ہوں۔ جسکی ہستی کا نمونہ تمام قدرت میں نمایا ہے۔ مگر اُس ہستی کے سوا ساری ہستی متعار ہے۔ مستعذب ہے بلکہ نجس ہے۔ و شخ و استفرغ ہے جس کو فنا کما جانیو الا ہے۔ اسکے بعد وہ خلق و تخلیق کے قرابت داری کو باقی رکھے یا نہ رکھے یہ اس کو اختیار ہے لیکن باقی نہیں رکھنا بھی ایک فعل ہے کہ اُس کا بھی صدور خلق افعال میں داخل ہے۔ اس طرز پر خلق و تخلیق کا حرب و نسب منقطع ہو جائیگا مگر نسب روح اللہی نہیں منقطع ہوگا + تو نعم النصیب اُس کے جو اپنے دل کو بیت اللہ بنائے تاکہ روح اللہ برآمد ہو۔ اور اُس سے قدسیت کا سلسلہ منسل ہو۔ اور اس سے روح اللہ کو کچھ عار نہیں۔ وہ یہی چاہتا ہے کہ ترقی ہو۔ کسی کی محتاجی نہ رہے۔ حتیٰ کہ اُس کے ذات کی بھی نہ ہو۔ غرض کہ دہنی نجائے تو حقیقت حاجت ہی کیا رہیگی۔ وہ بہر حال غنی

عن العالمین ہے۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی شان ہے کہ نظم

وہو اللہ خالق الارواح رَبَّنَا لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَهُوَ رُبُّنَا لَبَّاسًا فاطر الفضل والکمال خالق الخلق خالق الخلاق کُلُّ مَنْ غَابَ عَنْكَ هُوَ اللّٰهُ وہو اللہ واحد القہار قِ دَلِّ - قِ وَلِ الْاِیَّاهِ کلمۃ بندہ ہی علیاء احسن الوجہ تزہمت الاحباب بَیْنَ اَهْلِ الْحُجُودِ وَالتَّكْدِیْبِ خِی صَنِ لِرَبِّکِ وَالنَّحْرِ انما بجنّت ہی المادی سنتی عین سنت اللہ	وہو اللہ خالق الارواح کُلُّهُ یَفْعَلُ لَقَدْ یُسْعِدُ حضرت الفضل حضرت الارشاد خالق الغیب والشہادات دمیر الیراح فی الآفاق لَیْسَ کَاللّٰهِ غَیْرُهُ وَاللّٰهُ یحفظ من معارضی الاشرار حَیِّ - حَیِّ - حَیِّ - اَنَا یَا ہُو ومسلوۃ الخلوص عجماء جامع المکرّمات والاداب کُلُّ امْرِئٍ مِنَ الامورِ عجیب اِنَّ شَانِکَ هُوَ الْاَبْتَرُ ذالک نعمتہ لِمَنْ یَخْشِی صبنتی عین صبنۃ اللہ
--	---

حکایت درتخانات

مگر اس سے یہ غرض نہیں کہ ہر شخص اسی کو سند پکڑے اور خود کے بارہ میں بھی کہے کہ صبنتی عین صبنۃ اللہ تو یہ کہنا گویا ایسا ہی ہوگا کہ چونکہ گدھا کو بھی جان اور کان ہے اور آدمی کو بھی جان اور کان ہے لہذا آدمی اور گدھا دونوں مساوی ہیں تو یہ نزل دلیل ہے۔ ظاہر میں جبر طرح بڑا فرق ہے۔ باطن میں بھی اتنا ہی بڑا بھاری فرق ہے کہ دونوں کا گوشت لوگوں کو کھلاؤ۔ دونوں کی تاثیر جدا ہوگی۔ لیکن یہ ممکن ہے۔ کہ جیسے خیر ترقی پا کے گھوڑا ہو جاتا ہے اسی طرح یہ بھی ترقی پا کے انسان بن جائے۔ جیسے انسان ترقی پا کے انسان بنا ہے۔ لیکن سر دست گدھا اور آدمی برابر نہیں۔ مگر جس انسان میں گدھے کی روح ہوتی ہے۔ اس سے گدھا پن ظاہر ہوتا ہے۔ جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ گدھا ترقی پا کے انسانی ہیکل میں آیا ہے۔ اور جس جگہ گدھا۔ سور۔ کتا۔ بٹی وغیرہ بیان کیا جاتا ہے وہاں پھر بڑے انسان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے چنانچہ اس جگہ گدھا اور انسان کا ایک دلچسپ قصہ بیان کیا جاتا ہے اس کو غور سے سنو کہ ایک خدارسیدہ کنواری خوبصورت لڑکی تھی۔

اُس نے باپ سے کہا کہ آپ ہمارا حج و ہراج کے شہد رہ پر جائیے۔ اور فرمائیے کہ (ترنت وان
 ہماپن) چنانچہ اُس نے ویسا ہی کیا۔ کہ پادشاہ نے بدادہ و دش رخصت کیا کڑ لڑکی نے کہا کہ مرار
 ثم مرار ایسا ہی کرتے رہو۔ اور ویسا ہی کیا گیا۔ پادشاہ سے روزانہ دہب و عطا ہوتا رہا۔ یو مان بعض
 یوم پادشاہ نے (ترنت وان ہماپن) کا مطلب دریافت کیا۔ اُس باپ نے جواب دیا کہ میری لڑکی
 کو معلوم ہے۔ جس کو دریافت کرنا ہو اُسکے پاس جا کے دریافت کرے کچھ کیونکہ پیسا کنواں کے پاس
 جاتا ہے۔ کنواں پیسا سے کے پاس نہیں آتا۔ پس پادشاہ اُسکے مکان پر آیا۔ تو دیکھا کہ ایک نر
 بستہ کلبہ کی دہلیز پر کوئی دختر و شیرہ بیضاء اللون۔ سرا پا زہرہ۔ اثیر الوجہ۔ حورالعین۔ بکر نگاہ۔
 مطبوع النظر۔ بالکل بے پرواؤ دے حوا سچ آب بیٹھی ہوئی ہے۔ بات چیت سے صبح دلی ثابت
 ہوئی۔ سوال ماقدمت کا جواب پوچھتو اُس نے کہا کہ

دوش با عقل در سخن بودم گفتم اے مایہ ہمہ دانش چیت این زندگانی دنیا گفتم از وے چه حاصل است بگو گفتم این نفس کے شود رانم گفتم اہل ستم چه طائفہ اند گفتم این بحث اہل دنیا چیت گفتم اہل زمانہ در چه فن اند گفتمش چیت کہ خدائی گفت گفتم اور امثال دنیا چیت گفتمش چیت گفتوئے خیال	کشف شد بر دلم مثالے چند دارم از دل بہ تو سوالے چند گفت خوابیت دیا خیالے چند گفت درو سر و دہا لے چند گفت چوں یانت گوشالے چند گفت گرگ و سگ و شخالے چند گفت بیہودہ قیل و قالے چند گفت در بند جمع مائے چند ہفتہ عیش و غصہ سالے چند گفت زائے کشیدہ خالے چند گفت پند است حسب حالے چند
--	---

بس اب اس سے زیادہ سہر دست میں نہیں جانتی ساری زندگانی کا نتیجہ میں کہ گئی۔ لیکن اگر
 بہت ہی صاف صاف (ترنت وان ہماپن) کا مطلب سمجھنا چاہتے ہو۔ تو ایک نوزاد بیٹی
 گوارہ اس کا جواب دیکھا۔ اگر دریافت کرنا چاہتے ہو تو میں اس کا پتہ بتلا دیتی ہوں کہ فلاں ملک میں
 ایک پادشاہ ہے۔ اس کے بال بچے نہیں ہوتے ہیں۔ جس روز تم وہاں پہنچو گے اسی روز اُسکو
 ایک بچہ پیدا ہوگا۔ مگر گنگا بہرا اور اندھا ہوگا۔ تم اس خبر کو سن کے دعوئے کرنا کہ میں اُسکو اچھا کر دوں گا۔

بس اس بچے سے پوچھنا کہ اترنت دان مہاپن کا کیا مطلب ہے؟ وہ اسی وقت بتا دیگا۔ مگر وہاں کا راستہ ظاہر میں مزلق و منہنق ہے لیکن سیدھا سا پٹ چلا گیا ہے۔ اتنا البتہ کہ راستہ میں خطرہ ضرور ہے۔ اس لئے فلاں افق الطریق سے چلے جاؤ۔ محاصرہ الطریق پر نظر نہ کرنا۔ بین الطریق پر جانا۔ کہ بالآخر عطف الطریق پر پہنچو۔ چنانچہ پاؤ شاہ تنہا روانہ ہوا۔ ایک مدت کے بعد اس شہر میں پہنچا۔ شام کا وقت تھا۔ فیصل کے قریب پہونچے پہونچے حسب ضابطہ چاروں طرف سے شہر پناہ کا دروازہ بند کر دیا گیا۔

قسمت کو دیکھئے کہ کہاں ٹوٹی ہے کند دو چار ماتھے جبکہ لب بام رہ گیا
الحاصل کچھ اندھیرا ہوا + تو دیکھا کہ ایک گوشائیں اپنی جُردائے ہوئے کہیں سے آیا۔ اور اسی جگہ ایک درخت تھا = اُس پر پانڈلی بچھا رکھی تھی + اُس پر اپنی جو رویت چڑھ گیا + گوشائیں بڑا مضیف مزاج دہشتناک دیکھ کر اُس نے اپنے جُردا سے کہا۔ کہ دیکھو ایک مسافر فیصل کے زیر سایہ بیٹھا ہے = تھوڑی دیر کے بعد تمام گرگ ہمصمم و نمرغام ضیغ سب جمع ہو جائینگے + اس مسافر کی اکارت جان جاگئی + اس واسطے میں اسکو اوپر بلا لیتا ہوں + کسی ڈالی پر گس بیٹھکے رات کاٹ لیگا + مگر جُردا اُسکی ایسی ہمصص مزاج۔ ذو شہادہ و النایب تھی کہ اتنی سی بات پر آتشا ہو گئی۔ مگر گوشائیں نے کچھ نہیں سنا اسکو ایک ڈالی پر بلایا + جب کھانا کھانے لگا تو جب سے نیم نمانے گر خورد مرد خدائے بڈل درویشاں کند نیسے دگر

ایک ٹکڑا روٹی کا اُس مسافر کی طرف بڑھایا۔ پھر تو وہ عورت اور آگ بولا ہو گئی + مال کا روہ بچتے بچتے کھا پیکے سو گئی + اس دم گوشائیں نے اسکو آہستہ سے بلا کر اپنی جگہ پر سولا دیا اور خود اگوام اور بالکل پائین میں بقیچہ بنا ہوا سورا + وہ زین بدسرت عین یا فوخ اللیل میں بیدار ہوئی + پس پائین میں اُس مسافر کو سمجھ کر ایک لات مار کے ڈھکیل دیا۔ کہ وہ بیچارہ گوشائیں نے بچے آتا رہا + پس درندوں نے اُسی دم پھاڑ ڈالا۔ اور مسافر کو گوشائیں سمجھ کر بازو سے دھکا دیئے کہا کہ دیکھ تیرا دوست لقمہ درندہ ہوا = جب وہ اٹھ بیٹھا تو اُس نے دیکھا کہ یہ تو مسافر ہے اور جو لقمہ درندہ ہوا وہ گوشائیں تھا اُس وقت اُس عورت نے چیخ مار کے اسکو ڈھکیلا کہ اتفاق سے پانڈلی اُلٹ گئی۔ اور وہ عورت نیچے آتی رہی۔ اور مسافر اوپر ہی رہ گیا = پس وہ بھی لقمہ درندہ ہوئی + مسافر دل ہی دل میں جندہ فرغ کرتا رہا + تمام شام سبج ہوئی + مسافر شہر میں داخل ہوا + ایک سرائے میں فروکش ہوا + وہاں دیکھا کہ ایک گدھی کو بچہ ہوا + کہ بچہ ہونے ہی ایک کو انے آئے اُس کی

دکھنا
دکھنا
دکھنا

سے
نہ

دونوں آنکھیں نکال لیں + یہ دیکھ کر مسافر کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بدگمانی پیدا ہوئی +
 کیسے نیک مزاج گوشائیں کے ساتھ یہ کر لیا۔ یہ گدھی کا بے گناہ بچہ اسکی مفت میں آنکھ نکوالی + اسی
 سوچ میں تھا کہ اچانک یہ خبر پہنچی کہ پادشاہ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ مگر وجود عدم دونوں مساوی ہے =
 کیونکہ جمع حواس سے معذور ہے جو کوئی اسکو اچھا کرے گا بہت کچھ انعام پائے گا + پس اس مسافر
 نے اسکو اچھا کر دینے کا دعویٰ کیا + دربار شاہی میں بلایا گیا + تھلہ ہوا + مسافر نے بچہ کو گود میں
 لیکے کہا۔ کہ جُنَّابِکَ لِلّٰہِ وَ مَسْلاَہِ اِس اب سن لے بچے! کہ میں مصیبتیں جھیلتا ہوا تیرے پاس آیا
 ہوں کہ (ترنت دان جہا پڑن) کا کیا مطلب ہے پس بچہ نے آنکھ کھول دیا۔ اور ہنسر مناسطہ دلاسنہ
 شروع کیا۔ کہ جقدر لوگ خدا کے بارہ میں بے انصاف ہونا تصور کرتے ہیں سب غلط ہے + وہ عموماً
 طور سے یوم العدل معلوم ہوگا۔ مگر مختصر یہ کہ دیا جاتا ہے کہ جو جس عضو و عضو سے گناہ کرتا ہے۔ اکثر
 اُسی عضو و عضو پر عذاب ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کسی نے ناری گناہ کیا ہے تو اُسکے متعلق جسمانی عذاب الجحیم
 مقرر ہے جو سوزاک + تاشک۔ جزام۔ طاعون۔ سرسام۔ بواسیر خونی۔ جنون۔ مابینجولیا۔ مانیا۔ آشوب
 اور دق وغیرہ وغیرہ ہے + اگر آبی گناہ کیا تو برص۔ فالج۔ لقوہ۔ آب نزول۔ فتق۔ رسولی۔ نقرس۔
 خناق و خنازیر وغیرہ وغیرہ ہے۔ اسی کو عذاب شدید کہتے ہیں + اسی طرح ہر ایک عضو کے متعلق
 گناہ ہے اگر صورت اور میرۃ سب عناصر اور روح سے بھی گناہ کیا۔ تو اسکو مفلسی جدا ستائگی اور سب
 طرح کی مصیبت جدا معیہ الیٰ المعاد کر دیا جائیگا جسکو عقاب کہتے ہیں۔ اسی واسطے آسمانی کتاب
 میں اکثر (تم) کا لفظ ہے جسکے بہت ددر تک معنی سمجھے جاتے ہیں۔ مگر بزرگوں کی بیماری وغیرہ کو
 اس سے تعلق نہیں اُس میں راز ہے + پس یہ بار بار پیدائش کا ہونا بار بار دنیا گوشت پوست
 ہونا خاکی ہنرمیں پڑتا ہے + کیونکہ مردہ پر عذاب نہیں جو کچھ ہے زندہ ہے۔ گو زندگی میں ذری
 سی مٹھا س بھی ہو مگر وہ سب عذاب ایک عذاب پر آفت ہے لیکن وہ اپنے لوٹ آنے کو ایسا
 بھول جاتا ہے جیسے لوگ اپنے بچپن کی بات بھول جاتے ہیں۔ لہذا عقل سے اتنا خیال کر لینا چاہئے
 کہ بچے کی زندگانی کا رنگ جو خلافت از دگر زندگانی ہوتی ہے اُس کا ضرور کچھ سبب ہوتا ہوگا۔ وہ
 کیا کہ وہ زندہ ہے نہ مردہ۔ نہ بیدار ہے نہ خفتہ۔ نہ بے ہوش ہے نہ باہوش۔ عجب اطوار بہشتی زندگی
 ہے۔ پھر اس بہشتی زندگی پر اس کا سونا۔ جتنا بھی جاری رہتا ہے۔ کہ خواب ایک بیک موت ہے
 اور موت ایک گراں خواب ہے کہ اسی خواب۔ سکتے غشی و صرع وغیرہ سے موت کا نمونہ ظاہر ہوتا ہے
 اور خالص موت کی حالت بغیر خود مرے ہوئے ایسا ہی نہیں معلوم ہو سکتی۔ جیسا کہ نشہ بغیر خود استعمال

کئے نہیں معلوم ہو سکتا۔ مگر مرنے کا نام خدا رسیدگی نہیں در نہ سب کو متمنی الموت ہونا چاہئے۔ اور جس قدر مر گئے گویا وہ خدا تک پہنچ گئے ہرگز نہیں دو فنا فی الروح اللہ پہنچا کرتے ہیں۔ بقیہ پٹائے جاتے ہیں پھر وہ منہ کے صورت سے ہو یا منہ کے صورت سے ۛ تو اب جو انسانی ہی پہل میں پٹائے جاتے ہیں۔ ابھی دو چار گھنٹہ بھی دنیا میں پیدا ہوئے نہیں گزرنا ہے۔ کہ سوئے سوئے چونک کے اٹھ جلتے ہیں۔ اوپر دیکھ کے کبھی سننے ہیں کبھی روتے ہیں گویا انہوں نے کچھ خواب دیکھے جہی اُن کی یہ حالت ہوتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ کچھ دیکھ کے آئے ہیں جو یہاں خواب میں دیکھتے ہیں۔ پس وہ دیکھنا ہی پہلی جنم والی بات ہے + پھر جیسے جیسے وہ جوان ہوتے جاتے ہیں۔ سب باتیں بھولتے جاتے ہیں۔ اس لئے نسیان بھی ایک رحمت ہے۔ خیال کے تھپڑ میں پردوں کا کام کرتا ہے۔ طرح طرح کی سین دکھلاتا ہے۔ بے انتہا بھول جانے کا نام ماس ہو جاتا ہے۔ پس ما احسن بہ جو خوش کارندہ و بشی العمل ہیں۔ دنیا میں اُن کا تال اچھا ہوتا ہے۔ اگر لوٹائے گئے تو معاد اچھا ہوتا ہے۔ برزخ میں رہے۔ تو مشاب اچھا ہوتا ہے + اوپر گئے تو مشاب اچھا ہوتا ہے + انتہا کو پہنچنے تو اب اچھا ہوتا ہے + و ابطلہ جو بد کارندہ ہیں کہ دنیا میں اُن کا مجمع برا۔ پٹی کھائی تو مرجع برا۔ دنیا سے جب موت کا ذائقہ چکھا کے تھوڑی دیر کے لئے لوٹائے گئے تو وہاں مادی برا۔ پھر پٹی کھائی تو یہاں ملجا و مشوی برا۔ ابتدا سے انتہا تک مطلع اور مقطع سب برا + اچھے بُرے دونوں کے اعمال کے مطابق رطب و مواجب۔ و وظیفہ و مناصب ہیں۔ فاعوذ باللہ ان اکون من الخالفین۔ حالاً مقصود الفوائد انکہ وہ بڑھایا بس الحال گوشائیں تنہا رازات والار فیک وہ میں ہوں دیکھو اس وقت کیسا متمنی البدن ضیق الوجہ۔ بیکل شکیل۔ بیکل ضیکل سے ٹھیک ٹھاک ہوں۔ فرشی سے عشی بنا ہوں۔ اشرفی سے اشرف بنا ہوں۔ عصیر النسب ہوں۔ حلیل النعمائے اور جزیل الالائے سے ممتاز ہوں اسی کو دترت وان حماہن کہتے ہیں کہ ایک ہاتھ سے دو۔ دوسرے ہاتھ سے تو ایک نیکی کا بدلہ ہزار نیکی کا ثواب ہے + سو دیکھ لو میں روٹیوں کا محتاج تھا بالکل بے برگ و نوا تھا + ایک ٹکڑا روٹی کا تم کو رات کو کھلایا اور اس وقت بدلہ ل گیا + ایک شہنشاہ کا دلی عہد ہوں + دارائے بحر و بر ہوں + ایک درخت کو چھاں بنائے رہتا تھا سو آج جو اہر اس کے گوارہ میں موجود ہوں۔ اوڑھ کل تحت پردہ بیٹھوں گا۔ ایک رات تمہارے واسطے دکھ اٹھائی ظاہر آجان دیدی۔ اب جب تک اس جنم میں ہوں آرام سے رہوں گا۔ نیکی کر نیکی ہمیشہ کے لئے توفیق عطا ہوئی۔ ہمیشہ ہمیر الفوائد دہنگا۔

اور اب کبھی ڈگریٹ نہیں کیا جاؤ گھگھ سوائے ترقی کے۔ اور حیاتِ ابدی کو آدم سے پہنچو نہ گنا۔ گویا جان نہیں دی بلکہ جان پائی۔ اور سرسٹے میں جو تم نے گدھی کے سچے کا حشر دیکھا یہ وہی ہماری زنِ ہلیہ۔ مفعول الیڈین۔ وحن الخلق۔ مع العقل۔ غیر المزاج تھی۔ اب وہ ہمیشہ دکھیا رہیگی۔ اور درندہ کی سزا اور کوئی سزا بھی کسی اور ترکیب سے کی جائیگی۔ بس اب ابلہ بلیہ شیلہ کی حاجت نہیں۔ اب خصنت ہو جائے ویر ہو رہی ہے۔ کفی باللہ بینی وینکم شہدا۔ پس وہ مسافر باہر آیا۔ اور پچھ مستولی بگریہ ہوا۔ بادشاہ بہت ہی بہت خوش ہوا۔ تمام انباء المدن۔ اور نقیب و خدام پسر و اور پیشرو۔ موبد و وحالین باضرب گویا اہل دربار نے بڑی اطلس مزاجی سے مسافر کے آگے سر تسلیم خم کیا۔ الداء البلاد آراستہ ہوئے۔ فصم و جلوس قائم ہوا۔ مسافر کے بارہ میں معلوم ہوا کہ یہ بھی جاؤم القوم و خراطیم الناس سے ایک پادشاہ جلیل القدر ہے۔ اس نے خنی الکہر کی حالت بیان کی۔ اور سمجھا یا کہ جس زندگی میں خوشی نہیں وہ دوزخ ہے۔ سب کی خوشی کا سامان مہیا کرنا چاہئے۔ کیونکہ پادشاہ جتنا بڑا ہے۔ اسی ہی اس کا فریضہ بڑا ہے۔ خود بھی رنگ روپ بدل کے رعایا براہ کی حالت دیکھنی چاہئے باقی دنیا ظل الغمام و علم المنام ہے۔ جو کچھ کام کی چیز ہے وہ صرف نیکی ہے۔ پس فی امان اللہ۔ مسافر نے مراجعت کی۔ اس لڑکی سے آگے ملا۔ دونوں میں عقدہ نکہن ہوا۔ شعرانے مبارکبادی گائی کہ

غزل

بر تو اس محفلِ شاد مبارک باشد	ساقی و بادہ و پیمانہ مبارک باشد
جان من عشرتِ این خانہ مبارک باشد	مطرب و نغمہ مستانہ مبارک باشد
بسر گیسوئے مشاطہ بگوید ز سرور	روغن و آئینہ دشانہ مبارک باشد
شونخی دناز و ادا چستی و انداز و نیاز	عشوہ و غمرہ ترکانہ مبارک باشد
اختر اوج درخشندہ بہ پیشانی شد	حشمت و جاہ و عوسانہ مبارک باشد
اسی تو یحییٰ توئی سیاح و سیح و مہدی	دشمنت رارہ ویرانہ مبارک باشد

تو اب اس جگہ ثابت ہو گیا کہ ہر چیز ایک ایک کام کے لئے بنائی گئی ہے۔ ایک چیز دوسری چیز نہیں بن سکتی۔ جب تک سب چیز کا بنانے والا اس ایک بنی بنائی چیز کو دوسری چیز نہ بنا دے۔ پس اگر سب چیز کو ایک ہی چیز بنا دے۔ تو سب چیز ایک ہی ہو جائیگی۔ اس حیثیت سے تمام عالم۔ ایک ہی شے بنام عالم موجود ہے۔ گو کسی زمانہ میں اسکو خالی و ایٹھریا اور کوئی چیز ملے ہو اؤفتا کر دے اسکو اختیار ہے۔ مگر ظاہر آدمی اور خربلا تعاخ و تماخ کے برابر نہیں کہے جاسکتے جیسا کہ

۴۰
جوزیان
زبانہ

حکایت درناحقان

اوپر کے قصہ سے ظاہر ہوا۔ مگر کوئی ایسا وقت نہیں جس میں تناسخ کا عمل جاری نہ ہوتا ہو۔ مگر ہر وقت کی شان نزول کا نام اُس کے جدا لگانا ہے مثلاً

- (۱) اگر کہا جائے کہ بعد از موت لوگ مراجعت چاہینگے تو یہ تناسخ ہوا +
(۲) اگر عاید الی المعاد سے پوچھا جائے کہ دنیا میں چند روز رہے تو کہینگے کہ صرف ایک روز یہ بھی تناسخ ہوا +

(۳) مٹی سے مصغہ وعلقہ شکل بننا یہ بھی تناسخ ہے۔ بدل مایحل کا ہونا یہ بھی تناسخ ہے +

(۴) لکڑی۔ کپڑے کا سانپ بننا یا یہ بھی تناسخ ہے +

(۵) مٹی سے جواہرات پانی سے موتی بننا یہ بھی تناسخ ہے +

(۶) مٹی سے تمام پیداوار ہونا یہ بھی تناسخ ہے +

(۷) یا قوت انگار میں سفید باہر سرخ ہونا ہے یہ بھی تناسخ ہے +

(۸) مونگا پانی میں سفید باہر سرخ ہوتا ہے یہ بھی تناسخ ہے +

(۹) عقمہ پانی میں سفید باہر زرد ہوتا ہے یہ بھی تناسخ ہے +

(۱۰) گرگٹ رنگ بدلتا رہتا ہے یہ بھی تناسخ ہے +

(۱۱) ساٹھی کا چاول باسنتی ہو جاتا ہے یہ بھی تناسخ ہے +

(۱۲) بڑھا ہونا جوانی کا انتقال ہونا ہے یہ بھی تناسخ ہے +

(۱۳) نمساج وغیرہ کبھی زہوتا ہے کبھی مادہ یہ بھی تناسخ ہے +

(۱۴) عقاب کبھی زرخن بنتا ہے کبھی عقاب یہ بھی تناسخ ہے +

(۱۵) شاہ بالوط کبھی مازو بنتا ہے کبھی بالوط یہ بھی تناسخ ہے +

(۱۶) شلغم ایک سال کرب بنتا ہے دوسرے سال شلغم بن جاتا ہے یہ بھی تناسخ ہے +

(۱۷) زگس کبھی پیاز بنتی ہے کبھی زگس یہ بھی تناسخ ہے +

(۱۸) پستہ کبھی مازو بنتا ہے کبھی پستہ یہ بھی تناسخ ہے +

(۱۹) ریشم کا کپڑا اپنے اوپر تاز نکال نکال کے چپاں کر لیتا ہے اُس کے بعد مردہ ہو کر چکنا سنا ہو جاتا ہے +

کا ہو جاتا ہے۔ ہفتہ کے بعد پروانہ ہو کر اڑ جاتا ہے یہ بھی تناسخ ہے +

(۲۰) چینی کبھی پروانہ بنتی ہے کبھی چینی یہ بھی تناسخ ہے +

(۲۱) کیول کا پھول رات کو سفید رہتا ہے دن کو سرخ یہ بھی تناسخ ہے +

- (۲۲) گلی نیلو فردہ پر کو غنچہ رہتا ہے شام کو گل ہو جاتا ہے۔ یہ بھی تناخ ہے +
- (۲۳) شگوفہ گاہ شگفت است و گاہ خوشیدہ درخت گاہ برہنہ است و گاہ پوشیدہ یہ بھی تناخ ہے + مکھی سے لکڑی بن جاتی ہے یہ بھی تناخ ہے +
- (۲۴) ہلال بدر بن جاتا ہے یہ بھی تناخ ہے۔ پختنگے سے کھاری بن جانا یہ بھی تناخ ہے +
- (۲۵) صحت سے مرض اور مرض سے صحت۔ راحت سے مصیبت مصیبت سے راحت۔ موسم کے بعد اسی موسم کا دورہ۔ مہینہ کے بعد وہی مہینہ۔ اتوار کے بعد اتوار۔ دن کے بعدرات یہ بھی تناخ ہے
- (۲۶) آفتاب سے گرمی۔ گرمی سے دھواں۔ دھواں سے بخار۔ بخار سے پانی۔ پانی سے ہوا۔ ہوا سے سردی۔ سردی سے پانی۔ پھر پانی سے گرمی ہونا یہ سب تناخ ہے +
- (۲۷) اشیاء کے تاثرات کا باہم مرکب ہونا اس پر سے اجرام علوی و اجسام سفلی کے تاثرات کا میل جول ہونا جن کے مجموعی تاثرات سے جمادات و نباتات و حیوانات و دیگر اشیاء کے پیدا ہونے کا مادہ قائم ہو جانا۔ پھر ان قائم شدہ کے سٹری سٹرائی سے ایک دوسرے قسم کے تاثرات کا ظور میں آنا جن سے طرح طرح کے اخفاش و زخارف الارض۔ بیوجک اور طرح طرح کے دیدار صغار اور کیڑے مکوڑوں کا پیدا ہونا پھر رفتہ رفتہ اون کیڑوں کا درندہ پرند۔ چرند اور گزند ہو جانا۔ جیسے خرا و بول و براز سے خراطین۔ خراطین سے جُحَل۔ جُحَل سے لال بگی۔ ناموس۔ ذباب۔ اس سے عنکبوت اس سے بچھو۔ اس سے چھپکلی۔ اس سے گرگٹا بچھکھوڑا۔ اس سے پر کیے بادیگرے زنگارنگ وجود کا قائم ہوتے رہنا۔ درنہ معدوم الوجود کی کیا وجود کہ اہل وجود میں موجود ہو معدوم صحت ہے + پس یہ سب تناخ ہے +
- (۲۸) کل آن انافی شان یہ بھی تناخ ہے +
- (۲۹) گنا سے رس۔ رس سے گڑ۔ گڑ سے بھورا۔ بھورا سے شکر۔ شکر سے چینی۔ چینی سے مصری مصری سے دگر مٹھائیاں۔ اسی طرح لٹہ حیض سے چھندر۔ چھندر سے مینڈک۔ مینڈک سے بیڑ۔ بیڑ سے تیر۔ تیر سے خلقت دگر تبس بخلقت جایدہ ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اسی طرح تخم سے درخت۔ درخت سے لکڑی۔ لکڑی سے میزکری۔ چوکی۔ بیج وغیرہ وغیرہ یہ سب تناخ ہے چنانچہ اگر تمام کائنات کی سب چیزیں ایک جامع کر کے یا مجسم کائنات کا کائنات ہی ایک جگہ از روئے کیا سڑا کر کھا دیا جائے۔ تو اس سے ایک عجیب غریب جاندار پیدا ہو سکتا ہے جو مرکب بجمع اشکال ہو۔ فنبارک اللہ احسن الخالقین بس یہی کیا ہے۔ بلکہ یہ آزما کے دیکھ سکتے ہو کہ کچھ کتا کا گوشہ و

استخوان اور اس کا دایاؤ منایا اور کچھ بلی - سور - چوہ - اونٹ - بیل - گدھا وغیرہ کا گوشت وغیرہ اسی طریقہ پر آمیتھ کر کے سڑا دو - تو اُس سے جراد و زرق کی طرح ایک عجیب مخلوق پیدا ہو جائیگی - کہ وہ ایک دوسرے کو اس طرح سے کھائیگی کہ طرح قانون فطرت کے مطابق گرگ لوٹری کو کھاتا ہے لوٹری شغال کو کھاتی ہے شغال سانپ کو کھاتا ہے - سانپ چڑیا کو کھاتا ہے - چڑیا پھنگا کو کھاتی ہے - پھنگا زبور کو کھاتا ہے - زبور غل کو کھاتا ہے - غل مکھی کو کھاتی ہے - مکھی مچھر کو کھاتی ہے مچھر چوٹی کو کھاتا ہے - چوٹی سب چھوٹے بڑے کو کھاتی ہے - کہ بالآخر اکل و ماکول ہوتے ہوتے اُس میں سے جو باقی رہ جائے گا وہ ایسا ہی عجیب الخلفت ہو گا جیسا کہ

چشم غول پیل و بطن گاؤں راس خر ماہِ زہری در صدام و کز دم انداز سال ایں ہمہ از علمِ نیرنجات آمد در شمار گر شود ایں شکل بوسیدہ پس از مرگ ہلاک رفتہ رفتہ از ہمہ آثارِ مجموعی چسبیں قول یحییٰ را بدل آورده قدرے غور کن	گرگ سیرت خاک پستانی و کلپ شیر در من عجائب و الخرائب خلقتش پُر خیر و شر چشم بکفاء و دبیں اس زور تا شیر اثر بعد از بوسیدگی پیدا شود شکلِ دیگر شکلِ انسانی شود چون قند شد از نیشکر میکم حالابہ سرِ نسخ بحثِ معتبر
--	---

وہ بحث نسخ و نسخ یہ ہے کہ از روئے کیمیا یہ عالم کا عالم اپنی اصلی صورت سے مسخ ہو کر طرگل کے اس مجموعی شکل پر قائم ہوا ہے - کہ اُس میں عالمِ موابید ثلاثہ و عناصر عالمِ عقل و ارواح - عالمِ معین و غیر معین محسوس و نامحسوس سب شامل ہے - مگر اس نفل کا جدا جدا نام رکھا گیا ہے - کہیں اس کا نام تمیم ہے کہیں ترم - کہیں تواشخ ہے - کہیں تفاسخ - کہیں خلع بدن ہے کہیں رمیا - کہیں دور و تسلسل ہے کہیں کیمیا - کہیں تغیر و تبدیل ہے کہیں تلبس و تحویل - کہیں تداول و تہلیل - کہیں انقلاب و انتقال ہے - کہیں عقاب و زوال - کہیں ترقی ہے کہیں تنزلی - کہیں حوارث و تصرف ہے - کہیں بواعت و تصرف - کہیں کمون و بروز ہے - کہیں نبوت و عروص - کہیں تماسخ ہے کہیں تناسخ - مگر یہ سب تناسخ ہی کے قسم سے ہے - مگر تم منی زادے لوگوں میں اتنی عقل نہیں کہ اسکو سمجھ سکوں - مگر بحالت و جماعت سے خود کو دانا و بدیناؤ قدیر سمجھتے ہو کہ جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ کرنے پر خود کو قادر سمجھتے ہو خدا کو نیست کرنے پر - اُسکی قدرت کی تکذیب کرنے پر گویا ہر بات پر خود کو قادر سمجھتے ہو - تم لوگ کا داغ ایسا پھو گیا ہے جیسا کبھی تبدیلِ مکانات سے پھر جاتا ہے کہ سمت کی معرفت جاتی رہتی ہے - صاف اظہر من الشمس! ایس من الامس بھی ہو جاتا ہے مگر وہ اسی پراڑا رہتا ہے کہ ہماری بستی میں فلاں سمت

شرق و غرب ہے۔ حالانکہ سمت جمیع عوالم شمس میں صرف ایک ہی ہے۔ مگر یہ جبل و مرض کا باعث ہے کہ اسکو ایسا محسوس ہوتا ہے + اسی قسم کے جبل و محسوس یہ بھی ہے کہ صراطِ مستقیم کو غیر صراطِ مستقیم سمجھتے رہنا۔ رحمان کو شیطان سمجھتے رہنا۔ مسحا کو دجال سمجھتے رہنا + لہذا یہ جبل و محسوس عین ہنگام ہے + ایک روز تمام ملائین کے زمرہ کو لعنت نکلی جائیگی۔ اور ساری لعنت کو شیطان کہا جائیگا۔ اور شیطان ہلاکتِ ابدی میں پڑیگا۔ کوئی چتر چند نہیں باقی رہیگا۔ مگر چہرہ وہ عذاب چاہے باقی رکھے۔ کوکنے والے کو اختیار ہے۔ غرض کہ بہتہ کذا تارۃً ہلذا پس سے

عالم ارواح و تناسخات

<p>ہر زیر و بر جمیع کہ دانی بخیر و شر از ہر طرف گرفتہ بر آغوش ماحضر بے مادۂ دلیغیراب دُام بلا پس او خویش را بداندو کے داندش دگر تینش بگشتہ برق ہم چرخ شد سپر آں فیصلہ بگشتہ سعادت ماب تر نار و سماء و برج دمہ و دھند نقش زر نیلج و برد و گرمی و باران و بحر و بر متاثر است زیر اثر خالق اثر از آہ و زاری یا بعبادت زبوم و خ حیراں شدم چگونہ کم سوئے خود نظر خود را بعشق دیدم و با ہوش بے خبر بر فرشِ ارض رفتہ بگو با ہمہ بشر بعد از خدا بزرگ منم قصہ مختصر زاں شد الف مشدوے بر سر کشاں زبر خود را یہ او بدادہ چو صدر مغان زر فرزند ارجمند بشد پیشِ آں پدر ہرگز پدر ندارد و دارد نہ او پس جو خویشتن نہ بیچ بداردو کے دگر</p>	<p>مادعی خالق مخلوق زیر و بر طاؤسِ آسمان جواہر نگار پر ایں جملہ کائنات نہ از مادۂ دنہ نہ از امرِ آمریکہ نداند کسے مگر سلطانِ غرب و شرق نہ نشاۃ بحر و بر ہر چہ کہ فیصلہ بنایم زدست خویش رضوان و حور و جن و ملک نہ و حوضِ باغ ابر و دکان و در عدد و برق و تجلیات ہر کوہ و کادہ و روح و ریح و جمیع خلق آں خالق اثر متاثر کجا شو د مستغنی از جمیع کہ محسوس مے شو د خود اینقدر بخویش نگہ تا ختم کوشش خود را بگفتم اے تو جیبی و عینِ من از جملہ اکبر است خدائے قدیرِ من خود را چو زیر کردہ بشد پیشِ آں الف فرخندہ خال سر نہ در بار گاہِ اوست دادہ بخاک و خون چو سر خویش بہر او او بے پدر ہزار پدر آفریدہ است مادر ندارد و نہ برادر نہ ہیکس</p>
---	--

اما لقب بدادہ کہ اس جائے غور نیست از بیضہائے چرخ دو بچہ برآمدہ ہر دم بشکلائے دگر آمد بہ تو	ہر چہ کند کند نہ بدار و دروں ضرر گوئند دھرا بلقے بے ہوش و بے ہنر یکجلی بذات خویش نہ ہرگز بند دگر
--	--

مگر کلام علی ذالک یہ ہے کہ جسمانی تناسخ تو ہر طرح سے ثابت ہو چکا روحانی تناسخ کی کیا دلیل ہے اگر وہی روح دوسرے جسم بدل لیتی ہے تو یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ حیوان مطلق سے خایہ گزک وغیرہ اور ایک مچھلی کے سفوف سے ہزار ہا تر و مادہ پھیلیاں پیدا ہوتی ہیں اور جامہ انسانی سے بقیہ و بقیہ نمل و قمل - بعوضہ دگس حتیٰ کہ گرم شکم اور جنین وغیرہ پیدا ہوتے ہیں۔ مگر ان میں کچھ انسانی و حیوانی روح نہیں داخل ہوتی۔ کہ انسان میں روح الہی سمجھی جاسکے بلکہ دوسری روح ہوتی ہے اگر اسی روح کا کچھ حصہ کما جائے تو اُس سے روح کا گھٹنا بڑھنا ثابت ہوتا ہے۔ اور صریحی طور سے دیکھنے میں آتا ہے۔ کہ ریاضت سے جسمانی دروہانی گھٹاؤ بڑھاؤ ہوتا ہے چنانچہ جسم بچہ ہے تو روح بھی بچہ رہتی ہے + جسم جوان ہوتا ہے تو روح بھی جوان ہوتی ہے + جسم مرض سے کمزور ہے۔ تو روح بھی کمزور محسوس ہوتی ہے + جسم اندھا ہے تو روح بھی اندھی رہتی ہے۔ کیونکہ مجرم کا شرکاء مجرم ہے اسلئے کہ وہ مفری خواب میں کبھی آفتاب نہیں دیکھتا۔ اگر کسی نے دیکھا تو اُسکی اصلی تعبیر بھی ہوگی + لیکن اکثر نہیں دیکھتا + غرض کہ اکثر روح جسم لازم و ملزوم دیکھے جاتے ہیں + حالانکہ دونوں بالکل غیر جنس ہیں۔ جسم جو ہر مرکب ہے + اور روح جو ہر بسیط + روح جیسے گوشت میں سرایت کرتی ہے۔ اسی طرح سب چیز میں سرایت کر جاسکتی ہے + اور جسم اس سے مغزور ہے + بلکہ اسکی سبب سے معراج پاتا ہے + تمام جسم میں اس طرح موجود ہے جیسے کہ نیا میں نگار سانپ کو دیکھ کر روح ڈرتی ہے۔ مگر جسم کی حفاظت کرنے کی ہدایت کرتی ہے + جسم پر زخم پہنچنے سے روح نالاں ہوتی ہے اسقدر متحد و متوحد ہو رہے ہیں + پھر بھی ایک دوسرے کی حقیقت نہیں معلوم کہ پورا گھٹنے بڑھنے کا علم لگایا جائے + کیونکہ ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ جو کوا پانچ برس کا بچہ دیکھا ہو اور دس برس کے بعد اُس کو خواب میں دیکھیں تو وہی پانچ برس کا بچہ دیکھنے میں آتا ہے + حالانکہ بالکل غلط ہے۔ خاص اپنا خیال اس بچہ کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ اسلئے کہہ سکتے ہیں کہ کسی متوفی کو بھی خواب میں دیکھنا صحیح نہیں ہوگا + اور خواب ایک دم جھوٹ بھی نہیں ہے + جو کچھ جلتے میں دیکھتے سنتے ہیں وہ سب خیال ہے + جو کچھ نیند میں دیکھتے سنتے ہیں وہ سب خواب ہے + خواب میں جو کچھ دیکھتے ہیں دیکھتے وقت یقین ہوتا ہے۔ جب آنکھ کھلتی ہے تو خواب معلوم ہوتا ہے + گویا جب آنکھ بند تھی تو سب سچ

دیکھ رہا تھا آنکھ کھلی تو کچھ وجود نہیں + پس یہ آنکھ کھلی تو سب دیکھ رہا ہے آنکھ بند ہوتی تو نگہ کاروں کے لئے کچھ وجود نہیں مگر منہ + تو اب خواب جو ایک خاص تبدیلی پیدا کر کے روحانی عالم کو جسمانی طور پر بتلاتا ہے یہ کہاں تک سچ ہے اور کہاں تک جھوٹ اگر کوئی خواب میں جملے کا ہونا دیکھتا ہے تو احتمال ہوتا ہے یہ سچائی کا نمونہ بتلاتا ہے + اگر اُس سے حمل بھی رہجاتا تو زیادہ سچائی ثابت ہوتی مگر بالکل مصلحت کے خلاف ہوتا۔ کیونکہ پھر کوئی عاصمہ نہ باقی رہتی۔ اچھا عذر ملجاتا + پھر اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی کسی کا عزیز کیس سے آ رہا ہے تو روحانی تعلقات کے سبب سے اسکو خواب کے ذریعہ معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ فلاں آ رہا ہے اور وہ سچ ہو جاتا ہے + بڑی خوشی یا مصیبت آنے والی ہوتی ہے تو بھی خواب آتا ہے کہ یہ سب خواب کی سچائی کا نمونہ ہوا + تو اُسکی بحث آگے آئیگی۔ یہاں پر مختصر یہ کہدیا جاتا ہے کہ سچے کا قانون قدرت کے مطابق سب خواب سچا ہوتا ہے۔ اور جھوٹے کا جھوٹا۔ اب خواب میں جو رُوح کی حالت دیکھی جاتی ہے۔ کہ شخص خفتہ میں موجود بھی ہے۔ پھر باہر ہے۔ تو واضح ہو کہ رُوح کے بدولت سب ہے + رُوح سب کام کو انجام دیتی ہے۔ بچپن کو بھی جوانی کو بھی عقل و جمق و فتح نیکی و بدی۔ خواب و خیال اور جو کچھ ضرورت ہو سب کو۔ لاشی سے شئی پیدا کر دینے پر اللہ تعالیٰ نے اسکو قادر بنایا ہے + تو خواب کے حالت میں اس کا نام رُوح سیلانی ہے۔ تو اُسکی کیسی حالت ہے کہ جیسے گل میں بو کہ گل کے گل میں بھی موجود ہے اور پھر باہر بھی ہے۔ جبکی دوسری مثال عکس و نقل کی بھی ہو سکتی ہے کہ وجود ایک جگہ موجود ہے اور عکس سینکڑوں کوس دور منعکس ہونا چلا جا رہا ہے + تو خواب کے ذریعہ سے روحانی خفت و ثقلت کی ویشی ثابت بھی ہوتی ہے اور نہیں بھی ثابت ہوتی ہے + اس لئے سرِ دست خواب سے ثبوت لینے کو ترک کر کے بیماری کے عالم سے ثبوت لی جاتی ہے۔ کہ جب کوئی مریض مرجاتا ہے تو اُسکے جسم میں مرض کے آثار باقی رہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ رُوح میں بھی رہتے ہونگے۔ چنانچہ رہتا ہے۔ مگر جب جسم مرجاتا ہے تو رُوح کو بھی مرجانا چاہئے۔ تو رُوح اس سے مستثنیٰ ہے۔ کیونکہ جسم کا مرجانا رُوح کے نکل جانے کا نام ہے اور اُس کے گھٹنے کا نام کمزوری جیسے ہاتھ پاؤں کبھی بیماری سے سوکھ جاتے ہیں تو اُس میں رُوح نہیں رہتی یا کچھ زیادہ لہبا موٹا آدمی میں رُوح زیادہ نہیں ہوتی۔ گویا اس جگہ رُوح کا گھٹا و ثابت ہوا + چنانچہ جسم کسی کا جسم کاٹا جاتا ہے تو جو حصہ کٹ گیا ہے اُس محل کے پاس وہ مریض ہاتھ لیجا کے کھجلاتا ہے تو معلوم ہوا کہ اُسجگہ خالص رُوح باقی رہتی ہے جو برہنہ ہونے سے اُس میں غارش پیدا ہو جاتی ہے کہ اسکو دکھلاتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ سمٹ جاتی ہے۔ تو اب رُوح کی حالت کیسی ہوئی۔

جیسے عناصر کی کرمان کے سادی ممکن ہو جاتے ہیں جبکی مثال یہ ہے۔ کہ اگر گلیا سیٹ سے لکھ کر آتشرنی کریں تو سارے حروف آتشرنہ ہونگے گویا ظرف و منظور تابع و متبوع ہوئے۔ پونگی میں ہوا بھر کھجائے تو جو شکل پونگی کی ہوگی وہی شکل ہوا کی ہو جائیگی۔ جس طرح کہ ظرف میں پانی بھر دو گے تو پانی اُسی طرح کے ظرف کی شکل قبول کر لیگا۔ یہی حالت مٹی کی بھی ہے۔ تو جب اس سے روح کی نسبت رکھی گئی ہے تو یہی خواص روح میں بھی ہونا چاہئے۔ چنانچہ ایسا ہی ثابت ہو رہا ہے۔ پس روح کی ایسی ہی کوئی شکل نہیں ہے جیسی درد کی کہ جسم میں موجود ہوتا ہے۔ پھر کوئی شکل نہیں۔ جو اسکی شکل ہوتی بھی ہے وہ مریض کی صورت کے وسیلہ سے اپنی شکل ظاہر کرتا ہے۔ تو یہی بات روح کی بھی ہے کہ جیسی روح ہوتی ہے ویسی ہی طینت ہوتی ہے ویسی ہی شکل و صورت ہوتی ہے ویسے ہی فرشتے ہوتے ہیں جس میں خصلت جس چیز کے مشابہ ہو اس میں اُسی کی روح ہے اس کا مرض و علاج بھی اُسی کے مشابہ ہوگا پھر وہ کیسی ہی روح ہو۔ جیسے حرارت ایک ہی قسم کی نہیں ہوتی زنجبیل کی حرارت اور ہے لونگ کی اور اگر زنجبیل میں بالکل خواص تاثیر و حرارت سبب شکل و قفل کے ہو تو پھر زنجبیل کو لونگ ہی ہونا چاہئے۔ لیکن چونکہ ایسا نہیں ہے اسلئے دو صورتیں ہیں اسی طرح اگر سب روح یکساں تھیں تو سب صورت بھی یکساں ہوں۔ روح ترقی کر کے شکل انسانی میں آئی ہے۔ اس سے زیادہ بھی ترقی کر سکتی ہے۔ کیونکہ باطن میں اس شکل سے کچھ مناسبت رکھتی تھی جو آج ہوئی ورنہ نہ ہوتی۔ کس لئے کہ جو آج کچھ نہیں ہے وہ کل بھی کچھ نہیں ہے۔ جیسی ابتدا ویسی انتہا۔ تو اب روح کیا چیز ہے تو روح و حیات و نفس تینوں ایک ہی چیز ہے اور تینوں کے معنی بھی قریب قریب ایک ہی ہیں پس جو کہا جاتا ہے کہ نفسیکہ برے آید مفرح ذات است چوں فروے رود ممد حیات۔ جب بھی ایک ہی بات ہوئی۔ لہذا روح و حرارت۔ خوشی۔ اور روشنی یہ سب حیات کا نام ہے۔ سردی و ظلمات۔ رنج و دوزخ یہ سب موت کا نام ہے۔ تو روح کچھ عرصہ و شہوت و آتش کی طرح حرارت نہیں ہے۔ کہ اس کا نام حرارت رکھا جائے۔ نہ روشنی ہے نہ نور و نظر۔ نہ ڈائمنو، مٹا ہے نہ فاسفہ نہیں۔ نہ بجلی ہے نہ جگنو کچھ جیکسی چیز نہیں نہ رونق دار کہ روشنی کہہ سکیں۔ مگر کچھ ہے ضرور کیونکہ اگر باطن میں نہ ہوتی۔ تو ظاہر میں مجرا نہ قید ہو کر ظاہر نہ ہوتی۔ تو اب یہ دیکھنا ہے کہ جو ظاہر میں اس ترکیب سے ظاہر ہو کہ تمام عوالم میں گشت لگاتی ہوئی خوراک میں پوشیدہ ہو۔ خوراک سے خون و مٹی میں خون و مٹی سے ہیکل میں کہ اس ہیکل میں رہ کر مختلف طریقہ سے خصائل ظاہر کرے کہ کبھی کچھ کبھی کچھ کہ اسکے مجموعی قوت کا جلوہ تمام عوالم میں رنگا رنگ جلوہ گر ہے۔ تو وہ کھجائے کے بعد بھی ویسی ہی رہ سکتی ہے۔

جیسے ظاہر ہو نیلے پہلے تھی۔ یا باطن میں رہ کر اس سے بھی بڑھ کر اور کیا قوت ظاہر کرتی ہوگی۔ یہ سب کو معلوم جو اس کا ہم جنس ہو وہ جانے + کیونکہ ظاہراً یہ صاف نمایاں ہے کہ خنزیر کی روح بیل کی روح سے کثیف ہے جس کا فیصلہ ایک شرف المخلوقات کر دیتی ہے کہ ان دونوں کی روح سے لطیف روح رکھتی ہے جسکو بشر کہتے ہیں۔ کس لئے کہ اگر ان سے اعلیٰ نہ ہو تو فیصلہ نہ کر سکے۔ تو اب ضرور ممکن معلوم ہوتا ہے کہ بشر کی بھی روح سے کسی کی روح لطیف ہو جو انکے بارہ میں فیصلہ کرے تو وہ اکثر بشر ہی میں موجود ہوتے ہیں جو تہذیب و حکومت کا کام کرتے ہیں کیونکہ فضل و انشرف نہ ہوں تو انتظام نہ کر سکیں تو اب ان سے بھی کوئی زیادہ لطیف روح والا ہونا ممکن ہے کہ بالآخر روح ترقی کرتے کرتے اتنی لطافت کو پہنچ سکے کہ بارہ لطافت کے مدارد ہو جائے کہ کسی طرح محسوس نہ ہو سکے۔ اگر محسوس ہو جائے تو پھر بلال بلال نہ ہے۔ ایسی حالت میں جو روح اللہ روح آفریں اور سب سے فوق الفوق اور دروی الوری ہے اسکی قوت و قدرت کی کیا حالت معلوم ہو سکتی ہے کہ کیا کیا وہ کر سکتا ہے بالکل ناممکن ہے + اس لئے یہی کہہ دیا جاتا ہے کہ روح اور روح آفریں بنام روح اللہ دونوں بچوٹ ہیں مگر روح کی حقیقت معلوم ہے کہ اسکی حقیقت نہیں معلوم ہو سکتی۔ اور روح اللہ کی کچھ بھی حقیقت نہیں معلوم۔ حتیٰ کہ کرڈٹا کر ڈر بار مجھ بھی دیکھو۔ جب بھی حقیقت شناسی میں معذوری ہے + اسکی مثال ایسی ہے کہ اگر کوئی شخص ایسا آئینہ جو ہیکل کے فٹ ہو اسکو دیکھتے وقت جرم آئینہ کو دیکھنا چاہئے تو ہرگز نہیں دیکھ سکیگا۔ پس بینائی کے چہرہ پہ بھلا کس نے نظر کی۔ وہی حالت اسوقت ہمارے روح و جسم کی ہے۔ کہ چون آئینہ بدست من و من در آئینہ + مگر اسکے مشابہ ہر روح میں ہر فعل کے صدور کرنے کی قوت دی گئی ہے۔ تو خود کو پہنچو انیکے فعل کی بھی ذمہ وار ہو سکتی ہے۔ تو وہ صریحی اسطور پر معرفت کرا رہی ہے۔ کہ روح ایک بڑی بھاری قوت کا نام ہے + اور قوت کی یہی تعریف ہے کہ ساکن کو متحرک اور متحرک کو ساکن کر دے + عدم کو وجود اور وجود کو عدم میں بلا اختیار لا سکے۔ اگرچہ ہزار ہا قسم کی مختلف قوتیں ہوں تاہم جدائی میں رہ کر یکائی میں بائن واحد ہے۔ جیسے دس ہزار آدمی اگر اکٹھا ہو کر کسی چیز کو ہٹائیں تو سب کی قوت ایک جادائی میں رہ کر یکائی میں ہو جائیگی۔ جس وقت چاہے ہزار اشکال بدلے تو جسم یہ قوت بنام روح ایک لائے چیز کو بلا کسی مادہ کے کتم عدم سے وجود میں لانے لگتی ہے تو فہر حرکت و سکون کا صدور ہوتا ہے + کہ اس سے تصادم کی وجود قائم ہوتی ہے + اس سے حرارت پیدا ہوتی ہے + حرارت سے جذب و کشش ہوتی ہے + ان سب کے اجماع سے ایک خاص قسم کے خواص تاثیر کا ظہور ہوتا ہے + پس یہ قوت تہریر یہ مطلق بطوق طاقت و گرہے۔ مگر جس کو

قدرت مطلقہ و قدریہ کہتے ہیں وہ مطلقیت سے بھی خارج ہے۔ حتیٰ کہ محض نامکن الفہم ہی نہیں بلکہ اس سے بھی متعالیٰ ہے۔ کسی میں قدرت نہیں کہ اس کا فیصلہ کر سکے۔ بالفرض اگر یہ فیصلہ بھی کیا جائے کہ قوت جبکہ روح کہتے ہیں وہ ایک حالت میں مقید ہے اور قدرت جبکہ روح اعظم و روح مجرد یا روح الامین خواہ روح القدس کہتے ہیں وہ کسی حالت میں مقید نہیں بالکل مطلق ہے۔ جو کچھ چاہے کہ گذر سکتی ہے + جو کچھ چاہے خود کو بنا دینے پر قادر ہے۔ منفیہ اور منفیہ اختیاراً ہو سکتی ہے + اسی واسطے اس کا نام قدرت ہوا۔ اور روح مقید کا نام قوت۔ تو اگر وہ قید و بندگی سے چھوٹ کر ویسی ہی مطلق بھی ہو گئی تو اس سے کیا؟ بھلا قدرت کو اس سے کیا فائدہ ہے؟ جو اس کو ہوگا + پس یہ سب ایک لہو و لعب ہوا + اس سے زیادہ اور کچھ وقعت نہیں + مگر یہ سب جو فیصلہ کیا جا رہا ہے۔ اسی قوت مقیدہ بنام روح کے دس حواس کے ذریعہ سے کیا جا رہا ہے + گیا رھواں اوزار نہیں جس سے زیادہ فیصلہ کرنے کی قوت ہو بلکہ گیا رھواں اوزار کی بھی خبر اسی دس قوت سے حاصل ہو رہی ہے۔ اسلئے قوت مطلقہ کے بارہ میں کیا متحکم حکم لگایا جاسکتا ہے۔ کچھ بھی نہیں۔ اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب کوئی خاص چیز عام ہو جاتی ہے تو خاص لوگ نہیں استعمال کرتے پھر اخص اخص کیا استعمال کریں گے۔ بحر سکوت کے کچھ چارہ نہیں۔ لہذا سرت قوت مقیدہ بنام روح پر بحث کی جاتی ہے۔ کہ اوپر کے بیان سے یہ قوت روح حرکت و حرارت سے مرکب ثابت ہوتی ہے + تو ہر چیز میں جان ہے۔ حتیٰ کہ جان میں بھی جان ہے = گو وہ جان محسوس ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو + جیسے اگر کوئی دو روز کے پھولے چنے کو جو کپڑے میں پیٹے ہوئے ہوں کھا جائے۔ یا کچا آٹھ کھا جائے تو ضرور شکم میں کیچڑ جائیگا + تو اب دیکھو اُس پنے اور آٹھ میں جان تھی یا نہیں؟ اگر نہ ہوتی تو کیچڑ کی شکل میں ظاہر نہ ہوتی۔ یہ ہونا ظاہر کر رہا ہے کہ جان تھی + اسی طرح ہر چیز میں جان ہے + جس چیز کو کھاؤ خون پیدا کریگا۔ تو جو چیز خون پیدا کریگی انہیں جان ہوگی + اور کوئی ایسی چیز نہیں جس سے خون نہ پیدا ہوا سوائے سب میں جان ہوئی + مگر جیسی وجود ہوگی ویسی جان ہوگی۔ تو جیسی جان ہوگی ویسا ہی مال ہوگا + جیسے جو چیز عدیم آبادی ہوگی تو اُسکی ساری ہستی معدومیت سے لبریز ہوگی + پھر ہر چیز کے لئے دفتر نظرت سے یہ سب ارکان و شروط ہیں۔ کہ ہر چیز میں شکل و رنگ۔ خاصیت و مزاج۔ عیب و مہر۔ بوء و اثر۔ سختی و نرمی۔ العاد و ثلاثہ۔ مقدار و موازنہ ترقی و تنزلی وغیرہ وغیرہ ہوگی۔ اسکے علاوہ ہر چیز سے عطر و روغن۔ شربت و شراب۔ سرکہ و عرق۔ تیز آب و زہر۔ ست اور فضلہ۔

سینٹ لودا سپرٹ۔ بخار و حرارت۔ اکمل اور گیس وغیرہ وغیرہ ہونا ممکن ہوگا۔ پھر ان سب چیزوں میں جداگانہ جان ہونا بھی ثابت ہو سیکے گا + تو جقدر اشکال مختلف ہیں اسی قدر ارواح بھی مختلف ثابت ہونگے + جیسے بنیاد اشکال و اجسام سے۔ اجسام تلخ۔ منضبط۔ مردت۔ مستحب۔ واسع و رافع۔ منجذب و فارہ۔ منظم و مضی۔ مقید و مطلق۔ محب و مقہر مصمت و موجف و اشکال ہند سادہ و غیرہ وغیرہ ہیں۔ ان سب کی ارواح کی صورت جدا ہوگی۔ بلکہ اس کے بھی ہر ایک چیز میں ہزارہا اقسام کی جانیں ہوتی ہیں + پھر ان جانوں میں بھی جانوں کے اقسام قائم ہو سکتے ہیں۔ جسکی کہیں انتہا نہ ملے گی + مثلاً ایک حیوت لامہ سے مٹوٹی گئی۔ تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ چیز نہ کور۔ ہلکی ہے یا بھاری ہے۔ میل ہے یا سوکھی ہے۔ گرم ہے یا سرد ہے کیسی ہے۔ ان سب اوصاف میں ایک قسم کی جان ہے + اب اگر اس چیز کو قوتِ شامہ سے تجربہ کرنا چاہو گے تو استنہام سے معلوم ہوگا کہ چرائیند ہے یا بسائیند۔ منشی ہے یا منیق کیسی ہے۔ اس میں بھی ایک جان ہوئی کیونکہ اگر جان نہ ہوتی تو اس کی وجود ہی نہیں ہوتی + اب دیکھو ایک چیز میں طرح طرح کی جانیں منضو و پائی جاتی ہیں + چنانچہ اب اسی چیز کو قوتِ ذائقہ سے تجربہ کرو تو کڑی کیسی۔ پھکی۔ تیکھی۔ چکنی کیسی۔ چرپری تیز۔ میخوش اور زہریلی کا ہونا ظاہر ہوگا تو جب ان اوصاف کی وجود قائم ہوئی تو اس وجود میں جان کا بھی ہونا ضرور ہوا۔ اور ہے + تو اب سب چیزیں تیسرے قسم کے جان کا ہونا ثابت ہوا۔ اب چوتھے قسم کی جان قوتِ سامعہ سے تمیز میں آئیگی کہ اس چیز کی آواز سنو کہ کیسی آواز اس نے نکلتی ہے۔ مٹوٹی بھکتی ہے یا باریک ثقیل نکلتی ہے یا خفیف۔ کھنکھاتی ہوئی نکلتی ہے یا جھنکارتی ہوئی۔ مسلسل ہے یا منقطع۔ ان آوازوں میں بھی ایک قسم کی جان ثابت ہوتی ہے۔ یہ چوتھے قسم کی جان ہوئی۔ اسی طرح قوتِ مختلفہ سے بھی استنباط کر کے پانچویں قسم کی روح قرار دید۔ تو اب چھٹے قسم کی جو جان ہو سکتی ہے۔ وہ سب جانوں سے مرکب ہو کر ایک جان کی وجود میں آتا ہر ہو سکتی ہے کہ پھونسنے سے اس ایک چیز کے ایک جدا اثر ہوتا تھا۔ پھر دیکھنے سے ایک جدا اثر ہوا۔ سونگھنے سے ایک جدا اثر + تو ہر چیز ایک جدا جدا کام کے لئے بنائی گئی ہے۔ اسی بنا پر ہر عضو بدن کو بھی سمجھ لو کہ جدا جدا کام کے لئے بنائے گئے ہیں۔ کہ ناخن یہ کام کرے پاؤں یہ کام کرے۔ کسی جان کی حقیقت دریافت کرنے کا کام جان کرے چنانچہ جان ہی دریافت کرتی ہے کہ جسم کسی چیز کو کھا گئے تو کہتے شکم میں اصحابِ سبع امواؤ احشا کے ذریعہ سے پوری اس چیز کی جان سے اطلاع ہو جاتی ہے۔ کہ بارو ہے یا رابط۔ حار ہے یا یابس۔ متعی ہے یا مفرح۔ مندمی ہے یا سہی۔ مصفی ہے یا مقوی۔ خشک ہے یا مرہل۔ مہل ہے مکرینی ہے

یا مذکر مفید ہے یا مضر۔ ہر ماکول اپنے ماکول ہونے کا بدلہ لے لیتا ہے۔ خود کو نیست کر کے اسکی جان کی حقیقت دریافت کرتا ہے + دیکھو ہر کوئی چیز آرام پہنچاتی ہے۔ کوئی چیز الام + کوئی چیز مسرور کرتی ہے کوئی چیز زنجور + کوئی چیز علیین کو پہنچاتی ہے کوئی چیز اسفل السافلین کو + ہر ایک میں ایک ایک بعد اقدار رکھی گئی ہے + یہ سب اس کی قدرت کا نشانہ ہے + ہر ایک قدرت میں ایک نئے قسم کی روح ہے + منور چیز کی روح منور ہوگی + سمادی کی روح سمادی ہوگی + ارضی کی روح ارضی ہوگی + نباتاتی کی روح نباتاتی ہوگی + مگر ہر چیز اکل و ماکول ہے اسلئے روح مالی پر روح نباتاتی کی بقاء ہے + روح نباتاتی پر روح حیوانی کی بقاء ہے + روح حیوانی پر ملائکہ کی بقاء ہے + روح ملائکہ پر روح الکاہنات کی بقاء ہے + روح الکاہنات روح اللہ کی غذا ہے + اور وہ بطور اثر کے ہوتا ہے + پس روح الکاہنات روح اللہ کے وجود کے اثر کا ایک مہموم و حمیلہ عکس ہے + اور روح خالص انانیت قدسیہ ہے + جو اس پر قابض ہوا۔ خواب و خیال پر قابض ہوا + مگر انوس ہے ان پر جو اپنی ذات سے برخوردار نہ ہوں۔ لہذا ان سے دوسرا برخوردار ہو۔ خود پر حاکم نہ ہوں۔ دوسرا ان پر حکومت کرے۔ وہ حاکم ان کا نفس مارہ بنام شیطان ہے۔

بڑے موقی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا ننگ واژدہا و شیر مارا تو کیا مارا
پس ہر ایک روح جدا جدا ہے۔ ایسا نہیں کہ تارامنڈل کی طرح زنگارنگ غلوے پھوٹ نکلتے ہیں کہ مادہ سب کا بارود درنگ ہوتا ہے = جو صرف ایک ہی قسم کی آگ سے منتشر ہوتا ہے + مگر ہاں روح اللہ میں پہنچ کر ایسا ہی ہو جائے تو عجیب نہیں۔ یہاں تو صاف کشش الصغی علی وجہ الارض ہے کہ باطن میں سب جدا جدا الحقین جمعی ظاہر میں جدا جدا ہوتیں ورنہ نہ ہوتیں + پس یہ سب جان کا خلیل ہے۔ جو جان پر کھیل جائے وہی جان جاناں پائے + لہذا اسے تو جان ہر سب تیری ہی سبب سے ہے تو نہ تیرے کچھ نہیں۔

تجہ پہ عاشق نہ ہوں تو ہوں کس پر تجہ میں جو بات ہے وہ ہے کس میں + بلکہ

انت سرری فی الاسرار انت نوری فی الافوار	انت اثری فی الانوار انت مظلوا علی
حی شمس فی الشمس حی کلانی فی المطحوم	حی دُستی فی الکتوم انت مقنود الاسنی
نصوتی فی المعلوم تخلیتی فی المورہوم	تعلقتی فی المعلوم انت محمود الاد حی

بلکہ تو یہاں تک محمود الاد حی ہے کہ سب جلوہ تیرے ہی سبب سے ہے۔ اگر تو نہیں تو کچھ نہیں۔ مگر تیرے جس سے جو انسانی جان ہے وہ ارض پر سب کسی کی جان سے قوی ہے۔ کہ ان قوی میں بھی

بعض زیادہ قوی ہو جاتی ہے جس مادہ سے قہید ہے وہ مادہ خالق مادہ سے ہے۔ اگر تو نہ ہو تو مادہ اور مادہ آفرین کیسی خبر نہ ہو + حیوانی جامہ میں سرشت بخون و بخار کا راس الخی ہے تو یہی ہے + مگر اس سے اسے سمجھنے والو ہم یہ نہ سمجھو کہ روح خون و بخار ہے + چنانچہ ڈوب کے مرنیوالی چیز میں خون رہتا ہے + بہت سے جاندار میں خون کا نام نہیں اور زندہ رہتے ہیں بہت سے جاندار کو فوراً مرنیکے بعد کاٹ کے دیکھو تو خون نکلیگا + مگر قہوری دیر کے بعد جبکہ جزو گوشت ہو کے خشک ہو جاتا ہے تو خون لال ہے اور اکثر ہر لال چیز گرم ہے + اس لئے خون گرم ہے + اس سے حرارت پیدا ہوتی ہے + اس حرارت سے ہر طرح کی تحریک پیدا ہوتی ہے + کیونکہ جیسی مشین دیسی ہی تیل کی ضرورت ہے + جو جسمانی مشین میں اسی قسم کے تیل ضرورت تھی جو اسمیں بھی گئی ہے۔ جو خون کے نام سے یاد کی جاتی ہے + اس جسم ایک طرف د چراغ ہوا۔ اور خون تیس نفس جی اور حرارت آتش جسکی روشنی کا نام زندہ گانی ہے۔ اگر یہ روشنی سرد ہو گئی تو زندہ گانی کا خاتمہ ہو گیا + تو اس کا بھجنا چند سبب سے ہوتا ہے + مجملہ ان کے ایک سبب ہوا کا بھی ہے + تو ہوا روشن بھی کرتی ہے اور بھاتی بھی ہے + پس نفس ہوا ہے + اگر کسی جاندار کا نفس دفعۃً بند کر دیا جائے تو مرجائیگا + یا زیادہ دیر لایا جائے کہ میٹھا۔ ٹپنے لگے تو پتے پتے ہی مرجائیگا۔ چنانچہ پلو ان اکثر عمر طبی کو نہیں بچتا۔ سانس کے تعدد بہت جلد صرف کرنے سے بہت جلد مرجاتا ہے + اسی طرح اگر بہت بلوایا جائے تاہم مرجائیگا + اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ نفس جو ایک قسم کی ہوا ہے۔ مرنے پر اسی صنفی کام کرتا ہے۔ یہی روح ہوتی۔ کہ روح کے معنی بھی ریح لطیف کے ہیں + چنانچہ۔ آہستہ آہستہ جس دم کرنے سے روح حیات بڑھ جاتی ہے جسکی ثبوت یہ ہے کہ جب کسی کبوتر یا چڑیا۔ مینا میں سے کسی کو ناکامانی صدمہ پہنچ جائے۔ تو اسکی چونچ کو منہ میں لیکر دم کرنے سے جان پلٹ آتی ہے + جس سے روح کے ہوا ہونے میں تاخیر ملتی ہے۔ اسی کے مطابق یہ بھی ہے کہ بہت دور اوپر چلے جانے سے چونکہ ہوا بہت لطیف ہوتی ہے کہ لمبے لطافت کے مدار کہنا چاہئے۔ اس لئے اوپر جانے والا مرجاتا ہے + اسی واسطے پرندے بھی بے انتہا اوپر نہیں جاتے + پس اس سے پوری طرح ثابت ہوتا ہے کہ روح یعنی ایک قسم کی ہوا ہے + اسی بناء پر بھوت۔ پریت جو عالم غیر جسمانی میں نجس روح ہوتی ہے۔ اسکو ہوا کہتے ہیں لیکن حقیقت ایسا نہیں ہے۔ بلکہ وہ یوں ہے کہ جسم بے شمار اجزائے مادیات سے بنے ہیں۔ جو باہم ملکر چار بڑے رکن اعظم بنام اربع عناصر سے یاد کئے جاتے ہیں + ان کے جمیع خواص کے جدا جدا آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ کہ ان سب آثار کے مجموعی تاثیرات سے جو صلاحت

پیدا ہوتی ہے۔ وہ ایک قوت کا کام کرتی ہے جسکو مادہ اثیریہ کا اثر یا قوت خواہ روح کے نام سے یاد کرتے ہیں جو ترقی کرتے کرتے روح اللہ کے مقام پر پہنچنے قدرت کے دائرہ میں داخل ہو سکتی ہے + کیونکہ حرارت - دُخانِ مرتبہ کو پہنچتی ہی بھڑک اٹھتی ہے + اور یہ بات روزانہ کے تجربہ میں آتی رہتی ہے + اب اس پر محول کر کے بڑی باریکی سے یہ بات سمجھائی جاتی ہے + کہ جس قدر چیزیں ملاتے چلے جاؤ گے وہ سب مل ملکر ایک ایک طرح کی یا ہی قبول کرتی چلی جائیگی + یہاں تک کہ تمام کائنات کی چیزیں باہم ملا کر پیتے چلے جائیں - آخر میں سب بے انتہا کالے ہو جائیں گے - کالے سیاہی کے چمکنے لگیں گے + اس پر اسکو مانجنا شروع کرو - تو وہ سب سیاہی سفیدی قبول کر لیگی + اس پر بھی مانجئے جاؤ تو وہ ابیض چیز ابھی ہو جائیگی + اس پر بھی اگر مانجئے جاؤ گے تو ابھی سے واضح ہو جائیگی + اس پر بھی مانجئے کا فعل جاری رہا تو واضح سے - صُفٰی ہو جائیگی + صُفٰی سے جہدِ دمِ بڑھیکے گا تو برق ہو جائیگی + اس سے بھی جس وقت ترقی کریگی تو اسی ہو جائیگی + اسی سے جس دم رفع ہوگی تو خلص ہو جائیگی + اس سے آگے بڑھنے پر لطف ہو جائیگی + اس سے آگے بڑھنے پر محض اھوئی دیکھی ہو جائیگی + پس تمام کائنات میں اخراج النور من النملات کی بحث ہے + من دو تضاد قوتوں کو باہم قریب الاقران رکھنے والی قدرت قدیہ نے یہ قوت حارہ بخشی ہے - کہ نباتات او گلے میں معین ہوتی ہے + انڈاسے بچہ نکالنے میں مدد دیتی ہے + ساری قسم کی زندگانی کی ممبر بن جاتی ہے + اور ہر جگہ جدا جدا کام کرتی ہے + گویا یہی - علم و عقل و خواب و خیال و روح و نفس سب کا آئن واحد ہیں کیلئے کام کرتی ہوئی اسی آن میں ایسا جدا بھی رہتی ہے جیسا کہ منجانب اللہ جبر و قدر کا ظہور بود و نابود دونوں کے ساتھ ہو کر بری بھی رہتا ہے جو جس سے قدرت الہیہ کا نقد ثابت ہوتا ہے + چنانچہ اب اسجگہ حرارت کو ایک محسوس الحواس جاندار کی شکل میں لاکر علم و عقل و روح و جان و خواب و خیال کا اکیلے کام کرتے ہوئے بتلادیا جاتا ہے - کہ ایک جفت سفید - یا - کسی رنگ کا الٹ پنکدہ دیک دو جاوے لو - ان کو اکیلی جگہ رکھو - جہاں دوسرے مرقا غری نہ ہوں + اس پر بھی وہ اندازگی تو ضرور چھپائیگی + گویا اسکو اپنے دشمن کا خوف ہے + دشمن کے معنی سے واقف ہے + انداز کے بارہ میں اسکو علم ہے کہ اس سے بچہ پیدا ہوگا + خود کا اندازہ کھیتی ہے کہ ہم اسقدر نڈا اینے کے لائق ہیں + اس لئے اس انداز سے جفت رکھنا چاہئے + جب شکم اس کا بیضہ سے خالی ہوتا ہے تو اسی بھی اسکو اطلاع ہوتی ہے + اس وقت پانالب و لمجہ دوسرا اختیار کرتی ہے کہ اس حالت میں رہنے کا نام کڑک ہونا کہا جاتا ہے + گویا معین وقت پر معین

طریقہ سے لب و لہجہ اختیار کرنا صرفی و نحو قواعد کا ثبوت حاصل ہوتا ہے۔ کہ اس کے آواز میں نداؤندہ وغیرہ بھی ہوتا ہے + جو آگے بیان ہوگا + جب یہ انڈا پڑھتی ہے۔ تو بچہ کی محبت میں فاقہ کشی اختیار کرتی ہے + دو ایک روز درمیان دیکر خود پروری کا فریضہ ادا کرتی ہے + انڈا سینے میں کچھ تصور بھی کرتی رہتی ہے + کہ اُس تصور کا اثر اُس انڈا پر پڑتا ہے + مثلاً اُس کے سلسلے کوئی کافی چیز رکھی ہوئی ہے۔ جسکو کبھی کبھی دیکھتی ہے۔ اُس کو دیکھ کر تصور کرنے کا نتیجہ ہوگا کہ کوئی کالا بچہ بھی پیدا ہو۔ چنانچہ بموجب قانون فطرت وقت مقررہ پر جو نر بچہ ہوتا ہے وہ انڈا سے خود نکل آتا ہے + اسی بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ بیضہ سموات سے نہر ہی بچہ پارا ترتا ہے + جب بچہ پیدا ہو چکے ہیں تو ماں اُسکو سمجھتی ہے کہ بچوں کو اپنے دامن آغوش کی گرمی پہنچانی چاہئے + پھر بڑی محبت سے اپنے پنکھ دار بازو سے چھپاتی ہے + ہر بچہ کی طرف مخاطب ہو ہو کر انھار محبت کرتی ہے + پس یاد رہے کہ محبت اچھی چیز ہے سب چیز کی بنا محبت ہے + دیکھو یہ محبت کا نتیجہ ہوتا ہے کہ وہ ننھے سے بچے اپنی ماں کی بچی محبت پر پورا یقین رکھتے ہیں۔ کہ اس سے بڑھ کر کوئی اپنا شیل و شفیں نہیں + یہ بچے اپنی ماں کی طرح فخر کو اپنی چونچ سے اپنا بدن صاف کرتے ہیں جسکے معنی یہ ہوتے ہیں کہ تندرست ہیں + ایک پاؤں کو عمود بنا کے سوتے ہیں۔ گویا اس درجہ دنیا سے پار کا ب مستعد ہیں + اور دشمن سے خوف ہے کہ بھاگتے وقت دوسرے پاؤں کو اٹھانے کی دیری نہ ہو + اگر پتلی چیز پر کھڑے ہیں تو خوب تحکم بچہ سے پکڑتے ہیں گویا گرنے کا مفہوم پوری طرح سمجھتے ہیں۔ پھر کسی چیز کے مالک بھی بنتے ہیں کہ جہاں پر پہلے قبضہ کر کے بیٹھتے ہیں۔ اس جگہ کو اپنی ملک سمجھتے ہیں۔ دوسرے کو نہیں آنے دیتے + ادا آنے والا بھی اُن کی ملک سمجھ کر لوٹ جاتا ہے + ماں بچوں کو اپنے رسم و رواج پر لانے کے لئے کبھی خفیف سا سزا بھی کر دیتی ہے + اب ان بچوں کو بچپن کی حالت سے آخری حالت تک غور کرو + کہ ان کی لائف کیسی گذرتی ہے + جس سے حرارت حارہ کا مختلف فعل ظاہر ہوگا کہ کسی جگہ محبت کا رنگ ہے۔ کسی جگہ علم و عقل کا۔ کسی جگہ خواب و خیال وغیرہ وغیرہ کا۔ تو چونکہ انکی عمر طبی تھوڑی ہے اس لئے تھوڑی مدت میں سب کام انجام دیدیتے ہیں + جیسے جن نباتات کو بہت ہی جلد پھل بھول کر نیا مٹی ہو جانا ہے۔ وہ ذری سہ بارش میں طلوع ہو کر حرکت کرنے لگتے ہیں۔ کہ زود آدم زود میر ویم بچہ اود جو درخت عظیم المقدار ہوتا ہے۔ اود اس میں بہت سا فواکھاتی رزق و فوائد کا گدام بھرا ہوتا ہے + وہ بتدریج نشو و نما پاتا ہوا اپنی عمر طبی کو پہنچتا ہے + اسی بنا پر چونکہ انسان سے بہت بڑا کام لینا ہے۔ اور خاکی

منظر اتم ہے = اسلئے بہ دیر ترقی پاتا ہے = کہ آسان سے مشکل تک پہنچے + تو چونکہ سفلی مختلفات میں یہ عقل سے بہرہ اندوز کیا گیا ہے = اسلئے اسکی پرورش میں محنت بھی زیادہ رکھی گئی ہے = کہ عدلاً دونوں یکساں ہو جائے + اس واسطے =

مرغک از بھینہ بروں آید و روزی طلبد	آدمی زادہ ندارد و خبر عقل و تمیز
آنکہ ناگاہ لبے گشت و بچرے ز سید	دیں بنیکین و فضیلت بگذشت از ہمہ چیز
آجگینہ ہمہ جا بینی از ان قدرش نیست	لعل دشوار بدست آید از ان است عزیز

تو جسم یہ سب مرغی کے بچے دانہ چینی کرنے لگتے ہیں تو ماں انکی ایک ایسے محبت آمیز لہجہ سے گٹ گٹ کی آواز نکالتی ہے جسکے معنی یہ ہوتے ہیں = کہ اے میرے عزیز بچے جو دانہ میرے منہ میں ہے وہ لو = وہ بہت شیریں ہے + پس بچے اپنے آگے کا دانہ چھوڑ کر = ماں کی طرف مخاطب ہو جاتے ہیں + اس بچنے کے حرکات اور بیوٹی انکی جوانی کے حرکات اور بیوٹی سے الگ ہوتے ہیں + مصمصیت بھری ہوئی دھڑکی کے ساتھ بیوٹی ہوتی ہے + اپنی ماں کی جدائی سے ایسی بیکسی کی آواز نکالتے ہیں کہ اس سے حرفِ مذہب کا مفہوم پایا جاتا ہے + کہ ماں ادھر ادھر آوا جائی میں لگ جاتی ہے + وہ اس وقت اپنی آواز پر اضطراب جو تکلیف بخش لہجہ میں ہوتی ہے ادا کرتی ہے = جسکے مطالب یہ ہوتے ہیں کہ اے بچے ہم اسی جگہ ہیں تم نہ گھبراؤ = اس عرصہ میں اگر دوسری مرغی کا بچہ آ جاتا ہے = تو اس کو وہ مرغی غیر مرغی کا بچہ پہچان کر مارتی ہے + حالانکہ اگر اس غیر مرغی کے انڈے کو بھی یہ مرغی سیکھ بچھ پید کرتی تو اسکو بھی ایسی ہی پیار کرتی جیسے اپنے بچوں کو پیار کرتی ہے + اس سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ پہلے اپنے بال بچوں کا خیال رکھنا چاہئے + اسکے بعد اہلِ دایرہ کا = پھر جیسے ستمی ہوں = اب ان بچوں کا کھیل دیکھو کہ اگر ایک بچہ کو کچھ مل گیا ہے تو اس سے چھین لینے کے لئے دوسرا بچہ پیچھے پڑتا ہے + مگر اسکے ناک ہونے کے سبب کچھ ڈر تارہتا ہے + اس سے یہ ثابت ہوتا ہے = کہ دولت ایک دوسرے کی طرف متبادل رہتی ہے + تقدیری زبردست کا بیڑا پار ہے + پس اگر اس چھینے چھاننے میں کہیں تیسرے دشمن بنام باز = شکار اور چیل وغیرہ کی آمد ہو گئی = تو اس وقت ان بچوں کی ماں ایک خاص قسم کے لہجہ سے کوٹ ورو استعمال کرتی ہے جس سے بچے سمجھ جاتے ہیں کہ دشمن معاند کی گند ہوئی = پس وہ نفسا نفسی کرتے ہوئے اپنی اپنی جان لیکر جہاں کے تہاں چھپ جاتے ہیں + جب میدان دشمنوں سے خالی ہو جاتا ہے = تو ماں ندائی لہجہ سے ان بچوں کو پکارتی ہے = جب یہ بچے کچھ میلانے ہو جاتے ہیں = تو ان کی صورت = بیوٹی اور لب و لہجہ دوسرے قسم کا

ہو جاتا ہے + ان کی پروں سے ستر پوشی ہونے لگتی ہے پروں پر پوختہ دائرش ہوتی ہے۔ ذرا سا پانی سے براق ہو جاتا ہے۔ برسات میں اپنی دم کے پاس سے چکناٹائی نکال کے لگاتے ہیں کپر تر نہیں ہوتا۔ یہ پروں بال اندکی گرمی کو باہر آنے سے روکتے ہیں۔ باہر کی گرمی کو اندر جانے سے روکتے ہیں + اور ان کے پروں میں بھی فرق پیدا ہوتا ہے ہرگز بچساں نہیں + نہ کسی پرندہ کا پر دوسرے پرندے سے ملتا ہے۔ حالانکہ سب قسم کے پر فعل پر بدن کو عمل میں لاتے ہیں + اسی طرح سب چیزیں فرق سمجھنا چاہئے + اب ان بچوں میں بھی کھلم کھلا فرق ہونے لگتا ہے + اس وقت جو ان سے کچھ خطا ہوتی ہے تو ماں انکی کچھ سختی سے عدل و انصاف کرتی ہے + جب زیادہ سیانے ہوتے ہیں تو ماں کچھ بے خبری کرنے لگتی ہے۔ جسکے یہ معنے ہیں کہ حکیم فطرت کی تعمیل محبت کے ساتھ کی جا چکی۔ اب اسکے تم سختی نہیں ہو۔ جو دوسری نسل آئندہ ہے وہ سختی ہے + پس جاؤ نثار ہو چکے۔ اب خود سے چرو چو نگو۔ اپنی مرضی سے شادی بیاہ کر لو۔ اسی طرح انسان میں بھی ہونا چاہئے۔ وہ بڑا یہودہ آدمی ہے۔ کہ ہمیشہ اپنی آرام رسانی کے لئے والدین کے پیچھے پڑا رہے۔ اور والدین بڑے یہودہ ہیں کہ اپنے پسند سے اسکی شادی کریں۔ دونوں کو حرکت یہودہ چھوڑنی پڑے + احوال ماں نے بچوں کی پرورش میں بلا اثر کثرت پذیر تکلیف اٹھائی ہے۔ اسلئے ماں کا حق باپ سے زیادہ ہے + جو آدمی بلا عشق الہی اپنے ماں باپ سے برگرد ہو جائے۔ اسکو کبھی پھر عشق الہی نصیب نہیں کہ کسی قسم کی نعمت نصیب ہوگی۔ بلکہ ہمیشہ ملعون رہیگا + غرض کہ بعد از پرورش زچہ اور بچہ جدا ہو جاتے ہیں۔ کہ آخر میں وہ سب بچے اپنے بھائی بہن جو انکے سمجھتی ہیں انکے ساتھ ساتھ رہتے ہیں + جس جگہ ماں کی طرف سے شب باشی کے لئے میراثاً جگہ ملی ہے۔ وہیں پر بسیرا لیتے ہیں + اور ماں انکی پھر اپنے چوڑا کے ساتھ کھیل کھیل میں مشغول ہو جاتی ہے + کہ اس کا جوڑا دانہ خواہ کنکری وغیرہ اپنی چونچ سے اٹھا اٹھا کے عاشقانہ لہجہ میں اسکو پکارتا ہے کہ لے میری پیاری جان عزیز ادھر آؤ + میرے منہ میں ایک شیریں دانہ ہے جو بغیر تمہارے میرے حلق سے فرو نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کا کھانا ہی حرام ہے۔ اس لئے تم خود کھا لو کہ تمہارا کھانا میرا ہی کھانا ہے + پس وہ مرغی فوراً دوڑی ہوتی آتی ہے۔ حالانکہ وہ خوب جانتی ہے کہ دانہ پھانکے بھی نہیں ہے۔ مائے پیار کے اندھا ہو رہا ہے کہ کنکری وغیرہ کو دانہ سمجھ کر جھوٹ موٹہ دھوکا بازی سے نسبت معاہرت قائم کر نیکے لئے دانہ بدلتا کرنا جانتا ہے + چنانچہ جب وہ رمضان مرغی اسکے پاس آکر اس کنکری وغیرہ کو منہ سے پکڑتی ہے تو مرغ بڑے ناز و ادا کے ساتھ اپنے گردن کے بال اُبعار کے عقد رواں کی درخواست اشارہ کرتا ہے۔ کہ کیا حضرت کی رضا نہ کیا

ہے کہ میں ارکانِ تزویج ادا کر دوں؟ تو مرغی اتر کر اپنی چٹنی چلبلی گردن جھکا کے دونوں بازو کسی قدر پھیلائے ہوئے انکساری سے کنایتہ کہتی ہے کہ اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے ہم اور تم تو کچھ دو نہیں ہیں بس ہم اللہ **تفضل**۔ بس دونوں میں رسمِ مختار ادا ہو جاتی ہے + کہ مرغی اپنا بازو بھڑکا کے ارتفاعِ تکان کرتی ہے + اور مرغِ شکر یہ میں بالکل نشاطِ دسرو کے ساتھ **قص** ملا کرتا ہوا۔ اپنے محبوب کا طہنہ کرنے لگتا ہے۔ کہ روحی فداک۔ میں خود کو تمہارے واردار کر پھیلتا ہوں۔ تم پر سے نثار ہوں قربان ہوں + اس موسم میں مرغی کی دوسری آواز ہو جاتی ہے + جبکو کر کرانا کہتے ہیں + تو جس وقت وہ کر کراتی ہے تو مرغِ سکر عجب شیدائی نعرہ کے ساتھ دھڑا آتا ہے کہ اجی میں تمہارے اس سچائی آواز کے قربان + پھر مرغی نزاکتہ چپ ہو جاتی ہے + مرغی دن رات مرغ کی صحبت میں رہتی ہے مگر جیسے سب چیزیں باطنی احکام کی پابند ہیں ویسے ہی یہ بھی ہے کہ مرغ۔ مرغی کا کام نہیں کرتا اور مرغی مرغ کا جیسے مرغ کر کرتا نہیں اور مرغی بانگ نہیں دیتی۔ حالانکہ وہ بانگ دینے کے طریقہ سے واقف ہے اسی طرح یحییٰ مسیح روح اللہ کا کام دریا یا پہاڑ۔ خواہ آفتاب و مہتاب نہیں کر سکتے۔ ہر ایک جدا جدا کام کے لئے ہے اور مسیح روح اللہ سب کام کے لئے + القصہ جسم مرغی اول کی طرح اٹھا دینے سے فارغ ہو چکی تو اول ہی کی طرح بچہ کے ہونے ہونے میں مصروف ہو جاتی ہے۔ اسی طرح یہ نسل اُس کا تاجینِ حیات اُسکے جاری رہتا ہے + اب رہے وہ سب بچے جو پہلے کے پرورش یافتہ ہیں + وہ جوان ہوئے۔ مذکر و مؤنث میں جو بن نے اپنا رنگ کھلایا + جوانی کے جن و جمال کی باری آئی مرغ کی تابجو شہی ہوئی + دم کمان دار ہوئی + دونوں پاؤں میں حفظان کے لئے دو نوکدار ناخن نکلے + مابلا احتیاجِ چیزیں عنایت ہوئیں + کسی روز علی الصباح چھاتی اُبھار کے گردن ٹیڑھی بنگی کر کے بڑے غور کے ساتھ جوانی کا جوشِ ظاہر کرنے کو بازو پھر ماکاتا ہوا خم ٹھوک کے کھڑا ہو گیا کہ چنیں دگرے نیست (میں ہی تو ہوں وہ رب الکون) جملہ بانگ دینا کہتے ہیں۔ اس کے بعد اپنی ہنجولی غیول کی طرف رخ کیا۔ کہ اگر کوئی دوسرا زبردست موجود نہ رہا تو کامیاب ہو گیا ورنہ حملہ کیا گیا۔ اور حملہ کر نیلے نے کہا کہ اگر تو رب الکون ہے تو (میں ہوں رب الکونین) پھر اگر ڈر گیا تو اسکی نشانی یہ ظاہر کر دی کہ بازو پھر ماکا دیا۔ گردن کا بال پھر ہر کر کے بھاگتا نظر آیا + اگر دونوں طرف سے لڑائی مہنگی۔ تو دونوں فطری قاعدہ جنگ کے مطابق پریڈ کرنے لگتے ہیں۔ ایک دوسرے واؤ گھات میں لگاتے ہیں۔ اپنے نوکدار ناخن سے پیچھے ہٹاتے ہیں۔ اپنی چونچ سے ایک دوسرے کا تاج چھینتے ہیں۔ دیکھو یہ سب زورِ حرارت ہے۔ آخر کار اس قدر معاندت و کاشتِ بڑھتی جاتی ہے۔ کہ دونوں

طالع

علم روح و دنیا و آخرت

قریب الملک ہو جاتے ہیں۔ جو مبارزت و منازعیت میں بازی لے جاتا ہے۔ خوشی کے ساتھ نہانت ہو باہگ دیتا ہے کہ قد من اللہ علینا اس نے مجھ کو فتحیاب کیا + میری انانیت بالارہی + پھر پانی پیکے آسمان کی طرف سر بلند کرتا ہے + گویا شکر الہی ادا کرتا ہے + اور وقت بے وقت بولتا رہتا ہے۔ بلکہ سب جائدار بولتے رہتے ہیں + اس سے معلوم ہوا کہ کچھ اندرونی مجبوری ہے جس سبب سے بولا کرتے ہیں۔ اور اس بولنے میں بہتری ہوگی۔ ذراع کا پیچھے پیچھے بولتے پھر نا کچھ سندیائی نشانی ہے۔ اکثر پرندے غسل بھی کرتے ہیں۔ برسات کا زمانہ آتا ہے تو دھوپ میں لیٹتے ہیں + حمام کرتے ہیں۔ مرغ بلندی پر چڑھ چڑھ کر ہٹتا ہے۔ تاکہ کاشنکار خیر وار ہو جائیں + ان سب پرندوں کے ہنسنے میں زیادہ قوت پرواز ہے۔ کیونکہ ہر چیز میں سرداری ہے۔ اگر سرداری سمیت بندہ ہول تو آزادی سے قوت پرواز نہیں حاصل ہو سکتی چنانچہ پروردہ و بندہ پرندے نہیں اڑ سکتے۔ اس درجہ آزادی و جنگی میں فرق ہے۔ آزادی میں اڑتے وقت سب پرندے اپنی دم سے بتوار کا کام لیتے ہیں کہ جدھر کی ہوا ہوتی ہے اسی طرف اپنا سقد روزنی جسم لیکر اڑ جاتے ہیں۔ کہ اس میں بھی اسکی شان ظاہر ہوتی رہتی ہے + انہیں پرندوں میں سے دیک دو جاہ میں جن کا یہ بیان پیش ہے + اب دیکھو اگر ان مرغوں کو کسی نے اینٹ ماری تو فوراً تیج مارنے لگتے ہیں + کہ ہم نے تو تم کو بھلے مانس سمجھا تھا۔ مگر تم تو بولا اور کٹاس نکلے + اگر کہیں بولا نے پکڑ لیا تو بہت ہی مذہب آمیز آواز دینا ہے کہ الغیاث الغیاث ہم ڈبے تو بجا ڈوبا۔ کیا کوئی ہے جو ہم کو بچا سکے؟ اگر چھوٹ گیا تو اپنی جگہ بھاگا جہاں دشمن نہ جاسکے + پس ان فی ذالک لایات لقوم یعقلون۔ مگر

آنرا کہ عقل و ہمت و تدبیر رائے نیست خوش گفہ پرودہ دار کہ

پس یہ سب زور حرارت ہے۔ کہ اسی حرارت سے اندامیں بچھ پیدا ہوا + اسی حرارت سے علی قدر ضرورت عقلی تحریک پیدا ہوئی + اسی حرارت سے خیال و تصور پیدا ہوا۔ جس سے کالابچ پیدا ہو گیا۔ اسی حرارت کے زور پر حیات کی مشین چل رہی ہے + اسکے گرد ڈھکروڑ اقسام ہیں۔ مگر سب قسم کے حرارت کا کام صرف ایک ہی قسم والی حرارت کرتی ہے جو زنگارنگ محسوس ہوتی ہے + تو اگر کوئی حرارت قدسیہ کا نزول چاہے تو اسکو یہ ترکیب اختیار کرنی پڑے گی جیسے آسمان سے آگ اُتارنے واسطے ترکیب اختیار کرتے ہیں + وہ کیا ہے؟ کہ سورج کے سامنے شیش لیجاتے ہیں۔ لٹچہ کو ایک جگہ بصراط مستقیم قائم رکھتے ہیں = اور شیش کے نیچے قلعہ مخوف رکھتے ہیں۔ اور نظری لطیف چیز سورج کی طرف وارنٹ لیکے جاتی ہے۔ کہ جسم و دامن سے آتش کو بچ کرے تو یہ خبر کرے۔ لیکن وہ نظر سے بھی زیادہ لطیف بکے حرارت

کی صورت میں بالکلی ویشی شیشہ کے اندر معلق عبور کر کے قطرِ منفوش میں ظاہر ہو جاتی ہے جس سے پینہ فلجیدہ انا النار انا النار ہونے کا لغو بارنے لگتا ہے + تو جادوی قطرِ منفوش سے زیادہ حقیقتہً نرم اور شیشہ سے زیادہ شفاف دل رکھتا ہو۔ اور بالکل حرارتِ قدسیہ بنام حوروں کی طرف یکسوئی ہو تو عجیب نہیں۔ کہ نار اللہ علی الفواد ظاہر ہو۔

کہ نار اولو راست و نورش چوں بود صاف ظاہر گشتہ زیر افروں بود
کیونکہ جو افسرِ الدھر بنام آفتاب ہے وہ اس درجنارِ لوز ہے تو اسکا پیدا کرنے والا تو بدربہا اعلیٰ ہوگا
آفتاب جو منظور ہے منور ہے۔ جرم رکھتا ہے۔ اسکو دیکھ کر بھی نہیں دیکھتے ہو کہ وہ کیا ہے۔ تو
اُسکے پیدا کرنے والے کی کیا حقیقت معلوم ہو سکتی ہے اس سے بڑھ کر روحِ قربت رکھتی ہے۔ اُسکی
بھی حالت نہیں معلوم۔ اسی سے اُسکی حالت دریافت کرتے ہو۔ تو جس نے اُسکو کچھ دریافت کر کے
خون کہا جاتش کے سبب گرم ہے۔ تو اُس نے بھی ایک حد تک سچ کہا + جس نے اُس روح کو یخ رواں
کہا تو اُس نے بھی سچ کہا کہ ہوا ہی کہیں ڈانٹ بنتی ہے کہیں ڈپٹ۔ کہیں سُریلی بنتی ہے کہیں زیر و بم۔
کہیں فوگراف میں بند کہ روح نہیں مگر روح کا عمل موجود ہے۔ اسی طرح یہ بھی فیضانِ غیب ہے۔ کہ عمل
جاری ہے جس نے کہا کہ والدین کے شہوانی حرارت کے تقاضا دم سے جو چنگاری پیدا ہو کر مٹی کے ساتھ رحم
میں چلی گئی وہی لطیف حرارتِ غریزیہ کی صورت میں یہ تمام بدن بخار اور اٹیم کی طرح جاری ہے وہی روح
کسی جاتی ہے تو اُس نے بھی سچ کہا۔ جس نے اسکو قوتِ اثر کہا اُس نے بھی سچ کہا + جس نے اُسکوئی اور
لاشئ سے مرکب بتلایا اس نے بھی سچ کہا۔ کیونکہ یہ حاضر و غائب آن و احد میں ہوتی ہے۔ غشی اور کلورافام
سو بگھنے میں نہ حاضر ہے نہ غائب ہے نہ فنا ہے نہ بقا ہے نہ گم ہے نہ موجود ہے نہ مفقود ہے۔ نہ عدمی
وجود رکھتی ہے نہ موجودی کسی چیز سے مختص نہیں۔ اگرچہ نہیں مختص ہونا بھی خصوصیت ہے۔
مگر اس خصوصیت سے بھی پاک تو اب صاف شمسِ البازغہ ہے کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتی کہ
کیا چیز ہے تو اُس نے بھی سچ کہا + سب اس طرح بالحق ہوئے جس طرح اگر کوئی کہے کہ ہفتہ کی زندگانی
ہے تو اُس نے سچ کہا کیونکہ جو کوئی مریگا ہفتہ ہی کے اندر مریگا + جس نے دو دن کی زندگانی بتلائی اُس نے
بھی سچ کہا۔ کہ ایک دن گزر گیا وہ ہفتہ سے گیا۔ پھر وہ روزِ پیدائش سے ہو یا اور کوئی دن ہے ہو =
جو دن آئیوا ہے اسکی خبر نہیں + جس دن میں موجود ہیں اسی دن کی مصیبت بس کرتی ہے شاید
وہی روز چلے جانے کا ہو۔ کہ ایک دن آئے دوسرے دن چلے۔ اس لئے دوروزہ زندگی کیا معنی کہ ایک
روزہ ہوئی بلکہ اسکوئوں کہنا چاہئے کہ آتیہ فاتیہ کا حساب نہیں جو باقی ہے اُس کا حساب ہے۔ لہذا منزلِ

کسی موجودہ دن میں مر گیا۔ تو گویا ساری مدت العمر ایک دن ہے اور ساری مدت الہیات ایک رات بس یقینی ایک روزہ زندگانی ہوئی۔ اس واسطے اس نے بھی سچ کہا + جس نے ایک دم کی زندگانی کسی۔ اس نے بھی سچ کہا کہ دم واپسین کے بعد دم ثانی نہیں + جس نے کہا کہ سب فنا ہے۔ باقی روح اللہ ہے اس نے بھی سچ کہا۔ کہ اسکو ہزارہا جتو سے بھی نہ معلوم ہو سکا کہ علم و عقل کیا ہے؟ خواب و خیال کیا ہے؟ روح و حیات کیا ہے؟ عرض و جوہر کیا ہے؟ غرض کہ خود کیا تھا؟ اور اب کون ہے؟ کیا ہے؟ اور کیسا ہے؟ اسکو کس نے بنایا ہے؟ ان سب کا مال کیا ہے؟ اسلئے وہ بھی برحق ہوا۔

علم الروح و تناسخات

الغرض کچھ نہیں معلوم یہ سب کیا کیا ہے پھر یہ معلوم نہیں گنبدِ خضر کیا ہے ہٹے بن بن کے بڑا جاتی ہیں شکلیں کیا کیا اے تو کوئین بتا کس کا پیسہ ہے تو؟ ان اشارات کو سمجھو تو پیسہ ہو جاؤ کیوں جھگڑتے ہو سنو لوگ اکٹھے ہو جاؤ تم کو دنیا کے جو اسکول میں بھیجا اس نے لیلو چچی کو پس از مرگ ملے گریجی جس نے رکھی تھی امانت سوا امانت لے لی	کیوں بنا؟ کس نے بنایا ہے؟ نتیجہ کیا ہے اور دنیا سے جو علیا ہے سو علیا کیا ہے مطلب اس عالم فانی کا خدایا کیا ہے زور سے کہہ کہ سنو اس کی سنو کیا ہے میرے اللہ کو تم لوگ نے سمجھا کیا ہے صرف وہ ایک ہے تم لوگ میں بولا کیا ہے واپس آئے ہو تو بتلاؤ کہ کیا کیا ہے اب وہ یحییٰ ہی نہیں گوشت میں کھا گیا ہے مذتوں سے بھٹی تھے فکر کیتچی کیا ہے
--	--

وہ امانت خاص اسی کی روح تھی بلکہ عین اسی کی ذات تھی جس کے سمجھنے کے لئے کائنات کی فہرست اشیاء سے تم لوگ کی اذنی ایک روح بنا دی ہے = کہ جس طرح آفتاب کہاں ہے گدا اس کی روشنی تمام عالم میں مچ رہے ہے اسی طرح روحِ جہانی عالم میں موجود ہو کر مفقود ہے۔ کہ جسم کو جہاں سے مس کر دو۔ وہاں سے اس کو اطلاع ہوتی ہے۔ گویا تمام محیط ہے + اس پر بھی کوئی جگہ مقرر نہیں + کیفیت و کمیت و انقسام میں تشارك نہیں رکھتی + جو حالت مشعلی کی ہے وہی حالت اس کی ہے۔ گویا چراغ کے نیچے نہ دھیرا تمام عالم کا نظارہ کرتی ہے اور خود کو نہیں دیکھتی۔ یہ بات روح اللہ میں نہیں۔ روح اللہ خود کو خوب سمجھتا ہے + اگر کوئی خیال بھی اپنے خیال کو مس کرتا ہے تو روح اللہ کو اطلاع ہو جاتی ہے + تو اسکو اس بات کی اطلاع ہے کہ لوگ اسکو روح سے منتشل کرتے ہیں حالانکہ سخت غلطی ہے + کیونکہ صاف ظاہر ہے کہ نادیدہ و نامرکہ شے کا ادراک محال ہے + اگرچہ اسکے لئے ہزارہا آسمان و زمین کے برابر و فتر تفسیری کھول دیا جائے تو بھی وہ ہرگز سمجھ میں نہ آئیگی۔ جب تک بچشم خود نہ دیکھ لے + تو روح کو بچشم خود دیکھنا

چمنی دارد کہ اُسکے سبب سے سب چیزیں دیکھتا سنتا ہے بلکہ اُسکے سبب سے زندہ ہے اور اس کا اُسکو پورا علم بھی ہے کہ اُسکو بزدست اوصاف قدرت آمیز رکھنے کی وجہ سے بذات خدا متمثل کرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ جو خاک بنام گوشت و استخوان میں ملا دی گئی ہے۔ جس کے سمجھنے میں قاصر ہے تو وہ نادیدہ و نامرکتہ الاحوال خالق کی کیا حالت و حقیقت معلوم ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں + مگر ایک تخم میں سارا درخت پنہاں ہے اور ایک قطرہ مٹی میں تمام پہل جسانی و روحانی وغیرہ لاک ہے + ایک چھوٹی سی آنکھ میں تمام کائنات سما جاتا ہے + ایک چھوٹے سے دل میں تمام عالم کے واقعات سما جاتے ہیں + ایک چھوٹے سے دماغ میں تمام خزانہ چھپا ہوا ہے + ایک روح میں تمام خواب خیال و علم و عقل و قوت و حرارت وغیرہ وغیرہ پوشیدہ ہے لیکن جو نکالنے جانتا ہے وہ اُس میں سے نکالتا ہے + جیسے میا کا فوٹو مسریر کرنے سے انوار کا طور ہوتا ہے اُسی مثال ایسی ہے کہ جیسے مٹی میں خزانہ ہے مگر جو پچانتا ہے وہی نکالتا ہے + پس حقہر علم بڑھیکا۔ اسی قدر اُسکو علم کم محسوس ہوتا جائیگا۔ جیسے معلومہ علم سے بیشتر جاہل تھا ویسے ہی ہمیشہ کے لئے آئندہ علموں سے سب کو جاہل رہیگا اسی کو کہتے ہیں کہ

کارِ عالم کسے تمام نہ کرد آنچہ گیرد بختہ گیرد

گویا یہ سب تعلیم مشیت جاری ہے اُس پر ایک تمہارا ہمیں بننے بھی باذن تعلیم دیدیتا ہے اب اُس سے انحراف کرو تو تمہاری بے نصیبی ہے + پس اُسی تعلیم سے یہ تعلیم ہے کہ جب تک آفتاب میں قیام کرنے کی طاقت نہ پیدا ہو جائے اُس وقت تک آفتاب سے دوری ہی بہتر ہے + اس سے مطلب یہ ہے کہ جب تک تم روح کے ہم صفت نہ ہو جاؤ گے روح کی حالت نہیں معلوم ہوگی + جب تم کو اپنی روح کی حالت معلوم ہو جائے تب زیادہ قدسیت حاصل کر کے حجم روح اللہ میں فنا ہونے کی کوشش کرو کیونکہ وہ اسی لئے ہمیں ہو کر حجم ہوا ہے پھر اُسکے بعد روح اور روح اللہ روح آفریں اور رب بات کی خبر ہو جائیگی = بغیر اُسکے دوری ہی بہتر ہے + بلکہ وہ دوری خود بخود ہی رہیگی اُسکے کہنے کی کچھ حاجت نہیں۔ اس واسطے +

علم الروح در فنا یافت

بحر کلام محقق کمن بمن بق بق بہ بین زفضل خداوند قادر مطلق گمے سیاہ و گمے نیلگوں گمے اذرق خط سپید کشد صبح تا فرو ریزد روائے مشک سراپا کشیدہ دختر روز	حقوق نعمت گویائی گشتہ صد حق حق دخان برنی گردوں طبق دردن طبق ازیں تلون طبعش جہاں بشد ابلق ہزار نقطہ نر از شب سیاہ ورق نبات شام بلانداختہ نقاب شفق
--	--

<p>سُفوفِ فہ ابرق بہ تختہ ابرق نشانِ خالقِ ادنیٰ وعظا دیند سبق چہ گردہ است زہرِ سمّت عقدہ مخلق نہ بیچ مرکزے دارد سوائے مرکزِ حق مگر برآمدہ روشن چراغِ ادم شرق زہر و سمّت مسادیتِ اس پائے علق بنہ بخونِ علیقہ کہ یابی سائے حق ہر آنکہ دیدہ بیفتاد در تہ خندق بگشتہ جملہ عوالم چو عالمِ بیرق تو قدرِ حضرتِ یحییٰ چہ دانی لے احمق</p>	<p>بہ میں بہ طبقہ علیا بخطِ کاشاں بگیہ از ہمہ آیاتِ فطرتِ کونین ز جملہ جانبِ آفاقِ خویش کیساں است چہ دائرہ کہ در اس نقطہ زمین گرداں نہ حجرہ دارد و دروازہ نمی دارد چو خواہی دانی کہ رویش چہ سمت واقع است بعشقِ خالقِ اکبر ذلک آفت را زنِ بزادہ شش روز را میں ہرگز برآمدہ چو سرِ عرش روحِ روحِ اللہ چو قدرِ قدرِ ندانی بقدر دانستن</p>
---	--

تو فقط و اہمیات و خرافات بحث کرنی جانتا ہے کہ ہم سے اور روح اللہ سے اگر فرق نہیں ہے تو چاہئے کہ شکھیا اور فعلِ قتل و صلب فقط ہم پر عمل کرے روح اللہ پر عمل نہ کرے + تو لے ضمیلِ الحواس و ذلولِ خرد کہ تجسم ہونے کے سببے قانونِ فطرت کے ایک حد تک کی پابندی کیجاتی ہے۔ سب کو حکم ہے کہ اپنا اپنا عمل اس حد تک بالجوہر اس حد تک بالقدر جیسا صدورِ آن واحد میں ہو کرے اپنی اپنی مشیت سے عمل میں لاتے جائیں۔ تو شکھیا وغیرہ کو چاہئے کہ اپنا عمل کرے + اسی طرح خدا کو چاہئے کہ وہ اپنا عمل کرے کہ شکھیا کا اثر ہونے دے یا نہ ہونے دے۔ یا لوگوں کو اثر دیکھلا کر مسخ کر دے + کیونکہ ایک مشیت دوسری مشیت کو مسخ کرتی ہے + جیسے روحِ مشیت اللہ کبھی جائے تو کلو را فارم اور موت بھی مشیت اللہ ہے + پس اسکو اختیار ہے کہ مصلوب و مقتول کو غیر مقتول کہے اور وہ ایسا ہی ہو جائے جیسا کہ اسکی مشیت سے سب چیز ہوئی ہے + پس تم نہیں جانتے لہذا خاموش رہو + ظاہری حصہ تمام کر کے باطنی حصہ تمام کرو + قیام و بقا جو نہیں سمجھ میں آتے ہیں ان کی طرف کو بچ کرو + ان سب بحث و مباحثہ کی کچھ بقا نہیں + بلکہ اسکے سوا نظم

<p>کچھ بھی ہو اُس کا کچھ قیام نہیں صرف اُس کا مقام باقی ہے آج کا کام آج ہی کرو جس میں گُن ہے گیان مانس ہے</p>	<p>جز فنا کے کیس مقام نہیں ورنہ ہرگز بقا کا نام نہیں کل پہ رکھنے کا کچھ بھی کام نہیں ورنہ بے گُن کا کچھ بھی دام نہیں</p>
--	---

اس سے بدتر کوئی حوام نہیں مارکھائے جو ہو لغام نہیں ہائے اب تک کوئی پیام نہیں اس میں مطلق کوئی کلام نہیں خاص رحمت جو ہے وہ عام نہیں خالی یچی ہے یہ امام نہیں	گر زبان میں ہو زہر مار بھرا اپنی مار زبان کو رام کر و ایک مدت گزر گئی افسوس سچ تو ہے میں جنم کا دکھی ہوں مجھ پر اُس کی بڑی عنایت ہے ہے وہ مردود جو یہ کہہ بیٹھے
--	--

اور یہ ہونا ان مردودوں سے کچھ بعید نہیں + کیا ان مردود و ملائین نے نکل قوم ہاؤ و نکل امتیہ
رسول کے معنی یاد رکھا ہرگز نہیں + اگر یاد رکھتے تہ جناب حضرت بدہ علیہ الصلوٰۃ والسلام جن کو
بدوح کہتے ہیں اُن کو بُرا نہ کہتے + جناب حضرت جہین علیہ الصلوٰۃ والسلام جن کو جان یا لوی حنا یا لہ
آنا خواہ یا ہویا پکلی کہتے ہیں - اُن پر لعن طعن نہ کرتے + جناب حضرت گیش علیہ الصلوٰۃ والسلام
جن کو خیش یا جوش خواہ یونس کہتے ہیں اُن کو بُرا بھلا نہ کہتے + جناب حضرت دین یا علیہ الصلوٰۃ
والسلام جنکو حضرت دانیال کہتے ہیں ان کے خلاف شان کوئی بات نہ کہتے + جناب حضرت
ادوہو علیہ الصلوٰۃ والسلام جن کو حضرت داؤد کہتے ہیں اُن کی مذمت نہ کرتے + جناب حضرت
منو علیہ الصلوٰۃ والسلام جنکو نوح کہتے ہیں اُن کی توہین نہ کرتے + جناب حضرت شیونام یوشع
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اہانت نہ کرتے + جناب حضرت برہمہ معرب یا براہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی ذمہ و اساءت نہ کرتے + جناب حضرت کچھن مفلوط بہ لکشن مفلط بہ لکمن معرب بہ لکمن علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے خلاف عزت کوئی بات نہ کہتے + جناب حضرت زرتشت مفلط بہ لکمن مفلط بہ لکمن معرب
معرب بہ لکمن علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حقیر نہ جانتے + جناب حضرت کرشنا نام کرلیٹ از لفظ
خرستس یا خوز از خراس و خراساں موسوم بہ خورشید جن کو ایشور بنام عیصر معرب عیسیٰ جنکو روح اللہ
بمختہ عین اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کہتے ہیں ان کو اودنے نہ تسلیم کرتے + جناب حضرت آہا بنام
الآہ او اللہ والاس یا الیاس خواہ ایلی و علی کو بیچ نہ کہتے + جناب حضرت فارقلیط یا فراقل خواہ
صاحب فرقان بنام ہامت یعنی روح القدس جنکو معتربا محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کہتے ہیں -
اُن کو معمولی بشر نہ سمجھتے + اُن کی اولاد پر بکرم و غیرہ جیسے نابکاروں کے زمرہ کو قربان کرتے نہ کہ
اُن نابکاروں پر اٹھا انہیں کو قربان کر دیتے + چشتی پھشتی - کنکر - پتھر - ہنوت و فلتات کو اپنا سزا
نہ گردانتے - حق کی بناحق خوں ریزی نہ کرتے + دشمن کے دوست کو اور دوست کے دشمن کو دشمن

جانتے + دوست کے دوست کو دوست ملتے + حُسن و جمِ دوست کو چھوڑنا خود کے ساتھ دشمنی ہے
بھلا ایک عہد و وجود کی کیا خدمت کر سکتا ہے۔ ثلاثی مجرد جو ایک ہے وہ بس کزنابہ ہے + مگر ان
مجموع ملائین کی ہر گونہ سزا جائز ہے + اس واسطے تنا سنا سزا مقرر ہے + جو کسی سبب سے قبل از
وقت موتا رہائی پا جاتا ہے۔ تو وہ بقیہ وقت ادا کرنے کو واپس آتا ہے + یہی روحانی تنا سنا ہے +
چنانچہ کبھی لوگ خواب میں ایسا بھی بچتے ہیں کہ وہ اڑ رہے ہیں۔ اور اُس طیران میں اُنکو کچھ تکلف
نہیں ہوتا + اس کا ان کو یقین بھی ہوتا ہے کہ واقعہ سچ ہے + اسی طرح کبھی خود کو سرخ بنا ہوا بھی
دیکھ لینا ممکن ہے + تو جو چیز خوابِ خیال میں ممکن ہے۔ اُس کا صدور ہونا بھی ممکن ہے + کیونکہ
عالم کا عالم خواب و خیال ہے + پس تنا سنا روحانی ممکن ہے۔ بلکہ اس جگہ ایک روحانی تنا سنا کا
قصہ کہا جاتا ہے۔ اور وہ نامکن نہیں۔ تو وہ یہ ہے کہ کسی نے یقیناً خواب میں دیکھا کہ تمام عالم لورانی
ہے۔ ایک میزان معلق راجح و مرجوح ہو رہا ہے۔ چاروں طرف یحیائے تعالیٰ کی دو ہائی پڑ رہی
ہے + اور ہر سمت سے حئی ہائے حئی ہلا کی آواز آ رہی ہے۔ ماں اسکی ایک نورانی منہ واکے نیچے
لورانی گناہ اپنے عرش بریں پر کمالِ شان و شکوہ بیٹھی ہے + جب اسکی نظر اُس پر پڑی۔ اُس نے
محبت سے گود میں لے لیا اور کہا کہ ہر بیٹا کو اپنی ماں زیادہ پیاری ہے اور اکثر ہر ماں کا بیٹا اپنی ماں کے
آگے لاثانی ہے + مگر میں عدلاً کہتی ہوں کہ یہ بیٹا سچ مچ لاثانی و لاشریک ہے۔ لیکن میں نے
سنی ہے کہ نمک لوگوں نے دلدل میں پھسایا + گرم پانی پلایا + گالیاں دیں پتھر ڈالیا + جہاں گئے
بھونچال ہوا + ابر بے سایہ ہوا + ایک آنسو کے چھتیس ٹاکڑے ہوئے + سب کو میں غارت کر دوں گی +
پس لے سب ہماری چیزیں + ہمارے بچہ کو سجدہ کروم اور اے ہمارے عزیزِ خفت جگر روح درواں بچہ +
لو میں یہ ایک پاچک کی گولی دیتی ہوں۔ اسکو کھا جاؤ۔ اس میں تمام کائنات بھرا ہوا ہے + باطن میں
جالتے ہی سب اپنے اپنے بارہ میں گفتگو کریں گے + چنانچہ اُس نے کہا یا کہ شکم سے بلبیلے اٹھنے لگے +
ہر بلبیلہ سے ایک ایک طرح کی آواز آنے لگی۔ بمجملہ انکے یہ ہے۔ کہ کسی میں سے آواز آئی کہ میں قضاؤ
قد رہوں + کسی سے آواز آئی کہ میں خلق و تخلیق ہوں + کسی نے کہا کہ میں اکل و ماکول ہوں +
کسی نے کہا کہ میں عقل کل ہوں + کسی نے کہا کہ میں سبب الاسباب ہوں + کسی نے کہا کہ میں اصل
الاصول ہوں + کسی نے کہا کہ میں مرجع کل ہوں + پچاسب کو پچا بنا دیتا ہے + تھوڑا ہی سب
دودھ کو دہی بنا دیتا ہے + تھوڑا خمیر سب کو خمیر کر دیتا ہے + بُری صحبت سب کو بُرا کر دیتی ہے + میں
تو مرجع کل ہوں + اب قریب میں تم کو کل بنا دوں گا + ابھی مضمون کا کام کرتا ہوں + اس لئے سُرِ مرست

ایک مضمون ہوں + جس میں تمام مضمون بھرا ہوا ہے + اور اب تم میں رہے خود ستائی کرتا ہوں +
جو بالکل سچی ہے + بس اب ہماری راگنی سنو :۔

علم الدوح و درنا سخاوت

بلبل و باغ و باغیاں ہوں میں خالق جملہ انس و جان ہوں میں بے جانی میں بے گماں ہوں میں اُس عیانی میں پھر نہاں ہوں میں خرد ہوں اور خود کلاں ہوں میں بے زباں اور بے بیاں ہوں میں اب دُعا ہوں کہ یاہیاں ہوں میں در کمالات بے زیاں ہوں میں نارِ پر نور آسماں ہوں میں گہ چنیں ہوں گئے چٹاں ہوں میں در کجی پیر چوں کہاں ہوں میں بول روج روانِ جاں ہوں میں مہمئی آخر الزماں ہوں میں	راجِ ریحان و گلستان ہوں میں بے تن و جان - جانِ جاں ہوں میں خود جہاں اور در جہاں ہوں میں دیکھ لو ہر جگہ عیاں ہوں میں خود ہی باپ اور خود ہی ماں ہوں میں بے دُعاں اور بے زباں ہوں میں سچ بتاؤ کہ اب کہاں ہوں میں کیا بتاؤ گے لامکاں ہوں میں عیش و کرسی و جنت و دوزخ بارش و جنبش نسیم و صبا لاستی میں ہوں تیر کے مانند اے تو مہمئی محمدِ مادیہ خود کھدو لوگوں کو اب تم اے مہمئی
---	---

اس لئے بغیر ابنِ ہمدی کے کوئی اُم کی زیارت نہیں کر سکتا + لہذا سب کائنات کو چاہئے کہ ابن
میں فناء ہو اور ابنِ ام میں فنا ہے - یہ بڑی بھاری توحید ہے + بس ابنِ ہی اب ہی اور اب
ہی ابن ہے + مگر شیطان جو شیطان کا کام کرتے ہیں سب کو اغوا دیتے ہیں کہ اس بات کی تکذیب
کرد + اس واسطے اُن سے صلح شکل ہے + درِ قمر ختم ہوا + یہ آخری ستارہ ہے + اسکے بعد کوئی
ستارہ نہیں + اسلئے اسکے ماتحتی کا نبی بھی آچکا + نبوت ختم ہو چکی - اس نبوت یعنی خبر رسانی میں
اُس نے کھدیا کہ ثلاثی مجرد قابلِ پریش ہے - نبوت کا دورہ ختم ہوا - ولایت و نیابت کا دورہ آئیگا -
کہ اللہ تعالیٰ بنی نہیں ہے ولی ہے - اس لئے نیابت نہیں - بلکہ عینیت کہنا چاہئے کہ عینیت کا
دورہ شروع ہوگا + اس واسطے یہ حکم لائے انتفاذ ہے کہ جاری کیا جاتا ہے - ورنہ نہیں کیا جاتا +
پس وہی اوپری اوپر سے آنے والا سب کے اوپر ہے وارثِ اللہ ہے + اگر وہ ذکر نہ کرتا تو کوئی مذکور
نہ ہوتا + وہ ہمیشہ یہی ذکر کرتا ہے کہ ہم نے ذکر کیا - تو یہ مذکور ہوئے - تم یہ ذکر کرو کہ اُس نے ذکر کیا

تو ہم مذکور ہوئے در نہ نہ ہوتے + بلکہ یہ ذکر بھی اسی کے ذکر سے مذکور ہو اور نہ ہوتا۔ پھر ذاکر۔ ذکر۔ مذکور
 سب کو بھول جاؤ۔ یہاں تک کہ بھولنے کے فعل کو بھی بھول جاؤ۔ کچھ سب یاد ہو جائے اور کبھی نہ بھولو +
 یہ بڑا ذکر ہوگا + مگر دریا خالی کہ خود کی ہستی اُس کے آگے بچھ ہو تو پھر کس کلمہ کے ذریعہ سے ذکر کیا جائے +
 کیونکہ لفظ معنی کوئی چیز نہیں + اچھے بُرے لفظ سب خود کے بنائے ہوئے ہیں + جیسا چاہا دیا اس کا
 معنی رکھ دیا جس میں جیسا معنی پھونک یا گیا ہے + اُس پر وہ قائم ہے + خود بولتا ہے کہ ہم اچھے معنی دار ہیں
 یا بُرے + بس جو کلمہ کسی برگزیدہ کے ذریعہ سے اچھے معنی ظاہر کرنے کو مقرر کر دیا گیا۔ وہ کلمہ ناآمد برگزیدہ
 ثانی اسی معنی سے مہور ہو جاتا ہے + اسکو خلافت معنی میں استعمال کرنے والا مجرم ہے اس واسطے ارتکاب
 جرم سے پرہیز کرے + اسی کلمہ سے مسیحین و آذابین بنا۔ ہے۔ کہ آرام دل کا باعث ہو + پھر اُس کلمہ اور
 دوسرا کلمہ کو برابر نہ سمجھے + کچے چنے پھولے چنے بھونے چنے برابر نہیں جتنے + اُس میں پہلا زندہ ہے۔
 اس سے کروڑ کروڑ زندہ چنے پیدا ہو سکتے ہیں + دوسرے سے نہیں + کیونکہ وہ مریض ہو رہا ہے
 اور تیسرا ظاہراً آدم مرده ہے + تو مرده سے پھل کھانے کی امید نہیں + جیسا درخت دیا پھل + اگر
 کوئی بدی کے پھل سے نیکی کا پھل حاصل کرے تو نیکی کی حاجت نہیں + اس لئے ہر بدتر از بدترین
 بھی نیکی کرنے کا مادہ رکھتا ہے + اگر وہ نہیں کرتا ہے تو اچھا کرتا ہے + جہی نیک کہا جاتا ہے جس
 بات کی کوشش کی جائیگی اُس کا نتیجہ ہوگا + اگر عزم کوشش کا نام کوشش رکھتا ہے۔ تو اسی کوشش کے
 مطابق نتیجہ ہوگا + جس نے دلی مرض کے جانیکی کوشش نہ کی۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس نے اس کے رہنے
 کی کوشش کی + اس لئے اس کی کوشش کے مطابق مرض بڑھتا جائیگا کہ آخر کار عذاب الیم کا مستحق
 ہو جائے + مگر افسوس ہے کہ جب بدی میں اس قدر مزہ ہے تو نیکی میں کس قدر ہوگا + تو زیادہ کچھ پڑ کر کم
 کی طرف جانا خسار ہے۔ اور خسار میں رنج ہے + تو رنج میں بھلا کیا گنج ہے۔ کہ نہیں چھوڑتے + جو
 آدمی رنج کو دولت سمجھتا ہے۔ تو اسی دولت کو محبوب خوشی بنام زندگانی پر نثار کرے کہ خوش رہا کہے
 کسی کی خوشی کی خویری عین اسی کی خوں ریزی ہے + پس دشمن خوشی دشمن زندگانی ہے + کیونکہ روح
 راحت کے ایک معنی ہیں۔ راحت سے روح بڑھتی ہے۔ یہ یہاں تک بڑھتی چاہئے کہ بڑھتے بڑھتے
 روح المذنب پہنچے + کہ وہ ایک محض ازلی وابدی نوید جاوید ہے + لیکن جو دولت محاذیہ میں صادق
 نہیں وہ دولت حقیقیہ میں ہرگز ہرگز صادق نہیں + جو صادق ہے اُسی کے پاس رشید عودۃ الوثقی ہے +
 جس کے پاس یہ عودۃ الوثقی نہیں اور اسکو نیکی میں مزہ نہ ملے یضیوت اثر نہ کرے۔ اُسے خوفِ خدا نہ ہو۔
 برائی سے خوش ہو تو شقاوت کی نشانی ہے + وہ بڑا گناہگار ہے + اور گناہ بالکل خضرۃ الدن سے

ہے۔ بلکہ ایک نہر قائل ہے۔ جو شیر و شکر سے مرکب ہے، جو کہ مریض کے لئے اور بد پرہیزی ہے، جس نے کھایا۔ چاہئے کہ تھے کرے۔ یعنی توبہ کرے۔ اور تو بغیر البدل کا نام ہے، توبہ کی کوئی شے متقلب کر دینے کی طرف رجعت و انابت کرے، پس ۷

بندہ ہماں بہ کہ زلفِ خورشید	عذر بدرگاہِ خدا آورد
ورنہ شرائطِ ز خداوندیش	کس نتواند کہ بجا آورد

لہذا چین سے رہو + دنیا ایک ہفتہ وار گھڑیاں ہے + اس میں ظہوم و غشوم + ستمگار و جنگ آور ہنگے نہ رہو + باہم سٹے دماغ نہ منو + حق و مافق میں دفاع و مزاح نہ کرو + اتباع الہ و اور طولِ اہل کے پاس نہ جاؤ + سب چیزیں افراط و تفریط سے پرہیز کرو + جو کہا جاتا ہے اسکو کرو + حیات کا زیادہ حرص نہ کرو + حرص ایسی سخت حریص ہے کہ قانع نہیں + پھر حریص کیا سیر ہو سکتا ہے۔ سیر حشیم وہ ہے۔ کہ سب چیز سے سیر ہو۔ کوئی بات خوف و طمعاً نہ کرو + خدا کو قبضہ میں کرنے کی لالچ چھوڑو۔ وہ کسی کے قبضہ میں نہیں آتا + ایسا خیال گناہ ہے + اسکے پچھے مصیبت نہ اٹھاؤ + نیکی کے پچھے مصیبت اٹھاؤ + اس سے گناہ کم ہوگا + آدمی تجربہ کار ہوتا ہے + مصیبت بڑی استاد ہے + نجات ابدی کے لالچ میں مصیبت نہ اٹھاؤ + کچھ فائدہ نہیں + جو کام کرو بُند کرو + تم نہ پیدا ہو۔ نیکی کر کے پیدا ہوتے ہو۔ تو خود کو بُند پیدا کرو + لوگوں کی بُند ہدایت کرو + لوگوں کے ساتھ بُند اخلاق کرو + اپنے ساتھ بُند سلوک کرو + اپنی ساری زندگی بُند سمجھو + بُند ذکر و اذکار کرو + بہر حال بُند شکر کرو + جو مضر معانی کو سمجھتا ہے اُسکے لئے عبرت ہے + وہی بہترین غلائق سے ہے + دیکھو خوش طبع و خوش وضع متواضع بنے رہو + از تواضع کم نگو + در تبتہ گردن کشاں + زن چو بستن بود اور انجیدن شکل ست + تو یہ سب باتیں بُند ہونا چاہئے۔ بلکہ سب کام بُند ہو پس ۷

قل یمد لہ رب العالمین	الرحیم مالک یوم الدین
لا اِلٰہَ اِلَّا ہُ	لا اِلٰہَ اِلَّا ہُ
انعبد ایاک منک نستعین	ایہذا ذاک الصراط الثقین
انت ربی انت خیر الرازقین	انک انت محب الصادقین
رب ہب لی من لہک طبیبات	کل عمل صالح من باقیات
ربح اسم ربک الاعلی العظیم	الذی خلق فسو اک الجسیم
خلق الانسان علمہ البیان	راحت الانسان فی خطہ اللسان

قَلْبَ اللَّهِ الَّيْمَانِي وَالنَّهَارِ
 كُلِّ شَيْءٍ بِاطْلَاقِ النِّسَاءِ
 كُلِّ شَيْءٍ حَايِزٍ فِي قَمَمِهِ
 إِنَّهُ هُوَ أَنَا اللَّهُ الْقَدِيرُ
 تَخْلُجُ مِنْ بِلَيْتِهِ نَوَارِ النَّهَارِ
 قُلْ لِكُلِّ امْتِعَةٍ أَجَلٌ لَّهُمْ
 آمِنُوا بِاللَّهِ رَحْمَنِ الرَّحِيمِ
 وَارْجِعُوا إِلَى اللَّهِ عَفْوَ رَاحِلِيمِ
 أَذِنَ فِي النَّاسِ بِالْأَخْيَرِ الْكَلِيمِ
 مَا تَرَانِي أَنْخَلِقُ خَلَاقَ الْكَبِيرِ
 أَسْءَلُ رَبِّي إِنَّهُ حَقُّ الْمُنِيرِ
 وَاشْكُرُوا لِلَّهِ بِهِ لَا تُشْرِكُوا
 لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَسَرُوا
 بَدَنَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ
 كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ
 أَيْنَا النَّاسُ هِيَ أَسْوَنُ الْكِتَابِ
 مَالَتِ الشَّمْسُ مُبَوَّلًا لِلْغُرُوبِ
 قَبْلَ الْبَصَرِ وَهِيَ رَبُّوهُ
 جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ بِالْحَقِّ الْمُبِينِ
 قُلْ الْيَسَّ الذِّكْرَ نِي قَرَأْتُكُمْ
 فَاصْبِرْ إِنَّ صَبْرًا يَنْتِكَ ثَمَرُ
 إِنَّا بَشَرْنَاكَ بِالْحَقِّ فَقَمِ
 حَيٍّ حَتَّى فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَمِ
 اِسْمَعِي أُنْجِي وَمَا كُنْتَ بِهِ أُمِ
 إِنَّمَا يَحْيِي هُوَ اللَّهُ الْقَدِيرُ

تَوَرَّ الشَّجَرِ بِأَنْوَارِ الشَّعَارِ
 يَخْلُقُ اللَّهُ تَعَالَى مَا يَشَاءُ
 إِنَّهُ لَا يُدْخِلُ فِي دَهْمِهِ
 أَعْلَمُ مِنْ قَدَرْتِي مَا فِي الضَّمِيرِ
 وَجَعَلْنَا رَبُّوهُ دَارَ الْقَرَارِ
 وَادْكُرُ الْأَحْوَالَ مَا ضَيَّعَ وَقَمِ
 لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمِ
 وَهَرَبُوا مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ الرَّحِيمِ
 إِنَّمَا فِي ذَالِكِ فَوْزٌ عَظِيمٌ
 مِنْ عَجَائِبِ وَالْعَرَائِبِ وَالْكَثِيرِ
 كُلُّ شَيْءٍ مَالِكٌ إِلَّا الْخَبِيرِ
 وَاتْرَكُوا الْإِتْرَاكَ ثُمَّ وَاتْرَكُوا
 خَرَّ قَوَا الْقُرْآنَ ثُمَّ حَزَّ قَوَا
 ذَالِكِ الْمِيرَاثِ مِنْ آبَاءِ عَمِّ
 آمِنُوا خَيْرٌ لَكُمْ أَذْكَى لَكُمْ
 رَبُّنَا قَدِيرٌ نَفْعُ عَنْكُمْ عَذَابِ
 يَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَامُ الْغُيُوبِ
 غَابَتِ الشَّمْسُ فَصَارَتْ عَتَمَةٌ
 قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ
 لَعَنَتِ اللَّهُ عَلَى أَيْمَانِكُمْ
 إِنِّي أُقِيمُ عَذَابًا مُسْتَمِرًّا
 قَمِ بِأَذْنِي قَمِ بِأَذْنِي قَمِ لَا تَنْتَمِ
 فَلْكَفَى بِاللَّهِ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ
 إِنَّمَا أَنْتَ أَمِتَ أَنْتَ مُمْ
 أَسْءَلُ رَبِّي إِنَّهُ حَقُّ الْمُنِيرِ

تو چاہئے کہ لوگ حق کی طرف آئیں ہوں + ساری اچھی بات حق میں داخل ہے + حق کے پیچھے پڑو تو اچھا ہے + جبل زلیں سے لوگ باز آؤ + گاہ بیگاہ بھی بُرا نہ کرو + رُوح و رحمت سے ملے رہتے جاؤ + بے تولانہ لوگ بنتے جاؤ + بی مرادی سے بامراد بنو + مفت عمر رواں نہ سپری ہو + ۵

تم اپنی چال چلو تم کو نذر سے کیا کام کہ آدمی نہیں چلتے ہیں جانور کی طرح مگر تم لوگ جانور کی چال نہیں چھوڑتے + محسن کا تخریث احسان نہیں کرتے + پھر یہ کیا کطعام میں بسم اللہ کام میں اتغفر اللہ + حال کے نہ قال کے روٹی چھوڑ دال کے + کام کے نہ کاج کے دشمن انسان کے + دیکھو بہت رحم کیا گیا + اب ترکِ رحم و حلم پر کرم کیا جائیگا + کہ کوئی چیز کرم سے نہ خالی رہے + چنانچہ جب تک قدر نہجی نہ ہوگا ظلمات نہ جائیگا + پس بہت ہو چکا۔ ۵

صیاد نہ ہر بار شکار سے بہرہ برداشت کہ بیک روز پلنگے بدرد لہذا اپنے اس معجزہ بدی پر غرہ نہ کرو + افزونی شناعیت سے باز آؤ + دل میں راکشی گر نہ رکھو + رنگوں سے سب چیز کا جاد نام ہو جاتا ہے + پس جھوٹ اور سچ بھی ایک رنگ ہے + پکا اور سچا رنگ قبول کرو + لنگوٹی پہن لینے سے کچھ نہیں ہوتا + پرندے کچھ لنگوٹی نہیں پہنتے ۵

دش مَرغے بہ صبح می نالید	عقل و صبرم بہر و طاقت و دھوش
گفتم این شرطِ آدمیت نیست	مُرغ تسبیح خوان و من خاموش
زادہی در پلاس پوشی نیست	زادہ پاک باش و اطلس پوش

اسے لنگوٹیا یا رنہ بنو + علیا کو چھوڑ کر دنیا کی طرف نہ جاؤ + علی کو چھوڑ کر مجنون و دلی کو نہ پکڑو + روح اللہ کو چھوڑ کر روح المخلایق پر نہ مرو + اصل کو چھوڑ کر سایہ کو نہ پکڑو + یہ سب کائنات کچھ اصل نہیں + یہ سب مشیت اللہ کا فضلہ ہے + خود کی ہستی کو اسپر نہ کر + شیطانی قلمرو میں نہ جاؤ + دہاں بے گناہی عین گناہ ہے + دہاں کا بلا استثناء درو و رعایت یہ محکم ہے۔ کہ ہر ایک چیز میں ہر ایک کا حق برابر ہے + سب مشترک عام ہے + اباحتِ عامہ ہے + کوئی بدی کی مذمت کرے تو بگڑ جاؤ + عند الحساب کسی بات کا حساب نہیں + پادشاہ غنی ہے + اور خدا فقیر ہے + کہ سانس تک حساب سے ہے۔ سب چیز کا حساب لیا جائیگا + اسکو اس میں مزہ ملتا ہوگا + جہی ایسا کرتا ہے + حالانکہ وہ سب سے بے نیاز ہے مگر جیسے باذنہ سب چیز بغیر حاجتہ منقطر ہے + اور سب واقعات بھی منقطر ہوتے رہتے ہیں = اسی انفطار سے یہاں بھی راحت و مصیبت ہوتی ہے آئندہ کسی جگہ بھی ہونی ممکن ہے + اس سے خدا پر ذائقہ انجیری کا الزام نہیں ہو سکتا + مگر افسوس چند گاہ و چندیں مرتبہ کہا گیا۔ لیکن ہنوز روزِ اوّل ہے + ایک ہی

حالت پر مدامت پذیر ہو + مرجانے کا پورا یقین ہے پھر بھی بڑائی نہیں چھوڑتے ۵
 تا چند ہم آغوشیِ خیابانِ گل اندام اسودگیِ بسترِ سنجاب کہاں تک
 عبرت کا محل ہے یہ فضا ئے چمنِ دہر ایامِ بہارِ گلِ شاداب کہاں تک
 تو یاد رہے کہ کالِ کندنی زربِ آرد اور جاں کندنی سر بر آرد + جو مجاہد ہوگا وہ مشاہد ہوگا + مگر علم فی الہ
 ماعلیہ ضیاء + اس لئے علم بدونِ عمل ایک دبالِ جان ہے + اور عمل بدونِ علم ایک ضلالِ ایمان
 ہے + پس خاکِ غبارِ انشایدِ وشتِ آسیار - مگر ہر ایک چیز ایک دوسرے کے لئے رسالت کا کام
 کر رہی ہے + جیسے بیماری کو سبیلِ ادویات بمعرفتِ طبیب یہ حکم دیا جاتا ہے - کہ تم کو بدنِ خالی کرنے کا
 حکم ہے = آئندہ ماعلیٰ الرسول الابلاغ المبین + تو سبِ بلاغ میں مصروف ہیں + لیکن کوئی ابلاغ
 شقادت کر رہا ہے + کوئی ابلاغ رقت + کوئی ابلاغ ضلالت + اس میں جو ہدایت دیکر ضلالت
 لیتا ہے - اور نوروی کے ظلمات یہ خرید و فروخت اسکی مبارک نہیں + تو یہ کہنا بھی ایک بلاغ ہوا +
 ایسے ہی ابلاغ والا ہمیشہ غلبہ کرتا ہے + مگر جو سچائی سے واقع ہو + نہ جھوٹائی سے + دیکھو یہ سب عمر
 باتیں غذا کا کام کرتی ہیں + جو اپنے اعضا کو غذا نہ پہنچائے + وہ اسکی حق تلفی کرتا ہے + نرا واجب الغیر
 ہے + وہ اپنے اعضا کے پاس نیک نام نہیں + اسلئے ولی ارادہ میں کامیاب نہیں - لہذا سچی نیکنامی
 موجب دستکاری و فرجانی ہے + لیکن اگر اسکی سی مرضی ہو کہ کوئی بھلا کر کے دکھ پائے - تو بہتر ہے
 کہ بُرا کر کے دکھ پائے + آئندہ مرضی مولیٰ بہر گز اولیٰ + اسکے لئے بھی وہ کوئی پُر فائدہ سبب رکھیگا +
 کیونکہ کوئی چیز بے سبب نہیں + سب کا مسبب الاسباب وہی ہے + مگر جو لوگ عبادت پرست و غرض
 پرست نہیں ہیں خالص عین اللہ پرست ہیں وہ دگر پرستوں کے حق میں بنیانِ مصوص ہیں +
 وہ ہمیشہ کفار پر غالب آتے رہے ہیں + اگرچہ مومن و کافر اور جملہ موجودات دینِ مخلوقیت میں شریک
 ہیں جو مختلف طریقہ پر مشعب ہو کر مفسد بن گئے ہیں - جس کی تدارک خالق کو منظور ہے کہ اسکے دینِ خلقت
 میں بجز ہر کسی کی روح جس کو روح اللہ کہتے ہیں کوئی شریک نہیں + خود ہی اپنا شریک ہے + لہذا
 خود ہی اپنا نظیر ہے ۵

خدا پہنماں ہے عالم آشکارا	نہاں ہے گنجِ ویرانہ عیاں ہے
---------------------------	-----------------------------

لیکن درحقیقت عیائی و نہانی دونوں باہر واقع ہوتے ہوئے لاشعری میں داخل ہیں نہ
 رخ سے اُڑ جائے جو صاحبِ کاسرِ نرم نقاب کوئی بخود کوئی شہد کوئی حیران ہو جائے
 تو رخ سے نقاب ہٹا ہوا ہے کہ تمام عالم حیران ہے - ورنہ حیرانی کا کوئی سبب نہیں + اس نے کسی سے

پردہ نہیں رکھا ہے + لوگوں کی ناپاکی پردہ کا کام کر رہی ہے۔ پس اُسکی پردہ دری میں ایسی پردہ داری ہو رہی ہے + جیسے آفتاب کا سہرا خود اسکی غلی ہو رہی ہے + کہ نہ نائی و عیانی آن واحد میں مساوی ہے + اسی کو دوست کہتے ہیں۔ یعنی دودل یا دوجیز کہ یہ متضاد۔ دوست ملے ایکدم ایک دست ہو گئے ہیں جبکو دوستی یا سیتا کہتے ہیں۔ اسی واسطے رام رام دست ہے کالغزہ مارا جاتا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ رام رام ملے ایک ہی رام ہے۔ تو اُس نے دوستی کے جوہر کو بلا کے صدف میں رکھ چھوڑا ہے + کہ جو ناپاک لینا چاہے تو پہلے دریائے بلا میں غوطہ لگا کے پاک ہو + جب درکنون حاصل ہو + لہذا اُسکو یہ بھیجنا چاہئے۔ کہ جن کا دکھ دینا بھی بھن ہی بھن ہے + دکھ اور سکھ کیا سب بھجن ہی بھجن ہے + اتنا پتہ لگ جانا حصول کا حد ہو گیا + آگے تحصیل حاصل محض فضول ہے + وہ جیسا چاہے کرے + مگر پاک رہنے کی کوشش کرنی چاہئے + اکتساب فضائل اور اجتناب زرائل لازمی امر ہے + چنانچہ اگر صاف ہونے کی کوشش کر گیا۔ تو وہ صاف کر دیا + کہ پورا سچا صوفی صافی ہو جائے + کیونکہ۔ نظم

ہو اللہ ان لفی کلّ آن مفیض الا یادی بدور الفادی وامشی مالی و ما ہی مالی وہو حبیبی و ہو نصیبی لقد انک عطلت بہ محمد	لقد نصر لہ نصر علیا وہو مرادی فکنت غنیا و کنت صبیا جعلنی نبیا اعیش ہنیا اغیب رضا یصفی لک اللہ صفافیا
---	--

مگر صوفی صافی وہی ہوگا جو مصطفیٰ ہونے کی کوشش بھی کر گیا + اگرچہ صفائی اور غیر صفائی دو میں کوئی بری نہیں + کیونکہ کوئی چیز بفسہ نہیں بری بنائی گئی ہے + بلکہ اچھے بُرے کی تعریف چند طرح سے کی جاسکتی ہے + جو موقع محل پر دلچسپ ہو سکتی ہے + تو وہ یہ ہے کہ جبکو جو چیز بری معلوم ہو وہ بری ہے + جس کو جو چیز اچھی معلوم ہو وہ اچھی ہے + جیسے ببول کا کانٹا تمارے حق میں کانٹا ہے۔ اور اونٹ کے حق میں نہایت اعلیٰ درجہ کی غذا ہے + اس لئے تمہارے آگے بُرا ہوا۔ اس کے آگے اچھا + وہی حالت بول و براز کی ہے کہ تم کو بُرا معلوم ہوتا ہے۔ مگر خراطین کے لئے ایک چمن ہے + اس لئے درحقیقت یہ اچھے بُرے کی ٹھیک پہچان نہیں۔ بلکہ اصلی پہچان یہ ہے۔ کہ قانون مختص الامر و مختص المقام ہے + تو جو مخلوق جس عالم کی ہو اس عالم میں جو چیز فطرۃً بری سمجھی جاتی ہو اس کو بُرا سمجھ + جیسے کیرے مکوڑوں کو انسانی عالم کی پابندی کرنی اُس جنس میں برابر ہے + اس لئے اُس کو نہیں کرنا چاہئے + انسان کو عالم انسانیت میں رہ کر بہائیم کے قوانین کی پابندی کرنی

البتہ جرم ہوگا + تو عالم انسانیت میں زمانہ کے مطابق جعفر زخوی ہو اس پر عمل ہونا عمل کہا جائیگا + اس قانون کا مخالف شیطان ہے + شیطان اپنی دانست میں خدا کو دھوکا دینا چاہتا ہے۔ حالانکہ خود کو دھوکا دیتا ہے + کہ اس دھوکا میں پڑا ہے۔ کہ روح اللہ دھوکا میں آتا ہے + تمام آسمان وصل دریدہ ہے کہ اچھی بات ایک ایسی اچھی نسل جیسے کلمۃ اللہ + بھلاہ کلمۃ اللہ بنام روح اللہ کیا دھوکا میں آسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ مگر جس طرح گوہر پند اپنے لغول میں مست ہے۔ اور خیر مسکین اپنے طویلہ میں + توسن پدرام اپنے اصطل میں + موشی اپنے استخان میں + گاؤ۔ گاؤ سالہ میں + دیو۔ دیوالہ میں۔ پرندے عش آشیانہ میں + انیقۃ الارض اپنے موسسہ میں + اذانی الناس وجود الناس اپنی شرافت میں + آثار اپنے موثرہ میں + روح حیات میں + حیات روح میں + دوتا دوتا میں + یکتا یکتا میں۔ نیک نیکی میں + اُسی طرح یہ بُرے حرام زلفے اپنی برائی میں مست ہیں + اور کہتے کیا ہیں کہ ہماری برائی کی مصلحت فی العیب ہے اور شاخ مجھ میں اور فی السماء کذا الک جو پھلکے برائی کا ثمرہ پیدا کرتی ہے جسکی مثال یوں سمجھنی چاہئے کہ آواز کی جڑ منکم کے دھان میں ہوتی ہے۔ اور آواز کی شاخ سامعین کے کان میں۔ پھل دماغ و جان میں + اسی طرح چشم۔ سر میں۔ نگاہ تمام جہان میں + اس طرح آتش۔ آتشان میں۔ دھان آتش آسمان میں + تو اس کا حشر و نشر ایسا ہے جیسا کہ ہر چیز کا حشر و نشر اُسی عالم کے مطابق ہوا کرتا ہے۔ جس عالم میں وہ رہتا ہے + مثلاً جو آبی ہے آب ہی سے پیدا ہوتا ہے آب ہی خوراک کھاتا ہے۔ آبی ہی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے۔ آبی ہی جنت و دوزخ میں گرفتار ہوتا ہے + آبی ہی موت سے مرتا ہے + ایسا نہیں کہ آب میں رہنے سے مصیبت و دوزخ میں گرفتار نہ ہو۔ پھر تو سمور و قاقم و سمندر و مارج وغیرہ جو آتشی مخلوق ہے۔ اُن کو تمام زندگانی میں دکھ سے سابلقہ نہیں پڑنا چاہئے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے وہ بھی آتشی آرام و جنت۔ الام و دوزخ میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اور آتشی ہی بیماری سے مرتے ہیں + پھر اور کسی دوزخ و جنت میں ڈالے جلتے ہیں + ویسے ہی جو انانیت میں رہتا ہے۔ انانیت ہی سے پیدا ہوتا ہے = انانیت ہی میں فنا ہوتا ہے + انانیت ہی میں باقی رہتا ہے + پھر یہ بُرے لوگ جو خانہ خراب ہیں۔ برائی کے جہنم میں گرفتار ہیں۔ مگر مجنوں کی طرح دوسروں کو مجنوں سمجھتے ہیں۔ اور خود کو عاقل پاک باز + ہرگز برا نہیں سمجھتے + گویا اسقدر ازلی پچھکاران پرسلطہ ہے + کہ یہ برائی اُن کی دینی اور دنیوی عبادت ہو گئی ہے۔ کہ کوئی کھڑا ہو کر عبادت کرتا ہے۔ کوئی بیٹھ کر۔ کوئی لیٹ کر۔ کوئی ببیل ہدایت۔ خواہ یہ کہہ کہ عبادت بستی دو بندگی و قید کا نام ہے۔ تو پیدا ہونا پیدا نش کی پابندی ہوئی۔ عبادت کرنی عبادت کی پابندی ہوئی۔ عبادت کا نہ کرنا عدم عبادت کی پابندی ہوئی۔ پس کچھ

سمجھ میں نہیں آتا۔ اگر کچھ سمجھا بھی تو یہی سمجھا کہ نہ کچھ سمجھا ہے۔ نہ سمجھو لگا۔ اس لئے سب کام میرا خدا کا کام ہے۔ کہ نہ معلوم کیوں ہوتا ہے پس راسی راس اللہ وعلینی عین اللہ۔ وبطنی بطن اللہ۔ وطرہی طہر اللہ۔ درجی رجب اللہ۔ ویکلی ہیکل اللہ۔ وروحی روح اللہ۔ محیائی رلماتی کل اللہ و من اللہ تو چونکہ یہ کہنا حق ہے کہ ہم حق کہتے ہیں کہ ہم حق حق کرتے ہیں مگر حق و باطل کی کچھ پہچان نہیں + ہم حق کہتے ہیں کہ نہ ہم نے پہچانا ہے نہ کوئی پہچانے گا ہم حق کہتے ہیں کہ ہماری حق گوئی کو کوئی نہیں سمجھتا + اس لئے میں حق پر ہوں + لہذا انا الحق کہ یہ کہنا بھی ایک ذق ذق بنی بنی کی پابندی ہوئی۔ اور جو معبود بنے تو وہ معبودیت کی پابندی کرے گا۔ سوا اسطے خاموشی اختیار کرتا ہوں کہ ۵

پختگی و پختن را باز میدانم و ز جوش تا خاموشی نیست اے دل مدعا خام است پس تو یہ خاموشی بھی ایک فعل کی پابندی ہوئی + تو اب چاہئے کہ اب سب کو چھوڑ کر توکل اختیار کروں کہ جو خود بکثرت استعمال خدا ہے وہ خود آئی پر خود ہی راسی ہو لیگا۔ اسی کہتے ہیں کہ ۵

خود بخود آن نیست عیار بہ برمی آید نہ بزاری نہ بزور و نہ برز می آید تو یہ سب اسکے فضل پر ہے۔ اسی واسطے کہا جاتا ہے کہ۔ ذالک فضل اللہ یوتی من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔ بس کوئی آئے یا نہ آئے کسی بات کی کچھ پروا نہیں بلکہ اگر نہیں آئیگا تو کیا کریگا۔ بہت کریگا ناراض ہو کر شیطان بنا دیگا یا جیسی بُری حالت چاہے = اور اگر خوش ہو کر آئیگا تو کیا دیگا بہت کریگا۔ تو خود اپنی ذات بنا دیگا = یہاں سب باتوں سے غنی ہیں۔ بلکہ اس دعویٰ سے بھی مستغنی۔ پس نعم التبرک اور خیر الاخذ یہی ہے بلکہ ۵

چھوڑو خداؤ خود کو نہ چھیڑ کسی کو اب اور چھوڑنے کے فعل کا دعویٰ بھی چھوڑو مگر فی التبرک اتخاذ ہو جاتا ہے کسی طرح سے بھی پابندی بندگی سے فراغت نہیں ہوتی۔ حاصل کلام ۵

مُرغ زیرک کہ میرمید از دام باہمہ زیر کی بدام افتاد اس واسطے میں کچھ نہیں جانتا۔ پس اتنا جانتا ہوں کہ کسی کا ہرگز ہرگز۔ نہ ہرگز ہرگز دل دکھانا نہیں چاہئے + اس میں سب بات آگئی پس اللہ اللہ خیر صلاح + اسکو مڑے لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ ہم بھی اپنی فطرت پر قائم ہیں جیسا اُس نے بنا دیا ہے اسکے مطابق کرتے ہیں۔ اس میں کوئی خوش ہو یا ناراض مجھ کو اسکی کچھ پروا نہیں۔ کیونکہ میں بھی ایک طرح کا عابد الشیات ہوں + عبادت کرتا ہوں + مگر وہ برا ہے جو ہماری عبادت کو بُرا جانتا ہے + تو یہ عبادت ملعونہ اُنکی اُن کو اور ملعون کریگی اُن کو اپنی ملعونیت کا نتیجہ بہت جلد بھائیگا۔ مگر لے لپھے لوگو تم سے کہا جاتا ہے کہ تم اُن کی صحبت سے

ان کے پھندے میں دھسے۔ یہ بُرائی کی طرف منادی کرتے ہیں + ہم بھلا کی طرف + دونوں ایک ایک چیز کے حاکم ہیں۔ ایک حق کا۔ ایک باطل کا تو حاکم کے پاس زیادہ غیبت ہوتی ہے، اور ظاہری حاکم۔ پادشاہ ہے۔ ظاہری و باطنی حاکم فرستادہ خدا ہے + اور بُرائی کے حاکم یہی بُرے شیطان کے بچے ہیں + اور اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین ہے کہ سب بات کا فیصلہ کرتا ہے + ان حاکموں کا بھی مقدمہ وہی فیصلہ کر دیتا ہے + کہ کون حق پر ہے + اور کون برسرِ باطل + جو حق پر ہے اس کی دربار میں غیبت کا نام و کوٹاف کا راطلاع و خبر۔ اور ناشئ فریاد ہے + اور جو برسرِ باطل ہے اسکے یہاں کی سب بات غیبت ہے + چنانچہ اگر تم اس بات کی معرفت چاہتے ہو۔ تو پہلے اس بات کی معرفت پیدا کر لو۔ کہ اہل معرفت کون ہے۔ تو یہ بات تمہارے ضمیر کی معرفت ہو سکتی ہے + کہ پہلے اُس سے یہ پوچھو کہ تجھ میں سچی رائے دینے کی معرفت ہے یا نہیں + اگر ہے تو بتلاؤ کہ حق و باطل کا کیا معاملہ ہے۔ تو وہ ضرور بالضرور رائے دیگا۔ وہ کہیگا کہ وہ کیونکر اے پوچھنے والے! کیا تجھ کو نہیں معلوم کہ جو کچھ تجھ کو محسوس ہوتا ہے وہ تمام اعضا میں شائع کیا جاتا ہے جس کا اثر صاف چہرہ سے نمایاں ہو جاتا ہے۔ خاصکر دیدہ سے کہ چیمانی نور کی جگہ ہے + نور ہی سے آدمی ظلمات میں چیز دھونڈھتا ہے + چنانچہ کیا نہیں دیکھتے کہ جس دم تمہاری نگاہ تمہارے دشمن پر پڑتی ہے۔ تو چشم و چہرہ کا رنگ بدلتا ہے۔ بالکل دلی انقباض پیدا ہو جاتا ہے + اسے علاوہ ہمہ اکں جو کچھ دل میں گذرتا رہتا ہے چشم و چہرہ سے نمایاں ہوتا رہتا ہے + جسکو اس قیافہ شناسی میں ملکہ پیدا ہو جائے تو ہمدان پر ایک دل کی بات کو چشم و چہرہ دیکھ کے بتلاوے سکتا ہے + اور کوئی ایسا وقت نہیں جو دل کسی خیال سے خالی رہتا ہو۔ یہ ایک بڑا شاہراہ ہے + اس سے ہر طرح کے مسافر گذرتے رہتے ہیں۔ تو یہ کیا محکم نورانی و روحانی مسافر ادھر سے نورانی مشعل لٹے ہوئے گذر جائے اور چشم و چہرہ سے نمایاں نہ ہو + اس واسطے صاف ظاہر ہے کہ مجھ میں نورِ عرفان نہیں کہ ہم سچی رائے دے سکیں۔ کہ فلاں اہل معرفت ہے + چنانچہ تم اس معاملہ میں بہت ہی سچے ہو کہ خود کے بارے میں سچائیں رکھتے ہو کہ تم کو معرفت نہیں حاصل ہے کہ کسی اہل معرفت کو پہچان سکو۔ اس سچے یقین کا سچا اثر دوسروں پر پڑا ہوا ہے کہ وہ تم کو اہل معرفت نہیں سمجھتے + کہ کسی اہل معرفت کو پہچان سکو گے + لیکن پھر بھی اگر کوئی سچا اہل معرفت دیکھ جائے تو اُسکو اپنی ذات پر سچا اہل معرفت ہونے کا یقین ہو نیلے سبب سے۔ وہ یقین ضرور تمہارے دل پر تصرف کر ڈالے گا۔ لکین ضرور بالضرور چیزِ طبیعت۔ پھر اگرچہ تم اسکے دشمن بن جاؤ تو بن جاؤ مگر میں اسکو اعلیٰ و بالا کہنے سے نہیں رُک سکتا + آخر میں بھی چٹکارا نازل کر کے چپ ہو جائینگے۔ مگر امنح رہے کہ یقین اُس کو نہیں کہتے۔

کہ ورقِ انخیال اور درگرا قسام کے نشجیات کا استعمال کر کے ایک دھن میں پڑ کے یقین کر لینا کہ میرا یہ دُشمن بالکل سچا ہے تو اُسی اُسی وقت آزمائش بھی ممکن ہے کہ اگر تم کو یہ خیال ہو گیا کہ ہم خدا سے مل گئے۔ اب جو کچھ چاہیں کریں اور جو کہیں گے وہ ہو جائیگا۔ تو اُسی وقت کچھ کہنے دیکھ لو کچھ نہیں ہو گا پس معلوم ہو جائیگا کہ یقین تمہارا کچھ یقین حقیقی نہیں ہے۔ بلکہ خطِ حقیقی ہے + اُس وقت تم کو یقین حقیقی کا کچھ نہ معلوم ہو جائیگا کہ اب ہم کو یقین ہو گیا کہ جو کچھ یقین کر رکھا تھا وہ غلط نکلا + ہرگز ہم کو یقین حقیقی حاصل نہیں۔ اور یقین ہے کہ یقین بھی نہیں حاصل ہو سکتا + پس افسوس ہے کہ ۷

بستم بے خیال کہ بنیم جمالِ دوست ایں ہم نشد میسر و سودائے خام شد
لہذا یہ عالم کا عالم ایک ایسا علم ہے۔ جو بینی و بین اللہ متعارف ہو کر یہ معرفت کراتا ہے۔ کہ ماعرفناک حق معرفتک۔ توجب اتنے بڑے عالم سے فقط اسی قدر معرفت حاصل ہو۔ تو اپنے ہمجنس شخص سے کیا معرفت حاصل ہو سکتی ہے۔ مگر اُسی سے حاصل ہو سکتی ہے تو در حقیقت اللہ تعالیٰ کی روح مجسم ہو کر آئے اور معرفت حاصل کر آئے۔ تو آخر وہ کسی دل ہی سے تعلق رکھ لگی + اسلئے نہ معلوم کہ کس دل میں کون بسنا ہے عام طور سے کسی کا دل نہ سناؤ اور یہی خود پر فریضہ کر لو + اگر ایسا کوئی اہل دل بلجائے تو اسکی ہدایت پر اگر کسی بدول کی دل آزمائی کی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہو سکتا بلکہ اس پر تو سارے بدولوں کو قربان کر دینا چاہئے تو وہ بدول باطل ہی لوگ ہونگے۔ بنا بر جس سے غیر منصفانہ طور سے دل کو دکھ ہو نہ چنے وہ ضرور باطل ہے پس ہمیں تک مجھ کو معرفت ہے + آگے نہیں کہ اُس سے اطلاع دوں۔ مگر تم کوشش کرو شاید اس سے زیادہ معرفت پیدا ہو جائے کہ حقیقی روح اللہ سے ملنے کا طریقہ نکل آئے + کیونکہ مچھلی کی امید پرشت ڈالی جاتی ہے۔ لیکن یہ بھی کچھ ضرور نہیں کہ شست ڈالی جائے تو حوتِ حیات بھی حاصل ہو جائے۔ لیکن کرنا چاہئے کیونکہ دنیا بامید قائم ہے۔ کیا نہیں دیکھتے کہ ۷

کنش بر آسمان تا بد بہ شیشے نار میریزد	بہ ہیں ایمائے فطرت راجہ آغا زات و بنائش
کہ سر اللہ و امر اللہ و شان اللہ و لضر اللہ	ہمیں یک سبک اللہ است آمد بہر پغیا مش
بخطِ منحنی آمد چو مار استقامت رو	نظا ہر کج روی بینی مگر ہر مار اور امش
ہمیں حیہ۔ ہمیں کچی۔ ہمیں یوہا ہمیں علی	بہ ہیں ایں لوحِ گروں راز رازند و داست انش

چنانچہ ہر ذرۂ کائنات کہہ رہا ہے کہ بھوکا پڑھ کے دیجھ لو۔ مجھیں اُسی کی حمد و ثناء مر قوم ہے۔ بلکہ میری وجود ہی اسکی حمد و ثناء ہے + مگر تم نے خود کو اس سے بے حاجت کر دیا ہے + اس لئے نہیں معلوم ہوتا۔ اور یہ بشر کے لئے ہے۔ حاجت سے چیزیں ایجا دہوتی ہیں۔ تو اگر تم کو کبھی کی حاجت ہوتی۔ تو حصول

یجیحی کے لئے ترکیبیں ایجاد کرتے + مگر تم تو اُس سے ایسے محتاط و مستغنی بنتے ہو کہ گویا تم کو عدم احتیاجی کی بھی حاجت نہیں پھر اُسکو تو اس سے زیادہ ہونا چاہئے کہ اسکو اپنی وجود کی بھی حاجت نہیں تو عدم تملیک کا نام فقر ہے + جس کے پاس فقیری کی بھی دولت نہیں اس سے بھی مستغنی ہو تو محض غنی ہے + وہ صرف اُسکی ذات ہے + جس سے تم فعلاً خود کو مشابہ کرنا چاہتے ہو + کہ ہم بھی اُسی کی طرح مستغنی ہیں - اس لئے مجھ کو اسکی کیا حاجت ہے + پھر ایسے غنی کو جو حاصل کرے وہ کب فقیر ہو سکتا ہے + لیکن حاصل کیا ہوا - ملوک ہوگا - تو اُس نے تو تم کو پیدا کیا تم اسکو کیسے ایجاد اور پیدا کر سکتے ہو + اگر پیدا کر دگے تو یہی کہ ہر ایک فرد بشر کے ذہن و تصور میں ایک ایک قسم کا ایجاد یجیحی بس رہا ہے - وہ بالکل باطل ہے + بلکہ وجود خارجی و اصلی سستی و نیستی جو اسکے دو تصور کا قائل ہے + ان سب کو بطلان میں داخل کر دیا ہے + اور یہ مرضی ہے کہ سب لوگ ایسا سمجھتے جائیں - کہ جو کچھ سمجھ میں نہ آئے وہ یجیحی ہے اس لئے اس کی مرضی نہیں کہ کوئی اسکو پہچان سکے اور اگر پہچانے تو یجیحی ہی کے ذریعہ سمجھ جائے گا تو اگر وہ یجیحی کو کوئی بشر سمجھتا ہے تو کوئی بشر کسی کو بھی یجیائے تعالیٰ تک نہیں پہنچا سکتا - اگر اپنے زور سے دہان تک پہنچا دے تو وہ خود ہی یجیائے تعالیٰ ہے - بس یجیائے تعالیٰ تک یجیائے تعالیٰ ہی پہنچا سکتا ہے + تو اگر یجیائے تعالیٰ کو خارج از بشر سمجھتا ہے تو البتہ کوئی سبیل رسائی کی کل سکتی ہے + مگر افسوس کہ عاقل و ناقل دونوں زندان میں ہیں - عاقل حکمت کے دام میں ناقل اس کے قتل کرنے کے دام میں + دونوں میں قلبِ قالب کی جنتی سے طرح طرح کے خیالات پیدا ہوتے رہتے ہیں - برے خیالات کا نتیجہ شیطان ہو جاتا ہے - اچھے خیالات کا نتیجہ فرشتہ + نورانیات ان کا بچہ گیا ہے - اندھیرے میں پڑ گئے ہیں نہ علت سے معلول کی طرف کا راستہ ملتا ہے - نہ معلول سے علت کی طرف کا - نہ اس کی طرف کا جو علت و معلول و علت للعلل سب سے بری ہے - اس لئے خالص بدی کے پیچے بن گئے ہیں + بُرے ہیں وہ لوگ جو زبردستی بدی سے معرفت حاصل کرتے ہیں + پھر افسوس ہے کہ نصیحت نہیں سنتے + اگر سنتے ہیں تو عمل نہیں کرتے + جو عمل کرتا ہے - اُس پر ہنستے ہیں + اور جو ہنستے جاتے ہیں مگر ہنسنے جائینگے کہ خوف سے نیکی کرنی چھوڑ دیتے ہیں + بری کی اتباع کرتے ہیں اور نیکی سے گریز و نیکی کے سطح سے پھسل کر بدی کے خندق میں گر جاتے ہیں + اور نمائش کا بروقتوا سنی استعمال کرتے ہیں + کہ فیصل ہوا میں بگولا بونا ہے - جس سے ان لڑنات منقطع ہو گئے ہیں کہ ۵

نیکوئی با بداراں کردن چنان ست کہ بد کردن بجائے نیک مرداں

زمین شور سنبل بر نیارو درو تسخیم عمل ضائع مگرداں

اس لئے کہا جاتا ہے کہ نصیحت تخم ہے۔ دل کھیت ہے۔ عدم تعمیل ایک شیطانی چڑیل ہے۔ جو سب دانوں کو چون لیتی ہے۔ جو چٹان پر پڑ جاتے ہیں وہ نہیں اُگتے۔ جو کسی قدر اچھے کھیت میں پڑ کر اُگتے ہیں اور دھوپ کی آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں تو سوکھ جاتے ہیں + اچھی زمین میں اچھا اُگتا ہے + اس اچھائی بُرائی کی یہ حالت ہے + اس اچھائی آرزو سے نہیں ملتی ہے اور بُرائی بے آرزو کئے چلی آتی ہے + اس سے بچنا چاہئے + سب پیشہ حلال ہے + مگر بدی کا پیشہ کبھی حلال نہیں + حتیٰ کہ پیشہ حلال یا اندکوئی حرکات و سکنات جو طبیعت سے بھی ہوں۔ اگر بے موقع و بے محل واقعہ ہوں تو وہ بھی حرام ہیں۔ پس میرا یہی حکم ہے کہ بُرائی کو اپنے جمانی و روحانی عالم سے بدر ہونے کا حکم دو۔ نفس امارہ دشمن خانگی ہے + متکبر و مغرور جب تک متکبرین ذلیل ترین سے جوتا نہیں کھاتا درست نہیں ہوتا + اس کو جوتا مارنا کچھ گناہ نہیں بلکہ گنہے کا علاج ہے۔ علاج و تعالج یہ بھی نیکی ہے + اہ نیکی ہی کا نام دین ہے + یہ دین چکنی سطح کا بنا ہوا ہے + ذرے سے میں آدمی چسلا جاتا ہے + کبھی سے

شد غلامیکہ آب جو آرد آب جو آمدہ غلام بہرود

کا مضمون ہو جاتا ہے + کہ سراپا نیک ہی ہو جاتا ہے + حتیٰ کہ اُس کی بہت سی بدی بھی نیکی ہو جاتی ہے + مگر وہ بدی اُس نیک کی ایسی ہی زریب دیتی ہے جیسے زری کا کام سبز و کبود پر + کیونکہ اُس ایسے نیک کو مرضِ عشق جو اضطرابی و اختیاری ہے پیدا ہو جاتا ہے۔ پس سے

جو آگیا اس راہ میں ساک وہی ٹھیرا گمراہ ہوا جو نہ ادھر کا نہ ادھر کا

مگر کوئی شخص خارج از طاقت بشری کسی بات کے لئے مُکلف نہیں کیا جاتا۔ تو نیکی بے تکلف حاصل ہو سکتی ہے۔ کہ ذخیرہ نیکی کے سبب سے رضوانِ بچائے تعالیٰ حاصل ہو۔ اور عشق سے اس کی معرفت۔ نہیں تو یہی کہنا پڑیگا کہ سے

خاک چھانی در بدر ہم نے تلاش یار میں	جامہ ہستی ہمارے تن پہ سیلا ہو گیا
دل میں جب آئی کہ ورت دھنائی کچھ کہل	آئند میں جب غبار آیا تو اندھا ہو گیا

لیکن فیلسوف کا ارادہ بدلتا بھی ہے بے وقوف کا نہیں۔ وہ اپنی بے وقوفی و حماقت و ہدی پر قائم رہتا ہے۔ اپنی لاعلمی کا علم نہ ہونا سخت بے علمی و بے وقوفی ہے + دیکھو ہوشیار ہو کر زشتی پہلے مسمان ہوتی ہے + پھر میزبان ہمیشہ اُلٹ پلٹ کر بد ہی رہتی ہے۔ جیسے

پاکو جو اُلٹو تو ہو جائے آپ اُلٹ کر ہر اک پاپ ہوتا ہے پاپ

اور ایمان اُن کا یہی کہہ کے تاپ فَلَمَّا بَنَفْسِكَ مِنْ الْأَفْرَافِ وَلَمَّا فُرِيسَ مِنْ دَارِجِ رَيْثُ الْقَدَارِ مِنْ زَيْقِ وَكَمْ مِنْ مِشَى عَلَى رَاغِ جَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ عَلَى الْأَرْضِ مِشَى عَلَى الْبَطْنِ فَلَمَّا اسْوَا رَنْمَتْ رَهْمِ رَمَى اللَّهُ ذَاكَ ابْنِ حَسَنِ	کہ تھا پوت خود اور خود اپنا باپ لگاؤ ہر اک جبیں پر یہ چھاپ اگرچہ وہ دیتے رہیں مجھ کو تھاپ کہ تھا لہم کا جس میں خالی ملاپ کسی کو ہے ہنجر کسی کو ہے تاپ یہاں تک کہ پانی سے بنتا ہے بھاپ کہ چلنے میں دیکھو توشن شن تھاپ پاؤں کر کیا اُس نے سب کو گڑا پٹ ہماری ہی گنا گنا کے ہر دم الاپ
---	---

پس نیک چلنی بہت بڑی حمد و ثناء کا الاپ ہے + مثابین مستوی سے بچنا ہے + دفتر لاہوت کے جڑ اور لوح محفوظ میں نیک چلن لوگ تالین کے نام سے یاد کئے گئے ہیں + ہر ایک کے بارہ میں روزانہ ڈائری لکھی جاتی ہے + رپورٹ ہوتا رہتا ہے - جو کچھ لوگ فعلاً اور قولاً اور فکرً حاصل کرتے ہیں سب دائرہ کی طرح بالائی پوسٹ آفس میں پارسل ہوتے رہتے ہیں - وہاں بالائی نوڈ گراف میں مہم ہوتا ہے - جو مصححو ہوگا اسکو ادھر ادھر حرکت کرنے سے پہلے اپنے اعمال کا پارسل دیکھنا پڑیگا + جو بدی پریشی سے غالب آجانیگا مریدان ہوگا + پس اے نیک مرداں بوشید تا جاہد ہاں نبو شید ہمیشہ منت ولوت اور سکت و سلوت سے رہو + دوا می من وسلوی کے مالک بنجاؤ + دیکھو ہم کا ہمار روح اللہ ہے - اسکی روحانی و جسمانی تعمیر کسی ناپاکی سے خراب نہ کرو - یہ ابدی زندگی کی قیمت ہے + اسکو دیکر اُس کو لینا ہے + کیونکہ اگرچہ تمام کائنات زندگی سے پر ہے - مگر سب مستعار ہے + موت جو ہے وہ حیات سے پہلے بل و جان معافہ کی مشاق ہے - تمام ڈھونڈھتی پھرتی ہے + اس لئے کسی قدر عمر و راز ہو مگر مدت حیات تھوڑی ہے + دفتر اموات بالکل رو بہ تنزل نہیں آگیا دوسری ولایت میں جانے کے لئے اسی پاسپورٹ کی ضرورت ہے + اور یہ ایک پھل ہے جس کا مزہ چکھنا نامنطور ہے + یہ بڑی تیز تلوار ہے جو کچے دھاگے سے سر پر آدیزاں ہے + پس کل کے لئے بیکل نہ رہو + کل آپ فکر کر لیگا - آج کاؤ کھ آج کے لئے بس کرتا ہے + دنیا ایک قدرتی عجائب خانہ کامیلا ہے + اس میں سب طرح کی چیزوں کا ٹکسال ہے + مینا بازار ہے + مگر تم شیطان کی سکت نہ چلاؤ + نہ شیطانوں کی صحبت میں رہو + اس کی تبیعت و طبیعت اچھی نہیں ہے

سفلہ خوش پوش را بر مسند خود جامدہ کفشِ زریں گر بود بر سر نئے باید نہاد
 تو ان اصحابِ الیّات کی صحبت اکدم روحانی زیرِ قائل بہنم ہے + ملک الموت سے مصافحہ بہتر ہے +
 مگر ان کی صحبت بہتر نہیں + ان کے یتبع و تابعہ اور مجرم ہیں + کیونکہ شیطان پر درود پڑھنے والا
 شیطان ہے + شیطان اپنے دین و دنیا کو بلا قصور فزع کرتا ہے + حرام زادے کی نسل ہے اس
 واسطے حرام زادہ ہے + کس لئے کہ دریائے شور کی نہریں بے محل شیریں نہیں ہوتیں + پس جہاں کے
 بد چلنی کے بارہ میں لوگ کسی طرح سے بھی شاکی ہوں - اور وہاں پُرس - محکمہ - جبل اور عدالت کی
 ضرورت ہو وہاں ہنوز اطمینان بخش تعلیم نہایتگی و نیک روی سرایت نہیں کی ہے - کیونکہ راضی نہیں
 قاضی نیرود - پس معلوم ہوا کہ لوگ ہنوز اخلاقی جرم بلکہ ہر ایک دُنیادی جرم جو عینِ مینی جرم ہے اسکے
 مرکب ہو رہے ہیں + کہ ظاہری جرم کا فیصلہ ظاہری حاکم کر دیتا ہے - ظاہری و باطنی جرم کا فیصلہ
 احکم الحاکمین کر دیتا ہے - اب چاہئے اسکو مصائب ڈال کر کرے یا فرداً فرداً برگ عام یا مصائب عام
 سے کرے - یہ اسکا اختیار ہے - فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمت و ہو عزیز الحکیم + لہذا حکیم کی یہ حکمت ہے
 کہ قتل کرنا قتل کرنے کو خوب روکیگا + درنہ بے قصور ایذا پہونچانا البتہ ظلم ہے + تو ظالم و موزی کو گرگ
 و پلنگ اثر و دروندنگ سے نسبت ہے - اور نیکو کار کو گوسفند سے + پس اگر ظالم موزی کا آئین و
 قانون تسلیم کر لیا جائے - تو سانپ بچھو بھی موزی نہیں - کیونکہ اُن کے سر پرست نے ان کو ایذا رسانی
 کی تعلیم کی ہے + سودہ اس کی تعمیل کرتے ہیں + مگر درحقیقت وہ ظلم نہیں ڈستے تو احکم الحاکمین کی طرح
 کوئی بلا - ظلم نادول کر لگیا + ہرگز نہیں - مگر تم کو اس کا علم نہیں + جس کو اپنی بے علمی کا بھی علم نہ ہو نوجاہل ہے
 اے بسا جابلان بد انتخاب تیغ در دست و برزباں و شنام
 جہالت میں رہ کر جہالت سے بہت کچھ علم حاصل کر چکے - اب علم کا علم حاصل کرو + علم امام ہے عمل اسکا
 تابع ہے + علم بے عمل بالکل مڑہ ہے + جو راجہ عالم نہیں پر جاسکی جاہل ہوگی + کیونکہ جب حکیم نہیں
 تو حکمت کہاں + دیکھو ایک علم سو جہالت ایسا کھوٹا ہے جیسے صد ہا بطلان کو ایک حق یا جس طرح
 سوراخت کو ایک رنج غرض کہ چشم علم سے دیکھنے میں معلوم ہو جائیگا کہ ہرگز منجانب اللہ ظلم نہیں -
 پس بلاؤ و باکا ہونا اور عرش نشین کی اُمت کو عرش نشین بنانا یہ سب عدل ہے + پس جو فرماں بردار ہو چکے
 فرمانروا کو فرمانروا سمجھ کے قبول کر چکا وہ خود فرمانروا ہو چکا کہ اُس نے اپنے نفس پر فرمانروائی کر کے اُس کی
 فرمانبرداری کی طرف رجوع کیا - اسواسطے فرمانروا میں پہونچکے فرمانروا ہوگا + مگر جس قدر روح انجنت
 مشکل لشکل انسانی ہو کر آئی ہیں وہ مخالف دشمن ہوتی ہیں + تو دشمن اُس وقت تک جھوٹا ہے جس وقت

ایک دوست نہ بنے + پھر جہدم شکایت کی اُسی دم دشمن ہو گیا + پس بُرائی ظاہر ہونے سے آدمی بُرا کہا جاتا ہے تو جو باطن میں ازراہ دشمنی و خباثت وغیرہ و غیرہ مجرم ہو گا وہی عالم ظاہر میں بھی بظاہر اُ اور باطناً مجرم و مخالف ہو گا اگرچہ مخالفین با یکدگر جھوٹے اور پچھے سمجھے جاتے ہیں + لیکن سچ یہ ہے کہ جو ہر طرح غالب آجائے وہ سچا ہے تو سچا ہی واعظ ہونیکے لائق ہے پس بمصادیق لقمان از بہرِ لقمان یہ جملہ وعظ و پند ناراست رو کے لئے ہو گا اور ہوا کرتا ہے ۔ کیونکہ راست رو کے لئے حاجت نہیں + لیکن ناراست رو اپنی ناراست روی سے دوسرے کی راست روی کو ناراست روی سمجھتے ہیں اور خود کو راست رو اس لئے خود کو واعظ و ناصح ہونے کے لائق سمجھتے ہیں + حاکم الجاہلین بنتے ہیں اور خود بھی جاہل ہیں ۔ کہ ے

میزند ہر چہ بر زبان آید میخورند ہر چہ در میان آید
نہایت تلفت و تاسف ہے ۔ کہ یہ عند اللہ اپنی تخفیر و تزییف کراتے ہیں ۔ ان کی ہرقم کی زندگانی سے موت بہتر ہے ے

نیکو گفت لقمان کہ نازیستن براست آنگہ در عہد طغیانی برود چو شان زندہ ہرگز مبادا کہے	بہ از سہا بر خطا زیستن کہ پیرانہ سرچوں جوانی بہ برد کہ مرگے بہ از زندگانی بے
--	--

دیکھو ہر ایک جملہ ماقول و قال میں ایک دفتر اس طرح بھرا ہوا ہے جس طرح کسی قسم کے حوالہ دینے میں دفتر کا دفتر اس حوالہ میں شریک ہوتا ہے ۔ جیسے اگر کوئی کہے کہ ے

واذ کروا فی الکتاب اسمعیل + انه کان صادق الوعد
تو اب اسمعیل کی کتاب دیکھنے کے بعد کہڑا باتیں اسمعیل کی معلوم ہو سکتی ہیں ۔ جو اس حوالہ میں پیچیدہ ہونگی ۔ اس لئے حوالہ دینے والا گویا اسمعیل کے بارہ میں ایک حوالہ میں سب بیان کر گیا + اسی طرح کتاب ابراہیم و یحییٰ و مریم پر حوالہ دینے سے سمجھا جاسکتا ہے + تو کسی ظاہری چھوٹا جملہ کو باطناً چھوٹا نہ سمجھو + ادب اُس ماں کی تعریف کرو تو بہتر ہے جس کے بیٹا کے لطف میں ہم ایک ماربل کی شکل میں ہو کر یہ سب بول رہے ہیں + اور وہ تعریف یوں کر دو کہ ے

حضرت بلقیس ثانی عصمت دنیاؤ دیں قبلہ کون و مکان و کعبہ ہر آن و اس در سر لے علم ازلی از ازل خلوت نشیں	زہرہ چرخ شرافت مریم عصمت گزین باطناً ستر الہی کس نے فائد چنیں خود برآند خود در آمد خود نشسته در کمیں
---	--

گاہے اب گشت گئے ام گاہے ابن بہترین نور گر گویم ترا گوید چنین عقل متین تو نہ درارض و سماء و لامکاں ہستی کیس میر و دپیش تو اک ہر کارہ روح الالین گشت یحییٰ مارچوں باشد سرچیں جبین	گاہے سرگشتہ گئے یک گاہے ہیج اور مقرب تو نہ ہرگز نور ہستی بلکہ صد نور آفرین خادم ادبے تو میباشد سر عرش بریں ابن تو یحیاء و یحییٰ گشتہ مار آستین اندریں گنجینہ مخفی نہاں شد نازنین
یہ سب باتیں ماں چپ چاپ بیٹھی سنتی رہی مائے کے بعد ماں نے بڑی محبت سے بچہ کابلے لیا اور غم آلودہ لہجہ میں کہا کہ	
مسدس	
گاہکِ عدم سے لاکے تجھے در شکم رکھا چلنے میں احتیاط سے ہر اک قدم رکھا	خونِ جگر کھلا کے تجھے دمدم رکھا ہر بات میں خیال بدرجہ اتم رکھا
یاں تک ہوا ظہور بد نیاٹے دل ترا دیکھا کیا خوشی سے رنج لالہ گوں ترا	
کی ہم نے پرورش تری ناز و نعم کے ساتھ افضلِ خدا سے عورت و جاہ و چشم کے ساتھ	بے انتہا محبت و رحم و کرم کے ساتھ صد غلام و نوکر و صد خدم کے ساتھ
جب موسم بہار کی بادِ صبا چلی بارغ سفر میں جا کے شگفتہ ہوئی کلی	
فضلِ خدا سے سببِ شفیق الامم ہو تم روشن و داغ و عاقل و عالی ہم ہو تم	کس بات میں خدا کی عنایت سے کم ہو تم سردار قوم و صاحبِ سیف و قلم ہو تم
شانِ خداؤ دستِ یلینِ خدا ہو تم کیوں پائے تختِ مولیٰ خود سے جدا ہو تم	
فرقت سے تیری سخت کلیجہ میں درو ہے دو چشم تر ہیں چہرہ سرخاب زرد ہے	دل مضطرب ہے لب پر سدا آہِ سرفہے عالم ہمارے سامنے اک دم سے گرو ہے
لالائے رنج نے مجھے لولہ بنا دیا پہلو کا داغ لالا کے پہلو بنا دیا	
سنتی تھی میں سفر کی تمہاری صعوبتیں	فاقد کشی کی حالتیں جملہ عقوبتیں



گو یا طرح طرح کی تھیں تم پر مصیبتیں	اُس پر سے اور سخت عداوت کی عداوتیں
گردِ شمنی ہو آں رسولِ خدا کے ساتھ یہ دشمنی ہے شافعِ روزِ جزا کے ساتھ	
نمید ہے خدا سے تجھے سخت ہو نصیب سنا تیرے ہاتھ میں یک نخت ہو نصیب	باج و خراج و تاج و شہرِ تخت ہو نصیب لیکن یقین ہے دکھ بھی بڑی سخت ہو نصیب
ہر چند صبر کرتی ہوں لیکن مسوسکر مدتی ہوں رات دن ترے دُشمن کو کوکھر	
اولاد سے مری جو عداوت آب ہو اُس پر خدا کی مارِ یقہر و عذاب ہو	یا پاک بے نیاز وہ خانہ خراب ہو اُس تہر پر بھی قہر شدید العقاب ہو
اُس کو نہ میرے جد کی شفاعت نصیب ہو فی النار والسرور حوین و کلب ہو	
سبطِ رسول سے جو عداوت گزین ہوا یوں کیوں نہ کہدوں بلکہ جو ہم نشین ہوا	بے پھول پھل جہاں میں تو دیں میں خریں ہوا شیطان سے بھی بڑھکے خبیثِ لعین ہوا
وقتِ نماز اُن پر درود و سلام ہو کیسا ہے وہ جو بعدہ یوں بدکلام ہو	
اے مدعی سبطِ نبی بدو عدا سے ڈر فدتا نہیں ہے ان سے تو اپنے خدا سے ڈر	کچھ بھی اپنے شافعِ روزِ جزا سے ڈر اس واسطے عداوت و جو روجنا سے ڈر
خاتونِ سیدہ ہوں میں بنتِ بتول ہوں دختِ علی و دخترِ دختِ رسول ہوں	
اے میرے نوز عین نصیحت مری سنو آلِ رسول ہو تو ہدایت مری سنو	لحنتِ دل حسین و صیت مری سنو ابنِ علی ہو گر تو دراشت مری سنو
میراثِ جدِ پاک نہ مستقیم ہے جس میں دھنڈے حقِ مہودہ و اللہیم ہے	
گھر سے مرے شریعتِ غرا کی ہے جو میرے نبی سے جملہ نبوت کی ہے جو	ساری حقیقتوں کے حقیقت کی ہے جو میرے ہی خاندان سے شہادت کی ہے جو

اسلاف سے ہمارے سخاوت عیاں ہوئی اجداد سے ہمارے شجاعت عیاں ہوئی		
میراث جملہ جوئی و حسنات ہے مری	راہِ خدا میں مرثیوں وہ ذات ہے مری	
اب آرزو جو ہے یہی دن رات ہے مری	کہدو یہ خم کو ٹھوک کے کیا بات ہے مری	
بیٹا مگر نہ پشت سوئے کارزار ہو برجھی بھی گر جگہ سے تہرے آ پار ہو		
لیکن خدا کے واسطے بھاڑاں سے تم	محفوظ پھر رہو گے بلاؤ زیاں سے تم	
نچتے رہو گے پنجم شیر زیاں سے تم	امداد پھر بھی چاہو نہ لے جاؤں سے تم	
دوہن کے دیکھنے کی ہے گو آرزو مجھے لیکن مراد کی ہے نرے جستجو مجھے		
صدقہ شکر ہے خدا کا جو آکر لے ہوا آج	دیتی ہوں میں دعا کہ میسر ہو تجھ کو راج	
پھر دشمن خداؤں سیما سے لو خراج	بیمار دین حق کا کرو سیف سے علاج	
حق میں نرے ہماری دعا سود مند ہے پھر اس دعا کے ساتھ ابھی چند پند ہے		
وہ یہ ہے اے عزیز کہ انصاف کیجیو	بے جرم پر نہ دستِ جفا صاف کیجیو	
جو سر جھکائیں اُن پہ تو الطاف کیجیو	مکسرش جو ہو تو نقطہ احدا ف کیجیو	
جب کامیاب ہو تو خدا کو نہ بھولنا کر تو ت پر نہ اپنے تکبر سے بھولنا		
پھر یہ کرو کہ دین مقدس کا نام ہو	ہر شخص کی زباں پہ خدا کا کلام ہو	
ہمقوم و ہم زباں ہوں قصہ تمام ہو	دنیا اور دین دونوں کا اچھا نظام ہو	
پہلے تجھے ہمیشہ یہ فکر و غور تھا کفار کا خیال مگر آمد اور بقا		
جب لوٹ کر گیا تو یہ امر خدا ہوا	خضمِ خدا کا خون بہانا روا ہوا	
تیرا بھی حکم سنتے ہی یہ جابجا ہوا	خضمِ خدا کو قتل کرو پھر عزا ہوا	
تم خود ہی ابنِ واپ ہو نہ ہرگز کپوت ہو		

	راو خدا میں مرے بیشک سپوت ہو	
روح الامین ہو کے نہ دشمن کے کچھ ڈرو	کھائی پر مرد ہو کے نہ بے کار تم مرد	پیٹ اور منہ حرام کے نصیحت سے بھرو
یہ کیا کہ صرف منہ سے کہو میں امام ہوں	بندہ خدا کا اور اسی کا غلام ہوں	
دانہ گر خدا پر تہسارا یقین ہے	پس یہ یقین دونوں جہاں میں عین ہے	کس کا یہ آسمان ہے یہ کس کی زمین ہے
گر اعتقاد ہے تو اسی پر یقین کرو	بد اعتقاد ہو تو چنان و چنیں کرو	
لیکن یقین ہے کہ نہ ایسے ہو تم کبھی	سناریں ہیں جس طرح چھوٹے بڑے سبھی	بے خوف ہو کے پھرتے ہو عالم میں تم بھی
کوشش کرو کہ خلق میں برستی حرام ہو	فکر و بدی کا سارے جہاں میں نہ نام ہو	
راضی ہو تا کہ خالق کو نین و جملہ خلق	پھر ذکر سے ہو اُس کے مطہر زبان و خلق	جو چیز چاہیں نہیں ضروری نہیں سے خلق
راضی ہو پھر تو سب سے وہ جل جلالہ	رحمت کرے ہر اک پہ وہ عم نوالہ	
اسرار اُمّ شاہِ دو عالم ہمیں تو ہیں	روح المسیح و رازِ مکرم ہمیں تو ہیں	مریم کو جانتے ہو وہ مریم ہمیں تو ہیں
آئی ہوں اپنی شکل بدل کر کہاں کہاں	جلوہ مرا ہے از ہمہ جاتا بہ لامکاں	
مئی سے ہے ابن - ابن سے بنتِ جبارا	وہ ابن جی ہے آدمِ اذلِ عدیم زرا	پھر بنتِ ابنِ آدمِ ہذا ہوئی جدا
خود کون ہوں کہ مریم ناکہ خدا ہوں میں	اب کو بنامِ ابنِ مریا اب یہ کیا ہوں میں	

جواب تھا روح جنکے ہوا رہبرائے خلق	پھر بنت زوجہ بنکے ہوئی رگرائے خلق
پھر پردہ پردہ ڈھونڈھی بہت کچھ دفنائے خلق	آئی نہ بہتری کی کہیں سے صدائے خلق
یہ معجزہ مرا ہے کہ بے زون ابنِ دوں پھر بنت دیکے خود کو جہاں چاہوں کھنچوں	
بس خاتمہ ہیں یہ ہوا سر سے تا کمر	عرش بریں پر کرسی ہے اسپر ہوں جلوہ گر
دیکھا جو جو تا بہ کعبہ و پانچم کشیدہ تر	شکل محمدی تھی کہ پڑھ لوز پانچ سہ
جب میں کھڑی ہوئی تو ہوا قدرہِ قویم پھر خطِ ثلث میں وہ ہوا خطِ حرفِ میم	
یہ شکلِ ثلث ایک تھی ممیئیں میں نہاں	واحد ہوا بشکلِ الف قایمیتِ عیاں
زیرِ وزیرِ بخطِ الف ہے یہاں وہاں	علت ہے سائے امِّ معلیٰ میں بے گماں
علتِ ازل سے لینکے ابد تک ہے بے خلل بس دورہ الف کو کہو علتِ العلل	
بے برگ و بر جو نخل تھا مجھ سے ہر اہوا	عجاز ہے نشت میں میرے بھرا ہوا
خود ز او ما بسوئے علا خود ہر اہوا	پس تینوں ایک بن کے اُلکھا کھرا ہوا
پھر تین کیا کرب ہو کر ایک ہی ہے وہ ہے لاشریک خود بہ دگر ایک ہی ہے وہ	
زرتشت و رام و یوسف موسیٰ تمہیں تو ہو	برہاء و شیت و آدم و عیسیٰ تمہیں تو ہو
الیاس و خضر و احمدِ صفیٰ تمہیں تو ہو	روح الامین لے کے کھینچی تمہیں تو ہو
حمدی آں مسج معلیٰ تمہیں تو ہو سب مر بلا گئے دے کھینچی تمہیں تو ہو	
پس عالم رویا میں لہرِ حشرِ آمیز باتوں سے دو نوں میں بیٹھا خوب جی کھو لکر گریہ و زاریں مبتلا ہو گئے۔ کس نوحہ و طوفانِ فح برپا ہوا۔ کہ آسمان ایک گنبدِ جناب بگیا، اور ابنِ اپنے نطنِ ام میں فانیانہ طریقہ سے پناہ گزیں ہوا۔ کہ اسکو ہر محسوس ہوا کہ گیند کو دھڑل کر بطینِ مبارک ہو گیا، اور وہاں محرم و مغرور ہے اسوقت جو کچھ مال کو علم ہوتا تھا اس سے وہ آگاہ ہو جاتا تھا، ہتا نفسِ نادری تمام دنیا کی خبر سنانی کر رہا تھا، کچھ کہ واقعاتِ فاتیہ یاد تھے، کہیں فلاں ہوں جو بسیم بطینِ نادری ہوں، اس عرصہ میں بلا وسیلہ قانون نظرِ شامِ طور سے پیدا ہو گیا، کہ زچہ چکی سے پاک لہر چچکی سے ۱۶ اسدم بچہ، فے بے ساختہ بہ مہینہ مجھ بول یہ کہا کہ سلام علیکم و علیٰ	

دیوم موت و یوم بعثت خیا اور ماں نے کہا کہ یا بچی خدا کا کتاب بقوۃ دانتیاک الحکم صیا + توہم
 بچا ہی چشم حسی سے خود کو سراپا سنون الوجہ حسین پاکو متعجب ہوا کہ یہ آنکھ اندر اور باہر سراپا کیونکر
 دیکھتی ہے + پھر نہ بلیس ہوں نہ برہنہ + لکھتے ہیں دو شاخہ تلوار ہے + دست یار میں ایک
 خاکی آسمانی آمیز رنگ کا کرہ ہے + اس پر ایک اسپ اوہم کا نقشہ کسا کیا ہوا تیار ہے + اور
 ایک طرف یہ لکھا ہوا ہے کہ الیوم لد الملک و احد القہار + لکھتے تمام شرقا اور غربا - شمالا اور جنوبا -
 کشادہ ہوتا جاتا ہے + زبان بہر سمت پھیلتی جاتی ہے + اس عرصہ میں جوق جوق فوج گذرنے
 لگی - اس میں جو عظیم تھا اُس پر یہ لکھا ہوا تھا کہ لا الہ الا اللہ یحییٰ عین اللہ + اور اسی کلمہ قدسہ
 کو انوار چٹری خوش آوازی سے گاتے بجاتے ہوئے ماں کے سامنے آ کے سسر جھکائے - اور چند
 صلوة و سلام بہ مژدہ داخل سنا کر نذرانہ پیش کئے + ایک خواہجہ میں کاٹہ مرصعہ تھا جس میں شراب
 و شیر و شہد - جُبا جُدا ملا ہوا تھا - زچہ نے سچہ کو پیئے کو دیا + سچہ نے جب اس میں نظر کی تو امیں
 ساری خدائی دکھائی دی - اُسکے پیئے ہی سو ڈاواڑ کی طرح بسیل جباب شکم سے آواز آئی - کہ
 سیر فانی اللہ و انانیک و انت فینا + انا الاول - انا الآخر - انا الباطن - انا الظاہر - انا اللہ + انا اللہ
 انا العلم + انا العقل انا الروح - انا المحر - انا الحق و انا الکل انی انا اللہ لا الہ الا انا و انی علی کل شیء
 قدیر - اسکو سمجھوں نے سنا - کہ سنتے ہی سب لوگ جل جل کے کچھ گانے لگے - اور ماں نے پیار سے بلاتے
 لیکے یہ کہنا شروع کیا کہ

درجہ قرب دنی و فتنہ تی تیرا	قارب تو سین ہے اک ربتا دنی تیرا
کرستی و لوح و قلم عرش معلیٰ تیرا	عرش کیا چیز ہے خود باری تعالیٰ تیرا
جزو ترے کون ہے وہ دیکھے جو انہی تیرا	سبے بیگانہ ہے بالذات ہیولی تیرا
اسم اعظم ہے تو ہی اسم ہے ازکی تیرا	اسم بے اسم ہے ہر اسم سہی تیرا
حور کو زمین کو و ستاروںے تقویٰ تیرا	میں ہی محبوب ہوں مشفق ہوں سلمیٰ تیرا
ہاتھ سے آ کے ملا جب یدِ طوبیٰ تیرا	ہو گیا شمسِ ضحیٰ بس یدِ بیضیٰ تیرا
وہ منارہ جو ہے در عُدۃ قصویٰ تیرا	اود قدوس میں وہ مسجد اقصیٰ تیرا
تو ہی مولیٰ تو ہی عیسیٰ تو ہی مولیٰ تیرا	آہ و آلاہ یہی آہ ہے اھولیٰ تیرا
کیا محمد نے سنا یا نہیں بشیر علی تیرا	اُن کے خود ہاتھ میں تھا عودۃ و ثقیٰ تیرا
مہدی مقدس ہے مرا جنتِ ماویٰ تیرا	ہے یہی معبر و محراب و مصلیٰ تیرا

<p>تا بہ ما خالق و مخلوق ہے ذکر کرتی تیرا خود کی اور تیری قسم ٹھیک سے دعویٰ تیرا کون پڑھ سکتا ہے فطری خطِ طغریٰ تیرا تاکہ بلوہ میں بھی دیکھ لیں طغویٰ تیرا تیری ہستی ہی فقط عین ہے عقیٰ تیرا اے مشیت مری یہ سب ہے محشی تیرا ابکی یہ کہدے کہ ہے حیدرِ ادھیٰ تیرا ہے یہی خود سے زود وعدہ و ادویٰ تیرا اُسکو جو دیکھ لے وہ دیکھے تجھی تیرا اُس میں ہے تذکرہِ جلوہ عظمیٰ تیرا سب کے سب کھا گئے اکدم مٹ گئی تیرا تو مرتی ہے مرا میں ہوں مرتی تیرا تو ہی چاہے تو یہ مٹ جائے مٹنی تیرا اے تو یحییٰ ہے منادی و منادی تیرا اس لئے دشمنی کرتے ہیں اناسیٰ تیرا از ثلاثیٰ مجرد ہے یہ زلفیٰ تیرا نیچری سب ہوئے نیچر ہے مڑکی تیرا اُسکے بارہ میں بہت ٹھیک فتویٰ تیرا ہوش میں آؤ کہاں ہے دلِ اعلیٰ تیرا اُس سے یہ پوچھو کہ کیا اس میں بخویٰ تیرا داحدہ ماں ہوئی یہ کیا ہے محیٰ تیرا باپ پھر کون ہے؟ سن اگل کشریٰ تیرا کون اللہ بنا پھر ہوا الٰہی تیرا دیکھ لے بول گیا ہے متونیٰ تیرا</p>	<p>دین و دنیا تری عقبیٰ ترا احسریٰ تیرا ذات بے مثل مری عین ہے مثنویٰ تیرا کیا کوئی سمجھ بھلا رزمِ مودعیٰ تیرا بلوہ عام نہیں ہے۔ یہ ہے بلویٰ تیرا مجھ عذارا کے لئے ہے بھی عذریٰ تیرا کبلی طاقت ہے مجھ لے جو یہ فحویٰ تیرا پہلی آمد میں تھا دعویٰ تجھ سیٰ تیرا بلکہ یہ کہدے کہ ہے جملہ تماشیٰ تیرا عکس تاثیر و جود تو بشدِ حرمینیر سورۂ بنج ذرا پڑھ کے تو دیکھو پیائے اور ذوالقرنیٰ ایامیٰ و تیا ملی سائے میرے آگے یہ کہو اٹھ اٹھ کر جانا تو ہی نے مجھ کو بسایا ہے نمونہ اپنا ذرۂ ذرۂ ہیں منادی و منادی باہم اتناہنت کماہنت انا یا انا تین ہے ایک میں وہ ایک ہی تینوں ہیں اور انگلش میں ہیں فطرت کے معانی یخیر جو پھرے تجھ سے یقیناً وہی کافر ہوگا اس میں گر بحث کرے کوئی تو کہدے اسکو خلی اللہ کو بولا جو عیالِ آئندہ اُس پہ یہ طرہ کہ ہر نفس ہے من واحدہ پھر تو مریم ہوئیں اللہ۔ ایا حوا ہوں ابن اللہ۔ ہوا اللہ۔ معانی ہونگے اور یہ بھی کہ فلاں شخص ہے از اہل اللہ</p>
---	--

<p>اصل میں آل ہے کیا اسمیں ہے شوریٰ تیرا ابن اللہ پہ کیا باقی ہے شکوئی تیرا اس میں کیا بحث ہے بے موقہ اعلیٰ تیرا چو گیا اب تو دل غیر مصفیٰ تیرا بس وہی نحل ہے اللہ تعالیٰ تیرا چاہئے اس میں کہ بردن ہو ابھی تیرا چاہئے قول دریں بحث ہوا نقی تیرا جا کے پھٹکار پہ پونچا پیدر طوبیٰ تیرا طوقِ مزگاں نہ بنے طوقِ محلیٰ تیرا کہدے سب جھوٹ ہے بس قول ہے اتویٰ تیرا فیصلہ ہو چکا جو کچھ کہے میرا تیرا سب تجلی ہے مری عین تجلیٰ تیرا احدیث ہی میں تجھے بھی ہے تسلیٰ تیرا میں جو کچھ ہوں یہ البتہ ہے کھلی تیرا</p>	<p>لائے ہوڑ جو ہے اس اہل میں تاکید ہی ہے اب تو ثابت ہوا سب لوگ مٹے آل اللہ سب ہیں منسول من اللہ کے کیا معنی ہیں پھر تو انجیل کے معنی ہی ہے خود نجل اللہ صاف ظاہر ہوا اور شکل بدیہی لانا ج انما الدہر ہو اللہ یہ کس کی ہے حدیث دہر یہ کوئی اگر ہو تو نہ بیجا ہو گا دھر اللہ بنے۔ کیوں نہ بنے جاں انکی برجِ عقرب میں دو جلاؤں کا بیٹھے ہیں ہے یہ روحانی تنازع جسے کہتے ہیں بروز تو مرا میں ہوں ترا اس لئے سب کچھ تیرا فات بھی اپنی تجھے دیدی تو لیلہ مجھ کو مجھ کو ہے سکنت و سلوت بلکون وحدت نام بچی ہے ترا کا ہے کو میں ہوں کچی</p>
--	--

یہاں تک ماں نے بیان ہی کیا تھا کہ خواب دیکھنے والے کی آنکھ کھل گئی + تو اُس نے خود کو دوسرا ہی کتیا جوان پایا۔ جیسا کہ تھا۔ ہرگز بالکل سچ نہ تھا + اس سے از رو روایا تنازع روحانی ثابت ہوتا ہے۔ جسکو بیدار ہونے پر بیان کر سکا ورنہ خواب میں اسی طرح سچہ رہ کر نشہ و نما پاتا + اور اسکو یہی یقین ہوتا کہ ہم بچہ ہیں + تو جو بیداری کے عالم میں قید ہیں اگر وہ بھی اسی وسعت کے ساتھ آزادی پاکو حکمزدانی پائیں تو جس عالم سے ٹر سینفر ہو کر آئے ہیں بیان کر دیں + مگر جیسے بہائم کو ناطق ہونے کا حکم نہیں۔ ویسے ہی اُن کو سبیلِ نسیانِ مخموم بہ حواس اور فریشتن کر دیا گیا ہے کہ حالتِ تنازع بیان کرنے کی یاد رکھنے کی اجازت نہیں + نہ اتنی تیز عقل دی گئی ہے کہ اپنے حافظہ میں رکھ سکیں۔ اس لئے بھول جاتے ہیں۔ اُن کے نہیں بیان کرنے سے یہ نہیں ہو سکتا کہ روحانی تنازع کی کوئی وجود نہیں چنانچہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ بہت سی باتیں ذہنِ حافظہ سے نکلتی ہیں جو عمر بھر بھی یاد نہیں آتیں + بچپن کی بات جوانی میں بھول جاتے ہیں + اضطرابِ غرق و حرق وغیرہ میں کچھ یاد نہیں رہتا + بوقتِ خمر سب بھول جاتے ہیں۔ جو محکمہ روحانی میں یاد دلائی جاتی ہیں۔ اُسکے مطابق خوبی و خرابی کے مستحق

ہوتے ہیں۔ کہ اُس کی اطلاع کچھ نہ کچھ اُن کو اپنی حیاتِ سفلیہ میں ہو جاتی ہے جس سے وہ بے بہرہ رہتے ہیں تو یہ اُن کا قصور ہے + قانون جاری کرنیوالا کسی کا یہ عذر نہیں مَن سکتا کہ ہم جسے قانون سے واقف نہیں + کیونکہ اُس کا یہ فریضہ ہے کہ اپنی معلومات کو تو وسیع کرتا ہے + اُس تو وسیع کرنے کی کوشش میں اُسکو معلوم ہو سکتا تھا + عدم کوشش ہی جرم ہے + ویسے ہی تمام نیچرل قوانین کے بارے میں سمجھ لو۔ اُسی سے یہ بھی ایک قانون ہے کہ ہر فردِ جان کو خوابِ خیال کی ضرورت ہے۔ لہذا دونوں کے کچھ ظاہری و باطنی معنی ہونگے + اُن کو حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ تو اُس سے یہ معلوم ہو گا۔ کہ خواب کے لئے بھی مادہ و آئہ کی ضرورت ہے۔ اگر باطن میں اُس کی وجود نہ ہوتی تو ظاہر میں ظاہر نہ ہوتا۔ کیونکہ عالمِ باطن کا یہی قانون ہے کہ جو کچھ باطن میں ہے عالمِ ظاہر میں ظاہر ہو + ہر عالم کا قانون اُسی عالم تک جاری ہے + قیود و جوہرِ عالم میں ہے۔ دماغ خواب و خیال میں مبتلا ہوگی + اور خوابِ خیال سر و منام خود ایک ایک عالم ہے اُس میں بھی بہت سے باشندے ہیں + ان کے لئے بھی ہر طرح کا خوابِ خیال اضطراری و اختیاری ہے۔ اسی طرح اور سلسل سمجھ لو + گویا سیدھے سادھے لفظ خوابِ خیال میں بہت سے معانی بھسکے ہوئے ہیں + کہ خوابِ عالم سر میں خیال کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور خیالِ عالم منام میں خواب کی صورت میں + خیالِ مہری زندہ گانی ہے۔ اور خوابِ منامی + اگر خوابِ تنجیرات سے ہے تو خیال بھی تنجیر ہے + عقل مدح و تمامِ عالم تنجیر ہے + تو یہی تنجیرِ منام خوابِ خیال سب کچھ ہے + خیال جب کچھ کہتا ہے تو اُسکی تعمیل ہوتی ہے اگر یہ نہیں تو خواب بھی نہیں۔ جب خوابِ خیال نہیں + تو زندہ گانی بھی نہیں + کیونکہ زندہ گانی خوابِ خیال ہے + تو زندہ گانی خوابِ خیال سے مرکب ہوئی + اور خوابِ خیال صدق و کذب سے مرکب ہے + یہ دونوں برابر تو ام ہیں جس کی کچھ اور پرتال گزری ہے لیکن پھر کہا جاتا ہے کہ جیسے اگر کسی خوابندہ نے رویا کسی کو دیکھا تو خوابندہ کو اُسکی اطلاع نہیں ہوتی + کبھی ہو جاتی ہے جیسے کسی نے خواب میں دیکھا کہ فلاں چیز بائی یا فلاں آ رہا ہے اور یہ ویسا ہی ہو جاتا ہے + تو جس میں ایک بار جزوِ امیج ہونے کا مادہ ہے تو ہزار بار بار کلیتہً بھی صحیح ہونے کا مادہ ہونا ممکن ہے + کیونکہ کسی چیز کا سر و دست نہ ہونا آئندہ نہ ہونے کی خبر نہیں دیتا ہے بلکہ ہونے کی خبر دیتا ہے + لہذا بھی نہیں ہوتی ہے + شاید آئندہ ہو + اگرچہ ہونا نہیں ہونے کی دلیل ہے + کہ جو چیز ہوگی کسی نہ کسی وقت یقیناً نہیں ہو جائیگی + پھر وہ آفتاب و ارض و سموات کیوں نہ ہو + لیکن یہ کچھ فرقہ نہیں۔ کہ پھر اس ہونیکا جارحی نہ ہو + تو ممکن ہے کہ قائم مقام ہوں کا اُس سے قوی ہو + چہ جائیکہ جہاں جزوِ اُہونا ثابت

ہو چکا ہو پس جس طرح اور چیزوں میں صادق و کاذب ہوتی ہیں۔ اُسی طرح خواب و خیال میں بھی ہے۔ جو مستعملہ احوال کذب ہے۔ اس کے ایسے ہی خواب و خیال ہونگے جو اسکے برخلاف ہے اس کا خواب و خیال برخلاف ہے۔ کیونکہ خواب خیال کو مزاج سے بہت تعلق ہے + کہ سودائی کثرت سے آگ دیکھتا ہے + اور بلخی پانی + پس مزاج کے متعلق خیال ہے + خیال کے متعلق خواب + جیسا خوابے لیا خیال کردہ خوش آید پیش + چاہ کن را چاہ در پیش + سے

زلف رسا سے آپ ہی آنجن میں میں پڑے گھیرے میں دونوں سمت بلا سر سے پاؤں تک
 تو جیسے کا سچا خواب خیال ہوتا ہے۔ بُرے کا بُرا + تو سچ کی سب بات سچی ہوتی ہے + کہ خیال ہے تو وہ بھی سچا + خواب ہے تو وہ بھی سچا + ارادہ ہے تو وہ بھی سچا + اخلاق ہے تو وہ بھی سچا + ہمت ہے تو وہ بھی سچی + صورت ہے تو وہ بھی سچی + سیرت ہے تو وہ بھی سچی + اسی کو تو سمجھا اور صادق کہتے ہیں +
 ورنہ جھوٹا اور کاذب۔ تو چونکہ سب چیزیں قسم ہے۔ ان سچائیوں میں بھی قسم ہے + کہ سچے خواب خیال والوں کا جو انوکھا خواب خیال ہوتا ہے تو اسکو غیب الغیب روحانی عالم کے سچائی سے تعلق ہوتا ہے۔ اسکی تعبیر بھی انوکھی ہوتی ہے + کہ کبھی اُن کی پہلی آمد کی ہسٹری سے آگاہ کرتا ہے۔ کبھی موجودہ آمد کے واقعات سے مطلع کرتا ہے کبھی آئندہ آمد کی شدنی سے خبردار کرتا ہے + کہ اُسکی تعبیر اپنے موقع محل پر ہر ہوتی رہتی ہے + کبھی فوراً کبھی عمر کے کسے حصہ میں کبھی آل و اولاد میں + کبھی قریباً قرن کے بعد۔ جیسے کسی نے خواب دیکھا کہ فریج کش کرتا ہے۔ اور قریباً قرن کے بعد اُسکی آل و اولاد وغیرہ قربان ہو تو کہا جائیگا کہ اس خواب کی تعبیر ہے + کیونکہ جو جیتا ہے وہ خیال کرتا ہے۔ وہ سوتا ہے۔ جو سوتا ہے۔ وہ خواب دیکھتا ہے + جو خواب دیکھتا ہے اُسکی تعبیر ہوتی ہے + پھر وہ کبھی ہو۔ اسی طرح اگر کسی نے یہ خواب دیکھا کہ تمام دائرہ کائنات از جزو تامل کا یں سمیت سب کو کہا گیا۔ تو اسکی کچھ نہ کچھ تعبیر ہوگی۔ جو ممکن ہے کہ آئندہ ایک طریقہ یا مختلف طریقہ سے ظاہر ہو مثلاً اگر خوابندہ ڈاکٹر انجینیر ہیں + اور بچے اُسکے ڈاکٹر اور انجینیر ہوئے کوئی بچہ مستغنی عن الوجود رہا کہ پیدا ہی نہیں ہوا + کوئی بچہ پیدا ہو کر ایسا مستغنی عن الوجود ہو کہ کسی مستغنی عن الوجود کی بھی پردانہ کیا۔ تو گویا یہ سب خوبیاں اور جواہرات و خزانہ و انوار سب اس میں معدوم و مکتوم تھے جو اپنے وقتِ معین پر شکل لسانی میں ہو کر ظاہر ہوتے گئے۔ جس کی اسکو کچھ خبر نہ تھی + ظاہر ہونے پر خرم ہوگی + دیے ہی اس خواب کی بھی تعبیر ہو سکتی ہے + کہ آخری ظہور سب پر محیط ہوا سب قسم کے تعبیرات کو شامل کرتا ہو + پس خواب و خیال صادق و کاذب دونوں ہیں + سب چیزیں جو اُجاڑا۔ اور متضاد و دولوہیں بنائی گئی ہیں + تم میں سب شامل ہیں موجود ہیں + بعض ایسی ہیں جنکو تم نہیں جانتے۔

ان کے جوڑے اور تضاد ہونے کی کیا خبر ہو سکتی ہے + تو تضاد اور جفت دونوں متصل بہتے ہیں -
 اور رہنا چاہے - کیونکہ جب بُرا کھانا اپنی کوشش کا نتیجہ ہے + تو بھلا کھانا بھی اپنی ہی کوشش کا نتیجہ
 ہوگا - چنانچہ یہ صاف کشمکش یقین علی افتخار التملکین ہے کہ جب بُرا کرنے کا اختیار دیا گیا ہے تو بھلا کر نیک
 بدرجہ اولیٰ دیا گیا ہوگا + جیسا کہ صاف ظاہر ہے کہ ہر آدمی اپنے ہاتھ سے گرم و سرد چیز چھو سکتا ہے -
 ایک طرف گرم پانی لکھے اور ایک طرف سرد - اور اِن واحد دونوں میں اپنا دونوں ہاتھ دیدے تو اُسی آن
 واحد میں دونوں کا اثر محسوس ہوگا + اور دونوں سے حواس مطلع ہو گئے - پھر وہ آدمی زنگی ہو یا فرنگی -
 لنگڑا ہو یا ٹوٹھا - اندھا ہو یا بہرا - بد صورت ہو یا خوب صورت - بچہ ہو یا جوان - عورت ہو یا مرد و سب
 کو یکساں محسوس ہوگا یہی رحمتِ عامہ ہے - اس میں ذریٰ تفریق نہیں + اب اگر اس قوت کو نیک چلنی
 سے بڑھانا چاہے تو البتہ مختص رحمت ہو جائیگا + مگر بجائے نیک چلن ہو نیکے ایسی چلنی اختیار کرے -
 کہ قوتِ ذائقہ سے بجائے حلال کھانے کے حرام کھانے لگے - قوتِ شامہ سے بجائے خوشبو سونگھنے
 کے بدبو سونگھتا ہے + قوتِ باصرہ سے بجائے اچھی چیز دیکھنے کے بُری چیز دیکھتا ہے + خیال سے
 بجائے اچھی بات سوچنے کے بُری بات سوچتا ہے - کہ حق و باطل میں تفریق نہ کر سکے - تو آخر لوہا کی طرح
 زنگ آلود ہو جائیگا + جس کے صاف کرنے میں اس لوہا کی بڑی سزا کرنی پڑے - یہ ہے تاکہ خستہ امید بکھلے
 اور یہ صاف دشفات ہو کہ اپنی صورت اُس میں نظر آئے بس جو ایسی رحمتِ سزا سے بھاگتے ہیں تو وہ ایسی
 زحمتِ سزا میں پڑتے ہیں کہ زنگِ طین ان کو نوچ کے نوچے کھاتے ہیں + اچھی طرح تاتے ہیں + اور وہ
 اپنی حماقت سے یہ سمجھتے ہیں - کہ پتھر میں بھی مادہ ارضیہ بھرا ہوا ہے - اس لئے پتھر بھی ایک قسم کی مٹی
 ہے - مگر فرق یہ ہے کہ وہ متحجر ہے - اور یہ غیر متحجر - تو جسم انسان بھی ایک قسم کا مٹی ہے جو لحم ہے - مگر پتھر
 وغیرہ سے کس قدر جدا ہے - ٹھیک ہے کہ

کے تیرہ بختِ عمرہ شفاف دل رسد گردوں نشد سپید ز صابونِ آفتاب

اس لئے یہ کبھی باز نہ آئینگے - ان پر حسد اکی مار ہے

باسیہ دل چہ سود گشتن و عظ زرد میخِ آہنی در سنگ

جب تک پتھر میں سوراخ نہ کیا جائے - اس واسطے ان کے دلوں میں دل آزاری کی برچی چھانی جائے
 اس کا پہلا پیش خامی نصیحت ہے - اسکے بعد حبیباً موقع محل ہو - تو اُسی نصیحت سے یہ ہے - کہ لے
 حرام زادو - ہر مثال ہر محل پر چپاں نہیں - جیسے اگر یہ کہا جائے کہ کوئی عاشق و معشوق ایک ہی مراد کے
 عاشق ہوں جس پر تبضہ کرنا چاہا ہے ہوں - تو چونکہ ایک ہی چیز کے عاشق ہیں - اس لئے دونوں اُس پر

قبضہ کرتے ہی واصل ہو جائینگے۔ تو یہ مثال اسجگہ سچ ہے لیکن اگر یہ کہہ دیا جائے کہ درپادشاہ ایک ملک پر عاشق ہوں تو دونوں قبضہ کرتے ہی واصل ہو جائینگے ہرگز نہیں بلکہ دونوں لڑائی لڑینگے۔ اسی طرح ۷۷

کارِ پاکاں را قیاس از خود گیر گرچہ ماند در نوشتن شبیر و شیر

چنانچہ دیکھ لے کہ عقل و دانائی کے سبب انسان باغیر حیوان کے اشراف کہا گیا ہے۔ ورنہ دونوں یکساں تھے۔ اسی طرح وہ پاک لوگ جن کو عقل و حکمت سے ہے اور تجسس مجملہ امور مشرف ہیں۔ انہوں نے اپنی ذوالوجہیں تو توں کی ترقی کیسی اچھی طرح سے کی ہے۔ کہ اپنی زندگانی کے دو حصے بنام خواب و خیال کے چند اجزاء میں سے متعدد اجزاء بنام توجہ و قوت ارادی وغیرہ کو کیسی قوت دی ہے۔ کہ مسمریزم و ایترلسٹ بنایا ہے جس سے انکے بچے خیالات کا سچا نتیجہ ظاہر ہو جاتا ہے + تو اگر خیال کے سچائی کی موجود نہ ہوتی تو مسمریزم اور وایٹرلسٹ نہ ہوتا + جو بے لاگ سچائی کی گواہی دے دیتا ہے + تو یہی خیال حالت منام میں خواب کی صورت قبول کرتا ہے۔ کہ ایک ہی چیز دراپائی + تو انسان و حیوان بوجہ جاندار ہونیکے رشتہ و ناطقین قریب ہیں۔ مگر نباتات و جمادات سے دور کا رشتہ ہے + اور اجرام علویہ سے بالکل ہی دور + اور اللہ سے کچھ نسبت ہی نہیں + محض منقطع۔ اسلئے وحی النحل الی النحل بالنحل ہوگا۔ وحی الشیطان الی الشیطان بالشیطان ہوگا۔ دے علیہ ہذا القیاس پس وحی اللہ الی اللہ باللہ ہوگا + تو اب یہی عموماً وحی سماوی بنام قانون قدرت ہے۔ کہ سختی چیزیں فوقانی کی ماتحت بنائی گئی ہیں تو دنیاوی فوقانی چیزیں سب نورانی ہیں + تو ان سب کا اثر اور جس قدر چیزیں ہیں ان سب کا اثر اور ان سب تاثرات کا مجموعی اثر منتشر ہو کر سب کو متاثر کرتا ہے جس کے مطابق خواب کی تعبیر ہوتی ہے کہ اس میں اقسام و توار بھی ہوتا ہے۔ کہ ایک ہی قسم کا سینکڑوں دیکھ لیتے ہیں۔ مگر سب کی تعبیر اسی طرح یکساں نہیں ہوتی جس طرح ایک ہی وقت میں بہت سے بچے پیدا ہوتے ہیں مگر سب یکساں نہیں ہوتے + لہذا یہ سب انقلابات زمانہ حلم المنام ہے۔ اسی واسطے سنسار کہا جاتا ہے یعنی خواب و خیال جسکی آخری میں تعبیر عدم ہے ۷۷

بعد مرنیکے کھلیکے عقدہ ہر زندگی خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو نافرمان تھا

تو اب یہ بات ثابت ہو گئی۔ کہ چونکہ جسم و روح دونوں مخلوق ہیں اور جسمانی تنازع واقع ہوتا ہے اسلئے روحانی بھی ہونا چاہئے۔ کہ خواب نمونہ عالم روحانی ہے۔ اس میں شمس ظاہر ہو کہ کابیتہ ظاہر ہونے کا شاہد ہوتا ہے۔ اور یہ بہت ہی سچ ہے۔ پس مسئلہ تنازع و بروز بالکل ٹھیک ہے۔ لہذا ۷۷

گہ نوادہ گہ نوادہ گہ رجب گہ نسا گہ جنس گاہے چننا گہ جد امجد میثوم

نام اوچوں نام من در حرف با پیچیدگی یا فتم نشود نما در همد امی دایمًا سید زریں ستم بل سید روح خدا	بس بگو بجائی مشابہ با محمد میثوم از برائے حمد ام زیں رو موید میثوم بلکہ خود بجائی شدم از خویش سید میثوم
--	---

پس اس سید جید صاحب البراق و البید کی بات سنو کہ اگر کسی نے تم کو صراطِ مستقیم پر چلنے کہا تو صرف روح اللہ کی طرف چلنے کہا۔ اب اگر صراطِ مستقیم میں ناظر مل جائے تو ذرا کتر اُس کے راستہ لو۔ ایسا نہیں کہ ناظر پر چڑھ کے اُس کے مخالف سمت سے کہو کہ صراطِ مستقیم کا راستہ لو۔ نہ ما سے لاکھ پاؤں لوٹ جائینگے بیکار ہو جاؤ گے۔ دوسرے یہ قوف بھی اس پیروی میں جان دیجئے۔ تو اپنا لاکھ پاؤں توڑ کے ہلاکت ابدی کے مرشد نہ بنو۔ صراطِ مستقیم کو پکڑنے والا ایسا بچتا ہے جیسے چکی میں دانہ۔ تو اب تھوڑی سی جان رکھ کر سو اگر کی زبان نہ نکالو + کہ تنازع غلط ہے اور بعثت سچ ہے یا بعثت غلط ہے اور تنازع سچ ہے تم کو روح اللہ سے زیادہ علم نہیں + اس لئے سنتے جاؤ۔ پنبہ در گوش ہو جاؤ + کہ تمام کائنات کلام اللہ ہے مگر کوئی زمین ہے کوئی آسمان۔ کوئی حیوان ہے کوئی انسان۔ کوئی از جز تامل ہمہ این و آن ہے۔ کوئی عین روح اللہ و عین اللہ ہے کہ وہی سب کا حاکم ہے۔ اسی کا یہ حکم ہے کہ سب کے والدین ایک ہیں۔ مگر اپنی چال چلن بیشہ و حرقت کے سبب سے متفرق ہو گئے ہیں۔ ان سب کو یہ سمجھانا چاہئے کہ سب کام عبادت میں داخل ہے جیسے کسی نے کچھ کھایا۔ لذتِ خوش سے مستند ہو کر خوش ہوا تو یہ ایک روح اللہ کی حمد ہوئی۔ کہ اُس نے ایسے قوتِ ذائقہ اور ایسی خوش کی خیریں بنائی ہیں۔ جس سے یہ مخلوق ہو رہا ہے کہ وہ خطا ہی حمد ہے + اسی طرح سب قوتوں کے استعمال میں سمجھو۔ کہ اس حیثیت سے اُس کی عمر عبادت میں کٹ جاتی ہے بلکہ تمام ذرہ کی جس سے تم ناواقف ہو + مگر وہ اس عبادت کے سوا دوسری عبادت کا طالب ہے + وہ کیا کہ بُرائی سے بچو + بُرائی سے بچنے کا نام نیک چلنی اور شکر ہے + بہر حال نیک چلنی کے ساتھ شکر کرو + جھگڑا الو بات کے جھگڑے میں نہ پڑو + از جا رفٹ نہ ہو جاؤ + ہر ذرہ سے سبق لیکھو + آفتاب سے تجلی و فیض عام کا سبق لیکھو + پانی سے رقت + خاک سے خاکساری + زاغ سے اتفاق + بگلا سے تعظیم و تکریم جہان۔ بط سے پاکی۔ و علیٰ ہذا القیاس۔

تا بدکان و خانہ در گروی برواندر جہاں تفرج کن	ہرگز اسے خام آدمی نشوی پیش از ازاں روز کہ جہاں بروی
---	--

کہ سیر و سیاحت میں کسی چیز پر متعجب ہو کہ روح اللہ کی طرف متوجہ ہونے کا موقع ملے جس سے اُس کا دماغ وسیع ہو + چٹا پنچہ اگر کوئی کسی دقت ایک گردہ نان کے سرگزشت کی طرف خود کر گیا۔ تو ہزار ہا

سوال وجواب پیدا ہوتے جائینگے۔ لکھو کھا کام کی اُس میں ضرورت دکھائی جائیگی۔ جب جا کر گردہ و نان کی سرگزشت معلوم ہوگی جس کو وہ بڑی آسانی سے کھا لیتا ہے۔ اسی طرح گردہ سموات کی سرگزشت معلوم کرنے میں روح اللہ کی ازلی وابدی لالیف کی حالت معلوم ہوگی کہ اُس میں عشق پیدا ہو۔ اور سچے عشق والے کو اس میں مزہ ملتا ہے جس نے اُس کے صرف کتاب التین جو آسمانی کتابوں کے نام سے مشہور ہے اُسی کو دیکھا اور کتاب المبین بنام گردہ سموات کو نہ دیکھا بھلا اُس نے ہرگز کلام اللہ نہیں سنا تھا۔ روح اللہ نے اُس کو تصنیف کیا ہے وہ خوب اس کو جانتا ہے کہ تمام سیر کرنیوالا کو لھو کے بیل کی طرح گھوم گھام کر جہاں سے روانہ ہوا ہے وہاں آکے ٹھہر گیا۔ یعنی خود پہ آکے ٹھہر گیا۔ کہ یہی اس کا وطن ہے۔ پس اپنی اور اپنے وطن کی تلاش کر لگا۔ کہ یہ وطن کیا ہے اور میں کون ہوں۔ تو دل مرکز جم ہے اُس میں سب بھرا ہوا ہے۔ ضرورت کے وقت لکنا شروع ہو گا۔ کہ پہلے خود کو خوبیوں سے آرائش دویں بل فریخچہ وسیع ٹھہر گا وہیں چیف ایکٹر کا پارٹ ہی خوبی ہے جو چال ملن کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہے۔ اگر یہ نہیں تو خوبی انوار روح اللہ کا ظور نہیں پس اچھے کام میں بحالت نہ کر دو + اور خیل وہ ہے جو دوسروں کو کہلاتا ہے خود نہیں کھاتا + یہ بری بات ہے + اور لئیم وہ ہے کہ نہ خود کھائے نہ دوسرے کو کھلاے۔ بلکہ تیسرا کھلائے تو اسپر بچ ہو۔ یہ بہت ہی بہت برا ہے گویا یہ

شور بختاں بہ آرزو خواہند مقبلاں راز وال نعمت و جاہ

اسی کو حسد کہتے ہیں۔ یہ حسد وہ بلا ہے کہ آدمی کو اس طرح کھاتی ہے جیسے آگ لکڑی کو + جو حسد ہے وہ فرہ کو دیکھ کے ڈبلا ہوتا ہے + اُس کی نشانی یہ ہے کہ حضور میں خوشامد کرتا ہے + غیوب میں غیبت کرتا ہے + ناخوش دیکھ کے خوش ہوتا ہے + خوش دیکھ کے ناخوش ہوتا ہے۔ الغرض اینکہ یہ در مقابل چو گو سپند سلیم در قضا ہچو گرگ مردم در

بنامیں کہا جاتا ہے کہ یہ

گر خواہی کہ باشد دل تصاف آئینہ	وہ چیز بڑوں کن ز درون سینہ
حرص و طمع و بخل و حرام و غیبت	کذب و حسد و کبر و ریاء و کینہ

اسی سے آدمی درویش کہا جاتا ہے لیکن درویش اس است کہ طمع نکند۔ چوں پیش آید منع نکند چوں پیش آید جمع نکند۔ درویش بھامہ کچھول میباشد۔ درویش بھامہ کچھول۔ وہ نعمت اللہ کا زوال نہیں چاہتا وہ اس کے فضل پر حسد نہیں کرتا بلکہ سب سے پاک ہو جاتا ہے + واصل بروح اللہ ہوتا ہے پس یہ دصال یا رہید فراق ہر دو عالم ہے کہ اُس کا ہو کے پھر کوئی کسی کا ہو نہیں سکتا

مگر دتین باتیں لوگوں کو جھوٹ معلوم ہوتی ہیں اور وہ سچ ہیں۔ تو وہ کیا ہے کہ ایک تو ذکرِ جو انی بھید پیری + دوسرے تو نگری در عہدِ فقیری تیسرے فصلِ فصل کمون و بروز۔ بنامِ تناخ و نبوت وغیرہ مگر جس پر بتی ہو وہ یقین کر سکتا ہے۔ مگر یہ بجز ایک کے دوسرے پر نہیں گذرتی۔ وہ اسی کو معلوم تم فقط اُس میں فنا ہونے کی کوشش کرو + اُسی کوشش سے پہلی کوشش یہ ہے۔ کہ شیر الخیر۔ سیم الورع۔ ابوالمکارم۔ و اوی الفضل بنو۔

چو انسان را بنا شد فصل و احساں چہ شوق از آدمی تا نقش دیوار
دیکھو۔ دین دنیا سے پاک ہے ہیں قیمت اس کی نیکی ہے جلدی خرید لو + جسکو عینک لگانے کی عادت ہے
اسکی عینک اُترنے سے آنکھ اندھی اور بہنہ ہو جاتی ہے + ویسے ہی نیکی کے لباس اُترنے سے آدمی
شیطان ہو جاتا ہے + شیطان کی کچھ قیمت نہیں + دنیا جو ایک خانہ و غایتِ حق ہے اس میں پھینکا گیا ہے
یہی اُس کا تلیس خانہ ہے + یہاں عادات و آفات میں نسل بعد نسل مبتلا ہے + اسکی نسل نامعین و نامشخص
وجہ یہ سر ہے + اُسکے کار و بار متعارف عقل سے بعید ہیں + تسالم و مسالمت سے نہیں ہٹتا + دوسروں کو بھی
امانت دہکان میں ڈالتا ہے + و خروخر مکابرہ و مناظرہ سکھاتا ہے + جو اُس کی عادت عبادت کیخند
ہے وہ بھی شیطان ہو جاتا ہے + اسنے کہا جاتا ہے کہ بنائے روزگار سے سخت گیری و سخت کلامی نہ
کرو + اکاج مانس بنکے اپنی جنم کو اکارت نہ جانے دو + ابقائے مالا بیتی کی کوشش کرو + کہ ٹھوکر کھنڈی
چیزیں نہ آئیں + اگر آئیں تو افسوس ہے کہ جسکے بسبب آئیں + دیکھو

خدا نے پردہ میں اپنے چھپ کر کجا بپنا اٹھا دیا ہے کہ ایسا منصف مزاج تمکو خدا نے فرما کر دیا ہے
ایسی عادل کے بات پر عمل کرنے سے اتنی دور پہونچو گے کہ سموات ایک لاشی صفر ہو جائے + دیکھو اپنے
اعمال کا حساب لیتے رہو + باطنی گناہ تصوراتِ باطلہ ہیں + ظاہری گناہ اس کا صدور ہے + سب طر
کے گناہ سے پاک رہو + کہ تمہاری قیمت بھاری ہو۔ غور کرو کہ زمین آب و دانہ کھا کر نباتات کا بول
خارج کرتی ہے کہ اُسکی قیمت یہ ہے کہ حیوانات کھاتے ہیں اُس میں سے بہترے ایسے ہیں جسکے
بول و برازد گندگی کو انسان اس طرح کھاتا ہے جس طرح خراطین خراکو۔ وہ کیا کہ شہد شک۔ عینر وغیرہ + تو
اسکی قیمت اچھے ہونے کے بسبب ہے۔ تم بھی اچھے بنو مگر افسوس کہ قحطِ انسانی ہے گویا

کہ شاید ہم آنکھوں سے کم دیکھتے ہیں
خوشی بھی نشانِ الم دیکھتے ہیں
تو ہاتھوں کو اپنے قلم دیکھتے ہیں

نہ انسان دنیا میں ہم دیکھتے ہیں
ہنسی میں بھی چشموں کو غم دیکھتے ہیں
ارادہ جو کرتے ہیں لکھنے کو نامہ

عجب فکر کیجی نے یحییٰ کو دی ہے ہم ہی جانیں کیا اس میں ہم دیکھتے ہیں
تو ہم بہت کچھ دیکھ رہے ہیں۔ اُس میں سے ایک یہ بھی دیکھتے ہیں کہ تو عداوتہ جسکی خبر تھی وہ ناگفتہ
ہونا چاہتا ہے۔ مگر لوگ غافل ہیں۔ دیکھو خبردار ہو جاؤ ہم خبردار ہو جاؤ ہم ۵

تم فلاں ہو فلاں کے پوتے ہو راہ میں اپنی خار بولتے ہو رات دن رنج و غم سے روتے ہو لولئے آبدارِ اشکِ مستیم گر خوشی ہو تو زندگی اچھی آسمان وزمین کہتے ہیں بات کیجی کی غدر سے سُن لو	اپنی کیوں آبرو کو کھوتے ہو اور اُس پر سوار ہوتے ہو اپنے آنسو سے منہ کو دھوتے ہو اُس میں پلکوں کو تم پر دتے ہو ورنہ سر پر عذاب ڈھوتے ہو خود ڈلی اور خود سروتے ہو کیوں یہ غفلت کی نیند سوتے ہو
---	--

اجی بیدار ہو جاؤ ہم بیدار ہو جاؤ ہم جو پدر کے ہمسر ہو دو پوت ہے۔ جو اُس سے کمتر ہو کپوت
ہے۔ جو اُس پر بزر ہو سپوت ہے۔ مگر تم سب بھوت ہو۔ بلا دلیل مترخص مٹھت پرواز می و قرت سازی
میں مبتلا ہو۔ سر حیات سے تم واقف نہیں۔ مگر اتنا ہی جان لو کہ رُوح و جسم متزوج ہیں اعمال اُن کے
نیتجہ و بیج ہیں۔ ایک وجود دوسری وجود کی تابع ہے۔ پھر ہر وجود اپنی وجود سے جیسا کام لے اُسے
اختیار ہے۔ میزان پر گھر اور گوبر دونوں تول سکتے ہیں۔ مگر خاکِ غریباں را نشاند دشت آسیار پس
خود کو ایک ایسا سیلا میوہ دار درخت بناؤ کہ اُس سے خود ہی متع و برخوردار ہو سکو۔ خود کو نصیب کسی ہلکان
ظاہری و باطنی میں القانہ کرو۔ اپنے ہاتھ سے اپنے پاؤں میں کو لہاڑی نہ مارو۔ کیا نہیں سنا ہے کہ

درختِ کرم ہر کجا بیج کرد گر امید داری کزو بر خوری	گلدشت از فلک شاخِ بالائے او مست منہ آڑہ بر پائے او
--	---

مگر افسوس کہ نہ تم خود کو قبول کرتے ہو نہ خدا کو قبول کرتے ہو۔ پھر کس کو قبول کرو گے۔ کیا اسی بُرائی
کو قبول کرتے رہو گے جسکو قبول کئے بیٹھے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ تم کو۔ غضبِ الہی کے دیدار کا
شوق ہوا ہے۔ تو یاد رہے۔ کہ اس خواہش کو بھی پورا کر نیکی لئے وہ راضی ہے۔ مگر غضبِ اُس کا
تمہارا بدی زادہ نہیں کہا جاسکتا۔ کہ بدی کے سبب سے اس کو غصہ ہوا۔ وہ تو قہر یا خلق و تخلیق
کسی چیز سے بھی متغیر نہیں ہوتا۔ اس خیال سے توبہ کرو۔ اب توبہ کرنے سے بھی توبہ نہ کرو۔ ورحمہ اللہ
کی طرف مراجعت کرو۔ یہاں روزہ رکھو ہاں افطار کرو۔ آخرت کو اُدھار اور دنیا کو نقد سمجھو۔ اس سے

جو چھٹو تو اڑتی ہے۔ سمٹو تو پاؤں پڑتی ہے + آسمان کی طرف منہ پھیرو تو منہ پھیر لیتا ہے + اس سے باہر نکلنا چاہو تو چاروں طرف سے گھیر لیتا ہے + بہر زمین کہ رسیدیم آسمان پیدا است۔ اسٹے ۵			
در زمینِ ایں زمینِ خانہ مکن چسیت بیگانہ تنِ خاکئی تو پس دامنِ خویشتنِ راپاک کن	کارِ خود کن کارِ بیگانہ مکن کز برائے ادستِ غمناکی تو روح خود را چابک و چالاک کن		
تو وہ چابک دستی روح اللہ کی اطاعت سے حاصل ہوگی + اس سے نجات مانگو اور یہ مناجات پڑھو			
مناجات			
در فوق بے شمار تو رحم کن رحیم از خیر در کنارم تو رحم کن رحیم در زندگی ببرد خود را بتو سپردم اے خالقِ دو عالم بنگرےسے عالم امید دار رحمتِ بنیم نہ بیچ ز رحمت اے تو بحق یحییٰ یعنی بحق ذات	خیلے گناہگارم تو رحم کن رحیم سر مست در خمارم تو رحم کن رحیم من زندہ در مزارم تو رحم کن رحیم خود را بتو سپارم تو رحم کن رحیم بر لبِ چہ عذر آرم تو رحم کن رحیم بخشام کہ خواہم تو رحم کن رحیم		
لیکن یاد ہے کہ اگر دل کو اطمینان ہو جائے کہ نجات ہوگی۔ جب بھی اسکے دربار میں حضور و خشوع سے پیش آؤ۔ کیونکہ اگرچہ ہوا بہر جگہ ہے لیکن جس قدر مردہ کر دگے اُسی قدر رنج زیادہ ہوگی۔ روح زیادہ بڑھیکی + مگردیل ہے اُن ساکنانِ دنیا پر کہ نزولِ برکت کے متدعی ہوتے ہیں جب برکت آتی ہے تو اُسکو ٹالتے ہیں + اور اس ٹالنے کو خدا کی مشیت پر ٹالتے ہیں + حالانکہ جو بات علمِ ظاہری میں خلاف ہے باطن میں ماثور و مقبول نہیں + پس علمِ ظاہری کے خلاف کچھ نہیں ہونا چاہئے۔ ظاہر کی صورتِ خلق ہے باطن کی صورتِ خلق + تو خلقِ خوبی کو کہتے ہیں + نہ کہ الماس بدنماں ہو کہ کاغذ بانہ جلی جلی کرنے کا نام ہے۔ باید کہ جو خوبی ہو وہ صفائی کے ساتھ ہو + اگر کوئی خلقی سے پیش آئے تو تم وقار کے ساتھ ہضمِ نفس کرو + تم بد خلقی سے نہ پیش آؤ + کیونکہ سگ گزیدہ۔ گزندہ سگ نہیں ہوتا۔ آخر احمیل باسیف پرمحل ہوتا ہے + لیکن سے			
مہمیکہ بسیار مشکل بود تو اس ساخت کا بے بنی چنان	برفق و مدارا تو اس ساختن کہ نتواں بہ تیج و سناں ساختن		
مگر ایسی بھی نرمی نہ ہو کہ گتے دلیر ہو جائیں۔ بنا برے			

بامردوم زمانہ سلامی و السلام گفتی اگر غلام توام می فروشدت
ایسے بازاری دیکھنے لوگ ایسی ہی قسم کے اخلاق کے مستحق ہیں۔ مویشی کے آگے میخ زرین وچوہین
ہر دوسا دی ہیں۔ کیونکہ جو جس قسم کے تہذیب الاخلاق کا مستحق ہو اس کا حق ادا کر دینا چاہئے +
اگر کوئی اپنی رشتی کو عین خوبی سمجھ کر ایذا رسانی کے درپے ہو جائے اور حلم و عفو و خطا اور جمع اقسام کے
خلاق و خوبی کے کسی جز سے باز نہ آئے تو عقلاً خوبی شجاعت جو فخر آلودہ ہو کہ یہ بھی ایک خوبی امین و ناز
ہے۔ اس سے کام لے۔ پس سے

چوں منہ رانی بستی تن بعجز اندر مدہ دشمنان را پوست برکن و دستاں را پوتیں
یہی سب تعلیم تمام آسمانی کتاب سے دی گئی ہے جس کو اچھے لوگوں نے اپنی اپنی زبان میں نظماً اور نثر
بیان کر دیا ہے اور کسی نے کتاب دہر و ذہ کا بیانات سے تعلیم حاصل کی اور دوسروں کو اس طرف توجہ دلایا۔
لا اخلاق یعنی خوش چلنی اختیار کریں کہ سب ایک ہی بات ہوتی۔ کہ گویا آسمانی کتاب پر عمل کیا گیا + کیونکہ
مرا و خوبی سے ہے جس میں خوبی نہیں اُس نے کسی چیز پر عمل نہیں کیا + اپنے حیات کا عمل رشتی
میں ڈولا + اور اکثر لوگ اسی طرح کے ہیں + انہیں کے لئے ان اچھے لوگوں میں سے کسی نے آسمانی کتاب
کے مطابق یہ سمجھایا ہے کہ

ہرگز اور ابدوستی پسند	کہ رود جائے ناپسندیدہ
تشنہ را دل نخواہد آب زلال	نیمخوردہ دہان گسندیدہ

کہ جب سب لوگ اسکی دوستی سے گریز کر جائینگے۔ تو اکیلا رہ کے کیا کریگا۔ خود بھی درست ہو جائیگا۔
پس سب لوگ خوب ہو جائینگے جس نے اتنا بھی لوگوں کو سچے دل سے سمجھایا ہے۔ اس نے محض حقیقی
پرا حسان کیا ہے۔ وہ بھی نورانی و حقانی احسان کا مستحق ہے + تو اُس کا اجر غیر ممنون ضائع نہ ہوگا + نہ
ہرگز کسی کا ہوا ہے۔ تو اب یہ سب بھی آسمانی مخطوط و منلفط بیانات یہی ہیں۔ کہ بدخلق یعنی رشتی سے لوگوں کی
دل آزاری ہوتی ہے۔ جس سے اسکی دل آزاری کیجاتی ہے۔ گویا غیر کی دل آزاری اپنی دل آزاری ہے
چنانچہ اسی واسطے کہا گیا ہے کہ

زورمت از پیش مے روو با خلق	با خداوند غیب داں نزد
زورمندی مکن بر آہل زمین	تا دعلے بر آسمان نزد

جس نے یہ کہا ہے وہ کسی کا عاشق تھا اُسکے گناہ معاف کئے گئے ہیں۔ وہ بہت تنایا گیا ہے کہ دین
مرد و دلوں کی اس نے تعریف کیوں نہیں کی تھی جس پر اس نے تعریف کی۔ ان سب بات کا حساب

لیا جائیگا + یہ سب باتیں کچھ دیوانہ پن کی نہیں ہیں۔ میں کچھ دیوانہ ہوں تو خود اپنے لئے ہوں سے
 مگر چشم عاشقاں بینی جمالِ خوشیتن ہچو من آشفۃ گردی در خیالِ خوشیتن
 تو اس دیوانہ میں خزینہ ہے جیسے ویرانہ میں گنجینہ۔ کیا الٹی بات ہے کہ اگر گنج ظاہر کرتا ہوں تو دیوانہ کہتے
 ہو۔ رنج ظاہر کرتا ہوں تو سیانہ کہتے ہو۔ یہ سب تمہاری دیوانگی کی بات ہے یا ہماری۔ مگر دونوں دیوانہ
 ہیں۔ تم کو غفلت کی کثرت سے دیوانگی ہے۔ مجھ کو عشق و محبت کی شدت سے۔ پہلا بیش الحنون ہے۔
 اور پھر نغم الغنون۔ دیکھو عشق وہ چیز ہے کہ عورت کو مرد اور مرد کو عورت بناتا ہے + دیکھو عشق وہ چیز
 ہے کہ فاضل کو دھول کرتا ہے اور دھول کو فاضل + دیکھو عشق وہ چیز ہے کہ بڑے کو جوان کرتا ہے۔
 بد صورت کو خوبصورت + دیکھو عشق وہ چیز ہے کہ بخیل کو سخی اور بزدل کو دلیر بناتا ہے + دیکھو عشق وہ چیز
 ہے کہ مردہ کو زندہ کرتا ہے۔ اور بدیرت کو خوش بریرت + دیکھو عشق کے سبب سے ہر ذرہ کائنات ایک
 دوسرے سے چپکے ہوئے ہیں + افراطِ محبت کا نام عشق ہے۔ حتیٰ کہ انما العشق ہوا اللہ + اسی سبب سے بہت
 ہی مہربان و رحیم و رحمان ہے۔ لیکن یہاں عشق جان بازی کا نام ہے۔ کہ جان دیکر جانِ جاناں پاتا ہے +
 اُسی جانِ جاناں کو روح اللہ کہتے ہیں + جو ازل سے ابد تک ایک ہی ہے + دوسرا ہونا محال + اسی
 حالت میں غیر جنس کیونکر جاسکتا ہے + جانا اُس کا ایسا ہی ہوگا جیسے مولیٰ اور دگر جاندار مانوس انسان
 ہوتے ہیں + اُنکی باتیں سمجھنے لگتے ہیں۔ اُس کو پہچانتے ہیں مگر اُس کی ماہیت سے واقف نہیں۔ اسلئے
 بغیر مالوف ہوئے اس کا کچھ لطف نہیں + تو انسان و حیوان میں کُلفت نہیں ہو سکتی + پھر روحِ المخلوق۔ روح اللہ جو
 خالق ہے اُس سے کیونکر مالوف ہو سکتی ہے + جب تک روحِ المخلوق سے نہ بری کی جائے۔ تو اُس کی توبہ
 و برات۔ بغیر مجرم روح اللہ میں فنا ہوئے محض ناممکن ہے + جو اُس میں فنا ہوا۔ اس کا بول بالا گھرا و جلا
 چھوڑ دنگ۔ لیاں چھیں + خیر مقدم بخیر باد ہوئے + جس قدر اپنے آب و تاب میں نورانی ہوتے گئے + اُن کی
 قیمت بڑھتی گئی۔ روح اللہ میں فنا ہونے پر بھی اُس کی مشیت کے مطیع ہے + کہ آخر میں عین روح اللہ بن گئے
 اور جو لوگ اُسکے مخالف ہوئے + اپنی نسل کو اماجگاہ اور چاند ماری بنائی + بابتلائے بلا مبتلا ہوتے گئے۔
 محمدی کی نعمت لے لی گئی۔ بے رحم ہو کر جاندار کے حق میں گرگِ قصاب ہو گئے۔ دیکھو جو چیز دی جاتی
 ہے چھینی نہیں جاتی + خود لوگ اپنی بدی سے اچھی روح دیکر بُری روح لے لیتے ہیں + پھر اسی بُری کو
 بھی بے انتہا سے درجہ تک پہنچا دیتے ہیں۔ اور یہ بُرائی کی بگ ڈنڈی اور لکھنے پر چلنے سے ہوتا ہے +
 اُس پر کلامی بزمی سے اپنی بدیقینی کو سیدالیقین بھتا ہے + زابطہ کا ہوا ہے۔ تو جو بھٹکا ہے اُس کے
 لئے بھٹکا ہے + کہ یہ بھٹکا ایک چٹلا لٹکا ہے + وہ کیا کہ سوائے خدا کے سب کو کھٹکا ہے + اُسکی قدرت کا

اندازہ اسی کو معلوم + اگرچہ یہ کہنا خود کو معلوم ہونے میں داخل ہو جاتا ہے + تو یہ کہنے والا وہ خود
مندانسِ قدیر ہے جو اس اندازہ پر اپنی قدرت کا اندازہ بتلا رہا ہے + اُس کو سب بات کا حساب و کتاب معلوم
ہے + اسی واسطے اس نے سب چیزیں حساب کتاب رکھا ہے کہ فطرت کی فطرت اپنی ادنیٰ و اعلیٰ کو
بھی نہیں چھوڑتی کسی نہ کسی مد سے ضرور وصول کر لیتی ہے + ایسی حالت میں جو روح اللہ سے بہت ہی تھوڑا
بھی عشق و محبت رکھیگا تو اُس کا بھی حساب ہوگا۔ اس تھوڑے سے تحفہ کو وہ بہت سمجھے گا + اور خود کی ساری
نعمتوں کو اس کے مقابلہ میں بہت تھوڑا + دیکھو بہت ہی بہت نازک مقام ہے۔ ہر جگہ پھونک پھونک
کے قدم رکھو۔ تاکہ پچولس

بر روئے زمین پائے منہ مال وے دشت و ش ماہ سبز بخق کمانش بسر خولیش قدیل دوسر بر سر ما سر بہ فردا داشت از کا شخ معلق بسر خاک مطبق سودا بیہ خانہ وحشت چول عیال شد بر کر سئی شش پایہ چو یک ہفتہ نشتم ابروئے فلک کردہ اشارہ بر شب تاب در دشت شش شیر نہادہ چو زمین مشک در بان فلک از درِ خا در چو بر آمد آن لوز لوزِ دگرے گشتہ منور میخی ز خوش یافتہ آن لذتے معلوم	افیول نہ نہان است بہر دانہ بخشش آئینہ زربست بریں طاق منقش خشکی دزیری زیر دو پا کردہ مفرش عش خوردہ بیفتاد ہر افتادہ پرغش بر عرش رسیدہ شدم از خولیش معرش شدر شدہ بشکت زیک با حنیشش ایں ابروئے ابرو است گدایئے موش با دروئی مجوری شازد در سیفیش ہر روزہ ناچیز ازاں یافتہ لاش در بندگی خولیش منور شد وز رکش ناممکن الاظہار از خود یافت ہماچش
---	--

پھر یحییٰ کو چھوڑ کر تم کہہ جاتے ہو؟ جس نے امیر ہونے کا حکم دیا۔ ادل وہی امیر ہوا + کہ اس کے
امر سے وہ امیر ہوا + پس اُسی امیر کے امر سے ہر ایک چیز بائیکہ گرامیر بنی ہے + وہی ابن الامر ہے + وہی
ابو الامر ہے + وہی اخو الامر ہے + وہی بنت الامر ہے + وہی اولی الامر ہے + وہی رب الامر ہے + اگر
اس کی یہ مشیت نہ ہوتی کہ لوگ ایک حد تک اپنی اپنی مشیت سے جو کچھ چاہیں کرتے جائیں + تو کوئی کچھ
نہ کر سکتا۔ لیکن تم اپنی مشیت سے رجوع نہ ہوئے + تو اب جیسی مصلحت ہو اسکے مطابق وہ کرنا چاہا
ہے + یہ نصاب نصیب بھی ازل ہی سے اپنے منصب پر منصوب ہو چکا ہے + کہ روزے از روزہ چنیز

چناں کردہ خواہد شد + دیکھو اگر وہ کسی پہل جہانی کے نوع وجودی و عدمی کو معطل کر کے خود برآمد ہو کر مہکلام ہو تو اُس پہل عین الرئیس والمؤس اور مفعول کائنات کے مفعول لئے دعوائے برابری نہ کرنا + یہی بات پیش از پیش از اول زمانہ استقبال ہذا جو اس دم زمانہ حال ہے - بتائید مزید بھائی گئی ہے - مگر و اعجاباً کہ بریں تاکید ترینم از ہوش رفتہ ہو کر پہل اللہ بنام بچی سے دعوائے برابری شروع کر دی کہ تو یاد رہے کہ پارہ اور پانی دونوں سیال ہیں - مگر پارہ کاغذ سے پھسل کر پھیل چھل کرتا ہے - اور پانی کاغذ کو بھگو دیتا ہے - گویا جو بات پارہ میں ہے وہ بات پانی میں نہیں - جو بات پانی میں ہے - وہ پارہ میں نہیں + مگر سیال میں دونوں شامل کئے جاتے ہیں + اسی طرح بشر میں سب شامل ہیں + مگر وہ بشر جو پہل اللہ بنام بچی ہے باطناً ایسا سیال و سیاح ہے کہ دونوں سے جدا + اور سب پر قدیر یعنی میں ہی ہوں + مجھ سے برابری جائز نہیں + ورنہ باللہ کبر المہاء - اے نفسی سخت سے سخت سزا کرونگا + اور اب یہ رگڑائے مدعا ہذا ہوں - کہ بانگ بے ہنگام کی ضرورت نہیں + ہر وقت کی ایک راگنی ہے + اس وقت کی راگنی فرمان ہذا ہے + جو بالکل پذیرائے اور خوانائے خلایق ہے + اس پر عمل کیا جائے + کجا کجا خیال دوانی اور چہا چہا توہمات روانی کو چھوڑو + جہانی دودھ کو کاغذ زہری نہ بناؤ + یوسف روح کو چاہ بدن میں خاموش نہ چھوڑ دو + جس طرح ابدان مرکب الانفاس کو آرائش دیتے ہو اسکو بھی دو + ہر تار میں گہرت بچنے کا مادہ ہے + اسی طرح ہر دل میں ہر طرح کی صفائی پیدا ہونے کا مادہ ہے + دل آئینہ ہو سکتا ہے + مگر جیسا آئینہ ہوگا - ویسی ہی حرف و صورت و چیز دیکھیں گی + آئینہ لٹبا ہے تو لٹبی - ٹیڑھا ہے تو ٹیڑھی + بھدا ہے تو بھدی - الٹا ہے تو اٹلی + شکر کرو کہ اندر میں ایام خمستہ فرجام مسرت الیام بیہوشی فردان و خوشنودی بیکران کے لئے نوید فرخت جاوید نازل ہوا ہے

لہ الحمد ہر آں امر کہ خاطر بخواست آخر آمد ز پس پروہ لقتدیر پدید
منکر شکران شکر کفران ہے + وہ دون ناما پاس و زبون ناشناس ہے + براہ کفر
عاشق اللہ و متاہمین کی باتین کرتا ہے + کہ کسی کو راج ملا تو کیا + کسی کا مال ہراج ہوا تو کیا + کوئی مزار
ہوا تو کیا + کوئی برسرِ دار ہوا تو کیا + اسلئے وہ موزی نفس خویش و دگر ہے

تا تو اتنی درون کس حراش	کاندیں راہ خار کا باشد
کار درویش مستمند بر آ	کہ ترا نیز کار کا باشد

یہی سب کار برابری دوسری جگہ کار بر آ رہو جاتی ہے
خواہی متمتع شوی از نعمت دنیا با خلق کرم کن چو خدا با تو کرم کرد

یہ سب خوبی ثمرہ حیات و مفتاحِ الاسرار ہے + درنہ حیات کا اعتبار نہیں۔ ہمہ آن دیوار بریںج ہے + اور اسکی کیسی مثال ہے کہ جیسے کاغذ پر انسانی نقش و نگار بنانے کو تصویر کہتے ہیں۔ اور عکس کو فوٹو + اسی طرح لکڑی کے پہیل انسانی کو طاعت کہتے ہیں۔ اور سنگین کو ضم + وہی پہیل انسانی گوشت کا بنا ہوا ہے۔ کہ بشر کہا جاتا ہے + درنہ حقیقتہ سب مٹی سے ملکا ایک ہو جاتے ہیں + پس یہ سب تصویر اور فوٹو ہوئے فقط ظاہر چند اسباب سے متفرق ہیں + اُن میں سے ایک حیاتِ محسوسہ بنام انسان ہے + تو یا ایہا الناس فراسنو تو سی کہ

یہ عشرت و عیش کا مرانی کب تک	عشرت بھی سہی تو یہ جوانی کب تک
گریہ بھی سہی تو قیامِ دولت ہے محال	گر وہ بھی سہی تو زندگانی کب تک

ایسا کرو کہ موتو اتھی لا موتو + کہ اپنے برزندگانی سے خود بخور واربنو + وہ نیک چلنی سے ہوگا + یہ سب نیچرل امپرل میموریل بلڈنگ کے نقش و نگار اپنے اپنے حصہ رسدی کے مطابق اپنا اپنا فرض ادا کر رہے ہیں + ہر ایک اپنے موقع پر درست ہے تم اپنی آدمیت کا فرض ادا کرو + اور پہلا سی زکوٰۃ و تزکیہ ہے + اور تقدیر اپنی قدرت ربی کا فرض ادا کر رہا ہے + اس میں سے یہ سب نعمائش بھی ہے + لیکن پھر بھی یہ فرہی درابلی ہے کہ بالکل تھی و امر و نہی ہو +

آوارہ و سرگشتہ نہ دیوار کے نہ در کے سایہ کی طرح تم نہ ادھر کے نہ ادھر کے

ایک دم ایک سرے سے سبکے سب بطبع الطبع کے جس خلط میں گئے پس اُسی کے ہو گئے + اے میان خلط کو چھوڑ کر خلطِ آفریں بنام روح اللہ کی طرف مراجعت کرتے جاؤ۔ اپنی بدسیرتی سے بحلولِ سیرانی و طریانی نسلِ بدنسِل بہ حال و محل یکساں ہو کر نہ واپس آؤ + زمانہ ایک بحرِ زخار کی طرح اپنے ہم تموج سے تم کو حدوثِ عالم اور انقلابِ ایام کے تیز ناک مناظر دکھا رہا ہے + سینکڑوں اقبال و تنزل کے بیڑے اسکے بجنوب میں بڑکے ڈوب گئے + امتداد و مروارِ ایام کے لحاظ سے بہت پھیر بھار ہو گیا + مگر تم شاہِ راہ بنام روح اللہ کو چھوڑ کر خار و آجھڑی کی راہ لیتے رہتے ہو۔ کہ کسی طرح قید و بندگی سے آزادی و رُخالی نہیں ہوتی + اور اسی کے لئے اتنا زور و شور ہے + دیکھو مائے رنج کے روح اللہ مجھم کیا کہتا ہے کہ

اے تو میں میں ہوں ذوالجبال مرا	فرد بے مثل و بے مثال مرا
غم سے پچکا جو لال گال مرا	پگ گیا غم سے بال بال مرا
دل گیا خاک میں جبال مرا	نوع دیگر ہے اب تو حال مرا

اے تو میں تو ہی ہے معین مرا تو جو چاہے تو سہل ہو جائے رایتِ دینِ حق کو بالا کر ابرِ رحمت سے اپنے کر سیراب منظر ہوں بہت زمانہ سے لوگ مجنوں مجھ کو سکتے ہیں اُس کو جھوٹا تو کر دے اے میں۔ تو گو عددِ درپئے عداوت سے بالِ بنگا بھی ہو نہیں سکتا میں ترا ہوں تو۔ تو مے یچی کا	تو ہی بس دور کر وبال مرا کارِ ناممکن و محال مرا موتوں سے ہے یہ خیال مرا تاکہ سرسبز ہو نہال مرا لوگ دیکھیں گے کب ہلال مرا ہے برا اُن کے منہ سے قل مرا شانِ بچوں و بے زوال مرا کیا بگاڑے گا بد سگال مرا گردِ پر مے ذوالِ بحال مرا اور یچی جو مے کمال مرا
--	---

اسی کمال و یچی کو یا ہو سکتے ہیں جس کی تشریح یہ ہے کہ سنسار مچان پر سجیا مے۔ سجیا پر پھگوان چیا۔ چیا پرانا۔ رانا میں پیر آتما۔ اُس میں پر مگیان۔ پر مگیان میں ایشور۔ ایشور میں پر م ایشور۔ پر م ایشور میں یا ہور رہتا ہے + وہی محض علم خالص ہے جس میں سب کائنات ہے جس کا اُسکو از خود علم ہے + اُس کائنات میں آدمی مے + اُس کا بھی علم مے + اسی کی ضمانت سے آدمی میں عیلم پیدا ہوا۔ کہ اُسکے علم میں بھی سارا کائنات سما سکے اور کسی جگہ ایک نکتہ بھی نہ چھپے + کہ اس کائنات سے کائن کا بھی علم ہے۔ کہ کوئی اس کا کائن ہے + جو اپنے علم میں از خود محیط و محاط ہے۔ جسکی مرضی سے مجھ کو بھی اتنا علم ہوا کہ اسکو محیط و محاط سے منسوب کر سکے کہ ایک گونہ میں بھی اپنے علم میں محیط و محاط ہوا + گویا اسقدر وہ عادل ہے کہ اکیلا خود ہی کو جدید و فرید نہ کہے بلکہ ہر فرد کو وحدہ لاشریک اور محیط و محاط بعلمہ بنایا ہے + جس سے علی کل شئی قدیر ظاہر ہوتا ہے۔ تو یہ سب سمجھنا اُس انسان کا کام ہے جو انسان ہوتا ہے + کیونکہ سب بنی آدم ہیں۔ اور آدم تراب تھا۔ اور ابو تراب و ابن تراب بنا۔ اس لئے سب کے سب تراب سے پلینگے + پس جسمانی پیدائش کا آدمی مجسم ہے اور روحانی پیدائش کا روحانی وہ کبھی خاک میں نہیں ملتا۔ اگرچہ وہ جسمانی کے مشابہ ہو تو ہو کرے + مگر تم کو اس کا علم نہیں + اسلئے خود سے متشابہ سمجھتے ہو لیکن کھٹا دہی اور میٹھا دہی دونوں ایک رنگ کا دیکھتا ہے لیکن لذت و اغزیں متفاوت ہوتا ہے + وہی چربی اور گھی کی کیفیت ہے پس ہوتے ہست ہیں مردانِ دلاور ممتاز ورنہ صورت میں تو کچھ کم نہیں شہباز چیل

چنانچہ ہر بات میں واقعاتِ فاتیہ اپنے واقعاتِ مافقت کے اولاد ہیں۔ اور واقعاتِ آتیہ کے ابا جاد جن سے تصدیقاً نتیجہ اخذ ہو سکتا ہے۔ اور تم میں سے بھتیروں کو معلوم ہے کچھ مگر وہی حالت ہے کہ ۷

پرتونیکاں نگیر و ہر کہ دنیا و ش بدست تربیت نا اہل راچوں گردگاں برگزیدست
اس لئے وہاسیاتِ خرافاتِ بکا کرتے ہیں۔ حالانکہ بُرا کلمہ خود بولتا ہے کہ میں بُرا ہوں۔ مجھ کو نہ بولو۔
مگر آیہم و فضول الکلام + دیکھو آدمی سے جو کچھ نکلتا ہے سب ناپاک ہے پھر وہ بول و براز ہو خواہ
خون و مٹی ہو یا بنفص و کینہ ہو + مگر اچھی بات کلمۃ اللہ ہو جاتی ہے + یہ سب حسن و خوبی سے ہوتا
ہے + اور خوبی ایک اوزار ہے جس سے اچھی چیزیں تیار ہوتی ہیں۔ کہ وہ حسن و خوبی علم و عقل ہے +
اس لئے لادین لمن لاعقل کہ کہا جاتا ہے + کیونکہ وہ نرا جاہل ہے اور جاہل سے بُرائی ایجاد ہوتی
ہے + جاہل اپنے جاہل کو علم سے زیادہ دوست رکھتا ہے + اسکو باعثِ معراج سمجھتا ہے + اور
یہ بُرائی ساری بُرائی کی جڑ ہے + اسی واسطے یہ بُرے لوگ سرآمدِ برکات و مصدحِ حنات و کطالب
کو اذخرو و کثرو و انائی اور سر حلقہٗ اربابِ فضل و کمال کو بلکہ سب کو بُرا بھلا کہتے رہتے ہیں۔ کہ گویا
خود میں بدی کا خرمن لگادیتے ہیں۔ اسکو یوں سمجھنا چاہئے کہ جسمِ بدی نے جسمِ قبول کیا تو ان بدوں
کی شکل میں مجسم ہو کر نمودار ہوئی + کہ یہ بد لوگ بدی کے مجسم ہو گئے ہیں۔ یہ اپنی بُرائی سے بُرائی کے بارہ
میں رائے لیتے ہیں + کہ بُرائی بھلی ہے یا بُری + تو میدانِ ظلمات میں بجز نورانی چیز کے ہر قسم کی چیز
ظلمانی نظر آتی ہے + سب رنگ یکساں ہو جاتے ہیں + جسکی تفریق نورانی چیز بتلاتی ہے + تو بھلا ان
بدوں میں فدا ایمان تو ہے نہیں جس سے اُنکے مجسم ظلمانی عالم کی حالت معلوم ہو۔ اس واسطے اُس
اندھے کے آگے سب رنگ برابر ہو جاتا ہے + تو امرِ بذاک الشمس علی افق السماء ہے کہ نیکی و بدی۔
ایک اس میں سفید ہے دوسرا اس میں سیاہ + سفید کو نور کہتے ہیں + ظلمات کو سیاہ + آئینہ سفید و شفاف
و عطرینِ طریف ہے + چھپا کے بھی رکھنے پر مارے صفائی کے ذرے سے میں دھبیلہ ہو جاتا
ہے + اسی طرح سفید و شفاف نورِ بیاض الوجہ اندھیرے کو اوجالاکرتا ہے + اور ذرے سے پھونک
میں ہوا ہو جاتا ہے + کہ الوکی آنکھ کھل جاتی ہے + گویا جو چیز بہت ہی لطیف ہوتی ہے بہت
ہی پاک و نازک ہوتی ہے + رزیل سے مقابلہ کرنا نہیں چاہتی + اور جو چیز بد ہے کثیف و
سیاہ ہے اُس میں جقدر کثافت ملاؤ اور کثافت کی کھا دہنتی جاتی ہے + بہت ہی سخت سے سخت
ضرب و شلاق اور عذابِ تعزیر کے بعد سفیدی کی طرف رجوع ہوتی ہے + ورنہ اپنی کثافت و بدی

پر نماز ادا کرتی ہے + اس قسم و اہیات نازدائے زشت و فخر ہائے ناگوار و مباحات بے گوش محض غیر مستوجب اجر ہیں + تو خوبی وہ ایک نذیر الوجود چیز ہے + کہ اسکی خوبی کی کچھ انتہا نہیں + منجملہ عجیب خوبی کے اس میں یہ بھی ایک خوبی ہے - کہ جس طرح تم اُس سے ملنا چاہو مائے اخلاق و خوبی کے ملنے کو تیار ہے + اگر کوئی کافر بنکے ملنا چاہتا ہے + تو وہ خالص کافر ہے + اگر منافق بنکے ملنا چاہے تو وہ محض منافق ہے + مائے اخلاق و خوبی کے تمہاری رضا پر راضی رہتی ہے - کہ جس میں تم راضی ہو اس میں ہم راضی ہیں + مگر تم اُسکے اخلاق کی قدر نہ کر کے اُسکی اصلی خوبی کی طرف نہیں مائل ہوتے + الثابیدی کے عالم میں جو ظاہری و باطنی عالم ہے اس میں لگاتار سیر کرتے رہتے ہو + کیونکہ ذکرِ بدی بد ہے + اذنی بدی ذاکِ حیات + اور نذرِ نتیجہ ہر دو دمی و مصالح + تو ہادی نذیرین ہی کی یہ ہدایت ہے کہ جسکو برائی یا دہنیں وہ پاک ہے + تو ہر پیدا ہونے والے کو کچھ یاد نہیں ہوتا - سوائے وہ فطرۃ پاک ہو + اُسکو چاہئے کہ اب کوئی ایسی برائی نہ کرے کہ اس عالمِ فانی میں پیدا ہونا پڑے + کہ آئندہ ہزار ہا قسم کے فنا سے معافہ کرنے کی حاجت ہو + اس میں ہمت کرنی چاہئے - کہ اس ہمت کا نام اتقا ہے ۔

ہمت بلند دار کہ نزدِ خدائے و حلق باشد بقدر ہمت تو اعتبار تو ہستی قدیم جو ایک پرانی دھانی ہے اُس پر نظر نہ کرو + جس قدامت میں ہمیشہ سے جدت گونا گوں ہے اُس طرف عود کرو + وہ روح اللہ ہے + جو اُدھر نہ گیا بدنام ہو + جو بدنام نہ ہو اُٹھام ہے + بدنامی سے خوشامی ایسی بھاگتی ہے جیسے افلاس کسب سے - گناہ توبہ سے - دشمن سکوت سے - ڈر پوک بھوت سے - چور بیداری سے - بد معاش ہوشیاری سے + ہشیار رہو غفلت نہ کرو + مائے بغافل عما تعملون + آئندہ ۔

در حقیقت قرب و بعد از مردم دنیا غلط	آشنائی کا غلط نا آشنائی کا غلط
او غلط ہم تو غلط لفظِ شماء و ما غلط	آنچه گفتم کل غلط دنیا و ما فیہا غلط
نسخہ آشفته دیوانِ عمر خود میسر	خط غلط معنی غلط املا غلط انشاء غلط
یک صیغہ را گرفت کسر را بگذاشتم	بعد از تنکیر دیدم جملہ اشیاء را غلط
یعنی از اشیاء چه مقصود است فہمیدی گو؟	تو چه خواہی گفت گفتارت ز سر تا پا غلط
از الف شد ابتداء و بر الف شد انتہا	پس ز با و حا و را و طا و فا و یا غلط
کل فراموشی ہمیں دین است برِ صوفیاں	صرف او باقیست ورنہ جملہ بے یجیا غلط

تو نیکی و بدی اور اس کا نتیجہ سب غلط قرار پایا + مگر اس غلط قرار پائی کے فعل کا نتیجہ اپنے اپنے موقع پر بالحق ثابت ہوگا + اگر تمہاری جان ان اشارات کو جان لے - تو جان دینے والے پر جان دے + اس واسطے نیکی کئے جاؤ + نیکی کچھ عنقا نہیں + جنکے خواب خیال میں نیکی نہیں وہ کو مرقری ہیں + کیونکہ مادر زاد کے آگے سب یکساں اندھیر ہے + اسکے خواب و خیال میں آفتاب و انوار نہیں + کبھی سنی چیز خواب خیال میں ہوتی ہیں + جو نیکی سے کسی عالم میں نہیں ملا - اسکے لئے نایاب ہے + جو نیک ہیں وہ مادی نیکی ہی کو بخالص دل پھر لیتے ہیں - کہ مجھ کو نیکی سے ملاؤ + پھر جو وہ کہتا ہے اس پر عمل کرتے ہیں = اور نیکی سے بچاتے ہیں + جیسے جب کوئی ایسا سچا مادی آتا ہے تو وہ اپنے قانون کے مطابق ان چیز باتوں پر عمل ہوتا ہے - کہ کسی امن کی جگہ پیدا ہو کر نشوونما پاتا ہے + اب وہ امن کی جگہ بادشاہ کے گھر میں یا کسی پیشہ والے گھر میں + اسکے بعد حرکات غیر معمولی ظاہر کرتا ہے + خدا کی طرف بدل و جان مائل ہوتا ہے + حتیٰ کہ کوسبات کی سند لجاتی ہے + اسکے موافق کمال فصاحت و انعامت گذشتہ کا داخلہ دیگر لوگوں کو نصیحت کرتا ہے + جان کا خوف نہیں رکھتا + بے پروا ہوتا ہے - گاہ گاہ ایک اپنا بزرگ و قوت بازو رکھتا ہے + زمانہ کے مطابق تعلیم دیتا ہے - ایک طرز عبادت ایسا دکر دیتا ہے + کہیں نیرت گڑھ بنا دیتا ہے + ماقبل و بعد کے خبر دیتا ہے + ہفتہ وار ایک دن تعطیل کا مقرر کر دیتا ہے + سال بھر میں دو ایک روز جشن و تقریب کا مقرر کر دیتا ہے + ازیں قبیل اور بھی بہت سی باتیں بتلا دیتا ہے + ہشتیت زمانہ امر و نہی حرام و حلال کی تفریق بتلا دیتا ہے - جیسے کبھی کہدیا کہ بقر اللہ نکھایا کرو + اس سے دودھ لگی لیتے ہیں + کبھی سکا بال - استعمال کرتے ہیں - مرجانے پر بھی کام آتا ہے کہ اسکے چڑا سے پاپوش خیمہ - مشک وغیرہ وغیرہ بناتے ہیں - اور سیگ کام میں لاتے ہیں اور ہڈی سواری و زراعت میں کام دیتا ہے + گویا اس کی کمائی کھاتے ہیں + اسے منشن کشی بہتر نہیں + ان سب کاموں میں ہرج ہوگا + لوگوں نے حماقت سے اسکی پوجا پاٹ شروع کر دی + تو آخر گاؤں سامری کے مشابہ بقرہ کو ذبح کر دیا + تاکہ لوگ پرستش نہ کریں + اسی طرح کبھی اتھتے بارہ میں کہدیا کہ اسکو نہ کھایا کرو + کبھی کہدیا کہ ملاں روز مچھلی نہ کھایا کرو + کبھی کہدیا کہ سور نہ کھاؤ + کبھی کہدیا کہ سنسار کا سنسار رحم حرم ہے + کہیں شکار نہ کرو + کبھی کہدیا کہ کھانا بھی نہ کھاؤ + بانی بھی نہ پیو + شادی بھی نہ کرو + نہ چلو نہ پھرو کیونکہ زیر زم ہزارہا جان است لہذا سانس بھی مت لو + گویا پیدا ہونا تمہارا بیکار ہے + اسلئے ناپید ہو جاؤ + مرنا جینا دونوں مساوی کرو + خود کو نیست کرو + مرنے سے پہلے مر جاؤ + چنانچہ

ایسے جیتنے کو نہ معلوم کہ کیا ہوتا ہے موت سے پہلے ہی مرجاتا ہے مرنے والا

پھر کبھی یہ کہہ دیا کہ اگرچہ گوشت کھانے سے گوشت نہیں بڑھتا ہے + کیونکہ بہت سے جاندار گوشت نہیں کھاتے اور گوشت رکھتے ہیں + تاہم اگر گوشت وغیرہ کھایا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں + زیرا کہ وہ ان فوقانی نطق و ابراز کے لئے ہے اور وہ ان تحتانی بول و براز کے لئے - ایک مدخل ہے - دوسرا مخرج + جو کچھ کھایا جاتا ہے سب نکلیا جاتا ہے + اس میں کی جو پاک چیزیں ہوتی ہیں وہ جھنکہ جبر و بدن ہو جاتی ہیں + اس سے کچھ نقصان نہیں اسلئے سب چیز کھا سکتے ہو + مگر جس چیز سے روحانی و جسمانی صورت اور سیرۃ نقصان پہونچے وہ البتہ حرام ہے + پس ہر عیبت اور ضرر رساں چیزیں حرام ہیں - ورنہ سب حلال + لہذا بے تکلف کھاتے جاؤ + چنانچہ اس کے علاوہ بھی اگر دیکھا جائے تو ہر ایک چیز یا کیکہ اگر اکل و ماکول ہے + کوئی جگہ نہیں جو جاندار سے خالی ہو + سانس کے ساتھ ہزارہا جاندار سپٹ میں پھلے جاتے ہیں + اس لحاظ سے ناک منہ چھپانے کی حاجت نہیں + مگر محسوس الحواس جاندار جو اپنے بال بچے سے محبت رکھتے ہیں + جان کی حفاظت کرتے ہیں + مرنے سے ڈرتے ہیں + اُن کو بلا قصد نہیں ہلاک کرنا چاہئے + شاید اُن کے بہت سے بچے ہوں + لیکن اگر سخت ضرورت آن پڑے تو یہ بھی حلال ہے + غرض کہ ہر آدمی اپنی پہلی شریعت کو منسوخ کر دیتا ہے + الفہم ۵

بچوں بیا مد عمارتے نوساخت رفت منزل بدیگرے پرداخت

پھر انقلاب زمانہ سے لوگ خراب ہو جاتے ہیں + بایکدگر ایصال المحرارة بالشرار ہونے لگتا ہے + تو پھر یہ مادی اگر ہدایت کرتا ہے + کبھی لمبے غصہ کے اسکے آنکھوں سے خون اُترتا ہے + تلووں سے آگ لگ جاتی ہے + چہرہ انگارہ جھوکا ہو جاتا ہے + سارا اجڑہ دماغ سے علم الحی تک پہونچا دیتا ہے + قبول ہونے والی دعاء طلب کرتا ہے + وہ ہی ہوتی ہے جو بے ساختہ اس کے دل نے نکلتی ہے + جو سچے دل سے تمام دلوں میں داخل ہوتی ہے + تمامی الارضی و سماوی قوت بلکہ سب قوتوں سے پر زور ہوتی ہے + تصرف کر ڈالتی ہے + کایا پٹ کر دیتی ہے + خدا تک پہونچ کے جواب لے آتی ہے + اسی واسطے ایسا کہا جاتا ہے کہ ۵

بترس آذ آہِ مظلوماں کہ ہنگام دعاء کردن اجابت از درتق بہر استقبال می آید

کہ ان سب باتوں کا علم اس علیم کو قبل از نشئت ہے + کہ میں اس ترکیب سے اجابت دعا کر چکا ہوں + پس جو اچھی بات اُتر جائے وہ بڑی بات ہے + وہی جادو ٹونا ہے + اسکی بڑی قیمت ہے + اگر اختیاری ہو تو اسکو زورِ باطنی سے تعلق ہوگا + کہ اس زمانہ کے مطابق اس کا کرتوت جو ظاہر اخلاف اُفق ہوتا ہے ظاہر ہو جاتا ہے + جبکہ حجرہ وغیرہ سے تعمیر کرتے ہیں + جس کے اور اک میں عقل بشری عاجز ہوتی

ہے۔ اس کو یوں سمجھنا چاہئے۔ کہ جب روح مجسم ہوتی ہے تو فرشتہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ وہ بھی ایک عالم ارواح کی طرح ایک محض مخلوق ہے۔ اس میں بھی روح ہے۔ تو جب فرشتہ مجسم ہو سکتا ہے + تو اللہ تعالیٰ قدیر ہے + پس ایسے آدمی کے بارہ میں خدا معلوم کیا جھید رکھ چھوڑا ہے جو سمجھ میں نہیں آتا۔ لہذا اسی قدر سمجھ لینا بھی ایک قسم کا سمجھ جانا ہے۔ بنا بریں ۵

حمد از برائے ذاتِ خدا کے وحید ہے	لغت از برائے ذاتِ رسولِ مجید ہے
مدح و ثناء ز بہر شہنشاہِ عادلین	ایسا وہی ہے شاہ جو اُس کا مرید ہے
وہ دشمنِ خدا پہ کبھی مسلمان نہیں	یہ اُس کی شان سے تو نہایت بعید ہے
لیکن جو نام کا ہوا امام اور پیشوا	سمجھو برائے نام ہے ورنہ پلید ہے
لو کھلک آ سخی سے ہی میں نے لکھ دیا	یومِ اکید آئے تو باشِ شدید ہے
وہ آگیا زمانہ سو تم لوگ دیکھ لو	یہ کبھی یہ کھدو وعدہ کے پیچھے وعید ہے

تو وعید انہیں یا ترین تساح الاسرار کے لئے ہے کنہی سے دشمنی رکھتے ہیں + تصادمِ موجین سے جو تار وافر ہونے والی ہے اس سے نافل ہیں + اور وقتِ سرور ہے + آتشین انجنِ فرار ہو جائینگے + لہذا آتشِ برسیگا + گرم فوسے اڑینگے + نارِ تنور تک مجسم ہو جائینگے۔ آئندہ لوٹا جانے کو رہ جانے دھوکھنے والے کی بلا۔ اُسے جانے + پس میں نے صاف صاف کہہ دیا کہ نیکی کے پیچھے پڑو + برائی کے پیچھے نہ جاؤ + اس کا حصول اس طریق کی تعلیم پر جو میں بیان کرتا ہوں برآسانی ممکن ہوگا۔ وہ یہ ہے کہ پہلے اپنے زمین کی جگہ پر غور کرو کہ کس جگہ ہونا چاہئے + جس سے آرام پہنچے + تو وہ غالباً دریا کا کنارہ اور پہاڑ کا دامن اور سرا بہتر ہوگا + مگر مصلحت سے کہے لئے اس قدر گنجائش نہیں رکھی گئی ہے + اس لئے اس کے بعد جو چاہی جگہ ہو سکتی ہے۔ وہ پتھر ملی جگہ ہوگی + اس کے بعد زراعت والی جگہ جو بالکل سطح مٹی ہوتی ہے + تو اب مکانِ ہماں بنایا جائے وہ پتھر رہتے ہوئے اینٹ سے نہ بنایا جائے + اینٹ رہتے ہوئے مٹی سے نہ بنایا جائے بلکہ مٹی۔ اور لکڑی سے بالکل نہ بنایا جائے۔ اگرچہ سرد و گرم کیوں نہ ہو + پھر اس میں جہاں لکڑی کی ضرورت ہو وہ چند متفقِ حطب شناس کی رائے کو پاس ہو کہ زمین نہ ہو + لکڑی پر کسی ایسی چیز سے وارنش ہونی چاہئے کہ قالین و ریشم کی خاصیت پیدا کرے کہ سرخِ لوزخ نہ ہو + جیسے موم جامِ پانی کو روکتا ہے آگ کو روکے۔ آگ سے احتیاط لازم ہے + وہ ہے پیش کی چیزیں جو سب صاف و شفاف ہوں + مکان بہت ہی بہت کشادہ ہو اور ہونا چاہئے + درجوں میں کٹھن سے ہوں کہ بچے نہ گریں + جا بجا کچھ گل و ریحان کی بھی گنجائش ہو سکے + تمام برآمدہ پرسلسل پھولوں کے

پہنچے

ہر جگہ سے لکڑی نہ لے کر

کو نڈے ہونا چاہئے + باور چھانہ سب ستھالی کمرہ سے جدا ہونا چاہئے + چولہا اس میں شش کا ہونا چاہئے +
 کدھوال کم ہو + اس پر دو آہنگ بھی ہو + کوٹنے کاٹنے - پینے پانے کے لئے مشن ہو کہ کسی طرح آواز
 نہ آئے + آواز روکنے کے لئے اکثر روبر کا استعمال ہو + پائینا نہ بہت فاصلہ پر ہو - کدوں کے متعلق کی
 کوئی بات احاطہ پینا نہ سے باہر نہ جائے + اس کی فٹائل وغیرہ سے ایسی سخت صفائی ہونی چاہئے - کہ
 دہاں داخل ہونے پر بھی بدلو نہ ہو + خراطین و ہزار پاؤ گس وغیرہ کی گذر نہ ہو + کہ وہ کسی حصہ جسمانی کو مس
 کر سکیں + یا دہاں سے بھل کر کسی چیز کو مس کریں - پینا نہ کی ساخت اور دہاں کے روشنی کی جگہ ایسی نہ ہو
 کہ کسی کی باہر چھپائیں آسکے + مکان میں کسی جگہ سیاہی نہ ہو - صاف ہو - شون ہو - نینت و آرائش ہو
 مکان میں داخل ہوتے ہی آدمی کی توجہ صفائی پر پڑتی ہے + صفائی میں ایک خاص قسم کی کشش
 ہوتی ہے جس سے جی خرش ہوتا ہے + اس لئے جس قدر مکان میں چیزیں ہوں - سب صاف ہوں + کوئی
 برتن بدلتی نہ ہو + کوئی کپڑا میل کچلا ادھر ادھر نہ پڑا ہو + میلا کپڑا رکھنے کے لئے ایک خاص کمرہ ہونا چاہئے +
 دہاں بھی کسی خاص چیز میں چند ایام کے لئے رکھنا چاہئے ہمیشہ نہیں + معمولی دقت پر دھوبی آنا چاہئے -
 کہ فوراً سپرد کر دیا جائے + جس چیز کے رہنے کے لئے جو جگہ مقرر ہو - کام میں لانے کے بعد وہیں پر رکھو +
 گھر میں سر راج الاٹھاب چیز نہ رکھو + گیا سلیٹ کی حفاظت کرو + نہ ہر ملی چیز یا ہتھیار نہ رکھو - گھر
 میں کسی جگہ چیچر نہ ہو + اس سے مرض پیدا ہوتا ہے + مچھر وغیرہ پیدا ہوتے ہیں + مکان میں مکڑی
 چھپکلی کھٹمل - مچھر چوہا نہ بولانا عود و ادھر چندن - اگر بتی اور دیگر اقسام کے خوشبو وغیرہ سے
 گھر بھر کو بخور دو + گھڑا - صراحی سیلی نہ ہو + پانی منقطع ہو + زمین کا جھاڑو اور ہونا چاہئے فرش کا جھاڑو
 اور + جھاڑو سو بربودینا چاہئے + کوٹا اگر کٹ ایک جگہ جمع کر کے باہر رکھ دینا چاہئے منسل والا بجا بیگلا +
 نازک بنیر کے لئے مرچیں - برش اور کوئچی وغیرہ ہونی چاہئے + بسترہ تکیہ سب صاف ہونا چاہئے +
 ایک سوفا پر دو آدمی نہ سویا کریں اگرچہ وہ میاں بیوی ہی کیوں نہ ہوں + کیونکہ یہ نفرت و حرکت ہے +
 سر بالین اوگالہ ان مصفا ہونا چاہئے + کہ فجر کا لعاب دہن فوراً اس میں ڈال دیا جائے + ادھر ادھر
 کی سطح خراب نہ کی جائے + ایک ہی کمرہ میں بھیڑ یا دھان لوگ نہ سوتے جائیں + ایک کمرہ میں دو آدمی
 بس کرتے ہیں + کیونکہ کمرہ میری اصطلاح میں سات یا پانچ گز طویل و عرض کو کہتے ہیں + اس لئے
 مکان میں بحر - پینا نہ و پیشاب خانہ کے سب کمرہ ایسی ہی ہونا چاہئے + ہر ایک کمرہ عمر بھری کے لئے
 مخصوص ہونا چاہئے + اس سے مطلب یہ ہے - کہ عورت کا جدا مرد کا جدا + عورت کا کمرہ مرد کے کمرہ
 سے دور ہو + مضجع الگ ہو + ڈرائنگ روم الگ ہو + مشغل اور آفس الگ ہو + ملتی یعنی

ملاقات گاہ غسل خانہ وغیرہ جدا ہو + ایک دوسرے زائید ہو شاید کوئی مہمان آجائے + اور موسم کے لحاظ سے سب چیزیں مہیا ہوں + نل بے سبب نہ کھلا ہے۔ کہ اسراف آب ہو + انکی آواز سے لوگوں کو تکلیف ہو + اگر مکان چند منزلہ ہو تو اس میں زربان و سلم بالاربا دونوں ہوں تو بہتر ہے۔ طیرھی اس طرح نہ چڑھو کہ سانس پہل جائے۔ زمینہ ربر سے منڈھا ہونا چاہئے۔ کہ آواز نہ ہو سب مکانات و حجرے ملج اور بند ہی میں مساوی ہوں + اوپر کی چھت پر اسطوانہ و بیرق چلیپہ نمارح ہلال و نجم ہو + اس میں سلاخ بکلیش ہو + اگر مکان میں کسی کو نہ پر بیرق ہو + گویا ب کی رحمت اللہ علیہ عیش سانی کے شان میں جلوہ گر ہونا چاہتی ہے + کہ بلا تفریق این و آن سب کے لئے عام حکم دیا جاتا ہے + کچھ خیالی پلاؤ نہیں۔ دو لھا دولہن کے شادی کا دن ہے۔ دونوں یہ کرنے کو آئینگے + اس میں ممکنات و ناممکنات کے بحث کی حاجت نہیں حکم دینے والا جانتا ہے پس جو کہا جاتا ہے اسکو سنو + کہ یہ ایسے قسم کے مکانات کی ساخت شہری و بازاری طریقہ پر بتلایا گیا ہے + اگر صحن باغ کے ساتھ ہو تو وہی کوٹھی کا رنگ ہونا چاہئے + ہر مکان میں دروازہ پر بڑے بڑے دیوار گیر ہوں + اس میں شیشہ کا استعمال لال اور سیاہ تر ہوگا + کوٹھی کے متعلق اصطبل۔ چڑیا خانہ۔ کتا خانہ۔ بلی خانہ وغیرہ وغیرہ سب اپنے اپنے موقع پر ہوں پیچا نہ میں قدمچہ ہو۔ تو ایک قدمچہ پر دوسرا نہ جائے + ایک پرتابی اور کوٹھ میں دوسرا نہ جائے ہالی بغیر حکم آقا سی کو ایک پھول نہ دے۔ موٹ جاندار سے نہ کچھوائے جائیں + اختیاری بکلیش پنکھا سے کچھوایا جائے + کوئی لب چاہ بیٹھا ہو تو اچانک پکارا جائے + کنواں میں زمینہ یا جگہ ہونا چاہئے + وقت کی پابندی ضرور ہے + علی الصباح اٹھنا چاہئے + کچھ ورزش کرنی چاہئے + ٹھنڈا یا گرم پانی صبح و لگا کر بہت اچھی طرح غسل کرنا چاہئے کہ بدن میں چکنائی اور خارش نہ رہے + حمام میں عورت و مرد کی جگہ جدا ہو۔ عورت کو عورت غسل مے اور مرد کو مرد + سب کا جھانواں اور کیسہ جدا ہو + روغن و عطریات سے صفرح ہو کر صاف راستہ سے جہاں گرد و غبار نہ ہو میل دو میل پیدل گزرنا چاہئے + کھانے میں بادی و قابض۔ نفاخ و ثقیل وغیرہ سب کا خیال چاہئے + کھانے میں لالچھی۔ اور دیگر اقسام کی طبیات چیزیں آمیزش کرائی جائیں کہ اس سے خوشبوئی آئے + کھانا کوئی نہ جو مٹھائے کھانے پر رکھی نہ بیٹھے + کھانا تعریف کر کر کے نہ کھاؤ + سالن میں گھی کی چکنائی اور بد بوئی مطلق نہ ہو + غذا اچھی ہو کہ خون و تخم اچھا ہو + تاکہ اولاد اچھی ہو + کھانا تیار ہو جائے۔ جب ہاتھ دھو کر دسترخوان پر بیٹھو + موسم کے مطابق اچار۔ مرچا۔ چٹنی۔ سرکہ۔ پودینہ۔ کیوڑا۔ گلاب۔ حلوہ۔ میوہ جات وغیرہ وغیرہ استعمال کرنا چاہئے کہ یہ کثافت دہن کو صاف کرتے ہیں۔ غلاطت کے مشابہ کھانا نہ کھاؤ + زبان نہ بٹھاؤ۔

بے انتہا

بھاف ہونا چاہئے + پانی خراب نہ ہو + کنواں آدھیرے میں نہ ہو + تنگ نہ ہو +

گٹھلی سمیت کوئی چیز نہ کھاؤ + کھانے کے بعد اسی طرح کی کچھ خوشبو چیز استعمال کرنی چاہئے۔ فرش پر کھانا عیب نہیں مگر دسترخوان ضرور ہو + جو بالکل صاف ہو + کرسی پر بھی بیٹھکے کھانے میں عیب نہیں + کھاتے وقت میز و کرسی پر کٹہنی نہ رکھو + روٹی بائیں طرف رکھو + اس کو دانت سے نہ کاٹو + ایک صاف توال گود میں رکھو + کھاتے وقت منہ کی آواز نہیں آنی چاہئے + منہ بچاڑ کے لقمہ نہ لیا کرو + منہ بند کر کے چباؤ پھر کھاؤ + کسی چیز کا کاٹنا نہ چھو + کسی کے کھانے کی طرف نہ دیکھو + نہ چپ چاپ سر جھکا کے کھاتے رہو + سب کھاتے ہوں تو کھاؤ آگوجھ بکا دل کے ایک بھی چپ چاپ بیٹھا ہو تو نہ کھاؤ + پہلے نمکین لقمہ + کھانے میں ہاتھ نہ جھاڑو + انگلی یا رکابی نہ چاٹو + رکابی کتے چاٹا کرتے ہیں نہ آدھی + بڈی نہ چسو + چٹائی ہوئی چیز اتنگی سے نکال کر نہ کھایا کرو + ہاتھ میں لقمہ لیے گھنٹوں بائیں نہ کرنے لگو + اگر منہ میں لقمہ ہو جب بھی بائیں نہ کرو + بہت بڑا لقمہ نہ لو + نہ جلدی جلدی کھاؤ + کہ حرص معلوم ہو + جو کھٹی انگلی سے کوئی چیز نہ چھوؤ + روٹی میں انگلی پونچھ پونچھ کے نہ کھاؤ + ہر ایک کا گلاس جدا ہونا چاہئے گلاس کو گندہ نہ کرو + گلاس بائیں ہاتھ سے پکڑو + پانی اور شور بہ پینے میں آواز نہ ہو + جو ٹھاپانی ہرگز ہرگز نہ پیا کرو + نہ پیشاب پیا کرو + ایک برتن میں ہرگز نہ کھاؤ + کھانے کے بعد اچھی طرح سے ہاتھ منہ دھوؤ۔ کلی غرارہ کرو + مگر دانت کسی کے سامنے نہ صاف کرو + کھانے کے بعد جو صاف لقمہ ہاتھ منہ دھونے میں متعمل ہو اس سے دس پانچ دھو لیں تو کچھ ہرج نہیں + لیکن نہ دھوئیں تو اچھا ہے + بعد از تناول طعام پیل کے طور پر دل خوش کن بائیں ہونی چاہئیں + فوراً کھا کے پھر نہ کچھ کھانے لگو + نہ چنداں بخور کر دانت برآید نہ چنداں کم از ضعف جانت برآید

پان کی طرح بیکار کوئی چیز نہ چب تے رہو۔ کانٹے پھری کی آواز نہ آئے + رات کو ایسے وقت سونا چاہئے کم از کم چھ گھنٹے سونے میں صرف ہو جائیں۔ مکان میں شفاف سجلی کی روشنی ہو تو بہتر ہے + سوتے وقت خطرہ ناک روشنی نہ جلتی ہے۔ مضحج میں گزند و درد و ہیبت ناک تصویر نہیں ہونی چاہئے + بلکہ مکان ہی میں نہ ہو تو بہتر ہے + ناکہ حاملہ عورت کی نظر نہ پڑے + مکان میں اچھی تصویر ہونی چاہئے + سوتے وقت بڑے خیالات نہ ہوں وہی خواب ہو کر ڈرائیگے یہی ہمزات الشاہین ہیں + سوتے وقت جو آدمی کچھ خیال کر کے سوتا ہے تو وہ خیال بڑا پراثر ہوتا ہے + چنانچہ بچے سبق پاؤ کرتے کرتے سو جاتے ہیں تو تادم بیداری اُنکے روح اسی شغل میں مشغول رہتی ہے۔ کہ وہ اُٹھے ہی اپنا سبق بہت حافظیں گٹھا پاتے ہیں + اسی طرح سوتے وقت اگر کوئی بزور یہ خیال کر لیتا ہے۔ کہ اے کاش کہ میں فلاں وقت اُٹھ جاتا۔ تو برابر اُٹھ جاتا ہے + اگر یہ خیال کر کے سویا کرے کہ عالم میں

۳۷۴

۳۷۴

خدارسیدہ کون ہے جس کے ذریعہ سے ہم خدا تک پہنچ سکیں تو روزے از روزہ کا روح اس سوال کا جواب بھی پورا کر دیتی ہے۔ کہ خدارسیدہ کو مبتلا دیتی ہے۔ تو اگر اُسکی صورتِ بادر ہے تو اُسکو اپنے دل میں گامٹھے ہوئے سوا کرے۔ تو عجیب نہیں کہ اس میں بھی بہت بُری کامیابی ہو۔ اس لئے سوتے وقت اچھے خیال میں سونا چاہئے کہ اگر مر بھی گیا تو اچھے خیال میں حشر ہو گا۔ اگر میاں بیوی میں ملاقات کا ارادہ ہو۔ تو چاہئے کہ امتناعِ حسی و طبعی مانع نہ ہوں اہنی خوینِ زنی کا زمانہ نہ ہو۔ کاشتِ کاری کا پورا موسم ہو۔ دروازہ رہتے ہوئے من و راءِ الظہور مکان میں داخل ہونا داخلِ بیجا ہے۔ ناک کے سامنے صراطِ مستقیم ہے۔ اسرافِ بیجا نہ ہو۔ وہ آبِ حیات ہے۔ اُس میں جو ہر زندگی بھرا ہے۔ اُس سے ہزار ہا پیدا ہونگے۔ ایک لطف کا نقصان کرنا ہزار ہا کو قتل کرنا ہے جس نے ایسا کیا ہے وہ قومِ مردود ہے۔ ان میں سے اکثر قومِ مجہود ہے۔ دیکھو دمِ حاجت دو میں سے کوئی تالم و توجع میں نہیں۔ دونوں طرف سے خوشی ہو۔ معطر و معطر ہوں۔ نکلت دہانی ہو۔ باجہ کی آواز سے مست ہوں۔ بے پروگی نہ ہو۔ بھوکے نہ ہوں۔ کھانا کھائے ہوئے دو چار گھنٹے گزر گئے ہوں۔ آروغ و بخشونہ ہو۔ بکلی مخطف البصارت نہ ہو رہی ہو۔ چاندنی رات کے اندر زیرِ سمانہ ہوں۔ بہ اناءِ اللیل مضحکات کے طور پر لصد مطارحات و مطایبات پر مذاق باتیں ہوں۔ کبھی پتلوچہ و علیج ہو۔ کبھی تشابک ہو۔ اسی چہرے چھارہ کھیل کلیل کے ساتھ امتصاص و ارتشاقِ لب ہو۔ بوس و کنار ہو۔ ساس بنری ہو۔ کہ آنکھیں نیشل ہو جائیں۔ بدن سہرنے لگے۔ تو قانونِ النیام و فرسودگی مد نظر رکھی جائے۔ جب طرفین سے تجنیس خیالی کا جنکشن ہو جائے۔ تو خود کو بیروج الضم اور بُرجِ جوزا کی شکل پر منتقل کرے۔ جو اپنی حالت معروضی غالب آئیگا اسی جنس کا بچہ ہو گا۔ اگر مرد غالب آئیگا تو لطف منتقل بہ ابن ہو گا۔ اگر عورت غالب آئیگی تو لطف منتقل بہ بنت ہو گا۔ گویا پھل تناڑ اور بل تاڑ کی حالت ہے۔ دونوں نفس اب سے خارج ہوتے ہیں۔ اس لئے باطناً ہر مرد و عورت بھائی بہن اور باپ بیٹی ہو کر قری ہیں مگر ظاہراً اُن شوہر و ان دونوں کے اثر سے بچہ ویسا ہی متاثر ہوتا ہے جیسا کہ اوپر مرغی کے بچے کی حالت بیان کی گئی ہے۔ کہ سفید مرغی سے کالا بچہ ہو گیا۔ تو ماں باپ جس خیال و خصلت کے ہو گئے اُن کا اثر بچے پر پڑ گیا۔ بچہ اپنے والدین کی تصنیف ہے۔ ان دونوں کے خصائل کا خلاصہ مضمون اُس میں ہے۔ مگر وہ اس سے غافل ہیں۔ تصنیف خود کو اُن سے زیادہ جانتی ہے۔ چہرہ اُس کا اُس کتابتِ باطن کا عین ہے۔ باپ علی اور ماں سفلی ہو تو ضرور جناتی اثر پیدا ہو گا۔ کہ دونوں کا کام کرے۔ اس لئے والدین کے خیالات و خصائل اچھے ہونا چاہئے۔ ہر فرع اپنی اہلیت میں متفرع ہوتا ہے۔ والدین کا خلاصہ الکلام

اولاد ہے + باب اکبر ہے۔ ماں صغریٰ ہے = بچہ نیتجہ ہے + اسی واسطے اولد سُرلابیہ کہا جاتا ہے +
 بنا علیہ جدم بچہ ریح حمل میں ہو تو ماں کو چاہئے کہ وہی غذا کھائے جو اُسکو بچپن سے پسند ہے + یا جو
 طیب طیبہ تجویز کر دیں + ایسی چیز ہرگز نہ کھائے کہ بدضمی ہو + یا اسقاطِ حمل کا خوف ہو + یا برا خواب
 دیکھنے کا گمان ہو + جس سے جنین کی صورت ویرت پر حرف آئے + یا دوسری شکل پر منتقل ہو جائے +
 کیونکہ جس طرح آدمی کے پیٹ سے کبھی ابن الغیب بنام عیسیٰ پیدا ہوتا ہے + اسی طرح آدمی کے پیٹ سے
 ابن الشیطان بشکل شیطان بنام مارو ذلک پیدا ہو جاتا ہے + کبھی شکل انسان جو بہت ہی بدخصلت
 بد زبان کلجھا اور موذی ہوتا ہے + اس لئے بہت احتیاط چاہئے + چرکٹ اور سوندھی مٹی نہ کھائے
 بجائے اس کے دو چار دانہ زیرہ یا اور کوئی چیز استعمال کرے۔ مگر حمل کے وقت میں جو اُس کا دل چاہئے
 فوراً کرے + ورنہ اچھا نہیں + یہود و قیام و قعود اور حرکت بیجا کو عبادت نہ سمجھے۔ جیسے گھڑی گھری
 دو چار گھڑی زمین سے ناک رگڑنا + یا دو پہاڑ کے بیچ میں دوڑ دھوپ کرنا۔ جھوم کھیل کھیل کے رویہ
 پتھر کو چومتے رہنا۔ سارے شیاطین کا ایک جگہ جمع فرض کر کے دیوانوں کی طرح اینٹ پھینکتا ان
 سب کا نام حرکاتِ یہودہ ہے + یہودہ سے۔ ہودہ ہدایت کی اسید نہیں۔ یہ ایک قسم کی عبادت
 ایک حکیم نے اس غرض سے بنائی تھی۔ کہ لوگ جو بے انتہا یہودہ کاموں میں پھسے ہوئے ہیں۔ اگر وہ
 سب چھوڑ کر ایک ہی یہودہ کام میں لگ جائیں تو بدرجہا بہتر ہوگا + کہ آئندہ اس ایک سے بھی چھوڑا دینا
 آسان ہو جائے + جس کا زمانہ آگیا۔ پس معنی حاصل ہو گیا۔ عبارت منقطع ہو گئی + لہذا اب ایسے یہودہ
 حرکات سے باز آنا چاہئے + زیادہ روزہ میم کی پاسداری کی جائے یعنی سکوت کی + بل یا اندھیری جگہ میں
 رفع حاجت نہ کرے + تا ولادت ترکِ عشیان بہتر ہے + فعلِ ہذا کی مشن اور دفع الوقتی کا کل نہ
 بن جائے + جو لان الہوم و غوم کو پاس نہ آنے دے + معصوم بچے کے ساتھ دشمنی ہے + جو حاملہ
 عورتوں کو ناراض کرے گا۔ نرا بچہ ملعون ہوگا + اُس سے بدلت بدل لیا جائیگا + کتنا ہی عبادت کرے
 قبول نہیں + اس سے یہ بھی غرض نہیں کہ حاملہ شیرِ غزال ہو جائے + اگر ایسا کرے تو تنبیہ جائز ہے +
 حاملہ کو چاہئے کہ اپنے شوہر خواہ چند عورتوں کے ساتھ باغ و بخشا دریا اور اچھی جگہ کی سیر کرے +
 کچھ قفس میں کنیر مخفی نہ بنی رہے۔ وہ حرام زادے ہیں جو اپنی جور و بیٹی سے بدگمان ہو کر بس یہیجا
 کرتے ہیں + اور ظن المؤمنین خیر اکادم بھرتے ہیں + جس قدر جلد ممکن ہو یہ عالم بدرکئے جائیں + حاملہ
 حتی الوسع زینہ پر نہ چڑھے + اگر چڑھے تو چھ سات مہینہ کی حاملہ ہونے تک + وہ بھی آہستہ آہستہ چڑھے +
 آگ کے پاس زیادہ نہ بیٹھے + غرض کہ جتنی اچھا کھائیگی اُس پر اچھی گرمی پہنچائیگی۔ اُسکے لئے اچھا دودھ

تیار ہوگا + اندراجی خوراک پہنچگی + جقدر اچھا خیال کرے گی اُس پر اچھا اثر پڑیگا + جس قدر اچھی چیز دیکھے گی اسی قدر اُس پر اچھا اثر پڑیگا + تو اگر بہت اچھی تصویر رکھنے کی ہدایت کی جائے تو اُس میں چند نقائص پیش آتی ہیں منجملہ ان کے پہلے تو یہ ہے۔ کہ بہت سے مرد وہ لوگ تصویر رکھنا حرام سمجھتے ہیں + کہ جیسے سب پیشہ حلال ہے ڈکٹیٹر حرام + سب کام کر سکتے ہیں سکھ سازی نہیں کر سکتے اسی طرح تصویر سازی حرام ہے + تو وہ حرام کے بچے یہ نہیں سمجھتے کہ کوئی چیز تصویر سے خالی نہیں مثلاً اگر کوئی چیز کاغذ پر شکل بشر بنائی جائے تو اسکو تصویر کہینگے + اگر وہ تصویر عکس کشی کے ذریعہ سے ہو تو اسکو یا جوج کہینگے۔ اگر کپڑے کی ہو تو لعبت کہینگے + اگر لکڑی کی ہو تو لہیم کہینگے + اگر کچی مٹی کی ہو تو جبت کہینگے + پختہ مٹی سے بنی ہوئی ہو تو طاعت کہینگے + پتھر سے بنی ہوئی ہو تو ضم کہینگے + اگر سایہ ہو تو ظل کہینگے + آنکھ میں عکس ہو تو انسان کہینگے + وہ انسان لحم ہو تو بشر کہینگے + حواس شکل پر نہ ہو اسکو دشن وغیرہ کہتے ہیں۔ پھر وہ اگر جاہو یا کعبہ + غرض کہ تمام اشکال کا نام عالم مثال و تمثال ہے + تو سارا کائنات عالم تمثال ہے۔ ان سب کو دیکھنا بُت پرستی ہو جائیگی + ہر ایک چشم۔ خاندہ سیدان بنجائیل۔ کہ سارا عالم اُس میں تمثال لارکھا ہوا ہے + جہاں صور علیہ ہو وہ ایک دم بتکدہ ہوگا + لیکن کچھ بھی ہو۔ سیدہ پتھر سے تو بدرجہا افضل ہوگا + مگر سب افضل ہر ایک کی خود وجود ہوتی ہے + کہ سب اسی وجود کے لئے چاہتا ہے۔ توجہ اسکی وجود ہی نہیں تو کچھ نہیں + پس ہر چاہنے والا خود کو بہت چاہتا ہے + تو بہت ہی چاہنے کا نام پرستش ہے + اس واسطے سب خود پرست ہوئے + لہذا زندہ بُت پرست ہیں + وہ بُت پرستی سے نہیں چھوٹ سکتے + آئینہ ضرور دیکھتے ہیں اُس میں بُت ہی کی شکل نظر آتی ہے + کوئی رقیق چیز دیکھینگے تو بُت کی شکل نظر آئیگی + اگر کہیں عبادۃً بیہودہ قیام و قعود کرنے کو بیٹھ جائینگے۔ تو ضرور ہے کہ اپنی دینی ہدایت کے مطابق۔ اپنے مالک کو سامنے سمجھیں = ادر مالک کی کوئی وجود نہیں محض عن الوجود ہے = تو پھر کس طرح مالک کی تصور ہو سکتا ہے؟ اگر سامنے کی کسی چیز کو قرار دیتا ہے = تو پھر وہی بُت اور دشن پرستی ہو جاتی ہے + اگر تصویری کوئی تصویر قائم کرتا ہے۔ تو یہ بانی بُت پرست ہوتا ہے + اگر مالک کا خیال کر کے نہیں عبادت کرتا تو پھر کیا جھوٹ موٹ پڑھ پڑھ کے بیہودہ حرکات کا ترکیب ہوتا ہے + کہ ترکیب اور عدم ترکیب دونوں مساوی ہیں + اگر ان سب باتوں میں کچھ بھی نہیں ہے۔ تو یہ کم پرستی بھی ہی بیہودہ حرکت ہوئی + اسلئے ایسے مادر بخلا۔ مردود۔ حرام زادی قوم محمود کی باتیں نہ سنو + اسکو بہت جلد عالم بدر کرتا چلے + یہ ترقی و آزادی میں مزاجم ہوتی ہے + یہ نہیں چاہتی کہ لوگ قید و بندگی سے آزاد ہو کر خانی روح اللہ ہوتے ہی مطلق ہو جائیں +

غلام کا آواز کرنا گناہ سمجھتی ہے + گویا نقصان پہنچاتی ہے + نقصان رسانی بیدینی ہے + پس عکس کشی و نقاشی وغیرہ سب جایز ہے + فوٹو سے ڈاکٹری میں ترقی ہوتی ہے + بچوں کو سارے رنگ پیاں کا فوٹو کچھ کے بتلا سکتے ہیں کہ جلدی سمجھ میں آجائے + فوٹو سے نباتات و تخم نباتات کی حالت دور سے سمجھا سکتے ہیں + علم حیوانات میں تمام حالات حیوانات معلوم ہوتے ہیں + فوٹو سے کیشنگ کی وجہ تمام فہرست اشیاء کی حالت معلوم ہوتی ہے + اور یہ سب حرف و الفاظ نفس و نگار وغیرہ فوٹو ہیں + فوٹو نہیں رکھنے کی ہدایت کرنی گناہ ہے + پس چلو اچھٹند کہ یہ قباحت دور ہوئی + لیکن اب یہ قباحت پیش ہے + کہ فوٹو سے کس خوب صورت اور خوب سیرت کا فوٹو نظر رکھا جائے + کیونکہ از روئے قواعد تناسخ و قانون فطرت اکثر یہ دیکھا جاتا ہے کہ بہت سے خوب صورت ہیں مگر اس قدر مفلس ہیں کہ مفلسی کے مارے کھوڑے ہی روز میں مریض ہو کر بدمصرت اور بدسیرت ہو جاتے ہیں + کہ یہ سزا دایرہ بندہ ہے + اسی طرح کبھی ایسا دیکھا جاتا ہے کہ دولت مند ہے مگر بد صورت ہے + کسی کو دولت اور صورت دونوں ہیں - مگر سیرت نہیں + کسی کو اگر تینوں ہیں تو علم و عقل نہیں + جس کو چاروں ہیں تو تندرستی نہیں + جس کو پانچوں ہیں تو قرضدار ہے اگر قرضدار نہیں ہے تو اولاد نہیں + اگر اولاد ہے تو بالکل خراب ہے + کسی کو کچھ بھی نہیں ہے + غرض کہ کسی میں ایک صفت ہے کسی میں دو - مگر ایک دولت دوسری دولت کو کھینچتی ہے + اس واسطے کسی قدر بالیدہ اضافہ ہو جاتا ہے + کہ وہ کسی جگہ مجتمع ہو کے بھی نمایاں ہوئی ہے + لیکن بالکل شافہ نادر + مگر وہ بھی کسی نہ کسی بلا میں مبتلا رہتا ہے + تو گویا ایک صفت حاصل ہونے میں بہت سے بیلیات کا سامنا ہوتا ہے + تو جس میں از جزو تامل صفات و اوصاف ہوں علی کل شئی قیروں - تو اسکو از جزو تامل بیلیات کا بھی مقابلہ کرنا پڑیگا + ممکن ہے کہ خد کو قربانی دینی پڑے + کیونکہ یہی اسکی قیمت ہے + جیسی دولت و حیثیت دینی قربانی + تو اس کو ایک ہی نے ازل سے ابد تک کے لئے خریدا لیا ہے - کہ اب کوئی ٹھیکہ بھی نہیں لے سکتا - اسی خریدار کو روح اللہ کہتے ہیں + تو اللہ کی روح ایک ہی ہونی چاہئے نہ کہ کورہ کر دے تو جو چیز بہت اچھی ہوتی ہے بہت تھوڑی ہوتی ہے + جیسے لائق کم ہیں لائق بہت زائد + روح اللہ چونکہ بہت اچھا ہے اس واسطے بالکل ایک ہی ہے + تو اس وحدہ لا شریک مجسم کی تصویر سب کے سامنے رہنی چاہئے + اور اسی کی تسبیح و تہلیل ہے + گویا ۔

مصحف رخ کی تلاوت ہی میں ہر تمام اللہ ہر ایک کے آگے یہی فرمان رہے
خضر صا حامدا و زچہ و سچہ کے آگے ضرور رہنا چاہئے - کہ اس کے مکر لہ کرنے سے الود گونا گونا گونا گونا

ہوں + اور یہ عشقاً ہونا چاہتے تھے امتحاناً + اس سے بچے پر بہت جلد اثر پڑیگا۔ اگر وہ آگے چل کر کوشش کریگا تو اسکو فنا فی روح اللہ ہونے کا طریقہ بہت جلد بہ آسانی معلوم ہو جائیگا + الوفا الیف جو ب رجب بنجا بیگا + لیکن اس سے یہ مقصود نہیں کہ کوئی یہ سمجھے کہ کیا یہی مہیکل اللہ ہے۔ جس میں روح اللہ تھا + کیا اس سے اور اعلیٰ بنا کے نہیں نازل ہو سکتا تھا۔ تو اعلیٰ سے اعلیٰ بناتے ہوئے چلے جانے پر بھی یہ کہنے کی گنجائش باقی رہیگی + لہذا یہ سمجھ لینا چاہئے کہ جیسے اس کی بے شمار مخلوق ہے کہ کوئی شمس اللہ کی جاتی ہے۔ کوئی قمر اللہ۔ کوئی ارض اللہ۔ کوئی شیطان اللہ وغیرہ وغیرہ اسی طرح یہ ایک مہیکل اللہ ہے ورنہ وہ روح و مہیکل سبک بری ہے + صرف اپنی ذات سے منسوب کر رکھا ہے + کہ اس منسوبیت کی سبب و حقیقت اس میں شجرہ ناکا مفہوم بھی پیدا ہو گیا ہے۔ فرموا خدا کہ

برائید نقش رویش دست تقاض ازل نقشہا بر بستہ لیکن مثل او نایافتہ
تو وہ کوئی تصویر ہے کہ اس فرمانِ پالہ میں موجود ہے۔ دیکھ لو + پس یہی ثلاثی مجر و قابلِ ستایش ہے + یہ فوٹو اس طرح سے جاب اللہ ہے جس طرح سے نجم فوٹو بنام بشر جاب اللہ ہو سکتا ہے + پس اس میں وہی حقیقی و مفہوم و تصور رکھے گئے ہیں۔ کہ اسکی دستگیری سے انکشافات پیدا ہوں۔ کہ فنا فی روح اللہ ہونے کا طریقہ ہے + اس سے فنا ہونا ہونے آدلا + اس کی تاثیر خدا سے زیادہ ہوگی۔ جو کائنات کیستی سے فنا نہیں ہے۔ چنانچہ اسکی تعریف کی کچھ انتہا نہیں + ملحم اور نجم ہونیکے مطابق دینی و دنیوی جسمانی اور روحانی سب طرفوں کی تعریف بے انتہا ہے ان میں سے ایک شانہ دنیوی تعریف یہ ہے کہ

شجاع مہر تاباں کا اگر مسطر بیس ہو	لکھیں قرطاس زریں پر کہ ہر اک لفظ اختر ہو
جو خط استوا اس دقیر طولی کا مسطر ہو	وداتِ حلقہ ارض و سما میں کلک محور ہو
اگر وصف و ثنا لکھنے میں خاموش زرگر ہو	یقیناً نقطہ حرفِ ثنا مضمون کا زیور ہو
جلیل القدر رجب اتنا بڑا خاتمان و قیصر ہو	نہ کیوں دنیا میں قوم اسکی ہر اک بارگور ہو
نریاں ہو فریاد ہو سلیمان شانِ مقدس ہو	تمہیں موصفت انگن ہو ہمار ہو دلاور ہو
اگرچہ لاکھ لاغر ہو مگر بھر چھی غنیمت ہو	نگاہائے زمین و آسمان اگر چہ دمچھر ہو
عروسِ بخت و دولت و عزت شوکت کا شوہر ہو	ہر اک جا قوم دیگر ملک سے جبراً مسخر ہو
تہوڑ میں سکندر ہو دم پیکار حبیب رہو	غرض اک آں واحد میں تہ نشیر خیر ہو

مظہب ہو معتمد ہو مطہر ہو
ہر اک داد کا داد ہو ہر اک فسر کا فسر ہو
بخوبی اور آیانی شہیر مہیت کشور ہو
اگر ظاہر میں یہ ہو تو خدا باطن میں یاد ہو
سماں و نجم و عرش و قدرت و اللہ اکبر ہو
مسیح ابن مریم ہے نہ کیوں بڑھے منور ہو
مگر اقلیم مضمون ثنا کا وہ مظفر ہو
غزارہ کے لئے چلو میں پہلے آپ کو تر ہو
تو فقاشی میں عاجز ہو نہ کال اس کے کچھ ہو
کہ وہ تصویر اس کے حق میں افوں اور فتر ہو
تو کیا اس سیم تن کے واسطے سونیکا بستر ہو
کہ گو یا چتر زر پر چتر خنجر بنکے جھال ہو
اگر گھٹنا سے نیچے ہو تو پھر دمدار پیکر ہو
کہ جیسے رات دن کے دریاں ابر مکر ہو
نہ کیوں گا دزمین و ثور و قوس حنچ ناگر ہو
کہ ہر برگ و براسکی صفت کا ایک دفتر ہو
کہ گر کھپیں تو حد گیتی و عقبی سے باہر ہو
خصوصاً جس طرف سے انکی ضدیں بند و پھر ہو
پلٹ کر آدمیت وہیں بے دم کا بند رہو
کہ پو بارہ ہر اک کے واسطے دن رات گھر ہو
کہ باب اس کا کلیجہ ہو تو جب نشہ برابر ہو
کہ بھیجا سر کا آٹا ہو بغا بالوں کا چوکر ہو
تپاک اتنا پڑھے اس کا کہ لوگو رات دن ٹوہو
نہ تن پر اس کے کپڑے ہو تو پھٹ پھر ہو

مظہب ہو مکرم ہو مغفم ہو مطہر ہو
ہر اک سر بر کا سر ہو ہر اک سرور کا سر ہو
اور اس کی تاج حکمت میں پر ناموس اکبر ہو
ہمیشہ قوت بازو و حامی اس کا نیچر ہو
یہ جب تک بحر و بر ہو یہ خلاؤ فہر الٰہ ہو
اسی کا دار و درہ ہو اسی کا ذکر گھر گھر ہو
سر پا گر لکھوں اس کا سراپا کلام جو ہر ہو
بھلا تعریف ایسے سرور عالم کی کیونکر ہو
اگر ہزار دہائی سا کوئی فوٹو گرافر ہو
مجازی طور سے پھر بھی اسی کا رشم گھر ہو
سر پا حسن پر جس کے جوہر بھی پھلدار ہو
رنج پر مہتاب جانان پر نلک بالونکی گھونگر ہو
بکھر جائے تو بدنی ہو سٹ جائے تو ازور ہو
نقاب و زلف و رخ تینوں کا یہ انداز فخر ہو
بھلا جب تخم کشت پست بالار یک اختر ہو
پھر اسکے بعد وہ غفلت اندر سے باہر ہو
ربر کی طرح سے ہر برگ بریں صفت یکسر ہو
عدو اس کا ہی ہو گا جو ملحوں سے بھی بدتر ہو
کہ مسخ و نسخ ہو کر خمر ہو یا بے سم کا پھر ہو
یقیناً چرم و عظم خضم وہ پاسا اور چور ہو
اور اس کا خون بادہ ہو پیالہ کا ستر ہو
اگر حینا ہے موزی تو سر پر اسکے نہنر ہو
نہ وقعت ہو کہیں انکی - ایک جا چھپند رہو
برہمنہ سر برہمنہ پارہمنہ ہوشش اکثر ہو

اگر حوت فلک بحر معلق میں شامور ہو دہاں تک بولیں انکا جب پونچے تو چادر ہو اگر منظور ہو چلنا چلو اگر پر ہو نہ تم پھنسی کو کھلاؤ کہ پھنسی سے بھگند ہو اگر چنچر لٹکے کا جو لٹری پچر ہے آساں ہے گر آو سر دسرا ہو تو سوزِ قلب گرما ہو کہ جس کا گنبد گردوں حباب بحر چشمہ ہو اگر بجتے ہیں بکنے دو کہ کیا بکنے سے ہوتا ہے جو ہر اک فتنے پہ قادر ہو تو کیسے کوئی پچا اگر وہ لفظ کُن کدے تو دیکھو انقلاب ایسا بسالت بر جبارت در حرارت گر شجاعت کمانِ میائے سنجی میں الف کب تیرا ہو گا رکھو تصویر بھی کورگ پے میں دل جانیں کہ بچیا ہی ہے عیسیٰ اور روح اللہ علیہ السلام	تو اہل السبت کے آگے ہر اک دن بس سچ ہو شکر بروجِ آبی میں کوئی بحری پیہر ہو کہ سینہ سارے دشمن کا وہیں جھلکے ساد ہو اگر تل حد سے بڑھ جائے یقیناً تل ہے ارہر ہو مگر لازم ہے پھر بھی کوئی اک ناطق گرامر ہو خرانِ غم سے دونوں چشم دشمن کی پختہ ہو نظام خیز و موج انگیز و دریا ریز ساگر ہو ہے ان کا بول کیا جس طرح خالی کنستہ ہو پھر اُس میں کیوں نہیں عالم کا عالم خج و شکر ہو کہ مغرب سوئے مشرق ہو جنوبی سمت تر ہو قیامت خیز و آفت ریز و حیرت بیز محشر ہو کہ جب رفتارِ ملاس پا کے لکھنے میں صبر ہو کہ جس پر سے نزولِ نور روح اللہ اکبر ہو اگر کچھ شک ہو اس میں سارے عالم کا کچم ہو
--	--

تجید

بس روح اللہ کے فوٹو کی پرستش ہرگز غیر از خدا پرستی نہیں ہے + بلکہ اُسکی پرستش نہیں کرنی ہی سہی
ہے + اس واسطے حاملہ عورت ہمیشہ اپنے دل و دماغ میں اس تصویر کو گزرتا رکھے + گویا اسکا مصلوق ہو کہ

۵ دل کے آئینہ میں ہے تصویرِ یار جب ذری گردن جھکائی دیکھی

بچے پر اچھا اثر پڑے گا + جب ولادت کا وقت آئے تو موسم کے مطابق اس کا بند و بست ہو + مکان
دھواں دھار نہ کیا جائے + لوگوں کا مجمع نہ ہو + شور و غل دھوم دھڑکانہ ہو + اچھی قابلیہ یا ڈاکٹرنی حاضر
ہو + بلکلاس معاملہ میں ہر ایک عورت کا فریضہ ہے کہ فنِ تولید و ایلا داد ڈاکٹری میں ملکہ پیدا کرے ورنہ
مجرم قرار پائیگی + دردِ زہ میں تکلیف ہو تو تھوڑا گلِ روغن یا روغن بادام مقامِ معروف پر بنر نی مالش
کرو + اس پاس کوئی مرد نہ ہو تو بہتر ہے + جسدِ بچہ پیدا ہو تو فوراً نرم چیز سے صاف کر دو + بڑی
اُستادی سے ناف کی اصلاح کرو + ادتین بار آہستہ سے اُسکے گوشِ سیار میں یہ کہو کہ (اِنَّ اللہَ
علیٰ العظیم) پھر اسی طرح گوشِ عین میں کہو + کہ یہ آوازہ اسکے نرم دماغ میں اس طرح منطبق ہو جائے
جس طرح فوٹو گراف میں ماسی نرمی کے سبب پچپن کی سب باتیں نقش کا لکچر ہو جاتی ہیں + یہ آواز سب

آواز سے پہلے گوش گزار کرنی چاہئے۔ بچہ دودھ کشی سے ماں کی جوانی اور جو بن کو خراب کرتا ہے +
 بھری محبت و اخلاص کے ساتھ واجباً نہ قبضہ کرتا ہے کہ چون و چرا کی حاجت نہیں + لیکن اگر لڑکا بلا
 اس کا حق پہنچایا جائے۔ تو بے جا منسبیں۔ اس لئے اسکو مجلاب سے دودھ پہنچانا
 چاہئے + کبھی کبھی دودھ پلائے تو مرج نہیں + لیکن جب حاملہ ہو جائے تو نہ پلائے + فوراً حاملہ ہونے
 کی کوشش نہ کرے سب طرح کی آلائش سے بچنے والی + نیا طبع صاف ہو جائے + کم از کم دو تین مہینہ
 تک کسی خاص بات کا ارادہ نہ کرے + کھانے میں احتیاط رکھے + بچہ کو لایم ادگرم جاگھیر وغیرہ
 پہنانا چاہئے۔ کہ صفائی میں دقت نہ ہو + تیل پانی سے اسکی صفائی رکھو + جھولائیں سو لائے کہ سر نہ
 پچکے + علی الصباح اُسٹے کی عادت دلاؤ + روزانہ دونوں وقت اسکو ٹھیل گاڑی میں ہو اور اور
 خوشنما جگہ کی سیر کراؤ + دودھ کا کوزہ ساتھ رکھو + مگر ہر وقت دودھ نہ دو۔ جب تک نہ مانگے + فوراً
 عقیقہ نہ کرو + بلکہ دوا کے ذریعہ سے بال اُس کا اڑا دو + اور گھیس دفن کر دو + ختنہ اور کچھیدن
 کی کچھ حاجت نہیں + مٹھہ۔ پاؤں۔ ناک۔ کان میں زور نہ پہناؤ + اسکو ڈانٹ ڈپٹ نہ کرو +
 اکثر اسکو ہوا حق کہ کہہ کے ہلاؤ + کبھی اسکو یہ کہہ کے لیریاں کھلاؤ کہ + ہوا لہادی ہو لہادی
 لیس لہادی الاھو + بولش ہو اللہ ہو کیچی قل یا ہو + بچوں سے اچھا سبق
 حاصل کرو + کہ غذاؤں کا پختہ جو ایک پانی کے بونہ میں تھا اس میں ظاہر آنے لگتے پاؤں تھے۔ نہ
 ناک اور کان۔ نہ رگ نہ پٹھانہ دل و دماغ نہ عقل و دانائی کچھ بھی نہیں نکد اب کیسا خوش اسلوبی سے
 سانچہ ڈھاسنے ڈھلا ڈھلایا تیار ہوا ہے کہ عقل بشری حیران ہے۔ گویا ماں کا بیٹ ایک ایسا
 ججرہ تخلیق ہے۔ کہ چپ چاپ جو گی نے بونے عبادت کر رہے ہیں۔ جسکے عوض میں شکل و صورت
 ہیکل و کل بجا تاں انعام ظاہر کرنے کے لئے سر بخود اپنی شکل غیر موزون کے ساتھ برآمد ہوتے
 ہیں + تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ جس غذا کی سنت ہماری اصلیت تھی۔ اس سے اپنی صورت
 متغایہ لئے آیا ہوں۔ دیکھ کے جانچ لو + ظاہر ہیں ایک بونہ تھے باطن میں شیکل و صورت
 تھی جس میں کچھ دلیل کی ضرورت نہیں + عیاں راچہ بیاں کا منہ نہ ہوتا ہے + پھر اسکے پیدا ہوتے
 ہی نیچر کی طرف سے آغاز تعلیم کی بنا پڑ جاتی ہے + کہ وہ سب چیزوں کو فرداً فرداً خور کر سکے دیکھتا
 ہے + جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر چیز کو جدا جدا جانتا ہے۔ ذرہ ایک ہی طرف دیکھتا رہتا + مگر
 اسکو حساباً تفریق معلوم ہوتی ہے جو اسکی ساری حرکات سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ کہ وہ دو کو ایک
 نہیں سمجھتا ہے + بلکہ دو کو دو اور ایک کو ایک جانتا ہے۔ تو اب دیکھو اس سے کتنا بڑا سبق حاصل ہوتا ہے

مگر افس ہے اون پر جو کچھ خیال نہیں کرتے۔ اسی طرح اب اسکی دوسری حرکت پر غور کرو۔ کہ وہ سب چیزوں سے زیادہ بلا تصنع رنگ و روشنی پر نگاہ ڈالتا ہے + رنگوں میں شہادت کی رنگ کو زیادہ پسند کرتا کرتا ہے + گویا اسے اسے اسے چیز کو پسند کرتا ہے + اس رنگ سے بڑھ کر نورانی رنگ کو پسند کرتا ہے اس بچہ میں اس قدر عاقلانہ انتخاب کسی کو حرف گیری کی گنجائش نہیں + اس سے معلوم ہو کہ نورانی چیز زیادہ مقبول ہے + اگرچہ کوئی اس میں چون و چرا کرے۔ مگر سارے عالم کی اسکے مخالف گوہی اور اس ایک معصوم بچے کی سادہ خوشنودی کو ابھی برابر نہیں ہو سکتی + لیکن یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ جس دم کسی قسم کی آواز ہوتی ہے تو سچے رنگ سے روشنی بے چھوڑ کر آواز کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہو کہ آواز زیادہ اعلیٰ اور لطیف ہے + ابھی آواز کو آواز زیادہ پسند کرتا ہے + معصوم موسیقی سے خاص دلچسپی لکھتا ہے + چھپکی دینے سے جاری ہو جاتا ہے + گویا موسیقی کو مستم جانتا ہے + ایسا معصوم بچہ علم موسیقی کے بہتر ہونے کی گواہی دیتا ہے + مگر جو سور کے بچے حرام زائے ہیں ساری نعمت اللہ کا کہ ان کرتے ہیں + کیونکہ علم موسیقی ہی میں کلمہ اللہ شریک ہے۔ اور وہ سب سے علیا ہے + اسی کلمہ اللہ سے یہ تمام سستی مژدہ جی اٹھی ہے + جب وہ کلمہ منجھد ہو تو مجسم ہو گیا۔ جب تارک بنجا دہوا۔ تو عقل و نظر سے غائب ہو گیا۔ تو چونکہ ان کو اس سے عداوت ہے اس لئے موسیقی کی مذمت کرتے ہیں اور ان کی ہر ایک چیز کی مذمت پر اسکے خالق کی طرف سے ہر ایک ذرہ کائنات ان پر نعمت برساتا ہے + حتیٰ کہ انکے یہاں کے بچے بھی اپنی خوشی کی حرکات سے یہی سب ظاہر کرتے ہیں۔ ولکنہم لا یفکرون + اب یہاں سے ان بچوں کی تیسری حرکت پر غور کرو کہ اگر ہاتھ میں چوسنی نہیں ہے + تو انگشت حیرت دروڑاں رہتے ہیں + اس حرکت سے یہ دیکھاتے ہیں کہ دنیا دار لہجہ ہے + یہاں کچھ نہ کچھ نعل چاہئے + کہ دفع الوقتی ہو + انگوٹھا چوستے وقت کچھ سوچتے رہتے ہیں + اپنے دل ہی دل کے سوچ میں متحیر رہتے ہیں + چہرہ سے ان کی حیرت معلوم ہوتی ہے + ان کو کچھ خبر نہیں کہ ہم مردہ ہیں یا زندہ + یا مردہ سے زندہ ہوئے ہیں + دیکھتے بھالتے ہیں + نہیں جانتے کہ کس حالت میں تھے اور کہاں سے آئے ہیں اور کہ صبر جائینگے کیا من اللہ الی اللہ شہر ہے یا من الشیطان الی الشیطان + جو من نفرت اللہ پیدا ہوا ہے + اگر کچھ سمجھتا بھی ہے تو یہ بھی سمجھ جاتا ہے کہ میری اس ضرورت کو کوئی حل نہیں کر سکتا۔ اس لئے سکوت اختیار کرتا ہے اور ہر ایک بچہ اپنے قانونِ صبا کی پابندی کرتا ہے + اپنی لغاتِ خوشنودی و گریں ایسا یکساں ہے۔ جیسے بہت سے جاندار تمام عالم میں ایک ہی زبان بولتے ہیں + سب بچوں کی ضرورت مساوی ہے

رفتہ رفتہ تفریق ہوتی جاتی ہے + جب کسی چیز کی ضرورت ہوئی تو الہامی لغت بنام گریہ و زاری میں عرضی پیش کرتے ہیں + جب تک جگتے رہتے ہیں کچھ نہ کچھ خیال کرتے رہتے ہیں + جب سوتے ہیں تو کچھ نہ کچھ خواب دیکھتے ہیں + چنانچہ چونک کر اُٹھتے ہیں + بس زندگانی خواب خیال ہے + جان آتے ہی اس کی بنا پڑ جاتی ہے + جس سے ہم آں میلان اور رجحان غور و فکر کی طرف رہتا ہے + اور یہی سائنس کی پہلی ٹیسٹ ہے + جو آخر میں بہت دودھ تک لیجاتی ہے + اسی کی اشتہار دہوں رہبر عالم ہے + اور نیچر کی طرف سے ہمیشہ اسی بات کی تحریک ہوتی رہتی ہے - کہ آگے بڑھو + اس کا سبب یہ ہے کہ چونکہ ہر فرد بشر فرداً فرداً تمام پنچر کا مجموعہ ایک چھوٹے سے پیرایہ میں ہے + اس واسطے وہ اپنے درجہ تک پہنچنا چاہتا ہے + چنانچہ اسکی ثبوت کے لئے اس تقویم جہانی کی بلڈنگ بتلائی جاتی ہے + جس سے عبرت اور خود قدری کا خیال ہو + وہ یہ ہے کہ نظم عالم کی طرف غور کرو + کیا ترتیب و انتظام ہے + ہر چیز میں خوبی و برشتی متضاد دکھی ہے + ہر ایک جگہ کے مذاق کے مطابق حسن و جمال دیا گیا ہے + کہیں مٹے میگوں کو پسندیدہ کرایا ہے کہیں مٹے سیاہ کو + بال بال کے دوست و دشمن بھی متضاد بنائے گئے ہیں + دشمن اس کا سفع اور نزلہ ہے + دو اس کا دوست ہے + تر بوز کا پانی تیل میں ملا کر دھونے سے خوبصورت - چکن چمکیلا اور نرم بنتا ہے + اسکو ہمیشہ صاف سٹھر رکھنا چاہئے + تیل سے یہ نباتات منبت ہوتا ہے + مگر اپنے قانونِ باطنی کے بموجب بنست ہوتا ہے + ایسا نہیں کہ اکدم بڑھتا چلا جائے + ہر ایک چیز اپنے مقدار پر قائم ہے - کم اور زیادہ نہیں ہو سکتی + جیسے چوہا کو جھدر بڑھ کر موقوف رہ جانے کا حکم ہے + اس سے زیادہ کم و بیش نہیں ہو سکتا + اسی طرح جہاں جہاں بال کو نکلا جس حد تک بڑھنے کا حکم ہے اس حد تک بڑھ کر بجاتا ہے + وہاں بال بال کا حساب ہے + یہ نکلین بدن سے اس طرح بخار کے طور پر نکلتا ہے - جیسے درختوں سے گوند + اکثر زیادہ بخار سرے نکلتا ہے + اس لئے اکثر سر کھلا رہنا چاہئے + ملاقات کے وقت - کھانے وقت - اجابت خانہ جانے وقت - آفس میں - گرجا گھر میں - افسر کے پاس ان تمام محلوں ٹوپی اتار دو - جہاں کسی قسم کا سخت مضائقہ ہو نہ اتار دو + سلام کرو تو ٹوپی اتار دو + ٹوپی اتارنی بہت بڑی عزت اور سلامت رسانی ہے + عورتیں اس سے مستثنیٰ نہیں وہ اپنی تاج نہ اتار کریں + مگر کانز لاج سرد ہے + اگر او تاریں تو اپنے گھر میں اتار سکتی ہیں + عورتوں کی خدمت و عزت حضرت بی بی مریم صاحبہ صلی اللہ علیہا کی خاطر بہت کرنی چاہئے + لیکن اگر عورت چڑیل صورت چڑیل سیرت ہو تو یہ استحقاق اسکو نہیں حاصل ہوگا + دیکھو ٹوپی گرد آلودہ نہ ہو + تیل اور پسینہ سے چمکنی نہ ہو + اُس کی حفاظت کیلئے

پینچے بھی ایک چھوٹی ٹوپی رکھو + اس زمانہ میں ٹوپیوں میں ہر قسم کی ٹوپی بہت اچھی ہے + رومی ایلیٰ
 حیدر آبادی منصب داری اور انگریزی - + ٹوپی اونچی دیوار کی شاندار ہونی چاہئے + مگر ایسی اونچی نہیں -
 جیسے مٹھکان صوفی شکار کی فلسفہ ہوتی ہے + بگڑی شملہ یا بھڑکیں شمع رنگ کی ٹوپی نہ استعمال کرو +
 چھچھورا اور ٹونڈاپن معلوم ہوتا ہے + اور یہ المیہ مردود کا بچاوا ہے + پس بجز فوجی آدمی اور بادشاہ کے
 شاہانہ اور رسمی لباس کوئی نہ پہنے + تو کوئی بھڑکیا لباس اس وضع و قطع کا نہیں ہو سکتا + اس واسطے شان
 نہیں پیدا کر سکتا + جب شان نہیں پیدا کر سکتا تو اس کا استعمال کرنا بیکار ہے - اس لئے کوئی ایسا لباس
 جس میں تصنع اور باطن معلوم ہو نہ استعمال کرو + ٹوپی پہنے میں مانگ نہ کھلی ہے جس سے تمہاری نمائش
 ثابت ہو + عورتیں بیڑھی مانگ نہ کھلیں + نہ پیچھے سے بال کو سمیٹ کر بیچ میں لاکے بانڈھیں + پھلکا
 جوڑا یا پھلکی چونٹی بانڈھیں - جبکی بندش آدمی گردن سے لاکر شروع ہو - چونٹی میں کسے اور اصل استعمال کرنا
 عیب نہیں + خوبصورتی کو بڑھائیگا - مگر خوبصورتی سے بانڈھنا چاہئے کہ معلوم ہو + چونٹی کے آخری حصہ پر ہر
 یا لال چلیپہ نما مواف بانڈھنا چاہئے + اگر کالا یا سفید جالیدار نقاب استعمال کریں تو عیب نہیں + سیندر
 ٹیکا - مانگ ٹیکا - قشقہ - افشان - گودنا کی حاجت نہیں + سر میں سچ کاروغن لگانا ہر ج نہیں مگر سچ لگنے
 میں ہر ج ہے + لہذا نہ لگایا جائے + بال میں ہندی نہ لگائی جائے + کاکل نہ بڑھایا جائے - مرد ہو کے
 چونٹی نہ رکھے - پھر وہ لڑکا ہو یا جوان + اگر بہت ہی تھوڑے بال ہوں تو کچھ لمبے بال لکھتا ہے + جٹ نہ بڑھائے
 جائیں + نہ کان کے پیچھے گیسو لٹکایا جائے + نہ سر کے پیچ میں چرکی ہو + نہ سر میں زینت ہالوں سے نقش دھکا
 بنائے جائیں + حجامت نہ جزیرہ نما ہو + نہ محراب نما - نہ نالی نما - نہ تالاب نما - یا ایک دم مٹھا اے یا حائلی
 وضع قطع کا رکھے + جس کا نام آجکل نیوفیشن ہے + جیسا موقع اور محل ہو اس کے مطابق بال نکال دئے
 جائیں + گردن کے بال نکال دئے جانے سے بد صورتی ہوتی ہے - وہ نہ نکالے جائیں - خشکی کر دئے
 جائیں + بال کو بہت خوبصورت بناؤ + کیونکہ بناؤ سنگار کچھ عیب نہیں + اچھی چیز اچھوں کو محبوب ہے +
 اگر ڈاڑھی رکھنی ہو تو اچھی خاصی لمبی چوڑی رکھو + یا مسحائی وضع پر رکھو + خواہ اکدم مندواو + اس میں
 کسی قسم کا گناہ نہیں + بالوں میں بد توئیل نہ لگاؤ + نہ ایسا لگاؤ جو معلوم ہو + ڈاڑھی مونچھ سے نہ کیلوہ
 ہمیشہ مونچھوں پر تاؤ نہ دیتے رہو + نہ مونچھوں میں مغزی لگاؤ + جقدر مونچھ بڑی ہوگی اسی قدر خوبصورتی
 ہوگی + لیکن اس میں اپنی بیوی سے رائے لینی چاہئے + اگر اسکی رائے نہ ہو تو تھوڑی سی مغزی لگا سکتے
 ہو + ہر حال میں رقیق چیز پیتے وقت خیال رکھو کہ کچھ مونچھ میں لاک نہ جائے کہ دیکھنے والے کو نفرت
 ہو + پس بھٹ رومال سے صاف کرو + اور یہ تھوڑے وقت کے لئے ہے اور انکی خوبصورتی تاحیات +

پس مونہوں کی حفاظت لازم ہے + ڈاڑھی میں مانگٹ نکالو + نہ اُس کو چڑھاؤ + نہ سب کے سامنے
 دیر تک آئینہ دیکھ دیکھ بجاتے رہو + بالکل معیوب معلوم ہوتا ہے + ایک برش اور کنکھی دو آدمی نہ مال
 کرتے حاش + یہ سب باتیں بال کے متعلق ہیں۔ بال جسم میں سب سے ادر ہے + آسانی رنگ کھتا ہے
 اس واسطے عالم اکبر کا تشبیہ ایک جز ہوا + اب بال کے نیچے جو سر کی کھوپڑی ہے + وہ ہڈی - چونا اور
 نو سار سے مرکب ہے + اس کے اندر داغ ہے + اُس میں جو ہر جو اس ہے۔ اُس میں تمام عالم کا خزانہ
 ہے + وہ سب دل کے ماتحت ہے + دل سے جب فزاں جاری ہوتا ہے + تو بالکل خفیہ داغ تک پہنچتا
 ہے + وہ سبیل اعصاب کے دوسرے اندام میں پہنچ کر قوت اور اک عطا کرتا ہے + گویا داغ ایک بڑا تار گھر
 ہے + جیسے اگر کسی گرم دسر و چیز کو چھوتے ہیں تو اعصاب جھٹ اس گرمی و سردی کو داغ تک پہنچا
 دیتے ہیں + تب داغ سے سبیل اعصاب عضلات کو حکم ملتا ہے۔ کہ ماتھ ان گرم و سرد چیزوں سے اٹھاؤ
 پس اسی وقت حکم کی تعمیل ہو جاتی ہے + یہ داغ ایک دیوانخانہ عام ہے اور دل دیوان خانہ خاص
 اور صبح قوی اسکے مجرب ہیں + قوتِ ممیزہ وسطِ داغ میں ہے + قوتِ حافظہ فراہم کردہ چیزوں کی حفاظت
 کرتا ہے + قوتِ خیالیہ پیشانی میں ہے + اونٹنی بات پیشانی نیچی کر کھینچتا ہے + ایک رگ کلکراں
 کے پردے سے ملتی ہے - توجہ ہو اموج کھاتی ہوئی کان کے اندر جا کے اُس پردہ کو ٹھونکتی ہے کہ گویا
 وہاں پہنچنے دروازہ کھٹکھٹاتی ہے۔ کہ کوئی اس بیت اللحم میں ہے یا نہیں - توندہ بیدار آدمی اُس کو سن لیتا
 ہے۔ اسی کو سماعت کہتے ہیں + اسکی یوں مثال ہے کہ جیسے اگر بہت سی گولیاں ایک لائن میں مسلسل
 کی جائیں اور ایک پر صدمہ پہنچایا جائے تو ایک دوسری باہم ٹکراتی ہوئی آخر والی کو زور سے صدمہ
 پہنچائیگی - کہ وہ اپنی جگہ سے کچھ بے جگہ ہو جائیگی + ویسے ہی ہو اموج کھاتی ہوئی کان تک پہنچی
 ہے جس سے قوتِ سماعیہ متحرک ہوتی ہے + اسکو علم الآواز سے متعلق ہے + اسی سے فونو گراف
 ایجاد ہوا ہے۔ اس کا دشمن ناشنوائی کا مرض ہے + جو ختم علی الساعۃ کے نام سے کہا جاتا ہے + اس
 سے صفر آدمی مادہ خارج ہوتا ہے + زیادہ خارج ہو تو صفر کا زور ہے + سب مادہ کے لئے ایک حد
 مقرر ہے۔ کہ اسقدر طولِ عرض و عمق میں اپنا کام کر سکے + اگر امریکہ میں کوکا کبجلی کی آواز ہو تو نہ سن سکے +
 جقدر حد و اللہ مقرر ہے اُس کے مطابق سماعت میں لاسکے + سماعت میں بڑا اثر ہے جیسے اگر کوئی امر
 مضحکہ سماعت میں آگئی۔ تو ہنسی آ جاتی ہے + اگر کوئی غم آلودہ بات ہے تو غمگین کر دیتی ہے + خوشی
 کی بات ہے تو خوش کر دیتی ہے + ترشی کا نام آتا ہے تو منہ میں پانی پیدا کر دیتی ہے + ان سب کا
 صدورِ سماعت سے ہوتا ہے + تو تم نے کوئی خاص اللہ کی روح سے کوئی بات سنی نہیں کہ تم کو اس کی

حلاوت حاصل ہو + مگر جو لوگ مشاق ہو کر اپنی سماعت کو اسی طرف لگائے رہتے ہیں تو تھوڑے دنوں کے بعد ان کو ایسی آواز سنائی دیتی ہے۔ جیسے کورہ برتن میں پانی دینے سے ہوتی ہے + جب اُس میں ترقی ہوتی ہے۔ تو دو ٹی و طنین کی آواز آتی ہے + اُسکے بعد جھینگر کی طرح + اُس کے بعد بیڑی کے طور سے + اُسکے بعد گھنٹی کے طور سے جس بنا پر معبدوں میں گھنٹہ لگایا گیا ہے + اور کہنے والوں نے یہ کدیا ہے کہ ۵

ایں نہ معلوم کہ منزلِ گم معشوق کجا است اینقدر ہست کہ باہگِ جس مے آید پھر نئے اور یا ہو خواہی ہلائی ہلائی آواز آتی ہے + لیکن پھر بھی وہ بہت دور ہیں۔ کیونکہ گمراہ کے لئے شورِ دریا وغیرہ ہوتا ہے + مگر جو پہنچتے ہیں ان کے لئے من دراءِ الحجاب کا بجلی کی آواز متلفظ ہو کر سماعت میں داخل ہو جاتی ہے۔ پھر وہ نثرانی کی لفظ میں ہو یا تعالٰیٰ فینا کے لفظ میں + پس کوئی عین اللہ ہو گیا اور کوئی کچھ اور کوئی کچھ مگر جو انتقالِ حرام زادے ہیں وہ شاعرانہ رنگ میں یہی کہہ سکے مگر غصے کہ ۵

ہو چکی ہے ہم سے تم سے گفتگو روزِ است چھنے والی ہے کہیں آواز پہچانی ہوئی غرض کہ جو قوت بڑھائی جائیگی بڑھتی جائیگی + اگر روحانی قوت بڑھائی جائے تو یہ بھی بڑھتی جائیگی + سب میں قوت متضادہ پیدا ہو سکتی ہے + اور سب کے دوست و دشمن ہیں + سب قوت سے بھلا بُرا کام لیا جاسکتا ہے۔ بھلا دست ہو گا اور بُرا دشمن + پس قوتِ سماعت سے اچھی بات بھی سن سکتے ہیں اور بُری بھی + بُری بات نہ سنو + کان میں عطر کا پھانا نہ رکھو + کسی کی بات چپکے سے نہ سنو + قوتِ سماعت میں چاروں طرف سے بات آتی ہے + ایسا نہیں کہ ایک طرف سے آتی ہو + دوسرے طرف سے نہیں۔ یہ عالمِ اکبر کا ایک نمونہ ہو گا کہ اُس میں چاروں طرف سے بات جاتی ہے + اب کان کے بعد آنکھ کا بیان سنو + مگر یہ کانِ مقدم ہے + اس میں سات پیمے ہیں + مادہ نورا کا گویا قمر بن ہے کہ یہ عالمِ اکبر کا نمونہ ہو گا + ان سات پردوں میں اسی طرح پانی بھرا ہوا ہے + کہ کسی پردہ میں گداز ہے + کسی میں نجد + کسی میں ہیرا کی طرح چمک کر روشنی پیدا کرتا ہے۔ کہ اُسی کا آب و تاب منکس ہو کر اُسی کی طرف منعکس ہوتا ہے۔ پس پانی ہی سے نور چشم ہے + اس میں آٹ نار و نون بجے + مگر نادر محرق ہے یہ غیر محرق + تو کان کے متعلق آواز لطیف ہوئی اور آنکھ کے متعلق نور نظر + یہ آنکھ منارہ قامت ہے + یہی روشندان ہے + یہی لائیٹ ہاؤس ہے + بینیں نورسار بدن اندھیر ہے + اس نور چشم کی بھی خاصیت یہ ہے کہ ظلمات کی صحبت میں ظلمات ہو جاتا ہے + اور نور کی صحبت میں نور +

یہ بات سب چیزیں رکھی گئی ہے + جو بد کے صحبت میں رہیگا بد ہو جائیگا + جو روح اللہ کی صحبت میں ہوگا وہ روح اللہ ہوگا۔ اسی روح اللہ خود ہی اپنی صحبت میں رہیگا + یہ کوئی نہ سمجھے کہ اسکو ہدایت کی ضرورت نہیں۔ اسی عقل اُسکے لئے ہادی ہے + ہرگز نہیں بلکہ اسی اسی آنکھ جیسی حالت ہے۔ اگر دوسری روشنی نہ ہو تو آنکھ بالکل بیکار ہے + تو ہادی ایک قندیل لوزانی ہے + اُس سے روشنی لیکر راستہ پر آتا چاہے + روشنی کے ذریعہ سے چشمِ محمدؐ یکھ کر اُس میں کے آبِ اجاج کا اندازہ کر کے فوٹو ایجاد کیا گیا ہے + چشمِ محمدؐ بہت ہی ثقیل نظارہ عظمیٰ اور دو بین اکبر نما ہے + سارے آسمان زمین کو خود میں لئے لینی ہے + اس سے نیچرل چیز دیکھ کر چیزیں ایجاد ہوئیں + سارے علم الکمال اور علم الاولان کو آنکھ سے تعلق ہے + مگر صبغۃ اللہ روح اللہ کو نہیں + اسکے بہت دشمن ہیں اُن کے یہ نام ہیں۔ سلاق۔ دمعہ۔ غشا۔ جہر خفش۔ تجر و صلابت۔ یرقان۔ سات۔ سر وغیرہ وغیرہ + پھر ان کے دشمن اس کا علاج ہے + جیسے یرقان۔ زرد چیز دیکھتے رہنے سے بھاگ جاتا ہے۔ گویا دیکھنے کا بہت اثر پڑتا ہے + تو کوئی مبارک فوٹو دیکھتے رہنے سے بھی سوگا + بُرائی دفع ہوگی جیسے درخت کو دیکھو تو وہ اثر پڑتا ہے + ہنستے کو دیکھو تو اثر پڑتا ہے + حسن و جمال دیکھنے سے اثر پڑتا ہے + گھنونی چیز کے دیکھنے سے نفرت ہوتی ہے + متحرک جالیدار یا یکسلی چیز دیکھتے رہنے سے نظر ٹکراتی ہے + آنکھ کو صدمہ پہنچتا ہے + نیلگوں چیز کے دیکھتے رہنے سے نور نظر بڑھتی ہے + مگر کوئی کالا پتھر دیکھ دیکھ کے نظر بڑھاتا ہے کوئی لال پتھر دیکھ دیکھ کے اسی بنا پر۔ بہت سے لوگوں نے اپنی سر بینی پر نظر رکھتے رکھتے بُن بینی تک دیکھنے کے مشاق ہوئے ہیں + اسکو بڑھانے کے لئے کسی نے دوامی روسیہ قشقہ بنام سیام فی وجود ہم بنائے آدائیش کی ہے۔ کسی نے گیر سے۔ ایک الف خواہ اللہ یا فقط ایک (۵) بنام قشقہ لگا کے آزما ہے۔ کہ آخر کار سورج کے پار دیکھ سکے ہیں جب ساری پیشانی اُن کی آنکھ سے نظر آنے لگی۔ تو جزیرہ نما حجامت بنا کے سر کے پار تک نظر بیگئے کہ بالآخر چشمِ حسی اپنی وجود پر محیط ہو کر تصور کی آنکھ سے بطریق مراقبہ حلقہٴ دل پر نگاہ ڈالنے لگے۔ کہ وہ بھی کالا ہی یا لال + آخر شش رشتہ ضمیری حاصل کر کے خود کو ساری جسمانی وجود میں ڈھونڈتے پھرے۔ کہ تمام رگ پیمان اور دل و جان میں خود کو پاتے ہوئے تمام عالم پر محیط ہو کر خود ہی کو پانے لگے۔ کہ حیوانی میں آکر رہائے ہوئی کرتے رہے کہ تمام پاکر بھی کچھ نہیں پاتے ہیں + ہماری ساری کوشش اور قوت ایسی ہی بیکار ہو رہی ہے جیسے بغیر روشنی کے آنکھ اپنے عمل سے معطل رہتی ہے + کہ نہ کرتے تو بہتر تھا۔ گویا کر کے پچھتاؤ کہ اب کہاں جاؤں۔ جب تک روح اللہ کی مدد نہ ہو کچھ نہیں ہو سکتا۔ تو پانی پر چلنا۔ ہوا میں اڑنا طرح طرح کرتے بتلانے کا نام

خدا رسیدگی نہیں ہے + یہ سب ایک پیشہ اور کرتب ہے + خدا رسیدہ بجز روح خدا کوئی نہیں تو روح اللہ ہر شے پر قادر ہے + وہی قدیل لوزانی ہے + تو اگر اس نے فضل کیا تو سب کچھ ہوا - در نہ محنت برباد گنہ لازم کہ اس قدر مہابت و نہہ کا ترکب ہوا + تو اس کے فضل کے لئے کچھ ریاضت کی قید نہیں - جس پر چاہا فضل کر دیا - کہ وہ بلا ریاضت وہی ہو گیا + تو اسی خصوصیت آمیز فضل و عنایت اپنی ذات کے لئے مخصوص کر رکھا ہے + کہ دوسری جگہ اسکو وہی سے تعبیر کیا جاتا ہے - جو اس وہی میں فنا ہو گا روح اللہ میں داخل ہو جائیگا + سوائے اس کے کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے + بس وہی سچا کا فوٹو ہے + کیونکہ کسی نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا نہیں کہ اس کا تصور کر سکے اور یہ اللہ الناس کا فوٹو ہے + اس کو آزما کے دیکھ لو + تو اسی حالت میں نور نظر بڑھی تو کیا اور نہیں بڑھی تو کیا + مگر ظاہر میں نور نظر اور دیدہ چشم ضرور باطن کا ترجمان اور شاہد ہے + خون کی زیادتی ہے تو آشوب سے ظاہر کرتا ہے + صفرا کی زیادتی ہے تو بیرقان سے ظاہر کرتا ہے + بلغم کی زیادتی ہو تو دمہ سے ظاہر کرتا ہے + سودا کی زیادتی ہو تو سلاق و غشا وغیرہ سے ظاہر کرتا ہے + لالچ ہو تو آنکھوں سے ظاہر ہوتا ہے + شرم ہو تو آنکھوں سے ظاہر ہوتا ہے + خوف و ہراس ہو تو آنکھوں سے ظاہر ہوتا ہے + جب غم آلودہ واقعات سننے سے دل و دماغ کے بخارات ٹکراتے ہیں تو وہ پانی بن کر پردہ شبکیہ سے آنسو کے شکل میں مترشح ہو کر غم کو دلگی ظاہر کرتے ہیں کہ یہ بھی آنکھ ہی سے ہوتا ہے - اسی واسطے کہا جاتا ہے کہ

بہا ہے پھوٹ کے آنکھوں آبلہ دل کا تری کی راہ سے جاتا ہے قافلہ دل کا

اس جگہ یہ بات ثابت ہو گئی کہ سر ہی آسمان و سما ہے + یہی منزل المیاء ہوتا ہے + اس میں حافظہ لوح محفوظ ہے + یہ بھی نمونہ عالم الکرہ ہے + مگر آنکھ ایک ہی قسم کی نہیں ہوتی - اسلئے نور نظر بھی ایک ہی نہیں ہوتا - یہی حالت دل کی ہے + چنانچہ دیکھو - پچھلی کی آنکھ آبی ہے + پانی میں رات دن یکساں دیکھ سکتی ہے + یہ بات چشم انسانی میں نہیں + جو بات چشم خفاش دیوم ہیں ہے وہ ادھی آنکھوں میں نہیں + تو جنرل میں نور روح اللہ نہیں وہ آنکھ ہرگز ہرگز چکیلی اور نورانی و روحانی نہیں ہو سکتی + کہ عین اللہ سے آنکھیں لڑا سکے چنانچہ مجھے دیکھ لو جب تو عین الیقین ہے + پھر اندر کی عینک بڑی دور بین ہے کہو گے یہ بے شک کہ مثل مسیحا حقیقت میں کوئی نہیں ہے نہیں ہے

مگر ہر ایک آنکھ کے بھی دوست دشمن ہیں + اُن میں سے چشم حسی کا ایک عاشق پروانہ ہوتا ہے + کہ بے لاگ آنکھ میں کو در جان دیدنی ہے + اور گرد و غبار اُسکی دشمن ہوتی ہے + جب کو دن رات پلک صاف کرتی رہتی ہے + کہ مآثر چشم پر دستانہ آئے + اسی طرح چشم غیر حسی کے بھی دوست

دشمن ہیں + شیطان اس کا بڑا دشمن ہے مگر تصور میسا جھاڑو ہے + تم عین اللہ میں پروانہ کی طرح گر پڑو +
 مدین کچھ بدوامی نہیں کہ سستی کی نشانی ظاہر کرے + کیا ہر ایک آنکھ دوئی کو اکائی میں نہیں بتلاتی؟
 حور بتلاتی ہے + کیونکہ چاہئے کہ جب کوئی ایک چیز دو آنکھ سے دیکھتا ہے۔ تو اسکو دو نظر آئے = ایک
 کیوں دیکھتی ہے۔ وہ صاف ظاہر ہے کہ نور کی رفتار ثلث نماؤں محرومی ہے۔ کہ ایک نقطہ پر جا کے
 ایک ہو جاتی ہے + اور ہر ایک جگہ حاضر محسوس ہوتی ہے جیسے سورج ہر ایک کے سامنے نظر آتا
 ہے چشم احوال ہر ایک کو دیکھتی ہوئی معلوم ہوتی ہے + جب ایک ناقص آنکھ کی یہ خاصیت ہو کہ
 ہر جگہ موجود محسوس ہو تو قدرت روح اللہ بمعنی عین اللہ کو بھلا پوچھنا ہے + کوئی کا ناہے + کوئی
 احوال + کوئی اندھا ہے + کسی کو تو ندھی ہے کیونکہ ندھی - وہی حالت بصیرت کی ہے + جو مناظر
 مرایا سے واقف ہیں۔ وہ آنکھ کی حقیقت سے خوب واقف ہیں + جو حقیقت الحقیقت میں فنا ہو کر
 مدح اللہ میں فنا ہیں وہ عین اللہ کی حقیقت سمجھ سکتے ہیں + تو اللہ میں عین اللہ ہی فنا ہو گا = دوسرے
 کی مجال نہیں + دیکھو آسمان مسر زبان حال سے کیا کہہ رہا ہے۔ کہ

بر لالہ بھر ریختم بر صبحدم شب ریختم سر بر زمین آویختم از ماو نو صد اخترش
 اوریس ایواں آشیان جریں کیواں آساں یوسف رخ و علی مکان روح و ملائکہ کاش

دیکھو کوئی چشمی گنہ نہ کرو + وہ یہ ہے کہ زوروری لیکر مرثیہ خوانی کے طور سے یا کسی طور سے ہونہ ریا کرو +
 مضحکہ کے طور سے کسی شخص کی طرف اشارہ نہ کرو + کسی کی چیز نگہور کے نہ دیکھو + نہ چوری سے دیکھو +
 مستغنی بنے رہو + کسی کا خط نہ پڑھو + ادھر ادھر ناکتے ہوئے نہ چلا کرو + بات کرتے وقت مخاطب
 کی طرف دیکھتے رہو در نہ خلاف از خلق ہو گا + جھوٹی عینک - پتیل کی یا کسی طرح سے عیب دار
 نہ استعمال کرو + حقارت معلوم ہوتی ہے + ریل پر عینک لگا کے جانے میں آرام مل سکتا ہے + اس کے
 دھوواں کی طرف نہ دیکھو ممکن ہے کہ کوئی جنگاری پڑ جائے + آنکھوں میں مردہ ہو کے بلا ضرورت
 سرمہ نہ لگاؤ + اگر لگاؤ تو بالکل خفیف کسی طرح معلوم نہ ہو + اور خوبصورتی کی خوبصورتی ہو +
 خراب چیز نہ دیکھا کرو۔ یہ سب باتیں آنکھ کے متعلق ہوئیں + اور یہ بتلادیا گیا کہ آنکھ عالم اکبر کے
 فلاں چیز کا نمونہ ہے + اب یہاں سے کچھ بینی کے بارہ میں بیان کیا جاتا ہے + کہ یہ ایک نالی لٹ
 جھجھکے + دماغ کے سوداوی الائیش کو صاف کرنے کا ایک آلہ ہے + علم النجوم کو اس سے
 نقلت ہے + ورنہ مشک خزاو نوں مساوی ہو جائیں + اسی طرح قوت عاقلہ ہے اگر یہ نہیں تو
 شیطان و درحمان دونوں یکساں ہو جاتے + یہی کاذب وحدت الوجود والوں کی حالت ہے +

دیکھو ایک قوت دوسری قوت کا کام نہیں کرتی + بہت سے جاندار ہیں کہ ان کو ان سب قوتوں میں سے کسی کو ہنسنے کسی کو نہیں + کسی کو لمبی کے ساتھ ہے کسی کو بالکل نہیں + ناک کے راستہ سے جاندار کے باطن کی خبر لاتی ہے + گندہ بخور کو باہر نکالتی ہے + تو باطن میں جانے کے لئے بہت لطافت چاہئے کہ وہاں پہنچنے کے لئے نہ ہو + جو لوگ از روہ زہد و رہبانیت ہر دم تنفس پر خیال رکھتے ہیں وہ سانس کے حساب سے خیر اور شر آشگون لیتے ہیں + اُس کے بعد صبا اور دیور سے شگون لینے لگتے ہیں + پھر بڑھتے بڑھتے ابراہیم کی طرح نجوم سے + یوسف کی طرح خواب سے - رفتہ رفتہ آثارِ ہنر کا کائنات سے شگون لیتے ہیں - لیکن روح القدس سے ادراک کرنے کی قوت نہیں حاصل کر سکتے + وہ روح اللہ میں فنا ہونے بغیر نہیں ہو سکتا + ناک کا دشمن معاف وغیرہ ہے + حالتِ رعاف میں پھٹکری کے پانی کا نفوخ و قطور مفید ہو سکتا ہے + ناک سے برا کام نہ لو + جیسے ناس لنبیا + اور بد بوئی نہ سونگھو - اپنا بغل نہ سونگھتے رہو + دانت صاف کر کے نہ سونگھو + لٹی اتار کے نہ سونگھو + جوٹھا پھول اور عطر نہ سونگھو + ناک کو خوب صاف رکھو + ناک میں بال نہ ہونے دو + لوگوں کے سامنے سرگز ناک نہ صاف کرو + بلکہ مس تکیں کرو + دسترخوان پر کھانا اٹھا اٹھا کے نہ سونگھا کرو + پچانہ سے آگے ہاتھ نہ سونگھو + کسی کی چیز اٹھا کے نہ سونگھا کرو + نکچیدن کی ضرورت نہیں + کسی کے باغ کا پھول توڑ کے نہ سونگھو + پھول سونگھو تو ہر شیری سے اُس میں کیڑے بھی ہوتے ہیں + تو جس طرح دنیا میں ایک ہی ریختہ کرب کو ہوا دار کئے ہوئے ہے - اسی طرح ایک ہی ہوا کان میں آواز کے صورت میں داخل ہو کر معانی و مطلب سمجھا دیتی ہے + اور ناک میں برنگِ تنفس داخل ہو کر تمام جسمانی عالم کو ہوا دار رکھتی ہے + یہ بھی ایک نمونہ عالمِ اکبر ہوا - جس کے بعد قوتِ ذائقہ پر نگاہ ڈالو + کہ یہ تمام لذائذ کا محکمہ ہے + زبان میں ایک قسم کا پانی ہے + جو کسی چیز کو اپنے مزہ پر لاکے اُسکی اصلی حقیقت بتلاتا ہے - مگر ذائقہ بیان میں نہیں آسکتا - اسی طرح سیجا کا فوٹو اپنے رنگ میں لاکے صبغة اللہ کو بتلا سکتا ہے - نہ کہ بیان سے پس جس طرح سب قوتیں دیکر چھین لی جاتی ہیں - اسی طرح روحانی قوت چھین لی جاتی ہے - مختوم بالقلب ہو جاتا ہے + کہ روح انجیث اور روح القدس یکساں ہو جاتے ہیں + کیا انہیں دیکھتے؟ کہ جب بخار سے قوتِ ذائقہ زائل ہو جاتی ہے - تو سب قسم کے کھانے یکساں ہو جاتے ہیں + سب مزہ دار کھانے کی تکذیب کرتا ہے + اسی طرح جو حق سے برگردہ ہے تکذیباً اس کی تکذیب کرتا ہے + نومِ غفلت کے خمار سے اُس کا سر جکڑا گیا ہے کہ دروازہ چھوڑ کر خندق کی طرف جاتا ہے + یثیں خیال کرتا کہ ممکن ہے کہ خود کی ایسی حالت ہو جیسی خوابندہ کی ہوتی ہے کہ وہ

خواب میں تیرا غرق ہو رہا ہے جس سے چنچ مارتا ہے۔ کہ ہم پانی میں ڈوب رہے ہیں جگنے والوں کے آگے یہ جھوٹ معلوم ہوتا ہے + اس لئے ظاہر آدوں حق پر ہیں کیونکہ حقیقت اُس پر ایسی ہی گزر رہی ہے + جیسی بیداری میں گذرنی چاہئے۔ اس لئے وہ بالکل جھوٹا نہیں۔ بلاشبہ وہ کہہ سکتا ہے۔ کہ **سے** شب تاریک و بیم موج و گرد آبِ جنیں مائل یکجا مانند حالِ اسبکسارانِ ساحلہا اسی طرح وہ بیدار بھی جھوٹے نہیں جس دم وہ نائم اٹھا دیا جائیگا تو وہ خود ہی بیداروں کے ہم زبان ہو جائیگا کہ بلاشبہ ہم نہیں ڈوب رہے تھے + تم ہی سچے ہو + مگر بیداری بھی کہتے ہیں کہ ایسا اکثر اتفاق ہوا کرتا ہے۔ اس لئے تو بھی سچا ہے + گویا دونوں جھوٹے بالکل سچے نکلے = اور دونوں سچے اکدم جھوٹے نکلے + ان سب سے خالص علی الحق وہ ہے جس کا سونا۔ جگنا۔ موت و حیات حاضری غیر غائب سب یکساں ہو + وہی حی القیوم ہوگا تو وہی یہ کہہ رہا ہے۔ کہ لغتہ سب میں سے روح رہتے ہوئے دہانی قوت سلب کر لی گئی ہے۔ کہ اَلثَّانَا صَح ان کو برسرِ خطا نظر آتا ہے۔ دلیل بعد از حصول محض فضول ہے + جو ماضی حقیقی کہہ رہا ہے اُس کو سنو۔ کہ مسکرات استعمال نہ کرو + نشہ باز کا کھانا نہیں بچتا + قے کرنا رہتا ہے + عادت نشہ کی بڑھتی جاتی ہے + اُس کو جذام و ماسور و بواسیر وغیرہ کا عارضہ ہو جاتا ہے + بہت جلد مر جاتا ہے + لیکن حکیم ہر حال میں حکیم ہے + دیکھو زیادہ بیٹھی اور کھر کھری چیز نہ کھایا کرو + اس سے خنقاں و اختلاج کام وغیرہ ہوتا ہے + یہ سب خلق کے دشمن ہیں + مسور کے پانی سے غرارہ کرو + یا پھسکی اور الاچی ملا کر مضمتہ کرو + زیادہ ہوڈا کر کے پاس جاؤ + زیادہ بیٹھا کھانے سے دانت میں کیڑے پڑتے ہیں + دانت کو بد صورت بناتا ہے + بلکہ سڑا دیتا ہے + توجہ آدمی دانت کو سونے کی طرح صاف نہیں رکھتا اور لہن کی پوری خدمت نہیں کرتا + بڑے ہوں تو کاٹ کر چھوٹا نہیں کرنا۔ اُس کی کسی طرح اصلاح نہیں کرتا تو وہ مزاحرام زادہ مردود ہے + وہ خود کو خدا کی مخلوق سے بھی منسوب نہ کرے خود کو عبد الشیطان و عبد النجا کہے + اسی طرح زیادہ گوشت اور مچھلی کھانے سے۔ مولیٰ۔ کچا پایز۔ لہسن۔ ہینگ وغیرہ وغیرہ سے گندہ بنی ہوتی ہے + وہ مرد کا پتہ دھنیا چہلنے اور دگر خوشبو جات سے جاسکتی ہے + جو گندہ دہن ہے۔ وہ محض بندہ گندہ ہے + اُس نے دہان فوقانی کو دہان تحتانی بنایا ہے + سنڈاس اور پوس کر دیا ہے + اُسکی رُوح خود اُس سے بیزار ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ روح انجنت تک اُس سے پناہ مانگتی ہے۔ اُنس کو رُوح القدس سے کیا نسبت ہوگی + گندہ دہن نہ مجلس کے لائق ہے نہ گرجا کے نہ جنت کے + نہ عیش و عشرت کے قابل + نہ بات چیت کے لائق + نہ دیدارِ الہی کا مستحق + جہنم کا سزا ہوا بنجار بھی اُس کو اپنے سزا دار نہیں سمجھتا + اُس کے لئے اخضال خاص کوئی نایاب پٹھکار چاہئے + دیکھو۔

دانت نہ خوب صاف رکھو ورنہ میری روح بینہار ہوگی۔ ایک منجن اور دانت دندو آدمی نہ استعمال کریں
 دانت دند جلد جلد بدلنا چاہئے۔ دانت میں سونا چاندی نہ لگاؤ۔ کسی کے سامنے دانت نہ صاف کرو۔
 نہ غٹھو کو نہ کھنکھارو۔ نہ ڈکارو۔ نہ ہچکی نہ فازہ نہ غمیا زہ کیونکہ فازہ اور غمیا زہ جبر اکے عدم صفائی
 کے سبب سے ہوتا ہے یا نیند کے سبب سے۔ سونے میں دانت نہ پیسو۔ اس کا بچپن ہی سے
 والدین و مربی اصلاح کرتے رہیں۔ سونے میں خراٹے کی آواز نہ آئے۔ نہ خواب میں بڑایا کرو۔ نہ پاؤں
 پٹکاکرو۔ ان سب افعال کو اختیار کرنا چاہئے۔ اپنے منہ کا لعاب نہ پیاکرو۔ بے دانتہ مول دھوئے
 نہ کھایا کرو۔ کھا کے دانت کی چٹائی بال میں نہ پوچھو۔ راستہ میں نہ کھاؤ۔ سیٹی نہ بجاؤ۔ گھن گھناتے نہ
 رہو۔ محفل میں بے موقع دے محل سرگوشی نہ کرو۔ راستہ میں بدبلا تے ہوئے نہ چلو۔ ہونٹ کو دانت
 سے نہ چباؤ۔ نہ چوسا کرو۔ نہ چبا یا کرو۔ نرم بات کرو۔ دل آزاری کے لئے اچھی بات نہ کہو۔ بلکہ
 تعلیم کے لئے کہو۔ طنازی نہ کرو۔ بہ ہجو ملیج کسی کو نہ بناؤ۔ اپریل نول کی حاجت نہیں۔ بات چبا کر
 اور جلدی جلدی نہ بولو۔ نہ بے موقع بہت زور سے بولو۔ کسی کو تنج مار کے نہ پکارو۔ زور سے نہ پڑھو۔
 تم نہ کھایا کرو۔ منہ پر دیاں نہ رکھو۔ تمہ مار کے نہ ہنسو۔ ہنسی بلا تصنع ہونی چاہئے۔ کسی کو بڑی ترغیب
 نہ دو۔ کسی کا کام تم سے ہو سکتا ہو تو نہیں کرنیکو حرام سمجھو۔ اگر نہیں ہو سکتا ہے تو صاف کہدو۔ خلاف
 وعدگی نہ کرو۔

لب پر تو تلا وعدہ خلافی کے سخن کو جھوٹا نہ کہیں جوہری اس لعل میں کو
 جھوٹ نہ بولو کسی کی توہین نہ کرو۔ من وادبی نہ کرو۔ بے حد تکلف نہ کرو۔ کسی کی خوشامد نہ کرو۔ جو کام
 ہو خلوص سے ہو۔ بے ضرورت فحش لفظ نہ بولو نہ اسکو جزو کلام اور مٹنی بناؤ۔ تکیہ کلام نہ استعمال کرو۔
 یہ فضلہ کلام ہے۔ اردو کے سوا ہرگز ہرگز کوئی زبان استعمال نہ کرو۔ سب زبان منسوخ ہے۔ ہیں عربی
 فارسی کے جاننے کی ضرورت ہے۔ اگر ضرورت کے مطابق سیکھی جائے تو بیجا نہیں۔ دیکھو بے ضرورت
 گندہ چیز کا نام نہ لو۔ مجلس میں موت و بیماری کا ذکر نہ کرو۔ نہ کسی بیماری کا نام لو۔ جیسے جذام و برص
 و قے و اسقاط حمل وغیرہ۔ باہم بیہودہ مذاق نہ کرو۔ ملاقات کے وقت اپنے کسی متونی عزیز کا ذکر نہ کرو۔
 نہ گھنٹوں اس کی تعریف میں لگ جاؤ۔ سننے والے پر لوجہ ہونا ہے۔ جب کسی کا نام لو۔ تو بغیر تطہیری
 الفاظ کے ہرگز نہ لو جیسے مٹر فلاں صاحب یا جناب فلاں صاحب۔ طول بیانی سے بچو۔ بہت ہی
 مختصر مفید اور سلیس تقریر و تحریر ہونی چاہئے۔ جیسے عقلند آدمی کے لئے ایک نام ہی بس کرتا ہے کلاک
 اسم سے اس کا سارا نظور و بطون مطالب سمجھ جاتا ہے مثلاً کچھ نام نہیں سب کچھ نام ہو سکتا ہے۔ یا غلط

فرمان صاف بول رہا ہے کہ مثالِ ممکنہ جہاں غموشی ہے وہاں بہت گویائی ہے۔ غموشی ہی میں گویائی گپ شپ کرتی ہے۔ پہنچی بات تو یہ ہے کہ

غموشی کی ہماری جا بجا اکتصہ خوانی ہے۔ برابر سوزِ باں کے ایک اپنی بے زبانی ہے۔
 غرض کہ غموشی معنی دارد کہ در گفتن نئے آید + زبان بڑی خطرہ ناک چیز ہے + اسکو پھیل بھڑی بناؤ + یہ جس طرف چلتی ہے اُس طرف کی ایسی خبر دیتی ہے جیسے ہنر کا تنکا ہوا کاٹخ بتلاتا ہے + یہ لگ اگلتی ہے اور خوف جلتی ہے + اس میں وہ علادت ہے کہ شیرینی میں نہیں + اس میں وہ کڑواہٹ ہے کہ زہرِ ہلال میں نہیں۔ یہی لڈ وکھلاتی ہے اور یہی سونٹا در جراثیمِ انسان ملیم ہوتا ہے + جراثیمِ اللساں ملیم نہیں ہوتا + سب چیز میں تضاد و قوت رکھی گئی ہے + دیکھو اسکو قید سے نہ چھوڑو + اس پر تیس سپاہیوں کا پہرا ہے + جو کبھی اُس کو کاٹ کر سزا دیتے ہیں + اچھی نسل سے خود کو منسوب کر کے فخر نہ کرو + بندگی بائیسیرِ زادگی در کازیت + بس اچھی بات کا دشمن خرافات بات ہے جس بات سے فساد ہو اُس سے بچو + ابن الوقت بنے رہو کہ غموشی کے وقت غموشی اور گویائی کے وقت گویائی + بے ضرورت نہ بولا چھوڑو سوال در کرو کہ آپ کا کیا ہے + آپ کا پیشہ کیا ہے + آپ کی تنخواہ کیا ہے + یہ کام گورنمنٹ کا ہے - اپنے محسوس سے سبکے سامنے یہ نہ پوچھو کہ ہم نے جو آپ کو نکالنا چیز دی تھی وہ کسی تھی + میں واذلی میں داخل ہے + سائل کی ساری نیکی کو فارت کرینو الا سوال ہے + اُس پر ایسی پٹکار دیگی + محسوس کو چاہئے کہ اُس کے احسان کا اقرار نہ کرے + یہ جھوٹ جائز ہے + دیکھو اپنا بھید ہرگز ہرگز کسی سے نہ کہو + خلق سے نکلی خلق تک پہنچی + اڑی اڑی طاق پر گئی + کسی کا اعتبار نہیں۔

غاشی یہ کہ ضمیرِ دلِ خویش باکے گفتن و گفتن کہ گمو
 لہذا جب کوئی خود کو چھوڑ کر پرانے کو بھیدی بنائے تو اُس سے بڑھ کر اور کون احمق ہو گا؟ کہ جب خود اپنا اعتبار نہ کیا اور بھیدی نہ بنا اور بھید نہ کر سکے۔ تو پرانے کو کیا غرض پڑی ہے۔ وہ تو پُر پُر پُر ہے۔ واسطے آج تک ہمارا کوئی سکرٹری نہ ہوا + لہذا

ماتوانی رازِ خود بایار خود ہرگز گمو یارِ یاری بود بایار خود اندیشہ کن
 اپنی اپنی زبان درست کرو + اس کی ظاہری و باطنی بیماری کنت و بدگوئی ہے۔ اس کا علاج کرو + ہمیشہ سچ بولا کرو + جھوٹ سے آدمی ساقط الاعتبار ہو جاتا ہے + ایک جھوٹ کے صحت میں دس پارچ اور جھوٹ ملا نا پڑتا ہے + سچ بولنے کی ترغیب میں جھوٹے قصے نہ بیان کرو + جھوٹے کی بڑی عبادت چمکی ہے + نہیں چپ ہے تو لنگا ہونا بہتر ہے + اگر لنگا ہو کر تھوڑا کڈ گویا کو راہ لے تو اُس کا لولہا ہونا بہتر ہے +

چنانچہ یہ سب جرم ہی کے سبب سے سزا ہوتی ہے + زبان کو جسمانی تعلق ہے اور دل کو روحانی + ایک خالص گوشت ہے + دوسرا خالص خون منجد + اگر یہ خراب ہوئے تو سب خراب ہو گیا + دل کی خرابی سے زبان خراب ہوتی ہے + کیونکہ یہ گنجینہ دل پر اثر دہے + اس کا ترجمان ہے + چند بار زبان پکڑ کے کہا گیا کہ زبان رو کو ۷

بشیریں زبانی و لطف و خوشی توانی کہ پیلے بوئے کشی
مگر یہ بھی ضرور ہے کہ اکثر ایسا بھی بکثرت تجربیں آیا ہے + کہ جو محض کینہ و حرام زادہ ہوتے ہیں - وہ کسی طرح سے بھی راضی نہیں ہوتے + بلکہ ۷

چو با سفلہ گوئی بلطف و خوشی فزوں آیدش کبر و گردن کشی
مگر پھر بھی سرفراحم ہونا چاہئے - اگر لمبجانے سے ٹلجانا ہو تو لمبجاؤ + جب اس سے بھی نہ ٹلے + تو اس پر عمل کرو کہ ۷ درشتی و نرمی ہم درہم است + چو فاصد کہ جراح و مرہم نہ است

جب ہر طرح دیکھ لو کہ پاتی آدمی دشمن بننے سرہی ہو گیا - کسی طرح ٹلتا ہی نہیں - تو پھر نامروی کو راہ نہ دو + اس کی پوری خبر لو پھر جان جائے تو جائے ہرگز ہرگز پیچھے نہ ہٹو ورنہ تساولہ الحرام کوئی نہیں + اسی کو حفاظت نفسی و خود اختیاری کہتے ہیں + پس زبان عالم اکبر میں سے کوا کا اور

شہرہ کا نمونہ ہے + اب یہاں سے قوت لامہ کا بیان ہوتا ہے کہ تمام جسم زندہ باہوش میں اس طرح محیط ہے جس طرح ہوا اور پانی اور علم الہی کہ جہاں سے مس کرو اسکو فوراً اطلاع ہوتی ہے + اس کو علم الاحوال سے تعلق ہے + ہر ایک قوت کے لئے رکن و شرط اور حد و فاصلہ مقرر ہے + اسی طرح

عقل بھی حد سے متجاوز ہو کر کچھ ادراک نہیں کر سکتی + پس قوت لامہ عالم اکبر سے علم فطرت کا نمونہ ہے + جب ان سب قوتوں سے کسی چیز کے بارہ میں سائے قائم ہو چکتی ہے - تو اس کے خواص اثر کے بارہ میں محتاجی رہ جاتی ہے + کہ آخر کا معدہ کے پھر دہوتی ہے + وہ دل کے سامنے ہے وہی

انضمام و انہام کے شرائط ادا کرنے کے بعد خواص آثار ظاہر کرتا ہے + تو گویا معدہ کو عالم الخواص والا آثار سے تعلق ہوا - معدہ کو عالم اکبر سے بربطیات الارض نسبت ہے + اس میں بُری اور

گندی چیز نہ بھرد + اکثر معدہ کی خرابی سے سب بیماری ہوتی ہے + اور سب کو پہلے معدہ کی شکایت ہوتی ہے + اچھی اچھی غذا کھایا کرو + کہ اندرونِ جسم خواص و آثار اچھے پیدا ہوں + ثقیل چیزیں زیادہ استعمال نہ کرو + بے وقت کھانا نہ کھاؤ + زیادہ میٹھا نہ کھاؤ + کھانے کے بعد نوشت و خواندہ فکر نہ کرو + چائے و قہوہ کثرت سے نہ پیو + تمباکو اور شراب اور دیگر مسکرات ازلی وابدی حرام سمجھو + ہرگز ہرگز استعمال

نہ کرو۔ کھانا کھائے فوراً کام نہ کرنے لگو + اپنے جثہ سے کم کھانا نہ کھاؤ + زیادہ جماع نہ کرو + کثرت جماع سے اختناق الرحم و عرق النساء ہوتا ہے + فتق اور وجع مفاصل پیدا ہوتا ہے + اختناق الرحم وغیرہ کی حالت میں جس دم اور دودھ جاری ہو جاتا ہے + بہت ٹھنڈا پانی نہ پیو + ممکن ہو تو گرم پانی کو ٹھنڈا کر کے پیو + راستہ سے آگے فوراً پانی نہ پیو یہ سب حرکات و افعال وغیرہ وغیرہ معدہ کو خراب کرتے ہیں + زبان میلی ہو یا عارض بے خوابی ہو تو معدہ کے خرابی کی نشانی ہے + جو چیز جس عضو کے مشابہ ہو اس سے بھی علاج بہتر ہوگا + جب حرارت عزیزہ کم ہوتی ہے - تو بیماری پیدا ہوتی ہے اس لئے غور کرو کہ گرمی ایک حرارت خشک ہے - جو رگ و پیمان کو جنش دیتی ہوئی سودا کے قریب پہنچتی ہے = اس وقت سودا ملی سے معدہ کے سر پر گر کے اپنی ترشی پھیلاتا ہوا سب رگ و پیمان کی خواہش ظاہر کرتا ہے - یہی سب کا وکیل ہے - اگر اس وقت کوئی خود کو کھانے سے روکے - تو معدہ خراب ہو جائیگا - ہی اسطے قصد افادہ کشی جرم ثنائی و باطنی ہے + لہذا صیام بغیر عظم ہے جبکہ مہمہ ثنائی ہوتی ہے تو یہ سب نشانی ہوتی ہے - کہ صفرا بڑھ جاتا ہے + اسکی گرمی خوشکی سودا سے ملتی ہے + اس وقت پیاس لگتی ہے - برف اور بھیلی سے اور پیاس بڑھ جاتی ہے + دوران سر مچنے لگتا ہے + انضمام غذا کی نشانی جو آروغ ہے وہ بند ہو جاتی ہے - کیلوس اور کیوس خراب ہو جاتا ہے - طبیعت مالش کرتی رہتی ہے + بھوک منقطع ہو جاتی ہے + غصہ بڑھ جاتا ہے + آنکھ زرد ہو جاتی ہے + گندہ دہنی سما جاتی ہے + کہ ادنے سے ادنے روح البخت بھی اس سے بیزار ہوتی ہے - چہ جائیکہ روح اللہ + اس لئے کھانا پینا خوش اسلوبی سے جاری رکھو کہ صیام و فاقہ سے علاج نہ کیا جائے + بھوک اور معدہ خانہ سماں اور شمس و باد چچی کا کام کرتے ہیں - اللہ تعالیٰ چڑا سے لوہا کا کام لیتا ہے + لیکن پھر بھی ثقیل چیز کھانے میں پرہیز کرو جیسے گائے کا گوشت ہے - یہ دیر ہضم ہے + اس سے سوءاضعی ہوتی ہے + اکثر لوگ اسی سے مرے ہیں + اس سے ہیضہ ہوتا ہے + غلیظ امراض سوداوی پیدا ہوتے ہیں + درم طحال سوچ مفاصل - عرق النساء - پیدا کرتا ہے - قاطع حمل اور مسقط الحمل ہے + خارش و جذام اس سے بہت جلد پیدا ہوتا ہے + معدہ کے سایے ماتحت قوی بیزار ہو جاتے ہیں + وہ سب قوی یہ ہیں اولاً قوت ماسکہ جو برودت و بیوست سے تعلق رکھتی ہے + کیونکہ برودت و بیوست کا کام کشیدگی ہے جو زمین و خندق کا کام ہے + پس اسکی کشیدگی سے غذا رگ جاتی ہے + یا عالم کا غیم و دشمن و شیطان ہے + ثانیاً قوت باضمی جس کے لئے حرارت و رطوبت لازم ہے - کیونکہ حرارت و رطوبت سے خون بچہ ہوتا ہے

گویا یہی قوت - رنگریز ہے + ثالثاً قوتِ غاذیہ جو غذا میں تصرف کر کے اسکو دوسرے بدن سے ملاتی ہے۔ گویا یہ قوت مهندس ہے + رابعاً قوتِ دفعہ تھنخل ہند متکاثف ہے جو حرارت و برودت کے سبب سے فضلہ کو دفع کرتی ہے گویا یہ قوت کٹا رہے + خامساً قوتِ نامیہ جو جسم کو ابعاد و ملاظیم بالیدگی بخشی ہے + ہنی اور دو وہ بنانا ہے یہ قوت گولی اور دھوبی اور ابرو باد کا کام کرتی ہے + یہی قوت تولید ہے + یہی سب قوتی کامرتی اور صدر ہے = اور جو قوت پانی کو جگر سے کھینچ کر گردہ و مثانہ میں لیجاتی ہے - وہ صفہ کا کام کرتی ہے + اور تشنگی اُس کو گار ہے + اگر تشنگی کسان کا کام کرتی ہے + سونا - جاگنا - کھانا پینا - ہتھ فراغ و احتباس - حمام و جماع - اخراج و ادخال ان سب کو ریشش جہت سے نسبت ہے + تو تمام شش جہت سورج کے ماتحت ہے + اتوار کا دن اس کی کچھری کا دن ہے اس واسطے اتوار سب دنوں سے بزرگ و برکت والا ہے = جب قدر چیزیں خصوصیت کے ساتھ اسکے ماتحت ہیں وہ سُرخ و زرد ہیں - اسلئے گرم ہیں - جو چیز سُرخ نہ ہو اور میٹھی ہو تو وہ بھی سورج کے ماتحت ہوگی اور اس کا بھی مزاج گرم ہوگا + جلادت و گرمی سے صفرا کو ہچان ہوتا ہے + جو چاند کے ماتحت ہیں وہ اکثر سفید و ترش و سرد ہیں + اکثر بقلات و محضرات بادی ہیں + بادی چیز کو اکثر زیرہ ملتا ہے + اور اکثر گاجر - مونی اور آلو وغیرہ کی طرح جو میان چیزیں ہیں وہ گرم تر ہیں + ترقی پاکر سودا بنجاتی ہیں + سودا سرد و خشک ہے + تلی میں رہتا ہے + اور تلی مضحک ہے + سودا بھر جانے سے یہ مادہ اس کا کند ہو جاتا ہے + چکنی چیزیں بلغم کو بڑھاتی ہیں + بلغمی قطن منقوش ہو کر احمق ہو جاتا ہے + جو کچھ روح حیوانی سے جگر میں پہنچتا ہے + وہ غذا میں افزائش پیدا کرتی ہے + جگر ہی میں محبت رہتی ہے + جگر خشک میں محبت نہیں + جگر کی خشکی ترک غذا سے ہوتی ہے + جس کو دل اور جگر سے محبت نہیں - خود سے محبت نہیں - جسکو خود سے محبت نہیں - دوسرے سے کیا محبت کرے گا - آدمی دوسرے کو اپنی محبت سے پیار کرتا ہے + دیکھو جگر کی حفاظت کرو یہ صوفی ہے - خون صاف کر کے دل کو پہنچاتا ہے + اپنے کبد میں رحم رکھتا ہے + اسی جگر میں صفرا رہتا ہے اس کا دشمن طحال ہے + چائے میں رائے دیکر پینے سے صفرا خارج ہو سکتا ہے + نفیل چیز کا پھوڑا اس میں جانے سے اسکو تکلیف ہوتی ہے + اسکے اہل کار اسکو ڈانٹ بتلاتے ہیں جس کا نام زحیر ہے - زحیر نہ پیدا ہو + تو جو ننگ پیدا ہو جاتا ہے + جو اطراق اور نوسا اور سودا گہ سجا سکتا ہے + یا کڑوا بادام کھانے سے + مگر ہر حال میں ڈاکٹر کو دکھلائے اسوقت کے مناسب جو اس کی سائے ہو یا اس پر عمل کرے + شکم کے عدم صفائی سے اندرونی وبا پیدا ہوتے ہیں + شکم کا غند

جو سب اصحاب کف ہیں + نفس یگِ تعمیر ہے + عناصر چار دانگ عالم ہیں + طبائع چار کرم
 ہیں + عالمِ ظہری سے روح ہے + عالمِ غلی سے جسم + روح ایک قوتِ مخفیہ ہے - جو عناصر سے متحد ہے -
 جس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے آفتاب تمام ذہن میں فروا فرما سکتا ہے - اور پھر اپنی جگہ پر بھی موجود
 رہتا ہے + دیکھو ہی یہ تمام جسم میں سرایت کر رہے ہیں اور پھر کہیں نہیں + اسکی ثبوت کلمہ ارفام
 سے اچھی ملتی ہے + اس کا تمام جوارح و اعضا پر رعب و ودیہ ہے + اس پر حکم جاری کر کے ہٹ جاتی
 ہے کہ دیکھیں اسکی مخالفت قوتیں اسکی اطاعت کرتی ہیں یا نہیں - وہ سب قوتیں اسی سے زندہ ہیں -
 ورنہ مردہ + یہی محی القوی ہے + حاکم صدر الصدور ہے + قوتِ عاقلہ اس کا ذریعہ ہے + علمِ معین نام
 ہے + نفسِ مطمئنہ حج ہے + نفسِ لواہ و اعظ ہے + نفسِ ناطقہ وکیل ہے + خیالِ تلخاف ہے +
 افعالِ قلوب لشکری اور کشوری ہیں - تجربہ واردات و نزول و آمدنی ہے + غولِ بحرِ احمر سے بیوی بیٹی
 جو کثافت اور خون کے بیج سے نکلتی ہے - وہ بحرِ ابیض ہے + یہی جسمانی حالت حوضِ کوثر ہے +
 تمام رگ و پیمانہ نر اور کارپرد از ہیں + نفسِ امارہ شیطان ہے + پیلِ مست ہے جس کا نفس
 ایسا مروع و ہوا سکو فاقہ و صیام ضروری ہے + کہ پیلِ مست فاقہ سے درست ہوتا ہے + یہ نفس
 سیر ہوتا ہے تو سرکشی کرتا ہے + نہوت کے وقت چوپایہ ہو جاتا ہے + غصہ کی حالت میں درندہ ہو جاتا
 ہے + گناہ کی حالت میں لڑکا بن جاتا ہے + نعمت کے وقت فرعون ہو جاتا ہے + بھوک میں دیوانہ
 پیٹ بھرے تو مٹانہ + دانہ دو تو سناٹا ہے + بھوکھا رکھو تو چلاتا ہے + اس سے ایک بھاری
 لڑائی لڑنی پڑتی ہے + تو جیسے طبعیت اور مرض میں جنگ ہوتی ہے کہ روزِ جنگ کو بحرِ انِ جید کہتے
 ہیں + اور روزِ تحطیل کو بحرِ انِ روی طیب کو سپالار دواء کو ہتھیار + اسی طرح نفسِ نفسانیت
 ماب کے روزِ جنگ کو مجاہدہ و صیام کے نام سے یاد کرتے ہیں اور فتحیابی کے بعد صفوت و صطفا
 کے نام سے + یہ سب قوی قوتِ روحانیہ کے متعلق ہیں جسکی مثال تالا منڈل کی ہے کہ اُس سے
 رنگارنگ مٹنی ظاہر ہوتی ہے جو سب ایک ہی طرف میں ہوتے ہیں ایک چنگاری یا قوتِ
 اثیریہ سے متلون ہو کے ظاہر ہوتے ہیں + ان سب کو اختیاراً استعمال کرنے کا نام صوفی ہے + اس
 وقت روح القدس سے متاثر ہونیکے قابل ہو سکتا ہے + اسی واسطے چاہئے کہ خود کے اندر جو قدر
 سلائی - نلی - سلاخ - دستہ - قبضہ - اسطوانہ - ڈنڈی - نصاب - ٹیکن - چاک - پتیا - دھری -
 چرخ - محور - سطحِ مایل - سطحِ مط - شنگھ - فانہ - منار - معین - سطح - پر معین - رفتار سے چرخ کھانے والی
 چرخیاں اور سائے کل پڑے - اور معماری درست و چہرہ میں ان میں - آگ - پانی - چکنائی

بے محل نہ دیکھائے۔ موسم اور وقت پر ہو۔ علم الغذا اور فرست غذا کے مطابق ہو ورنہ انکی کشش۔ غمیدگی۔ برقی کیسی دی۔ اور کہ ربائی قوت وغیرہ میں فرق آجائے گا جو موجب ہلاکت ہو گا۔ کیونکہ اموات اولاد و امراض ہیں اور امراض اولاد و خلط ہیں اور خلط اولاد غذا میں اور غذا اولاد نباتات ہیں۔ بال بچے صورت و سیرت حکمت و حکومت۔ صحت اور بچہ و راحت سب غذا سے ہے + پیٹ نہ ہو تو کچھ نہیں + سب بطن و باطن سے ہے + پس غذا اولاد نباتات ہے اور نباتات اولاد زمین میں اور زمین اولاد آب ہے اور آب اولاد ہوا اور ہوا اولاد آتش اور آتش اولاد حرارت اور حرارت اولاد صدفہ تصادم ہے اور تصادم اولاد حرکت اور حرکت اولاد قوت اور قوت اولاد مادہ اولاد قدرت اور قدرت اولاد قریب من اللہ منسل ہو کر ابن اللہ بن گئے ہیں۔ عیال اللہ ہو کر نادان نہ بنو دانابن کے آبے دانہ استعمال کر دو + ذریات الشیطان نہ بن جاؤ + جو چیز کھانے کی بنائی گئی ہے ضرور کھائی جائے لیکن احتیاط کے ساتھ کہ معدہ کی مشن خراب نہ ہو + جس طرح سب چیز کے اجماع کا نام عالم ہے اسی طرح عناصر کے اجماع کا نام طبیعت ہے + جو چار خلط سے مرکب ہے + جب یہ اعتدال پر ہے جاذا تندرست ہے + جب اس میں اختلاف اور خصوصیت پیدا ہو جاتی ہے۔ توجی نڈال ہو جاتا ہے جس عنصر کو شکست ہوتی ہے وہ کمیٹی سے داد چاہتا ہے + اس نفس راہ کا نام امین و خنین ہے + جس کے صدور سے آدمی بیمار سمجھا جاتا ہے + قانون صحت و اخلیہ و خارجیہ کی تمام خلاف ورزیاں جسمانی و روحانی گناہ ہے + کیونکہ یاد رکھو کہ جسمانی خرابی سے روح بیمار ہوتی ہے + روح کی بیزاری سے دین و دنیا خراب ہوتا ہے + اب ان سب ظاہری قوتوں کے بعد باطنی قوت کی حالت بیان ہوتی ہے + کہ ایک ان میں سے قوت واہمہ ہے + یہ احوال محسوسہ کو ادراک کرتی ہے + دوسری قوت متصرفہ ہے جو ہم و خیال کی لئے سے کچھ صورت و احوال میں اپنا تصرف ظاہر کرتی ہے + جیسے اگر کوئی کسی کو جسم کے ساتھ تصور کر کے اس کے جسمانی ہونے سب کی طرف تصور کرتا ہوا = اس سب کے معنی کی طرف تصور کرنے لگے + کہ یہ سب کیونکر ہوا + تو اس وقت یہ قوت متصرفہ رائے قائم کر کے تصرفانہ علم جاری کر دیتی ہے + پھر اس کی اپیل و رباعلی میں پیش ہوتی ہے + وہ نظیر و داخلہ اور شہادت و ثبوت سب کو جانچ پرتال کے ایک حکم لگا دیتی ہے + یہ قوت عاقلہ سب قوتوں کی اسپرٹ کے بخار کا ایک نورانی اثر ہے + یہی ماخذ الافہام والادراک ہے + اسکی وجود میں سالبہ کلیہ کو دخل نہیں + اگر نہ ہوتی تو اسکے آثار ظاہر نہ ہوتے + پھر مجملہ آفرین میں کیوں شک ہے + تم اتنا بھی نہیں غور کرتے۔ ذرا دیکھو تو کہ کس طرح دماغ سے بوسیہ رابطہ ہاتھ میں حرکت پہنچائی گئی ہے۔ جو ہاتھ سے اتر کر انگلی میں پہنچکے۔ قلم میں نازل ہوتی ہے = اور قلم سے روشنی

میں۔ اندر مشنائی سے لفظی شکل میں۔ جو خطہ کا فز پر وارد ہو کر انسان عیون کو اپنی رُوحِ معانی سے سبق دیتی ہے جو کہ اُسکے اندر داخل ہو کر اسی طرح دستِ وقلم سے نازل ہوتی ہوئی پتھر پر منقلب ہو کر خلاف ہو جاتی ہے + کہ کا فز پر سیدھے حرف نمایاں ہو جاتے ہیں + ایک ہی کلام ہزار ہزار جلدوں میں ہو جاتا ہے مگر وہ ایک ہی کلام کہا جاتا ہے + اور شکم اُس سے اسی طرح جدا ہو جاتا ہے جس طرح ایک مشن سے ہزار ہا کلام طبع ہو گئے اور مشن کو حرکت دینے والا جدارہ + پس یہ مثالاً عقل اور عقل آفرین کا ایک نمونہ ہے + جیسے کہمار کی قوتِ مصوروں میں ظروف کی صورت قائم ہوتی ہے جب وہ بناتا ہے۔ ورنہ ہرگز نہیں بنا سکتا۔ اسی طرح احمقوں کو سمجھانیکے لئے یہ تصور کر لو کہ بشلِ مثالِ تصورِ حقیقی نے ان سب صورتِ علیہ کو جس طرح تصور فرمایا ہے اُسی طرح پر اُسکی شکل ظاہر ہو گئی ہے کہ اس سے اُس کا تصور ثابت ہوتا ہے۔ جو اس مالک کے خلافِ شان ہے۔ اس سے معلوم ہو کہ ان مثالوں سے تم نہیں سمجھ سکتے کیونکہ جس سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہو وہ اُسی کی بنائی ہوئی ہے۔ وہ اپنے حد سے زیادہ پرواز نہیں کر سکتی + وہ خود کہتی ہے کہ

اے برتر از قیاس و خیال و گمان و عقل در ہر چہ گفتہ ایم و شنیدیم و خواندیم
دستِ تمام گشت و بہایاں رسید عمر ماہیچناں در اولِ وصف تو مانیدم

پس وہ ضرور ہے + اور ضرور کچھ پیدا ہونے کا مال رکھا ہوگا + اس لئے ظاہر اُتم ابھی بات چل کر چلے جاؤ تو بہتر ہے + زیادہ چوں + ویرا کی حاجت نہیں + جو اس کے خلاف کرتے ہیں وہ مجرم ہیں + تو چونکہ کسی کو عالمِ زراعتی ہے کسی کو علمِ خدمتی۔ کسی کو علمِ تجارتی ہے کسی کو علمِ حرفتی + اس لئے جو نایاب وصفِ عالمِ العلوم رکھتا ہو وہی قابلِ مہنائی ہے + اور یہ سب اعمال احوال سے ظاہر ہو جاتے ہیں پہلی حال ہی بڑا مقیاسِ العقل ہے + دیکھو حق سے بھاگو عقل کا دشمن حق ہے + جہل و حق کو شیطان سے نسبت ہے + علم و عقل کو ملائیک سے + دیکھو یہاں بھی عالمِ اکبر کا ایک نمونہ ہے + مگر خوب کہا گیا ہے کہ

لے
علاقہ

ایچ صیقل نے تو اند کرد	آہنے ما کہ بد گھر باشد
چوں شود اصل جو ہر قابل	تر بیت را درو اثر باشد
سندہ را گر بہ آہا شوی	چونکہ تر شد پلید تر باشد
گر حمارِ عنبر کعبہ رود	چوں بیاید ہنوز خربا شد

تو اس وقت کوئی جنسوں کے جنس میں گشتی کر نیکو نہیں نکلا ہے کہ ان کو سمجھائے۔ اگر نکلا ہوگا تو اُس عالم کے مطابق ان کو سمجھا رہا ہوگا + یہاں عالمِ بشریت ہے۔ اس لئے بشر کو کہا جا رہا ہے۔

در نہ اللہ تعالیٰ من اذی نہیں کرتا + بلکہ یہ بھی ایک منت افزائی کا طریقہ نکالا ہے کہ جامہ خودی کو سرّاً بجامہ
 بشریت لاکر ان کو نورانی بشر بنانا چاہتا ہے + کہ بھلا یہ کیسے ظلم کی بات ہے کہ والدین نے اسقدر احسان
 کیا۔ ان کے احسان کو بھول گئے۔ ماں باپ کے دل میں جس نے رحم ڈالے پرورش کرائی اُسکو بھول
 گئے۔ رُوح نے جو اسقدر لذتِ حیات حاصل کرایا۔ اس کا احسان بھول گئے کیا تقاضے بشریت ہی ہے؟
 تو ایسی بشریت پر بشر آفریں کی پھٹکار ہے + تاکہ اُن میں بشریت پیدا ہو۔ کہ آگے کی ترقی کے لائق ہوں + تو
 یہ عین احسان ہوا + اسکو من و اذی کب کہہ سکتے ہیں + اگر یا تہام ہے تو مالک کی مذمت ہے + پھر
 تم کیسے بے ادب ہو کہ جھکے یہاں رہتے ہو اُس کی مذمت کرتے ہو + یہ دُنیا اس کی ہے۔ اس میں
 رہ کے اُسکے کسی چیز کی مذمت نہ کرو + یہ عین اُسی کی مذمت ہے + تو تم بھی اُسکے ہر ذرہ کائنات سے
 مذمت کرائے جاؤ گے جسکو پھٹکار کہتے ہیں + تو اب جس وجود میں تم رہتے ہو ایسا نہ کرو کہ اس وجود کی مذمت
 کی جائے + کہ گویا تم نے خود مذمت کی + ایک چیز کا بدلہ تم کو سوچیر پہنچاتی ہے پھر بھی تم کو اُس ایک چیز کا غم
 رہتا ہے + ایسے بیہودہ خیال سے باز آؤ + بُری بات نہ سوچو + کہ تم خدا ہو جاؤ تو جنین و جنناں کر لیا
 بُری دلیل نہ سوچو کہ ایک کو اور کسو کو پالنا عین خود پر رحم کرنا ہے۔ اسلئے دیکھتی جائز ہے + یا گناہ کر کے
 کھا دیتے ہیں۔ کہ آگے جھلکے لطیف ہو + یہ سب بیہودہ دلیلیں ہیں + انہیں قبل وہ سب دلائل بیہودہ
 ہیں جو فرستادہ خدا کے سامنے مخالفانہ پیش کئے جائیں + تم تکبر کے سامنے متکبر ہو جاؤ + جب تک
 وہ جو تانہ کھائیگا درست نہ ہوگا + بد معاش کے سامنے بد معاش بن جاؤ + دجال کے سامنے دجال بن جاؤ +
 نیک آدمی کے سامنے نیک بن جاؤ + دارکوعالم الراکعین اعمیٰ جو تم سے جھکے اُس سے جھک جاؤ +
 پس مسیحا میں مسیحا بن کر ایک ہو جاؤ + اس لئے مجسم مسیحا کے ہاتھ پاؤں ہو کر معین و مددگار بنو + اُن
 کی فرمانبرداری کرو + اُن کی طرف سے لوگوں کو سمجھاؤ + بیہودہ بحث و مباحثہ اور دلیلیں نہ پیش کرو +
 جیسی تمکو غیر مجسم مسیحا کی دیدار ہو سکتی ہے + ورنہ بالکل محال ہے + دیکھو دولت وہی ہے جس میں رنج
 نہ ہو + تو اگر حیات دولت ہے تو تا بہ بقا اسکے رنج نہیں ہونا چاہئے + اسکے لئے تہذیب سوچو + اچھی بات
 سوچنی منع نہیں + پس یہی سوچا کرو کہ سب کام آسان ہو + شر کوئی میں اپنا وقت ضائع نہ کرو + وہ
 قوم حرام زادی بُری مردود ہے جس نے کتابوں کا حرف حرف نقطہ نقطہ اعراب وغیرہ حساب
 کرنے میں وقت برباد کیا ہے۔ پس انہیں سب قوتوں کا نام تو لئے نفسانی ہے + جو بذریعہ روح حیوانی
 دماغ سے اُٹھ کر حس و حرکت قائم کرتی ہے + اسی کو نفس نام طفقہ کہتے ہیں + جب پادشاہ لڑائی
 میں بھیجتا ہے تو درومی اور ہتھیار دیتا ہے + اسی طرح احکم الحاکمین نے سب کو مصافِ دنیا

میں جہانی دردی۔ اور جس قوتوں کا ہتھیار لیکر قیام ہونیکے لئے بھیجا ہے، جو کونٹہ امین حاصل ہوگا۔ وہی دین دنیائیں تیج و تمسہ پائیگا، پس اُسکی فہمندی کی نشانی میں خوش اعمالی ہے، اُسکی کسبِ حالت ہے گو گویا ہم سرک ہے، روحِ بخشن ہے، دُوبے جملہ اعمال ہیں، عقل و رایہور ہے، علم لائے ہے، تہذیبِ اخلاق جھنڈی نما ہے، اگر پورٹرِ فاضل ہو جائے تو ساری گاڑی اور مسافرین کا ستیاناس ہو جائے، تو اگر تہذیبِ الاخلاق درست نہیں تو کچھ نہیں کسی سوسائٹی کے لائق نہیں، محروم الدارین ہے، اگرچہ سب کے سر میں بلغم رہتا ہے مگر اُس کا بلغم سے پر ہے، اُسے شیطانی جنون اور جنونی بالیخویا ہو گیا ہے، کسی دوا یا شیشہ کلمہ کے دیکھنے سے نہیں جاسکتا، بلکہ اُس کا سر ہی جدا کر دینا چاہئے، اگر ان ہدایات پر ہماری ہی ساتھ گستاخی کرنے کو آمادہ ہوتا ہے تو کچھ پرواہ نہیں

۷

نہ اس دارم نہ اُن دارم نہ تو دارم نہ من دارم	نہ سر دارم نہ پا دارم نہ تھاں دارم نہ تن دارم
گر میاں چاک می دارم دیدہ پیرن دارم	دریں پوشاک بوسیدہ بخود جملہ زمین دارم
گلِ رخسار میگویند کہ سن یوئے سمن دارم	لب رنگیں چنیں گوید کہ سن لعل سین دارم
نظارہ بیچ کا فر ساز و سامانیکہ من دارم	نمیدانی چہ میدارم خودم دانم چہ حق دارم
کہ گریک لفظ ہاں گوئیم تہ بالا شود عالم	چہ زدرت صلیبت دار و چنیاں ندر سخن دارم
جو کفر از کعبہ بر نیزہ و کجا ماند ہمہ خوبی	بماند در دل سچی کرا در خویشتن دارم

پس یہی میرا نچرل نچر ہے کہ بالاباد انانی انانیتیں ہوں کہ جو کچھ چاہوں کر دوں، ہر دست جو کر دہوں اس میں بھی مصالت ہے، مجھ کو معلوم کہ آگے جا کر کیا کر دھکا، نہم فقط سنکر عمل کرتے جاؤ، یہ سب مختصر حالت سر سے کمر تک بیان کی گئی، جو کچھ باقی ہے اُسکو مذہب کہ ہر گز پیمان نظامِ جہانی کے اُسی طرح کا پرداز ہیں جس طرح عالمِ اکبر کے کارپرداز مملات وغیرہ ہیں۔ ان سے روحِ حاکمانہ کام لیتی ہے، ہاتھ مچھو دوسرے کا کام کرتا ہے، اس میں انگوٹھا بڑا مصلحت ہے، اس میں جو کچھ نشانات ہیں وہ سب نچرل اشارے ہیں، ہاتھ کی ظاہری بیماری لوٹاپن وغیرہ ہے اور باطنی بیماری نخل و سرکہ وغیرہ ہے، اسلئے ہاتھ کے متعلق جقدر گناہ ہو سکتے ہوں اُن سب سے بچتے رہو، بچل اُن کے یہ سب ہیں، جس سے تمہیداً روکا جاتا ہے، کہ چوری نہ کرو، رشوت نہ لو، خط سے ٹکٹ نہ نکالو، صفحہ بمیزان و پیمائش نہ کرو، زہر نہ دو، قتل نہ کرو، ہتھیار ٹکٹ ایشاپ، نوٹ اور سکے نہ بناؤ، یہ سب سرکار کا حق ہے، کسی کی چیز بغیر اجازت نہ اٹھاؤ، اگر وہ چیز خطہ میں ہو تو بچاؤ، کسی کی چیز ٹوٹل کے نہ دیکھو، کسی سے کچھ نہ مانگو، ہرگز ہرگز ہاتھ نہ پساؤ، خود کو کسی کا محتاج نہ بناؤ، کتاب درسا میں اشتہار یا خط

یا کوئی چیز نہ بھیجو۔ اس سے بدیتی۔ بجمالت۔ اور دغا بازی ثابت ہوتی ہے۔ اگر اُس کی قیمت ادا کی جائے تو دغا بازی نہیں۔ کسی کا پارسل اور خط نہ کھولو۔ مگر مشکوک ہونے پر گورنمنٹ کھول سکتی ہے۔ رہ سازش سے کسی کو کسی کی طرف سے خط نہ لکھو۔ نجس چیز کسی کو مزاخا بھی نہ پارسل کرو۔ اودھ چیز نہ لو۔ ناقص چیز نہ لو۔ قرض نہ لو۔ اگر تو پیش تر اذ فوراً ادا کرو۔ کوئی چیز مستعار نہ لو۔ اگر تو پیشتر اذ فوراً واپس کر دو۔ اسکو خراب کر کے نہ دو۔ کسی سے اخبار یا کتاب لیکے نہ پڑھو۔ کہ تمہاری کم حیثیتی ظاہر ہو۔ اگر تو فوراً سے پہلے واپس دو۔ اس پر نشان نہ دو۔ کتب خانہ میں اخبار دیکھنے کے مجاز ہو لیکن گھر نہ لاؤ۔ کوئی ایسی کتاب نہ تصنیف کرو جس سے فساد برپا ہو۔ لوگ فرقہ فرقہ ہو جائیں۔ نا اتفاقی کا میدان گرم ہو۔ ریل کی لائن پر کچھ نہ رکھو۔ ٹکٹ کسی سے نہ بدلو۔ آتش بازی سے مذاق نہ کرو۔ کسی کو مذاق سے دو لٹے مضطرب کھلا کے مجلس میں نہ لاؤ۔ کسی کو مذاق سے جھوٹ بولکر لڑہ کو کچھ اچھی چیز بتلا کے کہیں لگائے کو نہ دیدو۔ جس سے اُس کو رنج پہنچے۔ ربڑ کی عورت دمر نہ بناؤ۔ بلا سخت ضرورت کسی کو نیند سے نہ اٹھاؤ۔ نہ کوئی شور و غل کرے کہ وہ اٹھ جائے بلکہ چاہئے کہ ایسے جاوے جو بے سبب بولتے رہتے ہوں اور کربہ الصوت ہوں وہ آبادی میں نہ رکھے جائیں نہ پولیس میں رات کو شور و غل کرے نہ غافل ہے۔ چورالائیں رکھے۔ روشنی کثرت سے ہو۔ قلعہ کا کسی کو فوٹو لینے نہ دے۔ سلاح زنگ آلود نہ رکھے۔ سب محلہ کا نام جانے۔ تعلیم یافتہ سرکاری کتا ساتھ رکھے۔ جو مشکوک مقام پر فوراً کام آئے۔ کوئی سبب مقور نہ پالے۔ نا تعلیم یافتہ کتوں سے اور دیوانہ لوگوں سے شہر خراب نہ ہو۔ ایک کو جنگل میں چھوڑ دو۔ دوسرے کو پاگل خانہ میں۔ جو قوم عبادۂ خواہ کسی طریق پر کربہ الصوت گھنٹا گھنٹی بجائے۔ یا ڈھولک وغیرہ جاکر سحری کے نام سے اٹھاتی پھرے لُن سب کو سناؤ کہ ریل گاڑی نکلی اور سب گاڑی بیچ ہو گئی۔ ایسی ہی یہ سب دوزخ شریعت ختم ہوئی۔ اب یہ جدید ہے۔ اس پر عمل کرو۔ اس کے خلاف کرنا جرم ہے۔ اگر نہیں مانے تو واجب التعمیر ہے۔ اکثر ایسے لوگوں کے پہلی سزا یہ ہوتی ہے کہ اُن کا مالِ مطاع چھین لیا گیا ہے۔ اُن کی جو روٹی ضابطہ کے ساتھ خاصی میں لائی گئی ہیں۔ جب بد ذاتی نہ چھوڑی تو تیر تیج بے دریغ ہٹے ہیں۔ بغرض کہ جو سلطان ہذا سے کشر ہو۔ البتہ واجب الفنا ہے۔ جو بے جرم ہو اسکو دھکا بھی نہ دو۔ بلکہ کسی کو دھکا دیکھے نہ چلو۔ بجز میاں بیوی و گراشخصا کے ساتھ ہاتھ ملا کے نہ چلو۔ نہ منڈھے پر ہاتھ رکھے چلو۔ دوا دمی یا زیادہ ساتھ بلکے چلو تو ایسا گنجان نہ چلو کہ ہاتھوں کا رگڑ ہو۔ چلنے میں زیادہ ہاتھ نہ ہلاؤ۔ اپنے ہاتھ سے خود کو ہلکان میں نہ ڈالو۔ پتیلی مار کے یا چنگی تالی بجائے بات نہ کرو۔ لوگوں کے سامنے راستہ

میں اگر کسی بے موقع جگہ کھجلی ہو تو موس کے رہجاؤ نہ کھلاؤ۔ بالکل بُرا معلوم ہوتا ہے۔ دو ہاتھ سے مصافحہ نہ کرو، معاف نہ کرو۔ چھڑی نعل میں دبا کر یا گھومتے ہوئے نہ چلو۔ باغ میں چھڑی سے کچھ نہ اُسکاؤ۔ نہ کسی کے باغ کا پھول توڑو۔ مدرسہ یا محکمہ میں چھڑی لیکے نہ جاؤ۔ بڑے لوگوں سے ملنے میں چھڑی لیکے نہ جاؤ۔ بالادست کے سامنے بکمال خشعت کھڑے رہو۔ اگر بیٹھنے نہ کہے تو نہ بیٹھو۔ مجلس میں کان پہ ہاتھ رکھنے نہ بیٹھو یا کوئی ایسا فعل جس سے بُزدلی یا کیننگی یا زانا لگی یا ناشائستگی یا نفرت پائی جائے نہ کرو۔ ہاتھ میں زیادہ انگوٹھی نہ پہنو۔ اگر پہنو تو دقتی ہونی چاہئے۔ پس چاندی کی نہ ہو۔ پلاسٹک برے ہیں۔ نگینہ جو ہتیتی ہو۔ بہت بڑا نہ ہو۔ جو بھدا معلوم ہو۔ پرانی اور عیب دار چیز استعمال نہ کرو۔ نذر کا سد نہ رکھو۔ عبادت گاہ کے در دیوار میں سونا چاندی۔ اور جواہرات نہ لگاؤ۔ اُس کو بہت صاف رکھو۔ ہاتھ بہت صاف رکھو۔ پھروہ رنگیز ہو یا کوئی مہر ذرا بھی ناخن کاٹے نہ ہوں۔ اُس میں سالن وغیرہ یا چکنائی نہ لگی ہے۔ ہندی نہ لگاؤ۔ عورت کبھی کبھی خفیف سا لگا سکتی ہے۔ تحفہ اس واسطے نہ دو کہ بدلہ ملے۔ جو چیز پیش کرو حقیر کر کے نہ دو کہ یہ آپ کے لائق نہیں ہے۔ ناچیز ہے۔ تنگدلی اور نمائش سے نہ دو۔ نہ منہ بناؤ۔ بڑی کشادہ پیشانی سے دو۔ سلام کرنے میں ٹوپی اُتار دیا سینہ پہ ہاتھ رکھو۔ لیکن عورت کے سلام کرنے میں سینہ پر ہاتھ نہ رکھو فقط فرماؤ اے آگے سر جھکاؤ۔ دوسروں کے ساتھ اگر سلام کا لفظ منہ سے ادا کرو تو تسلیم و کورنش یا التیحات علیکم کہو۔ السلام علیکم وغیرہ ہرگز ہرگز نہ کہو کیونکہ جس موجد کی طرف یہ منسوب کیا جاتا ہے۔ کہ یہ سلام فلاں نے ایجاد کیا ہے۔ میں اُسکو خوب جانتا ہوں۔ بڑا عظیم المخلوق تھا۔ اور بڑا ہی پلیٹین حکیم تھا۔ مہارِش تھا۔ بڑی بھاری روحانی قوت رکھتا تھا۔ اُس نے بزورِ قوتِ باطنیہ اس جملہ میں یہ معنی پھونک دیا کہ جو (بابا تم کو سلام ہے یا السلام علیکم) کہا جائے اُس پر یہ جملہ لعنت اللہ علیک کے معنی میں ظاہر ہو۔ تاکہ سب پھٹکے جائیں کہ آخر میں بمصدق ع و املی لم الٰہ کیدی متین۔ کر ہر طرح سے صفایا کر دیا جائے۔ تو یہ بات ہر ایک میں نہیں پیدا ہو سکتی۔ کہ جس لفظ کا جو معنی رکھئے کہ وہی اثر پیدا ہو بلکہ یہ ویسی ہی قوتِ الٰہی کا کام ہے۔ لہذا ان مردودوں کی زبان سے کافر کہے جانے کا غم نہ کرو۔ آج سے جو تم کو کافر کہے تو اس لفظ پر بہت خوش ہو جاؤ کہ تم نے ازراہِ تصرف مالکائے اُسکے معنی یہ تسلیم کر لئے۔ کہ تمام بدی اور مردودوں کو کافر کرنے والا۔ تمام باطل کو حق سے ڈھاپنے والا۔ تمام سچائی اور صفائی کا کھیتی کرنے والا۔ نذر سے ظلمات کو اڑانے والا۔ اور جس طرح ولی اور صلوات کا لفظ جنسِ معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ لفظِ مسلم و اسلام بھی باطن میں اسی طرح متعمل ہو۔ جس کا اثر ظاہر میں ظاہر ہونے

سے اسکی تصدیق ہو جائے + تو جس موقع پر ہم نے کفر و اسلام اور کافر و مسلم کے معنی جطور پر لیا ہے
 اُس موقع کے لئے وہی موزون سمجھو مگر آئندہ کے لئے معنی جدید معلوم پر عمل بہتر ہے + کیونکہ کوئی
 چیز نہیں جسکا ضد نہ ہو + خصوصاً ہمارا قول فعل فطری اور غیر فطری ازراہ حکمت و مصلحت بالکل متضاد
 ہے + جس سے ہم خوب افسوس ہیں۔ اس سے مطلب یہ ہے۔ کہ ہر چیز پر ہمارا قبضہ پڑا ہوا ہے۔
 مگر جسکو مردود کریں وہ مردود ہے جسکو محمود کریں وہ محمود + پس بیان متضاد کو نہ دیکھو اپنی اصلاح پر
 نظر کرو + اعمال نامہ اور روزنامہ تیار کرو + کسی جگہ اگر سو اچھے خطا ہو جائے تو استغفر اللہ رب من
 کل ذنب و التوب علیہ کہو + عورتیں بھی لکھا پڑھا کریں کہ اُن کو اپنے شوہر کو چھٹی چپاتی لکھنے میں
 محتاجی نہ ہو + خانہ داری کے انتظام و حساب و کتاب میں ملکہ ہو + کہ مکان کے سارے اشیاء کی
 ذہنت تیار کر سکیں + عورتوں کا دل دماغ فطرۃً و الکتری اور ضاعی کی طرف مائل ہے۔ یہ بیکار
 نہ جائے + یہ شربتِ مر با۔ چٹنی۔ اچار بیٹھائی۔ اور گرمی و سردی کا عطر وغیرہ اچھی طرح بناتی
 ہیں + یہ کابل و سست نہ بنائی جائیں کہ بلغمی بدن ہو جائے + پھلیں پھریں۔ کام دھند کریں
 یہاں اکثر باتوں کو ہاتھ سے قلعہ ہے + ہاتھ ہی میں نبض ہے + اگر موقعِ رگ حار ہو تو حرارت
 کی نشانی ہے + اگر سرد ہو تو سردی کی نشانی ہے + اسکی رفتار موجی و انتشاری و غلی و غیرہ وغیرہ ہے +
 اس سے بہت حالت معلوم ہوتی ہے + یہ گھڑیاں کا کام کر رہے + سانس ہر ثانیہ کا کام کر رہی
 ہے + مصفی خون ہے + گویا جسمانی نیپل ہے + پاک منٹ کا کام کر رہے + شش۔ مروحہ کا
 کام کرتا ہے۔ اور تقریر کرتا ہے + دشمن اس کا ضیق ہے + اُسکے بھی بہت سے دشمن ہیں۔
 منہجائیں کے کیگوار کا عرق بھی ہے + ممکن ہے کہ کسی وقت غالب آئے + شش سرفہ سے
 صاف ہوتا ہے + خشک ہو جائے تو بھوک نہ معلوم ہو۔ سرکہ یا پودینہ کی چٹنی کھانے سے بھوک معلوم
 ہوگی + ہناف اور معدہ کے بیچ میں جو جھپتی ہے۔ غذائے ثقلیہ کے ہضم ہونے میں معاون ہونے
 کے وقت جھٹکا دیتی ہے۔ وہی جھٹکا ہچکی میں نمودار ہو کر محسوس ہوتا ہے + یہ ایک معمولی آندھی
 کا نمونہ ہے + ایلا پچی اور پودینہ سے ہچکی کم ہوتی ہے + کوئی ایسی چیز نہیں جس کا دفعیہ نہیں +
 ہچکی آتے وقت درد غلوئی بھی کام میں آجاتی ہے + کوئی چیز بیکار نہیں + بہت سے جاندار اس کرنے
 سے خود کو مردار بنادیتے ہیں گویا جھوٹ بولکر اپنی جان بچاتے ہیں۔ اسی کو مصلحت کہتے ہیں کہ +
 دروغ انگیز بہ کہ + از راستی فتنہ انگیز + تو بدکار بھی بیکار نہیں ہیں + جہنم کے کندے بنائے
 جائیں گے + مگر مومن تم لباس التقوی اختیار کرو + ہر طرح کے لباس میں صفائی رکھو + اچھا لباس

وہ ہے جس میں قیمت و محنت کم خرچ ہو + پائدار ہو + خوبصورت ہو + تکلیف رساں نہ ہو صاف
 ستھرا ہو + جو اپنا ثیاب مطہر نہیں رکھتے لعنتی ہیں + نیفوں میں ہزار ہا پھسکار کے چھیڑ پڑے ہیں +
 اُن کی گڑی کی بو سے معاذ بھٹا جاتا ہے + اسے اچھے لوگوں اچھا لباس پہنو + جالی اور ملل کا
 نہ پہنو کہ بدن نظر آئے + اُس کی ردک کرو + ربر کا کالر نہ لگاؤ + کالر بہت صاف ہو + کاندھے
 پر دوپٹہ نہ رکھو + کپڑا میں پیوند نہ لگاؤ + گرم خوبصورت کپڑا اپنے لئے پہنا جاتا ہے + ٹوٹا ہوا
 بٹن نہ لگاؤ + بہت لمبا گلو بند نہ استعمال کرو + گلو بند باندھ کے بہت بڑوں کے پاس نہ جاؤ +
 بدھی طوق نہ پہنو + پولس مین کے گلا میں طوق ہو تو برا نہیں + قیدیوں کے گلا میں ضروری
 ہونا چاہئے + کمر بند زیر انداز جو گلوں نما ہو سکی لباس کے لئے موضوع ہے + ہر خوبصورت
 کمر بند کو زنا ر بنام جبل اللہ سے نسبت ہے + اُس سے لباس میں خوبصورتی پیدا ہوتی ہے + اُس
 کا استعمال بیجا نہیں + صبح دشام کا کپڑا جدار رکھو + ضیافت کا جدا + سوتے وقت کا جدا + رسی جدا +
 ایک محال اور تو ال دواؤمی استعمال نہ کرو + جیبی رمال ضرور ہونا چاہئے + جس لباس میں جیب
 نہیں مہمل ہے - پادشاہ سے ملنے کا لباس بے جیب ہونا چاہئے + لیکن اگر وہ حکم ہے - تو رکھ
 سکتے ہو + ہتمد اور لٹگی باندھنے کے کسی سے نہ ملو + نہ ایما بند نما پیجامہ پہنو جس میں بہت سے چون
 ہوں یا پنڈلیوں سے چپکا ہے + نہ غرارہ ہو + پٹلون نما ہو + زنا نہ لباس نہ پہنو + کوئی عورت
 برقعہ نہ ڈالے + پیجامہ نہ پہنے + گاؤن یا ساری پہنے + گوتا کناری کی حاجت نہیں + اگر ہو تو
 بہت ہی مختوطا + کڑا - چھڑا نہ پہنے + نہ جوتی پہنے باہر نکلے بلکہ خوبصورت بٹل ہونا چاہئے +
 کوئی کمر ہا کے نہ چلے + دیکھو ننگے پاؤں نہ رہو + موزہ پہنو - اُس پر سے بٹل پہنکے باہر نکلو +
 سوائے دست و چہرہ کے کوئی حصہ بدن کا کھکا نہ ہے + آمد و رفت کی جگہ کو کسی چیز سے نہ دھکو +
 نہ دھان کھڑے ہو جاؤ + اگر کئے نہ چلو + نہ اکدم بے خبر چلو + نہ بھدے پن سے چلو + نہ بے ضرورت
 دوڑ کے چلو + نہ پاؤں ٹپکے چلو + نہ لنبا قدم اٹھاؤ + راستہ میں کوئی ملاقاتی ملے تو جواب میں
 طرف ہو یا سوار ہو وہ سلام کرے + تم جواب دیدو + بے ضرورت کسی سے ملاقات نہ کرو + جس
 سے ملاقات ہو جائے تو پھر باہم رنجش نہ کرو + کیونکہ کیا ملاقات رنجش کے لئے کیا معاہدہ رگزنہیں +
 پس کسی سے رنجش نہ کرو + چلتے وقت جو کوئی راستہ پوچھے فوراً اخلاق سے متلاؤ + سایہ دیکھ کے
 نہ چلو + سی سب چال چلن ہے + جس کا چال چلن اچھا نہیں دربار الہی کے لائق نہیں حتی کہ
 دربار الہی کو خواب میں بھی نہیں دیکھ سکتا + جو مجھوٹا خواب بیان کرتے ہیں اُن پر خدا کی مار ہے +

موشی کے پیٹ پر نہ بیٹھو + ایک گھوڑا پر دو آدمی نہ بیٹھو + نہ بچہ کش گھوڑی پر بیٹھو۔ جب تک وہ بچہ نہ چھوڑ دے + گاڑی پر بیٹھو تو اومیت سے + چار زانوار کے نہ بیٹھو نہ اس پر سوجاؤ + غیر عورت کے ساتھ گاڑی میں نہ بیٹھو + عورتیں گھوڑے پر بیٹھ سکتی ہیں + خطرہ کی جگہ خود آگے رہو عورت کو پیچھے رکھو + ڈھالواں جگہ پر چڑھو تو پہلے عورت بچہ کو آگے کرو۔ خود پیچھے رہو + جہاں متعدی مرض ہو وہاں نہ جاؤ + بلکہ وہاں سے نکلی جاؤ + ایسا درخت جو بہت بڑا پھل رکھتا ہو۔ اور پھل اس سے ٹپک کے گرنا ہو تو جب تک وہ پھل کھتا ہو اس کے نیچے نہ بیٹھو + خطرہ ناک دیوار کے سایہ میں نہ بیٹھو جو خطرہ ناک جگہ ہو وہاں نہ جاؤ + کسی کے مکان میں جاؤ تو بلا اجازت نہ داخل ہو جاؤ۔ پہلے رقبہ بنام کارڈ بھیجو + اگر بلائے تو داخل ہوتے ہی سلام کرو + اس کو تعظیماً فقط مرحبا کہنا چاہئے۔ جب واپس آنے لگو تو پھر سلام کرو + مخاطب تمہارا بیانا اللہ کیسے گا + اگر وہ نہ مل سکے واپس جانے کہے تو بلارنج واپس چلے آؤ + اس کے گھر کی چیز کو گھور گھور کے نہ دیکھو + حتی الوسع کسی کے گھر میں حیران نہ ہو + ہوٹل اور ڈاک بنگلہ میں اترو + اگر کسی کے ہاں ہمارا رہو۔ تو پھول کی طرح رہو + اور بہت تھوڑا رہو + آنے لگو تو وہاں کے نوکر چاکر کو کچھ دو + بے ٹکٹ گاڑی پر نہ چڑھو + ٹکٹ کا نمبر یاد رکھو + جہاں بیٹھو بے سبب بدن کو جنبش نہ دو + پاؤں نہ ہلاتے رہو + نہ میز و کرسی پر طبلہ بجاتے رہو + کسی کی جو روٹی پر نظر نہ کرو۔ نہ کسی کو ہکا کے لیجاؤ + زنی سے بچو + اجنبیام یعنی جانوروں کے ساتھ بڑا فعل نہ کرو + نہ اعلام کرو + نہ حلق لگاؤ + نہ ربکی عورت سے کام لو + نہ عقد و معتبر بازی ہو کسی طرح نطفہ برباد نہ ہو + اس پر خدا کی ابد الالباب لعنت رہیگی + دیکھو اپنے اپنے شرنگاہوں کی حفاظت کرو + اس کی صحت پر سب اعضا کی صحت ہے + جب یہ طالب غذا ہو تو بے وجہ اس کو فاقہ و روزہ میں نہ رکھو + ہر ایک عضو کے متعلق ایک ایک کام ہے + اس کے متعلق نسل و تناسل کا فریضہ پورو ہے + واجب و حلال طور سے اس کو اسکے کام پر بحال کرنا چاہئے + اس میں خدا نام نہ نہیں خدا صاحب کو الفیہ شلفیہ سے کیا کام + اس کو دل سے تعلق ہے + دست بکار دل بہار + جو آدمی اس فریضہ سے خود کو روکتا ہے زیادہ گناہ کرتا ہے + اگر بے محل صرف کر گیا تو حرارت کے خارج ہونے سے بونا رہ جائیگا۔ بد صورت ہو جائیگا چنانچہ اگر سارے سموات کی حرارت نکالی جائے تو فقہ کی طرح سمٹ جائے + اس واسطے کھانا پینا۔ جاگنا۔ سونا کی طرح یہ بھی ایک کام ہے جو موقع پر ہونا چاہئے + اس سے تسکین قلب ہوتی ہے + ماندگی دفع ہوتی ہے + یکسوئی پیدا ہوتی ہے + اگر جب تک طرفہ بات یہ ہے کہ کوڑا طرف خیال کا جانا بھی یکطرفی و یکسوئی ہے

مگر یکسوئی مردود ہے + اسلئے یکسوئی یہ یک طرفی ہونی چاہئے + اس فریضہ کے روکنے سے خلل واقع ہوتا ہے + بہت سے فریضے ٹرک جاتے ہیں + صحت میں فرق آتا ہے + آدمی یحییٰ اور بے راحت رہتا ہے + توجہ راحت نہیں تو روح رجاں نہیں + اللہ تعالیٰ نے اسکو راس اللذایۃ بنایا ہے + اس حوالے بے درد اور فطری جوارش میں حلاوت و دلکش رکھا ہے + اس جوارش سے کیسے کیسے جواہرات نکلتے ہیں - بحالتِ اطمینان ساری دولت و نعمت کا مرجع ایجگہ ہوتا ہے + ورنہ بحالتِ حرق و غرق و بیماری و اضطرابِ حفظانِ جان کی طرف + مگر حیا اس نے مستثنیٰ ہے + غرض کہ یہی قدرتی دروازہ آمد و رفت ہے + جبکو اس سے بلا امرِ الہی انکار ہے وہ کفرانِ نعمت کرتا ہے لہذا کٹا کافر ہے سورہ پاجی ہے + اس واسطے شادی کر نیکاطعی حکم دیا جاتا ہے + کوئی تنہی یا سن ٹری - جوگی اور سنیا سی نہ بنے + اس سے مریم و عیسا کا مرتبہ نہیں حاصل ہو سکتا + یہ شرگاہ ماہی آب نما اور مرغ ہوا تھا ہیں - ان سے اندرونی و بیرونی امراض معلوم ہوتے ہیں + ان سے جو پیشاب ہوتا ہے + اسکو قاورہ میں رکھ کے دیکھنا چاہئے + اس کی شناخت کے بعد اُس میں ایک قطرہ نل کاتیل دیکھے + اگر وہ شق ہو جائے تو خون و صفرا کا فساد ہے اگر دینی رہے یا نہ نشین ہو جائے یا سار کی طرف ہو تو خراب نشانی ہے + اگر منتشر ہو جائے یا پارہ پارہ ہو جائے یا قطرہ قطرہ ہو کے جانبِ یمین ہو تو صحت کی نشانی ہے + اسکو پھیر کر نا چاہئے + اگر پیشاب میں چکنائی ہو تو استفاق کی نشانی ہے + لیکن پھر بھی ڈاکٹر کو کھلانا چاہئے + کیونکہ بہت سے امراض متشابہ ہیں اور خدا کو اختیار ہے جسم چاہے - سب نشانی باطل کر دے + دواء کا اثر سلب کر دے + مگر ظاہر مرض مدعا علیہ اور نبض و قاورہ اور آثارِ گواہ ہیں + جو چیز ہضم ہوگی اُس سے خون بنیگا اور سب چیز ہضم ہو سکتی ہے - حتیٰ کہ تمام کائنات اس واسطے باطن میں سب کا رنگ لال اور سیاہ ہے + سب میں خون بھرا ہوا ہے + تو سختی کے بعض میں جیسا خواص و اثر والا خون پیدا ہوگا - اُس کے مطابق اُسکی ہستی کا اثر ہوگا + اسی واسطے ہر ایک چیز کے استعمال کی تفریقِ حلال و حرام سے کر دی گئی ہے + پس جو نقصان پہنچائے وہ حرام ہے + جو فائدہ پہنچائے وہ حلال + خون اور گوشت کھائیگا تو خور ہوگا - اگر سائیں سے ہوگا تو رحمدل ہوگا + بے حیا چیز کا گوشت کھائیگا تو بے حیا ہوگا + جس چیز کے کھانے سے جھوک معلوم ہو + کھانا ہضم ہو + بنید آئے - انسا ط ہو تو اُس سے صحت ہوگی + آبِ حیات مخلط پیدا ہوگا + اُس سے متولد ہوگا + مٹی دیرانے حیات کا ایک قطرہ ہے + اس میں دریا کا دریا بھرا

ملہ
بنات
کھینچا

۳۳

ہوتا ہے، مگر برباد نہ کرو، یہ قطرۃ الدین کے نیک بدھونے کی اور بڑی بھاری بات کی گواہی دیتا ہے، جس کی مثال
اس طرح پر سمجھو کہ اگر کوئی چونا کے پانی سے کچھ لکھے تو حروف سفید ہونگے، لیموں کے عرق سے لکھے اور
آگ دکھلائے تو حروف نگیں ظاہر ہونگے، اسی طرح بہت سی چیزیں ہیں جن سے لکھنے میں طرح
طرح کے حروف ہوتے ہیں، انہاں جملہ یہ بھی ہے کہ شیشہ اور پتھر اور لہجہ پر حروف ظاہر کراتے ہیں،
اشامپ کے اندر حروف ظاہر کراتے ہیں، حتیٰ کہ قلب کے اندر نقش و نگار اور صورت منور قائم کر دیتے ہیں،
اسی طرح زن و مرد و جو باہم النون والقلم - گندم و جو اور شجرہ لیب ہیں - قاب و سین و زمین میں وقت پر
نور علی النور ہیں - اپنے خون جگر بنام قطرۃ منی سے ایک مضمون محمل نصامت محض معدومیت کے آثار سے
لبریز کر کے بطنی لٹر لو کس میں رکھ لیتے ہیں اور وہ اول و آخر باطن و ظاہر کے ایڈرس پر کیف جسمانی و
نفسانی اور تہ جمع الجمع کا لئے ہوئے ایام حدود و احوال کا فاصلہ تمام کر کے یک کیا ہوا پارسل کے طور پر مضمون
ناطق بنا ہوا اٹھیک وقت پر جس زمانہ میں جس حیثیت سے جس کے نام ہو پختا چاہئے برابر ہو پختا
ہے کہ ہو پختی کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ کس غذا سے روشنائی فی النون بالقلم ہو کر مضمون ناطق بنام
مسطور مصطبہ ہوئی ہے، کہ موقع موقع پر تمام ابواب تفصیل دار مہور ہیں، کہ قصہ رسی کے مطابق
اُسکے ذلیع سے لوگوں کو پہنچتا ہے، پس یہ سب غذا کا نتیجہ ہے، جسکو رزقِ کریم حاصل ہوا اُس کا نتیجہ اور
ہی اچھا ہوگا، پس صیام و فاقہ کشی کی حاجت نہیں، جو بشر ہو کے قصد خود کو صیام و فاقہ کشی میں مبتلا
کرتا ہے وہ حرام زادہ کفرانِ نعمت کرتا ہے، اور ایسے تمام حرام زادوں پر پھٹکا رہے جنہوں نے اپنا
نام فرمانبردار رکھا ہے اور فرمانروا کی فرمانبرداری سے انکار کرتے ہیں - اور بدی کے عاشق ہیں - بس
اُن کے لئے بڑی بڑی سزا ہے، لہذا اے تم ایسے مکرہام - سور کے بچو - اب بھلا تم کو یقین ہو گا کہ تم
یقین فرمائی کے لئے بہت کچھ سالان کئے گئے مگر تم کو ہنوز یقین نہیں ہوا، بھلا سنو تو کیا تمہارے واسطے
آسمان و زمین نہ بنا دیا گیا تاکہ کسی کی وجود کی شہادت دے جس سے تم کو یقین ہو، لیکن اسپر بھی تم کو یقین
نہ ہوا، تو تمہارے لئے مالک نے انسانی لباس اختیار کیا اسپر بھی یقین نہ ہوا، جو اُسکے شکایان کا رنہ تھے وہ
بھی کر کے بتلایا کہ جب ہم ربی و رب ہیں تو تمہاری تربیت کون کر گیا اس پر بھی تم کو یقین نہ ہو، تمہارے لئے
عصری طوفان میں مبتلا ہوا - جب بھی بھروسہ نہ ہوا، کنواری لڑکی سے خود کو پیدا کر کے بتلایا کہ جب بھی تم کو
یقین نہ ہوا، کہ وہ دیبا بان اور دیر انداز میدان میں مارا پھر اچھب بھی تم کو اعتقاد نہ ہوا، یاد شاہوں کو زیر
کر کے بتلایا اس پر بھی تم کو اعتماد نہ ہوا، مردہ کو زندہ کر کے بتلایا تاکہ تم کو باور نہ ہوا، ایکدم انپڑہ ہو کر سارے
نصیح اللسان کو تسلیم کر دکھلایا تو بھی تم کو یقین نہ ہوا، شادی کر کے بال بچے کے پرورش کا طریقہ

بتلایا پھر بھی تم کو یقین نہ ہوا + فی ابین کیا کیا کچھ نہ کیا برس تم کو شک + قبل از وقت پیدا ہو کے
45 روز بن دو دھرہ کے بتلایا پھر بھی تم کو مشبہ + بچپن ہی سے سب پر نہکتہ چینی کر کر کے بتلانا شروع
کیا اس پر بھی تم غافل رہے + تمام عالم میں گشت لگا لگا کے بے باکانہ لکچر دیتا رہا۔ پھر بھی تم لوگ
مترین سے رہے + سالہا سال چنے اور کھجی چائے پر اوقات بستی کے بتلایا۔ جب بھی تم کو شک رہا +
مہینوں لگا تا رفاقت کش رہ کے بتلایا جب بھی تم کو یقین نہ ہوا + اور سمرائے زمانہ رکھا + کیا عبد المجید اور
یوسف کی آنکھوں کو اس سبب سے صدمہ پہنچا کہ وہ حجرہ میں جھانکتے تھے کہ شاید ہم کچھ کھاتے ہونگے +
اس پر بھی تم کو یقین نہ ہوا + کیا ہم نے نہ کہا حیدر آباد میں اُس جزو نامی شخص کو کہ انشین العظیم ابھی تو خاک
دسیا ہو جائیگا۔ اور وہ ہو گیا پھر بھی تم کو یقین نہ ہوا + کیا نہ کہا ہم نے کہ اُس ہی السماء کے حکم سے جو حکم
بے بسی ہے اُنکا بریگی اور آدمی و حجرہ اندھن بینگے۔ چنانچہ اشارہ کیا کیا بنیو برس اُس اشارہ پر چھ ستارہ بہت
روشن ہوئے جس کی روشنی میں روٹے نظر آ گئے پھر بھی تم کو یقین نہ ہوا + بہتر و نگو خواب میں دکھلایا۔
در بار شاہی تک دکھلایا۔ الوہیت مآب شاہ نہ لباس سے بلبس کر کے تخت پر جلوہ گر ہو کے بتلایا
جب بھی یقین نہ ہوا۔ جو ہمارے دشمن ہوئے اُنکے بارہ میں اُنی موت مرلیض اور کڑھی اور مچوت ہونیکا
حکم دیا اور تم نے ویسا ہی ہوتے دیکھا پھر بھی تم کو یقین نہ ہوا + اکثر باتوں کی خبر کر دی اور تم کو تجربہ
ہوا پھر بھی تم کو یقین نہ ہوا + تمہارے پاس غیب سے آدمی آ کر یہ کہہ گیا کہ بیشہ منشاہ عالمین کا فوٹو
ہے پھر بھی تم کو یقین نہ ہوا + تو کیا میں تمہارے باپ کا غلام ہوں کہ سب باتیں تمہاری سنتا ہوں
اور اسکے بموجب کروں + کیا مضر جانگیر جی فوٹو گرافر کا ایک درجن بیشہ ہمارا فوٹو لینے میں برباد نہ ہو
کیا تم نے بات چیت کرتے وقت غیب سے (بے شک) کی آواز دہنی ضرور سنی پھر بھی تم کو یقین نہ ہوا +
کیا خلا سے معلق یہ آواز نہ آئی کہ (یا جناب حضرت مولانا سید محمد یحییٰ صاحب التیام علیکم و فیہم السلام
من الادوی) یہ سن کے بھی تم کو یقین نہ ہوا + کیا تمہارے تکیہ کے نیچے سے (اِنَّ اللہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ)
کی آواز نہ آئی + پھر بھی تم کو یقین نہ ہوا + کیا 8 روز تک بڑوہ میں بے آب و نہ محض فاقہ کش
رہ کر اٹھا تھ گھنٹہ تک لکچر نہ دیتا رہا۔ اور تم تعجب کرتے رہے پھر بھی تم کو یقین نہ ہوا + اور اُلٹ
ڈیڑھ سو آدمی لٹھی۔ بالنس۔ تلوار اور گڑا انس لیکر آدمی رات کو مجھ کو قتل کرنے کے لئے آئے۔
اور جب آخر کار ہم نے شمشیر برہنہ کھینچی تو سب بھاگنے نظر آئے۔ جب بھی تم کو یقین نہ ہوا + کیا عین مکہ
کے مندل میں بے باکانہ زور و شور پر کھڑا ہو کے لکچر نہ دیا + اور شریف عون کو تم لوگوں نے بھڑکایا
ہمارے قتل کرنے کی تیاری کی + مگر کچھ نہ ہوا + واپس آئیے بعد اُلٹا اُنہیں لوگوں کی اُس نے سزا دی +

۳۱

۳۱

کیا مدینہ میں ہمارے پونچتے ہی روضہ مدنی نہ کانپ اٹھا تھا۔ اس میں سے یا مہو یا مہو کی آواز نہ آئی تھی اور چیخ کی آواز خنجر پریر کی تھی کہ ان کو یقین ہے کہ یہی صاحب اٹھا کے مقدمہ کا اظہار لینگے۔ اور تم نے اسکی نوٹس بھی جاری کی تھی کہ تم کو ایسا ویسا خواب ہوا پھر بھی تم کو یقین نہ ہوا + کبارت کو اڑو ہائے آتشیں ظاہر ہو کر بچھونے میں سما کر غائب نہ ہو گیا۔ پھر بھی تم کو یقین نہ ہوا + کیا آئینہ دیکھتے وقت آئینہ نہ ٹوٹ گیا؟ کیا اس میں سے ہم معلق ظاہر ہو کے (یارب العالمین) کیلئے نہ غائب ہو گئے + اس پر بھی تم کو نہ یقین ہوا۔ زنجیبار بہتھی اور کراچی میں بہت روز کے فائدہ کشی سے میں انتقال نہ کر گیا تھا اور چار گھنٹہ کے بعد پھر جی اٹھا + اس پر بھی تم کو یقین نہ ہوا۔ کیا شعبہ باز اور عالموں کو بلا کر تم نے نہ دریافت کیا کہ ان کے پاس کیا ہے اور انہوں نے جواب دیا کہ ان کے پاس عمل نہیں ہے۔ خدا معلوم کیا ہے + کچھ سمجھ نہیں نہیں آتا۔ کیا تم نے کئی جگہ پر ہم کو سنکھیا نہیں دیا اور پھر کچھ اثر نہ ہوا + اس پر بھی تم کو یقین نہ ہوا۔ کیا مقام اندن انڈیا آفس میں اس خوبصورت تصویر نے ہنس کر ادباً سر جھکا کے سلام نہ کیا۔ اور تم کو تعجب ہوا مگر خطائے نظر یہ محول کر کے چپ ہو گئے پھر بھی تم کو یقین نہ ہوا + کیا تم نے ہم کو بہت سی جگہ بآن واحد نہیں دیکھا ضرور دیکھا اور تم نے اسکی تصدیق بھی کی پھر بھی تم کو یقین نہ ہوا + خیال تو کرو کہ اگر کوئی بآن واحد دس پانچ مجلس میں حاضر ہو۔ اور اتفاق سے وہ مجلس دوسرے دن اکٹھا ہو جائے + اس وقت باتوں بات میں یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں تو کل فلاں مجلس میں تھا + دوسرا قسم کھانے کو تیار ہو۔ کہ تم غلط کہتے ہو۔ وہ فلاں مجلس میں تھا + اس وقت یقیناً سب مجلس کے لوگوں میں بحث و مباحثہ کی گستاخی شروع ہو جائیگی اور ایک دوسرے کو جھوٹا سمجھیں گے۔ حالانکہ سب سچے ہیں + اب اس کی تصدیق کسی سے نہیں ہو سکتی مگر اسی سے جو ہر مجلس میں بآن واحد موجود تھا + کیونکہ جب اتنی قدرت رکھتا ہے کہ بآن واحد ہر جگہ موجود ہو۔ تو یہ بھی ممکن ہے کہ سب کے دل سے یہ خیال کہ بآن واحد ہر جگہ حاضر تھا نکال دے + اور ایک ہی بات پر قائم کرے + توجہ دم وہ بھولا دیکھا اور سب کا دل پھیر دیگا۔ تو سب اسکو ایک ہی جگہ نیا سمجھنے لینگے + جس سے سب کا نام ماس ہو جائیگا اور بھولا دینے والا الہ الناس ہو گا تو ہی الہ الدین والدنی بھی ہو گا + لیکن یہ بات کہ سب کے دل سے بھولا دیا جائے۔ مصلحت نہیں + ثواب جنکو یہ یاد ہے + وہ سوال کریں کہ آپ کل جو کثیر القاد تھے وہ سب افراد کیا تھے؟ ہم کہیں کہ اصل سمجھیں؟ اسوقت وہ یہ جواب دے کہ بطرح بہت سی نسلیں عالم فاضل + بخیرہ ڈاکٹر۔ اچھے برے۔ سب ایک باپ میں نہتے ہیں اور بالکل ظاہر نہیں ہوتے۔ اسی طرح وہ سب افراد بھی ایک فرد فرید میں موجود ہیں اس واسطے وہ فروع ہوتے ہیں اصل ہوں + تو فروع باطل ہے اصل حق ہے + حق

کو پکڑ لو اور اپنا نام اہل اللہ یا حقانی رکھو + اس پر وہ لوگ کہیں کہ ج طرح غائب ہوئی اے افراد آپس غائب ہو گئے تو ممکن ہے کہ آپ بھی غائب غیوب ہو جائیں + پھر ہم کس کو صل بھیجیں اور کسکی پوجا پاٹ کریں؟ اس پر وہ یہ کہنے لگے کہ آخر وہ جو غائب ہو گا تو اپنی ہی قدرت سے غائب ہو گا۔ حاضر ہو گا تو اپنی ہی قدرت سے + تو ہر حالت میں قدرِ خُشی القیوم رہا پس جو ایسا قدر ہو اس کو از خود باپ بنانا کیا مشکل ہے۔ اور باپ پنے سے غایب ہو کر بیٹا بنانا کیا مشکل ہے + اور اپنا فوٹو یادگار دیو چھپا جانا کہ یہ ہمارا قائم مقام ہے کیا مشکل ہے؟ پس وہی اصل الاصول رہا + اس واسطے تم اس کو سمجھ نہیں سکتے + جب نہیں سمجھ سکتے + تو صرف ظاہری باتوں پر عمل کرو + کہ بُرائی کو چھوڑ دو + بھلائی پر قبضہ کرو + اس اصل الاصول کے وجود کے قابل رہو + اور یہ سمجھو کہ ہم اس کو نہیں سمجھ سکتے + اور اُس سے ڈرتے رہو کہ بُری باتوں پر سزا کرے گا + اور اس کی طرف سے کوئی آیا یا وہ خود بشری جامہ پہننے کے تعلیم کر گیا۔ اس تعلیم پر قائم رہنا لازم ہے + اور صرف اُسی کو پکڑ لینا چاہئے + اصل الاصول سے کچھ سروکار نہیں + کیونکہ اسکی صورت تم نے دیکھی نہیں + کہ اُس کا فوٹو تمہارے دلوں میں جم جائے مگر یہ کچھ ضرور نہیں کہ جم جانے سے اور بھی باتیں حاصل ہو جائیں۔ ہرگز نہیں یہ اسکی مرضی پر ہو گا جس کے لئے تصور اور پوجا پاٹ کی کچھ قید نہیں مگر جو حکم دیا گیا۔ اُس کی پابندی فرض ہے چنانچہ ایسا کیا گیا۔ مگر تم اس خیر المکر کو نہیں سمجھ سکتے۔ اس لئے نہیں یقین کیا۔ تو معلوم ہوا کہ تم یوم الیقین کے منتظر ہو + تو مبارک ہو کہ وہ وقت آگیا کہ لا تمکن ثم کن کی آواز سے حق الیقین ہو جائیگا + اور وہ دفعۃً ہوتا چاہتا ہے + کیا تم نہیں دیکھتے؟ کہ کیڑے مکوڑوں پر تم دفعۃً بلا ہو کر گر جاتے ہو۔ اور وہ بے خبر رہتے ہیں اس طرح آفات۔ بیماری کے طور پر دفعۃً آجائینگے اور تم بے خبر رہو گے + دیکھو تمہاری ان تمام برقیقینوں سے ہم بھی برقیقین ہو گئے۔ کہ اب تمہاری کسی بات کا یقین نہیں ہوتا۔ کیونکہ تم نے ہم کو برابر دھوکا دیا ہے + نوکر بننے دھوکا دیا + دوست بننے دھوکا دیا + مالِ مطاع دیکھ دھوکا دیا + بیٹی روٹی دیکھ دھوکا دیا + اب اگر تم ہم کو ملی کل شئی قدر بھی بنا دو۔ جب بھی مجھ کو شک رہیگا۔ کہ تم ضرور دھوکا دو گے + چنانچہ دیر ہے ہو کہ علیٰ کل شئی قدر سمجھ کے۔ نزول فی البشر کی قدرت میں قاصر سمجھتے ہو + کہ یہ عین دھوکا ہے + اس لئے میں نے آج تک کسی کو اپنا دوست و شریکِ ولی نہ بنایا۔ جب بنایا تو خود ہی کو بنایا + کیونکہ بجز اپنی ذات کے کسی برقیقین نہیں + جیسے تم خوفِ فرض کر کے اس کو سانچ لو۔ کہ اگر کوئی کسی شیر کے خوف سے بھاگا جا رہا ہو۔ راستہ میں اُس کا کوئی دوست بلجائے + اور وہ شیر کے حملہ وغیرہ کی حالت بیان کرے جس کو وہ سن کے یہ جواب دے کہ کیا وہ شیر ایسا ہی تو نہیں تھا جیسا کہ میں ہوں اور یہ کہتے ہی وہ شیر بھجائے۔ تو ضرور ہے کہ وہ بھاگنے والا دُشمن سے بھی

بھاگے + اسی طرح راستہ میں اسکے دوست و احباب - بھائی - بندہ - ماموں - چچا - باپ - دادا - سب ملتے جائیں - اور سب سے وہ شیر اند شیر کا قصہ بیان کرتا چلا جائے - اور وہ سب سن سن کے شیر بنتے جائیں - تو اب اُسکو اپنی حقیقی ماں اور بال بچوں پر بھی یقین نہ ہوگا - سب کو سمجھیکا کہ یہ درپردہ دندے ہیں + بس صرف اپنی ہی ذات پر یقین کر گیا دہی حالت ہماری ہے + چنانچہ یہی حالت اُس پادشاہ کی بھی ہے جس کے ملازمین - قسم کھا کھا کے خدمتوں پر بحال ہوں کہ ہرگز ہرگز وہ خیانت نہیں کریں گے + مگر ایک بھی ایسا نہ نکلتے جو خیانت نہ کرتا ہو تو اُسوقت پادشاہ گھبرا کر ضرور یہ خیال کر گیا کہ کاش مجھ کو ایسی قدرت ہوتی کہ خود کو کر دڑا کر دڑنا دے سکتے - تو خود ہی ہر ہر جگہ حکومت کرتے - کہ خیانت و رزی کا کھٹکا ہی جاتا رہتا ہے مگر افسوس کہ کچھ نہیں سکتے + اسلئے اسے وہ ٹوک جس نے ان سب کو پیدا کیا ہے م ان کے دلوں کا تو ہی علاج کرے + سوائے اسکے کچھ علاج نہیں - لیکن جو ایسی قدرت رکھتا ہوگا تو سب سے بدگماں ہو کر ضرور ہر ایک ظلم میں خود ہی کو حاکم بنا دے گا + کہ خود ہی عوام پوشیدہ جسکو جنت کہتے ہیں اُس کا حاکم ہے - اور رب الناس - ملک الناس اللہ الناس ہے اور لامکان میں رب العالمین جنکے جانچ پرتال کرتا ہے + تو وہ سوائے انہیں ارباب کے کسی پر یقین نہیں کر گیا + کیونکہ سب ارباب مختلف خود ہی رہا ہے جب دم چاہے سب کو سمیٹ کر اکیلا بن کے سب سے بدگماں ہو کر انصاف کرے اُسکو ہرگز کسی پر یقین نہ ہوگا بس وہی حالت پیش ہے + لہذا اے تم بد یقینو تمہاری بڑی سخت سزا ہوگی + جلدی اپنے دلوں کا علاج کرو - دل ہی پر سب چیز کا دار و مدار ہے - اس جگہ پر آخر میں بیان کیا جاتا ہے - مگر سب سے اول ہے + اسی سے ازاں تا آخر دورہ تمام کر سکتا ہے + تو یہ دل ایک بیضاوی شکل کا منجھ مضعہ و موسی ہے + جو بائیں طرف لٹکا ہوا ہے + یہ کچھ دل نہیں بلکہ دلدار ہے + اسی لئے بائیں طرف کو باطن شرف ہے + اسی شرف سے دائیں طرف بھی مشرف ہے + ظرف دل کی مقدار تو کچھ نہیں چار انگل ہے + مگر وسعت اس قدر کہ تمام کائنات سما جائے + آسمان و زمین کی شکل بھی بیضاوی ہے + اگر اس میں آفتاب نہیں تو سارا عالم اندھیرا ہے + لیکن آفتاب رہتے ہوئے بھی ظلمات و سحاب کسوف سے اندھیرا ہو جاتا ہے + یہی حالت ظرف دل کی ہے + اگر اس میں دل اور نور ایمان نہیں تو سارا جسمانی و روحانی عالم اندھیرا ہے + اس ظلمات میں نور نہیں - ظلمانی تنویر اپنے رنگ ظلمانی میں پیچیدہ ہو گیا اگر دل اچھا ہے تو سب اچھا ہے + اگر دل بُرا ہے تو سب بُرا ہے + یہ آدمی کو دانا بناتا ہے + اس میں حجر اسود کی طرح سیاہ خون بھرا ہوا ہے + جس کا مزاج گرم و تر ہونے کے خلاف واقع ہے + انکسہ کو

لذت دیدار حاصل ہو تو دل حسد کرتا ہے + دل کو لذت تصور حاصل ہو تو آنکھ حسد کرتی ہے + اس دل کی ابتداء و انتہا کی یہ حالت ہے۔ کہ ایک ڈنڈا قدم سے ملا ہے تو دوسرا ڈنڈا عدم سے + عالم مثال اس کا سمیگہا ہے + یہی نظر گاہ حق ہے + یہی جسمانی بارگاہِ تعالیٰ ہے + یہی مخزنِ حیات ہے + سب طرح کے خیالات کا شاہراہ ہے + غفلت سُکر ہے + ہوشیاری صحو ہے + سلبِ حواس کا نام نوم ہے + یہ سب دل ہی سے متعلق ہے + دل کبھی ساکن نہیں ہوتا۔ حتیٰ کہ عالم بے ہوشی میں بھی متحرک رہتا ہے + اگر یہ ساکن ہو تو تمام عالم صغریٰ ساکن و محفل ہو جائے + اگر اسکو ہیجان ہو تو تمام جان کو ہیجان کرنے + سب لوگ اسکے راز و نیاز سمجھنے میں حیران و پریشان ہیں + گویا اس کا عالم ہی الگ ہے + اس پر تمام عالم کا نمونہ بنا ہوا ہے + دل ہی جنت میں لیجا تا ہے دل ہی جہنم میں + جو دفون در دل ہو ازندہ در گور ہو + تمام حرص و ہوس سے خالی ہو + دل زندہ ہو تو خود مردہ ہو + زندگی زندہ دلی کا نام ہے + دل ہی آسمان ہے دل ہی زمین ہے + دل ہی نیکی ہے دل ہی بدی ہے + دل ہی انسان ہے دل ہی شیطان ہے + دل ہی مشرک ہے دل ہی موحد ہے + دل ہی بندہ ہے دل ہی آزاد ہے + جب نصیحت دل پر اثر نہ کرے تو بے ایمانی کی دلیل ہے + اگر اُس پر بُری بات سے ہیبت و اضطراب پیدا ہو تو روح القدس سے متاثر ہوتا ہے + جسکے پاس ایسا دل نہیں ولدا رو دلیر الہی نہیں ہو سکتا + دل ہنسی خوشی پر اس درجہ شدید ہے کہ دمِ صمکت اُس کا انتظام کر سکتا ہے نہ دم لینے کا خیال کھتا ہے + اس لئے بے ساختہ قہقہہ زنی بلا قاعدہ اصولِ سخن سخنرانی ہوتی ہے پھر بھی قاعدہِ احسان کے احاطہ سے باہر نہیں جاتی۔ اچھا کھانے پینے سے اچھا خون ہوتا ہے اور خون ہی دل کی غذا ہے۔ پس خون ہی کی غلاظت اور اچھے بُرے ہونے سے آرام و صحت یعنی دجسمانی رنج و خوشی ہوتی ہے + خوشی سارے رنج کو بھلا دیتی ہے + کیونکہ اگر یاد رہے تو پھر خوشی نہیں + کس لئے کد ایک رنج ساری خوشی کو بھلا دیتا ہے + جس نے ان سب کی خاصیت میں یہ اثر رکھا ہے۔ تو اُسکی دیدار ہو جانیکے اثر کی حالت کو بھلا پوچھنا ہے + پس جب تک اس دل میں خوش نیتی کا جلوہ نہ ہو اُس وقت تک ہرگز ہرگز اُس میں نورانی خون نہیں پیدا ہو سکتا۔ کہ اس میں ہستی خوشی حاصل ہو جس سے چہرہ کی بشارت میں رونق پیدا ہو + دیکھو یہ نورانی خون دل ہی میں کسی جگہ پیدا ہو سکتا ہے۔ اپنے ایسے جواری و دیاری پڑوسی کو نہ بھول جاؤ + اسکو آراستہ کر کے روح اللہ کی دعوت کرو + جو اُس کو بھولا اُس کا دلی جوار و دیار ویران ہوا + ظاہر ہی ظاہری اسکی اختلاج ہے جو غم و خوشی امید و بیم میں ہوتا ہے۔ ہول و متوہل میں بڑھ جاتا ہے + جسکو ہو تو اُس

میں زیادہ فکر نہ کرے بلکہ مبارک لہو و لعب جس میں بحالی و جسمانی دینی و دنیوی نقصان نہ ہو مصروف رہے کہ اس میں خوف کی گنجائش نہ ہو + کیونکہ جب خوف معلوم ہوتا ہے۔ تو گرمی باہر سے اندر کو دل کے واسطے سے جاتی ہے اور مسامات بند ہو جاتے ہیں کہ روٹنے لگے کھڑے ہونے لگتے ہیں پس ڈھمکوس ہونے لگتا ہے + کئی قسم کا ڈر اپنے دل میں نہ آنے دے + دل میں جب حسد اور بغض کی آگ بھڑکتی ہے تو غیبت اور بدگوئی کی شکل میں نمودار ہوتی ہے + ہر ایک تیرت گدھ جھرو گل کا بنا ہوا ہے + اور یہ تیرت گدھ ہر ایک کے پاس خونِ خالص کا بنکے دل بنا ہوا ہے پس یہ کعبہ بنگاؤ خلیل آذر است + دل گذرگا حلیل اکبر است

جو بات دل سے نکلتی ہے وہ دل ہی میں بیٹھتی ہے + اپنے وطن کو خوب پہچانتی ہے + مگر بڑی بات وہ ہے جو دل پر اثر کر جائے + دیکھو کسی کی دل شکنی نہیں کرنی + نہ معلوم اس کے دل میں کون بستا ہے + دل شکستہ ہونے پر ہرگز ہرگز نہ ہرگز پھر کہا جاتا ہے۔ کہ ہرگز ہرگز نہ ہرگز ہرگز بستہ نہیں ہو سکتا + کیا نہیں سنا ہے کہ

دل چور سجداز کسے خوردن شکل است شیشہ بشکستہ را پیوند کردن شکل است

نکاح

اسلئے دل شکنی کے بعد دعوت و ضیافت - ستھ و ستھائیت - تلافی و معافی - دُرباری و گُمر باری سب بیکار ہے + کیونکہ دل راشکستی + نہ گوہر شکستی + ہر بات کا ارادہ پہلے دل میں پڑتا ہے۔ پھر ہاتھ پاؤں سے ظہور میں آتے ہیں + مُردار دل کے کپڑے ہی سب بُرائیاں ہیں + یہی اُس کا باطنی مرض ہے + مگر کوئی ایسی بیماری نہیں جس کی دواء نہیں + دواء کے بہت سے اقسام ہیں + کوئی تدبیر و ترمیم کی جاتی ہے + کوئی لیپ اور ضماد کے نام سے لگائی جاتی ہے + کوئی سکوت کی جاتی ہے + جبکہ آنکھ سے تعلق ہے کچھ لکھی جاتی ہے + جس کو ناک سے تعلق ہے توہ ثموم مخلصہ - نفوخ و قطور کسی جاتی ہے + کچھ دواء کھانے میں استعمال ہوتی ہے + اگر کڑوی ہے تو معجون ورنہ جوارش + ہلبلہ - بلبہ - آملہ تثلیث مرکب ہے یہی اطریفل ہے + توج قلب میں باطنی مرض ہو تو انکی دواء بھی اسی طرح تثلیث نما اطریفل ہے + جو تین حزنوں سے مرکب ہے جبکہ پسند کتے ہیں + یہ کان اور آنکھ سے متعل ہوتی ہے + جس نے استعمال کر کے اُسکے استعمال کا حق پورا نہ ادا کیا وہ ازانی وابدی مریض لعنت مآب ہے۔ اس پر لا حول و لا قوت الا باللہ پڑھو + ان کے لئے سخت داروئے تلخ بنام عذاب الیم ہے + کیونکہ ڈاکٹری کا یہی اصول ہے کہ بہت ہی مریض کو زہر دید یا جائے + ورنہ موت یاروئی

ہے۔ پس اے مرلیضو! خدا سے دُعا مانگو کہ

کامروز نداریم خبر از فردا
رب ارحمہی ولا تذرنی فردا

درداء و ہزار بار دردا - دردا
فردا کہ شوم فردا نہ بیگانہ و خویش

اے داورِ دنیا کہ جو دُور رہے تھے وہ کھڑے ہو گئے۔ جو کھڑے تھے وہ بیٹھ گئے۔ جو بیٹھے تھے۔ وہ لیٹ گئے۔ جو لیٹے تھے وہ سو گئے۔ جو سوئے تھے وہ مر گئے۔ جو مرے تھے وہ جہنم داخل ہوئے۔ اس پر بھی سونے والے بیدار نہ ہوئے۔

مردوں سے شرط باندھی ہے کل کو تان کر آوے جو حشر بھی تو چلے جوں نہ کان پر
اوسکنے والا کہہ رہا ہے کہ۔ ایسے الصبحِ قریب۔ اٹھو سو بنو الو سحر ہو گئی + اتنے بکار نے پر سرگرائی و گرم باغی سے براتے ہوئے مالہ فروشی و عمارت بدوشی۔ خود نشینی و تنہا گزینی کا جواب دیتے ہیں + کہ ہم تو حیات سے زود سیر ہو چکے + حیات ہی مصدرِ تضحیک ہے۔ یہ نہیں سمجھتے کہ حیات ہی سے سب کچھ ہے۔ چاہے کہ کوئی بُرا نہ کہے کہ مصدرِ تضحیک ہو + مگر افعالِ قبیحہ کو صفاتِ علیہ سے ملے کر کے ظاہر کرتا رہتا ہے + اور عدمِ خوبی کا نام رُستی ہے + پھر لٹا حیات سے باغی ہوتا ہے + خود ماری بنگرا بنی لوئی نفس کے رقص و تماشا میں مبتلا ہے + کہ آل و اولاد بھی اُسکی مقلد پیشہ و دیدہ و ریدہ ہو جاتی ہے + لہذا خوبی سے دولی اور بیگانگی کا سامنا ہے + خوبی صفت ملتی ہے نہیں لیتا بدی قیمت ملتی ہے لے لیتا ہے + خود کو جہنم انداز کرنے کو فعلِ سخاوت سمجھتا ہے + اور اصلی تحصیلِ مطالب میں پہلو تہی کرتا ہے + جو کچھ نفس اُسکارائے دیتا ہے اور اچھے کاموں میں مزاحم ہوتا ہے اسکو قبول کر لیتا ہے + خود میں روحِ ریحانی کا جادہ نہیں قائم ہونے دیتا کہ وہ روح جو یہ الارواح کیا معنی کہ رب الارواح بنام روح اللہ ہے اُسکی تجلی اُسپر سے عبور کرے کہ اسکو حلاوتِ زندگانی حاصل ہو + اس اُسطے بارہا کہا گیا اور کہا جاتا ہے + کہ یہ سب کہہ کہنا و کا مضمون ایسا ہی ایک ہے جیسا کہ منادی کرتا تھا ایک ہی حکم کو ہزار ڈیڑھ پیرایہ میں کہتا چلا جائے جس کا ایک ہی مفہوم ہو مگر جس لفظ و خیال و معانی میں حاکم نے کہا ہے وہ صرف منادی کرنے والے میں ہے + کہ اُس سے ملنے میں وہ اصلی لفظ و کلام مل سکتا ہے + یہی ہی روح اللہ کا کلام ہے جو سید الکلام ہے + اور وہی کلام سابق الکلام ہے + حتیٰ کہ ابتدا میں بھی کلام ہی تھا جو ایک کنزِ مخفی کی طرح مغیا خود ہی کے ساتھ ہم کلام تھا۔ اور خود ہی ایک آواز و پُر فوق کلام تھا کہ وہی کلمۃ اللہ سُبْحٰنَہُ عَلَیْہَا کہتا ہے + جو خود پر از خود بیعت لے گیا + کہ خود ہی نے کن اور لا کُن کہا + گر وہ محرک نہ ہوتا تو کچھ متحرک نہ ہوتا + علم حرکت وہیں سے شروع ہوا۔ جو بیان بذاتک متحرک ہے + جب تک تحریر ہے + تا کہ حرکت ہے + جب تک آئینہ خانہ میں کوئی

ہے عکس منکس ہے ورنہ عکس آئینہ لا دوام ذاتی ہے + باطن کے بطن سے ظاہر کا ظہور ہوا ہے + اُس ظہور میں بھی بہت سے بطوں ہیں + تم اپنی حرکت کو اس حرکت سے مساوی نہ کرو یہ بجا حرکت ہے کیا نہیں دیکھتے کہ سب ٹھائیاں ایک ہی قسم کی نہیں ہوتیں + سب بیوجات کی ٹھاس ایک ہی نہیں + جھوٹی پتھرے اور بڑے پتھرے - دونوں میں فرق ہے + اسی طرح سب حرکات و سکنات میں فرق ہے + یہاں تو یہ معاملہ ہے کہ

گنجائش کلام نہیں خیر و شر میں ہے	جب میں بشر میں ہوں تو سبھی کچھ بشر میں ہے
بل لکھا سکے نہ صورت گیسو ہزار سانپ	توڑے مڑے اپنے بدن کو ہزار سانپ

پس خود ہی وہ سانپ ایک جی بہ اوجی ہے اور خود ہی حیاء و حیہ + اور خود ہی یوحاء و یحییٰ + غرض کہ خود ہی خود ہے + خود ہی روح و رحمت اور خود ہی روح و حیات - پس یکیا ہی سراپا جان جانان ہے + خود کو بلا بیچ و خم بل دیتا ہے + کوئی اُس سے زیادہ بل والا نہیں کہ آئے اور بلی میں کبلا پھل کرے + مگر بات یہ ہے کہ ایک شخص کسی چیز کا نام رکھتا ہے + دوسرا اسکے تسمیہ کا سبب جانتا ہے + تیسرا سبب ۱۔ زمام دونوں کو جانتا ہے + چوتھا اسکے خواص و تاثیر و حالات کو جانتا ہے + پانچواں اسکے پیدا ہونے کا سبب جانتا ہے + چھٹا ان سب کا آغاز و انجام جانتا ہے + ساتواں سب باتوں سے واقف ہے + آٹھواں بھوں میں فنا ہے + نواں فنا و الفناء ہے + دسواں از جز تا کل ہے + گیارھواں بے ہمتہ و باہمہ ہے + بارھواں سب بات میں بے نظیر ہے + ہر ایک کا ایک ایک مرتبہ ہوا + جو جیسا جانتا ہے - اپنے مخاطب کی عقل کے مطابق سمجھاتا ہے + اُسی کے مطابق یہ بھی نمائش ہے کہ

ہنٹے ہیں عقلِ نارسا مجھ پر	اُن کے فتوے ہیں نارسا مجھ پر
مُفت کرتے ہیں خود جفا مجھ پر	اُلٹے ہوتے ہیں پھر غفا مجھ پر
طعن کرتے ہیں اشقیا مجھ پر	اور ہنٹے ہیں بے حیاء مجھ پر
اُن پہ بھٹنا سوار ہے دن رات	ہے مسلط یہاں خدا مجھ پر
پھر مرے ہر کو پوچھنا کیا ہے	جب خدا ہی ہے خود خدا مجھ پر
کچھ بھی انصاف تو کرو لوگو !	ظلم بیکار کیوں ہوا مجھ پر
یہ بُرائی میں کیا شریک نہیں	ہے شریک اُلٹے پھر دبا مجھ پر
اے بدی گر ذرا بدی سے ڈر	ہے بُرا خود ہی جو ہنسنا مجھ پر

میں سیجا ہوں حسبِ مجھ پر	میں ہی سیجی ہوں اور روح اللہ
<p>از خود میجائی و تقدیریت و احدیت کی ڈگری حاصل کی ہے + پھر سب سے بری کسی شمار میں نہیں بلکہ شمارِ بیشمار بھی داخل در شمار ہے۔ یہاں داخل خارج کسی سے کچھ سروکار نہیں + بڑی بھاری دولت ہوں + ڈاکو آئے تو مارا جائے + متحدہ محبت لائے تو ایسا ظاہر ہو جاؤں + جیسے برقِ انسانی اسکے بدن میں رگڑ کھانے سے پیدا ہو جاتی ہے + ورنہ چھپی رہتی ہے + ہائے افسوس کہ رسن سے پتھر کھسکا جاتا ہے۔ سانس سے امعا گھس جاتے ہیں۔ گفتگو سے زبان فرسودہ ہو جاتی ہے + سماعت سے کان فرسودہ ہوتا ہے۔ مگر تمہارا دل الضیحت سے فرسودہ نہ ہوا + بلکہ اور مرض بڑھتا گیا جتنا دواوی + حیث ہے کہ مال و متاع جمع کیا جائے اور مفت میں حرق و سرق و غرق ہو جائے + نصیحت کی دولت تو دل میں رکھی گئی۔ مگر بدیتی کے شیطان نے چڑایا۔ پھر تم غفل ہو گئے + مفلسی میں از رہ نہائش دولت ظاہر کرتے ہو۔ یہ بھی ایک قیم کا جھوٹ ہے۔ سو جھوٹوں پر خدا کی مار ہے + کہ خلاف ازواج کسی چیز کو بلاں و بلس بلیس کر کے بتلاتے ہیں لہذا بلیس ہیں + چنانچہ اگر تمہارے پاس نیکی کی دولت ہوتی تو اسکی زکوٰۃ بدی نہ ہوتی + لال کا بیچ ٹیا قوت دونوں برابر نہیں + دیکھو بڑے انحالِ قلوب کو رو کو یہاں پر انحالِ قلوب سے ایک یہ سبق حاصل ہوتا ہے + کہ سب ایک چھوٹے سے قلب میں ہیں۔ مگر ایک دوسرے کو خبر نہیں + حتیٰ کہ تم کو بھی خبر نہیں + اور وہی جگہ لوح کی ہے کہ تمام بدن میں حاضر ہو کر بھی کہیں نہیں ہے + مگر کامل خوب جانتا ہے کہ کہاں ہے + کہ اسکی دانستگی اسکے کلام سے ایسی ظاہر ہوتی ہے جیسے ۷</p>	
<p>مگر چھپائے سے چھپتا نہیں ہے کب کمال چھپائے پھرتی ہے نامہ میں لاکھ مشکِ غلال وہی مشعل نہ ہو بگلا چلا ہے ہنس کی چال نگاہ والوں پر روشن ہے فرق بدر و کمال</p>	<p>صدف میں ہتی ہے پوشیدہ آبروئے گہر بسا ہی رہتا ہے خوشبو سے مہمِ منتِ چمن قدمِ قوم پر سیاحت جو ہو مثالِ مسیح بہیں تفادیت رہ از کجا است تا بہ کجا</p>
<p>لیکن بدر و کمال میں فرق اندھا کیا کرکت ہے وہی ہی جس میں روح نہیں صرف مشیت مجازی طور سے زندہ کہا جا رہا ہے اسکو روح اللہ کی کیا خبر۔ اگر اس کا عکس پڑے تو ایسا ہی ہو جائے جیسا کہ عکسِ مشیت سے مجازی طور سے زندہ کہا جا رہا ہے یا ایسا جیسا کہ ۷</p>	
<p>خود بہ خود روید از زمین سنبل چہم از خوشی کند بلبل زیر فرمانِ ما حسن بالکل</p>	<p>در گلستانِ زپر تو کا گل کو گلِ لالہ شگفتہ ہر جانب آلِ اولادِ ما سلامت باد</p>

سر دشمن بود چو جام شراب	دل دشمن کباب و خوشن مش
در کف دست حضرت یحییٰ	شیشہ مل صدائے اوقلقل

چنانچہ اسی علّٰی شان کا نشہ ہے جو متوالی باتوں میں ظاہر ہو رہا ہے اور وہی تین آدمیوں کی باتوں میں مزہ ہے + ایک تو بچہ اور تو تلامذہ کی بات میں۔ کہ اگر وہ آقاہ کھکے پکائے اور سننے والا یہ سمجھے کہ یہ اللہ کو آناہ کہہ رہا ہے سننے تو اسکو مزہ آئیگا ورنہ ہرگز نہیں + ویسے ہی جو ہمارے اصطلاح سے واقف نہیں اسکو ہر لطف نہیں حاصل ہو سکتا۔ اسکو ہم پاگل معلوم ہونگے تو پاگل آدمی کی بات میں ویسا ہی مزہ ہے جیسا کہ تلامذہ آدمی نشہ باز آدمی۔ اور جو تو آموز لعلت ہو اس آدمی کی بات میں مزہ ہوتا ہے کہ ظاہر اے ربط اور باطناً باربط + مگر جبکو منہ نہیں اسکو لذت طعام نہیں جبکو کان نہیں اسکو لذت کلام نہیں + جس کو دولت نہیں اسکو لذت حکومت نہیں + جبکو عقل نہیں اسکو لذت حکمت نہیں + جس میں قدرت نہیں اسکو لذت الوہیت نہیں + مگر ہر چیز میں لذت ہے۔ پھر وہ مصیبت ہو یا راحت موت ہو یا حیات خواہ بے لذتی کہ وہ بھی ایک چیز ہے۔ اس میں بھی لذت ہے۔ مگر سید المذاق وہی آوازہ ذوقِ خالص بنام روح اللہ ہے کہ جہاں وہ اگر کلام کرتا ہے۔ تو وہ کلام بہت ہی قلیل اللفظ کشید المعانی محض روح الکلام ہوتا ہے + کہ تفسیر کرنے پر کر ڈرنا دفتر ہو جائے پھر بھی نہ ختم ہو + جب پڑھو تو نیا مطلب اور نیا مزہ جس رنگ میں ہو کے دیکھو۔ اسی رنگ کا مزہ حاصل ہو جس ارادہ سے وہ لفظ کو بولتا ہے۔ اس میں وہی اثر مہمور ہو جاتا ہے + نقل اسکی نقل کرتے ہیں۔ مگر میوں ز نقل آدمی انسان فی شود + لیکن یہ البتہ کٹس کچھ پر جو ستارہ بحال ہو گا وہ شس ہو جائیگا + اسی واسطے شمس بولا جاتا ہے + تو جب ستارہ شس بن جاتا ہے۔ بخار سے بارش بن جاتی ہے۔ مٹی سے آدمی بن جاتا ہے۔ آدمی سے شیطان بن جاتا ہے۔ نیت سے ہمت ہو جاتا ہے۔ ہمت سے نیت ہو جاتا ہے۔ تو روح اللہی لائن میں آنے سے کیوں نہیں متاثر ہو سکتا ہے + مگر سب چیزیں قاعدہ قانون ہے اس میں بھی ہوگا۔ اگر بیجا عدگی ہو تو یہ بھی ایک قاعدہ ہوا + چنانچہ تم دیکھو کہ اگر ایک چوڑا کا بدن یہ خواہش کرے کہ وہ مٹی سے ملے مٹی ہو جائے تو اسکو قانونِ فطرت کی پابندی کرنی پڑے گی۔ کہ پہلے جو اس میں جان ہے اس سے خالی ہو جائے + پھر ایک جگہ پڑا ہوا سٹر جائے + بدبو ہو جائے + ساری ذلت گوارا کرے + جب جا کے مٹی سے مل سکتا ہے + ورنہ نہیں مل سکتا + تو تم نے روح اللہ کے لئے کچھ نہیں کیا + اگر روح اللہ کے نام لینے پر کوئی طعن کرتا ہے + تو بھاگ جاتے ہو + اس سے عداوت کرنے لگتے ہو + رنگ آلودہ بدی کے ہتھیار کو پیر کر لیتے ہو۔ اور یہی تمہارے دوامی ہتھیار ہیں + پھر کسی طرح تم کو روح اللہ کی صحبت حاصل ہو + اگر وہ صحبت

نہایت

میں بلاتا ہے تو تم کہتے ہو کہ ان کے پاس کچھ نہیں ہے۔ تو غریب ہی ہو کر امتحان لیا جاتا ہے + اگر اپنی دولت ظاہر کرے تو تم لالچ سے ضرور ساتھ ہو جاؤ گے۔ اس وقت سچی اور جھوٹی دوستی ظاہر نہیں ہو سکتی۔ اس لئے چھپانا ہی بہتر ہے۔ نہ نبی کی پیشین خداوند جاہ + ستائش کٹناں دست بر بر نہند اگر روزگار رش و گداز پائے + ہمہ عالمش پائے بر سر نہند + لہذا بے ہمتان - ظلمتِ کمال ہرگز جائز نہیں + اس کے بعد کے دوست ہرگز دوست نہیں + اور جو محبت میں آتے ہو تو یہ کہتے ہو کہ سے اہل کمال رکھتے ہیں اکسیر کا خاص چٹکی اٹھائی خاک کی اور زربسا دیا اس لئے آپ زربنا کیجئے + کیا بتلا دیجئے + ہم بیمار ہیں ہم کو اچھا کر دیجئے در نہ آپ روح اللہ نہیں + تو ڈاکٹر کے پاس ہزار ڈاؤمی علاج کے لئے جاتے ہیں + کوئی اچھا ہوتا ہے کوئی مر جاتا ہے + کیا اس سے وہ ڈاکٹر نہیں کہا جائیگا + جب کو زبانی اللہ کیلکے پکارتے ہو۔ اس سے بھی تم نے دولت مانگی۔ تندرستی مانگی۔ اس نے ندی تو کیا اس سے وہ اللہ نہیں کہا + وہ بہر حال آلا ہی رہا۔ نہیں ایمان رکھنے والوں پر اس کی رحمت ہے + کہ اس کی نوکری تو کی نہیں تنخواہ پہلے ہی سے طلب کرنے لگے + پھر وہی اللہ جو مجسم ہو کر بنام نوح کہا جا رہا ہے وہ کس طرح تم کو فوراً کیسیا بتائے۔ یا رستی کو زربنا کے دیدے۔ یا ہمیشہ مردوں کو جلاتا ہے۔ اگر ایسا کیا جائے۔ تو مردوری کرنیوالے جنکی حالت اوپر دوائے شمس اور تارے کی سی ہونیوالی ہے نہ میں + موت کا حکم منسوخ ہو جائے + ایسا کرنیوالا جلد ہی جان چھوڑا کے بھاگ جائے۔ اس واسطے ایسا ہو نہیں سکتا + وہ بطور ثبوت ایک وقت کے لئے ہے۔ وہ ایسے وقت میں ہوتا ہے کہ جیسے اگر عکس روح اللہ مجسم ہو کر آئے اور لوگوں سے کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی روح ہوں یعنی عین اللہ ہوں مجھ کو لوگ تسلیم کرو اور لوگ نہ تسلیم کریں اس سے بحث کریں کہ تمہاری نسلاں جگہ غیبت ہوئی تم کو اطلاع نہ ہوئی + اسی طرح تمہارے بارہ میں بہت سی باتیں ہیں مگر تم کو اطلاع نہیں + پھر تم کیسے عین اللہ ہو۔ تو وہ کہہ سکتا ہے کہ اولاً تو غیبت کرنا ہی سچا ہے کہ ہم انہیں برائیوں کو چھوڑانے کے لئے آئے ہیں + دوسرے تم کو کیچھ معلوم کہ ہم کو معلوم ہے یا نہیں + تیسرے اسکے سننے سے ہم کو کچھ فائدہ نہیں۔ اگر کچھ فائدہ نقصان کی بات ہوتی تو وہ خود ظاہر ہو جاتی + ہم سب سے مستغنی ہیں چوتھے ان سب باتوں کی تحقیق دنیاوی تعلقات سے حل ہو جاسکتی ہے کہ اس غیبت کی خبر کوئی شخص مجھ تک پہنچا سکتا ہے کہ یہ پہنچانا اسکا غیبت نہیں بلکہ اطلاع ہے + کیونکہ ہم دنیا کے سدھانیوالے شخص ہیں۔ اسی طرح جو بات موجودات و کائنات سے حل ہو جاسکتی ہو۔ اسکے لئے دنی الہام کی ضرورت نہیں کہ جس کا عین عکس ہوں اس سے خبر منعکس ہو۔ اور وہ ہم سے بچر نہیں۔ اسلئے ہم بے غم ہیں۔ پانچویں جب کایں عکس مجسم ہوں اسکی روح سمیت ہوں + وہ

بڑا تدبیر ہے + وہ ایک بار بول چکا + کہ خیرِ لاک منِ اولائی + وہ ازل سے ابتدا تک کے لئے بالآخر پس کرتا ہے + جس جگہ ہم سے نہیں نیگا اُس جگہ خرق و عادت و معجزہ کی ضرورت پڑیگی جیسے ہزاروں مردہ قبر سے اٹھا دینا کلاس میں دنیا کی چیزوں سے مدد نہیں مل سکتی اسی طرح تمام عالم کو ایک ہٹا دینا - آسمان و زمین کو توڑ دینا اور قیامت برپا کر دینا یہ ایک بشر سے بالکل ناممکنِ محال ہے + تو ایسا کرتے وقت اسی اہل کی ضرورت ہے جس کا میں عکس ہوں کہ وہ بھی میں ہی ہوں + تو یہ ایک وقت مقرر پر ثبوت کیلئے ہو سکتا ہے نہ کہ ہمیشہ بچوں کے کھیل کی طرح + پس اس فرضی بات کو حقیقتہً اصلی بات سمجھو کہ وہ روح اللہ مجسم ہو کر آیا - اور ایسا ہی ہوا اور ہو گا + مگر اُسکے آنے سے جو دنیا میں سخت آفت برپا ہونے والی تھی - وہ بہت کچھ کم ہو گئی + جس کے گھر میں انکار لگنے والی تھی سب ستیا ناس ہو جا بیٹا لالا تھا - وہ صرف چند ہزار کے خسار میں پڑ کے رہ گیا + جس کے گھر میں سب بال بچے مرجانے والے تھے - وہاں ایک ہی بچہ مر کے رہ گیا + تو یہ سب اُسکے قدم کی برکت و سعادت ہوئی نہ کہ شامت و نحوست - پھر اُس کے حکم دہر پر تم نے عمل تو کیا نہیں کس طرح بال بچے - دھن - دولت اور تندرستی کی مزدوری مانگنے لگے + ہر ایک چیز کے لئے ایک ذریعہ اور وسیلہ بنایا گیا ہے - اور ہر ایک وسیلہ جدا جدا کام کے لئے ہے + ایسا نہیں کہ آفتاب مٹی کا کام کرے اور مٹی آسمان کا - تو جیسا ایسا نہیں ہے تو پھر روح اللہ سے ان سب چیزوں کے طلب کرنے کا کیا سبب ہے - اگر دھن دولت نہیں ہے تو کچھ پیشہ کرو + پیشہ اس امر میں میٹائی کا کام کر گیا + تندرستی نہیں ہے تو ڈاکٹر کے پاس جاؤ وہ اس امر میں میٹائی کا کام کر گیا + بال بچے نہیں ہیں اسکی تجویز سوچو وہ تجویز میٹائی کا کام کریگی + فکر کے ذریعہ سے کوئی تدبیر بتائی جس فرشتہ کا کام ہے وہ کر گیا ہے شمارِ طرح کے میٹا ہیں - مگر سب کا افسر لا فسر ہے روح اللہ ہے جسکو رب العالمین یا اللہ غاہ یحییٰ کہتے ہیں پس اگر تم روحانی علاج کرا کے ایک دم مخلوقیت سے آزاد ہو جاؤ کہ آرام سے رہنا چاہتے ہو تو میٹا روح اللہ کی طاعت و اطاعت کرو - یہ طاعت و اطاعت میٹائی کا کام کر کے میٹا روح اللہ کو راضی کر دیگی کہ جب قدر ضرورتیں دوسری دوسری جگہ سے نکلی جھین سب یہیں سے نکل جائیگی کیسیا - اور کبیر سازی سب معلوم ہو جائیگا - بغیر اسکے اپنی بڑائی کی بڑا مانا ہے + لہذا تم نا کامیاب رہو گے - روح اللہ کی صحبت اور عدم صحبت دونوں برابر ہے + مگر جو اسکی صحبت میں تصوراً و تفکراً اعتقاداً اور محبتاً رہتے ہیں - اُن کے قعر دل کی یہ حالت ہے کہ

شب کو کھلتے ہیں ستارے گلِ شب کی طرح	داغِ دل - دل میں چمکنے لگے جگنو کی طرح
گاہے پہلو میں رہا نیکی پہلو کی طرح	گاہے شرما کے جو سمشا تو بجاو کی طرح

<p>یہ گیا خونِ جگہ آنکھ سے آنسو کی طرح اب تو دنیا میں زبان ہی نہیں اُردو کی طرح پلچہ چشم میں اک پل میں مجھ میں سیری خود سے پڑھ کر نہ کوئی چیز ہے ہرگز بکھی روح اللہ دریں ہیکلِ نامی سے بکھی</p>	<p>شکلِ دو دستِ دعا بھی ہے تو ہلو کی طرح بچے بچے بنے پھرتے ہیں اوسط کی طرح تول لیتی ہیں ہر اک چیز ترا دو کی طرح اسے خود ہی کی پوجا کر وہندو کی طرح خود پرستی میں شبِ روز ہے سادھو کی طرح</p>
---	--

یہ خود پرستی میں خدا پرستی ہے کہ خدا اپنی ذات کی از خود پوجا کرتا ہے کہ بسا کوئی نہیں۔ لہذا یہ کچھ کم پرستی و مخلوق پرستی نہیں ہے + تم کو بھی چاہئے کہ عین اللہ کے ہزار ہا ہو کر اس کی تعریف کرو + اور وہ وقت قریب آگیا کہ اس قسم کی خود پرستی جو اد پر بیان ہوئی اسکی ثبوت حاصل ہو جائے کہ جہالت کا آفتاب حماقت کے مشرق سے طلوع ہوا کہ ضلالت کے مغرب میں غروب ہو چکا + وہاں سے حکمت کا آفتاب حکومت کے مغرب سے نکل کر ہایت کے مشرق کی طرف توجہ من بعد العلم کوٹ پائلوں کے ساتھ روانہ ہو چکا + اب صرف ظہور باقی ہے وہ ہوتے ہی یہ سب تین تیرہ نواٹھا رہا ہو جائیگے۔ جو صر سے طلوع ہوا اسی کا نام مغرب ہے + پس یاد رکھو کہ

<p>سر بزاؤ از حیا گشتہ عروسِ ماہتاب دودر نقشِ بیچ خوردہ می نماید چوں سرب می پرد مرغِ ننگا ہم مثلِ پرواز عقاب دینش ہرگز نباشد دور از خیر و ثواب لاکن او حاصلِ نگر و تادوم یوم الحساب اندیزِ سندہ جو افتد پس بگرد و منجلا ب بزد کو غافل شود انسان نہ گردد از دو آب چار سو خا و میخا لدا در میانش چوں گلاب از پے تعظیم او شد سرنگوں گرد و تباب مجمع جو دو سخا و دستِ منج لب اللباب بخششِ ایر بہاراں تابشِ قدر و ختاب حاکمِ صدق و صفاء و عالمِ جملہ کتاب دست بستہ سر نہد بر پائے او افراسیاب</p>	<p>ناگہاں از جملہ مغرب بر آمد آفتاب آتشِ بے دود دار و اینقدر چوں التہاب خالِ بد خا و رنگیں صبحِ صادق را غراب خالِ شد بر صفحہ رخ نقطہائے انتخاب گو کہ صد باریم جو رحمت را بنحو اب حوض را اگر پرکنم از شیراز شکر و گلاب مشک چوں کا فور شد مشکین باشد از خضاب مالہ در اطراف باشد در میانش ماہتاب باج گیر از شا و شاہاں خسرو عالیجناب مطلع فیض و عدالت مقطع داد و دہش بارشِ صد حسن و خوبی جنبشِ موجِ کرم حاتمِ جو دو سخا و خاتمِ لطف و عطیہ صفِ شکنِ شمشیر زن دشمنِ گلن کشوتیان</p>
--	---

۳۵

سہ ماہ چنی
عالم ۱۲

دولتِ روح خدا ہمہر شود باد و لوتش از پئے خاقانِ یحییٰ نایب پروردگار	چوں سمنہ آسماں در زیرِ رانِ آفتاب می نمایم آمدنِ دُعاء صبح و مساء و وقتِ خواب
--	--

بلکہ ہمیشہ ہی کہتا رہتا ہوں کہ سلام علیہ وسلم علیہ۔ مگر کوئی اس رسم کی سلامتی نہیں چاہتا۔ یہ سب واقعات متواتر متحد الزمان کا ایک مسلسل بیان ہے۔ جسکو تمہاری عقل قبول نہیں کرتی اس واسطے جھوٹ سمجھتے ہو اس کا سبب یہ ہے کہ جو اعیان ثابتہ میں جیسا رہا ہے دیا عالم شہود میں ظاہر ہوا۔ اسلئے خیر الفاضلین سے یہ فیصلہ کہ ضد سے قدر ظاہر ہوتی۔ ہر ایک چیز میں بائیکہ اگر مخالف رہیگا۔ کہ غالب مغلوب کی تیز ہو لہذا ہونا چاہئے۔ تو جتنا بڑا رتبہ اتنا ہی بڑا مخالف۔ جیسے رحمان کا دشمن شیطان۔ جو اسی کا بنایا ہوا ہے۔ اور ہر ایک پیغمبر کا ایک ایک دشمن بنا ہے۔ اسی طرح کھیلے ثانی مرکب بدوح اللہ کا دشمن تمام عالم و جال۔ خیر کچھ مضائقہ نہیں ہے

چوں معرفت بدست نیاید شریعت است آنکس کہ در او ایم عدم لائے خورد آں خالقِ عظیم عدم منعدم گزیریں آنکسکہ از مشرور و بدی خویش را گذاشت از شاخ کدہ میوہ نارس بن چکید	گندم اگر ہم زرد جو غنیمت است گویند اکل و شرب ہمیں آدمیت است بے علتِ علل بہ او گویم چھلت است نیکو بخویش داشت کنوں نیک سیرت است جمع الجمع بہ ہستی یحییٰ سلامت است
--	---

پس غالب آئیو لا غالب آجائیگا۔ مگر لکل بنا بہ مستقر۔ تو اب سب بنا کی کب حد ہوگی تو وہ حد یہی ہے کہ تم سے پہلے ہی کہہ دیا گیا ہے کہ انا اللہ اعلم یعنی میں ہی اللہ اور جبرئیل و میکائیل ہوں میں خوب جانتا ہوں اس واسطے تم سے کہتا ہوں کہ جو کچھ پہلے کتاب نازل ہو چکی ہے۔ اور نازل ہو رہی ہے اور آخری وقت میں بمصادیق لکل اصل کتاب وہ کتاب نازل ہوگی جو کتاب المسطورہ و المرقوم المستقین والا برا علیین میں ہے۔ اور وہ کوئی کتاب کہ خالص کتاب یحییٰ جو بقوت اخذ کیا جائیگی۔ مگر افسوس کہ تم اپنے ہاتھ سے مٹی پتھر کا مکان بنا کر میت اللہ کمدیتے ہو اور ہم جو تم کو اپنے خاص دستِ پاک سے بالنون والقلم مسطور کر کے کتاب دیتے ہیں۔ تو تم اسکو کتاب اللہ نہیں کہتے۔ جیسا بجعل رسالۃ کو بھول گئے۔ تو یاد رہے کہ تمہارے لئے عذاب الیم ہے۔ مگر اس سے یہ عرض نہیں کہ ہم عزائیل کے ہاتھ سے نالاں و ہراساں ہو رہے ہیں۔ اپنے مکان بے مکانی سے چیخ مار رہے ہیں کہ لوگ مجھ کو بچاتے جائیں اور ملتے جائیں اور اس لئے ہم رسلِ رسائل جاری کر رہے ہیں۔ یہ ہماری شان سے بالکل بعید ہے۔ بھلا ہم سے مقابلہ میں کون ہے جس کے پاس ہم رسول اور رسالت بھیجئے۔ ہرگز ہرگز کسی کے پاس نہیں۔

کر رحمۃ ایسا کرتا ہوں اور جیسے سب غیب سے کراتا ہوں اسکو بھی کرا سکتا ہوں مگر یہ زیادہ رحمت ہے جو اسطور پر جاری کراتا ہوں یا کیا ہے۔ ورنہ میں اپنی وجود کے دعویٰ سے بھی غنی ہوں۔ مگر جو کچھ کروں زیبا ہے جب مٹی سے گوشت بنوا دیتا ہوں اور گوشت سے بہت سی چیزوں کے علاوہ باتیں کراتا ہوں۔ تو درخت و آب سے بھی باتیں کرا سکتا ہوں بلکہ معلق ہوا سے سنوا سکتا ہوں + ہر بات پر قادر ہوں + اُس قدرت کے لحاظ سے اس لمحی میل بنام یحییٰ کو اپنی ذات سے منسوب کر کے بلوا رہا ہوں۔ کہ عین میں ہی بول رہا ہوں پھر جو ہر چیز پر قادر ہو کیا اس پر قادر نہیں + یہ وہی حیات و روح و نفس ہمارا ہے جسکو ہم نے اپنی ذات سے مساوی کر لیا ہے۔ پس اس کا کہنا عین سب راہی کہنا ہے اور میں ہی بول رہا ہوں۔ اس کے علاوہ بھی ے

بے زبان و بے دہن ہے نطق کا امتداد کا دھیان بندوں کو ہے لازم صبح و شام اللہ کا بلغ میں ہلکے ہوا سے جو صدا دیتے ہیں برگ بطن میں کو دک تو لیر انگ میں پاتا ہے رزق سب اٹھینگے گوشہ غزلت سے جب آئینگے ہم	سب کلاموں سے ہے بالاتر کلام اللہ کا دل میں یاد اللہ کی ہو لب پہ نام اللہ کا سچ تو یہ ہے ذکر کرتے ہیں تمام اللہ کا پرورش کرنا زمانہ کا ہے کام اللہ کا حشر کے دن ہو گا پھر دربار عام اللہ کا
---	--

۱۱۱۱۱

چنانچہ انکی ہر رحمت انگریزی کے ساتھ دربار عام کا زمانہ ہے۔ فراغ کر کے دیکھو کہ ایک کتاب صدف و امام و شرح بنی ہوئی دوسری کتاب کی گواہی دے رہی ہے۔ اس پر عمل درآمد نہ ہونیکے سبب سے بہت سخت سچا ہو جائیگا۔ دیکھو تو آئی سموات میں سب چیز کا عالیا اور سافلہ درآمد برآمد عروج و خروج ہو رہا ہے + نتیجہ مالا کام ہوتی رہتی ہے + رعیت امیں اور رعیت رئیس کی حالت معلوم ہوتی رہتی ہے + مگر تم سمجھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تم سے کھیل کرنا ہے + وہ اپنے مقصود میں کامیاب نہ ہو گا + سب کو مقصود پیدا کیا ہے + تو اُسکے فیصلہ کے لئے ارادہ اور صدور میں فاصلہ نہیں رہا + ابھی سب باتوں کا کمال ظاہر ہو گیا ہے + لیکن ے

جب آں کو دیکھتا ہوں تو من کا پتہ نہیں میں نے سنی ہیں اپنی بہت لنترا نیاں	جب روح دیکھتا ہوں تو تن کا پتہ نہیں اب دیکھتا ہوں اس میں تو لن کا پتہ نہیں
---	---

بغیر مخلوق کے خالق رہتے ہیں جیسے پہلے تھے جسکی تم کو خبر نہیں + اسلئے جھگڑا نہ کرو + اگر کوئی جھگڑا لو اسواسطے ہو کہ وہ خود کو حق پر سمجھتا ہو۔ تو البتہ قابلِ محافی ہو سکتا ہے۔ مگر ایسا ہرگز نہیں کیا گیا ہے + انہیں کے دل سے بلوا دیا جاتا ہے کہ مخالف تیرا حق پر ہے + تا وہ افسوس نہیں کرتا + اگر ایسا نہ ہو تو ظلم ثابت

ہوتا ہے + مثلاً فرض کر دو کہ اگر کسی کی مصلحت یہ خواہش ہو کہ فلاں شخص راجا جائے۔ مگر مارا جانا اُس کا خلاف از انصاف نہ ہو = تو ممکن ہے کہ یہ خواہش ہو کہ شخص مذکور سے کچھ ایسا جرم سرزد ہو جس سے مرلے موت کا مستوجب سمجھا جائے + کہ مصلحت ہذا کی تکمیل ہو + تو چونکہ اس ارادہ میں بدیہتی شریک ہے۔ اسلئے مرید اپنے ارادہ کی یہ سزا کرے کہ تجھ میں بوجہ بدیہتی پائے جانیکے یہ حکم دیا جاتا ہے کہ تو اپنے ہر بدیہتی کے ارادہ میں نا کامیاب ہو کر + اور مرید ایسے ارادہ سے معطل رہا کرے پس ہر فعل کو ہر قسم کے صدور پانیکا اختیار دیا گیا ہے۔ کہ وہ سب تا دم یوم الحسب اپنے ارادہ سے سب کچھ کیا کریں + تو ایسا انصافاً ارادہ کرنا لاکھ صحت ہذا پر اسنیکے ایسی ہدایت کر سکتا ہے کہ وہ آدمی اس قسم کے جرم کا ترک ہو جائے + سترے موت کا متنی ہو بصورت ایسی ہدایت کر سکے خود مجرم ٹھہرے + اسلئے برعکس یہ ہدایت کو دیکھا کہ کوئی ایسا جرم نہ کرے کہ نیلئے موت کا سزاوار ہو + اسی طرح خدا کا یہ مقصود نہیں کہ لوگ مجرم ہوتے جائیں کہ اُن سے جہنم بھر جائے + جو ایسا خیال کر کے خود کو مجرم ٹھہرائے وہ البتہ مجرم ہے + عبد الجرائم ہے۔ جو وجود و عدم اور غنا و فقر میں بندہ ہے وہ مجرم ہے کہ میں سے بحرمانہ نکالا گیا ہے + یہاں سے بھی جرم کرنے پر نکالا جائیگا + تو عبد الجرائم سے ایسی ہی جرم ثابت ہوتا ہے جیسے عبد الستار سے ستر پوشی۔ عبد الرحمن سے رحمت۔ عبد بنہ ازہ سے ساری قسم کی بندگی۔ سب چیز تمہا کرنا۔ دین و دنیا پیدا کرنا۔ مقدمہ فیصل کرنا کہ وہی عبد الکل بنفسہ ہوگا۔ تو عبد حقیقی ازلی بنفسہ معبود ہوا کہ وہی سب کی خدمت کر رہا ہے پھر اسکو مجرم ٹھہرانا خلاف از دین حق ہے۔ اسواسلئے وہ وطن حق ہے ۵

دشمن حق پہ مرے لہو وہ فواج گرجائے	جو کوئی اسکو دوا دے تو معالج گرجائے
جس جگہ اسکی خصومت کا ہو چرچا نا حق	ایسا تعلیم کہہ اور وہ کا بج گرجائے
روح اللہ کے ضد میں نہیں ممکن معراج	گر ہو معراج تو سردار معراج گرجائے
جو روح حق سے گریزاں ہو اپنا بج ہو کر	آفت درخشاں میں وہ اپنا بج گرجائے
اسکو طاعون ہو سرسام ہو ہیضہ ہو جائے	گو کہ تبرید پڑے پیٹ سے منفع گرجائے
یا خدا جو کوئی دارج ہو مری نیکی میں	زندہ و مردہ تو کیا آگ میں بج گرجائے
مگر نبی جاں بھی نہ انسان پہ لائے ایمان	قہر دوزخ میں عجب کیا ہے گمراہ گرجائے
پھر وہ صلح ہو کہ ہو زاہد ہو کہ جوگی ہو وہ	راہب و اسقف و مسترج و راج گرجائے
پنصراط سر دوزخ سے چلے جو بیچنی	گر مسیحائی سے خارج ہے تو فواج گرجائے

لیکن جو مسیحائی میں داخل ہے وہ مکڑی کی طرح باریک تار سے گزر کے دین حق میں شامل ہو سکتا ہے

ورنہ دوزخ آتشین وزرین و سیمیں بنام بیماری مفلسی اور دکھ میں پڑا رہیگا + علی الاتصال بلانازل ہوتی جائیگی کہ ترعرع اور زرع خرم ہونے کی بھی طاقت نہ باقی ہے + بے سرو سامانی نہ میدانی سے مہوف و مبہوت ہے + کہ میتفرعن متعفرت بنجانے کی جزا ہے + اس واسطے توحید زبانی و توحید قلبی اور توحید قہری کو توحید نہ سمجھو + توحید سیمائی کی طرف چلو۔ اور یہ ناممکن نہیں۔ کیا نہیں دیکھتے کہ شیشہ کے ڈنڈے کو لیشم کے کپڑے پر رگڑنے سے اُس میں قوت برقی پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کا نام مثبت ہے + اور لاکھ جو ایک محض موصل ناقص ہے اسکی ڈنڈی کسی گرم خشک فلائین کے کپڑے سے رگڑنے میں بلا مناسبت شیشہ کی طرف مائل ہونے لگتی ہے + جس کا نام منفی ہے + تو زبان لاکھ کی طرح نرم ہو۔ اور دل شیشہ کی طرح صاف ہو۔ تو اُن کے میل و ملاپ سے ظاہر و باطن یکساں ہوجانے پر روح اللہ کی طرف بلا مناسبت مائل ممکن ہے + اسلئے پہلے ازالہ حشوات و حذف فضولیات چاہے + کہ قباحت و پشیمانی کا مالہ خوبی و آسانی کی طرف نہ ہو + اگر ہو تو خوبی و آسانی یکے ہے + اچھا خیال بن کے اچھا نتیجہ نکالنے + ہر ذرہ کائنات سوال ہے اور ہر سوال خود ایک سوال ہے۔ سب سے سوال کر کے جواب لے لینا ممکن ہے تو غالباً جواب یہی ہوگا کہ بد اعمالی زاو راہ نتائج ہے۔ اور علت و معلول کے غیر متغیر تعلقات کا لازوال علاقہ۔ ممکن ہے کہ پھنڈ وال ہو جائے + مگر جس طرح ہرے کے آگے سب کی آواز یکساں ہوتی ہے اسی طرح جو مردود و ملعون ہیں۔ وہ بغیر ان سب سے سوال کئے اپنی طرف سے وحدت الوجودی قائم کر لیتے ہیں + اور اپنی طرح دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں + اور ہزار ہا مثالیں پیش کرتے ہیں + مثالوں سے کیا بال کندہ ہوتا ہے + کچھ بھی نہیں فہم ہوتا کہ

ہر کہ رانیک مردے بینم	با بدال در نبردے بینم
لب لعل تو غالباً دید است	روئے صد برگ زردے بینم
بسمل تیغ تیز افلاس است	ہر کہ را اہل دروے بینم
بر سر خود ز آسمان کبود	خیمہ لا جور دے بینم
اندریں روزگار یحییٰ را	در ہمہ چیز نردے بینم

لہذا مجھ ایسے فرد فرید کی باتوں پر غسل کرو + مجھ پر چوٹ نہ کرو

بفضل خداوند میں ہوں و حبیبہ	بجز میرے کوئی نہ میرا شبیبہ
وہی ہوں میں بس دیکھ لو فی البدیہ	بناتے ہو کیوں خود کو قصداً بلبیبہ
کتابِ رحم فقہ جسدہ نعیمہ	آلم است لاریب فیمہ

کبھی راغ بد ہوں کبھی غار میں کبھی چاہ میں ہوں کبھی جاہ میں ہوا صبغۃ اللہ سے مصطفیٰ اطاعت سے میری جو سرکش ہوا جہاں جاؤ ان سب سے بچتے رہو مجھے سارے عالم سے ہے سامنا مدد گار بچائی کا بچائی ہے بس	کبھی ہوں پریشاں بمیدانِ تہ حسد سے مرے حاسدانِ سفید مثال و مثل سے ہوں بالکل ترمیم ہوا اپنی ہستی میں اک دم کریم جو رکھتے ہوں خود میں نفاقِ فیہ اور ابکے ہوں لاغر بہت ہی نقیہ ہمیشہ سے ہے وہ حفیظ و نبیہ
---	---

لے
۳۵
۳۶
۳۷

و یکھو مسلسل الفاظ کا قافہ بیان و عبارت کے سلسلہ سے وابستہ ہو کر لوگوں کے چشم و گوش کے راستہ سے گزر کے اُنکے دل و دماغ میں فروکش ہو رہا ہے + چاہئے کہ مسافر نوازی کرتے جائیں۔ اسکوڑوں سے نہ نکالیں۔ کہ یہ بادی عالیہ سے بطریق انعکاس موقع و محل پا کر کچھ مرسم کر دیگا + جس کا ظاہر میں ظہور ہو گا کیونکہ جب باطن صاف ہوتا ہے تو سارا جسمانی ظاہری حصہ صاف رہتا ہے + اگر باطن میں خرابی ہوئی تو فوراً ظاہر میں خرابی واقع ہو جاتی ہے + اسواسطے اپنی دلی صفائی کے لئے ان کو دل نشین رہنے دو + ان کو اپنا عمل کرنے دو + لیکن تم کو کسی بات کا یقین نہیں + جب نیکی بھائی چیز کا یقین نہیں تو اُن دیکھی بھائی چیز کا کیا یقین ہو گا + عدم اور خیر عدم ہر دو یقین کا تم کو اختیار ہے + کیونکہ اگر بندہ بالکل مجبور ہو تو امر کی حاجت نہیں + اگر نیکی و بدی دونوں کا کچھ نتیجہ نہیں جب بھی عقلاً نیکی ہی کرنی چاہئے + بدی کی حالت میں نیکی سے بہت دوری و نزدیکی ہے + جیسے چاہ و جاہ میں دوری و نزدیکی ہے + کہ جب چاہ سے نکلو تو پھر چاہ میں نہ گرو جاہ میں گرو + مگر افسوس کہ

یوسف مقصود ہے غرقِ آبِ قعرِ چاہ میں اے خدا تو دے اثرِ یقوتِ دل کے کہ میں ہر بستر ہو جائے گریہی ذکا بچھی ہمم	کا دواں اُس چاہ سے سوکس پر راہ میں چاہ سے کھینچے بھوں کو لائے سب کو جاہ میں قدر کیا باقی ہے بچھی کی خلق اللہ میں
---	--

مگر وہ خلق اللہ کی ظاہری و باطنی ہستی پر لعنتی گھٹا پڑا ہوا ہے مسودہ سے مُبیتِ غہ نہیں ہوتی + وہ قدر نہیں پہچانتی

بے ہوش کیا اُن کو بڑی اُنکی خری نے اکام امنیں ایک منٹ بھی نہیں ملتا	دل سرد کیا اور مری بے مہری نے بے چین کیا سخت اُنہیں بے صبری نے
--	---

<p>بگڑی ہی کچھ ایسی کہ بجائے نہیں بنتی یہ مانگ ہے یا سانپ کا بچہ ہے پھولا</p>	<p>مٹی میں ملا یا ہے اُنہیں بے خبری نے کیچل نہ نکالا ہو یہ مارِ زہری نے</p>
<p>دیکھو مارِ زہری نہ بنو + مبحثِ حقیقی نے اپنی بحثِ خلقت میں بحث کرتے ہوئے یہ نمونہ قدرت بہ آیاتِ یتینات و دفعاتِ قانونیہ بتلایا ہے کہ یہ تمام کائنات قانون کے سانچے میں ڈھالا ہوا ہے کوئی چیز حکمِ فطرت سے خارج نہ ہوگی + پس نیکی نیک راہ - بدی بدراہ ہے</p>	
<p>تو نیکو روش باش تا بد سگال جو آہنگ بر ربط بود مستقیم</p>	<p>بہ نقص تو گفتن نیا ید محال کہ از دست مطرب خورگو شمال</p>
<p>مگر غضب تو یہ ہے کہ کبھی نیک ہونے پر بھی نیک لوگ بد کئے جاتے ہیں - جس کی چھوٹی سی مثال یہ ہے کہ اگر کسی سخی کے پاس کوئی شخص کچھ طلب کرنے جائے - اور اسکے پاس اُس وقت کچھ بھی نہ ہو جس وجہ کر وہ عذر کرے - تو واپس جانے والا بُرا بھلا کہتا جائیگا - اور اُسکی بُرائی ثابت کرنے کے لئے بہت سی مثالیں پیدا کریگا - اُن میں سے ایک یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بھلا سخی ہڈا کو کیا کی ہے ہاتھی گرنے پر بھی پہاڑ ہے + غرض کہ کسی طرح چھٹکارا نہیں ہو سکتا - یہ بھی قانونِ فطر کا ایک وقعہ ہے اسی واسطے مرسلین کو دُکھ اُٹھانی پڑی ہے + لہذا نیک و بد کی دو لائیں جو گئی لیکن اگر یہ نوٹس دیجائے کہ نوٹس دینے والے کو ایک ایسے اچھے کی حاجت ہے جس سے بڑھکے کوئی اچھا نہ ہو + دوسرے ایک ایسے بُرے کی ضرورت ہے جس سے بڑھ کے کوئی بُرا نہ ہو + اگر حسبِ خواہ کوئی لمبا بیگہ تو اُسکو کروڑوں نشتیں دیجا بیگی + تو اس قدر عرصیاں آجائیں جس کا پڑنا مشکل ہو + جب امتحان لیا جائے تو اچھے لوگ بھی اچھائی میں فیل کر کے بُرائی میں پاس کر جائینگے + شاید ہی کوئی اچھا نکلے + اسی طرح اگر یہ نوٹس دی جائے کہ جو روح اللہ و علی العظیم کو مانتا ہو اُسکو قتل کرو تو سب منکر ہو جائینگے + اگر یہ کہا جائے کہ جو جانتے ہوں اُن کو انعام و دو سبب دیجا بیگے - اگر پوچھا جائے کہ پہلے کیوں انکار کیا تھا تو یہ کہہ بیگے - کہ ہم نے تقیہ کیا کیونکہ جان بچا تا فرض ہے + ورنہ خدا تاراض ہوتا + بھلا اُن کو خدا کی خوشی اور ناخوشی کی کیا خبر + کیا اپنے حال پر تصور کیا یا اُسکو دیکھا ہے + تو دیکھنا ناممکن ہے + ضرور کسی سے سنا ہے + وہ غالباً کوئی رسول ہی ہوگا + تو جب رسولوں کو دُکھ دیتے ہیں تو پھر اُن کی باتوں کو سند کیوں بناتے ہیں + پس یہ پرے و برجہ کے حرام زادے منافق ہیں + مگر جو حقانی ہیں وہ ہرگز نہیں ملتے اس واسطے اُن پر سب کام مل ہے + دو سرور پر تقاریہ تعین علوم و جہل سب کا نتیجہ قبول ہے + اُن کے لئے بڑی مشکل اُٹھانے سے گویا کہ</p>	

گنج قاروں جسے پہلے سے میسر ہے	اند تقدیر میں مانند سکندر ہوے
نوح کی عمر جسے اور ہوا یوب کا صبر	جب کہیں آنکے سرکار میں نوکر ہوے

کیونکہ یہ ایک طرح کی سزا ہے۔ کہ کیوں اس قدر غفلت کی گئی + لیکن کیا عجب ہے کہ بشر طرہ سدا جانے لکھ کامیابی حاصل ہو + مگر اتنی بات ضرور ہے کہ

مہنتہ با بایڈ کہ تا یک پنبہ دانہ زاب گل	شاہدے را حد گردو یا حمار سے رارسن
شہر با بایڈ کہ تا یک قطرہ آب اندر شکم	پادشاہ ملک گردو یا عروس انجن
سالک با بایڈ کہ تا یک طفل از طبع رسا	عالم دانا شود یا شاعر شیریں سخن
فرزند با بایڈ کہ تا یک سنگ اصلی ز آفتاب	لعل گردو در بخشاں یا عقیق اندمین
عمر با بایڈ کہ تا گردون گرداں یک شبے	عاشقے را وصل گردو یا غریبے را وطن

اس قیاس و امید پر متوکل ہو کر روح اللہ کی طرف رجوع ہونا چاہئے۔ مگر اس میں نقصان کی ضرورت نہیں + تقاضا سے کوئی راضی نہیں ہوتا + رضامندی سے راضی ہوتا ہے + یہ کچھ بھاری غیب کی بات نہیں کہ جلدی نہ معلوم ہو + یہ تو روزمرہ کی بات ہے + اس میں پوچھ پوچھاؤ کی حاجت نہیں + اگر پوچھتے ہو تو فرزند سے پوچھو کہ ہر روز مفتاح الغیب ہے + اپنی زبان حالیہ سے غیب کی خبر لے رہا ہے + جس خبر میں صدق و کذب کا احتمال نہیں + سب خبر وائیم الاثر حقایق سے پڑے + مکہ محدود کے آثار و لائیں انحال سب محدود ہیں۔ اگرچہ نامحدودیت تک کو شامل کرتا ہو + وہ بھی ایک تعین سے معین ہے کہ سب ریل گاڑی کی طرح مسلسل ایک ہی لائن پر انجن کے زور پر منزل مقصود کے اسٹیشن پر چلے جائینگے۔ مگر کوئی اس میں خلاصی ہوگا۔ کوئی سکان گرد۔ کوئی درجۃ اللادلی میں کوئی درجۃ الثانیہ میں کوئی درجۃ الوسطی میں۔ کوئی درجۃ الاخری میں۔ کوئی گارڈ۔ کہ سب مسافرن میں سے کوئی قرطینہ میں رہا ایگہ کوئی لام گنج میں اتر جائیگا۔ کوئی علیگڈھ۔ کوئی احمد نگر۔ کوئی موئے چک۔ کوئی ابراہیم پور۔ کوئی ہاموت پٹی۔ کوئی الہ آباد۔ کوئی روح اللہ کھنڈ۔ مگر وہ ہیکل کھنڈ۔ رام پور کی ٹکٹ ہنی دشوار ہے + جب تک روح اللہ مجسم کا یہ ہوا تہ نہ لئے سوار ہو + پس بجز وہ ہیکل کھنڈ۔ رام پور کے کوئی اسٹیشن محمود نہیں پس بجز محمود کے کوئی جائیں سکتا + اس واسطے سب کے سب مرد در ہے۔ اور مرد واجب اللہ ان ہیں + افسوس ہے کہ ایک تو عقل نہیں اگر کوئی عقل بھی ملا تو اسکو مار ڈالا اور تماشا دیکھا + گویا تم نے خود کو ہلاکت ابدی میں القاکیا کہ دہلش موت ہے نہ حیات مگر بڑی کر ڈی دیکھا + اس واسطے عقل کو یہی مناسب ہے کہ شیر کے سامنے جا کر یہ نہ کہے کہ ہم خوبصورت ہیں۔ عاقل ہیں۔ خود اللہ ہیں۔ روح اللہ ہیں۔ ایسے ایسے صفات

حمیدہ رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ کچھ نہیں سن سکتے۔ چیر پھاڑ کے کھا جائیگا۔ لہذا اُلجھنا بہتر ہے کہ بچانے سے اُسکی آدمیت و روح اللہیت نہیں جاسکتی نہ شان سیلی ہو سکتی + پس ٹلکایا حکمت کے کوڑا سے اُس کو مارتا چاہئے کہ سانپ بھی مے اور لالٹھی بھی نہ ٹوٹے + اور تمام درندوں پر اسکا سکہ جمائے۔ کہ سب بھاگتے نظر آئیں + پس ایسا کرنا عین حکمت باعث حکومت ہے + اور ویسا کرنا عین حماقت باعث ہلاکت ہے + پس مہلک ہیں وہ لوگ جو پھر سے سب طرح کا سبق سیکھ کر متنبہ ہوتے ہیں اور ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی کسی کے مکان میں چپ چاپ قاب و صحنک میں کھانے رکھ دیا کرے۔ کچھ ادھر ادھر مہرجانات جمع کر دیا کرے۔ کہ بالکل پتہ نہ لگے کہ کون رکھتا ہے = تو کمین ضرور مکان میں گھبراٹیکا کر عجب کیا ہے۔ کہ مکان مخدوش ہو جو اس میں جنات رہتے ہوں۔ کھبرا کے اُسکو چھوڑنا چاہیگا۔ یا اس کا پتہ لگانے کے درپے ہو گا۔ کہ کون رکھتا ہے + تو پھر یہ جو صحنک درنگ دکاشہ سرنگوں نظر آ رہا ہے جس میں کوڑا طرح کے فوگھات اور اسباب رزق دنیا ہیں۔ کہیں دونان گرم و سرد کہیں غلاف زریںہ۔ کہیں رنگینہ کہیں سبزینہ۔ کیونکہ خود موجود ہوئے۔ ضرور کوئی جنات لینے پوشیدہ کار ہے جس نے یہ سب پھیلا رکھا ہے + ان سب اسباب پر وہ مسبب الاسباب کے جو یاں ہوتے ہیں۔ تو جو نینہ یا بندہ کا منہ منہ پیش آ جاتا ہے + اور مشکل نہیں۔ جب اتنے بڑے عالم کا بننا محال تھا وہ سہل ہو کر نظر ہوا تو کوئی بات محال نہ ہوگی۔

پس ے شکے نیست کہ آساں نشود مرد باید کہ ہر اسان نشود
مگر رفتہ رفتہ ملکہ نہ ہو کہ جہل ہو گا + اُسکے بعد سب سے کہہ سکتا ہے کہ ے

بحر و بر اپنا الگ ہے آسماں اپنا الگ	خانماں اپنا الگ ہے خانداں اپنا الگ
ذہن و فہم و عقل و درک و حسنِ جاں اپنا الگ	ہوش و گوش و چشم و بینی و دہاں اپنا الگ
خط و خال و چہرہ و رخسار و ہر طرز و روش	ادر نظم و نثر و تقریر و بیاں اپنا الگ
اب تو بے پردائی کی بھی کچھ مجھے پرا نہیں	کیونکہ اب بچی ہو اے ہر ماں اپنا الگ

اور وہ کون بچی کی دہی جس کا ذکر پیش ہے + سب لوگ ہمزبان ہو کر اُسکی حمد و ثنائیں زباں جنبا بی کر دکھ سچان اللہ الذی لا الہ الاہود و ادم البقاء و برئ الفناء و مقدس الالباء و الالباء یسلط النور علی الظلماء۔ خالق الارض و السماء و ان اللہ عزیز الحکیم جو اُسکی ذات پر یقین کرتا ہے وہ بُرائی نہیں کرتا۔ اُس سے ڈرتا ہے + اور جو اُس پر یقین نہیں کرتا وہ ایسے بیہودوں کے بیہودہ کاموں میں لگا رہتا ہے کہ کُن بیہودوں میں صید نے زبازہ بند ہو + اگرچہ فعل خراء خدی کا کیوں نہ ہو + بھلا غدر تو کر دک لوگ پہلی + ملاقات میں اخلاق و غصہ کیواسے ظاہر کرتے ہیں؟ کھلانے پلانے کا سامان کیوں پیش کرتے ہیں۔ اچھا پنکے کیوں

سامنے آتے ہیں؟ اُس کا سبب یہ ہے کہ ملتے والا اسکو بدخلق نہ کہے۔ بخیل نہ کہے۔ اور غفلت نہ کہے۔ یہ سب نمائش اصلی خالص نہیں، چنانچہ تھوڑا بے تکلف ہونی کے بعد معلوم ہو جاتا ہے، مبارک میں وہ لوگ جنکے سب کام خالص ہیں، مبارک ہیں وہ لوگ جو کسی سے نہیں ملتے اگر ملتے ہیں تو کبھی بگاڑ نہیں کرتے، کیونکہ جو شخص کروڑ ہا کروڑ برس ملاقات رکھنے کے بعد بھی اگر ایک سکند کے لئے دل شکنی کہے تو اُس کے یہ معنی سمجھ جائینگے کہ دل شکنی ہذا کے حاصل معنی کے لئے اتنی مینا و محنت و محنت صرفہ و ذلت کی ضرورت تھی جو ادا کئے جائیکے بعد حاصل ہوئی، اس واسطے شخص مذکور کا کچھ احسان نہیں سب اعمال حُسن اُس کے مجبوظ ہو گئے اور وہ پہلے سے دشمن سمجھا گیا۔ جیسے عمر و بکر و عثمان و معاویہ و غاویہ وغیرہم، غرض کہ ظاہری بھڑک کی حاجت نہیں، سب باطنی خلوص کی ضرورت ہے، ظاہری جھوٹی ہوتی ہے، اور جھوٹائی کمزور ہوتی ہے، جیسے اگر جھوٹا غصہ ہوتا ہے تو کمزور پر حملہ کرتا ہے، اور زور آور سے بھاگتا ہے، جب سچا غصہ ہوتا ہے تو کسی کو نہیں سمجھتا، اسی طرح جھوٹی بھوک میں اچھے سے اچھے کھانے میں بھی مزہ نہیں، جب سچی بھوک ہوتی ہے گھن لگا ہوا ستو مزہ دار ہوتا ہے، اُس دم سچے دل سے شکر الہی ادا ہوتا ہے، ایسی ہی جھوٹا عشق سے کچھ نہیں ہوتا، جب سچا عشق ہوتا ہے تو اپنے محبوب کو جامعہ انسانی میں بھی دیکھ کر اپنے عشق میں برقرار رہتا ہے بلکہ اور زیادتی ہو جاتی ہے، غرض کہ جو چیز سچی ہوگی بغیر اپنا جلوہ دکھائے نہ چھوڑے گی، سامانِ اسباق و تسابن از خود پیدا ہو جاتے ہیں، لیکن اگر خراج میں کچھ اور ہے اور داخل میں کچھ اور تو نتیجہ بھی اُس کا کچھ اور ہی ہوتا ہے، تو جھوٹی خواہش کے ساتھ لوگوں سے مزاحہ کرانے کے لئے کام کرنے والا شخص اپنے ہر کام میں کذاب بقاب ہے۔

طاؤس را بہ نقش و نگا ریکہ ہست خلق تحسین کند او خیل از پائے رشت خویش

پھر اگرچہ وہ اس میں بحث و مباحثہ ہی کرے وہ بھی دروغ ہے، ان سب قیل و قال سے اظہارِ قابلیت کا خواہاں ہے، اجتماع مال اور دستگی احوال چاہتا ہے، کہ لوگ اسکی ہشمتاقت سے تابع فرمان ہوں۔ اور بے قیود و حدود و لوگوں کو اپنا گر ویدہ و شہید کرے، اس بے چین کرنے والی خواہش کی تکمیل کو بحث و مباحثہ کے ذریعہ سے سنوارتا ہے، کہ دہی گل و بلبل ہاتھ آئے، مگر معتد بتایج اُس کے اسکی نیت کی موافق ظاہر ہو جاتے ہیں، افسوس کی بات ہے کہ لہن میں خُز اور ظہر میں غُز، اسلئے وہ رنگی چھوڑ دے، یک رنگ ہو جا، سر سر موم ہو یا سنگ ہو جا، وہ خلاف طبع سے استحصال نام آوری بیجا ہے، مگر اصل گیلیا۔ زوہیان مانس پر مگیان کو پہچان لیتے ہیں پس

باد باد کہہ

علم و کمال و فن میں مکیں و مکان ہوں	اد و صاف خوبوں میں زمین و زمان ہوں
امید ہے کسی سے کہ صاحبِ قرآن ہوں	از فضل و اجمال ابھی نوجوان ہوں
اس واسطے ہر اک سے بہت بدگمان ہوں	بمجاہدے رفیق وہ نکلا عدو مرا
چہرہ ہے آفتاب تو میں آسمان ہوں	تاخیر ہر تارہ گردوں سے خوف کیا
اور میں ہوں وہ بھلا کہ بھلائی کی جان ہوں	یہی کی بات سن کے نہ منہ کو ٹیکڑ لو

یاد رکھو کہ جو وقت بھلائی میں کئے خدا کی قربت کا وقت ہے + جو وقت خدا سے جدا رکھے طاعت و ابلیس ہے + اس فعل کے نتیجے کا خالق اسکو نہ قرار دو + نہ خود کو منصرم دہنگامی خالق گزارا تو + بلکہ یہ سمجھو کہ اسکی طرف سے جو تم کو اچھا برا کر نیک یا فقیار و یا گیا ہے اُسکے مطابق تم نے کیا + جس کے بموجب تم اجر کے مستحق ٹھہرو گے + دیکھو تمام عالم عکسِ ربوبیت کے آثار سے سموس و محاط ہے + سب اسکو خبر ہے کہ تم لوگ میں یہ غرہ پیدا ہو گیا ہے کہ میرا انانیت اُسکی تمنا ہی نفسانیت میں - سر بیان و حلول گر گئے ہے + اسلئے کبر و غرہ پیدا ہو گیا ہے - تو یہ اُسپر بہتان ہے + یہ سب اس کی مخلوق ہے + اور اگر صحیح ہے - تو اب ضرور ہو کہ اسکی طرف سے کوئی جامعہ بشری پسند استحقاقِ واجب کے رو سے لغو انانیت بلند کر کے باذن اللہ انارکیم الاعلیٰ کا آواز بلند کرے + اور ساری نفسانیت اپنی انانیتِ قاہرہ سے مقہور و پسپا کر ڈالے + اسکے بعد سب کی خبر لے + لہذا خبردار ہو جاؤ + اور دیکھا دیکھی کوئی ایسا کام نہ کرنے لگو + جو مخدوش ہو + جیسے اگر کوئی پانی میں غوطہ کھا رہا ہو - تو تم بھی نہ لگانے لگو + کیونکہ اُسپر نمک کا بوجھا ہے کم ہو جائیگا + اور وہ تیر نے بھی جانتا ہے + علاوہ اس کے

کوشش
بہ
بہ

چوب ترگو کہ سخت سنگین است کے سرود آید اور دریا
اس لئے خیال کرو کہ تم لکڑی نہیں آدمی ہو + تم پر روٹی اور چوٹنا کا بوجھا ہے + بوجھل ہو جائیگا یا جلا دیگا
پانی میں آگ لگا دیگا اُس پر تم تیرنا نہیں جانتے اسی طرح اگر کوئی سانپ پکڑا ہو تو تم نہ پکڑ لو + کیونکہ
وہ تر جانتا ہے ہم تر نہیں جانتے - پھر ام ناگ وہ تو زانی رہ رہا ہے + پس جو انانیت کا دم بھر
رہا ہو - تم بھی دیکھا دیکھی نہ بھرنے لگو + کیونکہ فنا فی اللہ انانیت نکرہ غیر معین - تعزیتیں تک ہو سکر
عین ہی ہوئی ہے + تم کو کوئی نسبت نہیں + ہر کسے ہر مردے

کلا و خسروئی و بادشاہی + ہر کس کے رسد عاشار و کلا
کیا نہیں منہ ہے کہ ہر کسے راہر کاری ساختہ + میل ادا اندر دلش انداختہ

اس واسطے تاویلاً کہا جاتا ہے کہ		
ادب ایسے ادیب سے سیکھو	جس نے اللہ سے ادب سیکھا	
تو وہ ادیب میں ہوں + اس لئے اعلانیہ کہا جاتا ہے کہ		
طہ طراق و شان و شوکت کوئی ہم سے سیکھ جائے	شاہی و طرز حکومت کوئی ہم سے سیکھ جائے	
وانش و تہذیب و اخلاق و ادبِ فضل و کمال	الرض ساری حقیقت کوئی ہم سے سیکھ جائے	
لذہ و لذہ و لذہ و لذہ و لذہ و لذہ و لذہ و لذہ	خوش بیانی و بلاغت کوئی ہم سے سیکھ جائے	
ایک میں ہوں اور سب دنیا کی طرف	وہ لے بہت پہرہت کوئی ہم سے سیکھ جائے	
خواب میں سب دیکھتے ہیں پھر بھی غافل میں بھی	کہہ رہے ہوں سب ہدایت کوئی ہم سے سیکھ جائے	
<p>مگر کوئی سیکھو کھائی نہیں تیا جس کا جیسا سیکھ سکھا و ہوتا ہے ویسا ہی اُس کے متعلق کلمہ چینی کرتا ہوا بحث کرتا ہے + اور اسی سے مثال پیدا کرتا ہے + جو تمام پر حاوی ہے - تمام سے مثالیں لاتا ہے - جو جس میں ہوتا ہے - اسی میں اُس کا حشر و نشر ہوتا ہے + اُسی طریقہ پر واقعات کو جمع کر کے اصول کلیہ کا استنباط کرتا ہے + اور اپنے طریق پر ترتیب دیکر لوگوں کو اُس طرف رغبت دلاتا ہے + پھر رغبت دلاتا اُس کا منظرِ صوری کے حقیقت سے ہوا منظرِ معنوی کے حقیقت سے + تو تم بکارو اپنی ہی کوترتی دینے کے لئے ادھیڑ بن کرتے ہوئے ذریات الشیطان پیدا کرتے رہتے ہو + اس میں تمہارا حشر و نشر ہے + تمہارا تمنا ہے ہی جیسے منظر کا طالب ہے + جو تمہارے اعمال سے ظاہر ہے + مجھ میں ہر وصف کے ظہور کی قابلیت ہے + وہ موقع موقع سے کلمہ چینی کرتی ہوئی اپنے قہر و جلال کے اسم کے خواص کو بجز قہر ظاہر کرنا چاہتی ہے + لہذا اُس کے تمہارا خیر و اپنی سجاست سے نہ رشتہ ہوگا + اس لئے تمہاری تلاش کی جارہی ہے کہ مثلاً یوم سنبھلیاؤ + پس کلام منطوق لہذا لولوق ہے + لہذا چو منا ہی ہو نہ کرو + دنیا جہان سرا ہے جیسا جہان و دنیا کمرہ + اپنے کمرہ کو صاف رکھو + بُرائی سے بھلائی سیکھو + سب بھلے کے لئے بنایا گیا ہے + مگر بُرائی بھلے کے لئے نہیں + بُرائی کی مزدوری بھنکار ہے + اچھے لوگ عیال اللہ ہیں + جو عیال اللہ ہیں وہ خالی عمارت و زراعت میں + وہ رحمت کے پانی سے سچے جاتے ہیں + فیلسوف ہوتے ہیں + فیلسوف بے وقوف سے دیکھتا ہے اور بے وقوف فیلسوف سے نہیں دیکھتا + جو کچھ نادان آئندہ سے نہیں دیکھتا ہے اسکو نادان سے دیکھتا ہے + دانائے آگے نادان کا ٹوٹ نہیں چلتا + اظہر من عمود الجفر ہے کہ یہ سب دلائل مستغنی عن قاست الشواہد والبراہین ہیں + مگر چونکہ تمہاری تقدیر بد تقدیر ہے کبھی اس پر</p>		

خوش تقدیری نے حملہ نہیں کیا + کہ کچھ بھی دانائی کا حصہ ملجاتا = جس سے سمجھ لیتے۔ کہ یہ سب چھوٹے
جملے ٹپ مضر ہیں + ان پر چون و چرا کی حاجت نہیں + مگر بد تقدیری سے مجبور ہو + اپنے ماتھے سے
اپنی تقدیر خراب نہ کرو + کیونکہ تقدیر کے نوشتہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ جو تقدیر بنانا چاہے تو وہ بخائے
تقدیر کو برائی کے تفویض نہ کر دے

ہرگز مخواب اندریں گہوارہ فنا جان عزیز داوی بایں زلالِ سرسپید لوحِ درہنگ - حرفِ مکر پذیر نیست ہرگز ندیدہ نشیدی سخا ہی دید از بیضہ سپہر برآمد خروسِ رب گفت کہ مجرماں بہ تماخِ درآمند ہستی درونِ ہستی مقید نہ شود چوں پیکرِ خدا بہ خداے شود و نثار آں پیکرِش مسخ خداوند ذوالجلال	از نارفلس خویش بر و نر و بر ترش حالا چہ خواہی دل و بہ اللہ اکبرش بنما مرا چو دیدہ حرفِ مکرش گو آمد است یک بلباسِ ہمپیش بالا بدادہ بانگِ برا فراختہ ترش ہر جز و کل بدستِ خداے تو نگرش ہستی کہ ہستی نیست مگر بہت دیدش تو ہم نثار باش تہ دستِ پیکرِش یہی بنامِ خویش کہ مسوجِ اکبرش
---	---

۳۳

فصیحان اللہ الذی لا الہ الا ہو مبدل الزمان و عظیم الشان ذو المن والاحسان و ہو حنان المنان الدیان
المستعان الرحمن الرحیم + ایسے رحمن الرحیم پر مومن عیدم الایمان بنو + بلا موازہ و متقابلہ اس کو اکبر فرماؤ
مشرقی الضالالت بالہدی ہو کر ارٹے باطلہ اور اولہ عاقلہ سے اسکو نہ آراستہ کرو + کوئی تاویل مجر
بہ فساد نہ ہو + عقد وصل بند و کشادہ بوداد و اتحاد ہو + حذنان الامر و ابتداءے کار خوش آئی سے
ہو + اختلافات و منافات اور و اہمیات و خفایات کو دین نہ بناؤ + برائی کے گھٹے کو نیکی کے کمال
سے کریدو الویشہ طانی بگ ٹندی نہ ہے + تم اچھے نہیں تو تمہارے ساتھ کوئی اچھا نہ ہوگا + تمام
دنیا تنگ و تنگ ہے اس میں سے پہلے بہت ہی اچھا فوٹو تمہارا ہی نکلیگا + اگر اسکو چاہتے ہو تو میا
کے فوٹو سے آراستہ کرو + اسکو لوح محفوظ کا فرہنگ بناؤ + تمام شہر نیچر کے رہنے والے نیچری۔
نیچرل نقشہ کا خاکہ بنا کر کہہ ہے میں کہ نیچر اپنی طبعی سچہ پر قائم ہے + جملہ فردنِ حالیہ و گذشتہ کا
حوالہ اپنے صنودید سے دے رہا ہے + اسکی ایک نرم جھڑکی بھی تمام ذی دعب سلاطین کے سرٹائے سخت
اندِ سخت سے بھی کہیں بالا سے بالا ہے۔ چہ جائیکہ عتابِ فطرت۔ وہ تو قیامت ہی برپا کر دے +
لہذا خیال رکھو کہ کوئی کام خلافِ قانونِ الہی نہ ہو + مگر افسوس کہ تمہاری حالت پچھلی کی ہے کہ عمر تمام

۳۴
الہم اور
نصیحت

سمند میں غسل کرتی رہتی ہے پھر بھی بدلو کی بدلو + اور پانی ذرا سا آگ کی صحبت میں آنے سے آگ ہو جاتا ہے + تم بڑے بد شرست ہو لطفہء حرام ہو گویا

نیشِ عقرب نہ از پئے کین است مقتضائے طبیعتش اس است

اسلئے تمہارا ایسا ناپاک نیچر ہے + کہ فمائش اثر نہیں کرتی۔ دیکھو تم یحییٰ کے بارہ میں کچھ نہیں چاہا نہ کرو + تم کو یحییٰ کی کچھ شناخت نہیں + اس لفظ کو تم نے ایک لفظی حیثیت سے ملاحظہ کیا ہے اور جسم کو اسکے ایک جسمی حیثیت سے۔ اور روح کو اسکے ایک روحی حیثیت سے۔ اور وہ ان تمام حیثیتوں سے پاک ہے + اسکے علاوہ اگر لفظی حیثیت سے دیکھتے ہو + تو ہر لفظ اپنے معنی میں ایک کائنات ہے چنانچہ لفظ کائنات ہی میں تمام کائنات کا مفہوم ہے + ویسی ہی نیکی و بدی کا لفظ ہے تو یہ لفظ یحییٰ اللہ الالفاظ والمعانی ہے۔ سب اسی سے زندہ اور ہستی میں ہیں یہ نہیں تو کچھ نہیں + پس خیر اللفظ قائل کہل کا مفہوم اس میں ہے + اس کا شکر کرو + تحدیثِ نعمت شکر ہے + لیکن تم کو سچی بات کا یقین نہیں ہو اگر تاجب ہوتا ہے تو جھوٹی بات کا۔ جیسے اگر یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شاہنژادہ ہے تو تم کو یقین نہیں ہوتا۔ اگر یہ کہا جائے کہ حرام زادہ ہے۔ ترقی پانے سے ایسا ہو ہے تو فوراً یقین کر لیتے ہو۔ یہی حالت عیسیٰ اور علی العظیم کی ہوئی ہے + سچ ہے کہ جیسی عقل و لیائتیں + مگر انہما تو کہو کہ کیا تمہاری عقل سے زیادہ عقل ہونا ممکن ہے یا نہیں؟ اگر ممکن ہے تو کیوں بحث کرتے ہو؟ جو اپنے محسن بالادست سے منحرف ہو نہ اچھا اور حرام زادہ ہے وہیں واجب القتل ہے + چیل مردار کی بوسہ لگتی ہے چینی شکر کی۔ بیوقوف حماقت کی اور عاقل سب کی + بجز برائے علموں کی کسوٹی ہے + یوں تو معلوم ہی تھا۔ اب تجربہ سے بھی معلوم ہے + کہ میری عقل کے آگے کسی کی عقل کی مثال نہیں گل سکتی + اگر حماقت ازراہ بدی بھی مس کر جائے تو اس میں بھی عقل سما جائے کہ اسکو معراج ہو جائے + تیری حماقت آمیز برائی جو تجھ سے جدا ہوتی ہے تو سب کو ضرر پہنچاتی ہے + سب کی ایسی حالت ہو جاتی ہے جیسے بھری مجلس میں ایک سانپ کے پیدا ہو جانے سے مجلس درہم برہم ہو جاسکتی ہے + اسی طرح ایک بڑا سا بے مجلس عالم میں ایک شیطان واژدہ ہے + اسی واسطے کہا گیا ہے کہ

برسجد دے ہو شمنہاں بے
سگے دروے اُفتد شو بخواب

بیک ناتراشیدہ در مجلس
اگر برکہ پُر کنند از گلاب

اسلئے مجلس عالم ہرول سے خالی کر دینا چاہئے + تمام چیریں اُسی کی وجہ سے حاصل ہوئی ہیں + اس میں سزاء کے وقت رعایت کی حاجت نہیں + دیکھو برائی سے بھاگو خدا سے دعا مانگو کہ اعوذ باللہ

من جمیع الیاس والشرور۔ وعیاذ باللہ من فسادات والذور۔ الم اخطئنا من جمیع بیات واکانت
خیر الحافین ۷

زندہ شدم برائے تو مردہ شدم برائے تو تو خود بخویش عاشق از عشق مبتلائے تو خاک درت بہشت من جہرخت سرت من عشق دول و دہان مایہ و سر و زبان ما دل آفریں بدل چہ کرد پیدا نمود عشق و درد بیجی بذات خود توئی تو خود بخویش عاشقی	حاصل نشد لقائے تو بینم نہ بیج جائے تو جملہ ز تو بشد عیاں ہر شے زیک ادائے تو عشق تو سر نوشت من راضی بہن رضائے تو ہر حرف در بیان ما خالی نہ از قضائے تو عشق آفریں بخت فرد بینم نہ مادر لائے تو بیجی ز خود کجا شود ہرگز نہ اوسوائے تو
--	---

کیونکہ زمانہ تجدد میں ہر شخص عین ہی شخص ہے جو زمانہ ماضی میں بلکہ عدم تھا + جیسا وہوں
تھا ویسا عالم شمول میں ظاہر ہوا + کہ اسکے اعمال شاہد ہیں + اور جبرئیل میں لکھا ہوا ہے کہ اِنَّ لَہٗ
علیٰ کل شئی شہید + اس لئے بروں کا دونوں جہان میں برا مال ہے۔ اور اچھو کا
اچھا۔ اور اچھا ہی ہے کہ فرمانبردار فرمانروا ہو + فرمانروا ہی ہوگا جو باطن میں ہو چکا ہے +
وہی حمد و ثناء اور شکر کا مطالبہ چاہیگا + تمام ہستی کا ٹیکس فرمانبرداری سے ادا کرائیگا + ورنہ سب
غیب رخسارہ پر پڑینگے + کیسے تم اس میں شک کرتے ہو؟ کیا تم نہیں خیال کر سکتے کہ کوئی ایسا
زمانہ بھی گزرا ہے جس میں کچھ نہ تھا تم کچھ عدم میں وجود رکھکے بے وجود تھے + زبان رہتے
ہوئے ٹنگے تھے + کان رہتے ہوئے بھرے تھے + آنکھ رہتے ہوئے اندھے تھے + بدن رہتے
ہوئے مجرور تھے + جب اُسی طور کا فطور ظاہر میں ہوا۔ اور بہ سردی و گرمی کھلے میدان میں
پڑے تھے۔ تو اُس وقت تم نے اپنے لغات نصود میں یہ دُعا مانگی۔ کہ میں سردی و گرمی حق
و عرق سے بچالیا جاؤں + اور وہ قبول ہوئی تو کچھ بھی شکر نہ کیا۔ اور یہ دُعا مانگی۔ کہ لٹکھ میں
حرکت پیدا ہو جائے تاکہ گیس رانی کر سکوں اور ایسا کیا گیا پھر بھی شکر نہ کیا۔ اور یہ دُعا مانگی۔ کہ
سماعت کشائی ہو۔ اور ہوئی۔ تاہم عظیم الشکر ہے + اور زبان کشائی کی دُعا مانگی۔ وہ بھی منظور
ہوئی + بریں ہم نفس الشکران ہے + طالب بینائی ہوئے۔ وہ بھی حاصل ہوئی۔ تو ریاں دیر ہلی۔
نصارت و مشاواہی دیکھ کر کھلم کھلا ناشکر گزار بگئے کہ اللہ نے سب کو تندرست رکھا ہے۔ مجھ کو تو کُلوم
و سحر و جادو اور زخم مقصود احتراق سے تال مال وشت کر کے حُشاشۂ جان کو تیرہ خاکدان میں

مظہم کر رکھا ہے + آنکہ کھنے سے بیخ و بیخ میں سرق معلوم ہوا۔ وہ تو ہرگز قابلِ شکر گزاری نہیں۔
 ورنہ مجھ کو صحت عطا کرے + جب وہ بھی ہوئی تو چپٹا نلیکس سونا سلونا چہرہ پر زلف و کاکل کی لٹک
 بادونیم سے الٹ پلٹ دیکھ کر منہ میں پانی بھر لائے اور کچھ اور سو جھنے لگی + پھر تو تم یہ کہنے لگے کہ خدا نے علم
 و مہر تمام نہیں کو چک دلی سے پیش آتا ہے ہم اُس سے مستعین و مستطہر ہیں۔ وہ ہم کو مستعین کہتا ہے۔
 عذاب اللہ کی آراتا ہے + جب کشائشِ رزق ہوئی۔ پیٹ بھرا۔ پس دریاں میان تم کو برائی کی
 بھوک لگی۔ نچرل فتویٰ بھول گئے۔ بڑائی کی زراعت کرنے لگے۔ تسلیف و عہد شکنی پر مائل ہو گئے۔
 تمام عصاب گناہ کرنے لگے + بڑائی کے خرمن بگئے + لاشی سے شئی بنائے گئے اور سکائی نتیجہ ہوا۔ ہوس
 کو اتنا بڑھانے لگے کہ تمام ہستی کے مالک بگئے + اللہ بچا نیکا خیل ہو گیا + دلیر نوبر کے لہو لکھن
 ولنت عیالہ میں منہمک ہو گئے + قبیحہ جھولہ کے ٹیٹم و دلدادہ بگئے + کھنٹی شکر گزاری پر نادم ہو کے آو
 نیکش بھی نہ کھینچا + بلکہ اور انکے لئے لعل مثل بگئے + دوسرے دلواس کی بات کرنے لگے + اُسکے وفید و سلاوک
 کی عزت ریزی شروع کی + وہ پہلا و قید و رسول کون ہے کہ زرجس کے دینے کا مقصود یہ تھا۔ کہ اسکی
 صحبت سے ذی رتبہ و معزز ہو جاؤ + تم نے اُس رسول سے یہ کام نہ لیا کہ گرم ملکوں میں چوڑی سڑکیں بنو کر
 اُسکے پیس و سیلا تجارت کثرت لاد راق نصب کر داتے کہ چرند و پرند انسان و حیوان سب کو آرام پہنچتا۔ رسول
 زر کی عزت ہوتی + نہ تم نے موقع موقع پر کنواں کھدوایا۔ نہ بیج بنوایا۔ نہ منہریں بنوائیں۔ نہ کشی ہمارہ
 پر پل بنوایا + نہ کہیں غریبوں کے لئے ہوسپل بنوایا۔ نہ غریبوں کے لئے ہوٹل بنوائے۔ نہ کہیں یتیم خانہ
 کھولا۔ نہ تعلیم کے لئے اسکول اور کارلج بنوایا۔ نہ کہیں گرجا بنوایا۔ نہ ملکوں کا انتظام کیا۔ تجارت و
 زراعت بہر حال حلال ہے۔ اسکو بھی ترقی نہ دی۔ نہ صنعت و حرفت کو فروغ دیا۔ بلکہ جنوں نے یہ
 سب کام کئے اور سب چیزوں کو فروغ دیا۔ اپنے رسول زراعت و سیدنا سیدنا کے ستغنی نہیں کی۔
 اصحاب بخت الاملاک ہوئے اور پھر تم حسد کرتے ہو + ان کو بُرا کہتے ہو + وہ کون؟ جو تختِ ظلال
 رہتے ہیں + کیونکہ انکی تاجِ ظلال زلفن ہے + اور نباتاتِ موثرات کے مندرجہ کے نیچے ان کے
 انواعِ مطہرات آلِ عیالِ نیل حور و غلمان کرسی و آرائیکہ میں لیشی چھتریوں سے ظلال کئے بیٹھے
 رہتے ہیں + ان کے میزوں پر بنو بنویا کے گودہ شیرہ و عرق مشکین۔ اور اعصابِ فواکھاتِ رنگا رنگ کے
 پہنتے ہیں۔ جسکے سامنے تم لوگ مغنوم علیٰ فواکھ ہو کے کھڑے رہتے ہو۔ یہ رسولِ مذ کے ساتھ یہ سلوکی
 کا نتیجہ ہے کہ تم نے ان سے دارالقامہ یہودہ قرار بازی اور چکلہ سازی کا کام لیا۔ لوگوں کے ایذا رسانی
 میں صرف کیا + تو جب تم نے رسول کو بے عزت کیا تو بے شک بے عزت کئے جاؤ + مانگی بھی کٹ ملے +

۱۷
نعت
دینے والا
۱۸
مطہم بنے
۱۹
۲۰

۲۱
۲۲

تاج و تخت چھین لیا جائے + کیونکہ رسول کے ساتھ گستاخی راسل کے ساتھ ہے + تو بیچہ کمزور ہے چپے بیگا۔ مگر باپ زور آور ہے بدلے لے لیگا + نوز چپے۔ مازن فرس نے بدلے لیا + کیونکہ زرخو و مخز نہیں ہوا ہے + کسی کا معزز کیا ہوا ہے + در نہ لو مازیا وہ معزز کئے جانے کا سستی تھا کہ یہ زیادہ قوی ہے + چمک جاتے تو چاندی سے بڑھ جاتے + میلہ ہو تو پختہ لال رنگ پیدا کرتا ہے + پڑا رہے تو سیاہ۔ ہر حال میں رنگیلا + ملک فتح کرتے وقت خورنگیلا بنتا ہے + دوسرے کو رنگیلا کرتا ہے + اسی سے دھواں دار کالی گھٹا کی بوچھاڑ چنگاریوں کے بھوہڑے کی بھر مار۔ کڑکا بجی سمیت تڑاق پڑاق کا نعرہ از زمین تا آسمان بلند ہوتا ہے۔ جسکو توپ کہتے ہیں + یہی ریل گاڑی کو صراطِ مستقیم پر لے جاتا ہے + یہی جاندار کو صراطِ مستقیم پر لے چلتا ہے + سرکشوں سے سینہ بسینہ مقابلہ کرتا ہے + دو حصہ زمین کو چل کے ذریعہ سے پویند کر دیتا ہے + پھاڑ کا سر توڑتا ہے + خبر سانی و پیغمبری کا کام کرتا ہے + غیلاں گاہ تک پہنچانے کے لئے شمشیر فرماتا ہے + تاک بملک لوگوں کا کلیجہ ہلاتا ہے + نباتات و جمادات و حیوانات سب اس کا لوہا مانتے ہیں۔ اور اس کا نام لوہا یعنی اللہ رکھا ہے کہ یہ بڑا سر کوٹ شکن ہے + اسی واسطے کہتے ہیں کہ **ع** ہر کہ شمشیر زندہ سکے بناش خواند

رنگیلا

نکتہ

کشوری و لشکر سیف و تلوار دونوں کا کام کرتا ہے + اسی کو یوم الحدید کہتے ہیں + تو چونکہ بے ہوا ہے اس واسطے اسکی کچھ قیمت نہیں + پس بزوانی ارادۃ السنہ بھی ہوا کہ سبیش بہا کی کچھ بہا نہیں + لہذا سونا چاندی کی قیمت زیادہ ہو جائے + پس وہ معزز ہو گئے + جیسے کاغذوں میں نوٹ + تو چاہئے تھا کہ زرب زر فلا دینی نرم شود کے مطابق تم نرم بنتے۔ اُس رسول زر کی عزت کرتے۔ تم نے تو اُسکو بے عزت کیا پس بے عزت کئے گئے + سونا کی طرح سونا سلونا نہ بنے کہ دیکھنے میں خوبصورت + خاصیت میں سب دھاتوں سے دبیز اور زنی خالص اور صلی ہونے پر اپنے مادی اکھم پانی میں ساڑھے انیس گنا بھاری ہر کہ بڑھ جانے میں سب دھاتوں سے زیادہ + سب جواہرات کی قیمت سونا ہے + اس کے احتمال سے قلب کو قوت ہو جاتی ہے + نگاہوں میں معزز کرتا ہے + مگر تم نہ دبیز بنے نہ زنی بنے نہ جلم بنے کچھ نہیں بلکہ ذلیل و خوار بنے **ع**

نکتہ

پھر بھی یہ کہہ رہے ہیں شہر یار میں ہوں بچپن میں کھیل میرا جو لوگ دیکھتے تھے او دور ہو حرامی از لطفہ نجاست میں جانتا ہوں سب کو میں ہی ہوں ترکنوں	لاٹانی زمانہ میں بے شمار میں ہوں آپس میں بولتے تھے میں ہنہوا میں ہوں کیوں جھوٹ بولتا ہے میں شہسوا میں ہوں جلوہ مرا ہے سب میں ہیں نور و نار میں ہوں
--	---

کیا حرفِ جبار اپنا مجھ پر عمل کر گیا	لا ینصرف ہے کجی رفتارِ ماریں ہوں
یہی کجی کا قلب یہی ہر حال میں ہے کجی	میں اُس چمن کا گل ہوں میں اُس بہا میں ہوں

مگر تمکو ہمارا اور نورانی باتوں کا مفہوم ایسا الٹا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ میرا میں صورت + تو کیسے تمہاری صورت و میرت اچھی ہو۔ صورت میں رنگِ روغن نہیں سیرت میں آب و تاب نہیں + روح میں خوشبوئی نہیں + یہ وہ جوہر نہیں کہ ان چیزوں سے خراب ہو بلکہ قیمتی ہوتا ہے + جب یہ نہیں تو بے قیمت ہے + مگر تم اپنے منہ سے میاں مٹھو بنے ہوئے یہاں تک خود کو قیمتی سمجھنے لگے کہ تمام ارض و سموات مع جنت و دوزخ بلکہ روح اللہ سمیت مالک بنجانیکا حقدار قرار دینے لگے + کہ خود خدائے فرعون بنجاؤ + اپنی جسمانی مکان میں کھڑے ہونے کی جگہ پاکر غناصر کے چوحدی سے دھتے پاؤں باہر سپارہ۔ رفتہ رفتہ خدا ہو بنے کا خیال پیدا کر کے فرعون و شیطان بن گئے۔ بھلا کجا آسمان و کجا رسیمان ۵

<p>لے تو ایں زادہ دوس ہر اک جگہ نہ ترا ہو کالا کہا ہے مجھ کو کسی نے ملے جان تے کو ہو بہت پریشا یہ کہہ کے بولا کہ یاد رکھنا یہ عہد و پیمان نہ بھول جانا نہذا لحالِ بین ذالک الخ صموانی صغارا لاشیاء ہم ہی ہیں یا پھر وہ کلید جس کے فقط علی تھے ولا لکم من علوم حق من المجاز الی المبحار لغو ذی اللہ من مشر و عیاد باللہ من غور ذو ثوث شو قاور صرث فانی و خصنا اللہ بالمشانی ابھی تو ہے شانِ عبودیت کی پس ازل شانِ عدت کی یہ عبودیت کے بعد کہ مذکب ایک ہی تے میں ہوں سب ہم اور آگے اترینگے جسناء عدالت اُمدن بھر گی لغو ابھی ہوں میں صرف اک سمیہ جھکا ہوا بشانِ اختر ہر دم عالم میں اس طرح سے کہ لیں اب تیری طرح سے ولا حمو لا ولا غفولا ولا ملولا ولا ماما لغی فانی فانی فانی و فی فانی و عدت لغنی ہم ہی ہیں احد ہم ہی ہیں ہی ہم ہی ہیں یوسف ہم ہی ہیں کجی</p>	<p>کہ چاروں جانب سے تونے ہر دم بنایا ایک شکر کالا کرو نہیں سببانِ مالِ قربان ہو کر کے بل لیس نیوالا ابھی تو کمد و جھوں سے اتنا لاف زینا بالافق الاعلیٰ پتہ کہاں سے ہمارا ہم ہی ہر صبا کلم ہی ہوتا لا کلید ہی کو جو توڑ ڈالا تو پھر کہاں سے ملے نوالا زور کے قانون حق ہے اسکا نہ سختی ہے سُر نہ سالا و عادت اللہ من کفید یہ کا زور سے پڑا ہے پالا فنا ثنائی و مابینا تبارک اللہ و تعالیٰ پھر خری شانِ احدیت کی تو پھر نہ لگا مسیح والا پس از نصیحتِ نبالِ پیغم کر اُنکالا کے بالا بالا گریز کا پھر کہاں ہو یا راتباؤ کیوں ہمو مار ڈالا اصد کے دن آخری و مہر جب آتے تے مکتبہ اوجالا بتاؤں اسکو کہ کس طرح سے کہ رنگِ جھوٹج بہ لالا ولا حسودا ولا حقودا ولا کنودا ولا وبالالا محوئے اسی و مہر جمی سلت عنی فقلتُ مالا ہم ہی ہیں ہمدی ہم ہی ہیں عیٰ مگر مجھے مار کر کھالا</p>
---	---

تو اس کا بھی مجھ کو غم نہیں۔ اگر غم ہو تو غم ہو نیکیا بھی کچھ غم نہیں۔ نہ اپنی ہستی دہستی کا غم ہے۔ نہ مستغنی عن الوجود ہونے کا غم ہے۔ سب کو چھوڑ دیا تو اس کا نتیجہ ہوا۔ کہ سب کو یہ لیا کہ تجھ میں اور مجھ میں یہ فرق ہوا۔ کہ تو بڑے لیتے خدائیکہ خدا بنجانیہ کا خیال کرنے لگا۔ جس سے فرعون منفور کہا گیا۔ محسن کش احسان فراموش بن گیا۔ اور یہاں سب چیز کو چھوڑتے چھوڑتے بعینہ عین و عوین منصور بن گئے۔ کہ جہدم جو چاہتا ہوں کر گذر رہا ہوں پس کچھ کو ڈھکیٹتا ہے تو یہ میں کچھ میں نہیں ہوں جس میں سفیدی و سیاہی۔ لاعزائی و فرہی۔ کوتاہی و درازی۔ حد بندی اور چوبندی کی لم لگی ہوئی ہے۔ یہ سب تو اس اٹکائیت کے غلام ہیں۔ میں تو انانے بے انانیت ہوں۔ نہ کل ہوں نہ جز۔ نہ مطلق ہوں نہ مقید۔ نہ عام ہوں نہ خاص۔ نہ صفاتی ہوں نہ صوفی راقص۔ نہ متصل ہوں نہ متصل۔ نہ ناقص ہوں نہ کامل۔ نہ ناول ہوں نہ آخر۔ نہ باطن ہوں نہ ظاہر۔ نہ ذات ہے نہ صفات۔ نہ رسم و حد ہے نہ تعینات۔ نہ کیفیت و کم ہے نہ تشخصات۔ نہ قدرت ہے نہ ارادہ۔ نہ کم ہوں نہ زیادہ۔ نہ ہستی ہے نہ نیستی۔ نہ بلندی ہے نہ پستی۔ نہ واحد ہوں نہ انثنین نہ عین ہوں نہ غین۔ نہ خود ہی ناظر ہوں نہ خود ہی منظور۔ نہ خود ہی سنا کر ہوں نہ خود ہی مشکور۔ نہ خود ہی ذاکر ہوں نہ خود ہی مذکور۔ نہ خود ہی سائر ہوں نہ خود ہی مستور۔ نہ خود ہی حاضر ہوں نہ خود محصور۔ نہ خود ہی حامد ہوں نہ خود ہی مخمود۔ نہ خود ہی ساجد ہوں نہ خود ہی سجدو۔ نہ خود ہی عابد ہوں نہ خود ہی معبود۔ نہ خود ہی شاہد ہوں نہ خود ہی شہود۔ نہ خود ہی والد ہوں نہ خود ہی مولود۔ نہ خاص مظہر ہیں ہوں نہ عام مظہر میں نہ ناممکن الفی کے عالم میں۔ نہ محمد میں جہنے سے محمدی ہوں نہ محمد میں رہنے سے محمدی۔ ہمہ ازوستی ہی ہمہ اوستی میں اصل ہے۔ میں کسی میں نہ داخل ہوں نہ خارج۔ پھر ہمارے لئے چڑھاؤ اور اوتار کیا سکفرشی و عرشی سکری و ہمدی ہوں۔ جو کچھ پہلے سے علم میں تھا وہ ابھی تک ہے یہاں تو نہ یہاں ہے نہ وہاں۔ نہ آج ہے نہ کل۔ گویا کہ

۳۱

بہر اعظم میں نہ طوفان ہے نہ موج و گرداب	خشک ہے آبِ رمال اور ہے قطرہ نالاب
نہ پتہ ہے نہ ٹھکانا نہ کوئی راہ و مقام	اور اللہ ان کا کان نہ مبداء نہ مآب

مگر اندھے اور آنکھ کے آگے سارے حروف و الفاظ عبارات ایک سیدھی ٹیڑھی لکیر ہے۔ آٹھ حصے ملے کے آگے ایک ٹالی مضمون ہے۔ اسی طرح کائنات بجز طغرائے قوم بہ امضار اللہ ہے۔ اور یہ سب معمائے کسوم المعدم الجہول ہے۔ پس کسی کے مٹی پر چلنے سے نہ خدائے سیدگی پائی جاتی ہے۔ نہ پانی پر چلنے سے نہ محمد میں جانے سے نہ محمد میں جانے سے نہ عرش پر جانے سے نہ بالائے عرش جانے سے۔

کیونکہ جہاں کی مخلوق ہے وہاں چلتی ہی پھرتی ہے + لیکن اگر مٹی پر چلنے والا پانی پر چلا گیا تو اُس سے کیا ہوا - خود پانی سے آدمی کس طرح بنا - یہ سب ایک کرتب ہے جیسے عقلی کرتب سے جہاز رانی وغیرہ ہے اور قدرتِ کرتب سے تمام کائنات + یہ سب شعبہ بازیائیں ہیں + ان سب کو خدا رسیدگی سے کیا سواکار + خدا کی روح پاک کی سوا کوئی خدا کے تہ تک نہ پہنچا + پس خود ہی خدا فقط خدا رسیدہ ہے جس کے معنی وہی روح اللہ کے ہوئے یا یوں کہو کہ خدا کے سوائے خدا تک کوئی نہیں پہنچا + اُسکو سب نرا دار ہے + علیٰ کل شئی قدیر کے خالق کا بھی خالق ہے + تو ہم کو اُس سے کیا کام وہ اپنی جگہ پر خدا بنا ہے + اُسکی مجھ کو حاجت نہیں + میں سب باتوں سے پاک ہوں + غنی ہوں غنا سے بھی مستغنی ہوں + پھر پاک ناپاک سے میل جول - محبت و شرکت کیسی + پس میں کچھ نہیں ہوں مگر وہی ہوں جبکہ کوئی نہیں جانتا - اَلَا وہی جو لا اور اَلَا کے بیچ میں ہے اگر میں وہی نہیں تو پھر اُس ایسے پر اُسے ناپاک اور نجس وہی کو لیکر کیا کر دیکھا - اگر میں اُس سے جدا اور وہ مجھ سے جدا ہے تو دونوں پر دونوں کا باہم پیہم پھٹکا رہو + پس بجز ایک کے ثانی نہیں + لہذا وہ ایک محض لاثانی رہا + ورنہ یہ یحیائے علم کچھ خدا نہیں اگر دعوائے خدائی کرے تو ابھی خاک کر ڈالوں + فبحانی ما اعظم شانی انی انا اللہ لا الہ الا انا والانی علیٰ کل شئی قدیر - وارکوانی واسجد والانی واعبد والانی ان کنتم بنامؤمنین + اس واسطے جیسا دل میں آتا ہے ویسا خود کے بارہ میں بولتا ہوں - میرے سوا مجھ کو کوئی پوچھنے والا نہیں - اس پر برابری کا دعویٰ کرتا ہے یہ سب دل کی خرابی ہے - اس ایک کے خرابی سے اتنا بڑا کائنات جو عالمِ اصغر کے نام سے پکارا گیا ہے وہ خراب ہو جاتا ہے + کیونکہ عالمِ اصغر کے اچھا ہونے پر یہ اس بات کا مستحق ہو سکتا تھا - کہ عالمِ اکبر کی تاج پر اپنے روحانی قدم کو رکھ کر آگے کے زینہ پر قدم رکھتا - مگر عدمِ خوبی کے سبب سے محروم رہا + توجب تک چار انتظام کی صفائی کا پورا انتظام نہ ہو جائے - اسوقت تک کوئی علو و نبو کے زینہ پر قدم نہا نہیں ہو سکتا - اُس میں سے پہلا انتظام روحانی دنیوی ہے جو خوش نیتی پر محمول ہے دوسرا جسمانی جو بہت کچھ بیان ہو چکا ہے تیسرا خانہ داری کا انتظام - چوتھا تمام ملک دنیا کا انتظام کہ تمام نظم قدرت انتظام پر حصر ہے + توجب ہر ایک فرد بشر عالمِ اصغر ہے تو چاہئے کہ تعلیمِ ہدایہ اس قدر عمل کرے کہ صاف مصطفیٰ ہو کر انبیاء کی طرح عالمِ صغریٰ میں عالمِ کبیر بن کے ہر قسم کے عالمِ اکبر سے عبور کر کے حاضر باش روح اللہ بن جائے - کہ قیدِ علمِ الہی و قیدِ خانہٗ لطن و صلب منایا - و طفلی و جوانی و مرا سم و قواحد سلطنت اور بندگی - موت و حیات سب سے نجات پائے + توجب طرح اپنی چھوٹی سی وجود - عالمِ اکبر کا نمونہ رکھتا ہے + اسی طرح ایک قطرہ جس سے عالمِ صغریٰ بنا ہوتا ہے - ایک عالمِ اکبر ہے + اُس کا

برباد کرنا ایک عالم اکبر کے برباد کرنے کا جرم ہے + تو اپنے اپنے بچوں کو معدوم القرآن یعنی عظیم التعلیم لکھنا بھی عالم اکبر کا برباد ہی کرنا ہے + اس لئے ہر والدین بچوں کی تعلیم کے ذمہ دار ہیں ورنہ گرفتار کئے جائیں گے ان کی کوئی عبادت اسی طرح مقبول نہیں جس طرح پادشاہ عظیم الاصلاح کی کوئی عبادت قبول نہیں + اس واسطے جو تم کو تعلیم دیگی وہ بچوں کو بھی تعلیم دو اور جو کچھ تعلیم رسانی میں کچھ کسر باقی رہی ہے وہ تعلیم بیان کر دیا جاتا ہے کہ بچوں کو دو تین برس دو دھ پالانے کے بعد دو دھ بڑھاؤ + جس وقت سے وہ کچھ بات سمجھنے لگیں اسی وقت سے ان کی تعلیم کر دو مقومے میں بہت سے نمبر اور حروف و الفاظ ضرب الملش اور چیدہ چیدہ اشعار کا رڈ پر خوش خط لکھے ہوئے رکھو + کھیل گود کی طرح ان سب چیزوں کی شناخت کر لو + وہ گھبراہٹیں تو چھوڑ دو + ہرگز ہرگز نہ ڈانٹو + ناقابل فہم چیز انکے سامنے ہرگز نہ پیش کرو + ورنہ انکو اس چیز سے ابدی نفرت ہو جائیگی + اگر بچہ الدین کے بال اور لباس مٹولنے سے محظوظ ہو رہا ہو تو بصورت عدم تکلیف اسی حالت میں چھوڑ دو + جس چیز کو محبوب کہتا ہو + اس کے محبوب کو اس سے فوراً جدا نہ کرو + ریتی یا نرم چیز پر کھیلنے دو + گرے تو اسکو خوبصورتی سے ٹال دو۔ ورنہ شاباشی دو + شاباشی سے فتوحات کار کی جرات ہوتی ہے + اکیلا نہ چھوڑو کہ بچہ نہ بھر کے اسکو کھا جائے + اگر ایسا ہوگا تو اُسکی نگاہ بڑی خراب ہوگی + جسکو کھاتے دیکھے گا اسکو بد مزہی ہو جائیگی + اسکو بہت قیمتی کپڑا پہناؤ + اسکو کسی چیز سے کچھ خاص لگاؤ نہیں + نہ کسی چیز سے کچھ غرض + عیش و فرح سب برابر ہے + سب کو جدا جدا جان کر یکساں واحد جانتا ہے + صرف اپنی ماں کو سب سے جدا اور اولکھی سلیم سمجھتا ہے۔ پورا یقین لکھتا ہے کہ میری ماں پر اکیلا میرا ہی قبضہ ہے + کسی کے باپ کی جورو نہیں + گویا پکا مود اور سچا ویندار معصوم ہے + کہ اُسکے مقابلہ کا کوئی نبی بھی نہیں۔ نبی اور والدین کے گود کو اپنا پر تالی سمجھتا ہے + معصومیت کی شراب پیکے متوالا ہے + دنیوی بستی بستی زندگی کا مالک ہے + جواہرات پانور کا کپڑا پہناؤ تو سب پر بے پروائی سے ہیشاب کرتا ہے + ننگ دھڑلک ہو تو اس کا بھی کچھ غم نہیں + یہی نیچر مقدس اور دین برحق ہے + جب تک کوئی بچہ نہ بن جائیگا اُس وقت تک ہرگز ہرگز کسی بات میں بھی سچا نہ بنیگا + دیکھو بچے کیسے سچے ہیں کہ جو چیز مانگو اسی وقت دیدیں + پھر سچائی سے مانگئے کو بھی تیار جس کے معنی ہیں کہ دنیا لین دین کا نام ہے + جیسا کہ دو سیا بھروسہ اس دھتہ دو ماں ساتھ لو + جو چیز ان کو حاصل ہے سب سچی حاصل ہے کچھ اُس میں ملمع کاری نہیں + ہنستے ہیں تو سچی ہنسی کے ساتھ۔ روتے ہیں تو سچی رولائی کے ساتھ + خوش ہوتے ہیں تو سچی خوشی کے ساتھ + غذا چاہتے ہیں تو سچی بھوک کے ساتھ + غصہ کرتے ہیں تو سچا غصہ + اسقدان کو حقیقت حال فی المحل حاصل ہے کہ ننانی اسحق ہیں۔

پھر بھی نہ انا الحق کہتے نہ علی الحق کہتے ہیں + اُن کی چپکی اور بے غمی ہر طرح کی عبادت ہے + وہی اسم اعظم ہے اور وہی اسم اعظم + نہ یہ بندہ ہیں نہ آزاد + جس بات کا ان کو یقین ہے وہ سچا یقین ہے + جس کو حق الیقین کہتے ہیں + ان کے سارے جوہر سچے ہیں + کہیں جھوٹے کا نام نہیں + اپنی طرح سب کو نیک ٹل سمجھتے ہیں + کبر و غور سے کام نہیں - درندہ اور کوئی نجس آدمی بھی پیار کرے تو اُسکے گود میں جانے کو تیار + خوشبوئی بدبوئی کی پہچان نہیں + کسی سے کچھ غرض مطلب نہیں + کوئی مائے توبہ و منظور مانہ کرے بالکل قصدِ مواخذہ نہیں + اور نہ اسکو ظالم سمجھنے کا مادہ + سارے دل میں اُن کے کہیں بھی کینہ کی گنجائش نہیں + جیسے جیسے دن گزرنے لگے ان کے ہستی حیات میں انحطاط پیدا ہونے لگا + عمر گھٹنے لگی آرزوئیں بڑھنے لگیں - عقل کے ساتھ حماقت بھی بڑھنی شروع ہوئی + معصومیت کے عہدہ سے معزول ہوتے چلے تھوڑے دن کے بعد یگانہ و یگانہ کو پہچاننے لگے + احبئی کے گود میں جانے سے مرنے چھپانے لگے + ڈانٹنے والے کو ظالم سمجھنے لگے + کچھ بدلہ کے لئے ہاتھ بھی بڑھانے لگے + کچھ انا بیت شد یہ جتنا نے لگے + لیکن ہنوز صہبائے صبا کا نشہ باقی ہے + کہ ابھی باہم لڑے اور ابھی بھول گئے + صحبت کے اثر سے جو مادری زبان اور ابولہبنی حرکات و سکنات تھے سیکھ لئے + اچھی چیزوں کے شائق ہوئے + لہو و لعب کے طور سے شائقِ علم حقیقت ہوئے - اور سائنس کی طرف دوڑے + جس چیز کو دیکھتے ہیں اپنے مربی سے قانوناً پوچھتے ہیں کہ یہ کیا چیز ہے؟ یہ کاہے کو ہے؟ یہ کہاں سے آئی ہے؟ اور کس واسطے آئی ہے + کہ یہ سوال بول رہے کہ بچہ علم الاسماء علم اللغات - علم الاشياء - علم المجزئہ - علم قانون - علم فلسفہ غرض کہ حقائق الاشياء کا طالب ہے - کہ آخریں ماہیت و اصلیت ڈھونڈتے ڈھونڈتے طالبِ مولیٰ ہوگا + اسلئے اسکو فوراً بتلانا چاہئے کہ اسکے تو ائے عقلیہ چپٹ چالاک ہوں + سب چیز سے معرفت پیدا ہو کہ علم عرفان تک پہنچ جائے + چنانچہ جب بچوں کو کسی چیز کی حقیقت نہیں معلوم ہوتی تو بشرطِ ممکن اُس چیز کو نقصان کر کے دیکھتے ہیں - کہ شاید اس سے حقیقت معلوم ہو + حتیٰ کہ بعض دقت نبھنے والا کھلونا اسی واسطے توڑ دیتے ہیں + اگر کسی نے شدت کی تو پولٹیکل چال اختیار کر کے خود حفاظتی کر دیتے ہیں کہ ہم نے نہیں توڑا + اس واسطے شدت نہیں کرنی چاہئے - کہ ان کو جھوٹ کی عادت ہو - بلکہ یہ خیال کر لینا چاہئے کہ دوپیسہ کا کھلونا لگیا تو لگا لگا اسکو علم حاصل ہوا + تو کھلونا بھی قیمت سے ملا تھا + علم بھی قیمت سے ملنا چاہئے + لہذا پیسہ نقصان نہیں گیا + اگر آسمان و زمین کا کھلونا ان کے سمجھ میں نہیں آئے کہ کیونکہ اسمیں فنڈیل اور کڑا بجلی وغیرہ ہے - تو بشرطِ ممکن اُس کو بھی توڑ کے دیکھنے سے باز نہ آئیں + اگر اپنی جان نہ سمجھ میں آئے تو خود کو چیر کے دیکھنے سے باز آئیں +

غرض کہ یہ بچے سدا سائیس کے پیچھے پڑے رہتے ہیں + تھوڑے روز کے بعد ہر ایک بچہ کلام کے لئے پیدا کیا گیا ہے اُس کام کے مناسبت سے تحقیقات میں پڑتا ہے + جس سے حکماء آسانی نتیجہ نکال لے سکتے ہیں۔ جیسے اگر علم موسیقی سے نسبت رکھتا ہے تو گھٹا گھٹا آ رہتا ہے + شاعری کے لئے آیا ہے۔ تو مقفاتیں کرتا ہے + ازیں فیل سب بات کے لئے اشارے ہیں + اُسکی طبیعت کی مناسبت سے اسکی تعلیم کرو + دیکھو جب ان بچوں کو بھوک محسوس ہوتی ہے تو ان کے آگے دنیا بھر بیچ ہو جاتی ہے + اول طعام بعدہ کلام پر عمل کرتے ہیں پس یاد رہے کہ سب بطن باطن سے ہے ساول اس کا انتظام کرنا چاہئے + جب جا کے سب چیزیں کامیابی ہوگی۔ ورنہ سارے تو لے کند ہو جائینگے + چہ جائیکہ قصد اصیام و فاو کشی ہرگز جائیں ایسے سخت احکام و بندگی سے اللہ تعالیٰ سب کی برأت چاہتا ہے + چنانچہ جب بچے کھانپ لیتے ہیں تو پھر ان کو سب کام سوجھنے لگتے ہیں + اوجھل گوہ سے کھانا ہضم کرتے ہیں + گویا فطرۃ و رزق کے لئے اشارہ ہے + یہ بچے اپنے کام میں ایسے مشغول رہتے ہیں کہ دنیا و مافیہا سے کچھ خبر نہیں + پسینہ میں عرق ہیں۔ دھوپ میں جل رہے ہیں۔ پانی سے بھگ رہے ہیں مگر اپنے کام میں مصروف ہیں + پس یکسوئی ہو تو ایسی ہو + اگر انکو انکی ماں مارتی ہے تو ماں ہی ماں پکارتے ہیں + ماں سے چٹے جاتے ہیں + اسی طرح چاہئے کہ اللہ کی مار پڑے تو اللہ ہی اللہ پکارے اللہ سے چپٹا جائے۔ اللہ کو نہ چھوڑے + اگر تہ نازل کر گیا تو تربیت کے لئے اسلئے ہمارے غیظ و غضب کے وجہ کرم سے نفرت نہ کرو + بچوں سے سبق سیکھو۔ دیکھو + جب یہ بچے ماں کے گود میں رہتے ہیں تو شیر کے پیچھے بنے رہتے ہیں + کسی سے نہیں ڈرتے ماں کا آنچل دامن گویا خیام ہے انکی ماں کے آگے دنیا بھر کی مائیں اور تمام عالم کی حوریں ہیچ ہیں + بس انکی ماں ہی حوزہ مقصورات فی الخیام ہے + اور یہ اپنی ماں کے نزدیک غلمان ہیں انکی ہر اداس کو پیاری معلوم ہوتی ہے + دونوں میں سچا عشق ہے کہ یہی دین اللہ ہے + ایک دوسرے کی جدائی سے دونوں بے قرار + جب تک مائیں موجود ہیں بچے کھیل میں مصروف ہیں + مگر پھر پیر کے دیکھتے ہیں کہاں ہے یا نہیں + ماں جلا ہوئی تو پھر کہاں کا کھیل کہاں کا کھیل سب پھینک پھاگ جہاں کا تھاں چھوڑ چھاڑ چل چنیت اور اوڑن چھو ہو کے + ماں کی غیبت میں دل چھوٹا ہو رہا ہے + مکھی سے ڈر رہے ہیں + ہوش و حواس بجا نہیں ہیں + ماں مل گئی تو خدا مل گیا + اسی طرح حمدی امی کا قصہ ہے + دیکھو ان بچوں کو تمام عالم سے دوستی سے + اندھی چلے تو خوش ہیں + اوجھل کو در ہے ہیں + پانی بر سے او لے پڑیں۔ برف گرے کچھ بھی ہو مگر خوش ہیں۔ مائے خوشی کے ناچ رہے ہیں۔ کہ اللہ نیا لعب و لہو + یہی گویا سچی خوشی کے مالک ہیں پس

اگر صوفی بننا چاہتے ہو تو اُن سے صفائی کیکو + ان کی حالت سے اپنی حالت کو غور کرو کہ تم اپنے رحم والدہ میں جوگی بنے ہوئے آنا ہو۔ آقا ہو کا وظیفہ کرتے رہے ہو + یہ کہتے کہتے دقت پتہ نے یہ ٹھان لیا کہ جہاں جائے توجائے مگر اب جھو میں بند نہیں رہنا + اس پر فطرت کے دار و عہد جیل خانہ نے گردن میں ٹٹ تھ دیکھے نیچے ڈھکیلا۔ کہ سب ڈبل انانیت کا وظیفہ بھوئے۔ اور سر کے بل نیچے گرے + دنیا میں شور ہوا کہ سر آدوہ ہوئے + اور تم ہاتھ پاؤں اُچھالنے لگے + فریاد کرنے لگے۔ کہ سفر میں بڑی تکلیف ہوئی + اندھیری کوٹھری کے شکار گاہ میں تیرا رانگیا + ذرا بھی کسی کو رحم نہ آیا۔ کیا عرض کروں کہ جس جوہر کا عرض ہے کس کا کرنے کس مکفر میں مجھ کو مکفور کیا۔ کہ یہ بھل آیا جو فریاد کر رہا ہے + اور میں اُسی لیٹر بوس کا مضمون ہوں کہ ایسی باریک سوئی کے ناکہ سے یہ جملہ بھل۔ مجسم ہو کر چلا آیا ہے + سوئی والی کو شدت زہ سے ایسی یکسوئی ہے کہ دانت اور ناخن سیاہ ہو گئے ہیں۔ کہ جب اُس نے یا بیکھاہ۔ یا بیکھاہ کا نعرہ بلند کیا تو بیڑا لپڑا ہوا + کہ اس خوشی میں وہ سب درد تکلیف بھول گئی + جان دیکھے جان پایا + رنج کے بعد راحت حاصل ہوئی۔ ہم اس کے احسان کا بدلہ کیا ادا کریں؟ بجز اس کے کہ اس کے غلامی میں ہمیشہ حاضر رہیں + اس واسطے تم سب لوگ گواہ رہو۔ کہ میں اس کو اپنا مجازی رب سمجھوں گا + ہمیشہ اطاعت کرتا رہوں گا + لیکن جب سیانے ہوئے تو رب مجازی حقیقی دونوں کا احسان بھول گئے۔ کچھ یاد نہیں

کہ وہ بیچارہ میاں ہے جس نے تھپکیاں دی ہیں۔ لوریاں کھلائی ہیں۔ دودھ پالیا ہے۔ بلائیں لی ہیں قربان ہوتی رہی ہے۔ اپنی عیش و عشرت بالائے طاق کی ہے + اپنا سارا جو بن ان کے پیچھے برباد کیا ہے + ماما اور لونڈی سے بڑھ کے خدمتگداری کی ہے + ان کی ماں میں ماں ملاتی رہی ہے + ہر بات میں دلجوئی کرتی رہی ہے۔ کہ کہیں غصہ نہ ہوں۔ رنج نہ ہوں۔ بے چین نہ ہوں۔ ان کے رنج و راحت میں شریک رہی۔ ذری ذری بات میں ہنسنے تو وہ بھی ہنس پڑی + تازلیت بلا کسی عوض کے سچے دل سے چاہنے والی۔ کمال درجہ کی بندہ پرور + کہ عین وقت پر محبتانہ غرکی سے اُس کی بہلائی کے لئے بغل میں بستہ دبا کر اسکول کو چلتا کیا۔ یا اور کسی کام میں لگا یا کہ دکھانا رہے ہاں سب احسان کا عوض یہ ہوا کہ اس پر جو تا اٹھانے لگے + سخت و سست باتیں کرنی شروع کیں + ان سب احسانات کو ظلم میں داخل کر دیا۔ کہ ماں نے اپنے حظ نفس کے لئے کچھ کیا۔ جس کا میں نتیجہ ہوا ہوں۔ اس میں اُس کا احسان کیا؟ بلی نے بند چوہا نہیں مارا ہے + کیونکہ جس طرح سٹاس۔ بمپوس۔ ادا کا لہان ایک قسم کا مخرج ہے اسی طرح رحم مادر بھی ہے جو منت النمایا ہے + جس کا انجام ولادت بر ختم ہوا۔ کہ ہم ان کی لذت انگیزی میں بطور کنیز مخفی گواہ بنے دیکھ رہے تھے جو چپکے

سے کوہی دینے کو چلے آئے۔ کہہ مائے آنے سے اسکو صحت و ندرتی ہوئی + خوشی حاصل ہوئی چنانچہ وہ صحت یہ ہے کہ وہ رطوبت بدو جو حمل اور پیکاری سے نہیں خارج ہو سکتی تھی سو ولادت سے اخراج ہوئی + جو کچھ کہ بخارات مواد غلاظت باقی رہی تھی وہ سب خلاف قیاس با ذرہ خون شفاف بن کے تمام رگ و پیمان میں دوڑ گئے جس سے اس کو خوشی ہوئی۔ اور کچھ خون کی پتلی لکیر غلاظت معروفہ اور خون مکدر کے بیچ سے کیاری بنی ہوئی مقام پستان میں پہنچ کے دودھ بنی۔ جو مجھ ایسے نرم نازک صاحب ہمار کو پلایا + جس سے اسکو نطف و خوشی حاصل ہوئی + نہ پلائی نمک چٹا دیتی کہ آج اس دنیا کی مصیبت سے بچ جاتے + لہذا اسکی اطاعت کی کچھ حاجت نہیں + تو یاد رہے کہ جو اس طرح کا محسن کش احسان فراموش پاجی آدمی ہو وہ ہرگز ہرگز ہادی نبی اُستاد و پادشاہ و خدا کسی کا احسان نہ مانیکا + ہادی پر یہ الزام رکھیکا کہ میں بغیر ہدایت اسکی عقل سے کام کر سکتا ہوں + اسکی کچھ حاجت نہیں + مگر یہ نہیں معلوم کہ اس میں فنا ہو کر آگے جانا ہے۔ جو عقل سے دریافت نہیں ہو سکتا + اسی طرح اُستاد پر یہ الزام رکھیکا کہ قیمت لیکر علم دیا ہے۔ ان کا احسان کیا + پادشاہ کے بارہ میں یہ کہیکا کہ ملک آرائی اور ہماری آرام رسانی کا سامان کچھ مفت میں نہیں کیا ہے ہم سے زکوٰۃ لیتے رہے ہیں + خدا پر یہ الزام رکھیکا کہ ہم نے خود کو پیدا کرنے کے لئے کچھ عرضی نہیں بھیجی تھی خود پیدا کیا لہذا کچھ احسان نہیں یہی نیچر کا حکم ہے کہ بس جو دل میں آئے کر دے + کسی بات کا غم نہ کرو + بہر حال سر تسلیم خم کئے رہو کہ ۷ برسرِ فرزندِ آدم ہر چہ آید بگذرد

پس الاسلام ہو الفطرۃ و الفطرۃ ہو الاسلام + تو یقینی بات ہے کہ ایسے مرد و دکی کوئی اچھی بات بھی مقبول نہیں + یہ بھی اپنی اولاد سے جو تا کھا نیگا اور وہ اپنی اولاد سے۔ کہ لگا تا رسل کی نسل آو اکا آو ا بگڑ جائے + کہ بالیکہ گڑ گناہ نگاری میں افزوں سمجھے جائیں + ایسی نالائق اولاد و قوم کی تو خلق کی خلق چھٹی انگلی کی طرح ہے۔ کہ اگر رہتی ہے تو عیب ہے۔ کاٹی جاتی ہے تو درد کا سامنا ہے + مگر ان سب کو موافقہ سادہ سمجھ کے خارج ہی کر دینا بہتر ہے + کیونکہ ۷

۱۱

زنانِ باردار اے مرد ہشیار	اگر دقت ولادت مار زائید
ازاں بہتر بہ نزدیکِ خردمند	کہ فرزدانِ ناہموار زائید

اس لئے تعلیم لازمی امر ہے + کہ لٹلیں خراب نہ ہوں جس سے دنیا میں فساد ہو + پس جس دم یہ بچے اپنی بہشتی زندگی کے میدان سے پار اتر کر دوزخی زمانہ میں داخل ہوں جو دل میں خرابی پیدا ہونے کا وقت ہو تو ملے + اگرچہ بُرائی کا علم نہیں مگر بُرائی کی طرف میلان ہونے لگتا ہے +

اس وقت سے تاسن شعوران کو بچانا چاہیے + کیونکہ اب جوانی کے زینہ پر پاؤں رکھنے لگے۔ طفلی کی لالیت کھونے لگے سچ ہے کہ

طفلی کی جوانی میں مسرت نہیں ملتی گھر بیٹھے ہوئے مفت میں خدمت نہیں ملتی حتیٰ کہ کبھی مفت مصیبت نہیں ملتی پیدا جو نہ ہوتا اور زباں تجھ کو نہ ہوتی وہ چیز جو کتنا ہوں کہ لمبا یگی تم کو جب تک نہ اطاعت کرو میری زتہ دل جب تک نہ سیاحت کرو بھئی میں زلفت	جو کھیل میں کھوئے ہیں وہ دولت نہیں ملتی جب تک نہ ہو دولت کبھی عزت نہیں ملتی جب تک نہ مصیبت ملے راحت نہیں ملتی تو اتنے بیانات کی قوت نہیں ملتی بے ڈھونڈھے یہ کہتے ہو کہ حضرت نہیں ملتی تب تک یہ سمجھ لو کہ حکومت نہیں ملتی واللہ سبحانی کی نعمت نہیں ملتی
--	--

چنانچہ اسی نعمت کے حصول کے لئے یہ سب اسباب ہتیا گئے جا رہے ہیں کہ تمہاری ابتداء سے انتہاء تک تعلیم کی جا رہی ہے + تو اگر خود سے اور اپنی اولاد سے برخوردار ہونا چاہتے ہو تو ان سب تعلیمات پر عمل کرو + اور وہ سچے جواب جوانی کے زینہ پر پاؤں رکھنے لگا ہے اسکو نرمی سے کہو کہ مخصوص فی الاصوات رہو + بڑوں کے سامنے بکمال ادب و خشعت الاصوات سے پیش آؤ + لکچر کے وقت سنان بیٹھے رہو + اپنی آواز کسی کی آواز سے بلا سبب مرتفع نہ کرو + بڑوں سے سرگوشی نہ کرو + قطع کلام نہ کرو + بے سبب نہ بولو + درخت کے نیچے نہ کھاؤ شانہ کوئی پرندہ غلاطت گرائے + سب کام حفاظت سے کرو + بلندی پر بے دھڑک نہ چڑھ جاؤ + جھاڑی میں بے باک نہ گھس جاؤ + کنواں + خندق اور سندس میں نہ جھانکو + آگ - آتش بازی - دیاسلائی - کانچ اور لوکدار چیز خواہ چہری چاکو وغیرہ وغیرہ سے نہ کھیلو + سوڈا و اٹریکی بوتلی اپنے ہاتھ سے نہ کھولو + دریابوض - اور تالاب وغیرہ میں بے تحاشانہ کود پڑو + جس چیز کو تتر بتر کیا ہے اسکو سلجھاؤ + علی الصباح اٹھو + شکم کی صفائی کرو + جمناسٹک کرو + کبڈی کھیلو + پٹنگ اٹاؤ + مگپٹنگ میں نوٹ نہ باندھو + نوٹ سے چائے نہ بناؤ + نوٹ سے سفر میں آرام ملتا ہے + ایسی ورزش کرو جس سے تناسب اعضا اور چہرہ خوبصورت ہو + دانت اور جیچہ اچھی طرح سے صاف کرو + جیسا موقع ہو ویسے پانی سے ہاتھ منہ دھو دھا کے + اچھی طرح غسل کرو + صاف اور اچھے توال سے بدن پونچھو + غسالخانہ سے گرم کپڑا پہنکے باہر نکلو + عطریات لگاؤ + بخور لو + بھسکا اور پسینہ والا کپڑا نہ پہنو + حقوڑی دیر کے بعد اچھا ناشتہ کرو + غلاطت اور کچھڑے کپڑوں کو بچا کے چلو + زمین پر نہ بیٹھا کرو + بے ضرورت عینک نہ لگاؤ + ناخن باریک

سے نہ کتر و چلنے میں جلدی نہ کرو + ساتھ والے کو پیچھے نہ چھوڑو + لوگوں کو اپنی انتظاری میں کھڑا نہ رکھو + اسکول میں جاؤ تو بے موقع دہاں کے باغ و عجائب خانہ و فوارہ کے سیر تماشا میں نہ لگ جاؤ + دہاں کے پھول نہ برباد کرو + کتا ساتھ نہ لے جاؤ + وہ سب چیز پر پیشاب کرتا ہے + کتا پالو تو اچھی تعلیم دو کسی چیز کو گندہ نہ کرے + نہ کسی شاہراہ خواہ پنگٹ کو گندہ کرے + جہاں آدمی ناشائستہ ہونگے وہاں کے کتے بھی ناشائستہ ہونگے + جہاں کے آدمی شاہراہ اور پنگٹ باغ باغیچہ گھر دوا کر کیف رکھتے ہوں تو وہاں کے بہائم تو اور بھی ملعون ہونگے + اس واسطے تم خود آدمی بنو اور اپنے جانوروں کو بھی شائستہ بناؤ + کیا نہیں سنا ہے کہ ۷

زن احمد چو با دہاں بنشت	خاندان بزرگیش گم شد
سگ اصحاب کف روزے چند	پئے نیکا گرفت مردم شد

پس تم اپنے کتا کو کسی پر نہ لکھا رو + اسکو شائستہ بناؤ + ان سب باتوں کی اس طرح تعلیم دو کہ سارے مضمون کا چہرہ اور نقشہ اُسکے دل میں اتر جائے + اگر بچہ عمل نہ کرے تو پیار کرتے کرتے رنج ہو جاؤ + تو اسکو بڑا رنج ہو گا کیونکہ فطرۃ پیار کئے جانے کی بڑی سخت خواہش ہوتی ہے + اور اسی عشق و محبت کا نام دین ہے + اس لئے وہ بچہ تلافی کے درپے ہو گا کہ کسی طرح اپنے مربی کو خوش کر دیں جس سے وہ مجھ کو پیار کرے + ورنہ اگر والدین و مربی بات بات پر ڈانتے رہیں تو تھوڑے ہی دن کے بعد فرزند ان رشتہ محبت منقطع ہو جائیگا + بچہ کو مربی سے نفرت ہو جائیگی۔ وہ اسکو گوثمالی کا ایک آلہ ناطق سمجھیں گا + دلی عداوت پیدا ہو جائیگی + اس واسطے مربی کو چاہئے کہ اسکے مشفق و مہربان بنے رہیں۔ کہ ان کی دوستی پر اسکو پورا بھروسہ ہو + مگر کوئی طریقہ بے عملی و نازیبائی سے نہ ہو + بڑے حسن و خوبی سے ہو + بچوں کو نقش و نگار اور تصویر والی کتابیں پڑھنے کو دو جب موقع ہو تو یہ کتاب + ان کو ان سب چیزوں سے بڑی دلچسپی ہے + کاپی صلی نقش و نگار سے رنگین کرتے رہتے ہیں۔ ان کو سبق میں ایسا خوش رہنا چاہئے جیسے کھیل میں۔ اسی طرح طرز عبادت میں ایسا ہی خوش رہنا چاہئے جیسا دل لگی میں + زندگی کافی خوشی کا نام ہے + اگر خوشی نہیں تو زندگی نہیں + دیکھو ان بچوں کی عمر کے مطابق ایک طرفہ کی بھی ضرورت ہے + ان کو وہ بھی پوسنا نا چاہئے کہ دل ان کا لالچی نہ ہو + مدرسہ اور گھر میں جو استاد ہوا لائق ہو + جو و خصلت مشابہ یا ممت لوط نہ ہو + تعلیم پاکے جس کام کے لائق تیار ہو + اس کام میں لگا دینا چاہئے + مثلاً اگر حلوائی بنا ہے تو چاہئے کہ تمام اقسام کی مٹھائیوں کا نقشہ اپنی دکان پر چسپاں رکھے۔

اور مٹھائی اچھے ظرف میں چھپی ہے + تاکہ مکھیاں نہ بٹھیں + خریدار اُس نقشہ کے مطابق خرید لیکتا مٹھائی آبادی سے باہر بنائی جائے۔ کہ دھوال اور مکھیوں کی کثرت نہ ہو + بہت سے حلوائی کی دکان کھٹے نہ ہو + جس کارخانہ کو آتش سے بہت تعلق ہو وہ آبادی سے باہر ہو + گیا سلیٹ - آبنازی اور دیاسائی وغیرہ کی دکان آبادی سے باہر ہو + ایسی ایک دکان دوسری دکان سے ملی ہوئی نہ ہو + اگر آبادی میں ہندو سخت سے سخت حفاظت کی جائے۔ آگے خدا پر توکل ہے + جو چیز بیچی جائے پیمانہ کے موافق خالص اور عمدہ بنی جائے + ایک قیمت ہے کہ دقت برباد نہ ہو + کسی چیز کا پیمانہ میل ہو تو بدلا جائے + جس کے پاس جانور ہو اس کی پوری حفاظت کرے + اُسکو صاف رکھے + نال گوائے + کھرہ میں زخم ہو تو چرائی کا تیل پٹکائے + یا اور کوئی علاج کرے + اُس کا چارہ نہ کھا جائے + اگر بہت سے مویشی ہیں تو آبادی سے دور رکھے + اُن کے رہنے کی جگہ صاف رکھے + اکدم شاہراہ سے نہ لے جایا کرے + بیماری میں اُن سے کام نہ لے + گا بھن ہو تو رحمت سے کام لے + بہت سا مار پیٹ نہ کرے + اُن کو زیادہ نہ تھکائے + ان کے بچوں کو ایک دم دودھ پینے سے نہ روک دے + ایک دم آزاد نہ چھوڑ دے کہ کسی کی زراعت خراب کریں + گاؤ مجلس میں جانے سے جبرانہ ہو گا + غافل رہنے سے نیلام کر دی جائیگی + سرگین مویشی سے کھانا نہیں کچنا چاہئے + مٹری گلی چیز دکان یا مکان میں نہیں رکھنی چاہئے + نہ بچنی چاہئے + کوئی نشہ کی چیز نہ رکھے + جو کاشتکاری کی لائین میں جائے + پانی کا پہلے بند دبت کرے + ریلوے لائن اور ایک دم دریا کے کنارہ کھیتی نہ کرے + ہر موسم سے پوری طرح مطلع ہے + موسم باراں کے قریب ہی تحریری ہونی چاہئے + ریتی زمین فلاح کے لئے بہتر ہے + قلم کاری و علم نباتات کا پورا علم ہونا چاہئے + مثلاً ایک کیلا ہے اس سے روکشائی بن سکتی ہے + اس سے کاغذ کا پتیار ہو سکتا ہے + اس سے آئین بن سکتا ہے + کاشتکار کو یہ نہیں چاہئے کہ کسی کے کھیت سے اپنے کھیت میں پانی میلے۔ بدبختی پر وہ خاک و سیاہ کیا جائیگا اور وہ سرسبز + اپنے کھیت کا احاطہ گل و زینان سے کرے کہ تمام ہنوزار باغیچہ بنا ہے + ہو اچھی ہو + نوکر بغیر ضمانت کے نہ رکھو + دکان آئینہ دار رکھو + جو آدمی کے چلنے کے لئے کالڈم بنایا جائے اچھے پتھر کا ہو + یا اچھا بنا ہو اور چوڑا۔ کہیں کمانڈر سٹف ہو کہیں ستوندار کہیں خالی + اُسکے نیچے نہرواں ہو تو بہتر ہے + موقع موقع سے اچھی چیز کا دوطرفہ درخت ہو + موقع موقع سے ٹیلیفون۔ ٹیلیگرام۔ لیٹر بوکس اور روشنی کے ستون ہوں + سب پر چلیے نما ہلال تارہ ہو + گاڑی اور ٹرام کا راستہ کشادہ ہو + کوئی پُرانی بدنامی کی پچلی گاڑی نہ رکھے + گاڑی والا سولے بائیں بازو کے دائیں بازو نہ رکھے + گاڑی ہانکنے میں مشاق ہو + ڈرس اچھا رکھے + گھر پیال

ضرور رکھے + سب حملہ کا نام جانے + کرایہ نامہ ساتھ رکھے + رات کو بغیر روشنی کے گاڑی نہ ٹانگے + گاڑی بن گھنٹی کے نہ ہو + پیٹ میں رہ ہونا چاہئے کہ آواز نہ آئے + کسی سوار کی کوئی چیز گاڑی میں چھوٹ جائے تو پولیس کے سپرد کرے + گاڑی بے تحاشہ نہ دوڑائے + سوار ہونے والے گاڑی پر چارز انوار سے نہ ٹھیں آدمیت اور خوبصورتی سے ٹھیں + گاڑی کے راستہ پر کوئی نہ چلا کرے + اس سے گزرنے میں جلدی کرے + کوئی چوری سے گاڑی کے پیچھے نہ بیٹھ جائے + گاڑی والے کو حق ہو گا کہ جب قدر زور سے چاہے اسے مائے اگر چہ مرجائے + کچھ مضائقہ نہیں + پولس مین ہر طرح سے خبردار رہے + کوئی ناٹا - گڈا آدمی پولس اور فوج میں نہ ہو + دو طرفہ چوبیس گھر کے بعد اور ہر موڑ پر پولس کا ناکہ ہونا چاہئے + اسی کے رد برو اچھا خاصہ ٹیفیس حمام ہونا چاہئے + ہر دو طرفہ چالیس گھر کے بعد ہسپتال اور میراث خانہ ہونا چاہئے + کہ ٹیلیفون دیتے ہی فوراً منقطع پر پہنچ سکے + ہسپتال میں نزدیک تفریک لیبیوں کا بچھونا نہ ہو + جو آدمی بیمار پڑے تو بہت مناسب ہو گا کہ ایک دم ہسپتال سپرد کر دے کیونکہ اس کی بیماری سے گھر بھرا خوش رہینگے - یوں جیسی مرضی اسکی + شہر میں جب قدر دیوانے ہوں پاگل خانہ میں رہیں + کوئی میلا کمپلا نہ پھرے + دھوبی اگر کسی کپڑے کے بارہ میں شکایت کرے کہ غلاظت لگی رہتی ہے تو وہ شخص مجرم ہو گا کہ اچھی طرح صفائی نہیں کرتا + دھوبی کو چاہئے کہ کسی کا کپڑا نہ کھوئے + کپڑا پہننے میں مشاق ہو + جو لوگ کوڑھی اور برے امراض کے ہوں ہسپتال میں رکھے جائیں + سب کا علاج ہو + مگر مفت روٹی نہ دی جائے + کچھ نہ کچھ اُن سے کام لیا جائے + کوئی ڈھونڈھنے سے بھی بھیک منگنا نہ سکے عام لوٹس ہو کہ جس کو جس چیز کی ضرورت ہو سرکاریں درخواست پیش کرے یا ملاں مقام پر حاضر ہو + سب کی حاجت روائی کی جائے - کہ مطلق کسی کو کسی چیز کی ضرورت نہ ہو - بلکہ پوچھا جائے اور وہ انکار کرے + کہ زکوٰۃ کا مسئلہ ہی منقطع ہو جائے + لیکن اس سے یہ غرض نہیں کہ ہمیشہ لوگ خرچ کر دیا کریں اور ہمیشہ تمام عالم کا سامان مساوی درجات کر کے سب میں تقسیم کر دیا جائے - یہ نہیں کیا جائیگا ہاں یہ البتہ کہ سرکار سے ہر فرد بشر کی ضرورت پوری کر دینے کے بعد جو کچھ بچے خزانہ میں جمع ہے

چراغ نام از ہر ایک جو دسیم

کہ پورا بندوبست کر سکیں + پس تم خود انصاف کرو کہ جو خلق اللہ کی اس قدر خدمت کرے کہ گاؤں گاؤں میں کنواں تالاب - نہر - ہسپتال کہیں بازار مستف کہیں مرد من تواریر + گویا پورا انتظام کے کس پگنہ کی منتخب عقد کو جمع کر کے مجلس اراء قائم کرے + اور اسکو ایک ضلع کے ماتحت کرے اور اُس ضلع میں بھی اُس سے بڑھکے عقلا کی مجلس اراء ہو - کہ مقدمہ ہاں سے چھٹکے ایک صوبہ دار کے پاس پہنچے

کہ وہاں بھی اسی طرح مجالس حکماء ہوں + وہاں سے معاملہ صاف صوف ہو کر مالی ملکات و تصرفات
خواہ ویسے رائے کے پاس آئے وہاں بھی اسی طرح اس لب لباب کا جانچ پڑتال ہو + کہ وہ وہاں سے
دارالسلطنت کے بارگاہ معلیٰ میں چھان چھون کیا جائے۔ وہاں سے محض خلاصۃ الخدا اُس خادم القوم
سید ہم کے پاس جائے جسکی طرف سے یہ سب انتظام کیا جا رہا ہے + کہ اسکو کم توجہ کرنا پڑے۔ اور بچانے والے
بعض سرداری باریک نمکٹہ نکالنے کا مادہ اُس میں رکھا جائے۔ کہ اپنی رائے ظاہر کر کے حاکمانہ
دستخط کر دے + تو اُسکی کیا تنخواہ اور اجرت ہونی چاہئے + کیا یہی کہ وہ ذیل کیا جائے + ہرگز نہیں بلکہ
الورود کی طرح رکھنا چاہئے + کہ ہر ایک کام کی مزدوری بنام ٹیکس پیش بھی کر دے اور بھی جھکاؤ + ورنہ وہ
کہاں سے اسقدر ملازمین کو تنخواہ دیکھا + تو سرداری کے سبب سے چاہئے کہ اُسکی سرداری کا نام ہو +
سکہ اس کا ہو + اسٹامپ اس کا ہو۔ ٹکٹ اس کا ہو + اگرچہ اس کی موتی پر ضرب مہری ہو۔ مگر وہ
گستاخی نہیں عین عزت ہے۔ عین اسکی پرستش ہے + مگر اس کے فوٹو یا سیکل کے ساتھ گستاخی
کرنی البتہ جرم ہے + تو جس کی طرف سے وہ مقرر ہوا جسکی مطلق حالت نہیں معلوم ہو سکتی اُس کے
احسان کا بدلہ کیا ہونا چاہئے + کیونکہ کوئی اس لائق نہیں۔ لہذا ہر بات میں عاجز رہ کر یہ خیال کر لینا
چاہئے + کہ تو نہیں تو تیرے افعال و مخلوق ہی سہی۔ انہیں کے ساتھ احسان کرنا چاہئے + کہ باہم
رہ جھگڑے ہیں کسی کا دل نہ دکھائیں۔ ہر ایک کو خوش رکھنے کی ترکیب کریں۔ اور آخر میں اس سے
بھی عاجز رہ کر کسی جگہ کو مسجد مقرر کر کے اپنی ناپاک و ناجیز ہستی کو وہاں پہنچانے کے تجھ ایسے گنہگار
کی حمد و ثناء کرتے ہوئے سر جھکائیں۔ کہ یہ جو کچھ ہم نے کیا ہے یا کرتے ہیں خواہ کریں گے وہ سب تیرے
احسانات کے آگے بیچ ہیں۔ بلکہ اگر تو نہ چاہے تو یہ بھی کرنے کی قوت نہیں + اس لئے سخت عاجز
ہیں کیا کریں + پس اپنی کائنات کے مطابق تیری حمد و ثناء پر بس کرتا ہوں۔ آئندہ تو سرکار ہے +
آقا ہے مالک ہے + ہم بندہ ناجیز ہیں + تو یہ بات کہ تو نہیں تو تیری مخلوق ہی سہی + اس میں
خود بھی ہوا + اس لئے خود پر رحم کرے + تو دوسرے پر رحم کرنا خود ہی پر رحم کرنا ہے + کہ رحم کیا جانے والا
بھی اُس پر رحم کرے۔ تو یہ رحمت ہی میں داخل ہو گا۔ کہ تمام عالم کے اصلاح و انتظام و صفائی
کے لئے وہ سے حاضر ہے جس کو جہاد کہتے ہیں + درم سے حاضر ہے جسکو زکوٰۃ کہتے ہیں + قدم
سے حاضر ہے جس کو خدمت کہتے ہیں + قلم سے حاضر ہے جسکو ملازمت کہتے ہیں + کلم سے حاضر
رہے جسکو فیصلہ اور حجت کہتے ہیں + جو دیل اور میر سٹر کے ذمہ ہے + اور جو کچھ اُس میں خوبی و صفات
رکھے گئے ہیں اُس میں سے صرف لطفہ کرے + جیسے جس کو علم ہے تو وہ لوگوں کو فیض پہنچائے +

جو کچھ معلوم ہوا اشاعت کر دے + اپنے ساتھ نہ لے جائے + اسی طرح سب قسم کے خوبی پر قیاس کر لو + انہیں سب کا نام اطاعت اور فرمانبرداری ہے + انہیں فرمانبرداروں سے لشکر کی وکٹوری محکمہ ہے + جو ان باتوں سے منحرف ہے وہی کافر ملعون ہے + نہ وہ تجارت میں ترقی کر سکتا ہے + نہ ریاست نہ سیاست نہ حکومت نہ آرام میں نہ جنت میں مگر مصیبت میں + پس ایسی حالت میں بہت بڑے مہربان رحیم پر فضلًا فرض ہو گیا کہ اس کا بندوبست کرے کہ کسی شاہِ الورود کے وسیلہ سے زبردستی زکوٰۃ ادا کر دے جس سے عالم کا بندوبست کیا جائے + کہ کسی جگہ ٹرک خراب نہ ہو کشادہ رہے + گرد و غبار نہ اڑے + کوئی کھلا ہوا چونے کا ٹوکرا یا کوئی ایسی چیز جس کے پڑنے سے آنکھ یا کسی عضو پر نقصانی پہونچے + خواہ کپڑا بر باد ہو - شاہراہ سے نہ لے جائے + امرِ قرار دہی کی تحقیقات میں اگر پولیس کی طرف سے کچھ شدت ہو تو وہ ہرگز ظلم نہیں نہ پولس میں جہنمی ہوگا + کیونکہ یہ اس کا فریضہ ہے کہ بڑوں کی سرکوبی کرے + یہ نہیں کرنا جہنمی کی نشانی ہے مگر کس حد تک خوش نیتی سے کیا جاتا ہے اور کس حد تک بدیتی سے - اسکی تحقیقات کے لئے خفیہ پولس اور اسپر بھی دوسری خفیہ پولس چاہیے یہاں تک کہ لگاتار + تو جاسوس کا یہی فریضہ ہے کہ کچھ بھی ہو جائے مگر وہ خود کو جاسوس نہ ظاہر کرے + نہایت درجہ کا دوست بننے حقیقت حال کو دریافت کر کے اطلاع دے - یہ کچھ غیبت نہیں نہ اس میں اس کی بیوفائی ہے + نہ کرے تو اپنے مالک کا وفادار نہیں + کیونکہ اس نے اس کو اسی واسطے رکھا ہے کہ جس منصب سے ممکن ہو پوری حالت دریافت کرے کہ بڑوں کا انتظام کیا جائے + اچھی طرح صفائی ہو + بالکل امن رہے + کسی کو دکھ نہ پہونچے + اس غیبت سے جاسوس مسلح العالم ہے + اس کا بڑا درجہ ہے + ان سب واقعات کے ثبوت پیش کرنے کے لئے ضروری ہے کہ بارگاہِ معلیٰ میں بھی اور مدعا علیہ کی طرف سے کوئی شفیع ہو کے حاکم وقت سے عرض و عرضہ کرے + لہذا اگر حاکم کسی ایسے کو جو انتظام و اصلاح و تمدن و سیاست و حکمت کے نکتہ سے قہن ہو - مقرر کر دے کہ وہ شفاعت کیا کرے - تو کچھ بیجا نہیں - پھر اس شفیع کا نام بیرٹریٹھو یا وکیل ہو مل خواہ جو دل میں آئے + تو بیرٹریٹھو اور وکیل کو چاہئے کہ پوری طرح - سے تحقیقات کرے + اگر بے ایمانی بھرا ہوا مقدمہ ثابت ہو تو بجائے شفیع ہونے کے خود گواہ بن جائے - اور اسکو گرفتار کرادے تاکہ برائی بیخِ دین سے محنت ہو + ایسی حالت میں وہ وکیل اور بیرٹریٹھو ایک رکنِ نبوت ہے + اور جو لڑا مارے وہ بڑا حرام زادہ ہے + اسکی خود سزا ہونی چاہئے + مگر اس حالت میں کہ جب سچا وہ شفیع ہو کر جاتا ہے تو حاکم کی شان کے مطابق کاغذ ہونا چاہئے + کہ ہر حال میں عدالت کا رعب و دبدبہ ہو +

کہ مائے رعب و ہیبت کے مجرم کی مجرمانہ صورت ظاہر ہو جائے + اور حاکم تاحصول شہادت قویہ حاکمانہ حد کے اخلاق سے دریافتِ حال رہ سکتا ہے + جلدی فیصل کرنے کی کوشش کر سکتا ہے + جبکی ڈگری ہو اسکو تاوان دلا سکتا ہے + بُرائی ثابت ہو جانے پر البتہ مجرم مذکور قابلِ اخلاق نہیں واجب التوبخ والتعزیر ہے + ان سب حالات کی سچی اشاعت اخباروں سے ہوتی ہے + کہ ہر ایک ملک اور حکام و انتظام کی حالت معلوم ہوتی ہے + اس میں اخبار بالکل آزاد رہے + چھوٹی فٹس اور بغاوت مانہ دیکھے + نہ کسی پر ہتھاننا کچھ لکھ مائے + غرض کہ بھوٹا واقعہ نہ بیان کرے + جو سرکاری اخبار ضرر ہو + اس کا ملاحظہ کرنا تمام ملک پر فرض ہو گا + کثرت سے بے وجہ اخبار نکالنے کی حاجت نہیں + البتہ فائدہ رسانی کے لئے رسالجات نکلیں جس میں علنی بحث ہو + مگر منجر بہ فساد نہ ہو + جو بڑا کام کرے خلق کو فائدہ پہنچائے نیک بنا ہے + اس کا اسٹیجیو بڑے شہر میں بجائے کشادہ دوسرے اُدپنے منارہ پر رکھا جائے + کہ دوسروں کو بڑے کام کرنے کی تحریک دے + پوسٹ میں تمام محلہ در گھر سے واقف ہو + خط ضائع نہ کرے + کسی کا خط نہ کھولے + ہر ایک کے بول و براز کے لئے آبادی اور غیر آبادی میں موقع سے جگہ بنی ہے + وہ سب بول و براز ایک جگہ جمع کئے جائیں فائیل وغیرہ سے اسکی بد بوئی اُڑا دی جائے اور کھا دینا یا جلانے کی زراعت میں کام آئے + کوئی چیز بیکار نہیں سب نعمت ہے + اسرافِ نعمت کفرانِ نعمت ہے + جو اس کا ترکیب ہے وہی کافر ہے + کفار سے دنیا حزاب ہوتی ہے یہ عداوت سے لوگوں کی نعمتیں برباد کرنا چاہتے ہیں + منہیل کا ٹالٹین توڑتے ہیں + ریل گاڑی بچش شدیہ ہونا ہے + اسکو توڑ دیتے ہیں - ریل گاڑی میں آگ لگاتے ہیں + ڈائینامٹ رکھتے ہیں + معصوم عورت کے پیٹ سے بچہ نکال کر دو ٹکڑے کرتے ہیں + بڑے بے رحم اور حرام زادے ہیں + چاہئے کہ کفار تمام عالم سے جلد بدر کئے جائیں + نہ کہ اور ملازم رکھے جائیں + انہوں نے پورٹ ہو کے چند بار گاڑی لڑا دی + آئندہ کوئی پورٹ غافل نہ رہے + ہر ایک کے پاس گھر پال ہے کہ وقت پر کام ہو + سب لوگ فخر ہوتے ہی سب کام سے فارغ ہو کر اپنے اپنے کام میں لگ جائیں گھنہ ڈیڑھ گھنہ دن باقی رہتے ہوئے بہ استثنائے ریلوے محکمہ اور چونگی سب برخاست کر دیا جائے + میر و تفریح میں لگ جاؤ + اتوار کے روز ریلوے اور چونگی چھوڑ کر تمام تعطیل ہو جائے + کوڑی کوڑی کا حساب ہو + کوئی خیانت و بدیتی نہ کرے + ذرا سا بھی بے انصافی نہ ہو + عورتوں پر رحم کرنا بے انصافی نہیں عین انصاف ہے + ان میں قوتِ جاذبہ بہت ہے + ان میں ترقی اعضاء کا نظام زیادہ تر مکمل ہے + اس وجہ سے انکے افعال و اشغال میں ایک قسم کی

لطافت و نزاکت ہوتی ہے + ضعیف القوی اور نازک مزاج ہیں + انکو ارکچہ - غالیہ - غانہ گلگوند
سفید آب - کسمہ کسمہ - حنا سرمہ - عطریات - چندن اور بنجور سے بہت شوق ہے + جس سے اور
قوتِ جاذبہ بڑھتا ہے + اونٹ - گھوڑا اور سیکل کی سواری کے لائق نہیں لیکن اگر عادت کرتی
ہیں تو خیر لیم اللہ کچھ مضائقہ نہیں + اُن کا دھن ڈاکٹری اور فنون سے زیادہ مقرون ہوتا ہے +
لہذا ضرور اسکول میں اُستانی سے تعلیم دی جائیں کہ آسانی کتاب پڑھ سکیں + بچوں کی اچھی تعلیم کریں
آدمیت سیکھیں + گھر کا حساب و کتاب سیکھ لیں + علم سے دل و دماغ پُر ہو + مرد و عورت میں کچھ
فرق نہیں + مرد بھی بادشاہ بنا ہے عورت بھی بادشاہ بنی ہے + مرد بھی لالہ بنتا ہے عورت بھی مامنتی
ہے + مرد بھی ڈاکٹر بنتا ہے عورت بھی ڈاکٹر بنتی ہے + مرد مسج اللہ بنا ہے عورت مریم اللہ بنتی ہے
دونوں عمدہ انسانیت پر ہیں + پھر یہ کیا معنی کہ مرد تازی ہو کھائے - ذرا بی گہرے ادھر اُدھر چلے +
اور عورت بیچاری کے پاؤں میں بٹری گلے میں زنجیر دی جائے + ناک کان چھید چھاد کے جس
بیجا کر دی جائے + کہ کنزِ مخفی بنی ہوئی گھر میں بیٹھی جتا کرے + بلغمی بدن ہو جائے - مگر ایک گھر
سے دوسرے گھر جانے پائے + اور ان کے بڑی اماں جان اپنے یا رہ آشنائی پاسدار
بنی ہوئی سپلا ر شمشیر بکھ ہو کر میدان جنگ میں چلی آئیں تو وہ سب منزاوار ہے - مگر دوسری
گھر سے نکلیں تو گناہ ہے + گناہ کا رنگناہ کا نام ہے ننگہ بے گناہی کا + کیا یہی انصاف ہے - واللہ
اگر یہ انصاف ہے تو ادھر بھی یہی انصاف ہے کہ تم ساری لختوں سے محروم رہو تم پر انی اور ادبی
چٹکا رہے + دیکھو مرد و عورت کے بارہ میں یہ سب ہونا چاہئے - کہ اچھی تعلیم ہو + غیر نیو یافتہ طبیعت
پر اس طرح اثر پڑتا ہے جس طرح کچے گھڑے پر نقش و نگار کا اثر + کہ ٹوٹ جائے تاک وہ اثر نہیں
جاتا + تو تعلیم سے نکوئی پھوٹ رہن سکتا ہے نہ کوئی ٹکھٹو + اگر بہر حال شقاوت ازلیہ سے پھوٹ
اور ٹکھٹو رہ جائے تو کوئی چارہ نہیں - اپنے وقت پر سزا یاب ہو کر فنا ہو جائینگے + مگر حتی الوسع
کوشش کرنی چاہئے + کہ جب یہ تعلیم پا کر تو مند خوبصورت ہو کے اپنے تمام جوشیلے اور مزیدار
جذبات کے ساتھ بلندی پر پہنچیں تو ان کو پوری آزادی دی جائے + کہ اپنی رضامندی سے جسکو
چاہیں پسند کریں + مگر دیوانہ کو نہ پسند کریں + دیوانہ کی جگہ پاگل خانہ ہے + اگر چہ شادی کے بعد بھی
ہو + ممکن ہے کہ اذیت پہنچائے + مگر حالت میں عقد شکنی کے بعد عدمِ باکرہ ہونے کی شکایت
اتہام سمجھا جائیگا + اگر کو رو کر - یک چشم و بناء پیر ہی پسندیدہ ہے اور دل سے دل لگ گیا ہے تو
وہی سہی + مگر بشرطیکہ باہم چچیرے - میہرے - خلیہرے - پھوپھیرے رضاعی خواہ بالکل بگائے ہوں

لک
نہی پڑ
بھلا دیو

۳۳

ورنہ ہرگز نہیں۔ یا شادی قصب البتق اور ایام الرثا کی طرح ہو + کہ عورت کی طرف سے نفل ہو کہ وہ اپنی ذات پر بطور طلاق شادی لوٹری لگاتی ہے + اور یہ اسکی تازی تصویر ہے + جبکہ جائز طور سے لوٹری میں شریک ہونا ہو یعنی اس سے نکاح جائز ہو تو دور و پیہ کے ساتھ اپنا تازہ فوٹو اور پتہ نشان لکھ کر بھیجے یہی متحمل ہوگا + اس میں بن جو رو دے شریک ہوں + جب اسکی دانست میں کافی درخواستیں جمع ہو جائیں۔ اور کوئی فوٹو ناپسند نہ ہو۔ تو روز مقررہ پر قریعہ اندازی کی جائے + پھر جس کے نام سے پٹھانے وہ نقدی سمیت اسکی خدمت میں حاضر ہو + جو فوٹو ناپسند ہو پہلے ہی واپس کرے + اس میں بے ایمانی نہ کی جائے + شادی کا رسم اور یہ دونوں برابر ہوگا + تزویج کا پورا اعلان ہو جائیگا پھر بھی اگر جا میں مشک یہ ادا کرنے کو حاضر ہوں + لیکن جس کے نام سے لوٹری پٹے اور وہ نامرد بچکے تو اسے جبراً خلع کر سکتی ہے + بلکہ وہ شخص مجرم ہوگا کہ خود کو نامرد جان کھائے کیوں لوٹری بھیجی + اگر بعد اسکے نامرد ہو گیا خواہ مر گیا تو عورت دوسرا نکاح خواہ لوٹری کر دینے کی مالک ہے + اگر حاملہ ہو تو کو بھی ظاہر کرے + مگر بار بار نہ کرے تو مناسب ہے اور اگر کرے تو عیب نہیں + لیکن حتی الوسع ایک کی بن کے ہے + ایسی عمدہ حالت میں حلالہ - وصالہ - باجورہ - مملوکہ - متعہ - عقد رواں اور خواص - مہر مثل - مہر معجل اور غیر معجل - طلاق رجعی و بائنہ تملیک طلاق - تکلیف طلاق - تمنیت طلاق کی حاجت نہیں - نہ چار مرد کے بیچ میں ایک عورت رہے - نہ ایک مرد کے بیچ میں چار عورت کیونکہ ہر ایک کی کماحقہ معادلت کرنی ناممکن ہے - ورنہ ضروری کہا جاتا کہ ایک نہیں دو دو اور چار چار کرو + پس یہ بیہودہ دلیل ہے کہ عورتیں جلد بوڑھی ہو جاتی ہیں مرد جو ان رہتے ہیں اس واسطے دوسری کی حاجت ہے تو جوان عورت ایسے جوان مرد پیرنا کو قصد نہیں پسند کریگی اگر وہ ظلم ہے تو یہ بھی ظلم ہوگا - پس آدم و حوا کی طرح ایک رہو - چنانچہ فطرۃ زیادہ اسی پر عمل درآمد ہے + اور مرنے کو تو عورت مرد و دونوں ہرا کرتے ہیں - کسی میں کمی در زیادتی نہیں اگر ہے تو باقتیاطی کے سبب اگر چڑا جوڑا لے لئے جائینگے تو ہمیشہ برابر رہینگے - لہذا ما جبرۃ و سایرہ کارنگ پیدا کر کے خانہ بربادی کرنے کی ضرورت نہیں + عورت و مرد میں بھی محسوس و معبود مقبول و مردود ہوتے ہیں + تو یاد رہے کہ طلاق پھلاق دیکر جو رو ادل بدل کرنا کسی سے نطفہ لینا - جو رو کے ساتھ ناچنا یہ سب شیوہ غری ہے جو شرعی دیوثی و زانیہ ہے + غش کو ترقی دینا ہے + پھر تو کھلم کھلا اباحت عالمہ ہی کیوں نہ کر دیا جائے - کہ سارے کے سارے چوپایہ بن جائیں + لہذا چاہئے کہ جب تک ان مرد و عورتوں نے ایسا کیا تو وہ کہ چکے وہ جہالت و تو حش کا زمانہ تھا اب نورانیت کا زمانہ ہے - یہ سب مراسم منہج کٹے گئے + جو یہ حکم نہ تسلیم کرے

۹
تفسیر
۱۰
تفسیر

۱۱
تفسیر

جہنم وصل کرو لیکن میاں بیوی میں سخت نزعہ واقع ہو جائے جو کسی طرح دفع نہیں ہو سکتا ہو تو ایسی حالت میں طلاق کی اجازت ہے تو طلاق نکاح پر حصر ہے۔ اور نکاح طرفین کی رضامندی پر محمول ہے تو طلاق و خلع بھی طرفین سے ہونا چاہئے جبکہ میاں رات کہتے ہیں۔ پس از طلاق ارتداد و ارتجاع نہیں ہوگا + جو عورت مکرر مطلقہ ہو دائم الحبس کی جائے کیونکہ یہاں مقصود یہ ہے کہ اپنے پسند سے شادی اسی واسطے ہو کہ یوسف زلیخا کی طرح احسن القصص کے مفہوم میں داخل ہوں + کوئی عورت کسی غیر مرد سے راہ درم نہ رکھے نہ مرد کسی غیر عورت سے کہ باہم اشتباہ واقع ہو + ازدواجِ امینِ مباشرت اور قانونِ ازدواجِ حلیل و حریم صیغہ زوجیت میں باہم برابر بیٹھے + بایک دگر خادمِ مخدوم ہونا چاہئے + باہم میانہ روی کے ساتھ رہیں + رنج و راحت میں شریک رہیں + زندگانی کے سفر میں باہم مونس و غمخوار رہیں + دل سے دوست اور ایک جان دو قالب رہیں + عقد و نکاح شادی بیاہ ایک قسم کا دوامی معاہدہ ہے + محبت کی گرہ باندھی جاتی ہے + وہ پختہ ہونا چاہئے کہ خادم و لہذا ہر معاملہ و معاہدہ میں ان سب باتوں کا ضرور خیال رہے کہ (۱) معاہدہ بشکوک نا جائز نہ ہو + جیسے اگر کسی بیمار کو ڈاکٹر یہ کہہ دے کہ وہ دھنڈے میں مر جائیگا لیکن اگر وہ ڈاکٹر مذکور کو فلاں چیز دیدے۔ تو وہ ایسی دوا دے جس سے وہ فوراً اچھا ہو جائے + کہ وہ خوف سے وہ چیز دیدے تو چیز مذکور ڈاکٹر سے لٹائی جائیگی۔ کیونکہ یہ معاہدہ جبر و اکراہ اور فریب و خاسے عمل میں لایا گیا ہے + اسی طرح اگر کسی شخص کے مکان میں خزانہ گڑا ہوا ہو + اور کوئی اُسکو جانتا ہو مگر اُس سے نہ کہے اور دھوکا دیکو اس کا مکان خریدے یا خراب چیز خرید وادے تو خزانہ و مکان وغیرہ سب لٹایا جائیگا + اسی طرح یہ لوٹری ہوگی۔ کہ کوئی نقصانی ظاہر ہونے پر تردید کی جائیگی + اس واسطے کسی وقت میں (۲) کوئی معاہدہ بہ داب نا جائز نہ ہو۔ (۳) کوئی معاہدہ بہ کتمان الحق اور بخلاف بیانی نہ ہو۔ کہ اصل بات چھپا کر معاہدہ کر لیا جائے معاہدہ کے بعد حق بات ظاہر ہو کہ لوٹری میں اشتہار کسی اور عورت کے طرف سے ہو + اور بعد از لوٹری کوئی غیر عورت۔ لوٹری یافتہ کو ملے کہ اجل بن جائیگی + تو یہ بجا نہیں (۴) کوئی معاہدہ باہر محال نہ ہو کہ ہم فانی روح اللہ ہو جائینگے یا دو خط متوازی باہم ملجائینگے جب معاہدہ ہذا کی تکمیل ہوگی یہ سب چالبازی میں داخل ہے + معاہدہ مقدور التسلیم اور مباح الاستفراع ہونا چاہئے + (۵) کوئی معاہدہ خلاف مصلحت عامہ اور خلاف تہذیب نہ ہو۔ (۶) کوئی معاہدہ عظیم الوجود چیز کے بارہ میں نہ ہو + انقباض و انحراف معاہدہ سے مناٹ معاہدہ کا عدم ہے + اگر کسی نے اپنے مالِ مطاع کے بارے میں پیشتر سے یا قریب الہلاک ہوتے وقت

تحریری یا تقریری ایسا حکم دیا کہ فلاں بات بعد از وفات ہمارے اس طرح جاری کی جائے تو اس کی وصیت میں تبدیل و تغیر اور تحریف الفاظ و معانی نہ کئے جائیں۔ بہ استثنائے پادشاہ جس قدر لوگ ہوں۔ ان کے بعد ان کی اولاد میں ان کی املاک تقسیم کی جائیگی۔ بیٹے کو دوحصہ دیا جائیگا۔ بیٹی کو ایک حصہ + اگر خالی بیٹیا یا بیٹی ہو تو نصف نصف جیسے ایک شخص ہے جس کے پاس پچیس گائی ہے اور پانچ بیٹے + یا پانچ بیٹیاں ہیں + اور ہر ایک گائی پونہ وارنمبر دئے ہوئے ہیں جس پر ایک ہو اس سے یہ مطلب ہو کہ وہ ایک سیر دودھ دیتی ہے۔ جس پر دو ہو اس سے یہ مطلب ہو کہ

اول کو دوم کو سوم کو چہارم کو پنجم کو

1	6	7	8	9
10	2	11	12	13
14	15	3	16	17
18	19	20	4	21
22	23	24	25	5

65, 65, 65, 65, 65

وہ دو سیر دودھ دیتی ہے۔ اسی طرح پچیس نمبر تک۔ تو پانچ بیٹے میں پانچ پانچ گائی پڑ جاتی ہے۔ مگر دودھ برابر نہیں پڑتا اس واسطے چاہئے کہ ایسے نمبر کی گائی دی جائے جس سے دودھ برابر پڑے کہ فساد نہ ہو۔ جیسا کہ دربارہ دین و دنیا تم لوگ میں جھگڑا ہے پس وہ نقشہ ہذا کے مطابق تقسیم کرو۔ نمونہ۔

اسی طرح جہاں ضرورت ہو حساب کر لو + علم حساب سیکھنا کچھ عذاب نہیں + ازل سے اب تک حساب و کتاب ہے + بہر کیف مقصود دلی اینکہ جعفر عتقا رومال و متاع غیر منقولہ نہو جیسے زمین تالاب وغیرہ ہے اگر کسی نے اپنی زمین بیچ دی۔ تو جس قدر اس میں تالاب اور تالاب کی مچھلیاں اور درخت وغیرہ ہیں وہ سب فروخت میں شریک سمجھے جائینگے۔ ایسا نہیں کہ گائی بیچی اور گائی کا بچہ اور دودھ نہیں بیچا گیا۔ ہرگز نہیں بلکہ جملہ فروخت میں داخل ہوگا + لیکن اس صورت میں کہ کوئی اپنا باغ کچھ قدر روپیہ لیکر کسی کو ایک مقررہ وقت تک کے لئے دیدے جسکو اجارہ کہتے ہیں اور اس وقت تک پھل نہ آئے تو واپس لے لینے کا مجاز ہے کہ یہ بھی ایک قسم کا بیمہ اور لوٹری ہے + اگر کسی کو کوئی اولاد نہ ہو تو اس مرد کا بھائی اس کا مالک ہوگا + اگر اسکو بھی کوئی اولاد نہ ہو تو اس کی بہن قابض ہوگی جس کو کوئی نہ ہو وہ سرکاری مال ہوگا + مگر اس کی ضرورت ہی نہیں چاہئے کہ مفلسی ہی بیچ و بخر سے اکھاڑ دی جائے کہ زکوٰۃ کا مسئلہ ساقط ہو جائے + اور برائی بھانگی نظر آئے کیونچو ساری برائی مفلسی ہے + پس یہی ام الحباثت و الشرور ہے۔ باقی جس بات کو دل طبعی طور سے بلا تشویش و تکلیف پسند کر لے

معبود میں آ کے آبدست کرتی ہے + اور ہاتھ نہ گھٹتی ہے۔ آبدست کرنے بھی نہیں جانتی پہلے ہاتھ خوب تر کرنا چاہئے اُسکے بعد آبدست چاہئے یہ پاجبی قوم معبود کو سر اے بناتی ہے + یہ طرح کھاپی کے دہاں ٹانگ پسار کے پڑ جاتی ہے۔ اور توپ زنی کرتی ہے۔ اس پر معلم ہوتی ہے طاق بھرتی ہے + اُس میں بڑا کام کرتی ہے + اُس کا نام اعتکاف رکھا ہے + بزرگ معبود کو منہدم کرتی ہے اُس کا نام کارِ ثواب رکھا ہے + ملعون بھنگی گولی اور چمار سے بڑھکے پلید رہتی ہے + سارے معبودوں کو غیبت گاہ و دار الفاسقین بنایا ہے + فحش و ذوقِ ذوق کو نستعلیق گوئی اور شیوہ زبانی بنایا ہے + حرفِ چکشی و کائنات گوئی کا نام فصاحت رکھا ہے + تریاکی و نیکی کو فیسوف سے تعبیر کرتی ہے + بڑے لفظ سے بلا حفظ الغیب سے محضری کا نام صاف گوئی رکھا ہے + کلامِ حیض الرجال و بہتان الدفیم جملی سماعت سے سوء البھمی اور شیشہ دل برنگ ہو اُس کا نام تحقیقات رکھا ہے + سخت بات لکھ گستاخی معاف کیجئے کہ دینے کا نام حرارت دینی رکھا ہے + کز و کس پرستی اور کسی کی جو روٹی پر نظر کرنے کا نام اور اغلام فنی اور ساری بدی جسکو علت المشیخ کہتے ہیں اس کا نام سر تسلیم خم کرنا اور تصوف رکھا ہے + ان سب سمجھانے کا نام ہمہ دوست و از دوست رکھا ہے کہ

روشن ہو آج آنکھوں سے پر وہ یہ اٹھ گیا	ہفت آسمان ہے پر وہ دولت سر اے دست
نا آشنائے غیر ہوئی اس قدر نگاہ	دشمن کوئی نظر نہیں آتا سوائے دوست

بھلا یہ کیا اور اس حرام زادے کی دوستی کیا + برابری سے برادری ہے + یہ کچھ کسی کے برابری کا نہیں کہ اس سے دوستی و برادری ہو + یہ سب افراتعلیٰ اللہ ہے + تمام بروں سے عالم خالی کر لیا جائے یہ بڑے لوگ طرح طرح سے بھیک مانگتے ہیں۔ پانچ بنتے ہیں۔ مغلی کو ترنی دیتے ہیں جس سے بڑائی کو ترتی ہو + مشتبہ بامور سرکاری و خداریدگی ہوتے ہیں + اچھے کاموں میں مزاحم ہوتے ہیں حالانکہ بہت بڑے اچھے کا یہ حلیہ بتلادیا گیا ہے کہ ہر ذرہ پر ایک رب مقرر ہے اور اُس رب پر بھی ایک رب ہے جو مسلسل کہیں رب الارباب پر تمام ہوتا ہے۔ کہ اُنکی قدرت و قوت مقید ہے بخلاف اُس تربیت دینے والے رحمان و رحیم رب العالمین کے جس کو اللہ کہتے ہیں۔ کہ اگر کسی ایک ذرہ کی بھی حمد کی جائے تو بوجہ اس کے کہ حامد اور حمد و محمود سب فنا ہے بلکہ فنا بھی فنا ہے + کہ ان سب کا آفریدہ گاہ وہی اللہ ہے اسکی طرف حمد لوٹ جاتی ہے + لہذا مستقل طور سے اُسی کی حمد کرنی چاہئے اور کسی کی مذمت نہیں کہ یہ حمد و سپاس میں داخل ہو + کہ وہ رب العالمین ہر چیز پر قادر ہے پس اسکو قدرت ہے کہ تربیت دینے کے لئے + ہر عالم میں اُسی عالم کا لباس پہن کر جو کچھ اُس مقید حالت میں اچھی چیزیں معلوم ہو سب کو

منتخب کر کے لوگوں کو استعمال و عمل درآمد کرنے کا حکم دیدے + اس واسطے مختصر حلیہ یہ ہوا کہ اِنَّ اللہَ جَمِیلٌ وَاللہُ یُحِبُّ الْجَمَالَ + یعنی وہ اچلے ہے اور اچھی چیزوں کو پسند کرتا ہے تو اب دیکھ لو کس طرح تم کو اچھی اچھی چیزیں انتخاب کر کے بتلائی جا رہی ہیں + گویا خود کو تم سے راضی رکھنے کا از خود چھکنڈا بتلاتا ہے + پس تم سے جہاں تک ممکن ہو اچھی چیزیں پر قبضہ کرتے چلے جاؤ تو یہ سب تعلیم و نصیحت بہت اچھی ہو رہی ہے اس پر قبضہ کرو کہ گنہ نہ بجاؤ + اگر جا کو صاف ستھرا راستہ و پیرا ستہ رکھو + ممبر کے پاس گلدستہ و بخور وغیرہ ہو + ممبر کے سامنے مسیحائے ثانی کی دو خوشنما تصویریں ہو + اُس طرف لوگ سینہ پر ہاتھ رکھ کے سر جھکائیں + بیچ کے انگلیں بالبتا دوسک نما ٹپیل ہو + سب لوگ خوشبو لگا کے آئیں + ذرا فاصلہ سے بیٹھیں + جسمانی فاسفورس سے تکلیف نہ ہو + عورت کے بیچ پر مرد نہ بیٹھے + بیچ پر گدیا ہونا چاہئے + حول کے اوپر حکام کے لئے براہ رہو + دھڑلے سے مرد و عورتی روشنی ہو + ٹیلیفون کا انتظام ہو + ممبر کے دائیں بائیں اسٹیج ہو جس پر تمام آوازوں سے مرکب خوش آئندہ و عشق انگیزہ والا باجہ ہو + کہ جب فرمان ہذا کا کوئی ایسا مقام آجائے جس کو خوش الحانی سے ادا کرنے کی ضرورت ہو + تو دونوں اسٹیج پر بیٹھ کے پڑھنے والے اُسکو باجہ بجا کر خوش گلوئی سے ادا کریں کہ عبادت میں دلچسپی و خوشی ہو + کیونکہ موسیقی بہت جلد عرفان و عشق کی طرف رہبری کرتی ہے + اس کے بارہ میں کیا کہوں جو کچھ کہتا ہوں سو سنتے جاؤ کہ سے

کہوں وصف موسیقی گریاں تو کھلے طرح میری زباں	جو یہ سخن خوب نہ ہو عیاں تو یہ موسیقی سے بری رہی
جیو فنا سے پہلے فنا ہو تو رہ فنا سے سوئے بقا	وہ یقین ہے کہ پہنچ گیا دلے پھر بھی بے خبری رہی
یہ خبر خیر سے پوچھتے تو خیر ہی کی خبر نہیں	یہ تو بے خبر سے خبر ملی کہ پری جوتھی سو پری رہی
یہی اور اُسکی دلیل ہے یہی معرفت کی سبیل ہے	بھلا کون اُس کا مشیل ہے جو کھری تھی بان کھری ہاں
یہی جو خفا سو گزر گیا مرنے سے پہلے ہی مر گیا	مر کر ہی اتنا سداہر گیا نہ حیات اُسکی مری رہی
یہی جو جھٹکا وہ نہیں رہا یہ تو اور ہے وہ کہیں گیا	وہ جہاں کا اتحاد وہیں گیا یہ کتاب یونہی دھری رہی
اسی موسیقی میں زبور ہے یہ زبور ہی میں نوز ہے	وہی نور جس میں سرور ہے وہی کھچھی جس میں ری رہی

تو اس لفظ موسیقی کے معنی گرہ بند ہوا کے ہیں اسکی تشریح رمزاؤں بیان کی جاتی ہے + کہ قفسِ مونا جو ایک عظیم الجثہ مادہ بے زہے جسکے ظہر و بطن میں ہزار ہا اقسام کے جامد اور بے جامد ارحموس و ناموس آباد ہیں جسکی آبادی کی خبر سے خبر دابے خبر ہے + مگر ہر ہزار و پڑھ ہزار برس کے بعد چار تنکے کا قفس جسکو اربع عناصر کہتے ہیں جس کی آمیزش سے صفراء و سودا وغیرہ ملے بارہ ہو جاتے ہیں تیار کرنا ہے + جس کو امام و نبی وغیرہ کہتے ہیں + اُس میں اپنے سارے روح و قویٰ کو سمیٹ کر بلبل نہرا و داستان

بنائے کے؟ کا نام شروع کرتا ہے + کہ وہ بڑی فصاحت کے ساتھ ترنم سراہوتا ہے۔ کہ اس سے تال اور سر پیدا ہونے لگتے ہیں۔ کہ قمری حساب سے جو تین سو ساٹھ دن ہوتے ہیں۔ ہر دن اس میں ایک نئی بات نکلتی ہے + کہ لوگ اس سے متاثر ہو کر اسکو تکلیف دینے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ کہ آخر میں دیپک کی آواز آتی ہے + جس کو غیظ و غضب کہتے ہیں۔ کہ مارے غیظ و غضب کے آغوش داؤد و سرزدہ ہو کر لوگوں کو اپنی گزند رسیدہ حیات سے خاکستر کرنے لگتا ہے + یا یوں کہوں کہ اپنی فوری موت سے لوگوں کو عذاب الہون میں گرفتار کر دیتا ہے + کہ تمام زمانہ سے بھانت بھانت کی داریاں سنائی دیتی ہیں + تو پھر غنائے روح اللہ از رو حمت بیضۃ السموات میں جان بخشی و نفع روح کرنے لگتا ہے۔ کہ اس جان بخشی کا آواز وہ طرح طرح کے رنگ میں موسیقار ہو جاتا ہے۔ کہ ان سب آوازہ موسیقاری میں وہی دلچسپ قرار پاتا ہے جس آواز نامہ بنام کتاب کو وہ چھوڑ کر چلا جاتا ہے + پھر ایسی بلندی و پستی باریک اور گرگزی اور تریل و تجوید سے بحث ہوتی ہے + گویا ہر وقت کی ایک راگنی ہے۔ سری راگ صبح سے چاشت تک حسینی و مجازی راگ جس سے ذوق بے خطیلا ہوتا ہے۔ اس کا وقت گزر چکا۔ اب نغمہ بھیمو یہ کا زمانہ ہے + اسی کی گا گاکے لاپتے جاؤ + کہ حقیقی آواز کی حلاوت چشانی کے مستحق ہو جاؤ + یہ آواز بہ خوشگونی وہ چیز ہے کہ اگر اسکو خوشروئی و خوشگونی و سخنی سے مقابلہ کرو تو یہی بڑھ کے نکلیگی + کیونکہ خوشروئی کے لئے مقابلہ شرط ہے + اور خوشگونی کے لئے آواز شرط ہے جو پس و اوار بھی ممکن ہے۔ خوشرو کنواں میں ڈالا گیا + اور خوشگلو کی پریش کی گئی + سانپ بھی متاثر ہوتا ہے۔ کئے والے نے کیا خوب کہا ہے کہ

شتر را چو شور طرب در سراسر است اگر آدمی را نباشد خراسر است

مگر آدمی کو اس قدر خوش آوازی پسند ہے کہ بچپن میں تھپکی سے بہت جلد سوتا ہے + چھٹیٹا پسند کرتا ہے + غرض کہ

آواز خوش از کام و دہان لب شیریں گر نغمہ کند یا نکند دل بفریب

کیا تم نے نہیں سنا ہے کہ

مردوں کو جلاتی ہے بڑی ناز کی آواز اعجاز کا اعجاز ہے آواز کی آواز

چنانچہ دم جنک جس وقت عشاق و یوسلیک و نواجہ شجاعت خیز آواز ہوتی ہے۔ بجائی جاتی ہے۔ تو اسکی سماعت سے فوج مست ہو کر لڑمڑتی ہے + بچے ناپنے لگتے ہیں + دیکھو موکس قد خولہ صورت ہے مگر آدا دھدی ہے۔ اسلئے بولتے وقت منفور ہوتا ہے + ککو اسقدر خوبصورت نہیں۔

مگر اپنی سُریلی آواز سے مست کر دیتا ہے + جس میں خوشروئی و خوشگلوئی و دنوں ہوں تو نورِ مہلیٰ انور ہے + سبحان اللہ بحمدہ

چرخِ خوش باشد آوازِ نرم و حزیں	بگو ششِ حرلیان و مستِ صُبوح
بہ از روئے زیباست آوازِ خوش	کہ ایں حظِ نفسِ است و آلِ قوتِ روح

تو جس دم روح کو ایسی روح افزا غذا ملتی ہے۔ تو خوشی سے آپ ہی آپ میں ناچنے لگتی ہے + حتیٰ کہ تمام ہستی صوفی لباسِ شب و روز ایک میحاثی روح اللہ کے کلمہ و آواز سے ابھی تک ہلک رہی ہے۔ کہ فطرت کی فطرت متصوف ہو گئی ہے + جو خوش آوازی کو برا سمجھتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی آواز کو برا سمجھتا ہے۔ کیونکہ وہ بڑا خوش آواز ہے۔ اسکی آواز سے نیست ہست ہو جاتا ہے جیسے کُن فکان۔ اُس لئے اُس سے پوچھنا چاہئے کہ اگر کوئی اسکو نہ سنے تو کیا کھنکھارنے کی آواز سنے؟ دھسکار کی آواز سنے؟ انین و حنین کی آواز سنے؟ یا خراٹا پیلنے کی آواز سنے؟ یا تے کرنے کی آواز سنے؟ یا زحہ گری کی آواز سنے؟ یا یہودہ شور و غضب بحث و مباحثہ کی آواز سنے؟ یا گلہری کی آواز سنے؟ یا قشرِ اق کی آواز سنے؟ یا لکڑی کی آواز سنے؟ یا مینڈک کی آواز سنے؟ یا کدو کی آواز سنے؟ یا گدھ کی آواز سنے؟ یا کتے کے بونکی کی آواز سنے؟ یا بلی کے بھتی کے رت کی آواز سنے؟ یا بیتی پسین کی آواز سنے؟ کیا سنے؟ وہ ملعون و راندہ درگاہ نہیں سمجھتا کہ گلاخ و مزامیر سے ہے۔ کڑکا بجلی سب کی آواز تال و سر کے برابر ہے + آسمان و زمین سب وید و باجی میں ہیں + جس کا سننا معمولی آواز میں حلال ہے۔ تال و سر میں بھی حلال ہے جس کا سننا نفیس حلال ہے نظم میں بھی حلال ہے۔ بلکہ نظم زیادہ موثر ہے + جلدی یاد ہو جاتی ہے + تو نظم و شور ہی خوب ہے جو منظرِ فطرت کی طرف متوجہ کرائے + روحانی صوفیانہ خیال پیدا کرائے + اخلاقی معرفت اور علمِ الہی کی طرف مائل کرے + اسلئے عبادت ایسی ہی چاہئے کہ دل بہلائے دے کہ اکلڑ جائے + دل فطرۃً رنج و بلا سے بھاگتا ہے + راحت و نشاط سے بہت خوش ہوتا ہے + یہ سب دکھِ راحت کے لئے ہے + راحت ہی جنت ہے + یہی حیاتِ ابدی ہے + یہی دینِ حق ہے + جس کا روبرو عبادت و غیر ہائے رنج ہو تو ایسی عبادت پر خدا کی لکنت ہے + ایسے مہل عبادت والے مفلس ہینگے + پس بُرے رہینگے + لہذا یاد رہے کہ جس چیز سے تفرج حاصل ہو وہ فرج ہے + رفتار سے جقدرشی کا کام لیا جائے وہ سب تماشا ہے + جس قدر چیریں دیکھنے میں آئیں۔ وہ سب نظارہ ہے + جس قدر سننے میں آئیں وہ سب سماع ہے + جقدر یاد رہے سب لہو و لعب ہے + خود کو زبردستی تمام چیزوں سے روک رکھنا جس بیجا ہے + بندگی نا جائز ہے + پھر تو خود کشی بھی حلال

ہو جائیگی + اگر یہ حلال نہیں تو خود کو اس قدر پابند کرنا بھی حلال نہیں + بلکہ دوزخی کا کام کرنا ہے۔ کہ
عطر سونگھنے کو برا سمجھتا ہے اور گدہ سونگھنے کو حلال + صبغتہ اللہ کے ہمرنگ ہو کر اچھی چیزوں کو پسند
نہیں کرتا۔ اس پر خدا کی مارت ہے = اور ابدی پھٹکار ہے + مگر جوازی و ابدی نوید جاوید کے طالب
ہیں۔ اُن کے لئے فی الدارین سامان عیش و عشرت میاں ہیں۔ اور بہت خوشی سے گر جاگھر میں فرمان
پڑھ پڑھ کے خدائے سے دعائے مانگیں اور اللہ پتے جاٹیں کہ غول

لہ
سخ

خدا و اب کرباغ و چین جس میں ہوں نسرین نسرین ہوں و جد میں شاخِ تمکن ایک طرف ایک اس طرف
منڈوہ کی ہو ہر قابیصن گلگوں قباگل پیرین ہوں غصن اس پر پر شکن ایک اس طرف ایک اس طرف
یا مصطفیٰ یا مجتبیٰ عین السمان عین الوفا نجم الصفا نجم الفیاض الضحیٰ بدر الدجی
صدر العلوی نور الہدیٰ کہت الوریٰ صل علی پڑھتے ہیں قطبین کن ایک اس طرف ایک اس طرف
نہ یہ زلف شب نہ یہ شام ہے نہ کند ہے نہ دام ہے نہ یہ تازیانہ رام ہے نہ یہیم ہے نہ یہ لام ہے
نہ طن بے عنبر نام ہے نہ تالاؤ کیا پھر نام ہے یہیں موزئی پُر پیچ دفن ایک طرف ایک اس طرف
شہرت جو پھیلی جا بجا غوغا جاں میں مچلیا کیسی ہے صورت دلریا پھر مجھ کو شوق اس کا ہوا
دیکھو تو میں خود کو ذرا دیکھا تو میں ہوں اک بلا میں شاخ آہو صف شکن ایک اس طرف ایک اس طرف
بس مردم چشم صنم پینے لگے پھر جامِ جمستی ہیں آکر ایک دم مرگان وابر و کر کے خم
وٹھانے لگے کیا کیا سنم کیا خوب ہم کیا خوب ہم ہیں تیلیاں ناک ننگن ایک اس طرف ایک اس طرف
جب خال و خط گلشن نہیں خسار و گلشن نہیں آنکھیں مری مالن بنیں دوتیلیاں دواہن نہیں
مرگان سب چلن نہیں عینک در روشن نہیں ہوں ہمیں نازک بدن ایک اس طرف ایک اس طرف
لے آنکھ منہم بن شیریں زبان شیریں سخن غنچہ دہن سروچمن سر تابیا ناز و فستن
سر سبز و خوشبو چوں من نازک مزاج و گلبدن خسار پرو ناردن ایک اس طرف ایک اس طرف
ہے شمع روجان جہاں اور کاکل شمع و خاں ہے اس لئے آتش دماں آتش زباں آتش بیاں
خلقت ہے پروانہ ہے بیاں روشن ہے ششدر از زمان قطبین مین نورتن ایک اس طرف ایک اس طرف
میں ہی مرا محبوب ہوں میں ہی مرا مظلوم ہوں خود ہی کو خود مغرب ہوں پھر خود سے خود محبوب ہوں
معزول ہوں مضروب ہوں صل علی کیا خوب ہوں گویا منم میں ہر دامن ایک اس طرف ایک اس طرف
اوبت پرست و حرم پرست اوجا بربال واپست او بستانے شست و بست اراحت و مجنون مست
اودست بستہ شکستہ دست اوقا ئل ہمہ میت و ہست جھوٹے ہو شیخ و برہن ایک اس طرف ایک اس طرف

جب نام تجیسی کا کھورنار مار اُس سے سلو کر راستی الف کو تو یہ کھردی کو نہ راہ دو
کبھی مار زندہ نہ راست ہو مگر میرے ہیں مار راست رواں نام میں ہیں دشمن ایک طرف ایک طرف

سے
یکساں
لکھنا
جائزہ

اس لئے یہ دونوں طرف کی باتیں سمجھاتے ہیں دین کی بھی اور دنیا کی بھی + ان کا حکم ہے کہ فرمان گھنٹہ
آدھا گھنٹہ پڑھ کر سامعین کو کچھ دیر کے لئے نفلن کی چھٹی دی جائے + اگر ان کی دلچسپی ہو تو پھر گھنٹہ طویل
گھنٹہ تک فرمان ہذا عبادۃ پڑھا جائے + ورنہ بصورتِ عدم دلچسپی فقط گھنٹہ بھر کے بعد برخاست
کر دیا جائے + برخاست کرتے وقت خطیب ہاتھ اٹھا کے دُعا مانگے کہ اے وہ تو جس کو تو ہی جانتا
ہے۔ تو ہی نے سب کو پیدا کیا ہے + تو سب چیز پر قادر ہے + ہماری مجال نہیں کہ بن حکم تیرے
پیدا ہو کر نشوونما پالیں + خلقت کا سین دیکھ سکیں + تیری حمدیں لب ہلا سکیں + مگر تیری مرضی
سے کہ تو نے توفیق دی۔ ہم کتنا ہی کچھ کریں۔ مگر تو مرہ بان ہے + تو بحق یحیئے ذوالجلال الکرام
جل جلالہ دم نوالہ وہ کہ جو تیری مرضی کے مطابق ہو۔ اور ایسا ہی تو کرتا ہے۔ مگر ہم اُس کے بسنے
سے عاجز ہیں + مرضی مولیٰ ہر گونہ اولیٰ + لا الہ الا اللہ تجیسی عین اللہ + یہ کہ کہ سینہ پر ہاتھ رکھ کے
سر جھکائے۔ اس وقت سب لوگ ٹیل پر ہاتھ رکھ کر بٹے سر جھکا دیں۔ اور بکمال خشعت و آداب محض مہم جوہ
اپنے اپنے نزدیک ملے دروازہ سے باہر نکلیں۔ اس دم نئے آدمی سے توقف پیدا کر نیکی ضرورت نہیں۔
نالیہ تعارف پیدا کر نیکی سمجھو اس قدر کافی ہیں کہ دس دوستوں میں خوشحالی سے زندگی بسر ہو جائے +
اور اگر تم خود پر پوری طرح سے قابض ہو تو ایک سے نہیں جہان بھر سے تعارفات حاصل کر دو۔ کچھ
قباحت نہیں۔ کیونکہ ترک تعارفات کی منہا ہی اس واسطے کی جاتی ہے کہ اگر ملاقات کے بعد تعارفات
کو نہ نہا سکے اور آخر میں چلکے دشمنی پیدا کر لی تو کس کام کا + جس کا انجام خراب اُس کا آغاز ہی حرام و
جورم ہے + پس اس سے عدم تعارفات ہی بہتر ہے + ہمیشہ سنان رہو۔ سمجھو کہ روح اللہ ہر جگہ حاضر
و ناظر ہے۔ کہیں بے ادبی نہ ہو + ٹیں لکینہ کا مکان گرجا کے احاطہ سے متصل ہی ہونا چاہئے +
اُس کی نہایت معقول تنخواہ ہو کہ سوائے سلطان میں اجتہاد کرنے کے اُس کا کچھ کام نہ ہو + اصلاح
کے طور سے عالم کے لئے اسکی تفسیر کرے + ایسی تفسیر نہ ہو جس سے پھوٹ پڑے + ہر شخص خود کے
ساتھ اچھا سلوک کرے + اُسکے بعد زن و شوہر میں اچھا سلوک ہو + پھر بال بچے میں اچھا سلوک ہو پھر
پڑوسی کے ساتھ + پھر وادی آلہ رشتہ والے کے ساتھ اچھا سلوک ہو + پھر نانی آلہ والے کے ساتھ +
پھر سرائی کے ساتھ + پھر اُن کے رشتہ داروں کے ساتھ + یہاں تک کہ سلسل تمام عالم کے ساتھ +
تو اتنے بڑے رتبہ کو پہنچنے والا پادشاہ ہوتا ہے + کہ سب چیز کا انتظام کرتا ہے + اُس سے ہرگز ہرگز

بنات نہیں کرنی چاہئے + اگر اس کے خلاف ہے تو وہ پادشاہی کے لائق نہیں۔ خدا بھی اُسکو ہرگز ہرگز پادشاہ نہ بنائیگا۔ مگر مصلحت کے سب کا سایہ یکساں معام ہوتا ہے۔ نوٹ لینے سے جا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح وہ اچھے پادشاہ سے ہزنگ ہوگا مگر باطن اُس کا درجہ پادشاہی کا نہیں + لیکن اگر باوجود اسکے کہ پادشاہ اچھا ہو۔ اس پر بھی خدا کو یہ منظور ہو کہ چاہے کوئی اچھا ہو یا بُرا ہو مگر وہ نہیں پسند کرتا۔ اپنے فرستادہ کو تخت نشین کرنا چاہتا ہے۔ تو اس کا بجز سکوت کے کچھ جواب نہیں ہے + جیسی اُس کی مرضی + پس یہ عز کسی کا کہ وہ فلاں کو امنت ہے + اس کے کچھ نہ ہوگا یہ سب واسیات خیالات ہیں + جس کو پیا مانے وہی سہاگن + لہذا قرین مصلحت یہ ہے کہ لوگ ایک قوم ایک زبان ایک مذہب ہو کر عالمگیر سلطنت کے اندر رہیں + قسطنطنیہ عالمگیر پادشاہی کا دارالسلطنت بنایا جائے + اگر وہاں کا رئیس خنازیر اپنے خنزیروں کے ساتھ مزاحم ہو تو سب خنزیروں کو قتل کرو + جب تک تمام عالم ایک نہ ہو + باز نہ آؤ + مگر یہ شرعی و غری خنازیر ترکیں یعنی چدین و استنبول والے ہرگز ہرگز نہیں ٹل سکتے جب تک ہماری مدد نہ ہو + اور وہ نہیں ہو سکتی جب تک تم لوگ بالاتفاق ہم کو اپنا حاکم علی الاطلاق تسلیم کر کے اور رنگ زیب نہ ہونے دو گے + بلکہ آزمائش کر کے دیکھ لو + تو یاد رہے کہ حلقہٴ سموات کے پار سے ڈائیموٹ رکھ دیا جائیگا + کہ سنسار بھر جھلکے پاک ہو جائے + ورنہ سر تسلیم خم کر دو + اور ان بڑے حرافہٴ اذوں کو عالم بدر کر دو + بیت المقدس کو الیعا بد بناؤ + ممکن ہو تو کبھی تاریخ الہی کو وہاں حاضر ہو کر اس طرزِ جدید پر نماز ادا کرو + بیت المقدس کی تعریف بے انتہا ہے پنا سچے

تعریف بیت المقدس

عرش سے تافرش ہے ذکر دیاں قدوس کا ذکر کرتے ہیں وہاں کردیاں قدوس کا ہند میں ہوں آج کل میں ہوں حج اقدس کا صرف کیا ہندوستان سب ہے جہاں قدوس کا قدسیان مقدس اقدس کے ہے درو زبان لے تو روح اللہ ویا روح القدس قدوس کر بی بی مریم مادر بن سے مقدس ہے یہ جا آپ کا نقش قدم تو سجدہ کا خلق ہے اس طرف اکثر بنی سجدہ میں سر رکھ کر آئے	سب سے اعظم مرتبہ ہے جگہاں قدوس کا غل مچا ہے از مکاں تانا مکاں قدوس کا اب تو خالص ہو گیا ہندوستان قدوس کا بلکہ کیا خالی جہاں کون دکان قدوس کا رات دن ہے بس یہاں غلی سماں قدوس کا آئے ہیں قدوس میں لیکر بیاں قدوس کا ہے ازل سے تا ابد حکم زماں قدوس کا ہے دل و جاں سے فدا روح و روان قدوس کا مسجد اقصیٰ کا ہے نقشہ یہاں قدوس کا
--	---

پس اسی جا سے ہر اک معراج پاتا ہے عروج	اب کہاں سب پر رہا ورجہ نہاں قدوس کا
حمد ماقبل وذل بھی ہے بھٹی کچھ نہیں	اس سے ہے رتبہ بڑا بھٹی کے ہاں قدوس کا

لیکن عام یہ مرقطع اللسان میں طاقتِ نگارش نہیں اور زبانِ عظیم البیان میں قوتِ گزارش نہیں کہ مطابق خواہش و موافقِ گرائش اسکی حمد و ثناء میں تحریر و تقریر کر سکے۔ اس لئے مختصر کر کے یہ کہا جاتا ہے کہ پھر اسی تعلیم کے دھبہ پر آئندہ نسلوں کی تعلیم کرو + ضرورت کے وقت ٹیکا دلو او۔ مگر چھپک پرستی نہ کرو + غمی ہو تو چھانی پیٹ پیٹ کے رونے کی حاجت نہیں + اگر نہیں صبر ہو سکتا ہو تو آواز سے رو دو + مگر رونے سے کیا ہوتا ہے + جس نے دیا اُس نے لے لیا اُس میں کسی کا اجارہ نہیں + غمی کی نشانی + باز پر چالیں روز تک کالا کپڑا باندھو + مُردہ کو کھلا ہوا نہ لے جاؤ + شور کرتے جاؤ بلکہ خوبصورت مردہ کش گاڑی میں بہ آداب لے جاؤ + اور اگر مشن کے ذریعے سے تشلتب کافی مہیا ہو کہ ایک منٹ میں خاکِ سیاہ کر سکے۔ تو اُسکو خاک کرا کے کسی مقرر خندق میں ڈلوادو + پھر وہ کوئی ہو + اگر ہر جگہ اس کا بندوبست نہ ہو تو عمیق آبِ حیات میں غرق کرا دو + کہ حرق و غرق سب برابر ہے + چاہے مٹی کے موم میں جائے یا پانی یا آگ کے یا گر گس کے یا پھل کے یا کسی کے پسِ تعلیم از ابتدا تا انتہا مقرر کر دیگی + جب اسقدر نکلی و خانگی جو جانی و روحانی انتظام و صفائی ہو جائیگی تو یہ سمجھنا چاہئے کہ تم نے خوبی کی طرف سفر کرنے کے لئے زیورِ اہ مقرر کیا + تم خوبیِ تقدیرِ بنامِ سرچ اللہ کے نزدیک ایک حد تک مقبول ہو چکے اور اسکی طرف تھک دو تحائفِ روانہ کر چکے + کیونکہ فائدہ اور تمدن حاصل کرنے کا نام دُنیا میں دنیاوی دین ہے + بدی کا مبادلہ نیکی سے کر لیا + اس سے اُسکی تلافی ہو گئی اب سب کام سے فارغ ہو کر تصورِ روح اللہ میں سویا کرو اور اب روح اللہ جل جلالہ و عظمیٰ سے مناجات مانگو کہ

اے خالقِ ارض و سما اے لائقِ حمد و ثناء	اے مالکِ ہر دوسرا اے صاحبِ عرش بریں
اول مرا معصوم کن آخر مرا محسوم کن	مغفور کن مرحوم کن در وعدہ کا کفنی نہیں
گو یا مرا تقدیر وہ لیکن بصدد تدبیر وہ	در دل ہماں تصویرِ وہ برشت نہ من میں
گشتم گرفتار بلا غم میخورم بیج و مسا	محفوظ دار از ہر خطا از خاک ہستم بر زمین
چوں از دروں بیرون شدم در آبِ گلِ فوسنم	از حال گوناگون شدم آغوشِ ام در آبِ طہر
ہر راہ را پیمودہ ام از سیر ما آسودہ ام	در سجدہ سرفراز سودہ ام بگذار در دنیا و دین
آں چیز را چوں خواستم مہرِ سفر بر خاستم	روح و روان را کاستم بہمتِ بلند باز ترین
اے کار سازِ کارِ من دانی ہمہ اسرارِ من	بگذار بحالِ زارِ من انتِ محبِ العاجزین

<p>از زندگی آزرده ام بسیار ہستم و محزون دست دعا، افراشتم از آشک ترغدا تہیں ہر خواہش منطور کن مر ذات تو دعوت گزین در سجدہ سر نہادہ ام از خندم اندو گہیں شمشیر مارا تیز کن برگردن خصم لعین اکنوں عزیمت کردہ ام گیرم تر شمشیر کین لیکن کیا پوشیدہ حیراں نمودی اندرین از آب و خور بر خاستی گشتی مکان بے کیں ہر آرزویش کن قالم آرزو دام ہمیں</p>	<p>غمہائے خیلے خورده ام ستر پایا افسردہ ام حالا ہمہ بگذاشتم با تو امید داشتیم از فکر ہجو رکُن ستر پایا مسرور کن در راہ غم استادہ ام در زیر غم اقتادہ ام خود را غضب انگیز کن دوست ما ز بگز کن پند و نصیحت کردہ ام خیلے ہدایت کردہ ام در قلب من پیچیدہ ہر گوشہ پائش دیدہ چون آمدی آراستی از خار و خس پرستی بندہ بدرگاہِ علا آمد بصد آہ و بکا</p>
---	--

مگر فقط زبانی متاجات پر الکفایت کرنا بلکہ ہمیشہ اسکی ناممکن الفہمی کے تصور سے خود کو متصور رکھنا تاکہ یہ صورت از بے صورتی آید بروں پس بگو انا الیک راجعون اسی مراجعت کرانے کے لئے انبیاء آتے گئے۔ مگر تم لوگوں نے اس بھید کو نہ سمجھا۔ جو سمجھ گئے ان کا بیڑا پار ہو گیا۔ کیونکہ ان کو معلوم ہو گیا کہ انبیاء کون تھے۔ چنانچہ ہم یہاں پر ایک صحیح قصہ ثنوی میں بیان کرتے ہیں اھلکوسنہ تو وہ یہ ہے۔

ثنوی

<p>ابتدا دارو ندارد انتہا ہر دو لب را در تنائش و اکم بلکہ ہر بے مطلبی بے مقطعیست بے عیان و بے نہان دے لگاں بے چنین و بے چناں خود زاوہ ذات دوریش از قربتم شد پاش پاش خالق او خلق او باشد بر پیش کے چناں خالق چنین لائق بود بے ہمہ و با ہمہ از خود جدا او نمی گنجید بہ عقلِ حاتلیں</p>	<p>ابتدائے حمد آں بے ابتدا از کجا آغازِ حمدش را کم زین سبب حمد خدا بے مطہیت بے مثال و بے نشان دے مکان بے وجود ذات و بے ربط صفات بلکہ از خود زادگی ہم دور باش گر خدا باشد خدا از خلق خویش خلق چوں سازندہ خالق بود پس خدا از خود بگردیدہ خدا بلکہ خود از ذات خود بالاترین</p>
--	---

جملہ اس بحث و دلیل آمد بہ بسر
 کُنْ اَنْ ہو فی شانِ نہفت
 بشنوا ثباتِ خدا سنے عالمیں
 چوں ز یک تاصد شمارم پس ازاں
 پس ہماں یکتا خدا سنے ذوالجلال
 لائِقِ حمد و ثنا اَللّٰہِ مِنْ
 جملہ مخلوقیکہ آید در ظہور
 بضع و نیت و صرمت و احد و احد
 میت و سدہ الف صد ہا لکوک
 بے یکائی یک نیاید در شمار
 او سبّا از یکائی و دوئی
 اَنْ غنی مستغنی از اسم و ضمیر
 بے نظیری ہم بگر دیدہ نظیر
 سو جدا اسمائے او خلق خدا
 اسم یک آوازہ و بانگ و ہوا
 جس کردی معنی آزاد را
 نقطہ و از حرف - واقف نیستی
 اصطلاحاتِ میانِ ہمدگر
 اسچہ اندیشی پذیرائے فنا است
 آئکہ ہر آئینہ بے چون و چرا است
 از دو دیوار می آید صدا
 ہر ستائش مر خدا سنے پاک را
 و انکہ خاک تیرہ را جاں می دہد
 بے پدر و زندہ پیدا می کند
 خیمہ بے منج استادہ بروں

او میرا از دلائل سر بسر
 لو سنے اسرار و رہستی بسفت
 بگذر از تصدیق بحثِ اَنْ و این
 سوئے یک گشتہ شمارم پس ازاں
 ثنائی خودے ندارد در کمال
 حمد و مدحش باعث صد جاوہر من
 حاضر و غایب بعلمش در حضور
 کھل و عشرات و عدل حقّ و عقاد
 صد کرو صد کارہ صد ہا لکوک
 گر نہ یک باشد نباشد دو و چار
 از ہمہ سوئی و ہم از یک سوئی
 زیں سبب گویند او را بے نظیر
 او میرا از ہمہ فہم و ضمیر
 ورنہ او از اسم ہم پاک و جدا
 منظوی در لفظ می باشد ادا
 حرف شد - چوں بندہ کردی - با و را
 زیں سبب از حال کاشف نیستی
 داشتند از بہر آیات و خبر
 اسچہ در اندیشہ می ناید خدا است
 ہر کجی در راو او گرد و بہر راست
 واحد مطلق تو ہستی اے خدا
 نور جاں بخشیدہ مٹے خاک را
 جاں دہد باز اندروں ایماں دہد
 طفل را در حمد گویا می کند
 شبیشہ تو خناب می یمیم دروں

مہدینا از پئے مہدی بساخت
 این چنین مینا گرہا کارا دست
 غور کن بر کوہ و کاه و دشت و باغ
 آب و خاک و باد و بود و ادا دست
 این شمال و این صبا و این دبور
 ملک و دولت بہر ما بگذاشته
 فضل و فضل است بیرون از کتاب
 کار او تبدیل و اعیان و غطاء
 کیمیا دارو کہ تبدیلیش کند
 گاہے نقش دیو گئے آدم کند
 ساعتے کا فر کند صدیق را
 بے رضائے او نیستد هیچ برگ
 چوں قضا آید نما نہ عقل و رائے
 بس ہماں نائی شود گہ نے بود
 در ہمہ نہان دور بطن عیاں
 بریکے قنہ است و بر دیگر چو زہر
 بریکے حار است و بر دیگر چو خور
 بریکے گنج است و بر دیگر چو مار
 بریکے روز است و بر دیگر چو شب
 بریکے آب است و بر دیگر چو خون
 بریکے حلاوت و بر دیگر چو سم
 بریکے تیر است و بر دیگر کماں
 بریکے نقص است و بر دیگر کمال
 بریکے جسم است و بر دیگر چو روح
 بریکے نوش است و بر دیگر چو نیش

آتش بے دود را اندر گداخت
 این چنین کسیرا اسرار اوست
 غور کن بر بانگ لہک و قاز و زاغ
 ہستی ما جملہ از ایجاد اوست
 کے بود از لطف و از انعام دور
 در دفاق از دل علم افزا شستہ
 لطف اولطف است بیرون از حجاب
 کار ما سہواست و نیان و خطا
 گرچہ جوئے خون بود نیلش کند
 گاہے نقش شادی و گہ غم کند
 ساعتے صادق کند بہر بق را
 بے قضاے او نیاید هیچ مرگ
 کس نمی داند قضا را جز خدائے
 گاہے نشیء می شود گہ مے بود
 در عیان خویش می باشد نہاں
 بریکے مہر است و بر دیگر چو قہر
 بریکے نار است و بر دیگر چو لوز
 بریکے ریحان و بر دیگر چو خار
 بریکے عیش است و بر دیگر چو تعب
 بریکے اعجاز و بر دیگر چو فسوں
 بریکے سنگ است و بر دیگر چو صنم
 بریکے نان است و بر دیگر چو سنان
 بریکے ہجر است و بر دیگر چوصال
 بریکے جس است و بر دیگر چو فتوح
 بریکے یگانہ و بر دیگر چو خویش

بریکے پنہاں دبر دیگر عیاں
 بر خلیل آتش شدہ ریجاں بشد
 گاہے آم گہ ابن و گہ اب می شود
 آن ہمہ دے ہمہ د با ہمہ
 آنچہ اندیشی پذیرائے فنا است
 پس ہماں سازندہ ہر جزو کل
 مشنوا نے رلشنو از نائی نے
 نے چنیں درستی خود ہست مست
 چوں کسے نوسد نماند ستیش
 ہستیم از نیسی پیدا شدہ
 ہر کسے از ظن خود شد یار من
 بس ہمیں کافیت از ہر فہیم
 فرش بے فراش پیچیدہ نہ شد
 بیچ چیزے خود بخود چیزے نشد
 پس چگونہ گشت جملہ نیست و ہست
 پس پے آن کار ساز کا رکُن
 اے سخن قرباں بشود در راواو
 اے سخن ممنون و مشکورم ز تو
 مشتر سازد سخن در انخن
 ہر زباں اندر دہاں - اودر جسد
 چوں زاو رنگ زباں مغول شد
 قائل احوال ہر قائل توئی
 از تو فرمان خدا جاری شود
 ذبح اکبر ہر اسماعیل شد
 شد چوں ابراہیم بے تو صم بکم

مل
 جلد ۳

بریکے سودا ست دبر دیگر زیاں
 باز بر فرد آتشداں بشد
 گہ بجلہ گشتہ خود رب می شود
 با ہمہ تنہاؤ بے تنہا ہمہ
 آنچہ در اندیشہ می نماند خدا است
 می کنانہ از زباںم سنور دغل
 کیف مے رامست داند یا کہ مے
 می نماند خویشتن را نیست و ہست
 از زبان حال گوید ستیش
 نیستی بر ہستیم شیدا شدہ
 اندرون من نخت اسرار من
 از کجا موجود شد جملہ عدیم
 خانہ بے کنائش روئیدہ نہ شد
 چاقو از خود چاقوئے تیزے نشد
 صانع باید زہر بندہ بست
 راز ذکرش را کنم اندر سخن
 لن تنالوا البر حتی تنفقوا کو
 اے سخن معروف و مشہورم ز تو
 قریہ قریہ جا بجا اندر زمن
 ایں گد در بار گاہش میرسد
 اندرون علم رب مدخل شد
 در میان این دآں داصل توئی
 از نفوذت جنتی ناری شود
 شیخ نجدی عاقبت بے نیل شد
 باز اسماعیل یحیی شد ز حکم

می کنانی مع ذم از ذات خویش
گنگ را اندر سخن قاصر کنی
از تو می آرم خدا را در خطاب
میکنی هر حال را اندر بسیار
چونکہ باکو دک سرد کارم فتاد
مے می بایدت لب دوختن
این سخن باید به آب زر نوشت
کلمۃ اللہ است این اندر مسیح
دانیہ جس و نام شد زبان
راز دل را چون به کلک انداختم
کلک من نقل است و منموں بارو بر
طوطی الفاظ بر شاخ قلم
کلک من چون استن جناہ شد
چوں جو لاهہ شد قلم شد نیک ات
کرگمش ہر دست کا تب بگیاں
تا عروس چشم را باشد لباس
مو بر آوردن زبان کلک را
تنم ریزی بے کند در کشت فاش
می نگار و خود بخود منقار کلک
معیش روشن ازاں پیدا شدہ
شد مسیح نے پو ابن داب زبان
آدم دھوا شدہ تعداد نے
دست من چوں مریم ناکہ خدا
گفتا و در پگیش مے کند
از برائے غمگساری قلم

بد زبان را می کنانی ریش ریش
کم سخن را بر سخن قادر کنی
معنیت در غیب و تواند کتاب
یا ز نال و خواہ از نوک زبان
پس زبان کود کاں باید کشاد
از سخن گویاں سخن آموختن
باز در آدیز بر باب بہشت
پس در آمد خفیہ چوں ریح
مبینوا زم با قلم اندر جہاں
در زوم نوبت علم انرا ختم
معرفت شاخ است و معیش ثمر
می سراید نعمہ لا و نعم
بعد از حناگی متانہ شد
گشت پا چالش پئے او ہر دوات
میکنہ قرطاس را چوں پرنیاں
بعد از پوشیدنش باید سپاس
میکنہ برباد تار سلک را
تا کہ چینہ طائر چشم اناس
من چہ دانم اندریں اسرار کلک
نور اورا کم براں شیدا شدہ
ہر بایم روح قدسی آل رواں
ہست تقد او زبان بنیا و نے
شد کف من مد عیسی کلک را
حرف بے آموختہ پہیم زند
پنج انگشت حواری قلم

نہیں
حق
۱۱
۱۲
۱۳
۱۴
۱۵
۱۶
۱۷
۱۸
۱۹
۲۰
۲۱
۲۲
۲۳
۲۴
۲۵
۲۶
۲۷
۲۸
۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۷
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰

مردم دو چشم بامریم بگفت
گفت مریم شد ز اسرار خدا
خلق میگوید کہ باز چہ پرس
گفت از گوارہ گفت کلک زر
گشتہ استنباط از شکل عروس
اندریں شکل است تثلیث و حید
شد ثلاثی مجرد در نہاں
غافلے مردم چشم بشر
مردم چشم دو عیسی شد
گریہ ہا کہ آمد دو طفل یتیم
بے پدر بے مادر بے خواہرم
عکس زائر منقلب آیم بہ عین
من ندیم جز قلم صاحب وفا
گر بگوئید حاکم کفر خدا
ہائے من محکوم حاکم میستم
دو دہاں دارم بشکل نال و نئے
من شدم در ہمد دست اُم دیں
تو ندانی زین سبب شاکی شدی
انوں میگویم بہ تعبیر و گہ
آب تر گلیا است دریا سائے جہاں
گیتی گر دیدہ گوہر حلقہ زن
گردہ ابرو خلا گشتہ تو
گشتہ سر غیلان زریں آفتاب
حیتہ البرق است بیروں نیچہ
گر میش ظلمات بے اطراف شد

از کہ امیں باغ امیں غنچہ شگفت
در نہ ہستم من یکے ناکد خدا
ز چہ میگوید کہ با بچہ پرس
بیداب و خامہ ام و مضمون پسر
عصمت مریم بہر اہل نفوس
بے سرو پا شکل تصلیب فرید
گشتہ یکتائے زمان اندر جہاں
اندی بے والدین خود نظر
در صبی و طفل و دو بچی شدہ
لو لوی شہوار من گشتہ و نیم
بکیں و بے اقربا بے یادرم
صد ہزاراں عکسہ زایم بہ عین
حکم حاکم را معاً آرد بجاء
بے محابا حکم آرد بجاء
گر نیم محکوم آخر کیستم
یک دہاں زیریں دیک بالائے کس
ہر چہ میخواید کنانداز کمیں
حال مارا جابجا حاکمی شدی
تا کہ ستر نئے شود اظہار تر
شد ستون زیر و بر و ہما براں
گشتہ تمباکو زمین ماز من
خم مستوق شد بخم ہوا
دو آہ سرد شد گردوں قباب
نیچہ تصغیر نے بے زیچہ
انداں آب جاتے صاف شد

اندر دوش نور پُر انوار گشت
 شد ازاں اخراج تبخیر حرور
 حور حبیبی عبد می گردد نہاں
 خاصیت در بطن قوت شد خفی
 اندرون خاصیت پناہاں اثر
 اندرون حرکتش روح رواں
 اندرش یحیی در دوش کنیز راز
 آن انا بکشیدہ چوں این دود آہ
 بمن آہینے چو آئینہ بہ ہیں
 اندرین آہین بس آہن گداز
 چوں صدائے یاہ پہہ شد ہائے
 الف مقصود رہ چوں ممدودہ شد
 چوں الف شد واصل ہائے ہر
 ہائے آہم شد کجا اے ہائے آہ
 چوں اب دایم لا الہ گفتہ بس
 خویش را بگذاشتہ برائے خویش
 حقہ دارین را غلیان بشد
 حقہ حق حق میکند در ذکر او
 از تغفل رعد شد با شور و شار
 از ورنش قطرہ را دریا نمود
 مثل یک قطرہ شدہ این آسمان
 قبۃ العلیا شدہ خود کوہ قاف
 از سر بالا سئ او عنقائے نے
 چوں سر اید نعمہ لاؤ نعم
 قفس آہ و فغاں آتش زدہ

نور او بہتر ز نور نار گشت
 اندرون پیچیدہ حارسن حور
 در حرارت قوتے پیچیدہ زال
 چونکہ مثبت می شود اندر نفی
 در اثر تحریک ہا شد پیشتر
 اندرش حی و حیات حامیل
 اندرش سیرانا مخفی و باز
 آہ شد آلاہ ثم یاہ یاہ ہو
 عکس یحیائی بیاید اندرین
 گشت آن یوم الحدید اندر فراز
 حائے کجی شد دور وائے وائے
 الف بینی بسجدہ سودہ شد
 انفصلاً آہ بکشیدہ محیر و
 الف آہ است بکشیدہ چو راہ
 ابن الا اللہ گفتہ پیش و پس
 ہائے ہوئی گشتہ از ہمایے خویش
 جان بیجاں را ز جاں ہیجاں بشد
 لن تنالوا البر حتی تنفقوا
 آب شد زیر و زبر چوں آبشار
 از ورنش لولہ لالا رلود
 اندر دوش ہائے یحیی شد نہاں
 واقف و آدینختہ چوں برف صاف
 گردنش چوں مار نیچہ وقت طے
 مار نے غلطاں شود پایچ و خم
 کوہ برقی قطرہ بارش زدہ

آتشِ قفسِ ہمہ کو کب شدہ
 ساخته با چند خہا این قفس
 ہر کہ این بیضہ در آمد شد ہما
 آن ہمائے آدم دم ریز شد
 آدم دم ریز در حوا نہاں
 پس ہمیں زانچہ ارض و سماست
 مشنوا زنے بشنوا زنائے
 از نفیرش مردوزن نالیدہ اند
 مہدی نام بہ ہمد کف نشست
 مثل نال دئے بہمد آسماں
 انچہ میگویم در آید از دروں
 دُون دنیا را قدم کنیا شدہ
 من نمیگویم بگوید ما درم
 آن بایں و ایں بمن شد متصل
 پس چنین تثلیث بالتوحید شد
 گاہے نئے باشم گے نائی شوم
 نیچہ برقی بگوئید این و آن
 کنت کنتاً مخفیاً بے گنج و مار
 گاہے اژدر گاہے یوحامی شوم
 گکہ بہ نخلِ ضد لیں پیچاں شوم
 ادہم براتی ابرق می شوم
 میم مریم در محمد ذر مسج
 خوب گفتا داسعہ آید بکار
 طور سینا شد سر دلدار من
 فرق شد چوں کہ کشان طور چرخ

قفسِ درمی فقط آل رب شدہ
 قفسے بندیدہ با تارِ نفس
 گکہ خوشد گکہ بلب انی انا
 برق ریزد صاعقہ انگیز شد
 مریم و عیسیٰ بہ حی آرام جاں
 بس منم تقویم ایں ہر دو سراسر است
 کیف مے راست داند یا کئے
 دو و آہش اندریں پیچیدہ اند
 در صبا امر است گوئید نیست بہت
 آسماں در دست دیگر در نہاں
 تو فقط بینی مرا شکلاً بروں
 سطر ہر لاؤ لغم خنیا شدہ
 ظاہرم بیروں ولیکن اندرم
 من بسوئے آل شدم بے آب و گل
 مفرد توحید بالتجہید شد
 گکہ بہ انساں گشتہ سودائی شوم
 حیۃ البرق است پیچیدہ زباں
 سر برآوردن بیک تن بے شمار
 گاہے حی گاہے یحیا می شوم
 گکہ ہمہ و گاہے از ہیچاں شوم
 ارقم بلاقی البق می شوم
 چوں محی در تیج یحییٰ آل نصیح
 گر چہ لاشے باشد دیار ایں مار
 ہر دو گیسو ابر انجم بار من
 چہرہ پُر نور چوں آل نور چرخ

ہر دو گیسو گشتہ قرین قرین
 کہکشاں فرقان دایں قرآن شدہ
 بینش سہ سکندر در عیاں
 گشتہ یا جو چین انسان دو چین
 از خوشی گفتہ سر ماومن
 گفتہ ہر کس گو کہ باشد یار من
 خواستم من راز من را بردم
 در انانیت بگنجیدم بہ راز
 صورت از بے صورتی آمد بردن
 بلکہ او ہم خود بخود عاشق شدہ
 از جمال پاک خود مجنون شدہ
 خود بہ خود میگفت چوں دیدہ مرا
 من چنین ہستم کہ می دانند کس
 من بہ خود ہستم چہ جویم در میاں
 گر بجویم غیر خود مجنون شوم
 غین از لفظ گذشت دین شد
 غیریت از عنیت فانی شدہ
 چوں خودی دارد بہ خود قرب قرآن
 منکہ ہستم در منم اندر منم
 مادہ بے زچہ عنقائے خفی
 بر کم از نال دنی کوہ علوم
 از عصائے بشکلم کوہ قوی
 از نلگہ سقف فلک را بردم
 از سر انگشت بر چرخ بریں
 فترۃ لاشئ بگردم مرد ماہ

از قرینہ گشتہ اقران بریں
 ایں سکندر و او می سوداں شدہ
 گشتہ یا جو چین - بندہ اندراں
 دیدہ محرومی چہ پانہ بہ زین
 من شدم حیرال ازیں دودزدن
 اندرون من بخت اسرار من
 تا ہمہ سرنی را در برم و
 دیدم آنجا صورت خود را بہ ناز
 باز شد اتالیبہ را جحوں کو
 خویش را از ذات خود خالق شدہ
 بر جمال خویش متنفتون شدہ
 ایں کہ ام آمد کہ بشنیدہ مرا
 جملہ ہستی حایر در پیش دلپس
 انچہ میجویم ہمہ در من نہاں
 از تردد والد و محزون شوم
 ہر چہ در وسط آمدہ در بین شد
 گشتہ عین اللہ لا ثانی شدہ
 قرب خود دارم بہ خود افزون ازاں
 محض آن لورم کہ از خود روشنم
 زائل بے ز مثل دنیا ئے نفی
 من ندارم ایچ جائے زاد و بوم
 نال را سازم عصائے موسوی
 پنبہ منقوش گرد بر سرم
 گر اشارہ کردم از روئے زمین
 چرخ باشد چرخ زن چوں دود ماہ

بیچ کنبے بے دود بے دام نیست
 آنکہ از فطرت مفلس می شود
 چون فنا ہم شد فنا با صد بقا
 بس بجز نیکی نما نداین دآں
 چونکہ مہ از عکس ارمنی شد تو ا
 گشتہ معراج زین اندر خسوف
 مہر تاباں را عروج از نور من
 شد عسرون چشمہا را تا سما
 گشت معراج خدا در ذات ما
 گندم و جو نام کردم خویش را
 من درینجا می کنم جائے پناہ
 خلق از ایجا و من افزوں نشد
 نکہ میگویم منم من نیستم
 ہر کہ از اسرار حق آگاہ شد
 ہوشش ما از ظہیر حق آگاہ نیست
 ہر کہ وارد خواہش محمد میت
 خدمت را کن ادا محمد دم شو
 خدمت خلق است عین خدمت
 خدمت یحییٰ بکن یحییٰ شوی
 ہر دو یحییٰ یک ازاں کردم جدا
 تو نمیدانی مرا من کیستم
 حال با بغتہ ازاں تفسیر کن
 چون انا را شوق تصنیفات گشت
 دو جہاں و دو حرف را تفسیر شد
 از پئے تحریر تفسیر علا

جز بخلوت گاہ حق آرام نیست
 ادب سوائے حق محرف می شود
 جملہ شد فانی بجز یحییٰ بقا
 ہر چہ خواہم می کنم بے جسم و جاں
 ہر شد اسود ز عکس مہ لوا
 ماہ را معراج شد اندر کسوف
 نور د امر و جملہ از مامور من
 گشت معراج تفکر تا خدا
 ما فنا و خود فنا اندر فناء
 تو نمی دانی نکات بیش را
 ماکہ یحییٰ خود کشد ما را ز آہ
 بلکہ ایں منظوم ہم اکنون نشد
 ہر دو یک من گشتہ حالا کیستم
 پس فنا فی اللہ شد آلآہ شد
 در رگ و جانم بجز آلآہ نیست
 خادیت بالمش محمد میت
 در نہ از ہر دو جہاں محروم شو
 مدحت خلق است عین مدحت
 پس تو یحییٰ گشتی و گشتی تو ی
 خویشتن را ساختم از خود خدا
 دوست تو ہستم کہ دشمن کیستم
 پس ازاں در خلق ما تشہیر کن
 از دو لبہائیش دو حرفش سرگزشت
 روز و شب از ہر دو مہ تنویر شد
 دو فرق قرطاس شد ارض و سما

اندریں مرقوم مضمونِ اوق
 آدم خاکی زحق آموخت علم
 آمدہ شاگرداوستادِ ازل
 دو ورق را او خلاصہ ساختہ
 نامِ گونا گوں خلاصہ را نهاد
 پس ازاں آموختہ لب الیاب
 من کتاب دو ورق را خواندم
 در دل خود ایں چنین پنداشتم
 نیستم موضوع اگر پروائے نیست
 من کہ مضمونے مرا خود ساختم
 معینش ایں شد کہ بے معنی شود
 موضوعم زہمار مہمل نیستم
 من بہ توفی الحق بگوئم کیستم
 از زبانِ حامدِ خود گفتہ ام
 اے تو من باخلق ایں پیش کن
 ذکر در مصحف بشد ذکر عجیب
 ذکر آدم ذکر شیطان رحیم
 ذکر جنت ذکر نہر ذکر حور
 ذکر رضوان و ملک ذکر جزا
 ذکر جملہ آسمان و ہر و ماہ
 ذکر ابر و باد و باران و کماں و
 ذکر برد و وعد و یلدا و ظلم
 ذکر دریا ذکر اشیائش نہاں
 ذکر میہاں ذکر معدن ذکر ارض
 ذکر خلق آدم و حوا و شر

عاقلاں گیرند ازوے ہر سبق
 تا بہ آخر آسماں افزود علم
 گشتہ اوستادِ جہاں با عزوجل
 با مضامینِ علما پر داختم
 شد اشاعت جا بجا در ہر بلاد
 گفتہ باکس ایں صواب دآں حزاب
 او ہم اہلق بہ بالا را ندیم
 بلکہ در پندارم انکاشتم
 معلّم مدّ مقابل خوف چیت
 روح بے معنی دراں انداختم
 معینش ایں شد کہ لایعنی شود
 حق بباید گفت حالا کیستم
 ہر چہ باشم غیر از من نیستم
 ذکر خود در مصحفش واسفہ ام
 بس بگواز جانب ما ایں سخن
 ذکر اندر ذکر با ذکر غریب
 ذکر بسم اللہ الرحمن الرحیم
 ذکر دوزخ ذکر نار و ذکر نور
 ذکر بے آرامی و ذکر سزا
 ذکر برج و کوب و سرخ و سیاہ
 ذکر برق و ذوالہ و برق جہاں
 ذکر روز و ذکر شب ہر دو ہم
 ذکر کوه و ذکر کامشش اندراں
 ذکر مایہا و جملہ ذکر منہض
 ذکر شیطان ذکر احسنہ ارج بشر

ہر کہ خواہد کرد ایں کمال شود ہر کہ خواہد کرد آں محمل شود

ذکر نوح و ذکر طوفان عظیم
 ذکر یونس و ذکر مامی و ذکر
 ذکر صالح و ذکر ناقة و ذکر آب
 ذکر یوسف و ذکر کنعان و ذکر چاہ
 ذکر ابراہیم و اسماعیل شد
 ذکر بلقیس و سلیمان و سبا
 ذکر الیاس و عزیر و موتیاد
 ذکر میکائیل و ذکر جبرائیل
 ذکر ہامان و ذکر فرعون و لیس
 ذکر عیسیٰ و ذکر مریم جان من
 ذکر الف و دیم را آورده ام
 ذکر اصحاب لعین معتبر
 ذکر احمد بادیش کرده ام
 ذکر ہادی و ذکر ہمدی کرده ام
 ذکر ہر سیئات و ذکر طیبات
 کل فی فلک مجتمہ در بسیار
 ذکر مایہ یحییٰ شد؛ یا للجب
 صاف و کو پاک خود کردم بہ بین
 رفتہ رفتہ خواهد آمد آں زمان
 میبکنی بیفائدہ نیکو کار ہا کو
 اول این قصہ بگوش دل بیار
 نزد ما این سہ زمن حالت دس
 گفت یحییٰ از یکے ہمنام من
 دیدہ بودم در شبے خواب عجیب
 ہنچ کس تمہیر رویا را نہ گفت

سہ
 بحر
 ذکر

اندر اں صد ذکر رحمن الرحیم
 ذکر ہود و ذکر عاد و ذکر فکر
 ذکر ادیس و مناجات و جواب
 ذکر یعقوب و زلیخا و ذکر آہ
 ذکر لوط و ذکر اسرائیل شد
 ذکر داؤد و زبور و صد نوا
 ذکر طالت و شعیب و فوت اد
 ذکر موسیٰ و ذکر طور و رود نیل
 ذکر با صد ہا وقوع آن و این
 ذکر یحییٰ جان پراران من
 ذکر این - خود را در دل افشردہ ام
 یلعن عثمان و ابوبکر و عمر
 آن وصی مولیٰ علی را کردہ ام
 اندرین صد ہا مشعل آورده ام
 راطب و یابس بہ ذکر بایئنا ت
 شد ازین جملہ بیاں اندر بیاں
 این چہ گفت راست اے سوز لادب
 ہمدی موعود خواہم شد چنین
 جملہ این تمہید ہمدی شد عیاں
 زیر گشتی و شدی در کار ہا کو
 خویش را از خویش در دوری مدار
 این فقط من دانم و دانند نکس
 شد بہ رویا تم عجب انجام من
 بوالعجب گشتم ز رویائے غریب
 گوہر معنی نکس در سلاک سفت

اکنوں گفتہ مے شود رویائے او
 گفت با من او چیں خوابے بدید
 گفت یحییٰ در شبے دیدہ چیں
 روشنی بے انتہا در غرب و شرق
 نام یحییٰ بر فلک منظوم بود
 پس در اینجا این کمال الدین بشد
 رنگ مجلس دیدہ آنجا خوبتر
 خسر و عالم ہمہ لرزاں شدند
 میر مجلس پیشقدمی ساخت
 بعد ازاں پر سید خیر دعافیت
 من چہ گویم ہوش من درستی
 آن یکے گفتا کہ مبداءم ترا
 شد بہ او عین البقیس حق الیقین
 پس ازاں بر عرش خفتہ بے خبر
 عمل شیریں کس بہ او دادہ بخواب
 از ملکہ بے سرشار شد
 یافتہ خود را بہ بحر بے کنار
 گہ بر آید گاہے اندر مے رود
 دیدہ در دریائے قنبدیل را
 شکل ضیغ شد چو شکل ماہرو
 در دامنش نامہ پر دردگار
 گفت یا یحییٰ ترا دادم کتاب
 آ۔ بیا۔ بر پشت من اسے بے قرار
 زیر شانہ شکل حیدر شکل شیر
 الغرض بر پشت او گشتہ سوار

بشنود از گوش دل سوائے او
 جملہ گویم ہرچہ ہستیم شنید
 مجمع ہر خلق زیرین و بریں
 چشم او خیرہ شدہ بانزق و برق
 بالفتا اختراں مرقوم بود
 گہ جلال الدین جمال الدین بشد
 شد دمد و طمطراق دکر و فر
 یک بہ دیگر دیدہ و ترساں شدند
 دست خود بر دست او اخراختہ
 عرض کردہ حال سیر دعافیت
 کس نے پرسد کہ یحییٰ کیستی
 جان من جان شما خوانم ترا
 یافتہ بس کنیز حنفی اندر میں
 خواب اول بودہ آں شدایں و گر
 پس ازاں دادہ یکے جام شراب
 بے خود و سرمست دبے ہشیار شد
 در میں دو شیر و دو سوسے یسار
 غوطہ زن بسیار دبے پایاں شود
 ارصلاں گفتہ بہ ہیں جبریل را
 ارتجالاً کردہ با او گفت گو
 ہر لب اوراق او شمشیر وار
 کن عمل انجیکہ میگویم بہ خواب
 ہچنانہاں بر اسپ مے باشی سوار
 پیش شانہ شکل دلدار دلیر
 غوطہ خورہ دروں دو چار بار

ناگہاں گشتہ دمش مانند مار
 صوتے از نامہ برآمد ناگہاں
 اقرا۔ اقراتا بہ آخر والضحی
 سورہ یسین و طہ حشر دردم
 شیر سوئے آسمان بے پر پرید
 شد سر مار دمش چوں طرہ
 اندرونش یک مکان آراستہ
 گنجہ کز دور دیدہ پر ضیبا
 پس ز دروازہ دروں داخل شدہ
 آں مقام از غیر ایں ہر دو جہاں
 سخت حیراں شد کہ او بودہ کجا
 دیدہ آنجا صد ہزاراں خورو
 دلبر درہن گنبد چوں عمود
 کاکل دلدار دودھائے ہوہ
 طور شمینا جبل زیتوں چوں شدہ
 گنج رخ را دو کلید ابرویش
 کاسہ و چشم پُر از آب خشک
 بر عمود صبح منقار غراب
 بیضہ زریں چوزاغ شب بداد
 در کمان شانہ صدہائے تیرہ
 شوخ و ستش را نمودہ آفتاب
 اے خداوند اے بگو من کیستم
 معنی ہر بہت با شد نیستی
 نیستی گفتا ندانم کیستم

گرم شد اندام او مانند نار
 از دروں گوید کسے با او چنان
 لیس للانسان الا ما سخی
 خواندہ بس گشتہ زہر جانب ہجوم
 ناگہاں مار دمش بر سر رسید
 بر استقبال آمد کرہ
 ہر طرح از چار سو پیراستہ
 اندرش صدہائے پیر آیا
 عاجلاً در قافلہ شامل شدہ
 او بودہ در زمین و آسمان
 او نہ انداز را داند خدا
 یک زیک بر ترشتہ رو برو
 بے تعلق در ہوا استادہ بود
 آہوم در رۂ امام ماء و مو
 اندرونش بحر ابیض خوں شدہ
 می کشاید راز پنہاں رامویش
 زلف او پچاں شدہ در زنگ مشک
 داند خالشی بہ چیدہ از گلاب
 زارغ زلف بال و پر در شب کشاد
 بستہ شد صد زارغ در زنجیر ہا
 من کہ امم گفتہ بامن بے حجاب
 من بہ ہستی۔ ہستی گوید۔ نیستم
 پس بگوئے نیستی تو کیستی ؟
 کیستم گویم کہ گویم چیستم

کیتی و چیتی و نیستی ؛
 بلکہ حالا ہوش ہم از دست رفت
 من ندانم خویش را من کیستم
 چوں خودیم شد مسافر سوئے خود
 ہر کہ از اسرار حق آگاہ شد
 عاشقم بر حالت دیوانگی
 ہر کہ را بہر کارے ساخته
 نیستی از جنس ہستی مے شود
 پس بگفتا ہر چہ گوئیم ہست شد
 منکہ ہمہ در منم شکل صنم
 رستم از خود جستم از خود مثل مست
 ہر چہ می بینم زن پیدا شدہ
 صورت خوبی بود ناز آورد
 صورت خوباں بود عشرت کند
 چوں اناہیت برد باشد سوار
 ہر کہ خود بینی کند در راہ دوست
 پس انا الحق نقش جایز بود
 آفتابے دریکے ذرہ نہاں
 خوبتر زین سم نباشد شربتے
 زین گنہ بہتر نہ باشد طاعتے
 تادم گیر دازد ہر صورتے
 پادشاں مظہر شاہی حق
 گشتہ یحیی مظہر آلاہیت
 بے نہایت کیشہا و پیشہ ہا
 مرشد جملہ مفلس شد خیال

مسلسل ایں دور را نگرستی
 مستیم چوں ست شد از دست رفت
 منکہ بودم پیشتر آں نیستم
 یافتہ خود را خدا در کوئے خود
 پس فنا فی اللہ شد الّاہ شد
 ہست ایں دیوانگی فرزانگی
 میل او اندرش دلش انداختہ
 پس بجز ہستی نہ بستی مے شود
 ہستی در ہستی خود چوں مست شد
 بے وجود ہستی خود در منم
 مستم از آوازہ خود در السلت
 چوں شدہ پیدا بن شیدا شدہ
 صورت چنگی بود ساز آورد
 صورت عینی اناہیت کند
 پس انا الحق گوید او بے اختیار
 مغز را بگذاشت کلی دید پوست
 آنکہ ناجائز کند عاجز بود
 ناگہاں آں ذرہ بکشاید زباں
 زین مرض خوشتر نہ باشد صحتے
 سالمانہیت۔ ہیں دم ساعتے
 از جمال و از کمال و قدرتے
 عارفان مراآت آگاہی حق
 ماہوئیت شد درون ماہیت
 جملہ ظل صورت اندیشہا
 از خیال خویش مے یابند کمال

ہر خیالے را خیالے می خورد
 آن کمالیکہ باشد لازوال
 غیر مفہوم است بالائے کمال
 گفتم از علم کہ علم و عقل چیست
 گفت علم و عقل دجاں ہر جداست
 جملہ را داند نہ اند خلیش را
 جملہ علمش گشت نادانی و جہل
 خود بہ فرماید آن حضرت کہ
 جسم ہر شے رہ شد در وحش سفیر
 جسم مرکب است و جانش را کب است
 را کب و مرکب در فرمان شاہ
 خواستم گویم نہ دیدم - تا درم
 سخت حیران گشتم و نالاں شدم
 بر خود عاشق شدم من کیستم
 روز و شب سر گشتہ و بگریستم
 من ندیدم خلیش را در خود حضور
 اندرین عرصہ بشد علم المسمام
 گفت او در خواب دیدہ یک غلام
 در نگارش منحنی چوں نام من
 در میان اسم او حائے مسج
 بشنوا زن وصف و حمد ذات او
 کلک مژگانم ز لون عین من
 گر بکنائے نگاہم جا بجا
 روز و شب تحریر را جاری کند
 ہم باشد کہ کشاں تسبیح ما

لعل
 در خانی

ہر کمالے را زوالے می خورد
 لازوالی ہم شدہ از یک کمال
 جُلُّ بے آمیزش عز و جمال
 جاں چہ چیز است و ہاں نقل چیست
 ایں جدائی را بہ کیتائی روا است
 خود مدانی گشتہ خود اندیش را
 گر بداند خلیش را گردیدہ سہل
 چونکہ از حضرت بشد را ہئی درہ
 ایں کجا خواهد شد از جسم حقیر
 منزل مقصود خود را طالب است
 یک بہ دربارش و گر در بار گاہ
 اندرین قدرت نہایت تا صرم
 در خود یم بے خود و بیجاں شدم
 خود خود یم گفتہ من خود نیستم
 در خود یم خلیش را نگر نیستم
 غائب و حاضر ازیں ہم پاک و دور
 واحدے در خواب آمدہ بالسلام
 اسمہ یحییٰ کا سمی در رقام
 چوں دویم نام مریم در دہن
 پیش دہن تکرار حرنی چوں صبح
 عود او عید ان او عادات او
 حبر اشکم را کشیدہ در دہن
 جا بجا حنی کہ براض و سماء
 تہ بہ تہ تحریر را ساری کند
 دانہائے او بود بنجم سماء

وصف او ہرگز نہ ارد و انتہا
 وصف پہنہاں موبود و خال خال
 شہرہ آفاق و یکتائے زماں
 چرخ باقوس قزح بستہ کمر
 آسمان عقل و دانش ارض نور
 رعد الطاف و کرم برقی سخا
 پیشوائے شاہ شامان جہاں
 جنت اخلاق و خوبی در جہاں
 عرش خوبی لوج محفوظ خدا
 پادشاہ ملک تقوی ملک پر
 عالم دارین خوبی شاہ من
 واقف اسرار حق دانائے راز
 رہنمائے زبدۂ ارباب علم
 صاحب ارشاد تلقین و ہدی
 اختر چرخ کرم ماہ عطاء
 سالک سلک دوا دواہل علم
 درو عالم سرور سردار ما
 چنگ مہر و مہ اگر لغزہ زند
 مرکز تدبیر آفاق سخا
 معدن اخلاق و خوبی و عطا
 بحر طاقت بحر جرات بحر جوش
 بحر حشمت بحر ہمت بحر فکر
 کوہ دانش کوہ بنیش کوہ نور
 نیک خصلت نیک عادت نیکو
 نیک اختر نیک محضر نیک سو

گر بخوانم حمد او برو انہا
 بے نظیر و بے عدیل و بے مثال
 صاحب دیم و تخت و ذی نشاں
 بہر تعظیمش فرد بجشیدہ سر
 آفتاب عدل و بنیش شاہ سور
 ابر بخشش بارشش جود و عطاء
 مغتدائے جان جانان جہاں
 داد گر لاثنائی نوشیر و اں
 تاج بخش اصفیاء و انبیاء
 ذوالحماد مالک کونین سر
 خاتم علم و کمال و جملہ فن
 کاشف مشکل کشاء و کار ساز
 رہبر ہر قدوہ اصحاب علم
 منتہائے جملہ شئے بے منتہی
 بحر علم معرفت خبیم القیاء
 مالک ملک سدا دواہل حلم
 روح ماہر کار ماہر کار ما
 لوی حور فلک رحمت کند
 ارض بخشش را چو خط استوا
 مخزن اشفاق و نیکی و سخا
 بحر قوت بحر قدرت بحر ہوش
 بحر دولت بحر صلت بحر ذکر
 کوہ بخشش کوہ کوشش کوہ طور
 نیک طبیعت نیک نیت نیاخو
 خوب صورت خوب ہمت خوب رو

گشتم از دیدار تو گردن فراز
چون ترا دیدم محالم حال شد
سر بلندم این قدر در عروج جا
تفتش آه و فغان آتش زن است
پیشتر از امر کن عاشق شدم
از ازل در سینه دل ماتم کند
قمری دل میکند بس نئے ہو
از تپ غم دل بخارا شهر شد
گریه ماکردند دو طفل یتیم
شدره از اشک باران قصر دل
موی مشک آسائے من کافور شد
مادر گیتی چو زائیده مرا
بر سر ما از برال چرخ بریں
دین و دنیا را نہ پیدا ساختی
قید مارا کردی در زندان دول
روز و شب گفתי کہ گویم کہ بہ ہمہ
تا نباشد بر زبان یک لفظ بد
امر کردی بر زبان حاضر شود
تا کہ چون در باں بباشد بر لبم
بند کردی ہر درگفتار من
ترکہ میراث دارث و جائیداد
ترکہ بیخ و شکایت یا نستم
سوزش دل در نفس جاری شدہ
گر بدارو عشق من صحن فراخ
کردم و ہر چیکہ کنوں مے کتم

عزتم شد در ہمہ عالم دراز
جان من مستغرق اجلال شد
شد فلک نزوم چو یک غلے بیاہ
سوزش و گرمیش در جسم من است
رفتہ رفتہ عاشق صادق شدم
دست بر برینہ فغان پیہم کند
کوؤ - کوؤ - کوؤ - کوؤ - کوؤ - کوؤ
دیدہ ترا در آنکہ شد
لو لوی شہوار من گشتہ دونیم
چار دیوار عناصر آب و گل
شام یلدا یم بیان نوز شد
شیر رنج و غم خورائیدہ مرا
زیر پاتم گشتہ ز بنجر زیں
مفت خود را در بلا انداختی
می خورم صد غوطہا در بحر خون
بر زبان الفاظ باید بہ ز بہ
از بیانش گفتہ باشم ظرف بد
خاص بر باب دہن حاضر شود
آمد در فست سخن با شد عدم
تو شدی در عقل و در پندار من
وارثاں یابند و بسندہ بے مراد
یا فستم تا ایں وراثت یافتم
ہر گز و پیمان من ناری شدہ
چاک سازم جامہ بر تن آخ آخ
ہر گز از علمت نہ افروں میکنم

گر ناسازم جہل باشد علم تو
 گر کے حقدار را حق میدہی
 صالحاں را اگر نہ بخشی این غضب
 صالحاں حقدارِ جنت مے شوند
 قوتِ سمح چہ داری اے خدا
 میکنم ہر روز و شب آہ و فغاں
 این ہمہ مضمون کہ گفتم پیش تو
 گر بدیدی شد چرا بیرونِ زمین
 زیں سبب ہیچک تو قادر نیستی
 گردیں تقریر باشد رود کہ
 گر بشنوی بد شنو ہستی ضرور
 بر سرم شد پر تو عرش بریں
 زیرِ سقفِ کمنہ چوں باشم مقیم
 زیں سبب زیں سقفِ قطرہ مے چکد
 آب در غربالِ کسے دارد قرار
 سینہ ہر چرخ چوں غربال شد
 شامتِ اعمالِ من ہر گز نہیں
 دشمن تو حید و فرجام توئی
 دیں نشد حاصل نہ دنیا چھوٹ
 من نخواہم این چنینی آلہ را
 من جدا باشم خدا باشد جدا
 دور شو۔ بس دور شو۔ بس دور شو
 فی امان اللہ بینی بسینکم
 من نخواہم ایندو دمدار را
 او کہ از معبودیت خارج باشد

پس چساں گردد و ظهورِ حلم تو
 بر سرش ہر گز نہ احسان می بینی
 طالحاں را اگر نہ بخشی این عجب
 طالحاں حقدارِ منت مے شوند
 خاک می شنوی چہ مے گویم ترا
 نالہ من گہ نشد تا علم جاں؟
 دیدہ بودی اندر دم خود بگو
 تو نہ گفتی اسکت اسکت لے دین
 من یقین دائم کہ حاضر نیستی
 بد شنو شنو ہمیشہ قولِ بد
 بد شنو گفتن بود از عقل دور
 زیں سبب منخوس ہستم بر زیں
 بر سر افت آب چوں در یتیم
 چوں شود غربالِ نخلی باشم شہد
 گو شود غربالِ زنبوری ہزار
 نور گونا گوں ز تو ار سال شد
 این نہیں گفتن مرا جایز نہیں
 باعثِ آغاز و انجام توئی
 صحبتِ الہ را دائم فضول
 ترک کردم از تو رسمِ دراہ را
 این ہم آمد از ادایت یک ادا
 صدقہ اجمال خود از من برو
 عبد چوں مفقود شد و معبود گم
 خود نما تا واقفِ اسرارِ ما
 بندہ از موجودیتِ خارج باشد

<p>چوں شکستہ سرفراز موج و دیت صورت او بارادش لا جرم آخرش مطلق نمی دانم که گیت گر ندارد اسم گشته بے نظیر عبد گر باشم باشم از کجا ماهیت بالا ز جملہ ماهیت لائزل گردد چگونہ ایں کمال شد ز دانش را کمالے لازوال ہر زوالے را کمالے بازوال تالیقاً دست و پای بیکار ہست ایں بخواہم ہر وعاء باشد حصول باکہ گوئیم کس نمی شنود بگو ہر چہ می آید ز سن - آید ز تو خسر و مشرق سوار بر صبا کعبہ گردان در زین زر توئی آبروے ہست پنہاں آندو جستجوئے تو نمودم کو بکو تشنگی دارم کہ خالی آرزو دیدم او را خالی از راز منم در یکائی در دوئی در یکسوئی دایماً بندہ شود اندو بگس از چنین حالت بشد صد آرزو میکشد دہم و خیال بے عدیل حق بناحق سیکند ایں حق طلب</p>	<p>رشتہ ہائے عبدی و معبودیت از عباد اللہ شد یک عبد کم عبد بے معبود ہرگز عبد نیست آنکہ دارد اسم می دارد ضمیر پس ندارم قایل ما عوشما درجہ شد بر درجہ اَلَا ہیت گو کہ باشد ہر کمالے را زوال شد کمالش را زوالے بر کمال ہر کمالے را زوالے بر کمال دست مطلق گر آید بدست گرد عایم را کسے سازد قبول در دو پہلویم فقط یک آرزو آرزویم بس نباشد آرزو امی توئی کہ خسر و زریں قبا صہو یکہاں آتش پیک توئی آب روانہ ختم بر آبرو آب آمد در دہاں در آرزو جام خالی داد ساقی پیش رو خواستہم او را بگیرم در شکم اے توئی کہ بے توئی اندر توئی غالباً شد آرزودیت ایں چنین راضیم جبراً کہ اے بد آرزو شد دماغم ہر تجربہ نقیل زیر کام مرغ حقگوروز و شب</p>
--	---

ہر کہ حق گفتا بناحق کشتہ شد
 حق شناسا کے شود ناحق شناس
 چوں قلم در دستِ خدا کے فتاد
 بس جنونم گفت من زائل شدم
 بندہ گشتہ کر نہ کروم بندگی
 از یہ دل تو بہ تو بہ میکنم
 پُر ز عصیان و خطا جرم و قصور
 پادشاہِ بزم مارا در گذار
 تو نیکو کاری دما بد کردہ ایم
 ساہا در بندِ عصیاں گشتہ ایم
 بے گنہ نگذشت بر ما ساعت
 بر در آمد بندہ بگریختہ
 محسنِ احسان بے پایاں زلت
 معدنِ احسان و ابیہ کرم
 من بخواب و پاسبان من توئی
 از تناسخِ چو می آیم بروں
 جرمہا بینی نہ گیری انتقام
 سہو و عصیاں را مبدل کن بعلم
 راہِ حق بنما راے راہبر
 احدنا بر اعتقادِ احدیت
 اولاد اول مرا معصوم کن
 اے کریم و کار سازِ کار من
 حال زار من نے داند کسے
 رحم کن رحم اے کریم بے کساں
 باش غفلت نہا دم زیر سر

حق بناحق گفت اور سرپشتہ شد
 کے مقیدے شود مطلق شناس
 لا جرم منصور بر وارے فتاد
 من بسوئے عبدیت مائل شدم
 لعنت و نفرین و قف بر زندگی
 لب بہ تسبیح تو بس بر ہم زخم
 من گنہگارم تو غفار و غفور
 مانگہ گاریم تو امر ز گار
 جرم بے انداز و بے حد کردہ ایم
 آخر از کردہ پشماں گشتہ ایم
 با حضوری دل نکروم طاقت
 آمدوئے خود ز عصیاں ریختہ
 الغرض احسان بر احساں زلت
 لطف تو چوں ابر ریزاں بہریم
 من چو طفل و حرزِ جانم من توئی
 می کنم فریاد از پردہ دروں
 از درِ لطف و عطا آئی مدام
 من ہمہ جہلم مادہ عقل و حلم
 بے خبر ہستم ز راہ معتبر
 کن مسلط قلب را بر معرفت
 آخر آخر مرا محند و مکن
 فضل کن حقا بحال زار من
 ہستم اندر آتش غم چوں خے
 بر من غم دیدہ بے خانماں
 یک نظر بنگر مراے چارہ گر

<p>در حساب روز محشر در گزار گشتہ ام از خویشتن عزلت گزین دیدہ دالتہ کردم کار بد دشمن خود خویشتن را سا ختم بتلائے دام گشتم آل سیہ جملہ آفتہا کہ بنیم در جہاں بدگر را علم و فن آمو خلق دام آدم خوشتر گندم شدہ علم و مال و منصب و جاہ و قرآن چون قلم در دست غدارے فنا و خود شدہ فرعون و مالش وزیر او چہ داند معنی شرع شریف مردک پکیرک و پکیر تر گمہ خیالش جانب سو داگری گمہ خیالش فرجہ و گاہے دکان گمہ خیالش کالہ و گاہے قماش گمہ خیالش نامہا کو ننگہا گمہ خیالش سوئے احوال زمن برزباں تسبیح و در دل گاؤخ او بظاہر واعظ احکام بود شد خطا اندر خطا برتر خطا وائے بر ارمان بر اسید او ننگ در دیشاں ز درویشی شاں پایہ ہنہ سر ہنہ می دوند قرص مہ را قرص ناں نہا شدند</p>	<p>زانکہ ذات تست بس آمرزگار از دامت روز و شب سر بر زمین بے شمار و بے حساب و بے عدد مفت خود را در بلا انداختم بودہ آل مردودہ ناز حامیہ باشد از شومی زن در ہر مکاں دادن تیغ است دست راہزن تا وجودش خوشہ مردم شدہ فتنہ آرد در کف بدگوہراں لاجرم منصور بر دارے فتاد بر دو را بنود زید بختی گزیر شیخ و پیر و کار او ہر دو کثیف ارزل العمر است یلغی آل عمر گمہ خیالش تاجری و داوری گمہ خیالش این دال گاہے چاں گمہ خیالش مغرور گاہے فراش گمہ خیالش ہستی و جنگہا گمہ خیالش جانب فرزند و زن ایں چنین تسبیح کے دارواثر لیکن در باطن کسند دام بود تہ بہ تہ صد خطا پر شر خطا حسرتا بر حسرت جاوید او روز و شب از روزی اندیشی شاں ہر کہ نانے میدہد آخبا روند دست سوئے آسماں برداشتند</p>
--	--

مرد رقت و صف انسانى شود
 زاده دنیا چو دنیا بے وفاست
 بد دلاں از بیم جان در کارزار
 بے خبر از راز و از رمز و نیاز
 آب از آتش بر آردون محال
 از کدوئے خشک روغن کے کشد
 آدمی را آدمیت لازم است
 دوست جانی جان بجانم می دهد
 نقد ماؤ جنس ماؤ رخت ما
 جملہ را بر باد کرده از وفا
 مال دنیا دایم مرغان ضعیف
 مرد پنهان است اندر صد غلاف
 پس منافق اہل دل ہرگز نشد
 صد ہزاراں خوئے بد آموختہ
 اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
 حرف و رویشاں بسا آموختہ
 دیدہ چوں جائے پر از الفاہا
 زانکہ صیاد آورد بانگ صغیر
 بشنو آں مرغ بانگ حبس خویش
 پس از اں افسوس و حسرت میکند
 ہر یکے ناصح برائے دیگر اں
 یار اں باشد کہ ادیاری کند
 پاکہ بگریز و لبوئے پشت خویش
 دور شو از اختلاط یار بد
 یار بد تنہا ہمیں یرجاں زند

خشم و شہوت و صف حیوانی شود
 گرچہ رو آرومن آں وفاست
 کردہ اسباب ہزیمت اختیار
 خوب میداند خدا کے کار ساز
 آب و آتش را نباشد آں مصال
 طفل نوزادہ نمک کے مے چشد
 عود را گر بونہ باشد ہزیم است
 دوست نانی جان بہ نامم می دهد
 نام ماؤ فخر ماؤ بخت ما
 پس از اں باسن نمودہ صد وفا
 ملک عقبی دایم مرغان شریف
 ظاہر ش با ما و باطن برخلاف
 اہل دل گفتن بہ آں جایز نشد
 دیدہ کے عقل و دل را دوختہ
 پس بہر دستے بنائید داد و دست
 نمبر و محفل بد اں آفر دوختہ
 چار جانب گستریدہ و اہما
 تا فریب مرغ را۔ آں مرغ گیر
 از ہوا آید بیابد دام پیش
 برچیں مکار لغت میکشد
 ناصح خود یا فتم کم در جہاں
 وقت چوں آید مدد گاری کند
 یار خود را میکند ریش ریش
 یار بد بدتر بود از یار بد
 یار بد برجاں و بر ایماں زند

پس ہماں مارند از روزِ ازل
بچہ طاؤسِ علوی آفتاب
آن گلِ سُرخ است گوپرخ بود
سرخروی از قرآنِ خوں بود
یافتم در بحرِ لاهوتی صدف
چون درِ عطاں بدیدم یک نظر
گوہرِ پرتاب در درجِ فلک
منتقی پرہیزگار و با خدا
ارجحی بشنید نورِ آفتاب
شیدہ از خورشید ہرگز دور نیست
ناسرّائے راجہ دیدہ بد نثراد
اے حیواند از بر رویِ علی
چون قبولِ حق شدہ آن مردِ آرت
جملِ آئینِ پیش او دانش شود
علم بے علم است و اُد علم آفرین
من خطا دارم تو عفار و غفور
پاک و صاف اینجا فرستادی مرا
کن منزہ چونکہ پیدا ساختی
تو بہ ما از کردہ اکنون می کنم
دولتِ شاہی اگر یا ہم خدا
ہنج جس ظاہری و محسوسی
بے بہا دولت عطا کردی مرا
سر فلکدم روزِ شب بگریستم
از بلا کردی رہا و ادوی نجات
بارہ اندر صفر با صد بکاء

زہر اندازند در نعمِ البذل
بچہ خورشید در سنگ و تراب
عقلِ ادمست است گو مہنوں بود
چوں ز خورشید خوشی گلگون بود
از درویش شد عیال در نجف
دُرنہ بودہ بلکہ بودہ خود گہر
نام خورشید است در بُنِ فلک
تارک الدنیا و خیلے پارساء
سوئے اصلِ خویش باز آمد شتاب
عبد از معبود خود مہجور نیست
حکمت ساکت شدہ آن خوش نہاد
افتخار ہر نبی و ہر ولی
دستِ او در کارِ دستِ خداست
جہل شد علمیکہ در ناقص رود
راز دارے روحِ ربِّ العالمین
سر بسجہ گشتم از بہرِ قصور
پاک از عصیان و از جرم و خطا
از عدم آرومی و پرداختی
دستِ خود بر زانو و بر سر زخم
کے بدست آید ز دولت دستِ و پا
کے بدست آید ز جاوِ دنیوی
محسنِ لامثنی می خوانم ترا
جز تو کئے سوئے و گونگیستم
وز سر نو دادہ ما را حیات
کف ز لب انداختم با صد دعا

در صحرار و در صحار و پر خط
 لے خدا ایں گوش و چشم و پاؤ دست
 اول ایں شکر تومی آرم بجا
 دادہ تا ذکر احسانت کنم
 ہرچہ باشد شکر لے باید مرا
 چوں مرا دای چنیں عقل و ہر
 پس مرا باید کہ آں ظاہر کنم
 گر نمی دای مرا ایں عقل و ہوش
 بلکہ حالاً گرما احمق کنی
 تو مرادانی کہ فی الحق کیستم
 ہرچہ خواہی بندہ ام بس ماضم
 تو قدرت می کتانی کارہ
 گرما ساغر کنی ساغر شوم
 گرما باران کنی خرمن دہم
 گرما مایہ کنی زہر افگنم
 گرما شکر کنی شیریں شوم
 گرما در خود کنی در تو شوم
 ہیچ از امرت نہ سرتابی کنم
 من دریں فن صفدریم و پہلواں
 ایں ہمہ از حکم تو خواہم بگفت
 چوں ہمیں خواہی کہ مردے یفسد
 پس چگونہ عشق آمد عقل رفت
 گرما عاشق کنی عشق آورم
 کار و بار من بجز عشق تو نیست
 ماہ را با مہر پیوندی خوش است

روز و شب بیدار و نالان سر بہر
 جملہ از درمے احسانت پرست
 دادہ تو فنیق حمد خویش را
 خویشتن را زیر فرمانت کنم
 زیں بہت مطلب بدست آید مرا
 علم و حکمت دادہ کردی خوش ہیر
 بے وقوفان را از اں ماہر کنم
 کس ندیدے جوش را اندر خرویش
 در حماقت ما کم خود را غنی
 عقلمندم یا کہ احمق کیستم
 در ہمہ پابندی بس قاصم و
 آزمودم خویشتن را بارہ
 گرما لاغر کنی لاغر شوم
 درما ناوک کنی در تن جہم
 درماریارے کنی مہر افگنم
 درمرا حفظ کنی پرکیں شوم
 خویش را بگذازم و مر تو شوم
 بندگی شد گو کہ گوئیم تو منم
 کس ندارد پاے ما اندر جہاں
 کے بلاذنت ز غنچہ گل شکفت
 سروی از صد پوستیں ہم بگذرد
 از دماغ عقل و علم و نقل رفت
 کوہ درد و رنج را بر سر برم
 حسین بے مثل تو جہاں را بہر نیت
 جسم را با روح پابندی خوش است

<p>پادشاہی کار تو عدل است دواو اختصاصاً گز تو رحمت شود دست مطلق گر مرا آید بدست ہستیم در بار گاہت شد گناہ نذ خودیم من چگونہ بگذرم گر باشم ہستیم خواہد بگفت دست گوید من نمودم این چنان خود متائی کردہ ام گوید زبان ہر یکے گفتار من دشنام بود لفظ لعنت در سخن دا کردہ ام چیں کشیدہ جبیں گوید جبیں اندریں شطرنج غمہا یا فستم پس چنیں ہستی خواہم خود بگیر ہم دہان دہم زبان دہم بیاں ہر چہ سازی بہر تو زیبا تر است دیدہ باید کہ شود کف الخفیب بر لبم قفل است و در دل رازما استخوانم آھک دیوار قبر تاریا شکم چون بہ آبک ریختہ بر سر پشتم اگر باشی سوار حالاں عرش ہم کرد بیاں گفت یحییٰ پس ازین جملہ کلام</p>	<p>در ہم فن استاد استاد و ہم ہریدی از مہر تو طاعت شود تا ہمہ این دست و پا بیکار ہست تو نگہستی پئے ہر شے پناہ خویشتن را در خودیت در برم راز پنہاں را سخا ہد بر سہفت ہر دولب لب را کشاید در بیاں گہ چنیں گفتم گمے گفتم چنیں خیلے بد آغاز و بد انجام بود خویش را از فحش ما پروردہ ام می نمودم غیظ را از ہمچنیں از بساط زندگی رو تا فستم قل کہ یا انت لبثو فینا الاسبیر تو بین پنہان و من در تو نہاں قدرت کبرائے تو قدرت گراست کے سوال می رسد عند المجیب لب نموش و دل پُر از آواز ما لوح سنگ یاد تو بر سینہ جہر جسم را در آب و گل آمیختہ از مکان حاسداں باشم فرار گو حسد آزند کہ ترسم ازاں مہربک با صد صلوات و صد سلام</p>
جواب یحییٰ با محمد	
السلام اے امیرینہ داں السلام	السلام اے رحم رحماں السلام

<p> استلام اے ساکن در علم حق استلام اے باعث ایجاد خلق استلام اے عاشق پروردگار استلام اے ہادی دین حق استلام اے دانش فاضل استلام اے سایہ ہر جزو کل استلام اے زر ارادہ مستقیم استلام اے خولجودرت اسلام استلام اے جانِ جانان اسلام استلام اے صاحبِ زمین و کما استلام اے دانی جو دو عطا استلام اے مبتلائے غور و فکر استلام اے طالب علم داب استلام اے مائیل جنگِ جدال استلام اے فاقہ مست بے نوا استلام اے حاکم تیغ و تبر استلام اے تیغِ بزلِ اسلام استلام اے وارثِ تخت و کلاه استلام اے باطن و ظاہر توئی آفریں اے بلبلِ دستانِ سن آفریں اے نیک فرخِ قالِ من آفریں اے ہدیہ شہرِ سبا اے دریا مرغِ خوش آوازِ من اے دریا مرغِ خوش الحانِ من مرجا اے غازی جنگِ عظیم </p>	<p> می نداری علم الا صلیم حق استلام اے موجب بنیادِ خلق اے بصد اخلاص بر ما جاں نثار استلام اے خالقِ ایمان و دین استلام اے ہمدی در ہر زمان استلام اے دائرہ دورانِ کل استلام اے ہادی دینِ قویم استلام اے خوب میرتِ اسلام استلام اے خانِ خانانِ اسلام استلام اے سیدِ صدق و صفا استلام اے مالکِ خلق و سخا استلام اے داخلِ در بجز ذکر استلام اے خواجہ عالی نسب استلام اے خواستگارِ ذی کمال استلام اے پادشاہِ دوسرا استلام اے شاہِ ہر تاج و کمر استلام اے شیرِ خاںِ اسلام استلام اے سرورِ ہر عز و جاہ استلام اے اول و آخر توئی آفریں اے صلصلِ بتانِ من آفریں اے چشتہ اقبالِ من آفریں اے قاصدِ ماد لربا اے دریا ہمدم و ہمرازِ من راجِ روح و روضہ رضوانِ من جنتِ اے ہادی دینِ سلیم </p>
---	--

اے مہ و خورشید تاج الکائنات
 سہ و ذنانت چو سہ قہقہہ
 باربارت - باربارو - باربار
 باز زن - بر باز خود - ہمراہ باز
 گر ترا گردد اگر - گر گر نگر
 گرد - گرد - گرد - گرد - گرد
 گردنے - بر گرد کاں گیر و مقام
 ساز و سامانت مکن آشفته حال
 شد ز تیر باد من ایں شور و شار
 لاؤ لک ناموس می خواہم ہزار
 من عجزو تو عجزو اد عجزو
 رنگ می باشد دلیل رنگ رنگ
 دست تو در دست مولی دست دست
 توبہ خود ہستی چہ جوئی در جہاں
 جملہ کونین است در تو منطوسی
 تو نمی دانی کہ آخر کیستی
 گر ہر جوئی غیر خود مجنوں شوی
 کاف و ذن در کاین خود حقیقت
 مسکن میکنی در صبر و سکون
 در تہ قلبم عوس ساکن است
 لیلی و فرہ و شیریں آفریں
 نفس ہر دم قلب را ساز و طواف
 شد عوس راز من پرده نشین
 پس چگونہ پیش او پرده درو
 ستر پوشی میکند ستار ما

اے تویی بس عین ذات پاک ذات
 میکنی مانند ملبس چھپہ جو
 باربر - باربار - دربارت برآر
 باز آ - از بازی بازو فراز
 مرہم گر - گیر از گر گر مگر
 گرد چوں گرد بگیرد زور مرد
 غیر ممکن گشت ممکن لا کلام
 سہ سہ سخت اندر سخت کال
 قیر و قافزیر و زار تیسر و تار
 شاخ شاخ و شست شست و شار شار
 اندر ایں لفظ است بے پایاں روز
 ہچنین اوزنگ می گرد و بہ چنگ
 ایں ہمہ از دستا دست نیکو است
 آنچہ می جوئی ہمہ در تو نہاں
 بلکہ کونین آفریں ہم محتوی
 جہد کن چند آنکہ دانی چستی
 از تردد والدہ و محزون شوی
 گاہے ثبت گشت و گاہے منتفیست
 ہر سکونت ساکن در کاف و ذن
 پیش نامحرم رود ناممکن است
 دلبر و دلدار یحیی دل نشین
 بچ محفوظ تو گشتہ صاف صاف
 غیر محرم صاحب عرش بریں
 خویشتن را بے حجابانہ برد
 خالق ستور دست و یار ما

ربط خود بسیار دارم از خدا
 دشمن توحید را دشمن شوم
 تا بہ ام اطلاق و دوزخ مطہم
 تو نمی دانی مرا من کیستم
 دوست آن باشد کہ آرو صہ بلا
 دوستش را پیشوائی میکند
 خود نگہبان می شود دشمن پس
 از پئے کار اہم آن کار ساز
 از بشر پیدا کند یکتا چو خویش
 گدہ برہنہ می کند گدہ تنگ دست
 گاہے بیماری دہد گاہے ہراس
 گاہے درستی کند نا کامیاب
 تاکہ او سوئے خدا مایل شود
 سرنگوں گشتہ بگریہ روز و شب
 ہر کہ از محتاج او طالب شود
 ہر کہ شد از غیر حق امید وار
 ہر جہان فاہل آن بے حاصلند
 ہر چہ میگویم نرا آن یاد کن
 کو ذمہ چشم حریصاں پُر نشد
 روز بے روزینہ خود را داشتن
 رزق آن باشد کہ رزق رازق است
 جانور فر بہ شود از تا دو نوش
 چوں شکم را از ہسمہ خالی کنی
 صحت ایں حس ز معور می تن
 روح ہمو صالح و تن ناقہ ہست

او نہ از من من نیم از او جدا
 مثل آتش پیش او روشن شوم
 نان قرینش بگفتا بر زخم
 دوست تو ہستم کہ دشمن کیستم
 در بلائے لذتے دار و سوا
 بہر کارش سر برائی میکند
 چوں بلازدش رود گوید کہ بس
 پیشتر ایں کار می سازد بہ راز
 یقیند او را بہ آفتہائے بیش
 گاہے او را میکند صد فاقہ مست
 گاہے نقصانی رساند گاہے یاس
 اقربائش را کند خانہ خراب
 بہر وحدانیتش قایل شود
 تا نہ بیند ہیچ را از غیر رب
 غیر از قباب کے واہب شود
 گشتہ در دنیا و دیں یک نابکار
 ہر دو اندر بے وفائی یک دلند
 آن خود نمی خواہش را بر باد کن
 تا صدف قانع نشد پرورد نشد
 ہست خود را بر سما افزاشتن
 از برائے عاشقان ایں لائق است
 آدمی فر بہ شود از راہ محوش
 پُر ز گوہر ہائے اجلائی کنی
 صحت ایں حس ز تخریب بدن
 روح اندر وصل و تن در فاقہ ہست

چند خوردی چرب شیریں از طعام
 چند شہا خواہ را گشتی اسیر
 از پئے ہر نفس امرش غیر غیر
 ہر کہ از دیدار بر خور دار شد
 ہر چہ دردنیہ کنی بہر خدا
 پس مکن تن پردری عشق بہ
 ذات خود را تاکہ او بخشد ترا
 از پئے این عیش و عشرت ساختن
 تاکہ بینی چاشنی زندگی
 گر ہمیں خواہی کہ او یاری کند
 چوں بہ آخر شب بنالی با دعا
 بس بدسازی تو شامل شود
 نائی و نئے ساز و آوازے شود
 اسے خنک چشیکہ آں گریان است
 از پئے ہر گریہ آخر خندہ ایست
 ہر کج نہ است بایک سبزہ زار
 تا نگرید ابر کے خند و چمن
 با تصرع باش تا شادان شوی
 چشم گر بر اشکھا مقتول شود
 تو کہ یوسف نیستی یعقوب باش
 تاکہ اول صد تاسف را ببین
 غیث تن از آب جاری می شود
 گنج در ویرانہ می باشد فردن
 صلح می خواہی بلا جنگ و جدال
 ہر کہ ایں رنج و بلا را یافتہ

اتحاں کن چند روزے و صیام
 یک شے بیدار شود دولت بگیر
 اندرش گر خیر کردہ شد بہ خیر
 ایں جہاں در چشم اومر دار شد
 آں زو نیائے و نوباشد جدا
 بلکہ خود را تحفہ او را بدہ
 تو خدا باشی نباشد او خدا
 جملہ راحت را بسبباید با غن
 سلطنت بینی نہاں در بندگی
 خواہشت را جانب زاری کند
 خوش بہ او آید صدائے اس بجا
 در ہمہ اعمال تو عامل شود
 ناز آورناز اندازے شود و
 آں ہماں دل بہ کہ آں پر بیان است
 مرد آخر ہیں مبارک بندہ است
 خضر شد آں کس کہ باشد اشکبار
 تانہ لطف کے جو شد لبین
 گر یہ کُن تابے دہاں خداں شوی
 اشک را باید کہ صد جیموں شود
 بادل غمدیدہ آشوب باش
 پس ازاں در مصر لیسف را بہیں
 غسل جاں از اشکباری می شود
 عقل کل حاصل بگرد و درجنوں
 لقمہ می خواہی بلا رنج و ملال
 آخرش از بندگی روتاقتہ

چوں نہ سرتابی کند از پیش او
پس ازاں او را بشارت می دهد
تا شود بر عالمی سرمانزوا
پیش از سلطانیت باشد ولی
باز میگوید که جمله ہیتر است
مولوی دادل و دالی کند
جمله از دستش کند کارها
خلق گوید بوده این شخص حقیر
رفته رفته می رود آن سلطنت
گر خدا ترسی بماند بر تزار
سرزنش از بهر زالی سرسپید
حامد ان حمید محمود و حمید
هر که از یحیی چنین محمود شد
پس بلائے دوست تطهیر شماست
صلح می خواهی بلا جنگ و جدال
ظاهر کار تو ویراں میکند
تا شود بستان و کشت برگ و بر
هر چه خواهد بر کند او را روا است
بشنو اینجایک حکایت میکنم

اندرش باشد چو او در خویش او
بر سرش تاج حکومت می نهد
سیکند الضاف بے رو و ریا
راز دار کم خفی و کم حبلی
یا و باشد دشمن تو ابرتر است
بخت بر تخت خود عالی کند
تا که شانش راشد اظہار
پس چگونہ کرده این کارش بهیر
چوں به پیرد کار او شد شیطنت
سلطنت باید که باشد پایدار
می شود بار دیگر نظم جدید
در محمد احمد مجد المجید
بهر او هر کار او مسعود شد
علم او بالا زد بهیر شماست
لقمه می خواهی بلا رنج و ملال
لیک خارے راگستاں میکند
تا نگردد و نظم او زیر و زبر
بهر او شایان و زیبا و سزا است
بلکه میگویم ردایت میکنم

حکایت

از یکے عاشق به پیش یار خویش
کز برائے تو چنین کردم چنان
زور رفت و زبردت و نام رفت
بچ صبح صافی و خنداں نشد

می شمرد از خدمت و از کار خویش
نیز تا خوردم به خوردم صد سناس
اچھ رفت از کام خود تا کام رفت
بچ شام با سوساں نشد

<p>آنچه او نوشیده بود از تلخ و درد باز هم تکرار بر تکرار کرد گفت آن مجنون که ای لیلی من هر چه میخواهی کنون ظاهر کن پیش از جمله کنم تمسیل حکم هر چه منائی بجا استاده ام گز گریه چون شعیب اعلی شوم در چوینس در غم ماهی روم مثل یحیی گو شود خونم سبیل رخ نگردانم نگویم من وعن فی سبیل الله آیم در مصاف می نهم پیش تو شمشیر و کفن</p>	<p>پیش آن دلدار خود بر می شمر د جمله تکلیفات را اظهار کرد من همه رخسار را سیلی من خویش را بر عجب خود آمرکن با ادب استاده باشم صم و بکم بر خط تو پاوسر نهاده ام دشت پیاں مثل صد موسی شوم در چو یوسف در چمن راسی شوم گرد آتش در روم باشم خلیل بهرستان تو دارم جان و تن از سر مو بر کنم هر کوه قاف گر کشم خود را تو گردن را بزن</p>
--	---

سلسله

جواب معشوق

<p>گفت معشوق آنچه کردی بیج بود فرما بوده نه بوده اصلها اصل این شاخ است در زیر زمین خلقت خاکی بجا ک آمیخته خلق آبی را بود دریا چو باغ اذ گواه دازیمین و از نکول</p>	<p>ایں همه از مهر تو سر بیج بود در نه تا این دم بگشته وصلها میوه انی انا در ستر دیں غیر خاکی را به کاخ آنگیخته خلق خاکی را بود آن در دوداغ غلبه کردن بر کس باشد فضل</p>
---	--

سوال عاشق معشوق

<p>گفت آن عاشق بگو آن اصل چیست بنده چوں مصروف شد در بندگی چوں برده در حیات خویش تن</p>	<p>گفت صلتش مردن است نیست بنده گفته نمی شود در زندگی ایں چنین مرده بیا یز زیستن</p>
--	---

عبد چوں در عبدیت فانی شدہ ایں ہمہ کردی نمدی زندہ میوہ شیریں نہاں در شلخ و برگ گر بمیری زندگی یا بی تمام کے اسیر فخر ماء و من شوی گاہے خورشید و گئے دریا شوی گنہ خدا با شعی گئے بندہ شوی گفت آں عاشق بگو آں عشق چیست مدعی عشق چوں نامحرم است لیکن از دانائی می دامن چسبیس جملہ معشوق است و عاشق پرده	از پئے معبودیت بانی شدہ زیں سبب نزدیک ما شرمندہ زندگی جاویداں در زیر مرگ بلکہ بر عیش خدا سازی مقام خو گل و نخل و گل و گلشن شوی گاہے کوہ قاف و گنہ عنقا شوی از کسے ہیچک نہ جوئیدہ شوی گفت معشوقش کہ گویا هست و نیست من چه دامن من نیم سرشار دست ہستی خود را بگوئید عشق دیں زندہ معشوق است و عاشق مردہ
---	--

بیان عشق

نامہ گنجینہ اسرار عشق در گنج عشق در گفت و شنید عشق چو شد بحر را مانند دیگ عشق بشکافد فلک را صد شکاف عشق آں نار نیست نارے نار سوز نار و دوزخ سوز باشد نار عشق گردل دریا بایں یاری کند عشق در ہمزم سرایت گر کند روز و شب جو شد بہ آتش سمجہ دیگ جسم خاک از عشق بر افلاک شد از طفیل عشق بر افلاک رفت آئینہ بر افلاک رفتارش بود	تا قیامت گرم از بازار عشق عشق در یائست قعر ناپدید عشق ساید کوہ را مانند ریگ عشق لرزاند زمین اصاف صاف خود ز نار خویش می سوزد مہنوز بلکہ سوزاند ہمہ ابنار عشق مفت خود را دوزخ ناری کند نعرہ و فریاد و ہو بر کند خون جاں را می خورد مانند ریگ کوہ در رقص آمد و چالاک شد جسم خاکی بود آں در خاک رفت بر زمیں رفتن چه دشوارش بود
---	---

مرغ پدناستہ کے پراں شود
 عشق را صد بار استکبارست
 عاشقی پیدا است از زارعی دل
 علت عاشق ز علتہما جداست
 صحبت عاشق ترا عاشق کتہ
 ہر کہ راجا نہ ز عشقی چاک شد
 باید عاشق را کہ گوید این چہیں
 شاو باش اے عشق خوش سولے ما
 اے دوائے نخوت و ناموس ما
 چشم تو از چشم ما روشن تر است
 من چہ گویم عشق را شرح و بیاں
 چوں مسلم اندر نوشتن می شنافت
 چوں سخن در وصف این حالت رسید
 ایں ہمہ اسرار کے ظاہر شود
 گیر و مشر گر طفل شد صاحب کمال
 جسم او لاغر شود بے دل شود
 کے بماند جسم و دل روح و رواں
 پس ہمہ دنیا چو بازار کد
 عشق کاذب را گرفتہ کاذبیں
 آنکہ صادق می شود و صدق شد
 ہر کہ عشق آرد خود معشوق شد
 چشم را از غیر و غیرت و دختہ
 دمبدم از سوز بریاں می شود
 ناری آلاہست ناری ناری عشق
 ناری چوں اینست ناری چوں بود

نغمہ ہرگز نہ دریاں شود
 عشق با صد نازی آید بدست
 نیست بیماری چو بیماری دل
 عاشقان را مذہب و ملت خداست
 صحبت فاسق ترا فاسق کتہ
 او ز حرص و عیب کلی پاک شد
 اے وجود عشق را صد آفریں
 اے طبیب جملہ علتہائے ما
 اے تو افلاطون و جالینوس ما
 مسکت از نور غیبی انور است
 چوں عشق آیم حیا آید از اں
 چوں عشق آمد قلم بر خود شکافت
 ہم قلم بشکست و ہم کاغذ درید
 چوں کسے از عشقہا ما ہر شود
 گشتہ عیسیٰ نفس در عز و جلال
 در گذشت از نقصہا کامل شود
 روح روح اللہ باشد بے گماں
 در رواج عشقہا بینم فساد
 عشق صادق را گرفتہ جاذبیں
 اول عاشق آخرش معشوق شد
 گاہے خالی گشت و گاہے مخلوق شد
 مثل ناری عشق خود را سوختہ
 جا بجا در کوئی ہستی می دود
 عشق را از خود بشد آزار عشق
 صاف ظاہر گشتہ زیں افزوں بود

<p>پس ہمیں پابندی سوزو گداز عشق بدنام است اند بگو ہراں عقل جزوی عشق را منکر شود عقل جزوی عقل کل را دشمن است ایں چنین، عاقل نہ روشن دل شود اے خرد تو ایں چنین احمق شدی عقل گوید عشق ویرانی کند عقل میگوید کہ جسد را بیار عقل قوت گیرد از عقل دیگر ہر کسے از دیگرے خوئے برد آزماید عقل دور اندیش را کس ز کوه و سنگ عقل و دل رحمت گلشنے کو نقل روید یکدم است نقل جاہل مرد را احمق کند</p>	<p>شد بنام عشق با ناز و نیاز ورنہ این عشق است رازے لذت گرچہ بنماید کہ صاحب سر شود از پئے این عقل آتش روشن است جنبت او درستی او سل شود در وجود خوشی پنتی شدی عشق گوید عقل نادانی کند عشق میگوید کہ جسد را گذار پیشہ گر کامل شود از پیشہ گر خزبہ از خزبہ بوئے برد پس از اں دیوانہ سازد خویش را فہم و ضبط و نکتہ مشکل نہ جست گلشنے کو عقل روید خرم است عقل را بے نوز و بے رونق کند</p>
--	---

سوال عاشق

گفت آل عاشق بہ عنہما این سخن	شان عاشق را بمن آگاہ کن
------------------------------	-------------------------

جواب

<p>گفت معشوقش کہ جسد گفت خیر بالتکرار میگویم ترا چوں کسے بر جاہ و دولت می رسد ہر کہ را باشد مزاج سخت و است زین سبب دشمن بہ عاشق می شود دشمن عاشق شود خود ذات او</p>	<p>باز میپرسی چہ گویم زین بہت از تقاضا جاں بلب کردی مرا بدگر بر جاہ او آرد خد او نخواہد هیچ کس را چاق و پست دشمنے گویا بخالق مے شود عشق او از بہر او آفات او</p>
---	--

حلیۂ عاشق

حالتش از غیر حالت می شود
 اندرین حالات می دارد کمال
 چہرہ اش پر نور و حسن و جمال
 می شود جادو بیاض شیریں سخن
 حجت و برہاں - دلیل آرد عجیب
 رعب اوبر ہر کس و ناکس شود
 ہرچہ پندارد ہماں دم می شود
 پس چنین کمال اگر خارے بداد
 کالمے گر خاک گیر و زر شود
 ہرچہ گیر و علتے علت شود
 می ندارد در وجود خویش عیب
 در عالم نباشد شیر چشم
 سیر چشمیں را گدا ہرگز مگو
 مردم نادیدہ باشد زو سیاه
 حکم ناقص را مکمل میکند
 سنگ بر آہن زنی آتش جہد
 ظاہر آگو یا قدم بیرون نہاد
 بوئے گل دیدی کہ آنجا گل نہ بود
 بس چنین کمال بہر عیبی نہ بود
 از دم عیسی ز گل مرغے سفید
 باچناں کمال چنین باید نمود
 موم و میزیم چوں فدائے نار شد
 پیشتر بودہ تمت غایت کثیف

خفیتہ روح مشیت می شود
 از کما لاتیکہ باشد لایزال
 چشم و پیشانی منور با حلال
 ہر اثر ہرچہ کہ گوید از فہن
 از کلامش ہوش می باز دایب
 گر بہ جنگ آید نسوئے پس شود
 از خدا و خویش بے غم می شود
 او نہ خارے داد گلزارے بداد
 ناقص از زر برد خاکستر شود
 کفر گیر و کالمے علت شود
 دسترس باشد بہ جملہ علم غیب
 از ہمہ عالم بپاشد سیر چشم
 بیچ از دیدار شاں سیری مجو
 مردم دیدہ بود مرآت ماہ
 دست و پا بیرون آں قانون زند
 او بہ امر حق قدم بیرون نہد
 ورنہ در باطن بسوئے حق فساد
 جوشش دل دیدی کہ آنجا گل نہ بود
 روح عیسی گاہے بے یگی نہ بود
 بال و پر بکشا و مرغے شد پرید
 دست بستہ حاضر و سر در سجود
 ذات ظلمانی او الوار شد
 پاک شد از صحبت روح لطیف

تخمِ امش کاشته در ارضِ شور نارِ خداں بارغ را خداں کند گرچه سنگِ خاذه و مرمر شوی ہر کہ آں مردِ خدا را دل بہ جُست گشت ملحوظِ عنایتِ تہائے حق ہر کہ شد مقبولِ مقبولِ لایِ حق حُبِّ شاں گویا کلیدِ جنت است پس ز الفتِ دروہا صافی شود از محبتِ مردہ زندہ می شود از محبتِ اُبیئے فاضلِ شود عاشقِ اللہ را عاشقِ بشد	چوں دمیدہ روح شد پر زور و شور صحبتِ مردانت از موالِ کند چوں بہ صاحبِ دل سی گوہر شوی در ادائے خدمتِ او گشتہ چیت ہست محفوظِ عنایتِ تہائے حق گرد و لطفِ خدا را مستحق خضمِ شاں گویا سزائے لعنت است مصطفیٰ را در دہا شافی شود وز محبتِ شاہ بندہ می شود وز محبتِ ناقصِ کامل شود رفتہ رفتہ خالقِ خالق بشد
--	--

سوال عاشق

گفت عاشق آں میجائے نال خویش را در سترِ کمینوں داشته آں کجا باشد مرا آگاہ کن	اعنی عیسیٰ صاحبِ عشق نہاں ہستیش را در خویش کاشته رحم واللہ برم بند کن
---	---

جواب معشوق

گفت معشوقش کہ اے جنطِ اسحاس نمرہ آں شاخ بایہ روحِ پاک شجرۃ المریم نیار و روحِ بد شجرۃ الطوبی طیبے آ و رد باطنِ طوبی و طیب یک شدند روحِ قدسی را خورد روحِ الایس ہمدہ شئی را آکل و مالکول داں	شاخ چوں ظاہر شدہ ہاید اساس روحِ ناپاک است بیرونِ چاک چاک شجرۃ الملعونہ خبیثی تا ابد شجرۃ النجشی نجیثے در برد شجرۃ آزاد آں بے شک شدند تحفہ قدسی نیاید از زیریں مہر سی ہر منزلِ مقصود و ناں
---	---

<p>چوں دولت از فکر مہبوت شد چوں الف گر تو مجدد می شوی کے اسیر جس آزادی کست</p>	<p>منہایت عالم مہبوت شد اندریں رہ مرد مفرد می شوی کے گرفتار بلا شادی کند</p>
<p>جواب عاشق</p>	
<p>گفت عاشق من ندارم قتل و ہوش پس کجا من جستجویش را کنم ہر طرف جو یا کے انسان گشتہ ام گفت معشوقش کہ ایں امر است - عام جانپہنس دل مائل شود پس غیثے را غیثے می کشد نوحیسی می کشد سوئے غرا دل ترا در کوئے اہل دل کشد زین سبب بر جس خود عاشق شود ہر کہ بر اللہ عاشق می شود ہر کجا رحش بود خواہد شناخت عاشق اللہ گر از دل نشد روح را بگناشتہ موئی بشد خواہد ادبے دارویش مہاں کند بلکہ بے نان و نمک سیری دہد بے اتالیق و کتب تلقین دہد یا دکن ہر حرف آں استاد را معنی ہر حرف را اوراک کن انشرار الصد گردو از ملام گاہے در خشکی گھے دریم شود</p>	<p>جملہ از من رفت با جوش و خروش اصل دیں را از کجا پیدا کنم می نیایم ہیچ - حیراں گشتہ ام دوستی بہ جس گردو لا کلام بہ لذتے با ہمہ گر حاصل شود چوں غیثے را غیثے می کشد روح قدسی می برد سوئے علا تن ترا در جس آب و گل شود عاشق خالق چو خود خالق شود روح اللہ را موافق می شود حب آئیں خویش را باید باخت بہر روح اللہ او قابل نشد روح را بگرفتہ بس یچی بشد جاں دتن بخشد اگر بے جاں کند گر نداری دل ترا شیریں دہد ہر چہ خواہد جملہ آن دایں دہد کاف و دایہ و عین و صا و را تہذیب سینہ خود را ازاں بس چاک کن حیرت افزایہ باہل زاود بوم بلکہ علم و عقل را مریم شود</p>

طالب مولیٰ مذکر می شود
 هر که از دین بے پروا بود
 خویش را آنکس که دفعه کرده اند
 شَبَّهَ اللہ والشباب مرتین
 ظاهراً کارش مشط می شود
 ظاهراً الماس باطن لعل هست
 بے سعی آید گئے باشد سعی
 چوں شود اول بهایہ ثانیش
 تا بدانی علم را اقسام هست
 علم در یائیت بے حد و کنار
 علم با صدہ غسل یاری کند
 در تصور صورت جانائش بخش
 سزنگوں گشت تصور کن چنیں
 تا تصور کن در دنت دلبر است
 آئینہ در دست و تو در آئینہ
 چوں دروں دیدی بدیدی خویش را
 صحبت ہر یار و ہر نہد خیال
 صحبت یار یکہ او را یار نیست
 بان جانان نام اورا داشتند
 گاہے یحییٰ گفتہ شد یا خود ہو
 در بدن اللہ را گوئی ہو
 ہوش ما از غیر حق آگاہ نیست
 از ازل شد عالم علیم وجود
 از تفکدہ چوں دل خالی کنی
 خلع کن خود را ز خود ہزار شو

گرموت ہم بود نرمی شود
 بزجمیع آفریں سفید بود
 دفعہ کے کروند دفعہ کرده اند
 در جہاں نامیدہ از بخش احین
 لیک در باطن مطع می شود
 تو مگر نمی کہ جملہ جل هست
 پُر شود از ذات پاکش ہر کمی
 از کمی مطلب ہمیں از بانش
 علم غیب از قسم ادیک نام هست
 طالب علم است خواص بحار
 بے عمل چوں گشتہ ادناری کند
 یگر نمی باید مرد در پنج و شش
 ہمو جانان تو ہستی ہم نہیں
 تو برونی دلبر تو اندر است
 اندر و باہر توئی ہر آئینہ
 آفریں آئینہ خوش کیش را
 دور کن در صحبت آں ذوا بحال
 ہر کہ یارش کردہ خود ہیار نیست
 گاہے یحییٰ گفتہ و بگذاشتند
 شد ز رفت نفس آواز او
 او ہر ہمایے یحییٰ ہائے ہو
 در گرجانم بجز اللہ نیست
 شد مدد باقتل در نبود
 منظر الوار احسانی کنی
 پس ازاں سرما پیاوار شو

این افسار از پئے ہر فیلسوف
 شد درس ہر عاشقِ حقِ دوست
 پس ازین توحید او آموختہ
 گفت می خواہم نہ حسنِ پُر زوال
 فکر می سازم نہ حسنِ جمال
 اندرین فانوسِ پنهان روشن است
 شیشہ خالی کجا روشن شود
 این ز عکسِ روئے رونق یافته
 حسن را بگذاشت بر روئے حسین
 صورتِ آتش بود پایانِ دیگ
 صدمتش بیدون و معنی اندرون
 آنکہ از آبِ مقدس می شود
 عشق لومید او و معشوقش نہاں
 چونکہ صاحبِ ہمت آمد مرود شد
 روح خود را جسمِ خود دار و جدا
 منفصل با یک و گر بے انفصال
 پس ز جنسِ خویش خود ظاہر شد
 چون شرارت نہ تو پنهان راز راز
 صد سوال و صد جواب اندرونش
 اصل ارض اللہ قلبِ عالم است
 تو درونش او درونت و مبدم
 سرمد مادہ گوشت کربن شرطیت
 تو دل خود را چو دلِ پنداشتی
 خانه ییحیی زیادش پاک کن
 فکر کن باشد کہ بجای رہے

می دہد او را علوم و حد و قوت
 و قزو تدلیس او را روئے دوست
 خویش را در پیش او واسختہ
 بلکہ خواہم حسنِ دیگر لا یزال
 از کجا این حسن را گشتہ کمال
 این فقط یک شیشہ نوز انگن است
 زیر نور چشم نوز انگن شود
 خون بجوش آمد چنین بر تافتہ
 منتقل شد جانبِ حسنِ آفرین
 معنی آتش بود در جانِ دیگ
 معنی معشوق جانِ در تنِ چو خون
 خون او الشربے مس می شود
 یا بیدون فتنہ او در جہاں
 ہمچو خورشید از بلندی فرو شد
 مہر چوں بر چرخ در دنیا ضیا
 متصل با یکد گر بے اتصال
 پیش جملہ احمقان کاغذ شد
 ہمچنین اللہ در خود واء و بار
 میرسد از لامکاں تا منز نش
 لامکاں است و ندارد فوق و پست
 اندرون باشیدہ باشی در عدم
 کارول را جستن از تن شرطیت
 جستوئے اہل دل بگذاشتی
 از بصیرت اندراں ادراک کن
 راہ آن باشد کہ پیش آید شے

تو بہ او باشی و او باشد بہ تو
 و قس ہشیاری چو آبِ روغن بہت
 تن ز جان و جاں ز تن مستند نیست
 در میان جان و تن راز نہ نہانت
 پس ازیں صد شکر انعامش بکن
 اے بسا کار یکہ اول صعب گشت
 دیدہ و الیکہ کس واقف نہ بود
 ہر یکے مرد دیگرے سر مست شد
 ہر یکے مرد دیگرے را دوست شد
 اے توئی کہ بے بدن واری بدن
 عاشقش بر غیر حق عاشق نشد
 چوں نشد یحییٰ نخواہد شد قدیر
 پیش اکوم بود حال آب شد
 نیست یحییٰ بلکہ ملین ذات او
 ہر کہ شد فانی در دانش شد خدا
 چوں خدا باشد نہ باشد مصطفیٰ
 خاک ز رشد ہیبت خاکی نہاند
 آن خزان و نالہ و فریاد و آہ
 جان اہل منظر در گاہ شد
 صدمت اللہ را آنکس کہ دید
 یک یحییٰ را بجز یحییٰ نہ دید
 پس ہماں یحییٰ خداے ذوالجلال
 اقتدار خویشتن را صرف کن
 سید ہ جاں را ز آتش گوشمال
 پس ہمہ افکار و ذکر و یاد او

مست گشتہ ہر چہ خواہی بر بگو
 وقت مستی ہر چہ جاں اندر تن است
 لیک کس را دید جاں دستور نیست
 در دم واحد نہمان و در عیان نیست
 غور و فکر و خوض انجاش بکن
 پس ازاں بکشادہ شد سختی گشت
 راز پنهان را کہ کس کاشف نہ بود
 جاں بجان و دل بدل پرست شد
 در رگ و پیمان و در ہر پوست شد
 پس مترس از جسم جاں بیرون شدن
 واقف این سر بجز خالق نشد
 چوں فنا در آب شد گشتہ غدیر
 گمہ دے دین و بے اسباب شد
 روح او صلوات او بر کات او
 اندروں واحد بروں ہر دو جدا
 بلکہ بہتر از محمد مصطفیٰ
 غم فرح شد حال غمناکی نہاند
 زین خوش و مر حبا و و راہ و راہ
 جان سجاں خود منظر اللہ شد
 شد فنا در وحدتش گشتہ وحید
 ہر دو واحدائے ہمیش نامہ دید
 ثنائیش ناممکن و خود لا یزال
 از پے منظور خود را ظرف کن
 تا بدانی قدر ایام وصال
 در دولت آباد از ایشاد او

در نہ کے داری تو ان ذکر او
 این نہ پنداری کہ از پندار و فکر
 تونہ صیادئی او صید کمند
 صورت از بے صورتی پیدا شدہ
 توجہ فہیدی کہ میخی ہست جان
 او خدا کے خالق ارواح و شے
 ہر کہ از اسرار حق آگاہ شد
 را ز دل را در دل خود داشتن
 دانہ چون اندرز میں پنہاں شود
 پس خدا را روح فہیدن خطا است
 او بری از پاک و نا پاکی ہمہ
 ہر کہ مجبوریتش را آنسید
 پس ہماں فردے فریدے آفرید
 واحدی در وحدت ساکن است
 ہر کہ گیرد از عصائے کار
 ممکن است و ممکن است ممکن است
 از عبادت این نہ حاصل می شود
 از عبادت گر کہ گشتہ دلہ
 از عبادت تہا نہ تو مردم شدی
 لنتانی لنتانی پس برو
 نعمت عظمیٰ بگشتہ عاجزی
 سنگ اندازندہ با صد برگ و بر
 سر بیند از ہمیشہ برو بار
 بس برو نزدیک سچی سنگوں
 پیش مائل را و حق را و حق است

خاک باشی گرو می حد فکر او
 صید او را کردہ از یاد و ذکر
 تونہ آزادی داد در قید بند
 خود بہ صورت تہائے خود شیدا شدہ
 اسے توبے ایمان و بے نام و نشان
 روح باشد خالق ارواح کے
 پس ز بانہش در بیاں کوتاہ شد
 ہست گویا تخمہا را کاشتق
 پس از اں سر برئی بستاں شود
 چون ندانی این بدایں بس او خدا است
 از گراں جانی و چالاکی ہمہ
 عبد و مجبور آفرین گشتہ فرید
 اندرون وحدتش خود را کشید
 مسکنش از ہستے ناممکن است
 آں یکے خود را کند صد یا رہ
 گاہے اب گاہے ام و گاہے بن است
 در یا ضمت این نہ کامل می شود
 عابدان گشتندے ابن بے حد
 یا ز کوششہا نہ از گندم شدی
 وعدہ سوئے ترانی بس برو
 نیست ایں دولت بہ گنج قرمزی
 سنگ را یا بد ز سخی بار و در
 سر بیفزارد ہمیشہ نا بکار
 دست بستہ ساکت دے لفظ چوں
 ناپسند آنکہ از حد احمق است

<p>دور کنِ ایں محبتِ جملہ علل او اگر تسلیم کردہ شد قبول کارِ مہ رامہ کند بر آسماں کارِ سازِ کارِ تو در کارِ تو بس برودر ذاتِ او فانی بشو تا کہ لامعانی شوی ثنائیِ مباحث از مکافاتِ عملِ خافل مشو باز آ از گفتگوئے این و آن ہمسری با انبیا برداشتی بس زبانِ خویش را کو تاہ کن چوں شنید آں عاشقِ پیروزہ فن نیست عاشقِ جز کے دیوانہ تر پس زدو پیش رواں دریا شدہ</p>	<p>تا نیار و دولت چیزے غفل در نہ جملہ کارائے تو فضول کارِ شہ راشہ کند در وہاں فکرِ تو در کارِ تو آزارِ تو کو اندرش مستملکِ ثنائیِ لبشوب تا دو تائی تو باشد پاش پاش گندم از گندم بر دید جو ز جو تا بیابی نورِ حق در دلِ نہاں اولیا را ہمو خود پنداشتی از دلِ فارغ تو قصیدِ راہ کن آہ سردے بر کشید از جان و تن چشم و گوش و عقلِ او شد کور و کر سخت نالاں جانبِ صحرا شدہ</p>
--	---

جوابِ عاشق

<p>گفت من آں حقہا برداشتم جز خموشی من چہ گوئم اندریں در دلِ من رنجہا انداختی تا روم من سوئے خلوت و نماز پس مناجاتے بگوئم پیش او مثلِ مجوں بلی بلی می کنم من چہ گوئم یک رگم ہیا نیست عاشقم بر یار و او ظالم من منکہ خود را خواستم یارش کنم اوز یکتائی نہ گنجہ در دوئی</p>	<p>ترک کردم انجہ می پنداشتم ہرچہ باد اباد از چرخِ بمل صد امید اندر دلم افراختی پرسم ایں احوال از دانا کئے طاز من نیم درویش جز درویش او خاطرِ خود راتسلی می کنم شرحِ آں یاریکہ اورا یار نیست صحبّتِ دو مختلف شد انجمن در خودی خویش دلدارش کنم پس مرا بکشیدہ سوئے بیکسوئی</p>
---	--

چوں ہمہ فرواے من امروز شد لے خو نفسم بیا یاری بکن تو کہ ہستی میکده خونت شراب مطرب ناموش شد نغمہ سرا اینقدر کمزور ہستی اے ضعیف روسیہ بخت سید دفتر سیاہ من بہ امید فقر بہائے شاہ رشتہ در گردنم لنگندہ دوست در تہ ہوزخ برو شد جائے تو الغرض رقتاء و دالپس آمدہ	جملہ خود اندازد خود اندوز شد از محبت بار برداری بکن ساش اورامی خورد در وقت خواب رقص بر غوثان برقصاند ترا خویش را گئی خداوند لطیف ساختی خود را ز فصل بد تباہ از وطن آوارہ افتادم براہ می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست تا ابد گردیدہ شد مادائے تو مثل اول باز نا کس آمدہ
--	--

گفتن معشوق بہ عاشق

تو نہ فہیدی۔ بگفتم بارہ عمر تو صد سالہ ہستی ولد گاہے کوہ و گاہے صحرا گاہے شوت بوج دریا را کجا خواہی شنافت آب حیواں را بجاک انپاشتی تا بیابی از کسے مال کمال شاگرد و از نشاط و سروری یعنے عیسیٰ روح رب العالمین در ہمہ اوصاف لا ثانی لیشو بس نم سلطان ہر کون و مکاں کار بند بر سما عی نیستم گوز خرم ہستند یا بول و ہراز	گفتن معشوقش چہ کردی کارہ تو ازیں اسرار ہستی نابلد چونکہ عمرش در رخشی گذشت آب حیواں را کجا خواہی بیافت اے درینا گنج را بگذاشتی نصرت الداخل بہ میں در بیت مال طالع آنکس کہ باشد مشتری ہر کہ را گویند ذی العرش المکین اندرون ذات اوقانی بشو خواہی گفت از اختیاریت نہاں نقشبندی در فاعی نیستم قادری و چہستی و دگیسو و راز
---	--

بیچ از مخلوق مارا کار نیست
 بحرِ آلا، بتیش را ما ہیتم
 عشق آں عشق آفرین آتش زن است
 او بن پوشیده و من ظاهر
 وقت آں آمد که من عریاں شوم
 رتبه مارا نمی داند کس
 رتبه را شد رتبه از ماسه چند
 در انانیت نیم بیروں شدم
 من فناء و توفناء و اوفناء
 گم به او گویم ترا گاهے منم
 شمع از پروانه گونا موش شد
 پس نمی دانی چرا حجت کنی
 هر که از من سرکش درو بیچ شد
 را زما غیر از هذا محرم نه بود
 من هماں آہم نمی دانی مرا
 پیشتر در معنی موئی شدم
 آں زمن زائیده در رمز پدر
 پیش کل مصداق وحدت یافتی
 چوں خدائے خود سر و خود آفرین
 هر قدر تعدد و انساں می شود
 اندرین تشویش کن لے خلق خاک
 مهر تنها بر فلک گرد و طلوع
 در همه جانیز در هر ظرف آب
 خلق او چوں اینقدر دارد ثمر
 پس ز هر گونه صداقت یافتی

زین سبب هر کار ما و شوار نیست
 مصطفائی نیستم الا ہیتم
 جان من آتش زن منیزم تن است
 هر که شد منکر برو صدقا هر م
 جسم بگذارم سراپا جان شوم
 آنکه می داند نمی داند بے
 در انانیت نه هستم قید بند
 بے انانیت زچوں بے چون شدم
 شد فناء اندر فناء الا انما
 هر چه گویم آفتاب روشنم
 آفتاب از زره کے مدہوش شد
 آنچه میگوئی به خود لعنت کنی
 بودہ گر چیزے ز چیزے بیچ شد
 آہ راجز آہ او ہمدم نه بود
 توفیق از نام من خوانی مرا
 چوں شدم موئی ازاں یحیی شدم
 میوه زاده بود در شکل شجر
 پس بکثرت جمع کثرت یافتی
 از رگ گردن قووں شد در قووں
 آں قدر تعدد و یزداں می شود
 زین جهت پاکست آں یزدان پاک
 روشنیش می شود هر جا رجوع
 می نماید خویشتن را آفتاب
 چوں ندارد خالق مطلق اثر
 از دلائل صد شهادت یافتی

مصنّف ہم کم پئے ناکس بود	ما قداں را یک اشارہ بس بود	
	گفتن عاشق بمعشوق	
من چگویم خیر میگویم بناز من چه دانم کیستی تو خود بگو سوختی مارا و خود افروختی	گفتہ عاشق لے توئی و نامے راز ذات تو داند کس جز ذات تو ساختی مکے دما را سوختی	
	مقولہ غیر	
یا الہی چیست این سہ نہاں باز میگوئد کہ من ہستم جدا خونش را از ذات خود افراختہ من چه بنیم آدمی نا آدمی مثل پوکے حار ویا اندر من شد فنا در روج اعظم و السلام	میم چون بشنیدہ حیراں شد ازاں قدرت خود را بگوئد چوں خدا صرف ما را یک قدرے ساختہ او برقت و تو در اینجا آدمی بوئے تواز تو چنینی آید بمن این سخن بشنیدہ چوں میم امام	
	آمدن محمد پیشہ کی کمال ادب	
گفت اے تو باعث عشق و جنوں عند لپ گلشن جانان شدم پس ازاں از ناز سراں تراختہ یعنی ہستی یعنی بیجا۔ بگفت دور خورشید رخس لیل و نہار منطقی راشد ازاں غایت عجب وہم و خفقان و جنوں محسوس نیست این دم عیسی غالباً یحییٰ شود جملہ دشمنہا بگشتہ بے مراد	او بیامد پیش یحییٰ سرنگوں از کلام نازنین نازاں شدم سرنگوں گشتہ تبسم ساختہ نام چوں دریافتہ حوا بگفت کا کش لیل مسلسل تار تار آفتاب آمد بروں در وقت شب گفت اور ویا ئے تو کا بوس نیست گردم یحییٰ درم عیسیٰ شود در ہمہ عالم تزلزل ہما فتاد	

مقولہ غیر

چشم او بکشا دو دیدہ هیچ نیست
گفتہ با او یوسف زریں رسن
خوشر آں باشد کہ ستر دلبران
اول این رویا فقط یحییٰ بدید
گر کسے بیند ترا رویا بدید
نسب خواب پریشاں موئے تو
منکہ گفتم خواب این ہم خوابت
تو کرا یحییٰ بخوانی اسے بلم
پس ہماں یحییٰ کہ یحییٰ دایم است
کشتی مقصود من غرق آب شد
از فریب و مکر اخوان الم
از چہار اطراف گرگان ستم
کاروان رحمتش گذرد اگر
لاجرم پیش زینہائے جہاں
شکر تا آرد بجای یعقوب عین
پس ازیں گفتہ کہ اسے ہمارا
ہر دو یک باشم نباشم بس جدا
دید یحییٰ را بچشم برتری
از خزینہ یک انانیت بداد
ظاہراً در ہیکل انساں بشو
عود کردم از انانیت بہ تو
جاہلان گویند یحییٰ کافر است
ایں ہمہ برخویش لعنت میکنند

اوچہ دیدہ یا شنیدہ هیچ نیست
تم باؤنی آدم در انجمن
گفتہ آید در حدیث دیگر ال
الکون این رویا ہمہ دنیا بدید
گر غنی بیند ترا گویا بدید
تو ہمہ را خواب دانی خوشے تو
از بے بیخوابی دل بے تاب ہست
بلکہ این یک نام از نام عدم
ناہم بے نوم دایم قائم است
ہستیم برباد و بے اسباب شد
یوسف مقصود من در چار و غم
در پئے آزار گشتہ و سبدم
پس رسم در مصر مطلب زود تر
دست بستہ سر ہم بہر اماں
گر تن گم گشتہ را یا بد حسین
روح من ہستی من منے نامین
نا پسند آمد دوتی نزد حنرا
داوہ اورا سخت و تاج سردری
گفتہ مفتاح است از بہر مراد
باطناً بہر انما پس آں بشو
خواہم ہر کس را شود در گو گو
از کلاش کفر گویا ظاہر است
زیں سبب بیکار محبت میکنند

<p> ثنویم آتش و مضمون الاؤ ہر کہ خواہد دوست یا دشمن شود صاحب ایماں از اں گریاں شود آستین از چشم بر دارم اگر لوح محفوظ خدا باشد جہاز انکوں از یحیایت بیروں شدم نال و نئے - ثانی و لبھاؤ زباں ہر چہ شد از گفتہ ءے من شدہ آنکہ بگرفتہ گرفت از مال من پس ہماں الفاظ را منظوم کرد گر از اں گفتہ مثلاً خوف چیست مصوت کروم چنین گفتہ چناں چیدہ و ناچیدہ ہر دو گفتہ ام معنی و الفاظ جملہ ہست و نیست دیگر اینکہ شعر او مقبول شد آفریں از من چو شد تحسین بشد چند از اں مقبول و مر دو آمدہ پس مگو ہر گز کہ کروم اقتباس ثنوی حضرت یحییٰ بن خواں </p>	<p> گشتہ تاثیر بخارش تاب و تاؤ تیغ فولادی و یا سوزن شود چشم تر مانند باریاں شود غرق گردد وین و دنیا سرسبر نا خدا باشد خدا کے بے نیاز نقطہ پیوستہ و رکیوں شدم بے خطا ہستند از حرف و بیاں من نہ گاہے بند جان دتن شدہ حرف و لفظ و فہم و معنی جان دتن رفتہ رفتہ ثنوی مرقوم کرد مالک ہر چیز غیر اللہ نیست گر بخواہم نظم باشد ہر بیاں نظم خود در نظم او و اسفستہ ام افضل از یحییٰ بگو مارا کہ کیست لذتش با ذوق من موصول شد از پئے اشعار بد نفریں بشد چند از اں منحوس و سعود آمدہ ورنہ بر تو لعنت من بے قیاس ہست جملہ کائنات و مغز آں </p>
--	---

چنانچہ وہ ایک ایسا جس کا کچھ نام نہیں اُس نے اپنے علم کے بادی میں خود کے بارہ میں دوسرے
 پر رکھ کے یہ کہا کہ میری تو اُس ایک کے نزدیک کچھ حقیقت ہی نہیں ہے جس کو یہ ہوا - خواہ -
 یا ہو - یا - یحییٰ - ایا - صرف - یا یا - یا آ - یا مائے مائے یا آہ آہ کہتے ہیں کہ اس کا کوئی
 سہی نہیں ہمیشہ سے اول ہی اول ہے ثانی ہو کر لاثانی ہو جاتا ہے جس سے سہی و ثانی کا اطلاق
 ہی صادق نہیں آتا - اُس کے بے شمار اوصاف ہیں کہ جس دم اُس نے اُس کی صفت کا نام لیا
 تو فوراً اُس صفت کا ایک عالم قائم ہو گیا اور سب اوصاف و عوالم نے متفق ہو کر یہ اشتیاق ظاہر کیا کہ

ہم بھلی کو دیکھنا چاہتے ہیں اُس کا کیا ایڈرس ہے؟ تو اُس کہنے والے نے یہ کہا کہ وہاں تک پہنچنے میں بڑی دُکھ اٹھانی پڑیگی اس واسطے اُس طرف نہ جاؤ۔ لیکن میں تو ضرور جاؤنگا۔ تو سمجھوں نے کہا کہ مجھ کو بھی ساتھ لے چلے تو اُس نے کہا کہ میرے جانے میں ابھی دیر ہی ہے۔ تم کو جانا ہو تو جاؤ۔ مگر جہاں مجھ کو دیکھو عین اُسی کو موضوعِ بحثی سمجھنا انداز جس جس صفت سے تم سب بنے ہو اُس صفت کا ۱۱ چہتے ہوئے سفر کرو جب جا کر بھلی کا پتہ لگے گا۔ ورنہ ذری سی خوشی میں سب نہایت ہو جاؤ گے تو سمجھوں نے کہا کہ کس طرح پہچان سیکھنے کو تو فلاں مقام پر ہے؟۔ تو اُس نے کہا کہ جہاں تمام اوصاف کا مجمع ہو اور احادیث کی شانِ قدیریت آبی کے ساتھ ہو تو اُسی مقام پر رہو گنا۔ وہی مقام بھلی ہو گا + دیگر اینکہ کیا تم ہمارے رب نہیں ہیں کہ ہمیشہ تربیت کرتے رہتے ہیں؟ اسی طرح تربیت کرتے ہوئے جا جا اُس کا مقام بتانے جائینگے۔ اس نشانی سے تم پہچان لینا۔ پس اس قدر وعدہ ہدایت کافی ہے + یہ سن کر سب کے سب بھلی آباد و جانی کے لئے مسافر ہوئے + اُس وقت وہ ایک جس نے اپنا نام بھلی رکھ کے سب کو سفر کرایا۔ یعنی بھلیاے حقیقی نے اپنے چمکیلے تانفس کو جو حیۃ البرق کی طرح لہریں لے رہا تھا نکالا جس کو روح اللہ کہتے ہیں اور اُس سے کہا کہ اے روح اللہ تیری اور میری بھلی کے آگے کچھ حقیقت نہیں ہے جو تمام اکوان سے مبرا ہے اور جمیع الوان سے مبرا۔ اور سایہ لمعان سے مطرا۔ موجبِ عروضِ موت اور حد و سب حیات وہی ہے۔ خالق و بدیع بانی و رفیع۔ موجد و جاعل۔ فاعل و فاعل ہے۔ بریں صفات ہم محض بری الصفات اور بالکل مستغنی عن الذات ہے۔ اُس کے جمیعِ عوالم سے عالمِ تحتانی ہے جو ادھے ادھے کیڑے مکوڑوں کے رہنے کے لئے بنایا گیا ہے کہ جو اسکی تسلیق و صنع بلڈنگ کو دیکھتا ہے۔ شیشم و ششدر رہ جاتا ہے اُس کے تمام وجودی و علمی عوالم میں ہمیشہ ظلمات رہتا ہے کہ طرح طرح کی قندیلیں جلتی رہتی ہیں۔ اُس کے روشنی کا نام دن رکھا گیا ہے۔ گویا ظلمات سے نور اور اند سے ظلمات اس طرح نکلتا ہے جیسے عدم سے وجود اور وجود سے عدم گویا ۱۵

کونین میں ہے جلوہ حسنِ جمالِ یار۔ بے ایک روشنی کہ ادھر بھی اور ادھر بھی ہے اُس کے عباداتی سفید جوہر کا نام لال ہے اور نباتاتی سُرخ جوہر کا نام لالہ اور آبی سُرخ جوہر کا نام مونگا۔ اسی طرح جماداتی سفید جوہر کا نام ہیرا ہے اور نباتاتی سفید جوہر کا نام کافور و گلِ نسرین و نستران اور آبی سفید جوہر کا نام لولہ ۱۶ جو بات ہے انوکھی ہے کہ ہری بھری ڈالی سے سُرخ و سفید جوہر نکلتے ہیں اور سُرخ و سفید سے پلید۔ نباتات کے عرق سے کاغذ نکلتے ہیں۔ ہرے وقت

سے آگ کیونکہ متضاد ہوتے ہیں۔ اسی طرح شجرہ نسب ہے آتش آبیج جسکو عشق کہتے ہیں وہ نکلتا ہے پھر اس نمکین شجرہ نسب سے اس طرح ایک قطرہ سفید نکلتا ہے جس طرح درختوں سے گوند کہ اس قطرہ سے سونا سلوتا نمکین خوشبو۔ بے بال و پر اور ملت خوار و باغت کردہ خول بنام آدم جسکو ذرا سا سوئی چھانے میں گام نکلتا ہے۔ پیدا ہوتا ہے۔ اس میں سے بخار لطیف اور تھیر ملکہ جمیع جواہرات سے بڑھ کے ایک جوہر پیدا ہوتا ہے جس میں ہزار اقسام کے جوہر رہتے ہیں۔ جس کو روح کہتے ہیں۔ کہ گویا کسی جگہ مٹی سے جوہر ہوتا ہے اور کہیں جوہر سے مٹی۔ کہیں بھری سے سرخی ہوتی ہے اور کہیں سرخی سے بھری۔ تو یہاں مٹی پانی سے غذا اور غذا سے آب حیوان اور اس سے گوشت اور گوشت میں سے جوہر کہ یہ جملہ عظیم آباد سے پیدا ہوئے۔ وہاں سب میں یہ بات چیت شروع ہوئی کہ از ہر طرف کس چیز کی بو آتی ہے؟ تو کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ۔ مگر اس آدم نے یہ کہا کہ الورو کی بو آتی ہے۔ بہوں نے پوچھا کہ الورو کیا چیز ہے؟ تو اس نے کہا کہ محض سے محض لطیف اللطف عظیم العدم ہستی آباد ہے وہاں ایک خالص توحید و وحدت الوجود کا شگوفہ کھلا ہے جس کے رنگ و بو کے اثر سے تمام رنگا رنگ حالت بنام عوالم ہو رہے ہیں + کہ ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است کا مضمون ہو رہا ہے جس کے طبلہ مشام میں اسکی مجموعہ بوئے اہلی بالکل یکنائی کے ساتھ پونچھے تو مائے خوشی کے اتنا پھولے کہ خود ہی گل ہو جائے۔ بہوں نے پوچھا کہ تم کو کیونکو محام؟ تو اس نے کہا۔ کہ مجھ میں ایک رنگ کا پھول پھولا ہے جسکو عقل کہتے ہیں اس کی بوئے اس کی خوشبوئی کی حالت کسی قدر محسوس کر سکا ہوں۔ کہ اتنے میں ایک ڈانٹ کی آواز آئی کہ جس کے پاس کل عقل و دانائی ہو وہ فلاں عالم کے مفاز و فرصتہ جس کو کسٹم ڈاؤس کہتے ہیں اس میں اس مستعات و متمکانات کی زکوٰۃ ادا کرے۔ کہ اور مزکی ہو تاکہ دماغ کی صفائی ہو۔ کہ بوئے رنگا رنگ کو ہتھام کر سکے۔ کہ سب با یکدگر سوچنے لگے کہ کس عالم میں جا کر ٹیکس ادا کرنا چاہئے۔ اس وقت ساری حالت معلوم کرائی گئی۔ جس میں ایک بشر کی بڑی حمد و ثنائی کہ وہ بشر جمیع آیات الکبریٰ میں سے کر دہ کر دہ چند بلکہ بیشمار بار آیت الکبریٰ ہے۔ اسکے اندر داخل ہو کے ٹیکس وغیرہ ادا کرنے کے بعد ایک بڑی انجیل و بشارت حاصل ہوگی جس کا بشرہ اس الورو سے ملتا ہے اور وہ ایسا بشیر وحدہ لا شریک ہے کہ اگر وہ اس ایسے الورو سے ذرہ بھی جدا ہو تو تمام گلہ ستہ کائنات درود کالہ مان ہو جائے + اور ایسا کسی وقت یقیناً۔ ہو جائیگا + چنانچہ میں اس وحدہ لا شریک روح ریحان اور جان الورو کو تمہاریے حرف و لفظ

و معانی و عبارات میں شریک کر کے اسی سے بلوا دیتا ہوں کہ وہ کیسا ہے۔ مگر اُس لفظی شرکت سے تم اسکے شریک نہیں ہو سکتے۔ تمہارے سمجھانے کے لئے تمہارا لفظ اختیار کیا جاتا ہے ورنہ۔ اس کے کلمۃ العلیا اور حرفِ فطری کو کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ مگر ایسی روح جس کو روح اللہ کہتے ہیں تو جیسے صرف و نحو و انشاء ہر قیل و قال و تحریر میں شریک ہے ایسی ہی انشاء اللہ بنام روح اللہ کی مدد ہر ایک کام میں شریک ہے ورنہ انجام کو نہ پہنچے۔ تو دیکھو وہ کیا کہتا ہے۔ سنو بلکہ اس کی طرف سے میں خود کہہ دیتا ہوں کہ سے

ہو کے عالم میں رہا کرتا ہوں میں ہو کی طرح شونئی تقریر شونئی میں ہے جادو کی طرح زلفِ پیچاں بر سر لوحِ جبینِ آویختہ کمشانِ فرق میرا نور سے معمور ہے زلفِ دامد و لا الہ اور الا اللہ ہیں ایسے چرخ نے چن چن کے وہ دانے پیسے میں ابی دم سادہ کرب پاپ بیٹھا ہو کہیں میں ہوں اک نور آفریں مجھ سے منور ہیں کبھی	اور اُس گل سے گل آتا ہوں میں ہو کی طرح چو کڑی بھرتا ہے ہر مضمون آ ہو کی طرح گھومتے ہیں نرم حرکت یہ گنگناہر کی طرح رات کو تم دیکھتے ہو اسمیں آلو کی طرح اک زمانہ سے ہیں درپے سانپ بچو کی طرح پسینِ الاموت کی چکی میں ستو کی طرح دفعۂ نکلو دنگ راجہ اور سادھو کی طرح تم سمجھتے ہو گل بچنی ہے سکھو کی طرح
--	---

بس یہ سنتے ہی سمجھوں نے زبانِ خموشی سے یہ عرضی پیش کی کہ اس آواز میں جس قدر باتیں بولی گئی ہیں ان سب کی تشریح کیا ہوگی چنانچہ سمجھائی گئی۔ پھر اُس سمجھانے میں جو کچھ بات آئی۔ وہ بھی سمجھائی گئی کہ سمجھوں نے ملکِ بشیر میں سیر کرنے کی درخواست پیش کی۔ وہ منظور کی گئی تو سمجھوں نے یہ عرضی پیش کی کہ کوئی ایسی ترکیب ہو کہ سیاحت و سفر جلد ہی ختم ہو تو کہا گیا کہ سب چیز مسلسل مدور بنائی جائیگی جسکو دور و تسلسل کہتے ہیں۔ جس سے بہت جلد ہی سفر تمام ہو جائیگا مگر شرطیکہ سب گھومتے ہوئے چکر لگاتے ہوئے اور روحِ ریحاں بنام روح اللہ میں داخل ہو جائیں کہیں اگر شکل پڑ جائیگی تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم مدد کریں گے تو یہ کہہ کہ ہم تمہاری تربیت دینے والے مربی و رب ہیں کہ نہیں؟ اگر ہم مربی نہیں تو تم کو مر با نہیں ملیگا اور اگر ہم مربی ہیں تو روح اللہ بھی تمہارا مربی ہوگا کہ روح اللہ عین اللہ ہے۔ کیا مٹی سے جو ہر ہونا اور سبز سے سرخ و سفید پھول نکلتا۔ اور ایک قطرہ سے آدم نکلتا۔ اور گوشت سے روح پیدا ہونا۔ عرق سے کانچ پیدا ہونا یا سب ممکن ہے۔ اور اُس روح میں ہماری روح یا میرا خود داخل ہونا کیا ناممکن ہے اگر ناممکن سمجھتے ہو تو میں تمہارا

مری نہیں اور روح اللہ علین اللہ نہیں۔ جاؤ سفر صورت سقدار دنی النار و سقر ہوتے جاؤ۔ ورنہ اگر اقرار کرتے ہو تو سر تسلیم خم کر کے مسلم بنتے جاؤ اور سب لوگ اس روح القدس کی تعریف میں ہمزبان ہو کر کہو کہ سبحان اللہ الذی لا الہ الا ہو سبوح قدوس ربنا ورب الملائکۃ والروح ۛ کوئین میں ہے جلوہ حسن جمال روح ۛ ہے ایک روشنی کہ ادھر بھی ادھر بھی ہے۔ پس نہ رات ہے نہ دن ہے جو مقبول ہو اور نہ روشن ہو گیا جو مدبور ہو اسب ظلمات بن گیا ۛ

اور سب بات میں ہے لا تنانی
لو غزل گاؤ لوگ حقانی
پس اُسی شان کی ہے لمعانی
خود رحیم اور رحم رحمانی
ایک لقمہ ہے عقل نعمانی
زلفِ پیچاں میں راجِ سبحانی
خوش بیانی و جسد کُسانی
اور طبع رسا کی جو لانی ۛ
چون لو ورنہ ہے یہ نادانی
ہے ازل سے یہ حکم یزدانی
بھر گئی اُس میں رُوح شیطانی
قہر میں بھی ہے رحم رحمانی
تم کو حاصل نہ علم عرفانی
حسن ازلی نہ حسن بَرانی
ہے مُسلم کہاں مسلمان
بھول گئے اپنی تم کتب خوانی
ہے نہ کچھ جائے بحثِ برانی
عقل تم لوگ کی ہے دیوانی
تھے وہ سب چشتی اور حیلانی
چال چلتے ہیں لوگ مستانی

ہے مگر جملہ ٹٹے کا خود بانی
ختم ہے اُس پہ ساری ربانی
جتنی چیزوں میں ہے درخانی
خود ہی ظلِ ظلیل سبحانی
کھیل اُس کا ہے تحتِ خاقانی
میر انور سی شکل نورانی ۛ
ختم ہے اوس پہ سب سخندان
دیکھ لو اُسکی خود درافشان
کُلُّ مستقوٰط ممکن الملقوٰط
والتقو اللہ یا اولی الالباب
ما اہل بہ بغیر اللہ ۛ
بِطَش اللہ ربکم شدید
انما اللہ اسخ فی العلم
اطبلوا الخیر من حسان وجوہ
ذالک فی الکتاب مسطور
کُلُّ شئی عندہ بمقدار
خَلَق کُلَّ فَتْدِرہ
لا یحکا دون تفقہون کلام
کذبت قوم لوط بالمنذر
انظر والفاجرین کا لاخیر

وَقَاتِرَبْنَا عَذَابَ الْمَقَارِ
 احرص الناس من حريص حیات
 ماضی لا یعود من جسد
 نشد انه رسول الله
 جعل الله يسحج راسی
 جعل بعد قوة ضعف
 راحت الروح فی محبتنا
 انا المؤمنین اخوانا
 جوید الله سے ہوا سرکش
 کیا کہوں حال دفترے باید
 بات کرنے کی بھی تمیز نہیں
 ماجستا ہنگ قطعاً
 فدیات بعضہا من بعض
 ان فی ذالک لآیات
 اثنا سمعنا منادياً
 حی ہذا علی کذا وکذا
 انہ ربی احسن مشوی
 بول اٹھا کوئی شخص غیر عجم
 ما عرفناک حق معرفتک
 ربنا بعد بین اسفا
 یعلم المفسدین من مصلح
 بین شر الدواب عند الله
 من اماؤ کذا لک سوء
 یوشک الامران یكون کذا
 نبکم لعلہما فی نفوس

کہتے ہیں اس فیصل شیطانی
 شائق زیت دآب حیوانی
 پھر وہ عربی ہو یا ہوسرانی
 پاک از صورت ہیولانی
 بن گیا بس مسیح روحانی
 ہے مسلط اوس کی سلطانہ
 ہے یہ فرمان فرما نہانی
 ہے یہ مقبول شان انسانی
 بحر احمر کا ہو گیا پانی
 کیسے جائی یہ پریشانی
 اوسپہ ہے دعویٰ ہمہ دانی
 پھر بھی بہتان اوسپہ شیطانی
 متزوج ہوئے بہ آسانی
 ہے اسی میں حلول سریانی
 کہ رہا ہے بلفظ حقانی
 لائے ایساں بنوہ نورانی
 کیا ابھی تک ہے اس میں حیرانی
 جس کو تھی معرفت میں پڑمانی
 رہ گئی عمر بھر پریشانی
 سیر بحرئ و سیر برانی
 اس طرح سے ہے اس کی سلطانہ
 مردوم آزارشی و مسلمانہ
 عقل اس کی ہوئی ہے دیوانہ
 چونکہ سب میں بھری ہے شیطانی
 پھر سمجھتے ہو تنگ دامانی

<p>وحدہ لا شریک لا ثانی کل شے بعد وجہ منانی جس کی اتنی ہوتا پ پنهانی اشکارا میں پھر یہ پنهانی دستگاہی ہوئی وہیں فانی ابنیت ہے نہ بولے استانی اس پر بولیں بخندہ پیشانی مریم الخلق یلغی سیدانی بھول گئے میری ساری بتانی بڑھ گیا جس سے زہر روحانی رو کی گستی ہوں اپنی پیشانی ورنہ میں اور نور افشانی نقا ہی نعمہ سلیمانی بعد از حمد و بس شفاء خوانی</p>	<p>رَبَّنَا لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ اِنَّهُ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ اُس کی جلوہ گری کو کیا کہنا اتنے اخفا پہ آشکارا ہے قال ثبت يد ابی لبس خَلَفَ الْعَصْدِقَ مَا رَيْنَا نَحْمُ وَآخِرُ جِي مَن هِنَاکَ کَیْفَ وَفَعَلَتْ کون ہوں مجھ کو جانتے ہو تم اِنَّمَا تَقْبِدُونَ مَن دُونَ تَتَلَقَّوْا نَحْمُ الْمَلَا شِیْکَہُ استانہ پر تیرے اے محبوب اِنَّتَ بُحَاکَ فَعَلَتْ کَذَا اے تو یہ بھی توئی ہے وہ یہو مکرم بھی سے سیر کو نکلو</p>
--	---

پس یہ کہتے ہی سب کے سب بڑے ذوق و شوق سے اس مبغر الہیہ کی طرف چلے۔ اور یہ نہیں خیال کیا کہ جہاں سے کوچ کر رہے ہیں میں وہی وہ ہے کہ جدا ہونے کے بعد معلوم ہوگا + چنانچہ جدائی سے ساری مصیبت معلوم ہوئی۔ تو لوٹ کر دیکھنے لگے۔ لیکن کئے والا غائب خاموش ہو گیا۔ تو اس وقت وہ بادشاہ بنام یہو ا جہاں تھا وہاں سے اپنے چمکیے تانقہس کو جو حیۃ البرق کی طرح لہریں لے رہا تھا نکالا جس کو روح اللہ کہتے ہیں پھر اس سے یہ سب قصہ بیان کیا جس سے وہ ناؤ گیا تو کہا کہ نفیس و روح کہیں تم ہی تو نہیں ہو؟ لہذا یہ سب تمہارا ہی کھیل تو نہیں ہے؟ تو اس نے کہا کہ یہ سب واقعات مجھ میں نمایاں ضرور ہیں۔ اس پر بھی میں خود سیر و سیاحت کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ آیت الکبریٰ میں داخل ہو کر یہاں پہنچوں۔ تو یہو انے کہا کہ اس میں بڑی مصیبت ہے ہم کو تمہاری جدائی گوارا نہیں درنہ میں حتی القیوم نہیں رہوں گا۔ اس پر بھی اس تانقہس بھل میم نے اسرار کیا اور کہا کہ ہم کو قصور کرتے رہو گے تو با بر حی القیوم رہو گے تو یہو انے کہا کہ فیض باء بسم اللہ سے بہ سفر و قننت مبارک باد بہ سلامت روٹی و باز آئی

مگر جو کچھ تمہارے علم و قدرت میں تمہارے اور غیر کے لئے بہتری کے سامان ہو سکتے ہیں سب کو ایک باہم کو کے تصور کے حکم و زبان و قلم سے ایک شیعہ لکھ دو کہ جو کچھ ہم ہمیشہ اسی کے مطابق ہوتا رہے جس پر میمنے میز دکرسی پر جلدہ مگر ہو کے تصور میں لوح و قلم اور ایک نوشتہ قائم کر دیا جس کو لوح محفوظ خواہ نوشتہ طبعی کہتے ہیں۔ تو اُس نوشتہ کے رد سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہم جو ایک میمن مار کی شکل ہے ہیں یہاں سے تین ٹکڑے ہو کے روانہ ہو گئے اور اس قدر دورہ اور ایفائے وعدہ کے بعد یہاں پہنچ گئے چنانچہ (م) کے تین ٹکڑے ہوئے۔ ایک ٹکڑا سے گندم بنا۔ دوسرا ٹکڑا اسے جو اب راتیرا ٹھکڑا۔ وہ دو ٹکڑا لکھا گیا ایک ٹکڑا سے خناس بنا جو پوشیدہ رہ کر دشمنی کرتا رہا ہے اور ایک ٹکڑا سے شیطان بنا جو بیخوش ہو کر دشمنی کرتا رہا ہے + اور آیت الکبریٰ دُنیا میں کشش کرتی ہے۔ اور یہوا علیا میں کہ بعد از اتفاق سب ایک ہو جائیں۔ جو اس سے باقی رہیں۔

سفر نامہ گندم و جو

جو ہم پہل ہوں ان سب کی فلاں فلاں نشانیاں ہیں پس اس ترکیب سے سب ٹکڑے اپنی جگہ سے غائب ہوئے۔ اور سب کے سب پیش گوئی کی مطابق چیخ مارنے لگے کہ

حب الوطن از محنت سیماں خوشتر خارے وطن از سنبل و ریحاں خوشتر

یوسف کہ بمصر پادشاهی میکرد میگفت گدا بود و کنعانی خوشتر

مگر اس فریاد و الغیث سے کیا ہوتا ہے۔ گندم و جو مٹی میں ملائے گئے۔ اور باطن کے معنی ظاہر کے ہو گئے کہ لقوۃ و فالج سے بھول بھال کے۔ ہرے بھرے یقین کی شکل میں ظاہر ہوئے کہ ہونے مائے تپا پنوں کے تا قیام چین نہ لینے دیا + گندم و جو نے کہا کہ ہم نے سمجھا تھا کہ باطن میں رہ کر ظاہر ہوئے + سرانہ از ہو کر سرفراز ہوئے + مگر یہ کیسی سرفرازی ہے کہ ہمہ آن سر کو بی ہو رہی ہے اس جگہ گندم جو بصورت یقین متشابه ہو رہے ہیں مگر دونوں میں فرق و فاصلہ ہے۔ لیکن سُدوج سے سر ہمزی نہ دیکھی گئی اُن کو غم آلودہ کر کے زور و کر دیا۔ اتنی مصیبت اٹھانے پر ایک مانہ سے منبلہ ہوا اور اس منبلہ سے بہت سے سنبل و سنابل ہوئے۔ گویا ایک دوسرے کو خبر نہیں۔ بے خبری کے عالم میں ان کے سوا جو مسافرین چرند و پرند وغیرہ کے نام سے تھے اُن کی کثرت خودی کو ادانت پس پس کر کچا چبا گئے۔ کُن جانداروں کے وجودی عالم سے گذرتے ہوئے بہت سی شکلیں قبول کیں۔ کچھ گندم و جو کی شکل ہے۔ کچھ محض بے خبری کے ساتھ قزو مستقیم القامت کی شکل میں آئے تو اُس وقت یہ سمجھا کہ شاید صراطِ مستقیم ہی مستقیم القامت ہے اس میں ترقی پا کر اور چلتا ہے + لہذا عقل کی

لے
ایسے نہایت
جو جلدی
نیت ہو جاتا
ہیں

یہ لاکے ہے کہ سوچ بچار میں رتی ہو۔ تو کیا چیز کھانے میں استعمال کروں جس سے مقصود بیماری ہو تو اس وقت اس گندم خوردی کے اثر سے اس میں یہی لائے طہیری کہ گندم جو استعمال کرنا چاہئے چنانچہ گندم جو کو بنج ورن سے اٹھلے اثبات قدی سے جدا کیا۔ گندم جو نے فریاد کی تو ان کو اور لائے۔ مصل سے ٹھوکا۔ موشیوں سے پامال کر لیا + سوپ میں رکھ کے ہوا کھلایا + اور گندم جو حیران ہو رہے ہیں کہ ہم تو ایک تھے یکٹر التعداد بشکل واحد کیونکر ہو گئے۔ اب نہ معلوم اس میں اصلی ہم کون ہیں کہ سب ہم ہی ہم ہیں۔ مگر یہ انصاف کی بات نہیں اس لئے ہماری حد بندی وہیں تک ہے جہاں تک نازی جو دہم کو محسوس ہوتی ہے در نہ یہ سب غیر ہیں۔ خیم سرنگوں کے اندر اسی تشویش میں تھے کہ جید بابو نے خرمن چاک سے چکی گدھ میں لاکے پونچیا اور کہا کہ یہاں کا یہ کرو + اتنے میں چکی گدھ سے یہ آواز شروع ہوئی کہ ۵۵

آسیا کنتی ہے ہر روز با واز بلت رزق سے بھرتا ہے رزاق دہن پھر کا گندم جو چلانے لگے کہ ہم چلی گدھ کی سیر نہیں کرتے۔ تو کتنے دالے نے کہا کہ بغیر تمام سیر کئے ہوئے آدم نگر اور ایت الکبریٰ کی سیاحت ناممکن ہوگی + اس پر تھوڑے گندم جو نے چکنے کے صراط مستقیم کو پکڑ لیا کہ شاید یہی سیدھا راستہ ہے۔ اس لئے وہ وہاں سے نکال کد کھیری میں دٹے گئے جو وہاں سے نکلنے لگے تو ان کو سنون کی صورت اختیار کرنی پڑی + اس صورت میں پھر شکایت کرنے لگے کہ ہم ایک ہو گئے۔ بھلا کیسی جمع و تفریق اور ضرب و تقسیم ہے کہ کبھی فرقان کبھی قرآن کبھی واحد کبھی انہیں کبھی وحدت الوجود۔ خیر جیسا دس دس بھیس دیکھئے آگے کیا ہوتا ہے + اتنے میں غربال خانہ کا سفر کیا وہاں سے چھٹے تو راستہ میں ندی مل گئی پھر بحری سفر میں لگے۔ اور کہتے جاتے ہیں کہ جب دھرتی گنج ہو اکھنڈ۔ جل پٹی سے گزنا پڑا ہے۔ تو آگوارہ سے بھی ہالا پڑ گیا۔ یہ بات ہی حیت پیش تھی کہ سننے دالے نے بہت سے چانٹے اور گھونٹے لگائے اور مارتا پنچوں کے کسی کو تپا کر دیا۔ کسی کو گول کسی کو کچھ اور شکل کا بنا دیا۔ غصہ میں آ کے آگوارہ کے عالم میں لے گیا + کہ گندم جو پھول کے پتہ ہو گئے اور دھائی مانگنے لگے تو پھر اٹھا کے پیٹھ کے بل پڑے مارا اس کے بعد جہنم واصل کر دیا کہ جل بھن گئے + اس کے بعد کچھ رحم کر کے مرہم پٹی کیا کہ ایک کپڑا میں لپیٹ کے رکھا جب کپڑا سے دریافت کیا کہ اس عالم کے بعد کونسا عالم آئے گا تو اس نے کہا کہ نہ رکھ پیٹ آئیگا اس میں بڑی بھان بین ہوگی ایسا جاری لی جاہلی۔ یہ گھبراہی ہے تھے کہ ایک وسیع میدان میں بلا سے گئے دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ اس ملک کا نام دسترخوان گوڑہ ہے + تھوڑی دیر کے بعد ہاتھ پاؤں توڑے جانے لگے بختن نے پکڑ کر وہاں واڑہ کے عالم میں پھینکا تو بتیس جوانوں نے سالن سے مرہم پٹی

کہنا شروع کیا مگر وہ ہم سچی کیا تھی کہ نمک بجزاحت پاشیدن تھا کہ ایک دم سے زکھ پیٹ کے
 قرعیں گرسے + وہاں جو بایک دگر دیانت حال شروع ہوا تو سب نے ہم زبان ہو کر یہی کہا کہ آدم نگر
 دیکھنے کے شوق میں اس قدر مصیبتیں اٹھاتی ہیں۔ نہ معلوم وہاں تک کب پہنچینگے۔ یہ بات ہی
 پیش تھی کہ بایک گریہ بھی سوال جواب پیش ہوئے کہ تم کس راستہ سے کس صورت میں ہو کے آئے۔ تو کسی
 نے کہا کہ ہم جانور بن کے پھر کوفتہ بن کے آئے + کوئی کہتا ہے کہ ہم پانی بن کے آئے کوئی کہتا
 ہے کہ ہم نمک مرچ بن کے آئے۔ کوئی کہتا ہے کہ ہریک کے لئے بہت سے کاموں کی ضرورت
 پڑتی ہے جیسے ایک گردہ نان کی سیاحت و سرگزشت کی حالت ہوئی مگر مالک سب کا ایک ہی ہوا۔
 کہ زکھ پیٹ میں آئے + اس طرح آگے کی حالت ہو۔ بس ایک دوا آئی جسکو آدغ وغیرہ سے تعبیر کرتے
 ہیں جس کے معنی ہوئے کہ ہرگز ہرگز سب کا مال ایک ہی نہیں ہے + یہاں کسٹم ہاؤس میں
 چھان بین ہوگی۔ جس کے پاس کثافت آمیز مال ہوگا۔ اُن سے چھینا جائے گا۔
 حبسہ موقعہ ہوگا اُس کے مطابق اُن کا مال ہوگا۔ جو لطیف ہیں اُن کی اچھی جزا ہے۔ یہ کلمہ
 ختم ہی ہوا تھا کہ اصحاب کہف جن کو سبع امعا کہتے ہیں وہ اور گردہ و جگر سب مل کے حملہ آور ہوئے
 اس طرح پکڑ کے افشردہ کیا کہ ہوش و حواس بجا نہیں ہے + کسی کی کثافت کو لیکر بول و براز بنا کے پھینکا
 کسی کو چربی کے حوالے کیا۔ کسی کو زنگین و دھاب نام خون بنا کے ایک بیضاوی شکل کے حجرہ سے
 تمام سیر کرنے کا حکم دیا کہ دیکھو یہی آدم نگر ہے شوق سے تمام چڑ لگا کے دیکھا۔ تو جس قدر اُس میں
 سڑکس بنام رگ و پیمائیں تھیں سب سے گذرتا ہوا سراپا گشت لگایا۔ مگر جس قدر آدم نگر کی تعریف سنی
 تھی کہ کم ہے وہ نہ پایا۔ گھبرایا کہ اب اُس میں سے باہر جانا چاہئے تو نکلنے کا کوئی راستہ نہیں۔
 اُس وقت خناس نے کہا کہ ابھی تو تم کو بہت گشت لگانا چاہئے + جب بہت پختہ ہو جاؤ گے تو کامیابی
 کی صورت ہوگی اس لئے سہر دست جب تک گندم و جو کا ملاپ نہ ہوگا۔ تم کسی طرح باہر نہیں جاسکو گے
 اگر خلاف طریقہ سے گئے تو ہلاکت ابدی میں پڑو گے + تو بایک گریہ سوال کیا کہ گندم وجودوں غیر
 متجانس ہیں کیونکہ باہم ملاپ ہو سکتا ہے؟ اُس پر یہ بھی نہیں معلوم کہ آجکل گندم کہاں ہے اور جو
 کہاں ہے۔ تو خناس بنام نفس نے یہ کہا کہ جب تم دونوں یقین کے شکل میں تھے تو دونوں مشکل
 تھے دونوں کا سنبلا ایک شکل کا تھا چنانچہ کچھ فرق تھا اسی طرح یہ نخل قامت تھا راجو عالم اکبر کا ایک
 منظر ہے۔ اس میں کہیں سیب ہے کہیں رطب ہے کہیں گندم ہے کہیں جو ہے + خالی سیب و
 رطب خوری یعنی بوس و کنار سے کچھ نہ ہوگا تم اپنے نخل قامت کو ملا دو کہ شجرہ نسب قائم ہو اور اہل آباد

سلسل چلے جاؤ آدم دونوں بھلے واحد ہو تھوڑی سی بات کافرق ہے برہنہ ہو جاؤ تو گندم و جو
کی خبر بھیانکی۔ چنانچہ خناس نے ان کو باہم ملا دیا + کہ گندم و جو میں آب جوش پیدا ہوا کہ دو ماہ
میں کے ٹکرانے سے جو آگ بجلی وہ اسی پانی میں بجھ کے رہ گئی۔ کہ اس میں مارے گرمی کے
تجیرات پیدا ہوئے کہ وہ وہیں بند ہو کے رہ گئے جس سے آب حیات جو ظلمات رحم میں مرحوم
رہا وہ دہل سے گندم و جو کا مخلوط نتیجہ بشکل آب حیواں متشکل یہ آدم نگر ہو کے برآمد ہوا۔ اس وقت
ملائے خوشی کے سجدہ کیا کہ الحمد للہ اگرچہ بہت کچھ مصیبت اٹھائی مگر حقیقتہً اِنَّ اللہ مع الصابرین بہت
ہی سچ ہے کہ بر کرتے کرتے آدم نگوں ہو چکے مگر جب اپنی ہستی کشا دیا اور اس میں فنا ہو گئے تو خود ہی
آدم نگوں کے آدم ہو کی حالت دریافت کی۔ پس جب تک کوئی چیز دوسری چیز میں فنا نہ ہوگی اس وقت
تک وہ ہرگز دوسری چیز میں کے اس کی حالت نہیں دریافت کر سکیگی + تو اب چاہئے کہ آدم نگوں بنانے
پر آدم نگوں کی پوری حالت معلوم ہو تو معلوم ہو کہ فوڈ گراف کی طرح اس میں سب منقطع ہے جو مصلحت اور
مناسبت کے لحاظ سے معلوم ہوتے رہینگے ان میں سے جو معلوم ہو چکے وہ ہیں کہ آدم نگوں بنانے
پر تین کے درمیان ملک ناطق و مشترک بن گئے۔ کہ اب کہتا ہے کہ میری ملک ہے۔
آدم کہتی ہے کہ میری ملک ہے۔ جوڑا کہتا ہے کہ میری ملک ہے + اور سب ایک ایک قطرہ سے
اب۔ ام۔ ابن۔ بنت بنے ہیں۔ کہ چاروں قطرہ مل کر ایک ہی ہو سکتے ہیں فیصل میں قطرہ ہیں
اور مصل میں دریا + ظاہر اکثریت آب اور بافتا وحدت آب + کہ ایسی حالت میں متقدمہ فیصل نہیں
ہو سکتا۔ جب بغور خیال کیا گیا کہ یہ کیسے بجھیں گے کا آدم نگر ہے + اس کا سارا رگ و پڑہ کھول کھول کے
دیکھنا چاہئے کہ اس کے اندر کیا کیا ہے۔ اور کہاں کہاں سامان رکھے گئے ہیں۔ اور کون کون
وقت پر برآمد ہو گئے + اور کس کس طرح برآمد ہونگے۔ تو یہ بھی خیال پیدا ہوا کہ جب گندم و جو سے
آدم نگر بنا ہے تو خدا معلوم آگے چل کر آدم کیا ہوگا + شاید ہمیشہ مہراج پہر معراج ہی حاصل ہوتا
ہے چنانچہ اس کا انس نہ کھول کے دیکھا گیا تو بے شک جو کچھ عالم اکبر میں ہے سب اس میں
نمونۂ موجود پایا گیا اس لئے ہر ایک عالم صغیر اس عالم اصغر میں ہی ایک دوسرے سے متفضل ہے کہ لقیثا
من معج آیات الصغری میں سے کوئی آیت الکبریٰ ہوگا جس میں سیر و سیاحت کرنے کے لئے سفر
کرتے گئے ہیں کفالبائ اس کی بھی حقیقت اس میں فنا ہوئے بغیر نہیں معلوم ہو سکیگی تو اب چاہئے۔
کہ آدم نگر سے آدم پور یعنی مکرم ابن آدم بنکے آیت الکبریٰ بنتے جائیں جس سے اس کی حقیقت
معلوم ہو + اور اوقات یاد ہوتے چلے جائیں + پس ہر ایک آدم نگر نزول کی انتہا اور عروج کی

ابتدا ثابت ہوا کہ ہیکل گندم دجو رہتے ہیں کچھ معلوم ہوا جب گندم دجو آدم نگر بن گئے تو ایسا ظلمات سے نور میں آیا کہ تمام اوجہ لا معلوم ہوا کہ سب چیز روشن ہونے لگی کہ آسمان مسجد تھنی ہے اور زمین دفن ہے اور یہ قدس ہے۔ یہ ہوا ہے اور یہ آفتابیں۔ اور یہ فلاں اور وہ فلاں۔ ایں چنین وآں چہاں۔ اور یہ عقل کے زور سے معلوم ہو رہا ہے۔ تو عقل کیا بلا ہے۔ یہ قوت کیا چیز ہے۔ یہ ہماری کیا شکل ہو رہی ہے۔ خدا معلوم خواب ہے یا خیال ہے۔ خط ہے۔ یا عقل ہے سہتی ہے یا نیتی ہے + میں کون ہوں کیا ہوں کیسا ہوں اور کہاں ہوں۔ باوجود سمجھنے کے بے سمجھ ہوں بڑی آسانی اور شکل سے یہ سمجھ رہا ہوں کہ اس شکل میں کوئی یہی قوت ہے جس کے سبب سے یہ نمایاں ہو رہا ہے ورنہ اندھیرا ہی رہتا۔ بس وہی قوت بنام روح ہے جو کسی کے امروثیت سے بنی ہے۔ تو جو ایسی لہر دمثیت والا ہو گا ضروری بہت ہی بہت قوت و قدرت والا قوی العظیم و قدیر الکبیر ہو گا جب تک اسی کی روح بنام نوح اللہ میں فنا ہو کر روح اللہ نہ بن جائیگا ہرگز ہرگز روح روح اللہ کی حقیقت نہیں معلوم ہوگی۔ چنانچہ تو اسے وہ قوت جو روح کے نام سے مجھ میں باقی واحد حاضر و غایب نیست و ہست رہ کر اپنی شان کبریا کی دکھلا رہی ہے۔ تو ہی بتلا کہ تو کون ہے۔ اور تجھے کون ہے؟ ہونے کا کون سوال کر رہا ہے؟ ایا دونوں تو ہی ہے یا ہمیں دونوں باقی واحد ہے کیا ہے؟ تجھ میں کیا کیا قوت ہے؟ تیرے کیا کیا لہجے ہیں؟ کہ اس سوال کے جواب میں روح نے تصور کی زبان میں یہ سمجھا دیا کہ پہلے اپنی سب قوتوں سے دریافت کرو کہ وہ میرے بارہ میں کیا کہتے ہیں۔ اس کے بعد ہم جواب دیں گے + اس وقت تصور کے ذریعہ سے تمام ہیکل بدنی کی خانہ تلاشی لی گئی تو ہر ایک جھوس رہا گیا کہ ابن دآں جبر میں فلاں چیز ہے اسکی کلید فلاں نمبر کی ہے۔ جب جبرہ کھولکے اس چیز سے سوال کیا گیا۔ تو اس نے اپنے خواص بتلائے + اسی طرح ہر چیز و رکٹ لگی ہوئی تھی + نوبت تا عقل رسید۔ اس نے رہبری کی اور یہ بتلایا کہ ہر چیز کا ایک مادہ ہے جس طرح ذرات کا مادہ اور وہ فلاں جگہ ہے غیظ و غضب کا مادہ اور وہ فلاں جگہ ہے + خیریت و حیا کا مادہ اور وہ فلاں محل میں ہے عشق و محبت کا مادہ اور وہ فلاں مقام میں ہے + ولایت و نبوت و رسالت کا مادہ اور وہ فلاں جا ہے + اور یہ سب جلوہ عقل ہے کہ اس کا مادہ یہ تمام یہ وساحت تمام کر کے آدم نگر کی شکل بننے پر اس مادہ کے ساتھ نمایاں ہوئی تو جس قدر ذرہ کائنات ہیں ایک دوسرے کو کھاتے پیتے ہیں + جو تمام عالم کو کھا کر ہضم کر جائے اور اس سے پھرے مادہ کا آدم نگر ہی ہیکل تیار کر لائے تو وہ اس عالم کبر کے بارہ قوت رکھ سیکے گا۔

اور جو اتنے بڑے درجہ کو بلا اکل و ماکول بنا دے تو وہ خالص قدرتِ قدیر یہ ہوگی + اس لئے آیت الکبریا کی روح خالص روح القدس ہوگی کہ تمام روح الارواح کی خالص زبدۂ لطافت ہے + کہ جب کوئی اس میں فنا ہو کر وہی بن جائیگا تو جو حالت آدم نگر بننے پر آدم نگر کی قوت کے ساتھ محسوس ہو رہی ہے وہ روح القدس بننے پر محسوس ہوگی۔ اس واسطے تم کو بہت سی تسلیں تمام کوئی یونگی کہ سب کے مجموعی تاثرات سے تم روح القدس میں فنا ہو سیکے لائق قرار دئے جاؤ + اسکے لئے بہت مدت و کار ہے + کہ لگا تار گندم و جو کے ملاپ سے وہ خمیر پیدا ہو + لہذا تو اسے گندم و جو بشکل آدم نگر + ابھی تیری سیاحت تمام نہیں ہوئی ہے کہ سیرانی الارض سے سیرانی اللہ میں داخل ہو سیکو + اس میں روح الشہین کے سیر کرنا چاہئے۔ اور یہ جس قدر تجھ کو قوت محسوس ہوئی یہ معراج گندم و جو ہے جس نے تمام عوالم پس گذاشتہ کا اثر اس شکل میں ظاہر کر کے بنام قوت و روح ظاہر کیا ہے۔ اس سے بھی بڑھ کے آگے قوتیں حاصل ہو سکتی ہیں کہ روح کی کچھ حقیقت نہیں سپر آدم نگر کی روح نے گواہی دی کہ عقل نے جو کچھ کہا اس سے میں متفق ہوں اور یہ کمیت ہی ہوں۔ کہ جس قدر قوتیں ہیں وہ سب جلنہ روح ہے۔ وہی اکیلے سب قوت کا کام موقع۔ موقع کرتی ہے تو یہ بھی وہی بتا سکتی ہے کہ وہ کیا ہے۔ اور اس کا پیدا کرنے والا کیسا ہے۔ لہذا اس طرح بغیر آدم نگر بننے ہوئے اس کی حالت نہیں معلوم ہو سکتی تھی۔ اسی طرح روح آفرین کی حالت بغیر روح آفرین بننے ہوئے ناممکن ہوگی۔ تو کوئی چیز بغیر اسکے بنائے ہوئے نہیں بنتی پھر بغیر حکم اسکے کوئی بھی کی ذات کس طرح بن سکتا ہے۔ یہ بھی ناممکن ہے۔ لہذا بھی یہاں۔ سے مقدسین میں فنا ہونے ہوئے سفر کا راہ لورفتہ رفتہ حال کھٹکتا جائیگا۔ آخر کار منزل مقصود کو پہنچ جاؤ گے + اور یہ سب مادہ مجھ میں اسی طرح پوشیدہ ہے جیسے ایک ضرب المثل میں بڑے بڑے واقعات اور ایک نظم میں بڑے بڑے ضرب المثل اور ایک نقطہ میں تمام مکمل اشکال اور ایک لفظ میں تمام کائنات جیسے لفظِ عالم میں تمام عالم۔ اور تمام عالم ایک ارادہ میں چنانچہ جیسے جیسے وقت آئیگا معلوم کراتی رہوں گی۔ پس وہ آدم نگر چکر لگاتا ہوا کسی کریم المخلوق اور خیر الما کریں پادشاہ کے پاس پہنچا تو پادشاہ نے سیر کراتے ہوئے سب چیزیں بتلانی شروع کیں تو اس آدم نگر نے کہا کہ میں اس کا نام جانتا ہوں میرے یہاں بھی موجود ہے۔ پس اسی وقت ایک نیا لفظ گڑھکے بتلادیا کہ ہماری زبان میں اس کا یہ نام ہے۔ مگر گھوم گھام کر پادشاہ نے پھر اسی چیز کو پوچھا تو فوراً ایک دوسرا لفظ گڑھکے بتلادیا۔ پادشاہ نے کہا کہ ابھی آپ نے اس کا یہ نام کہا تھا۔ اب آپ یہ کہتے ہیں تو یہ کہہ دیا کہ یہ بھی ایک لفظ ہے

اور وہ بھی ایک لفظ تھا دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ میں تو ایک لغاتِ ناطقہ ہوں۔ اس میں بڑی وسعت ہے۔ کلاہیک چیز کے لئے ہزار کا نام پیدا ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ اسی طرح سب چیز کے نام رکھے گئے ہیں۔ کہ اس دلیل سے کسی جگہ بھی چونکا اُس کا نام ممکن نظر آیا۔ اور پادشاہ اس دروغ آمیز دلیل اور بد تہذیبی پرخفت ناراض ہوا مگر اخلاق سے پوچھا کہ آپ کے باغ میں کوئی ایسی چیز بھی ہے جو اس باغ میں نہ ہو؟ تو اُس نے کہا ہاں ایک پھول ہے جس کو الورو کہتے ہیں وہ نہیں ہے۔ تو پادشاہ نے کہا کہ وہ پھول کیسا ہے چلو مجھ کو دکھاؤ؟ پس اُس نے اُس کو اپنے ساتھ لیکر بہت حیران کیا اور کہیں الورو کا پتہ نہ پایا۔ تو پادشاہ نے پوچھا کہ وہ الورو کہاں ہے تو اُس نے کہا کہ اسی حیرانی کا نام الورو ہے۔ اُس وقت پادشاہ کو زیادہ رنج ہوا۔ مگر اخلاق سے کہا کہ ہمارے باغ میں دو پھول ہیں جو تمہارے عالمِ اصغر کے باغ میں کہیں نہ ہو گا۔ تو آدم نگر نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ تو پادشاہ نے کہا کہ وہی اورو جو حکومت دکھانے چلے تھے اور حیرانی کا نام الورو رکھ کے رہائی چل کی۔ ہمارے یہاں اُس کے خلاف ہے۔ تو آدم نگر نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ تو پادشاہ نے کہا کہ ایک تو یہی گلدستہ کائنات ہے جس کا آفتاب گلِ سرسبز ہے۔ دوسرا الورو وہ کہ جس دم یہ گلدستہ کائنات و رودہ کالہاں ہو جائے تو اُس وقت وہ الورو نکل سکتا ہے جس کو سوائے الورو کے دوسرا نہیں جان سکتا۔ تو آدم نگر نے پوچھا کہ یہ کیونکر ممکن ہے؟ اُس وقت پادشاہ نے کہا کہ پہلے میں ایک قصہ بیان کرتا ہوں اُس کے ختم ہونے کے بعد الورو کی حالت بتلاؤں گا۔ تو آدم نگر نے پوچھا کہ وہ قصہ کیا ہے؟ اُس وقت پادشاہ نے قصہ بیان کرنا شروع کیا۔

قصہ برصمہ

کہ کوئی بہت بڑا لاثانی پادشاہ تھا۔ وہ بہت اچھا تھا۔ اسکی اچھائی کی سبب سے جمیع عوام کے باشندے سرکش و کافر ہو جایا کرتے تھے۔ تو پادشاہ اپنی رحمت و ربوبیت کی حیثیت سے اُسی عالم کے لباس میں تربیت کر نیکی لئے چلا جایا کرتا تھا اور لباسِ مذکور کے قانون کے مطابق خود کو پابند رکھتا تھا اور اُس کے مطابق نام چنانچہ کسی وقت اُس نے اپنا نام برصمہ رکھا جس کو آذر اندر زشت بھی کہتے ہیں اُس وقت وہ بباطِ الجسم معقودنِ المحابیبین۔ غلیض الصدر۔ فصیح اللفظ۔ بلیغ المعانی۔ جمید البیان تھا۔ اُس نے کہا کہ تمہارے ملک نے ہکو کلک بربنا کے خوبی کا ٹیکس وصول کرنے کہا ہے۔ ہم اُس کے بڑے خلیل ہیں۔ تم کو اُس پر تعجب ہوتا ہے کہ بھلا اس ادنیٰ سے کیا ہو سکتا ہے۔ تو کیا تم کو نہیں معلوم کہ چہر اسی اپنے راجہ کے بل پر زائل ہوتا ہے۔ اور کتنا اپنے مالک کے بل پر؟

اس جگہ پہلے تم کتاب سے سبق سیکھو کہ جس کتاب اور امت کی تقدیر میں آؤ اور رہنا ہے تو وہ جنگل میں رہتا ہے جس کی تقدیر میں ندو جو اہر پہننا ہے وہ امیر کا کتابنا ہے جس کی تقدیر میں فاقہ کشی ہے وہ کسی فقیر کا کتابنا ہے۔ کوئی اپنی تقدیر سے منکببین اور کرس کا کتابنا ہے کہ صید نامہ جو حلقے آتا ہے ہر طرح طرح سے تماشا کرتا ہے تعلیم پانے کے لئے اسکی دم کاٹ دی جاتی ہے۔ کیونکہ دم کاٹنے سے تیزی بڑھ جاتی ہے جیسے بندر کی دم غائب ہونے سے انسان بنا جب یہ تعلیم پاتا ہے موقع محل پر بول و براد کرتا ہے + اچھا برا۔ دود و ناورد کو پہچانتا ہے۔ ہمیشہ ہرا دیتا رہتا ہے + بے سبب نہ بھونکتا ہے نہ روتا ہے + مالک فقیر کی شکل میں ہو جائے اور اس کا جو اہر اُتارے تو کچھ نہیں بولتا۔ اسکو غریب اور فقیر سمجھ کے چھوڑ نہیں دیتا + اس کی فاقہ کشی اور صبر و قناعت میں شریک رہتا ہے۔ بنیہ صفائی کے بیٹھتا نہیں سلطنت طبعی ایسی کہ ایک طبی میں ہرگز نہیں کھاتا + مالک کی پاسداری ایسی کہ اپنے ہمجنس کو بھی دروازہ پر چڑھنے نہیں دیتا + اپنے حرکات سے چاروں موسم کی خبر دیتا ہے + جس قدر اپنے گھر اور ملک کے قریب اسی قدر زور آور + وطن اور گھر نہیں تو دم شکلاتا ہے + جکی کھاتا ہے۔ اسکی گاتا ہے + ہزار باطلات ہو مگر مالک کی آہٹ اور بھنک اور آواز پہچانتا ہے + اپنا وطن کبھی نہیں بھولتا + حتیٰ کہ اگر دیوانہ بھی ہو جائے تو مالک کو پہچانتا ہے + اپنا اسم اعظم کبھی نہیں بھولتا + جیسے انسان کبھی دیوانہ ہو جاتا ہے۔ کتابھی دیوانہ ہوتا ہے + اس کا بھی علاج ممکن ہے اس کا بھی علاج ممکن ہے + کسی دقت بھی اگر مالک اسکو مارتا ہے تو بے بااختہ و دلدلائی کرتا ہوا پاؤں پر گر پڑتا ہے + غصہ دھما کرنے کو دھروا دھرتا ہے + اس پر بھی مالک کا سچا خیر خواہ سچا نمک حلال کہ دقت پر جبال دینے کو تیار ہے + مالک مر جائے تو روتا رہتا ہے اکثر خود بھی مر جاتا ہے

گویا سب اصحاب کف روزے چند پلے نیکیاں گرفت مردم شد

بس جو کلپ علی و کلپ اللہ ہو اس کا اس سے زیادہ اچھا نتیجہ ہے جس انسانی شکل میں کتوں کی بھی صفت نہ ہو سب علوی و اب کے بھی ماتحت نہ ہو تو وہ انسان کیسا البتہ وہ حرام زادہ۔ نمک حرام۔ خابن و غاصب ہو گا۔ اپنے مالک اور مالک کی آل کو نہ پہچانے گا اس پر صحت عفو کرے گا۔ اس کے باغ و ابن الریاض درخت پر میٹاب کرے گا۔ ایسے کتوں کو عالم بدر کر کے خارج میں جہنم واصل کرنا چاہئے اور انہیں یافتہ سگ صورت کلاب کو آبادی بدر + اگر مصلحت ہو تو وہ بھی جہنم واصل ہو + تو اب ہم انہیں دیکھنے کہ کوئی سامی ذی ہوش مالک ہو جو اپنے کتا کو نہیں چاہتا ہو + کیونکہ کتا اس کو غصوں مل سے چاہتا ہے + تو دل انسانی اور دل کلبی میں یہ بات پیدا ہو جاتی ہے کہ

دل را بدل بہیت دریں گنبد سپہر از روئے کینہ کینہ و از روئے حرم
جو اس کی پیش اور پردہ کاری کو برا سمجھے۔ نالچا۔ پاجی۔ حرام زادہ ہے سب کی روٹی خود بخود کھا جاتا
ہے۔ تو اب اچھا سمجھانے والے کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اپنے مالک کے سامنے کسی کی پروا نہیں
کر سکتا جس پر مالک لگا رہا دڑ جائیگا۔ سب پر اپنا رعب چاہیگا۔ سب سے تعظیم و تحکیم چاہے گا۔ مگر
انگامیں ڈالا جائے تو کچھ خوف نہیں۔ مالک اُس کا اُس انکار کو حجاب اور جلنوں کی طرح مار سر دکر دیگا۔
مگر کما حقہ اُس کے قول پر عمل نہ کیا گیا تو اُس نے کہا کہ میں جانتا ہوں ابلی تمہارا مالک ایک بڑا جبار کو
بھیجا گا کہ وہ مالک کا بڑا منہ چڑھا ہے۔ اُس کی نشانی یہ ہے کہ جس طرح تم سب نے ہم کو انکا میں
پھینکا ہا اُس کے لئے دو پہاڑ کے ٹکرانے سے انکار نکلیگی + وہ کسی کو و آتش فشاں سے ڈرایا جائیگا
+ اور اُس کو پانی سے بھی سابقہ پڑیگا + میرا قوت بازو لطفیا تھا اُس کا قوت بازو نہرنا ہوگا + یہ خبر دیکھ
کہ ہم روانہ ہو گیا اور وقت پر وہی پادشاہ بنام برہہ نے خود کو منہ چڑھانے کلیم کے نام سے ظاہر کر کے کہا

قصہ سیا

کہ تم لوگ قائم الذکر دائم الفکر تھے کہ کلیم کب آئیگا سو میں آگیا + شکر گزاری کرو + اپنی حیات کو جائز اور
مستغرقہ اور فی المعارض نہ رکھو + اس کو اپنے اور شیطان کے درمیان بال اجمالی و مشترک نہ بناؤ + اگرچہ
اس پر شیطانی قبضہ ہو مگر بہر حال دخل فی الحال تمہارا ہی سمجھا جائیگا + تم سے باز پرس ہے + عقلم و محاض
گوئی سے باز آؤ + الفراض حاجت اور انقضائے عمر بہ خوبی بسر کرو + اور دیکھو کس طرح تمام ہر یلے
درخت چٹکی اور تالی بجا بجا کر جھومر کھیل رہے ہیں + ٹھوٹے ٹھوٹے ٹہنیوں کے پنچھی سے لال لال اور
سفید سفید پتے ہوئے کوئل چو طرہ ہوا کے ٹمکھیلیوں سے لال پیلے ہو کر ٹونا اور شہنا ناگاہ سے
ہیں + اس سماع کو سن کر خیال کر لو کہ

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ہر وقت و قرینت معرّب کو دکار

اسی طرح ذرہ اوپر دیکھو کہ اجزائے عالم و ابر و طغ در میان طور السماء تمہارے سر پر معلق ہیں + لیکن یہ بھی
یاد رہے کہ کار عالم کے تمام نکود آچہ گیر یہ مختصر گیر یہ

کیونکہ حقایق موجودات کا ادراک اور اعیان ممکنات کی تحقیق اور جمیع مظاہر کائنات کی
تدقیق موسس بر محسوسات ہے۔ اور محسوسات مبنی علی مشاہدات معقولات ہے۔ اور محقولات
محمولہ علی جہانیاں ہے۔ اور جسمانیات منحصرہ علی روحانیات ہے۔ اور روحانیات مشتملہ

۱۰
یعنی آسمان
۱۱
یاد رہی

علیٰ شہودات ہے۔ اور شہودات موقوف علیٰ غایات ہے۔ اور غایات محصورہ علیٰ ریاضات ہے۔ اور ریاضیات محصورہ علیٰ طبعیات ہے۔ اور طبعیات مشتملہ علیٰ کائنات ہے۔ اور کائنات موقوفہ علیٰ التکوین ہے۔ اور التکوین متعلقہ علیٰ عدم ہے اور عدم قنایہ علیٰ الہیات ہے۔ اور الہیات متقاضیہ علیٰ نفس خود ہے لہذا بقدرہ وجملہ علیٰ کل شیء محیط ہے جس کے احاطہ کرنا احاطہ محال اندر محال ہے + تو فطرت کی فطرت قدرت پرست ہوئی۔ اور قدرت کی قدرت مشیت پرست + اور مشیت کی مشیت خدا پرست۔ اور خدا کا خدا اکدم سے خود پرست اس کے اثر سے سب خود پرست ہو رہے ہیں کہ لئاس علیٰ دین لو کم کا صدق صادق آ رہا ہے + مگر اسی کی مشیت سے میں اس خود پرستی کی تفریق کر دیتا ہوں۔ کہ جو خدا سے جدا رہ کر خود پرستی میں ہو تو اس کو نفسانیت کہیں گے ورنہ انانیت۔ سو وہ بھی ہم کو زیر بانہیں جس کو زیر ہے وہ کر لیگا۔ وہ خود ہی خدا ہو گا کوئی اس کا شریک نہیں سخت اتباع داخل ہے + اور جھوٹی انانیت سے کچھ نہیں ہوتا

کب شعلہ رخس نور کی قندیل کو پونچے	اڑ کر نہ گس لفظہ ذیل کو پونچے
پیش کا نہ غل صور صرافیل کو پونچے	بلبل نہ لب ولہجہ و جبریل کو پونچے

پس چپ چاپ رہو + آدمیت سیکھو + نالائقی آدمی نالائقی کو لائقی سمجھ کر دوستی کرتا ہے + تم لائقی بن کر لائقی سے دوستی کرو + لیاقت حاصل کرو + طانی ابن راسب نہ بنو + بے سر و دل نہ رہو + گھوٹی اپنی مویشی کو خوب پہچانتا ہے اور مویشی اپنے گھوٹی کو + تم بھی اپنے مالک کو پہچانو + بکھیر یا کٹھ جت مطلق اللعان نہ بنو + موت و حیات کا ٹیکس نیکی ہے + جو فزینک کام کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ نقطہ مضمون سر نوشت بکرتارہ صبح کی طرح چمکنے لگتا ہے + وہ نور تم میں نہیں پایا جاتا + اس واسطے تم سب الاموال ثابت ہوتے ہو + کیا نہیں سنا ہے کہ

مربخ ہمت چو بال بکشايد	عزدا قبل آشاياں باشد
پیش چو گان ہمت عالی	کستراز گوئی آسماں باشد

تو نیک بخت بلند ہمت ہوتے ہیں نہ کہ بد بخت + مگر سب بات کو شش سے ممکن ہے + اگرچہ ہر شخص ناقص فی الذات ہے کہ جس فطرت پر مفعول اور جس نچر پر مجبور ہے اس سے سر موٹھا ورنہ ہو گیا باطن از بردست قدرت کے بس میں پڑا ہوا ہے + مگر اس کی فطرت اس پر بھی ضرور مقرر ہے کہ یہ جیسا کرے ویسا پاوے۔ بس کرنے اور نہ کرنے کا اختیار بھی اسی کو رہے + اس میں نیا اور فطرت کا تصور نہیں جو دنیا اور فطرت کو گالی دیتا ہے عین ناطہ کو گالی دیتا ہے + گالی اور گالی دینے والا

خارج از فطرت ہے کیونکہ با اختیار ہے + اور کلیم صاحب شریعت ہے وہ سب بات میں کلام کر لگیا + جو صاحب معرفت ہیں اُن کو انقطاع کلام لازم ہے + جو دونوں سے معزول ہے مستغنی ہے + سکوت اُس کا نوبہ ہے۔ گویائی اُس کی تجلی + دولت گویائی کی زکوٰۃ و فقہ ہدایت ہے پس حق کے سوا نہ بولو چپ رہو + جھگڑائی شاخ نبوت ہے + راز مائے سربستہ کی گرہ کو اپنے ناخن تدبیر سے کشادہ کرنیکی خواہش میں بے فائدہ وقت نہ برباد کرو + بطونِ عدم سے گردہ کائنات کو پھینکنے والا وہ تجار و رام ہے جس کو راجم حقیقی کہتے ہیں + اُسی کے حکم سے دریا ہمارا مرام ہوا + تمساح الامصار کی سزا کی - ادا نیلِ مرام کو پہنچا + تمام تو سنہستی ہماری اُس رام کی رام ہے + بس رام باغ ہی کو باغِ ارم کہتے ہیں + اُس میں آرام سے ہوں - اور وہ مجھ میں کہ میرے زبان و قوسین لب سے الفاظِ بیان کو رما لگاتا ہے + ہر لفظ ہمارا مامور برامیر امیر ہے + تتر بتتر رام رام کی حاجت نہیں + مگر افسوس ہے کہ تم لوگ ماکولاتِ لوت پوت اور مشروباتِ لازقمین متلوٹ و ملطح ہو رہے ہو - کسی بات کی خبر نہیں + فدی سی بات پر اسود غاشن اور مارِ قیٹِ قرمز می بجاتے ہو - تم بڑے خنزیر ہو - یاد رکھو کہ

جب آن پر آجاؤں تو کچھ کر کے دکھا دوں شعلہ ہوں بجھو کا ہوں ذرا مجھ سے بچو آندھی ہوں میں طوفان ہوں آفت ہوں بلا ہوں پچھتے ہو مجھ کو کہ میں کون ہوں بولو تلوار جو لیکر سوئے میدان نکلی جاؤں موت آئے تو آئے نہ ہٹوں جنگ سے ہرگز ابراہمری روح میں اختیار مری جاں چپ چاپ ہوں بھید اپنا نہ کہتا ہوں کسی سیجی کا یہ ہے حکم کہ خاموش رہوں میں	سبھی ہوئی سب چیز کوٹنی میں ملا دوں ایسا نہ ہو غصہ میں کہیں سب کو جلا دوں سیلاب ہوں دنیا کو جو چاہوں تو ڈوبا دوں تلوار ابھی کھینچ کے کیا تم کو بتا دوں سر کاٹ لوں یا دین پر سہا پنا کٹا دوں برجھی کی انی چھاتی سے دشمن کے پلا دوں اندر ارمے خضم میں کیا ان کو جزا دوں پتھر بھی جو کھا جاؤں تو اکدم میں گلا دوں ابکی نہیں تبکی سہی پہلے تو جتا دوں
---	--

مگر خیر جہاں تک ہمارے ملاقیں سدھارنا تھا سدھار چکے - اب تو ہم جاتے ہیں - ہمارے بعد تمہارے پاس وہ آئیگا جو پادشاہ کا بہت بڑا عزیز روح درواں ہے جہاں تک اُسکی حمد کی جائے تھوڑی ہے + اور جو آئیگا ایک ایک نام رکھ کے اُسی کی حمد و ثناء کر لگیا + وہ پہلے شانِ حکمت و روح و رحمت سے آئیگا - آئیگا وہ اُسکو اختیار ہے + اور وہ بہت ہے ضعیف البدن اور خفیف الوجود ہوگا - میری ماں کا نام رامیہ ہے اُس کی ماں کا نام ماریہ ہوگا - میرا قوت بازو پھر تاتھا اوس کا قوت بازو یا پھر ہوگا

نچ۔ نو دریا اور پہاڑ سے سابلقر رہا ہے اس کو بھی رہیگا + مجھ کو آگ پانی سے سابلقر رہا ہے۔ اسکو بھی رہیگا + مجھ کو عصائے زیتونی سے سابلقر رہا ہے اسکو جبل زیتون سے سابلقر رہیگا۔ اور یہ عصا و انجیر کا درخت ہوگا جرنا اسکے حکم سے سوکھ جائیگا۔ پھر کسی وقت استنہ حنا نہ بیگا + اور کسی وقت قلم + میں کلم ہوں تو وہ کلمہ ہوگا + میں نے گوشت اندازی سے مژدہ زندہ کیا ہے تو وہ زبان کی گوشت سے حکماً مژدہ زندہ کر گیا + ہمارے ساتھ اچھے بُرے ملے بارہ فرقے ہوئے + اُس کے بارہ مرسلین ہونگے + میں نے کہا ہے کہ خدا میرے ساتھ ہے وہ کہیگا کہ منم در خدا و خدا در منم جس کا ترجمہ سچ و عنائیل خواہ عصا و پلوچا ہوتا ہے + پس میں میا ہوں وہ میحا ہوگا + مارو گے توجی جائیگا + اس لئے یا ذہ اُس کی طرف سے عین اُسی کی زبان سے میں یہ کہہ دیتا ہوں کہ ۵

اَلَّذِي عَلَّقَنِي فَهَوَ يَهْدِيْنِي	وَالَّذِي يَطْعَنِي فَهَوَ يُسْقِنِي
وَالَّذِي يُمِيتُنِي ثُمَّ يُحْيِيْنِي	وَ اِذَا مَرَضْتُ فَهَوَ يَ شْفِيْنِي

بس اب میں جاتا ہوں پادشاہ جب چاہیگا اپنے بیٹے کو بھیج لیگا + یہ کہکے بادشاہ بنام مسیا و اُس گیا + اور وقت مقررہ پر تمام اپنی عملداری میں حکم سنایا کہ ہم نے اپنے دونوں بچوں پر غتاب کیا۔ یہ تمام مالکِ محروسہ سے نکال دئے جائیں۔ ساری بھوک پیاس مصیبت اپنے اپنے قید خانہ سے رہ کر دئے جائیں۔ جہاں ان بچوں کو پائیں دبوچ لیں۔ کوئی کسی سرے میں اُترنے نہ دے + آسمان اگر پناہ دے تو قطن منفوش کر دیا جائے + سورج اگر پناہ دے تو کاجل کی کبلوٹی کر دیا جائے + پانی اگر پناہ دے تو بہت ہو جائے + برت اگر پناہ دے تو ہبہ فلنجیدہ و سجار ہو جائے + مٹی اور پہاڑ پناہ دے تو ریتی ہو جائے + ریتی اگر پناہ دے تو غبار بنگڑا جائے + نباتات پناہ دے تو موکھ جائے + اژدہ اگر اپنے شکم میں پناہ دے تو اسکو پچکے نہیں + اگر آبِ حیوان و آبِ حیات بنام منی ان کو پناہ دے تو نیست کر دی جائے + کہ کوئی حئی بالماء نہ ہو + موت پناہ دے تو موت کو بھی موت آجائے + ہستی پناہ دے تو نیستی کی ہستی ہو جائے + نیستی میں پناہ لے تو نیستی بھی نیست ہو جائے + غرض کہ ان کا کہیں مادی و مشوی نہ ہو۔ اگر ہو تو تمام مساحت و سیاحت کرتے ہوئے چکر لگاتے ہوئے لٹکھاتے ہوئے مجھی میں بشرط میری مرضی کے پناہ گزین ہوں ورنہ میں بھی نیست ہو جاؤں۔ یا یہ رہیں یا میں رہوں یا وہیں سے کوئی نہ رہیں یا دونوں جیسے نچہ میں تھے ویسی ہی رہیں + یہ حکم دیکے پادشاہ کسی طرف چھپ رہا اور تھوڑی دیر کے بعد آکے کہا۔ کہ دیکھو ہم نے بچوں کو تجربہ کار بنانے کے لئے سیاحت میں معتب علیہ بنا کر بھیجا ہے + کہ ان کو

پوری طرح معلوم ہو جائے کہ سب کو نفسا نفسی ٹپری ہے + سوائے اپنی ذات کے کوئی کسی کا دوست نہیں ہوتا + خود ہی اپنا شریک رہتا ہے + مگر تم لوگ سب ہمارے بچوں کو پہچانتے ہو + اگر یہ صیبت میں ٹپریں تو ان کی مدد کرنی - اگر صیبت سے صورت بد بجائے تو پہچاننے کی کوشش کرنی - تاکہ ان کو آرام پہنچے + اس کے بعد پادشاہ غائب ہو گیا اور امیں لامکان میں جا کر کہا کہ اے ہم تو ایک باپ دو بیٹے بن کر ظاہر ہو + اور ویسا ہی ہو گیا - تو اس نے دو بیٹوں سے یہ سب گزشتہ واقعات کو بیان کیا - کہ اس طرح ہم نے تم کو جلاوطن کرنے کا حکم دیا ہے - کہ فتح کے بعد لڑائی کی کلفت بھول جاؤ + تمہاری بے حساب بے حسینی کے بعد ہم لحم سرائے بشکل انسان بصورت نسا رنگرمان بیٹے کو کھڑے رہینگے + تم مجھ میں آکر فروکش ہونا + وہاں سے لباسِ لمبی بدل کر باہر آنا اور وقت پر لوگوں سے کہنا کہ میں پادشاہ کا ولی عہد ہوں - دوسرے صاحب بولیں کہ میں اس کا صبی المہد ہوں + ولی اپنا نام روح رکھیں اور صبی اپنا نام حیات - قبل از وقوعہ نہ جس دم صیبت سے تمہارا دل گھبرا جائے تو یہ ڈبیہ ہماری ایک نشانی ہے اسکو کھولے دیکھتا - اس کے اندر حق و باطل کا تماشا ہے + یہ سب سمجھا سمجھو کے جلا وطنی کا حکم دیا +

قصہ حاء و ساء ضحک و بکا خواہ یوحاء عسا

جب وہ چلنے لگے تو چاروں طرف سے خوش الحانی کے ساتھ یہ آواز بلند ہوا کہ

کھلا اب طایر پر دیں کا پر آہستہ آہستہ نکلے ہیں شجر میں برگ و بر آہستہ آہستہ کر و اب سارے عالم کا سفر آہستہ آہستہ اگر ہو کوئے جاناں میں گذر آہستہ آہستہ جو آہستہ میں ہوتا ہے اثر آہستہ آہستہ ازل ہی سے جو رکھتا ہے شہنشاہی تلخ اپنا جسے تم جارح کو یحییٰ کہہ رہے میں کچلے	پچسا در طرہ زلف بشر آہستہ آہستہ اور اس میں بختہ ہوتے ہیں ثمر آہستہ آہستہ پھر اک من لٹکتا آہستہ آہستہ اٹھا دینا جھروکے پر نظر آہستہ آہستہ تو گھٹنا اور بڑھتا ہے قمر آہستہ آہستہ اٹھاتا ہے دم رفتار سر آہستہ آہستہ تو اس سے رسم کر دو مگر آہستہ آہستہ
--	---

پس دونوں بھائی اسکو سنتے ہوئے مستانی چال میں آہستہ آہستہ کر کے وطن سے بہت دور نکل گئے + جب کہیں پہنچے اور فروکش ہونا چاہا + تو کوئی امن نہیں لینے دیتا + کوئی عالم نہ باقی رہا جہاں انہوں نے سفر نہ کیا ہو + مگر تمام تائے گئے + آخریں گھبرا کے حیات روح - جی اور جان نے اپنی

اپنی ڈبلی کھولی پس کھولنا تھا کہ دونوں میں ایسی سخت زبردست قوت پیدا ہوئی۔ کہ گویا قدرت کا مقابلہ کرنے لگی اور دونوں ڈبیا ایک مچھلی بندر دریا میں گری + توجی اور جان نے گھڑیاں بن کے اُس کا پھیکا + جسکو مچھ اوتا کہتے ہیں۔ اس عرصہ میں مچھلی خشکی پر آ کے جونک بن گئی + توجی اور جان اُس پر چل بنکے جھپٹے + کہ دونوں چیلوں میں لڑائی شروع ہوئی + تو جونک ایک آبدار موتی بنکے کسی ابلیسی رانی کے سامنے آ کے گرا + اُس نے کچھ خیال نہیں کیا + تو ایک چیل نے کبوتر بن کے موتی کو کھالیا + دوسری چیل نے بلی بن کے کبوتر کو پکڑ لیا + کبوتر کتا بن کے بلی کو نوچنے لگا + اتنے میں بلی کتا بن گئی اور کتا بیڑا بگلیا + تو بلی شیر بن گئی پس بیڑا لگیتا بن گیا + تو شیر بندر بن گیا۔ پھر گینڈا ریچھ بن گیا + تو بندر آدمی بن گیا اور پہاڑ کا چٹان اُس پر گرانا چاہا۔ تو ریچھ ایک نئی ٹوبلی دوطن بن گیا اور وہ کیسی کہ۔ کچی کلی۔ لال لال پاؤں۔ سنہری پھلی۔ بدن روئی کا چھاما۔ کمر کی پستلی۔ چکنی جلیبی ٹھنڈی۔ جوڑا گڑہ مار۔ مانگ سانپ کی کچھلی + پیشانی پر ٹکگاتا ہوا صبح کا تارا قطبین کا کربول چھر ہر اقد منہ کارال راٹری اور نبات وقتہ۔ زباں بھلہ بھڑی۔ سہانی مورت۔ منوہر مکھ گردن بلور۔

کساوٹ میں بھر پور سرا پالوڑ۔ مسجل بنازش و ناز۔ نہایت من موہن اور رخسار کیسا کہ

رخسار یار در خم گیسوئے تابدار چو گوئے حاج در خم چو گان آبونس

اُس پر لباس فاخرہ کہ ایک نور مکھڑا ہزار نور کپڑا لاکھ نور زلیو کہ نور نور خڑا پھر تو وہ جان بصورت انسان بنام سحیی بجائے اس کے کہ چٹان گرائے بالکل دست بستہ غلامانہ حیثیت سے سر جھکاٹے ہوئے۔ حوّا بنام یوحا کے پاؤں پر آ کے گر پڑا۔ اور بایک گویہ واقعہ پیش آ گیا کہ

تیغ بگرفت بگفت کہ نازم اینست سرفرو بردہ و گفت کہ نیازم اینست

گویا تیغ جمال تیغ جلال پر غالب آ گیا + سچ ہے کہ جو رحمت سے مرے اسکو رحمت کی حاجت

نہیں۔ اس عرصہ میں یوحا ایک حیر بن گیا اور یحییٰ کو ٹوس دیا۔ کہ یحییٰ کی وہ قدرت کہ جس شکل میں

چاہے ہو جائے۔ ایک دم ملب ہو گئی اور ایک حالت پر مقید ہو گیا + جب اُس پر زہر چڑھا تو تمام

عالم حیر سے بھرا ہوا دیکھنے لگا یہاں تک کہ خود کی بھی صورت حیر کی ظاہر ہونے لگی اور اُس کی

حالت کیسی ہو گئی کہ جیسے سیمان صفرا۔ سدر۔ مرگی۔ دوار۔ جمود۔ سرم۔ سکتہ۔ خطبہ جنون۔

خفقان۔ یا نیو لیا۔ مانیہ اور عشق سے ہوتی ہے اور سر دھن دھنکے کئے لگا کہ

ارے لوگ عشق میں مبتلا کسی عشق والے کو لا بلا کہ بتائے مجھ کو کہ ہے یہ کیا یہ ہے خیر یا ہے کوئی بلا

دم عشق خود ہی بھرا کریں تیر کنیز راز رہ کریں مجھے لہزانی کہا کریں لہزانی ہی کہنے کو جی چلا

ترا کام ہٹہ مرا کام ہٹہ ہی ہٹہ ہے دونوں میں بڑا کہ کو الست بریم تو جواب تھا کہ بلی بلی بلی بلی بوشکایت اپنی ہے نارو اتوی ظلم مجھ پہ کیوں بھلا ہو جدید گر تو لیت ہے کہ کہوں وہ بارہ بلی بلی نہ فیض دروغ میں جوش تھا کہ کہے دے کاشے پلا اسے چوتھا رہوں عمر بھر نہ اب حرف عذر زباں پہ لا ہوں ہلاک گرچہ ہزاریں ہوں پھر تار جو جسے بھلا ہے زبانی کہنے کو نام رہے ضرور غیر سے دل ملا کر داس پلطف کی اک نظر اپنا رو اس کو گھلا گھلا	ترا خام ہٹہ مرا عام ہٹہ تراو ام ہٹہ مرا رام ہٹہ نہ تھے ہم بذات حضور مگر تو یہ ہٹنے کے بولے بنا تم یہ ہے نتیجہ قبول کا کہ رہو تم ہم سے جدا جدا وہ تو پہلا عہد عتیق ہے وہ عتیق کہ چہ عتیق ہے نہ یہ پہلے بندہ کو ہوش تھا نہ یہ مجھ میں پہلے خوش تھا گر دل سر کے بل تھے پاؤں پر کٹھاؤں پستے پیر بھلا کیسے چھوڑو نگا پیار میں یہ ہوں کر دربار تار میں ہوئی دل لگی ہے کسی سے اب جو بھولے بیٹھے ہیں کسب تمہیں کچھ بھی سچی کی ہے خبر تو بتاؤ اسکو کہ ہے کہ خبر
--	--

غرض کہ جب جان بنام بچتی کی یہ حالت ہو گئی تو یوحنا ایک طبیب کی شکل بن کے آیا۔ اور کہا کہ تم کو کیا
ہو گیا ہے؟ یہ سب جنون کے آثار ہیں اس کے بہت سے اقسام ہیں۔ اُن میں سے ایک عشق بھی ہے
اگر عشق عارضاً اضطرابی ہو تو عارضی دواء سے جاسکتا ہے۔ اگر اُزلی ہے تو اُزلی دواء سے۔ اور ذول
عشق کے حرکات لگتے ہیں۔ پس پاگل کا عاشق پاگل ہوتا ہے۔ اور ذی ہوش کا عاشق ذی ہوش
آپ نہ معلوم کس کے عاشق ہیں۔ اگر کسی آتش پیکر سے صدمہ ہو چکا ہے۔ دل میں چھائے پڑے ہیں
تو اُس پھچھلے کو توڑوں۔ اور اس کا غم نہ کیجئے۔

کارِ عشق خزانِ خود بر پٹے جاہاں ریختن
اُس وقت معلوم ہوا کہ ان کو سانپ نے ڈس دیا ہے اُس کا زہر ہے۔ اس واسطے تم سے بھی
چھینکتے ہیں۔ تمہاری صورت بھی ان کو سانپ کی معلوم ہوتی ہے۔ اُس وقت یوحنا ایک طبیب نے
کہا کہ گھومنے والے کو سارا جہان گھومتا دکھتا ہے۔ اسی طرح جو جیسا ہوتا ہے اُس کو دیکھتا ہے۔
ہے۔ ان کو عشت جنون ہے ہفت اذام کا فصل لینا چاہئے۔ اُس وقت بھیجی نے جل جہنم کہا کہ

ادبیر بالین من بر خیز اسے ناوال طبیب ناخدا اور کشتی مارگنبا شد گو مباحث گفتت حالاً بگویم زود از من روبرو	در مندر عشق را دارد بجز دیدار نیست ناخدا داریم مارا ناخدا در کار نیست عشق در ہر دل کہ با ش رہے در کار نیست
--	--

پس یوحنا ایک طبیب پس ہوا۔ اور بچتی کے دو دواہ سے دل آتش پر شعلہ بالائی چکھنے لگا۔ کہ خود
حیۃ الیہ حائل کرنے لگا اور اُس کو یقین ہو گیا کہ میں یوحنا ہوں۔ پس آئینہ دیکھ کر بے چین ہوتا ہوا سہر

سرٹپک ٹپک کے خود ہی کے عکس کو مخاطب کر کر کے کہتا کہ

ساق سیمیں زلف مشکیں زانو، دن آئینہ
 حسن خود ہو خود حسین ہو اور احسن آئینہ
 اک طرف ہے سرمہ اور مٹی اور منجن آئینہ
 میز پر ہے پان و شانہ عطر دروغن آئینہ
 ہو گیا آٹھ کی آپا پہلے تھیں آئینہ
 دیکھتے ہیں ساتھ جب دو لہا اور دو لہن آئینہ
 ہو گیا سایہ سے ان کے منہی موہن آئینہ
 دیکھنے بیٹھے جما کر اپنا آسن آئینہ
 زلف پیچاں کی طرح کھاتا ہے ابھن آئینہ
 ہو رہا ہے آج کیوں اکدم سے چلن آئینہ
 آئینہ روہے چمن میں اور آگن آئینہ
 کس طرح جنگل میں دیکھیں رام اور بھم آئینہ
 لے لیا دھوکا سے تو نے اے فرگن آئینہ
 دیکھنا چھوٹا مر اسب تیرے کارن آئینہ
 آئینہ میں دو زلف و آتشیں رخ آپ کا
 نور کا پتلا ہے یا کافور کا گڑیا ہے تو
 عین دن و دن و صاوا کا ہوتا ہے بھون چال
 ہے منور رنگ اس کا بال میں کھجے ہوئے
 لوٹتی ہے عارضی گنگوں پکیرن لف دوتا
 چاند سا کھڑا تر اس پر سے جانی کی نقاب
 ریل گاڑی پر اگر ہو جلوہ گردہ بر قوش
 ابر قتی سایہ پہ والے کا دو پیڑ آتشیں
 پر تو زلف دوتا سے سنبھل پیچاں اوگے
 روزن دیوار میں ظالم نے پتھر رکھ دیا

خبر و سرتا جا باز و گردن آئینہ
 اب بھلا کیا دیکھتے ہو وقت غنم آئینہ
 اک طرف ہے دتی اور صالون اور بن آئینہ
 ہاتھ میں ہے غارہ اور ہندی اور پٹن آئینہ
 لوٹا ہے مفت میں سب انکا جون آئینہ
 کیا کہوں معلوم ہوتا ہے سہاگن آئینہ
 دیکھتا ہے رات دن سبان کا بھن آئینہ
 چہرہ پر نہ کا کرتا ہے درشن آئینہ
 رات دن پکڑے ہوئے ہے تیرا دھن آئینہ
 ہے کوئی بیٹھا ہوا جس کا ہے چتون آئینہ
 دیکھتا ہے غور سے گیسو کا چون آئینہ
 کیا بھلا دیکھے برہن ملکہ چندن آئینہ
 چھین لینگے ہاتھ سے ہم جائے لندن آئینہ
 دیکھنے آئے ہو خود لے میرے ساجن آئینہ
 خود بنا شعلہ بھجھو کا اور دشمن آئینہ
 ہو گیا سایہ سے تیرے بنی لوچن آئینہ
 پڑھ رہا ہے ابجد و حطی و کلن آئینہ
 دیکھنے بیٹھا ہے ظالم بن کے جوگن آئینہ
 دیکھنے اتری ہے شاید سر سے ناگن آئینہ
 دیکھنے میں آج آیا نور انگن آئینہ
 لالٹیں جل اٹھیں ہو جائے بن آئینہ
 جس طرح ہوتا ہے تہ دو چار درجن آئینہ
 ہو گیا اک آن میں عنبر کا خرمن آئینہ
 ورنہ میرے واسطے تحاصر ف روزن آئینہ

دیکھتا ہوں آج کل گلشن کا گلشن آئینہ ایسا دیکھا ہے کہیں دلپشت روشن آئینہ دیکھتا ہے اُس جگہ مجھ سا جلے تن آئینہ ٹوٹ جاتا ہے وہی گر کر چنا چن آئینہ دیکھنے جنگل میں ہو چنا بن کے دشمن آئینہ نزد و نفرت سے ہوا میں اور کند ان آئینہ حسن کے جوہر کا ہے گویا مہاجن آئینہ آج ہی حاصل ہوا ہے مجھ کو کا بصن آئینہ سائے آئینوں میں ہے یہ اک فلاحن آئینہ شانہ اش قوس قزح قمرین اہول آئینہ غیظ میں سایہ سے کر دیتی ہے گلخن آئینہ ماہ کو ٹٹی کرے مٹی کا برتن آئینہ مُن کے نفل و عکس صورت سے ہے مہن آئینہ	بد تو شاخِ شجر سے ہیں مشجر ہر و حوض پشت پر مہر بنو ت رُخ پر نور کبریا ہر طرف سنسان ہو میدان میں ہو کسخت دیکھتا ہے اُس میں جب صورت ہے کائنات کی خوف سے دشمن کے ہم آرزو دل بن باں ہو ہو گئی نفرت مجھی میں بھی بنی آدم سے ہوں گنج حسن و خوب روئی سے ہے آئینہ غنی رحم آئینہ میں دیکھا بچہ حور بہشت عکس گوئے ارض گردن میں ہے در برات ہر دختر شش روزہ رازلف دوتا ابر بہار دلچسپی ہے روز و شب مرآتِ مہر و ماہ کو واہ رے اس خاک ساری پر بھی ایسی سربند کہہ تو اسے سچائی ذرا حال ملک جن پری
---	--

غرض کہ سچائی نے یہ سب جھکا کر آئینہ پر بڑی زور سے سر دے مارا کہ اُس کا سر ٹوٹ گیا اور بہت سا خون
نکلا کہ گویا فصید ہفت امدام کے مقابلہ میں اخراج الدم ہو گیا اتنے میں یو جامع یادۃ آیا اور پوچھا کہ مزاج
کیسا ہے ؟ اور دل مبارک اب کس بات پر آیا ہے تو اُس نے کہا کہ

دل نہ عز و جلال پر آیا سچ کہوں کس کمال پر آیا پھر قد و نہال پر آیا اور غنچ و ولال پر آیا اور پھر حالِ قال پر آیا اٹھویں لال کمال پر آیا الغرض بال بال پر آیا غالباً لم یزال پر آیا	یا نہ بدرو ہلال پر آیا پہلے تو عمر و سال پر آیا بعد اس کے جمال پر آیا پس ازہں چال ڈھال پر آیا ساتویں خط و خال پر آیا پھر نویں نرم کمال پر آیا بس کسی بے مثال پر آیا دلی سچائی وصال پر آیا
---	--

جب یوحنا نے یہ استقلال دیکھا تو فیلسوف کی شکل میں آیا اور کہا کہ خیال ایک قسم کا نقشہ ہے اور

نشہ حرارت ہے حرارت سے خشکی ہوتی ہے۔ سودا ہوتا ہے۔ یہ سب زہریں جس سے زہریلے پرگندہ
 تجیزات خیالات کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں یہ سب ساقط الاعتبار ہیں + اسی بیہودہ خیال کا نام
 لوگوں نے عشق رکھا ہے + تو چونکہ سب چیزیں اثر ہے اس میں بھی ایک اثر ہے جو بار بار کے ٹکڑے
 سے کسی قدر منجلی ہو جاتا ہے۔ کہ خشکی میں اور زیادتی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ کسی میں اسے خشکی کے یہ بات
 سمجھائی کہ اُس کا بدن کاچ کا ہے۔ ہزار کوئی سمجھاتا اُس کو یقین نہیں ہوتا۔ تو کسی حکیم نے خشکی دے کے
 سینکڑوں سنٹر لگاے + جب اسکو ہوش ہوا کہ فی الحقیقت بدن کاچ کا نہیں ہے ورنہ ٹوٹ جاتا
 اور چوٹ نہ لگتی۔ اسی طرح تم کو عشق کی وجہ سے خشکی میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ تم خود یوحا ہو ورنہ تم کو یوحا سے
 کیا نسبت + اُسی طرح اگر آپ کو کوئی حکیم بلجائے تو اس خط کا پورا علاج کر دے۔ پس جسے زہریلا
 کیا ہے ہی نہ ہو چوسکا جس نے باندھا ہے وہی کھولے گا۔ کسی کا بندھ کسی سے نہیں کھتا + مگر ان سب
 باتوں نے بھیجی کے پاؤں کو ثابت قدمی سے نہ ڈنگایا + جب تو یوحا ایک مرض مملک بنکر بھیجی میں سما
 گیا + اُس وقت بھیجی میں پھر وہی قوت آئی جو زایل ہو گئی تھی۔ پس وہ موت بن گیا + تو یوحا حیات بن
 گیا اُس کو بھیجی بنام موت نے کھالیا اور ایک دم ہضم کر گیا۔ اُس وقت اُس میں قدرت کے مقابل میں
 قوت پیدا ہوئی + کہ خود بخود یہ معلوم ہو گیا کہ فلاں بادشاہ کا ولی عہد ہوں اور اس اس طرح سے مجھ پر وقعات
 گزرے ہیں۔ اور روح و حیات و لاحاء و لاساء میں یعنی نہ محورت ہیں نہ مرد پس اُس دم اُس نے
 یہ لہوہ کیا کہ مجھ میں سے دوسرا نچا اور وہ دونوں ڈبیہ جو کھوئی گئی تھیں پس اسکے ارادہ کے مطابق فوراً
 ہو گیا جب جا کے اسکو اطمینان ہو کہ اب جس دم باپ ڈبیہ طلب کر چکا تو ڈبیہ دیدیگے۔ دربن کے حاضر
 ہونے کو کہیگا تو دونوں حاضر ہو جائیں گے۔ ایک بن کے کہیگا تو ایک ہی بن کے حاضر ہونگے۔ یا جس بات
 پر راضی ہوگا اُس بات کو کر کے بتلا دیں گے۔ اب تو سب بات اپنی اختیاری ہو گئی۔ ہر طرح امتحان پاس
 کر جائیں گے + گویا اسی کو قدرت سویہ اور خلق بالسوی کہتے ہیں۔ حقیقتہً سفر میں ظفر حاصل ہوئی +
 مگر باپ نے کہا تھا کہ ہم کو کوئی امن نہ دیگا مگر وہ جس کے سامنے موتی گرے اور وہ نہ اٹھائے۔ اور وہ
 خود ہی ہوگا۔ دوسرے اُس کے پڑوس میں کوئی ہوگا۔ اس کا پناہ دہندہ سے ہونا ممکن ہوگا۔ تو
 حیات نامی مہی المہد راج کمار ی نامی بیت اللہم میں نازل ہو اور روح کنواری بیگم نامی بیت اللہم میں۔
 وہاں سے برآمد ہو کر باغیوں کو سمجھاؤ + جب ہم سے باز نہ آئیں گے تو دیدہ خواہ شدہ ہیں لئے جہاں موتی گرا تھا
 وہاں جانا پائے + چنانچہ گئے۔ اور اس دارالفرق میں محبت سے انقطاع محبت کر کے ابن الوقت بن گئے
 حیات راج کمار ی بیگم میں پناہ گزین ہوا۔ اور روح کنواری بیگم میں + اور دونوں نے کسی کو غائب نہ یہ گاتے

ہوئے سنا کہ

<p>کہیں ہوں حاضر شکل انسان کہیں حاضر شکل چوہا جو خود کو سمجھے خدا کو سمجھے تو مجھ کو خود سے جدا نہ سمجھے اگرچہ ہوں سارے و مقفل ہزار پہرا بھی ہو مسلسل رہے ہر اک جا پہ ذکر میرا رہے ہر اک دل میں فکر میری اگر نہ ہو گئی مجھ عاشق تو عاشقِ فق ہے وہ عاشق انانیت پر ہوں اپنی شید انانیت ہی سے سب پیدا لو خود پہ عاشق کر الو سب کو جو پہلوس عاشق تو خودیں و بگو ہم ہی ہیں موسیٰ ہم ہی ہیں عیسیٰ ہم ہی ہیں محمد ہم ہی ہیں یحییٰ جوانی کل میں ہے فنا تو توں نے سجھی کہ ہے انا تو</p>	<p>کہیں ہوں حاضر شکل خواب تائیں خود کو چھپا چھپا کر جدا جو سمجھے بجا نہ سمجھے ہی ہوں میں بس خدا خدا کر ہم آئیں چھت پھاڑ کے مقلقل نہ آئی گئے پا دبا دبا کر ہم آنے والے ہیں یا در کھو ہٹاؤ خود کو جدا جدا کر لو عشق کا آپ ہی ہوں خالق ہوں خود پہ عاشق بنا بنا کر انانیت جب ہوئی ہویدا تو اے انا اب انا انا کر نہ دن کو نکلنو نہ نکلو شب کو کر شمشیر کو دکھا دکھا کر ہم ہی ہیں مہدی ہم ہی ہیں علی ہم آتے ہیں تو جتنا جتنا کر بنی ہے خود اور خود بنا تو ہے خود عاشق لہجا لہجا کر</p>
--	--

اس آواز سے راج کمار یوگم اور راج کنواری یوگم دونوں ایسے سکران میں ہو گئیں کہ تین دن تک
سکتے کے عالم میں رہیں۔ وقت مقررہ پر روح حیات برآمد ہوئے۔ دونوں صغی العقل صبی احکم۔
زکی النفس تھے جب سیانے ہوئے۔ بڑے فصیح اللفظ و جید البیان نکلے۔ یوحنا نے سب کی تعلیم کرنی
شروع کی۔ کہ ہر سبب کا ایک سبب ہوتا ہے۔ تو سب کے ہونے کا کیا سبب ہے؟ ان سبب کا
سبب الاسباب ہی ہے۔ جس کو ہم جانتے ہیں تم نہیں جانتے۔ مگر اتنا کہتا ہوں کہ روح مجرد اور محض
مطلق افعال جسمانی کے صدور پانے کے لئے جسم قبول کر لی سکتی ہے۔ مادہ کا کوئی ذرہ کسی وقت میں
معدوم نہیں ہوتا تو چونکہ معدومیت بھی ایک مادہ ہے۔ اس لئے دو مادے ہوئے۔ تو مادے کے
بہت سے اقسام ہیں۔ مگر کسی مادہ میں یہ مادہ نہیں کہ خود بہ خود کسی قسم کا ایک مادہ بن جائے۔ جس
میں از خود ہونے کا خود زاد مادہ ہو اور خود زادگی کے مادہ سے بھی بری ہو۔ گرم و سرد و شکل و رنگ و بوی
و مزہ و مکان و حرکت و سکون و نائیش و آثار و افعال و خواص کسی طرح سے محسوس نہ ہو۔ بالکل سمجھ میں نہ
آئے۔ تو اسی کو خدا کہتے ہیں۔ کہ اس مادہ پر مہتممائے مادہ و مبدیہ تک بحث چلی جائے مگر کہیں ختم
نہ ہو۔ پھر جو ایسا ناممکن الفہم مادہ خود زاد ہو۔ وہ کب خودیں عیب نقصانی عارض ہوئے دیکھتا ہے۔ یہ
سب اس کے ساختہ و پرداختہ ہونگے۔ اگر اس بات کا بھی اُس میں شوق پیدا ہو۔ تو یہ بھی کر کے اپنی خودی
پہنائی کو تبتائے تو بعد از قدرت نہیں۔ وہ سب چیز متاثر ہے۔ مگر اُس کی اتنی حقیقت سے مطلع ہو جانا
اُس کے لئے عیب ہے۔ کہ جب کوئی کوشش کر گئے اُس کی قدر حقیقت دریافت کرنے پر قادر ہو گیا

تو بہت کوشش کرنے پر سب حقیقت سے واقف ہو جائے گا۔ تو کوشش کرنے والے مادہ میں زیادہ قدرت پائی گئی۔ رفتہ رفتہ وہ خود خدا بن جانے کی کوشش کر گیا۔ لہذا یہ سمجھنا چاہئے کہ بیسب مادہ فہم و فہیم عقل و ادراک اُسی کے دئے ہوئے مادے ہیں۔ جہاں تک چاہئے بڑائیے۔ جہاں تک چاہئے گھٹائیے۔ چنانچہ جب اُس نے بڑھایا تو یہ سب ہمارے قولے و دیکر پر مطبوع کرا کے ظاہر کرادیا اور جب اُس نے گھٹایا تو تم کو محتاج و عطف و پند کر دیا۔ مگر یہ گھٹاؤ بڑھاؤ انصاف کے خلاف نہیں کیا گیا ہے۔ سب کو بڑھانے گھٹانے کا اختیار دیا گیا ہے۔ کوشش کرنے کی قوت دی گئی ہے۔ وہ نہ کرے تو یہ اس کا قصور ہے۔ یہ سب پاک یکوئی سے جلد حاصل ہو سکتا ہے۔ واپسیات اشغال کی یکوئی جہنم واصل کرتی ہے۔ دنیا دارب الطالب اور طالب الدار ہے۔ کتنا ہی بڑا کوئی عاقل ہو اگر اندھا ہے تو ایک سب رہبری کر سکتا ہے۔ اس پر آنکھ پھول نہ چڑھاؤ۔ تم چادل سے کھدی اور کھدی سے گلمت بن گئے۔ لقمہ شیطان و بول و بلا شیطان ہو گئے۔ شیطان زراعت کے کھاؤ بنے۔ تم علیٰ عالم مثل سابق ہو۔ افسوس ہے کہ چقدر کاشت مزدک برآمد۔ ہم تم کو نیک بنانا چاہتے ہیں۔ تم روز بروز شیطان بنتے جاتے ہو۔ کہاں تک حکامین فطرت۔ ترک مکافات و قصد مواخذہ سے درگزر تے رہیں۔

تفریق نیک و بد میں ہے لاریب لازمی تقیم کے لئے میں حساب و کتاب دو دل کو شیطانی گرجانہ بناؤ۔ شیطانی تصور نہ پانصد ہوت کے وزیر و اخلیہ اہد خارجہ مدر الماک بنے ہوئے خفیہ گشتی لگاتے رہتے ہیں۔ جسکو مجرم پاتے ہیں بیماری و آفات کے چپر اسی سے گرفتار کرا کے سزا دیتے رہتے ہیں۔ کہ کل بے کل ہے۔ آج لا علاج رہے۔ سرشام عین ہرام ہو گیا۔ طات کو سلاکت ہی صبح ہوتے ہوتے صاف ہو گئے جیسے کہ نہ منہ میں و انت نہ پیٹ میں آنت۔ نہ نام لیوا نہ پانی دیوا۔ پھر بھی موت سے غافل ہو۔ بہشتی لائف کو جہنمی لائف سے نہ بدلو۔

اکٹھوں سے مرے وہ دُرخ زیبا نہیں جاتا	اک بظہ خیال بت ترسا نہیں جاتا
دل سے مرے اُس بت کی مہمت نہیں جاتی	سر سے مرے اس بلف کا سودا نہیں جاتا

یہ تعریف عروس نیکی کی ہے۔ نیکی مدعی ہے۔ نیکو کار مدعا علیہ۔ بدی مدعی ہے۔ بدکار مدعا علیہ۔ عقل صحیح ہے۔ افعال بیہوش ہیں۔ نتیجہ سے نیکی و بدی پہچانی جاتی ہے۔ بس یہی اچھا فیصلہ ہے۔ نیکی میں بدی کو مٹلا دینے کی خاصیت ہے اور بدی میں نیکی کو نیکی میں بھولی بسری چیز کو یاد دلا دینے کی قوت ہے۔ دیکھو ادنیٰ ادنیٰ مخلوق میں یہ سب قوتیں ہیں۔ مگر تم کو یقین نہیں عدم یقینی کا یقین ہے۔

سب میں اثر ہے تو بدیقینی کا بھی ایک اثر ہونا چاہئے۔ تو وہ تمہارے افعال کے نتیجہ سے ظاہر ہے۔ کیا نہیں دیکھتے؟ کہ اگر کسی لطیف مزاج کو لمبھی کھا جائے یا لقمین ہو جاتا ہے تو اکثر قے کر دیتا ہے۔ جس کو اچھے بُرے میں تمیز نہیں تو چند باتوں سے غالی نہیں۔ یا بچہ ہو۔ یا بے ہوش ہو۔ خواہ پاگل یا بے ایمان ہو۔ تو یہ سب باتیں بے ایمانوں سے کہی جا رہی ہیں۔ ایماندار وہ بے ایمان دونوں برابر نہیں۔ آسمان ایک دم گول نہیں ہے کہ تسادی الرقبہ کہا جاسکے جس میں کے جمیع مراکز برابر سمجھے جائیں۔ کچھ چھوٹے بڑے ہونگے سب برابر نہیں۔ اس لئے نیک و بد ایماندار بے ایمان برابر نہیں۔ ماں ارزاں ہوگئی اور جو روگراں جس عورت کو ماں کہو تو خوش ہوتی ہے۔ جو رو کہو تو ناخوش۔ اور ناخوشی اُس کی بجا ہے۔ اسی طرح نیکی ارزاں ہوگئی اور بدی گراں جس کو نیک کہو تو خوش ہوتا ہے بد کہو تو ناراض۔ یہ نارضا مندی بجا نہیں۔ زیادہ بد ہے۔ راست گوئی بُری بات نہیں۔ مگر یہ راست گوئی کہ زیر دامن تو پنہاں حیثیت اسے نازک بدن؟ بالکل راست ہے لیکن بد تہذیب سے کچی آگئی ہے۔ لہذا یہ راستی مردود ہے۔ اسی طرح اگر بدیتی سے کسی کو بُرا کہا جائے تو بُرا ہے اور جھوٹ ہے۔ برخلاف اس کے اچھا ہے اور راست۔ جب تک شاباشی سے کام نہ لگتا ہے شاباشی کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد گوشمالی کی حاجت ہے۔ جو تم ہنسنے میں کمال ہو تو میں رونے میں فائق ہوں تمہیں بجلی گرانما مجھ کو وہیہ برسانا آتا ہے مگر یاد باشد کہ زیادہ مینہ برسنے سے بجائے فائدہ کے نقصان نہ ہو جائے۔ عالم کا عالم ڈوب نہ جائے۔ جان جو ایک رحمت ہے اس کی تو تم کو برداشت نہیں۔ متوالے ہو گئے ہو۔ زحمت کی کیا برداشت ہوگی ہمارے قہر و رحمت کی برداشت وہی کرے جو مجھ سا ہو۔ یا میں اُسکو برداشت کی قوت ہوں۔ ورنہ قہر و درویش بجان درویش۔ اگر میں برداشت چھوڑ دوں تو عالم کا عالم ہی غارت ہو جائے۔ دیکھو کس قدر کثیر الحمد للہ شکوئی الی الخلق اور قلیل الاعتدال بالناس رہ کر اختلاف مرتباً نہ رکھتا ہوں گویا ۵

ہم گو لگا ہے ہاتھ یہ مضمون چراغ سے روشن ہونا ماس کا جو اپنا چلنے والے
مگر اس لالچ سے ایسا نہیں کیا جاتا ہے بلکہ خالص بندہ تعالیٰ در نہ کسے از کفچہ ہمارے حلوہ سخن و بجز زہیرِ
ہلاہل۔ ایسے دل کی آرائش منظر ہو تو نیک بن کے آدماؤں یہ کچھ ناممکن نہیں ۵

ہمت کہے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا	وہ کون سا عقیدہ ہے جو وہاں ہو نہیں سکتا
-----------------------------------	---

مگر تم میں کس مشاؤون ہے۔ وطنی احب تازہ دلخ ظاہر میں۔ باطناً بالکل مخالف مگر ۵

آپ اپنے عیب سے واقف نہیں ہوتا کوئی جیسے بواپنے دہن کی آتی ہے کم ناک میں ضرورت کے موقع پر مایحتاج الیہ اور اصدق علیہ تم سے بیان کیا جاتا ہے اپنے باطنی ایہم الامیہ کو کارتبہ و مرتبہ غلبہ و دبہ کو پہنچ کر کے تم سے پیش آتا ہوں پھر بھی تم طاعت و اطاعت شکر و شکر یہ سے پیش نہیں آتے + دیکھو نیکوں کی آنکھیں ہماری باتوں سے نم ہو گئیں + آنسو ڈھڈھا کے گالوں تک ڈھلک گئے + ان کے گناہ دھلے

قوسِ دولب چو تیر زباں رافرو گذاشت تیر نگہ ز قوسِ سما آں طرف گذاشت پردازِ فکر فکر چو بالارسی گفت	صیدِ دل رقیق در آمد بدستِ من صیدِ میاب گشتہ بگشتہ بسوئے من ایں گوئے آسماں بشدہ گوئے پائے من
---	---

دیکھو ہوا جس طرح سے آگ کو اپنے پشت پر سوار کر کے بشکلِ دخان اوپر لیجاتی ہے اسی طرح خود کو وہ پشمر سارٹی و ندامت اسکو بالا بالا باہر لیجاتی ہے۔ وہ بھی دہاں جا کے پاک ہو جاتا ہے۔ اور کیسا پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ طبقات الارض کے ظلمات میں الوار الماس پوشیدہ ہیں اُس میں سے نکالنے کے بعد ان کی چمک معلوم ہوتی ہے + مگر جب تک اُن کی سیہ بختری رہتی ہے۔ طبقات الارض کے ظلمات میں پڑے رہتے ہیں۔ اس لئے یہ قولہ ان کے لئے صادق آتا ہے کہ سیہ بختری میں کب کوئی کسی کا ساتھ دیتا ہے کہ تاریکی میں سایہ بھی جدا ہوتا ہے نال سے مگر ہر چیز میں مخفی حرارت ہے پھر وہ ترقی ہو یا تنزلی کسی کی انتہا نہیں۔ ان سب بے انتہا چیزوں میں سے کسی چیز کی حرارت بھی جب گر لکھاتی ہے۔ تو سطح بالائی پر آ کے تیرنے لگتی ہے جس سے جاندار محسوس کر لیتا ہے + یہ حرارت بڑی عالمہ ہے + جب دھات میں یہ حرارت بے انتہا اسکے ذرات میں حلول کر جاتی ہے۔ تو وہ گداز ہو کر بشکلِ سیلاب رقیق ہو جاتا ہے + جس میں صورت نظر آسکتی ہے + تو جو چیزیں جاذب ہیں اُن پر شبنم بہت گرتی ہے + جیسے آون۔ ریشم۔ کپاس اور لکڑی وغیرہ پر + اسی طرح جس کا دل ہاون اور کپاس کی طرح نرم ہے۔ وہ ہشیج کی طرح پانی جذب کرتا ہے + نشقہ اور فوٹو گراف کی طرح حرف و لفظ جذب کر لیتا ہے + آئینہ کی طرح عکس جذب کر لیتا ہے + جس کے رگڑ سے حرارت ندامت و رقت پیدا ہو جاتی ہے + کہ وہی عرق آلودہ کر دیتی ہے۔ کہ رونے لگتے ہیں + بدکار اُس رونے پر ہنستے ہیں + سوچ ہے کہ آفتاب عام طور سے طلوع ہے + اُس سے گدا و مشہد شاہ یکساں مستفیض ہو سکتے ہیں + مگر جو سیاہ ہو تو والا ہے اُس کی گرمی سے جل بھکنے خاک سیاہ ہو جاتا ہے + مٹی سفید ہو جاتی ہے + بدبوئی اٹھ جاتی ہے

موم نرم ہو جاتا ہے + پانی بخار بن کے سورج سے مصافحہ کرنے کو جاتا ہے + اگر دشمن اُس کا بیچ میں
مزامم ہوتا ہے۔ تو اُس بخار کے سامنے امنگ سرد پڑ جاتے ہیں۔ دبیز بن کے دھواں دھار پور تیرے
لگتا ہے + اگر اپنی دہانت میں ٹکرا کر گرمی پیدا کر لے تو پھر دُبلتا بکتر اور پتیرے لگتا ہے + ہر بار
ادھلکا پھلکا ہوتے ہوتے اوپر بٹھیرنے کی قابلیت پیدا کر لیتا ہے + کہ پھر خاکی کشش اُس پر
غالب نہیں آ سکتی + کہ سفلوں میں کھچکر ملایا جائے + اگر بے فعل آپ منہ بنام آسمان بشکل
کوہ شام پروخان ہرنی سے مصافحہ کرنے چلا۔ اور سرد پڑ کر باران بنگیا۔ تو جہاں سے چلا تھا
وہیں آں گرا۔ یعنی زمین پر۔ اور ہمیشہ اسی چکر میں لٹوکی طرح متحرک سکون نما رہتا ہے۔ صرف
اتنا ہی فرق رہتا ہے کہ شور سے شیریں بکتر واپس آتا ہے + اگر بکوش و خوش آہن منتہی کی طرح
آتش منہ بنام آفتاب جو بالکل بے دخان معلوم ہوتا ہے۔ اُس سے گرمی کی صورت قبول کر کے
ملنے چلا جاتا تو اس پار سے اُس پار چلا جاتا + مگر پانی کی رفتار قبول کیا تو نیچے گرا + کیونکہ اُس
جنس کا پانی نیچے موجود ہی تھا اور پر جانے کی کیا حاجت رہی + لیکن اگر نوز کی رفتار قبول کرتا
تو آفتاب سے ملتا + اور نوز کی رفتار بہ صراط مستقیم نہیں بلکہ کجروی سے صراط مستقیم پر چلتی ہے
کیوں پر جیسا موقع ہو ویسا جیسے عکس ضیاء بنام سورج۔ اُس کی کرن پانی کے سطح پر زرا سیدھی
پڑتی ہے۔ کیونکہ پانی میں شفافیت ہے جب پانی سے ہوا کی طرف تبدیل ہوتی ہے۔ تو ٹیڑھی
ہو جاتی ہے + جب ہوا سے ٹکراتی ہے تو کڑکتی ہے + تو نوزانی رفتار اختیار کر کے اور جانا چاہئے
ورنہ وہی پانی کی حالت ہوگی۔ کہ کبھی ابر بن کے رہ گیا۔ کبھی بخار بنکے۔ کبھی شبنم بن کے کبھی شہاب
بن کے ان کو یہ زیبا نہیں کہ یہ کہیں کہ

گرتے ہیں غم سواری میدانِ جنگ میں وہ طفل کیا کر گیا جو گھٹنے کے بل چلے

پس جو مجھ میں آنا چاہتا ہے۔ اس میں پختہ ہونے کے لئے ایسی تبدیلیاں واقع ہو سکتی ہیں + اگر بے
حساب ہماری محبت میں آب دیدہ ہے۔ تو اُس کے لئے یہ محنت نہیں + اُس کی آب دیدگی پہنچنے والے
رائہ درگاہ میں + پس میرا فیض عام ہے جبکہ مستفیض ہونا ہو جاتا جائے + ناپاک سے اس طرح
پاک بنے جس طرح مٹی سے پہاڑ بنتا ہے + کیونکہ پہاڑ میں تمام مادہ ارضیہ بھرا ہوا ہے + اُسی
سے ریتی ہے۔ ریتی وغیرہ سے تام چینی ہے + کہ ہر ایک قسم کے دیک سے ہوتا ہے کیونکہ اُس
میں دیک کا جسم پایا جاتا ہے۔ اسی طرح آدمی سے فرشتہ ہونا ویسا ہی ممکن ہے جیسا کہ نبی سے
آدمی بننے اور سببتی و نبی میں ہلکا ایک قسم کا نور پایا جاتا ہے۔ وہ ترقی کر کے بہت کچھ ہو سکتا

ہے + کیونکہ ہر تمام بھری ہوئی ہے مگر نکھانے سے زیادہ ہوتی ہے + پس اپنے اختیارات مہربان
 کو اختیارات مہربان سے ترقی دیکو ہماری نور رحمت کو اپنی طرف متوجہ ہونے کی تحریک کرو +
 کہ یہ ہماری خوشی کا باعث ہے مگر یاد رہے کہ زمین کی کشش گولے کو بہت اوپر نہیں جانے دیتی۔
 پھر خاکی غولہ بنام جسم کیونکہ اوپر جاسکتا ہے۔ تو جسم سے غرض نہیں ہے روح سے غرض ہے +
 اور وہ روح نہیں جو حرارت غریزہ سے پیدا ہوتی ہے + بلکہ وہ روح جو قوت طہر کی طرح منور
 ہوتی ہے جو حرارت و برودت اور علم و خیال کی طرح روحانی ذرات میں سرایت کر کے آوازہ
 فوٹوگراف کی طرح خود کو عالم سفلی میں ظاہر کرتی ہے جس کے ٹھور سے حرارت وغیرہ پیدا ہوتی
 ہے جس کو حالت و حلول کہتے ہیں جس کا ادنیٰ نمونہ خونی حالت کی ہوتی ہے کہ کبھی کبھی مقتول
 کا روحانی اثر اس پر سٹپ ہو کر خون کی گواہی دلا دیتا ہے + تو اگر وہ روح تمہاری پاک ہو تو بہت
 دور تک ترقی کر سکتی ہے + کہ پھر جسمانی ڈپٹی و آفرینش کی کشش اس کو اس پستی میں نہ لاسکے۔
 اور یہ اسی طرح ممکن ہے جس طرح روح و جسم لطیف و کثیف میں محبت ممکن ہو گئی ہے یا جس
 طرح سورج ایک جرم نورانی ہے اور زمین جسم خاکی ظلمانی۔ کہ بھولتے نسبت تناقض ظاہر اور کوئی
 نسبت نہیں۔ لیکن اگر نسبت نہ ہوتی تو یہ چاند کو نہ کھینچتی اور اس کو سورج نہ کھینچتا + یہ خدا معلوم کہاں
 کی کہاں ستاروں سے ملکر اگر جسم ہو جاتی + اس کو اس سے روکنے کے لئے وہ طرفہ نورانی مدد
 پہنچ رہی ہے۔ جیسے حاء اور ساء سے تمام کائنات کو مدد پہنچ رہی ہے + اب دیکھو تو ایک
 شمس ہے۔ دوسرے قمر۔ دو لطیف کے بیچ میں ایک کثیف کہ حدیث کے شمول کا انقطاع ہو رہا
 ہے + گویا تضاد باہم عاشق و معشوق ٹھیرے کہ جہاں نور ہے وہیں ظلمات + جہاں حیات ہے
 وہیں ممات + جہاں شیطان ہے وہیں رحمان + جہاں سچا ہیں وہیں جال + جہاں خود سچی وہیں خدا +
 ضدیں آسرا کر کے مقابلہ میں رہتے ہیں + جیسے پرچھائیں + لیکن اگر اس کو چاروں طرف سے گھیر دے۔ تو
 دھواں کی طرح نور میں سما جائے۔ اس واسطے نور ہی کو پکڑ دے + فائدہ سزا کو اٹھائے اور لپیٹا دے۔ تو
 پرچھائیں خود بخود ساتھ چلی جائیگی + پس نور حیات کو پکڑ لو + روحانی جسم خدا اس کے ساتھ چلا جائیگا
 وہ میری محبت اور طاعت و اطاعت سے ممکن ہے + کہ ہم سے تم سے روح جسم کی طرح تضاد
 معاملہ ہے + مگر روح و جسم کی طرح باہم اتحاد پاک ممکن ہے + مگر مجھ کو نیت کر کے خود کو بہت کرنے
 کی کوشش نہ کرو + یہ تناقض ملعون ہے + اس میں قہر و غضب کو حرکت ہوتی ہے + کہ بجائے
 خویشی مادی اور مشائی بنو دینے کے جہنم میں بنو ادب + اور مطلق خود سے لگاؤ نہ دکھو +

پس ہم سے چون و چرا نہ کرو + میں تمہارے واسطے شب و روز دو تارہتا ہوں + دوسری شکل میں ہنستا ہوتا ہوں + ہنسی پر رولائی آتی ہے اور رولائی پر ہنسی + گویا یہ حالت ہے کہ

<p>ا کہ میر تو بر شفق عقد شریا ریختہ مشتوق ماحشق آفریں و عشق ذات لختین سیارح ٹکرو عقل من در را در زمرے جا بجا چوں در بیابان صدم پائے سیاحت را نہاد پس شد مسج ذات او - ذاتش مسج ذات او جملہ جدا از ذات او ذاتش جدا از ذات خود یکتا ییش و سن نہاں آں من باطن ظاہرست نور جمالش از در میدان سرور من رسید</p>	<p>بر لاله از باو ام تر لو لوستے لا لاریختہ خود را ہویدا کردہ و در خویش خود را ریختہ خو طر زن و سباح شد خود را بدیا ریختہ از بے خودی در خویشتن صد ماسیا ریختہ بایکد گر یکتا شدہ در جان صد ماس ریختہ یکتائے بے ہمتا چناں در سر بہ یکتا ریختہ بایکد گر شید اشدہ شید اہر شید اریختہ تجیدہ در ہستی ما از نام میجوی ریختہ</p>
--	--

گلاتنے اسرا و لاہوت کے ترکیبات سے مرکب ہونے پر بھی بڑے افسوس کی بات ہے کہ گناہ
آگے میں ہنوز تم ہی ساہوں کہ بعضے حاکی بر آفریں ہو اور خیلے شاکہ نہ آفریں۔ اور تہذیب
کا ہے بلکہ کوئی اور گناہ ہے یہ تجہیں۔ مگر جو حمید ہیں وہ محمود ہیں۔ باقی جمیع غلط فی الکلام اور غلط
فی الحساب ہیں + جیسا جو ہم پر ایمان رکھیں گا اُس کے مطابق اُسکی جزا ہے + جیسا موقع محل دیا
عمل درآمد ہوتا ہے جیسے حکم ہذا کی شان دیکھو کہ کیا کہا جاتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ سب حلال حرام
ہے اور سب حرام حلال مگر کیونکہ؟ اور کس طرح؟ اور کس جگہ؟ تو اُسکی تشریح یہ ہے + کہ حلوہ کھانا
اکدم حلال ہے اور بے شک حلال ہے مگر بالکل حرام ہے اور بیشک حرام ہے + لیکن اُس
وقت میں کہ اگر سخت مریض ہو اور حلوہ کھانے سے مرض کی شدت میں زیادتی ہو + اسی طرح
سورہ کھانا اکدم حرام ہے۔ اور بے شک حرام ہے۔ بلکہ ازنی و ابدی حرام ہے + مگر حقیقت
میں ایک دم حلال ہے۔ اور بے شک حلال ہے۔ اور ازنی و ابدی حلال ہے + لیکن اُس
وقت میں کہ اگر سخت مریض ہو۔ اور ڈاکٹروں کی یقینی یہی رائے ہو کہ جب تک خنزیری سوپ
نہ استعمال ہو آنتیں اچھی نہ ہوں گی تو حلال ہے + اسی طرح ہر ایک حلال و حرام کے حکم کو زمانہ
کے مطابق سمجھ لو۔ یہی جواد و سزا نئی و سختی کی حالت ہے موقع بہ موقع سب جائز ہے + لہذا
سے سخن بلفظ و کرم یا درشت خوانے کو + کہ رنگ خوردہ مگر دو مگر بیوہاں پاک + جہاں پر سخت
و سخت کہنے کی ضرورت ہو تو ضرور کھا جائیگا + تو ہر ایک چیز کی ایک نشانی ہوتی ہے + جیسے

جب گرمی شروع ہونے والی ہوتی ہے تو دکنی ہوا چلتی ہے + سردی شروع ہوتی ہے تو پھپھا چلتی ہے + قہر الہی کے وقت وہی صبا چلیگی + جو تمام آثار سے واقف ہو عالم الغیب ہے + پس امام کے آگے جہام نہ بنو + امام وجدان میں ہے + جہام فقدان میں + امام حکم عقدا دارو + جہام حکم خفا + جنگل میں بھی خوشبو اور خوشبو گل وریحان لہلہا رہے ہیں - اور آبادی میں بہت سے بدرو اور بد بو پھول ہیں + تو تو ٹوٹی میں اور نا تو ٹوٹی میں کچھ نہیں ہے جو تم اکر رہے ہو + یہ سب اکرنا بھول جاؤ گے + دیکھو امام اور اُس کے ساتھی آتش پر بہا رہیں + اور جہام اور اُس کے ساتھی جہنم کے گلزار + ایک ہی شاخ کے دو پھول - ایک کر پھول بنا ایک پاؤ مخالف کے جھونکے سے ما پاں ہوا + ایک ہی سپی سے چند موتیاں نکلے - ایک در تاج شہر یار ہوا - دوسرا پاؤش میں زیب نگار ہوا + تیسرا کھل میں کھلا گیا + جب خود کو نیست کیا تو ایک پری چہرہ گلخوار کے نیناں رتن کا کمال الجھ کر بنا + چوتھا کشتہ کیا گیا اور خون بن کے تمام بدن میں نیرا - تو گو یا سب زیبائش اسی کشتہ کی ہوئی - اسی سے وصل ہے اور اسی سے وصال اور اسی سے وصلین - چاہے تو جوش میں ڈلو کر جوتا - ٹوپی سب گہ غلیظ میں بھگو او کیا استعمال سے مرد و کرادے - یا گلا کا ڈار بنو ادے + واپا اپنی طرح رنگ و پیمان میں کرادے - اُس کو اختیار ہے + اسی طرح میں جانِ جاناں ہوں اگر چاہتے ہو کہ

من تن شوم تو جاں شوی من جاں شوم تو تن شوی تاکس نگوید پس ازین من دیگرم تو دیگرمی
تو ہماری طاعت و اطاعت کرو - ہمارے عشق و محبت میں فنا رہو + تمہارے روح کا قلم ہمارے
شاخ و صحنی سے پیوند ہو کر اچھا پھل لائیگا + مگر تم کو یقین نہیں + امیر کچھ دے یا نہ دے مگر اُس کی
عرفت کرتے ہو + اس کی جھوٹ کو سچ مانتے ہو + اور غریب کچھ دے بھی اور سچ بھی لکے جب بھی
جھوٹ جانتے ہو + تو جیسی روح دیسے فرشتے - پھر ان فرشتوں کی بھی جیسی روح ہوتی ہے ویسے
ہی ان کے بھی فرشتے ہوتے ہیں - کہ یہ سلسلہ مسلسل نامتناہی جاتا ہے + آخر ہماری ہی روح سے
سب کو سابقہ پڑے گا - بلکہ ہر جگہ ہم سے سابقہ ہے بس

طبارج ہتم را خشک و تر و دو عالم باشد یکے نوالہ بر سفرہ ضیافت
سلطان یکسو ارہ از جانب خراسان درابر رفتہ رفتہ ظاہر شد از مشیت
چوں علم شد مصفا شد عین ذات عقیلش چوں عقل شد مجلی شد روح در شرافت
رفتہ رفتہ مائے شرافت و لطافت کے سخی ہو کر باقی واحد ہر رنگ میں اس طرح درخشاں ہو سکتی

ہے جس طرح ایک روشنی ہزارا طرح کے شیشے میں + اور چھوٹے سے ذرہ میں سما سکتی ہے + جس طرح ساری چیزیں علم میں سما جاتی ہیں + اس لئے پانی کے طرح دقیق - ابرق کی طرح سفوف - آئینہ کی طرح بجلی بنو + کہ تمہارے لئے یہ مصداق صادق آجائے کہ

چو ذرہ گر چہ حقیر یم نسبتم ایں بس کہ آفتاب شود نقطہ مقابل ما
پھر ایسے لوگ کہیں ہوں ہم ان کو ایسا پہچان لیتے ہیں جیسے اندھیرے میں پاؤں جوتے کو پہچان لیتا ہے + بلکہ ہم اچھے بُرے سب کو حقیقی طور سے پہچانتے ہیں + تو چونکہ سب سے معرفت ہے اس لئے اچھے بُرے سے آگاہ کر دیتا ہوں کہ شیطان اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک جاسوس مقرر ہوا ہے کہ جس طرح ممکن ہو سب کے عندیہ اور ایمان کا امتحان لے + کہ اُس میں سے چھنکر امت اللہ اور حزب اللہ بنائے جائیں اور نبی اس امر کے خبر رسانی کے لئے مقرر کر دیا گیا ہے کہ وہ سب سے کہے کہ شیطان جاسوس مقرر کیا گیا ہے + اگر ضرورت کی وقت اُس کو خدائے دروہ پر لعنت بھیجنے کی بھی ضرورت ہوگی تو ضرور لعنت بھیجیگا + اور اندوئے مصلحت خدائے دروہ بھی اُس پر لعنت بھیجینگے کہ بہ طریق صحیح کون اس جہاں سے صحیح و سالم نکل آتا ہے + اور اسکی صحت ہر ایک کو اپنے دل سے معلوم ہو سکتی ہے + جس کا دل موزی ہو کہ اُسی کو لیزا ہو پونجاوے - تو اُس کا دل ہی اُس کے حق میں شیطان ہے + چاہئے کہ اُس موزی سے انتقام لے
دوسرے طریقہ سے انتقام لیا جائیگا + اس میں زیادہ بحث کی ضرورت نہیں + سوال و جواب آجتک ختم نہیں ہوئے + حرف و الفاظ جفتی کھاتے ہوئے ہزار ہا بچہ اعتراض جنتے چلے جائینگے + غرض کہ جاروب کشی کرتے چلے جاؤ کوئلہ اگر کٹ نکلتے چلے جائینگے + بے انتہا کی سب چیزیں بے انتہا ہیں + یہ اُس کے عدل و انصاف پر دال ہے + کہ اپنی طرح سب کو بے انتہا رکھا ہے + فہماں الذی لا الہ الا ہوا بدی الملکوت سرمدی المجرور حئی لایموت ازئی لایغوت قیوم لاینام عزیز لا یضام شیخ لا یرام و ہو ذوالجلال والا کرام تو کلث الیہ والیہ المصیر - مگر تم ہو کہ اُس مصیبت و متاب کی طرف رجوع نہیں ہوتے + بحث و مباحثہ کرتے ہو + اور سمجھتے ہو کہ دبا دیا + عکس و محاب کی مزاحمت کا نام کسوف و خسوف ہے ورنہ آفتاب و ماہتاب ویسی ہی چمکتے رہتے ہیں - اسی طرح علم و خوشی کا نام و بجانا نہیں ہے - بلکہ مصلحت و وقت ہے + اگر تم بھی خود کے بارہ میں ایسا کہو تو اُس کی مثال یہ ہے کہ پانی میں سایہ متحرک محسوس ہوتا ہے ایسا نہیں کہ اصل کی حرکت سے وہ متحرک ہو + پس تم کو اصلیت سے کچھ نسبت نہیں کہ اصل الاصول سے خود کو منسوب کر سکو + کیونکہ

سفل کو ملوی سے کچھ نسبت نہیں۔ بایک ڈر کے استعمال سے مرض پیدا ہو جائیگا + پیچھے زیادہ لطیف پانی پینے سے سہل آجاتے ہیں + یا زیادہ کثیف جسم میں لطیف بخار داخل ہونے سے وہ حیم شق ہو جاتا ہے + اس لئے مشکل بسان اللہ سے تم کو کچھ نسبت نہیں کہ برابری کا دعویٰ کرو + تمہاری برابری و عدم برابری اور اچھے بُرے ہونے کا ایڈریس تمہاری تمام قزقی یافتہ دفتر ہستی پر برتری مہر کے ساتھ مرقوم ہے ۵

اس لئے تم پر اعتقاد نہیں	روح اللہ تم سے شاد نہیں
پھر یہ کہتے ہو یہ فساد نہیں	دشمنی کینہ و عناد نہیں
بُت پرستی اگر ہزار کرو	پھر بھی ان بہت پر اعتقاد نہیں
کیا یہی ہم سے تم سے وعدہ تھا	اور کہتے ہو مجھ کو یاد نہیں
روح کیجی ہے عین روح اللہ	آپ آتشِ رخسار کیا نہیں

تو خاکی کو آتش سے کیا نسبت ہو سکتی ہے + کیا خاک دھواں کو بالاروی سے روک سکتی ہے ہرگز نہیں اسی دم بھونچال ہو جائیگا + بدلی روکے تو تغفل پیدا کرے اناہیل عظیم الصوت سے بھلائے + کوئی زیادہ مزاحم ہو تو شعلہ بجھو کا ہو کر بجلی بن جائے + تو ہمارے دو واہ کو تم کیا روک سکو گے آہ الہ سے ملکہ تمام زمین و آسمان ہلا دیگا + آج تم ہمارا ٹھٹھا کرتے ہو تو اچھی طرح سے کر لو ۵

دیروز بے گل بہ چین می گر دیدم فرخندہ گلے بر سر آتش دیدم
گنم کہچہ کردی کہ ترا می سوزند گفتا کہ دریں باغ دے خند دیدم

پس اچھی طرح ہنس لو کہ کل اچھی طرح سے روزنا ہے + اور وہ ختم نہ ہوگا۔ یہ غمی کی نشانی تم میں اسی طرح پوشیدہ ہے جس طرح عیب و خیر اور اس کا نتیجہ۔ کیونکہ موجودات کچھ ادھورے طور پر تکمیل پذیر نہیں ہے۔ بلکہ مکمل طور پر ہے + لیکن مناسب ہے کہ یوں کہنا چاہئے کہ نامحدود و ناقص اور مکمل طور پر بھی نہیں ہے۔ مگر کسی طور پر ہے + جسکو فوق الفطرت بھی نہیں کہہ سکتے کہ فوق الفطرت کا ہونا بھی فطرت میں داخل ہے + اس لئے تمہارا گناہ بھی فطری ہے جس کے بدلنے کا تم کو اختیار دیا گیا ہے + کیونکہ جو گناہ کو مسخر کر سکتا ہے وہ پالی کو بھی مسخر کر سکتا ہے + کارخانہ موجودات کہہ رہا ہے کہ کارگاہِ خودی سے کچھ نیک بات حاصل کرو۔ کہ حیاتِ آئینہ میں کام آئے + اُس میں زیادہ ارشاد ہماری طاعت و اطاعت کا ہے تو اب سوال یہ ہے کہ باقی حدیث بعد کم تو منوں؟ + اب صاف کش المشرق فی سماء المنطق علی معارج الفتح روشن ہو گیا کہ میں

اسرار البطلون ہوں میں ہی سزاوار کل ہوں مگر سے	
نمیدانی محک داند کہ زرجیت باغندم چو خود را در مصیبت بچشم خویش صد بار دیدم ز کرم تا بہ ذر من گشت کردم بگو کچھی نیم از ابن آدم	گدا داند کہ نجوس و سخی کیست نہ کس مایہ را و لطف نگریت کہ می خندند چوں بے وایہ بگریست مگر انسان بدنیا ہیچ کس نیست بنا بر من نیم محتاج ایں زیست
<p>یہ سب ہمارے بیان کا اخطام تسلسل اور انحصام تواثر۔ لایق غناء و ترنم ہیں۔ امتزاج مضامین علی حسب امتزاج زمانہ ہیں + طرح طرح کا پراسرار باکث مضمون از کلک مقرون ہے + کہیں افراختہ کہیں افروختہ + کہیں ساختہ کہیں سوختہ + کہیں بے ضابطہ بے ربط + کہیں ظاہر اُمر بوط باخبط + مگر موج دریا سے لفظ معانی سے۔ تخم درخت سے اب ابن سے جدا نہیں + تنکوم عقلی سے جدائی محسوس ہوتی ہے + اسکو خور کر لو کہ بیان ہذا بیان باطن کا عکس ہے۔ اور عکس بیان۔ الفاظ ہیں۔ اور عکس الفاظ معانی ہیں اور عکس معانی۔ فہم ہے۔ اور عکس فہم عمل ہے۔ اور عکس عمل۔ اثر ہے۔ عکس اثر نتیجہ ہے۔ اور عکس نتیجہ۔ فیصلہ ہے + مگر تم ہمیشہ سب طرح کے فیصلوں کو الجھن میں ڈال دیتے ہو + کہ ہم کو بار بار مصیبت اٹھانی پڑتی ہے + تو پادشاہ کی مصیبت بھی ساری مصیبتوں کی پادشاہ ہوتی ہے + جو اس ظاہری مصیبت آمیز پادشاہی تک پہنچنا چاہے تو جان کا خیال چھوڑے + ورنہ معمولی طور پر یہ حکم ہے کہ چین سے رہے + نہ خود بے چین ہونہ دوسرے کو بے چین کرے + چہ جائیکہ مجھ کو بے چین کرنا۔ اگر معمولی بشر کی طرح بھی دیکھتے ہو تو پھر بھی سے</p>	
از عنایات خودم عالم حافل ہوں میں اور جہن میں نہ اُس دہن میں کج کل ہوں میں معنی لعد جفا کش ہوں نہ کامل ہوں میں کافروں سانہ کبھی خالیف بزدل ہوں میں گو کہ اک خال ہوں ربوئے عروس دنیا میں وہ کچھی ہوں کہ بیکاری بکھتا ہے مجھے	علم و فن جملہ کمالات میں قابل ہوں میں اک قیقہ بھی نہ اُس فکر سے غافل ہوں میں یا نہ تم سب کی طرح حق و جاہل ہوں میں خود ہی سب چیز ہوں سب چیز کا عامل ہوں میں حسن افزائے رخ و لبیر حاصل ہوں میں خود ہی کچھی ہوں ہر اک سرکس حاصل ہوں میں
کیونکہ جب قدر بھاری بوجھ ہوتا ہے اسی قدر حال مضبوط ہوتا ہے + اتنا ہی تیز چلتا ہے۔ جیسے	

گردہ سموات اپنا بار معلوم اٹھائے ہوئے بیک آن واحد تقہر اور تذہرج کے ساتھ متقبلاً اور مدبراً
 لٹکی طرح محیط و حائل ہے + مگر تم ہماری قدرت کی رفتار و بار برداری سے ناواقف ہو تمہاری
 ناعاقبت اندیشی سے تمہارا نفس جو ہمیں نخوت نشان ہمدردہ تمکو غیر واجب چیز کی طرف رغبت و حسرت
 کر اگر خندق میں گر چکا ہے + اور تم کو اطلاع ہے پھر بھی غافل ہو + بڑے غور کا مقام ہے کہ
 ایک شخص زمین کی طرح مستقی ہو کر العطش کا لغو مارتا ہو اچاروں طرف پانی ڈھونڈتا پھر سے
 اور بہت ہی اونچے سے غور کرنے کے بعد معلوم ہو کہ نیچے ایک عمیق گڑھا ہے شاید اُس میں
 پانی ہو گا اور وہاں سے کسی طرح گڑھا کے قریب پہنچے۔ اور اُس گڑھا میں اُس کو کنواں کھے
 جس میں کچھ پانی کی امید ہو اُس وقت اُس کو رستی تو لمبا جائے مگر ڈول نہ ملے۔ کہ حیران ہو کر رسی
 کو کسی درخت میں باندھ کے خود کنواں میں اتر جائے کہ پانی پی کے چلے آئینگے۔ اور اُس میں
 ایک اژدہا منہ بھاڑے منتظر ہو + مگر یہ وہاں بجائے پانی پینے کے بھٹی ہوئی زمین پر کھڑا ہو کے
 سفل کے چھتہ سے شہد چاٹنے لگے اور اُن زنگی و فرنگی چوہوں کو بھول جائے جو کنواں میں
 جالتے وقت ادم ادم دکھائی دئے تھے۔ اور وہی لیلیٰ و نہاری چوہے رسی کو کتریں تو اُس کا
 کیا نتیجہ ہو گا وہ صاف ظاہر ہے کہ لقمہ اژدہ ہو گا + تو صلیب پدر - غار رحم - قعر دنیا - تارِ نفس -
 رات اور دن - اژدہ موت و نفس امارہ - اور لذت دنیا ان سب میں مبتلا ہوا۔ اور بالکل پیاسا
 رہے + دوامی آبِ حیات نہ حاصل کیا + تو کس قدر نادانی اور حماقت ہے + اس حق کو
 عقل سے تعبیر کرتے ہو سو اور ڈبل حق ہے + اگرچہ عقل و حق دونوں ایک ہی سے ہیں
 مگر ایک محمود و دوسرے مردود چنانچہ

لفظ اکبر باہر ومعنی کبریا اندر است باہر و اندر بہ ہیں جز من نہ ہرگز دیگر است جان و تن و دو جنس ان یکا بود یکا تر است در انانیت انا الحق گفتیم ایں انوار است من میں شش و گشتم بہر من بس یکا تر است ایں صراط المستقیم است دو گدہ پر شر است میرود از من در دل آں خود بدت دیگر است آید از عرش بریں ایں عرض من صبر و ہمت	آئکہ از معنی اکبر ہم نہایت اکبر است اور بفرماید بہ جملہ کائنات خویش تن اول و آخر منم در باطن و در ظاہر من یک مفید در ہویت دیگرے در انیت از من و در من خراساں - خیراں نیز در من بر در دیگر سخا ہم رفت زیں دروازہ ہرچہ خیرات می آید بدوں از بطن کلک ہرچہ برمی آید از لکب زباں در گفتگو
--	---

اعتبارے نیست ہرگز طائر اقبال را ظاہر آنسم باطن غیر از ہر جنس و انس ہیکل اند الذی لیس بحسوس النظر ناکسے گراؤ کسے بالانشید عیب نیست بارعیت صلح کن مذ جنگ خصم ایمینش ہر دو یک ہند سچی آمدہ در شکل غیر	چوں کہوتر ہر زماں مشتاق بام دیگر ہست تخ خفیہ در نیام و د پاسان بکھ است ہو فیما لا تراہ من یراہ البصر است خس بود بالائے مدیا زیر دریا گوہر است زاکھ شاہنشا و عادل راجعیت لشکر است آں یکے درویش دیگر پادشاہ کشور است
---	---

لہذا ایسے مردودہ وحدت الوجود سے باز رہ کر حقیق کو صفات ملعونہ گردان کر اس سے گریز کرو +
وحدت الوجود کے جھگڑے میں نہ پڑو + یہ افعال ناقصے ہے کہ جو فاعل ہے وہی مفعول ہو جاتا
ہے جس سے انتظام ظاہری میں خلل آتا ہے + پیچر سے ہم کلام ہو کے دیکھو + اُس سے سوال
کرو جو اب بیگنا + اُس سے استدلال کرو + اس سے ساری بات مستحکم ہو جائیگی + لہذا اتنا ہی سمجھ
رکھو کہ اللہ تعالیٰ ناقص بالذات محدود فی الصفات نہیں کہ حدود اللہ مقرر ہو + پس محبت کے اقام
سے اُس کے لئے بھی ایک قسم کی محبت رکھنی چاہئے جسکو محبت الوہیت کہتے ہیں اُس میں
دہشت نہیں رہتی + اُس سے سب قسم کی محبت پختہ ہوتی ہے ورنہ

نشست نامردی نیست الامجلس دُنیا بہشت کامرانی نیست الاحضرت داود
جو اپنے یکسوئی خیال میں پختہ ہو گیا تو اس خیال کے مطابق اُس لائن میں کامل ہو گیا جس نے ہماری
طرف یکسوئی اختیار کی (جس کو میں اُس کی طرف کی یکسوئی سے تعبیر کر رہا ہوں) تو یاد رکھو کہ جملہ امور
میں کامل ہو گیا + بنا بر اشارة کہا جاتا ہے کہ

قانع کیسکہ شد بہ کفش خاک ہم زراست ہستند و نیستند و نہ مانند و آشکار فوق از جمیع فطرت محسوسہ باحواس گر بے ہنر ببال کند کبر بر حُکم	سیماب دار ہر کہ بشد کمیہا گر است چوں ذات ذوالجلال نہ عرض نہ جوہر است آں ذات بے نیاز خداوند اکبر است کوین خرش شمار اگر گا و عنبر است
--	--

جملہ مال کب تک رہیگا۔ مال کا مال مزید الّا مال ہے + امانتہ المال ایک طرف سے دوسری طرف
بائٹ ہوتا ہے + مال وہ جو مخلد ہو + وہ مال روحانی ہے۔ اُس میں بڑی ترقی رہتی ہے + جب تک
تمہارا قبضہ اُس پر نہ ہوگا اس وقت تک اُسکی حالت نہیں معلوم ہوگی نہ اُسکی تم کو محبت ہوگی + کیونکہ
جو چیز تم سے منسوب ہوتی ہے اُس کی تم کو محبت ہوتی ہے + پھر اُس کی جحد و تعریف ہو۔ تو خوش ہوتے

ہو + تو خوش رہنے کے لئے خوش اعمالی کیوں نہیں اختیار کرتے۔ کبھی توفیق پر سچی خوشی حاصل ہو + لہذا بہتر ہے کہ

نیک باشی و بدت گوئی خلق بہ کہ بد باشی و نیکت بسند

تو بڑا نیک وہ ہے جو سچ مچ نیک ہے اور سچے دل سے نیکی کی ہدایت کرتا ہے چنانچہ

صاحب دے بمدرسہ آمد ز خانقاہ	بشکست عہد صحبت اہل طریق را
گفتم میان عالم و عابد چہ فرق بود	تا اختیار کردی ازیں اس فریق را
گفتا کہ آں بگیم خوش می کشد ز آب	دیں سہی میکند کہ بگیم و غریق را

پس جو دستگیری کرے اُس کو چاہئے کہ ہمیشہ کے لئے ہر بات میں دستگیری کرے ایسا نہیں کہ دریا سے نکال کر فائدہ کشی کے خندق میں ڈال دے یا در مصیبت میں ڈال دے + اگر ایسا کرے تو ہرگز دستگیر نہیں محسن نہیں۔ تو پھر محسن حقیقی کیونکر ایسا ہو سکتا ہے؟ جو کچھ وہ کریگا دستگیری کے لوازمات سے کریگا + تو یہ سب ہدایات اُسی شمول سے ہے + کہ اُس کی تعمیل خندق میں گرنے سے بچاتی ہے + اور ملائے اعلیٰ پر پہنچاتی ہے اور یہ ناممکن نہیں کیا نہیں دیکھتے؟ کہ درخت سے کاغذ اور برز نکلتا ہے + نئے سے طباشیر اور آواز و پچپ نکلتی ہے + نخل و عیوب سے شہد نکلتا ہے + گربہ مشکیں سے زباد نکلتا ہے + بحر سے مونگا اور موتی نکلتا ہے + برے جواہرات نکلتے ہیں + گوشت سے دندان اور مخز سے سنگھ۔ اور جاندار سے جھرا حیوان اور جھرا انسان اور حرارت غریزہ جو بر و دست قوت بن کے نایب الروح بنتی ہے + وہ نکلتی ہے جو اُس سے ہزاروں چیزیں پیدا ہوتی ہیں + تو ملائے اعلیٰ پر پہنچا دینا اور روح القدس کا پیدا کر دینا کیا مشکل ہے + جب یہ سب آسان ہے تو قدرت و معجزہ وغیرہ کوئی بات بھی ناممکن نہ ہوگی + جب تک نہیں ہوئی ہے ممکن ہے + تو جب نہیں ہونے کا فعل ممکن ہے تو ہونے کا فعل بھی ممکن ہوگا + پس کوئی بات محال نہیں۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا ایک سچہ ہو کے پیدا ہونا بھی ممکن ہے + اور دو تین ہو جانا بھی ممکن ہے اور ایک ہو جانا بھی ممکن ہے + کیونکہ سب امکان اختیاری اور قبضہ کل ہے + بلکہ ممکنہ معلوم کہ میں کون ہوں + اگر ہمارے اشارہ سے بھی نہیں سمجھا تو خالص احمق ہو + ہماری توفیق جو کچھ تم ہم سے سُن چکے ہو وہ سب بہت ہی تھوڑی ہے میرے پیچھے جو آتا ہے اُس سے ہماری توفیق پوچھنی + دیکھو وہ کیا کہتا ہے + میں اُس کا پورا حلیہ بتلاتا ہوں کہ بہت سی چنچل اگیا بیتال گلستان زادہ بھیجاں بھولی بھائی اچھوتی تپ کی آبا۔ چینی کی گڑیا۔ کافر کی پتلی۔ چکنی چلبلی۔ گال مال پوا۔ ہتھیلی بالغوبہ۔ گل گلاب دن۔ پاؤں کا پیٹھن لگائے۔ سجدہ انگلیں لہا لوٹ گاؤں پہنے ہوئے کھیل

کیل کر ہی تھیں کہ اُن کی لہنی لہنی چوٹیاں اس مونڈھے سے اس سودے پر چلا ہمارے
تھیں۔ کہ دیکھنے والے کٹھ پتلی تھے سُن میں سے ایک نہایت ہی ہند بہ چہرہ خیر نور العین
اور سراپا بقہ نور تھی جس کے خرم ماہ میں خال چکور کا کام کرنا تھا + منہ موتی سے بھرا ہوا اُس
پر بالوں میں موتی پڑا ہوا تھا + جب چاپ کھڑی تھی اُسکے سامنے کوئی ایسا نساوی الخلقہ ہو
گیا جس کو کوئی نہیں جانتا الا ہو فموانا کیونکہ ہم دونوں ایک ہی ہیں۔ مگر اُس لڑکی نے ذرا بھی اپنے
چادر نگاہ سے ستر پوشی نہ کی۔ تو اُس بھونے لگا کہ میں رسول علی وزنِ فحول ہوں جو بشر کی
شکل میں بشیرِ عظیم المباشرة ہو کہ محض مصطفیٰ بنا ہوا انجیل و بشارت کے لئے آیا ہوں۔ کہ آپ
میں ہو صاحبِ درد آمد ہو کہ برآمد ہونا چاہتے ہیں + اس لئے آپ سے اجازت چاہتے ہیں تو
اُس وقت اُس ہند بہ نے کہا ہے

کہ کشیدہ دامنِ فطرت کہ بسیرِ بادِ سن آمدی تو بہارِ عالم دیگہ زکبا بس چمن آمدی
تو اُس ہونے لگا کہ ہے

از مکانِ بے مکانِ بکشیدہ مارِ عشق تو جائدِ بشری بچشیدہ۔ سراپا عشق تو
اس پر وہ لہ با نوافس لگا کہ خاموش ہو گئی تو ہونے یہ غزل گائی کہ ہے

لب نگیس پہ ترے لعل بدخشاں داروں
دیرِ دنداں پہ ترے گوہرِ غلطاں داروں
نوکِ مژگاں پہ ترے ماوِکِ پکیاں داروں
لہکشاں مانگ پر اور خال پکیاں داروں
چشمِ زگس پہ ترے چشمِ غزالاں داروں
گلِ عارض پہ ترے طرہِ ریحاں داروں
قامتِ پاک پہیں سر و خرماں داروں
دل ہی داروں تو بھلا کیا دلِ بریاں داروں
بلکہ تجھ پر سے پرستان کا پرستاں داروں
کہتے ہیں مجھ کو کہ میں خنجرِ برائے داروں
ہر دلیری پہ تری شیرِ نیتاں داروں
چاند سے مکھڑے پہ سیارۂ تاباں داروں

رخِ تاباں پہ حرے ماہِ درخشاں داروں
صفِ مژگاں پہ ترے پنجرِ مرجاں داروں
زلفِ واکل پہ تے سنبھلِ پچاں داروں
تیغِ ابرو پہ ہلالِ مہِ تاباں داروں
گردنِ پاک سے آہوئے بیاباں داروں
ترے گلزارِ جوانی پہ گاستاں داروں
قبرِ سر سے ترے گنبدِ گرواں داروں
چاہتا ہوں سنجو دم تجھ پلِ دجاں داروں
تیرے سر پر سے حسینانِ جہاں ہوں صدقے
تیری زچھی سی نظر اور یہ برچھی سی ادا
اس نزاکت پہ قوی ہیکلِ چالاکِ دلیر
بھولے بھولے ترے رُشا بھوکا چہرہ

عشق بیجی ہے مرا شیوہ ازلی جانی	اُسے بے ساختہ غلمان و نبی جاں اداں
جانی جاں پہ ہر اک حسرت و اداں و اداں	

یہ گاتے گاتے آماد کی طرح غائب ہو کر فوٹو گراف کے طور پر بجائے دل و دماغ میں منطبع ہو نیکی
اُن بطنِ عزیزِ العظیم میں کلمۃ العلیا ہو کر مبطون ہو گیا کہ مطلق جناب حضرت لہ بانو کو خبر نہ ہوئی۔ وقت
معیین پر خلافت از قاعدہ فطرت وہ آواز بیچہ مجسم ہو کر آغوش لہ بانو میں ظاہر ہو کر بولنے لگا۔ کہ
زن و مرد نفسِ واحدہ سے ہیں۔ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ دونوں کے ذریعے سے شاہ و گد اچھے
بُے۔ رحمان و شیطان پیدا ہوتے ہیں سب چیز جوڑا جوڑا پیدا ہوئی ہے۔ کوئی ایسی بے جوڑ
چیز بھی ہو سکتی ہے۔ جس کا جوڑا ہو مگر اوروں کے نہ معلوم + جب معلوم ہو تو متعجب ہوں + مگر شان
قدیریت کے لحاظ سے جائے تعجب نہیں + اس واسطے سب کو معلوم رہے کہ سے

نہ ہر زن زن است و نہ ہر مرد مرد خدا بیخ انگشت یکساں نہ کرو
لہذا بنحاضر لہ بانو بنیم ماریہ یا مریم تمام عورتوں کو مردوں پر شرف ہے + اور خود کو نیت کرنے
ہست کرنے والے کے خاطر سے جسکو مسیح کہتے ہیں تمام مردوں کو عورتوں پر شرف حاصل ہے۔
تو شرفین اپنے اپنے شرف میں مبادی ہو گئے + اس لئے موقع پر جسکو شرف حاصل ہو وہی
شرف ہے + مگر واضح رہے کہ مشرف ہی ہمیشہ مشرف ہوتا ہے + اگرچہ ہزار ربط کے انڈے کو مرغی
سیکڑ سپر لائے مگر وہ مرغی کا بیج نہ ہو گا۔ پانی دیکھتے ہی وہ کوڈر ٹیگا اور مرغی کے بچے کھڑے تاکتے
رہ جاتے تھے + پس میں ایسا ویسا بیج نہیں ہوں۔ ولی عہد ہوں سے

پھر تو یہ شہرہ ہوا بن باپ کے لڑکا ہوا	اس سے کہ بانو کے دل پرانی دھڑکا ہوا
رات دن آنسو گرے اور دل رہا بھڑکا ہوا	اک طرف برسات تھی اور اک طرف کڑکا ہوا
ہر طرف سے اک نہ اک تہاڑ کا کھڑکا ہوا	آفتابِ حشر نکلا نور کا تڑکا ہوا
پوچھتے ہیں سب اُسے گبر و مسلمان و یہود	اس لئے سوچ چلا جاتا ہے یوں بھلتا ہوا
کیا کہوں کس سے کہوں انسان ملتانی نہیں	جو ملا مجھ کو مجھے انسان کا دھوکا ہوا
حکیم بیجی ہے کہ یو حاصبر کر پد و انہیں	ایک تو تھا ادب بھائی ترا پیدا ہوا

بس اب اُس بھائی اور ولی عہد کا دار و دورہ مجھ صبی المہد کے بعد ہے + میں اُس کا تر و دل سے
مداحِ بانجیر ہوں جو مومن ہیں وہ بھی اُسکی حمد و ثنائیں مشغول تر ہیں کہ اُن کا بھلا ہونا بہتر ہے
اس لئے اب حمد میں کھولو زباں اُن کے بارہ میں سنو میرا بیاں

اُن کی وہ کیا ذاتِ بابرکات ہے
 گردِ خشتانِ جہاں خامہ بنیں
 روشنائی گر ہو دریا ئے جہاں
 عرش سے مضمون اگر لائیں ملک
 گر ہو کفھی کی طرح صد زباں
 دولتِ علیا یہی ہے آسماں
 اَئْمَنُ کَانَ عَلٰی خَیْرِ الْمَقَامِ
 تائیدون العابدون المحامدون
 تائیداتِ قاناتِ محضات
 جملہ اُس کی حمد میں سرگرم ہوں
 ختم اللہ علی البصائر کم
 عشقِ روح اللہ میں غلطاں رہو
 اور یہ اُس سے کہو ہر روز و شب
 ہر الف کی اصلیت بس داؤ ہے
 تیری دوری سے بہت بے تاب ہوں
 تیری دمازی سے میں حیران ہوں
 عمر گزری ساری قیل و قال میں
 جہل تن میں اک بلائے جان ہے
 اِنَّہٗ لَا یُخْلَمُ مَا قَدْ فَخَّلَ
 جو نہ روح اللہ سے عالم ہوا
 کس طرح پھر اسکو جاؤں اے خدا
 میں طربِ عشق میں کھویا گیا
 فقر و فاقہ عاشقوں کا تاج ہے
 نیت اب میری ہے میرا وصل ہو
 پس حنا میں جانِ یوحنا کی ہے

واہ کیا سبحانہ کیا باسط ہے
 اور نہ ارض و سما نامہ بنیں
 اور نشی ہو دبیرِ آسماں
 ختم ہوتا ہم نہ ہرگز حشر تک
 تانہ ہو زلفِ ثنا اس کی فشاں
 دولتِ عظمیٰ ہے خالی اُسکی جاں
 ہے وہی لائق کہ ہو سب کا امام
 سائون الراکون الساجدون
 ساجداتِ عابداتِ مومنات
 ہا دلِ شگین سب کے نرم ہوں
 اس لئے تم ساری خوبی سے ہو کم
 اپنی ساری آرزو اُس سے کہو
 مجھ کو پاکی دے تو لے اللہ درب
 جملہ علت کیا ہے خالی داؤ ہے
 ریگ پر چوں ماہی بے آب ہوں
 تیری گویائی پہ میں تیرا بن ہوں
 پھس رہے افسوس کس جنجال میں
 آدمی جاہل بھی کچھ انسان ہے
 اس لئے باطل ہے اُس کا سب عمل
 وہ خدا کے پاس بس ظالم ہوا
 تو ہی بتلا دے کہ نالاں ہوں سدا
 خود نہیں معلوم میں کیا ہو گیا
 عاشقوں کا فقر ہی معراج ہے
 شاخ سے چھٹ جاؤں خالی اہل ہو
 جانِ یوحنا ملک اور پنا کی ہے

۴۵
 جو کہی نیک
 مقام پر آئے
 سب کو عبادت

<p>ایک ہی دھن ایک ہی دھن اک دھن اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجِبَّ السَّهْمِ ہے خدا کی مار ایسے شخص پر وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا یومِ نَحْنُہُمْ جَمِیْعًا بِالْغَضَبِ لَکَٰذَا کَانَ جَزَاءُ الْکٰفِرِیْنَ قُتِلَ دَاوُدُ جَالُوْتَ الْعَبِیْدِ اُجِرْ مَوٰمِرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ اِنَّمَا اللّٰهُ یُحِبُّ الصّٰلِحٰتِ کُلُّ سَیْرِ جَاوِزِ الْاَشْنِیْنَ شَاعِ استغنی میں یہ حکم یہیجی سے ہوا</p>	<p>ہے جہان دھند میں نہاں دُہن ہو گئے ابرار از بد و بدگوار تجھ سے جو منکر ہو۔ ہے بشر بر بشر عذر کرتے ہیں کہ ہیں ہم تو بدو اور پوچھو گچھا کہ اے سوء الادب نعمت بدتر زہر بدترین تھا پلید اندر پلید از صد پلید پرسش اس کی ہوگی اکن انورون اس کو نفرت ہے ز جملہ اہیات راز پنہانی کی ہے یہ اطلّاع اے تو یوحا ختم کر وہ مدعا</p>
---	---

میں
 کیونکہ وہی
 تھی مریب
 ہیں

میں بھیجی نے آگے کی حالت بیان کرنی شروع کی کبھی اللہ ولی اللہ دلوں ایک ہی ہیں۔ ایک
 حیات اللہ ہیں دوسرے روح اللہ۔ انہیں ولی اللہ کے بارہ میں کلیم صاحب نے خبر کی تھی۔
 سودہ ولی اللہ بھی ہیں بگو ہمارے ساتھ ہم آں موجود دیکھتے ہو۔ ان کو قبول کرو اور اب میں جلتا ہوں
 کیوں کہ دشمنوں نے مجھ ایسے حضور کو دو لکھا بنا چاہا ہے + تو وہ جو دو لکھا بنے گا وہی دلہن لائے گا
 ادب تو ہے

<p>آچکا ہے یہ لب پہ دم میرا ضعف سے ہے مری بری حالت کوئی ساختی نہیں مرے غم کا کاسۂ حدقہ زن بیوہ آنکھ کی پستلیاں مری ہنس میں بدشنائی ہوئے مرے آنسو اس قدر دل حزیں ہوں اے بھی</p>	<p>ہے سفر اب سوئے عدم میرا اب تو اٹھتا نہیں قدم میرا اس پہ روتا ہے اور غم میرا ہو گیا غم سے جام جم میرا کستی ہیں تن بدن ہے غم میرا اور ہر اک پلک قلم میرا تجھ پہ ظاہر ہے سب الم میرا</p>
--	--

مگر مومنو چلتی چلات جو کچھ کھا جاتا ہے سن لو ہم کہیں کچھ دنوں کے بعد آدھکا۔ اور پھر رحمت کچھ سمجھا
 جاؤ گھا۔ اگر پھر بھی نہ مانے۔ تو عجب نہیں کہ پادشاہ خود ہی قہر آلود ہو کر چلا آئے۔ اور نہ معلوم کہ

کیا قر کرے + فاعوذ باللہ من غضبِ اسلم + لہذا صبی المہد اور ولی العہد کی حمد و ثنائیں لگے رہنا۔
 ہرگز ہرگز کشتی نہ کرنی در نہ خزاہ ہوگا۔ دیکھو پادشاہ کے دس سے روحانی طور پر پانچٹ اور ایچی
 ٹیلیگرام آیا ہے وہ تم پر ہماری بزرگی جتلانے کے لئے مجھ کو مخاطب کر کے کیا صاف صاف
 کہہ رہا ہے کہ

<p>قُلْ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَلَيْسَ رُبُّكَ إِلَّا أَنَا رَبُّ وَلَا سَلَمْتُ فَوَيْلٌ لِّمَنَاءِ بِحَدِّ لَا بِحَدِّ كُلِّ مَجْدٍ وَأَنْتَ جَدُّكَ كُنْتَ مَجْدُ وَنَحْنُ نَبْعُتُ خَلْقًا جَدِيدًا وَأَرْسَلْنَاكَ مِنْ قَبْلِكَ رَسُولًا قُلْ الْإِنْفَالُ لِلَّهِ تَعَالَى رَبِّتْ كُلَّ حَقٍّ كَفُورٍ وَتَقْوَى اللَّهِ خَيْرُ الزَّادِ تَقْوَى وَأَنْتَ أَنْتَ ذُو الْخَلْقِ الْعَظِيمِ وَكُلُّ فِي الذَّوَاتِ وَالصِّفَاتِ سَلَامٌ قَوْلٍ مِنْ رَبِّ رَحِيمٍ مَحَبَّةُ اللَّهِ فِي الدُّنْيَا عَلِيلٌ شَرِبَتْ الرَّاحَ كَأَنَّ بَعْدَ كَاسٍ قُلْ إِنَّ اللَّهَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا لَسَانُ الْحَالِ أَنْصَحُ مِنْ لِسَانِي وَحَاشَا مَا رَمَيْتَ أَوْ رَمَيْتَ وَمَا لِلْكَافِرِينَ إِلَّا خَسَارًا تَقُولُونَ بِاللَّهِ تَقُولُونَ</p>	<p>وَهُوَ اللَّهُ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ وَلَا أَتَاكَ إِلَّا أَنَا الْآبِ وَلَا سَلَمْتُ فَوَيْلٌ لِّمَنَاءِ وَمَا جَدُّ بِلَا مَجْدٍ بِحَدِّ وَكُنْتَ حَامِدًا كُنْتَ مَجْدُ قُلْ اللَّهُ عَلَى ذَاكَ شَهِيدٌ جَعَلْنَاكَ يَوْمًا وَفَعُولًا لِكُلِّ أَمْتٍ أَجَلٌ مَّسْمُومٌ وَمَا حَصِيلٌ لَهُمْ مَانِي صَدُورٍ وَهُوَ عِلْمُ السِّرِّ وَاسْخَفِي جَمِيلُ الذَّوَاتِ وَالطَّبَعِ السَّلِيمِ بِقُرْبٍ فِي الْحَيَاةِ وَالْمَمَاتِ الْإِسْنُ كُلُّ شَيْطَانٍ الرَّحِيمِ وَأَنْتَ هَكَذَا هَذَا دَلِيلٌ رَسَلْنَاكَ لِأَيَّامٍ آتِيَةٍ وَغَفَارٌ دَسْتَارِ الْغُيُوبِ جَعَلْنِي فِيهِ سَبْحًا نَا عَلِيًّا وَصُمْتُ عَنْ سَوَالِي تَرْجَمَانِي رَحِمَى اللَّهِ وَأَنْتَ مَا بَقِيَتْ وَكُلُّ كَافِرٍ إِلَّا الْإِنْفَارُ تَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ</p>
--	---

<p>جَعَلْنَاكَ لِخَلْقِ اللَّهِ قَاضٍ قُلْ إِنِّي سَابِقٌ مِنَ الْأَبْقُونَ إِنَّا آتِ الْيُكْمَ فِي الظَّلَامِ يَبْحِجِي الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ بِحَمْدِ اللَّهِ وَعَدُ اللَّهِ حَقٌّ بِسَبْءِ الْحَبِيتَةِ مِنْ نَارِ مُبَرَّدٍ</p>	<p>فَقُلْ لَا تَمْنَعُوا كُنُوزَ الْأَرْضِ وَأَنْتُمْ حِينِيذٌ تَنْتَظِرُونَ مِنْ الرِّاسِ السَّمَاوِيَّةِ لِنِظَامٍ يُشِيرُنَ شَأْنَهُ فِي كُلِّ آتٍ وَعَيْنَ اللَّهِ بَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَحَيْطُ الْأَبْيَضِ مِنْ خَيْطِ الْأَسْوَدِ</p>
---	--

استنہ میں لوگوں نے مجھے کلام تمام کر دیا۔ اس پر عیسائیوں نے سب سے کہا کہ اسے ظالموں پر نہ سمجھو کہ یہ مر گئے ہم ان کو اٹھا سکتے ہیں مگر مصلحت نہیں اس لئے دوسروں کو اٹھا کے اسکی تصدیق کر دیتے ہیں چنانچہ کرائی + پھر تو سب کے سب مضطرب ہونے لگے + مگر اس نے رحم سے کہا کہ خیر ہرچہ گذشت برامنی گشت۔ اب ہماری طاعت و اطاعت کرو۔ ورنہ بُرا ہو گا + دیکھو یوحنا نے ہماری کس قدر تعریف کی ہے + لیکن اس سے یہ مقصد نہیں کہ ہم یوحنا سے بزرگ ہیں جو سب سے چھوٹا ہے وہی سب سے بڑا ہے + تو جو قدر اُس نے خود کو چھوٹا بتلایا اسی قدر بڑا ہے + اگر اُس کا ارادہ جنت کھائے تو تمام عالم فنا ہو جائے۔ چنانچہ

<p>زَعُوفٍ تَجِبُ أَرْوَغُهُ شَكْلُ سِتْرٍ لَطِيفُ الْخَلْقِ كَالْوَرْدِ دَلِي الزُّهْدِ وَالتَّقْوَى جِهَانِ بِلَانٍ وَجِهَانِ مِينَ وَجِهَانِ كِرْدِهَالِ إِذَا مَا شِئْتَ أَنْ تَحْيَا سَعِيدًا لَطِيفًا مَحْيَا أَكْرُو نِشْخَى نَمِيْمٍ وَچشم چشمه گر دو بسجی مشکل یہ ہیں قادر ہیں انکی خوبیاں نادر سخاوت میں شجاعت میں فصاحت میں بلافتیں فقیہ الشل عادل ہیں عدیم الشل عاقل ہیں بنیں ارض و سما نامہ درختان جہاں خامہ نہ کچھ تعریف ممکن ہے نہ کچھ توصیف ممکن ہے ولا ینکف ولا یقطع ولا یوجد ولا یحصى قلم کو تب کہا بے شک یہ خاموشی تری کنگ</p>	<p>کڑاں شد سقف زریں باخه مینا سپر آسا جزیل لاجر فی الآخر جمیل الذکر فی الدنیا جہاں دار و جہاں پر و کریم گتر جہاں پیرا فلا تحسد ولا تتحد ولا تحس علی الدنیا چہ چشمہ چشمہ لولوچہ لولو۔ لولوئے لا لا اچانک ہوتی ہیں صادر پر اک اعلیٰ سے ہیں اعلیٰ سخایت میں ہدایت میں بجملہ وصف ہیں یکتا بجملہ وصف کامل ہیں چلا تانہ لبہ ہمتا بسجی دریا بنیں آمہ زبان کاک بچلی لا کہ کچھ نصیف ممکن ہے فوجہ رہہ الا علی ولا یوصل ولا یبلغ ولا یسلی ولا ینہی الم شرح لک صدہ کفہ جان الذی یسری</p>
---	--

توی جتہ توی بیکل توی بانو توی اعضیا ہماری خوش سیلانی کیا لب گنم ہے لب اپنا بلا حرف بلا لفظ بلا اسم ہوجی	توی جتہ توی اہلت توی تخت توی صولت کیرل گنم زبانی کیا کردوں بدوشانی کیا ہو الا دل ہو الا آخر ہو الباطن ہو الباطر
---	---

مگر بزمین یکساں نہیں درہ سب میں ایک ہی قسم کے نباتات آتے تھے۔ اسی طرح سب کی طینت برابر نہیں۔ کسی کی طینت کی یہی تاثیر ہے کہ اچھا کو بُرا اور بُرا کو اچھا اور تازہ بوط اور فار قلیط کو یکساں سمجھا کرے + اس کو کچھ خبر نہیں کہ سفلی و علوی میں تغایر مستعدی ہے اور التا و امیات و دبلیں پیش کرتا ہے + آبِ رواں کے طاق سے بول کے دخت کو گرانا چاہتا ہے + اس واسطے منہ سے بد بات نکلتی ہے + کہ وہ بھی حکمت سے ہے + کیونکہ اگر کوئی فرسختوں کو غضبنا آدمی کا بچہ کہہ کے مخاطب کرے تو وہ اسی طرح ناراض ہونگے جس طرح تم لوگ سور کے بچے کہے جانے سے ناراض ہوتے ہو + مگر دونوں کی نارضا مندی غلطاً ناظور پذیر ہے + نیز اگر ہمارے جیسا اُن کو ان لفظوں سے یاد کرنے والا بلا حکمت جھوٹے موٹے کا نہیں یاد کر گیا + وہ اس سور پر کہ ہم جو تم کو حرام زادہ و سوار کا بچہ وغیرہ کہہ کے مخاطب کرتے ہیں اُس کا سبب یہ ہے + کہ جس چیز سے تمہاری صورت و میرت ملتی ہے اُس سے بطور جائز منسوب کر کے مخاطب کرتے ہیں۔ دوسرے اُن جانوروں کی رو میں ترقی کر کے اس جام میں آتی ہیں۔ اس لئے ایسا کہتے ہیں مگر جس طرح تم کو ایک چیز کا علم ہوتا ہے دوسری چیز کا نہیں اُسی طرح یہ سمجھ لو کہ جو کسب چیز کا علم ہے۔ اُس کے مطابق کہتا ہوں۔ ہرگز جھوٹ نہیں کہتا + چوتھے یہ ایک طرح کی سرزنش ہے کہ تم بُری باتوں سے باز آؤ + لہذا یہ بجز ہمارے کسی کو مجاز و اختیار نہیں کہ کسی کو حرام زادہ و سوار کا بچہ وغیرہ کہہ کے مخاطب کرے + سخت بازبان سمجھا جائیگا + یقیناً واجب التعزیر ہو گا + اس کے علاوہ ذرا غور کرو کہ کسانِ غلہ کے لالچ میں گرئی و سرودی کی برداشت کرتا ہے + پاسبان رات بھر جگتا ہے + اگر تم نے حصولِ تعلیم و نعمت میں ہم سے یہ سخت و سست کن کے برداشت کیا تو ہم پر کیا احسان کیا + مگر جو کہ تم خود سے جاہل اور دوسرے سے ذیل جاہل اور اللہ سے ایک دم کا فر ہو اس لئے بُرا مانتے ہو۔ اپنی خودی پر قابض نہیں ہو + اس واسطے کمزور ہو + پس بدی اپنی طرف کھج کے لے جاتی ہے + کہ دونوں ایک ہو جاتے ہو + جس پر میں سخت و سست کہتا ہوں۔ تاکہ تم ہر دل پر سخت صدمہ پہنچے کہ خون اوٹ کر کثافت کو نکالے + اور تم کو بخشش سے خدا کی طرف یکسوئی اور توجہ پید ا ہو۔ کہ اسے اللہ تعالیٰ بد بات کہنے والے کو ایسا دیا کرے کہ اس دعا و تضرع

سے تم میں کسی قدر صفائی پیدا ہو کہ خدا کی رحمت ظاہر ہو۔ جس سے تم کو معلوم ہو جائے کہ تمہاری بدوہا
 سچے ہادی کے حق میں کارگر نہ ہوگی، اُس نے تعلیم و بھلائی کے لئے سخت و سست کہا ہے۔
 کہ شاید تم رجوع ہو کر اُنکی روح القدس میں فنا ہو کر روح اللہ میں فنا ہو جاؤ کہ تم کو معراج حاصل
 ہو، کہ شعر ہذا کا مصداق صادق آجائے کہ

بہ عنبر فروشاں اگر بگذری شود جامہ تو ہمہ عنبری
 اس واسطے بد بات کہنے والا بری ہے، تو بیچارہ یوحنا نے کچھ نہیں کہا تھا مگر تم نے اُن کے ساتھ
 بد سلوکی کی پھر اس پر تم بھلے مانس کس طرح کہے جا سکتے ہو۔ لیکن خیر ہے

چلے آؤ یہ میں دو نگا یہ تم دو	نہ تم دو یا نہ میں دوں ایک ہو کر
جو ساڑھے پانچ دے لے ساڑھے ہی پانچ	مگر گیارہ عدد ہیں دونوں بل کر
ولیکن کچھ نہیں باقی رہا اب	یہ ہیں داد و ستد دونوں برابر
اعمال گیارہ کا بس جاتا رہا سب	یہ میں دو نگا انا الحق ہے سراسر

دُنیا پہ علیا سوار ہے اور اُس پر ہم اس طرح سوار ہیں جس طرح

اس آسمان پر مہ تماہاں سوار ہے	اُس پر جو ہے سوہر و خفاں سوار ہے
اُس پر ترا تصورِ جاناں سوار ہے	اُس جاں پہ رات دن ملا لیاں سوار ہے
ایمان و جان و راکب و مرکب و گر نہیں	سب ایک ہی ہیں ایک میں نہاں سوار ہے
پھر کیا رہا بجز اُسی بس اک سوار کے	اب اس جگہ پہ خود ہی وہ حیراں سوار ہے
حیرت کے درمیان یہ معنی نہاں رہا	بس محویت میں حسرت واراں سوار ہے

بخلاف اینکه تم پر موت اور اسکے اہل کار بنام امراض گونا گوں سوار رہتے ہیں۔ تم اُن پر قابو پالے
 نہیں سوار ہوتے۔ کہ ظاہری و باطنی بیماری سے پاک ہو جاؤ۔ بندہ گندہ نہ بنے رہو، کیا نہیں جانتے
 کہ بندہ پانی گندہ ہوتا ہے اور بہتا پانی نزل ہو نیلے علاوہ ہزاروں کام کرتا ہو ایک طرف سے دوسری
 طرف محل جاتا ہے، چنانچہ اگر کھیتوں میں سے نکلا تو ہیرا لا کر دیا، باغوں میں جا پہنچا تو پھلدار
 بنا دیا، اوپر چڑھا تو صحاب بن گیا، باران بن کے نیچے اترا۔ تو قایم عقیق وارض برضا کو خضر کر دیا،
 ریتلی جگہ سے نکلا تو شمت الارض و سماروغ پیدا کر دیا، پہاڑ کے اندر گھسا تو مجہد الاحبار پیدا
 کر دیا، حافز النہر سے گذرا تو کھونگے پیدا کر دئے، اگر کسی نے چھاتی پر کشتی و جہاز رکھ دیا تو بلا عند
 اٹھالیا، تارہ کشی کر دیا چکی پسواؤ سب کام بڑی رقت و آبداری کے ساتھ ان کو منزل مقصود پر پہنچانے کو

تیار زمین و آفتاب سب کی پیاس بجھاتا ہے + سب کی پرورش کرتا ہے + اختر بخر کو نڈا کر کٹ صاف صوف کرتا ہوا۔ امانت داری کے ساتھ اُن کو منزل مقصود پر پہنچا دینے کو مستعد رہتا ہے + اپنے تمام ذرات اور برف وغیرہ کے ساتھ ایسا چمٹا ہوا رہتا ہے جیسے پارہ۔ کہ اس سے اس طرح ثلاثی مجرہ کا سبق حاصل ہوتا ہے جس طرح گل داؤد سی اور گل اصفیٰ سے کہ ایک ہی مینس اور ایک ہی درخت سے ہزار ہا رنگ کے پھول پھولتے ہیں تو اسی آب و گل کی طرح یوحا کی حالت ہے کہ وہی حقیقی آبِ حیات تھا اور ہے + پانی کی طرح سیاح رہا + دن رات روزِ ناز + حقیقی کسان بنانا مگر تم اُس کو کافر کہتے رہے + اُس نے اپنا خون بٹایا + سب کو خوشنما رنگین بنایا۔ کہ یہ سب پانی ہی کا کھیل ہے۔ پھر وہ کسی رنگ کا ہو + سرکہ ہو یا عرق مٹی ہو یا خون + پانی کا چال چلن سیکھ کر روح و رحمت کی عادت ہو + جو روح و رحمت دیتا ہے بڑا رحیم ہے + وہ صرف یوحا کی شان تھی + یوحا کچھ نقصان یا نیست نہیں ہوا ہے + برف کتنا ہی ذرنی ہو پانی میں نہیں ڈوبتا + بلکہ پانی سے بچا جاتا ہے + اور رحمت قبول کر لیتا ہے + پھر وہ تو یوحا۔ آبِ حیات حقیقی اور حیات اللہ ہے۔ اُس کے مرتبہ کو بھلا پوچھنا ہے + تو جب تک کوئی کسی کو بڑا نہیں پالیتا ہرگز بڑا نہیں قبول کرتا + اگر بے ایمان ہے تو بڑا قبول کر کے اقرار نہیں کرتا۔ اور دل اُس کا اقرار کرنے کو مجبور کرتا رہتا ہے + تو ہم تمہاری طرح بے ایمان نہیں کہ یوحا کی بزرگی کا اقرار نہ کریں + اور ہم دونوں دو نہیں ہیں بالکل ایک ہی ہیں + اس واسطے یہ یوحا بنام روح اللہ تھا سے پاس موجود ہے + مگر تم کو ہماری بواسی طرح نہیں محسوس ہوتی جیسی یوحا کی نہیں ہوتی تھی اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ اگر کوئی بڑی چیز کو بہت ہی چھوٹی دیکھے تو اس طرح متعجب ہوگا جس طرح چھوٹی چیز کو بہت ہی بڑی دیکھنے میں ہو سکتا ہے جیسے اگر پیل۔ مور کے برابر ہو یا مور پیل کے برابر ہو تو سب کو تعجب ہوگا رفتہ رفتہ تعجب کم ہو جائیگا۔ اور اس طرح ظاہر ہو نا کچھ مشکل نہیں بہت اونچے اور دور سے مانتی کو دیکھو تو بہت ہی چھوٹا نظر آئیگا۔ اور دور میں اکبر نما سے مور کو دیکھو تو بہت ہی بڑا نظر آئیگا + یہ سب ایک قسم کی نظر بندی ہوئی۔ اسی طرح تمہاری چشم بصیرت کی نظر بندی ہو گئی ہے جس سے ہماری بزرگی تم کو خردی اور ہیچ ترین معنی میں نظر آتی ہے + پس تم ہماری بزرگی سے بہت دُور پڑ گئے۔ مگر اُس روز ظاہر ہو جائیگی جس روز کو میں جلتا ہوں + لیکن واضح ہے کہ

جس دم یہ نورِ فیض میں آکر نمود ہو	برسائے سمجھو آگ بڑا انقلاب ہو
دہشت سے لوگ ہیضہ میں ایسے ہوں تباہ	گھر بیٹھے بے دوا کے ہر اک کو مہلاب ہو

توپ اور منجینق تو کیا بلکہ سب سلاح وہ آفتاب کیا ہے وہ ہے غریب کس طرف میں منتظر ہوں بلکہ بھی منتظر رہیں لیکن یہ جانتا ہوں کہ جب تیغ کھچ گئی جب تک نہ میرے ہاتھ سے قتل عام سخت	پھر بھی مقابلہ کی کسی کو نہ تاب ہو مطلب غریب سے ہے جو غربت مآب ہو ہر دم دُعا خدا سے ہے وہ دن ثواب ہو تو یہ بھی پھر کسی کو نہ کرنے کی تاب ہو سمجھو بقولہ نہ حساب و کتاب ہو
--	---

لوزہ وقت آنا چاہتا ہے + بڑوں کی بڑی گت ہوگی + بڑے وہی ہیں جو خبیث بیٹ اور بیس
بیس ہیں + نہ کہ انیس نفیس + آدم کا شیطان آدم کے ساتھ گیا + تمہارا شیطان تمہارے ساتھ
ہے + تم باہم لہینی اور لہینا مستشر و مستشار ہو + مگر آفتاب بلا رعایت سب پر یکساں پرتو لگن ہے -
جس میں جیسا مادہ ہے اُسکے مطابق گرمی قبول کر لیتا ہے - جیسے چاندی پہلے گرم ہو جاتی ہے
اور تانبہ اُس کے بعد اور مٹی سب سے آخر میں اور شیشہ تو آفتاب ہی کو خود میں کھینچ لیتا ہے +
تو تمہاری طبیعت ایسی خراب ملعون ہے کہ کسی خوبی کا اثر نہیں قبول کرتی تم اپنے مالک سے
باغی ہو گئے ہو - جس وجہ گراہی سخت باتیں سنانے کی ضرورت پڑی ہے -

۵
نہ

ورنہ کچھ مجھ کو خست لاج نہیں تم سمجھتے ہو میرا راج نہیں بُرو باری میں چست دیکھتا ہوں اس قدر میں نے انگساری کی عقل کس جانور کو کہتے ہیں اک سرے سے ہوب کے سب احمق اب اگر ہم غضب سے کام کریں خود تو فاقہ کشی کی کوشش کی حکم یکجہی سے تھوڑے دن چپ ہوں	اور بق بق کی استیلاج نہیں شہ تو ہوں اور تخت و تاج نہیں فضل سے اپنے بد مزاج نہیں تم کو ذرہ بھی اس کی لاج نہیں عقل کا تم میں کچھ رواج نہیں جو غضب کے کوئی علاج نہیں کچھ شکایت کا اُس میں کاج نہیں اُلٹے کہتے ہو اب اناج نہیں کل سہی خیر کل ہی آج نہیں
---	---

مگر کل اور آج ہمارے یہاں سب یکساں ہے - آج اور کل اسی طرح دو نہیں ہیں جس طرح
روح و حیات تو وہ بھی ایک ہے - میں بھی ایک ہوں - اور سب کے سب ایک فرد ہیں +
نسب فوریہ الزان ہیں + مگر جوشیطان کی فردانیت میں فنا ہے وہ ملعون ہے + اور جو وحید کے
وہ انیت ۱۰ اندیت میں فنا ہے - وہ نون و سنون ہے + اُس سنون کی کیسی حالت ہے گڑبی

لوح بلور کی جو لخت بھر و بازت سے زیادہ دبیز ہو جس کا کنارہ سیاہی اندوہ ہونے کے سبب سے اجڑائے اثیر یہ و نور یہ کو متحرک ہو کر تختہ بلور و اربار جانے سے روکتا ہو۔ تو ملعون فردانیت و لے شیطان ظلمانی ہیں جو انتشار انوار میں مزاحم ہوتے ہیں۔ کہ آخر میں نور الحق ان کو نیست کر دیکھا۔ پس اُس نور الحق کے لئے دعا کرتا ہوں کہ

اے خدا بخش دے جہانِ فراخ کیا کہوں حال و فترے بایں اصل و حدانیت کا دیک ہوں کو پلیں اُس کی وحدہ کسک بکریاں گریہ چاہیں چر جائیں دشمنانِ جہان جل بھسک تھر تھرانے لگے ہیں سب دیول میں تو سیکھی کے بل پہ نازاں ہوں	ساج و تیغ و سپاہ و شاہی کاخ دل ہے اک اُسمیں لاکھ ہیں سوراخ ہے اسی اصل کی شریعت شاخ سر برآمد ہیں از زمین رخاخ زہر سمجھیں نہ سمجھیں اسفاناخ اپنی ہی جان کے بنے طباخ الاماں کی صدا ہے از دیو لالاخ اور یوحا کو تھا اُسی پہ کماخ
---	---

تو میری جوازی وادی عمر ہے کہ ہمیشہ سے ہی القیوم ہوں خود اپنی ذات کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ یوحا جس پر بھروسہ کرتا ہے یعنی خود اپنی ذات پر وہ بالکل حق القیوم ہے اُسکو ہرگز فنا نہیں کہ تم کو یہ خیال ہو کہ تم نے اس کو مار ڈالا یہ سب تمہارا خیال غلط ہے + کیونکہ یہ غلطی جان اور حیات الدنیا کچھ مال و متاع نہیں یہ محض رومی المطاع ہے۔ جان سے بھی بڑھ کے بے شمار اعلیٰ اعلیٰ درجہ کی چیزیں ہیں جن سے جان کی قدر ہوتی ہے ورنہ جان کیا۔ یہ سب تو ایک بچوں کا کھیل ہے۔ کہ مٹی کا کھروندا بنایا اور مٹا دیا چٹنا پچھ خور کر کے دیکھ لو کہ عام طور سے جو تمام کائنات میں جانیں بھری ہوئی ہیں وہ سب کیا ہیں کہ کسی محض مطلق العنان قدرتِ قدیرہ کے تاثیر ہستی سے جو ایک لاشے چیز نیسی کے عالم سے اختیاراً عالم وجود و ہست ہو میں ظاہر ہو کر مختلف مادہ ظاہر کرنے پر مقرر کر دی گئی ہیں۔ وہ ہیں جن کو نظامِ قدرت۔ مادہ اور خود و وغیرہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ کہ ان میں کے عناصر باطنی ضابطہ کے مطابق مجبوراً ربط و ضبط قبول کر کے ایک گراگم لطیف اثر بنام ہمار ظاہر کرتے رہتے ہیں۔ جس سے حرکت کی وجود قائم ہوتی ہے + پھر وہ حرکت ساکنہ ہو یا حرکت متحرکہ + سب حرکت میں شامل ہیں۔ کہ ان سب نقل و حرکت

کو قوتِ مقیدہ بنامِ زندگانی کہتے ہیں۔ جن کے مختلف انواع ہیں کہ ہمیشہ ایک عنصر چھوڑ کر دوسرے عنصر میں سرایت کرتی رہتی ہیں۔ ہر ایسی حالت میں بندگی سے چھوٹنا محال ہے۔ کیونکہ جس مادہ میں یہ مادہ ہو کہ بے شان و گمان از خود تمام عناصر کو کتمِ عدم سے مہیا کر کے ایک قلیل المقدار وجود میں مجتمع کر کے اُس میں تاثیر المومنین کے طور سے رہے۔ اور جب نکلے تو سب عنصر کو غائبانہ طور سے بزورِ تاثیر اپنے اپنے جنس میں ملوا دے۔ اور جیسے پہلے پوشیدہ تھی اسی طرح پھر پوشیدہ رہ کر اور کام انجام دیتی رہی تو ذمہ دیت کیونکر ہو سکتی ہے۔ کہ عدم الوجود کبھی جائے بلکہ نامد الوجود کبھی نہ ہو۔ تو بغیر متابعت کسی کے کوئی چیز خود بخود متحرک نہیں ہو سکتی نہ بغیر اتصالِ دد کے تیسرا ہو سکتا ہے۔

مگر جس نے یہ اثر رکھا ہے کہ دو کے اتصال سے تیسرا ہوا کرے تو وہ بنِ اتصال کے پیدا کر سکیگا۔ وہ اگر چاہے تو اپنے قعدہ و قانون کا بھی پابند نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ تمام عوالم کی طرح قید و بندہ نبی کل حال نہیں کہ خود رو ہونے کے بھی قیود وغیرہ میں قید ہو نیکی سبب سے محسوس بالوجود وغیرہ ہو سکے۔ اس لئے وہ فوق الفوق اور درمی لوریٰ ٹھیرا۔ اور ماسواۃ قید و بندہ اور ہرگز ہرگز خود نہیں کہ بقا کہا جاسکے۔ بلکہ جسے بند کیا ہے وہ آزاد بھی کر سکتا ہے۔ تو وہی بندہ بندگانِ محض جانِ جاناں (یوحا) ہے۔ اسکے جانِ رومی المطاع جان سے نہیں ہے نہ ممکن العزم علی القیوم ہے + وہ کب مر سکتا ہے + مگر گھومنے والا سب کو گھومتا دیکھتا ہے + تو ہر ذی جان ایک حد تک خود سر بنا یا لیا ہے اپنی خود سری سے چو چاہے سمجھ لے + جیسے جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ سمجھا کرتا ہے + اور اسکے اختیارات و ہبہ میں مداخلتِ بیجا نہیں کیا جاتا۔ جب تک وہ خود جرح نہیں ہوتا۔ تو اب سب کو اختیار ہے کہ جودل میں آئے کرے + مگر میں سب سچی بات کہتا آ رہا ہوں۔ اور کہہ دیتا ہوں کہ وہ یوحا مجھ میں ایسا سما یا ہوا ہے جیسے جرح اس جاءِ عنفری میں یا جرحِ کاف۔ بیتل کے برتن سے آواز نکلتے وقت اگر کوئی اس کو مس کر دیتا ہے تو اُس مس کرنے کی گرمی اُس آواز کو خود میں اسرارِ جذب کر لیتی ہے۔ کہ اُسی وقت آواز موقوف ہو جاتی ہے۔ اس پر بھی نورِ یوحا محض منعطف غیر منعکس ہے + مگر جو چاہے اُس کو زیبا ہے + ہزار ہا طرح کی گرمی پیدا کر دے یا ہزار ہا طرح کی سردی۔ اور تلوار میں یہی خاصیت رکھے کہ دست و دشمن اور مالک سبکی گردن یکجاں بکھے بندوں پر چٹکانا نازل کر دے۔ نظر بند کر دے کہ مالک کو پہچان نہ سکیں۔ اور سچے طور سے مجرم ثابت کرنے کے جہنم واصل کر دے۔ اُس کو اختیار ہے۔ اُس کا ڈر ساے ڈر ڈکا اللہ ہے جس کے دل میں سکا ڈھنے اُس دلیں کسی کا ڈھنیں نہ مانا۔ مگر میں تنکوڑتے یہ سمجھتا ہوں کہ نہ ڈر وہ ڈر ابرہیم و کریم ہے معاف کر دینا اگر نہیں معاف کریگا۔

تو میں عساء و شفاعت کروں گا۔

دعا کینم و جفا می کشیم و خوش باشیم کہ در طریقت ماکافر بست رنجیدن
مگر تم سر بیخ الخلدان نہ ہو جاؤ۔ یہ نہ کہو کہ فنا فی اللہ اور فنا فی الجہنم اور فنا فی الموت اور فنا فی الفناء سب
یکساں ہے۔ بائیک و گراکل و ماکول ہو جائینگے۔ کیونکہ تم اس سے عالم نہیں۔ اگر ایسا کرو گے تو پھر
تمہارے پاس کوئی بنی انجائنت اور بنی الضالہ وغیرہ آ کے اور اچھی طرح گمراہ کر دیں گے تاکہ واجب التعمیر
قرار پانے کے سبب سے کوئی بنی القزاق والبدو اگر لوٹ مار۔ ویکیتی۔ النفال وغنیمت و جہاد
و خونریزی وغیرہ کی مشاقتی سکھلا دے کہ روح و رحمت اور روح القدس سے محروم رہ جاؤ۔ کہ
آخر میں عدلاً تمام عالم کی سزا ہو۔ تو یاد رہے۔ کہ قزاقی و دجالی و شیطانی و بدعاشی۔ حرام زادگی
اور لٹھے طوری۔ ارضی و سماوی شئی۔ قمری۔ جنتی و جہنمی۔ سفلی و علوی جسمانی و روحانی۔ یکتائی و
دوتائی۔ ازلی وابدی محالی و اسمکافی۔ خدا و خدائی ان سب کاموں کے انجام دینے کی کسی میں قدرت
نہیں۔ مگر اسی یوحائیں کہ وہی سب کام سر انجام کو پہنچا سکتا ہے۔

ابن ہمہ از عکس روئے پاکر ادکلنا رشد	بو شاں شد باغ شد فردوس شد گلزار شد
مار زلف عینیش بہر صید جان و دل	طوق شد زنجیر شد ہم حلقہ زنا ر شد

اس لئے کہا جاتا ہے کہ اگر خار ہو تو گل کے ساتھ رہو اسی سے خود کو منسوب کرو۔ دوسرے سے
منسوب نہ کرو۔ کہ خوار ہو جاؤ۔ بیماری کی تحویل و برگردانی بجانب صحت ہونی چاہئے نہ مرض کی
طرف۔ اے حقا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ تم کو بچانا چاہتا ہوں کہ قارورہ کائنات بگڑنے نہ پائے۔
ستم بدرجہ اتم تمہر ختم نہ ہو۔ مگر غضب تو یہ ہے کہ

عادت کے مطابق یہی کہیتے ہو مجھ کو	بادل جو گرجتا ہے برستے نہیں دیکھا
اور میں جو یہ کہتا ہوں یہی تم کو کہوں گا	ینکی کے لئے بدکو ترستے نہیں دیکھا
گندے جو ہیں رہتے ہیں کثافت میں پیشہ	برزش خلا شہر کو بستے نہیں دیکھا
گو تختِ رواں اور پردوں سے ہو آباد	پھندے میں خلا کے کہیں پھتے نہیں دیکھا
تاج و علم و زین و کمر لشکر و کشور	بازار میں بکتے ہوئے سے نہیں دیکھا
شمیر و وابر و کے ہو کشتہ زرد فست	یہ تیغ ہے کیسی جسے کتے نہیں دیکھا
کس مایہ سیرت کے حلقہ میں پڑے ہو	جزا سکے کسی مار کو ڈتے نہیں دیکھا
تشبیہ و ابہو کے تفکد میں نہ مرجاؤ	عقل کو ہم خشک میں دھتے نہیں دیکھا

اللہ کا باطن میں عمل جس نے کیا ہے آتش میں کبھی اُسکو جھلستے نہیں دیکھا بلکہ آتش خود اُس کے تصور میں جھلجھلے۔ جیسا کہ کسی وقت میں ہوا۔ بلکہ ہوتے دم جس وقت لوگوں نے اُسکی طرف وہ پتھر پھینکا جو عمارت کے لائق نہیں سمجھا گیا تھا۔ تو اُس پتھر نے اپنے باطنی قانون نہلج و مناسک کے مطابق اُس پر گرنے سے پناہ طلب کی جس وجہ کر ایک ایسے مٹیہی عمارت کا نڈر قرار پایا کہ مٹہا مدت تک ایک عالم کے لئے قبلہ گاہ بنا اور یہاں سے جانے کے بعد تادم ثنائی بنا رہیگا۔ گویا میں ہی نے اُسکو مرفوز کیا ہے۔ اور میں ہی اُس کو سرانداز کروں گا۔ اس کے سبب سے ساری اقسام کے پتھروں کو معراج ہو چکا۔ ہر ذرہ کائنات کے معراج کے بعد میں اپنا اعلانیہ معراج ظاہر کروں گا۔ اور بفضلِ بوجہی کوئی بات محال نہیں پھر یوں اور ہمارا ایک ہونا کس طرح ممکن ہے۔ آزاد۔ سرور۔ سنوبر شمشاد کیلا۔ پودینہ کے ابابن ام پر خور کر فکسب کچھ خود ہی ہے پھر اب و ابن ام کچھ نہیں رکھتا۔ یہی حالت قریب قریب نئے ادنیٰ شکل کی ہے + دمیہ گھاس کہ نباتات میں بہت ہی منکسر ہے سب کے زیر پاہوتی رہتی ہے۔ مگر انسان حیوان میں محبوب و مرغوب ہے۔ حیوان کے لئے مقوی بھی مصفیٰ ہے اس سے جو دودہ ہو تو انسان کے لئے بھی مقوی وغیرہ ہے + زمین سے پہاڑ پر چڑھ جاتی ہے۔ کسب نباتات زیر ہو جاتے ہیں پھر نہ پھول ہے نہ پھل ہے نہ تخم ہے گویا اب۔ ابن۔ ام کچھ بھی نہیں سراسر اصل الاصول ہے یہی حالت ناگ بھنی کی ہے کہ سراسر اصل الاصول ہے یہی حالت باندہ کی ہے جو درختوں پر ہو جاتا ہے ان سب سے زیادہ تعجب خیز امر یہ ہے جو اکثر بیر کے درخت پر ہوتا ہے۔ کہ بے برگ و بے اصل الاصول تمام پھیلا ہوا ہے۔ اسی طرح بھری و ہوائی نباتات میں + بڑے درخت کو دیکھو کہ کتنا بڑا عظیم الشان اور محیط المکان ہوتا ہے مگر نختے سے تخم میں پوشیدہ رہتا ہے + بڑا ہونے پر سب کو آرام ہو چکا ہے۔ کوئی اُس کے سایہ میں بیٹھتا ہے۔ کوئی اُس پر آشیانہ بناتا ہے + دیکھو کیسا خوبصورت برگ برکتا ہے۔ بلاچم و گوشت و پوست و استخوان و پستان سراپا دودہ سے لبریز ہے + پتوں سے سانس لے رہا ہے + چھال کا لباس پہنے ہوئے ہے + بڑی بڑی مونچھیں رکھتا ہے + جس کو بروہر کہتے ہیں جو جڑ سے مل کے جڑ ہو جاتا ہے کہ ہمیشہ کے لئے اس اصل الاصول کا اسی طرح دودہ رہا کرتا ہے + اور بے محنت و مشقت اور جاڑ جگموں میں بھی از خود پیدا ہو جاتا ہے + اس سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ پھل پھول۔ تخم رکھ کے بھی سراپا اصل الاصول بنا ہوا ہیچ ہے + پس ارٹڈ کی طرح اب و ابن و ام تینوں کا جدا جدا ہونا بھی ممکن ہے اور اکٹھا ہونا بھی ممکن ہے جیسے پہلے نختے +

تو جب پہلے تھے تو بعد ہی ممکن ہے + اور جدا ہو کر کسی آن میں اکٹھا ہونا بھی ممکن ہے + پھر اسی وقت نیت ہو کر
 بقدر اکٹھا بھی ممکن ہے + اور یہ سب قائم رکھ کر سب سے بری رہنا بھی ممکن ہے کسی ہنگامے شان و
 گمان پیدا ہو جانا بھی ممکن ہے + مگر کوئی فقط کلورخ اندازی پر قادر ہے کوئی پھیکڑائی وقت روک
 دینے پر بھی قادر ہے + مگر سب چیز کی بنیاد ضرور ہے + وہی بنیاد اب و ابن و ام یا اقنوم سے یاد
 کی جاتی ہے + پھر وہ بخار ہو - یا تافیر ہو - یا کوئی ابتدا ہو یا اُس ابتدا اہونے کا سبب ہو یا سبب کا
 سبب الاسباب علت العلل اور اصل الاصول ہو پس وہی یہ حایات اللہ ہے جو مجھ میں ہے
 یعنی عین میں ہی ہوں اس لئے اپنا اور سب کا خود ہی اب و ابن و ام اور اقنوم ٹھہرا سب مجھ
 سے منول ہوئے + مگر تمہاری سمجھ میں نہیں آتا اس لئے بہت سی مثالیں دیکر سمجھا چکا ہوں -
 اور سمجھاتا ہوں کہ اب تم یوحا کو مروہ نہ سمجھنا - مجھ میں موجود ہے اور میں ہی سب کچھ ہوں + دیکھو
 ہماری کیسی شانِ کبریا ہے کہ خود کو کس طرح اللہ اور روح اللہ اور حیات اللہ یوحا اور عسا
 ابن و ام جدا جدا اور کیلبناتا ہوں + اور کس طرح نوئی مٹی سے شرار اور شرار سے بارود بنوا تا
 ہوں + ہرے بھرے نباتات سے گلہا - مے و نگارنگ پیدا کرتا ہوں - کہ اُس سے عطر و رخن
 رنگ اور کاغذ - گوند - برکافور - طباشیر - ردی - لباس - گرمی - آتش - انقباض و انبساط -
 قوت حیات - موقع پر زہر اور موقع پر تریاق پیدا کرتا ہوں + کہ تم ان سے سبق لیکھو + موقع
 و محل پر ان سے کام لو + سبق یہ لیکھو کہ ان کے بہت سے اقسام ہیں ان میں فلاں فلاں
 تاثیر و خاصیت ہے + ان کے مثال سے بہت سی باتیں سمجھ میں آتی ہیں + ان سے کس
 کس طرح فائدہ اٹھا سکتے ہیں + ان سے کیا کیا سبق حاصل ہو سکتے ہیں + ان کا کون سا دشمن
 ہے جس کے پاس رہنے سے پھول پھل نہیں لاسکتے + ان کا کس کس درخت سے قلم لگاتا
 وقت کے لحاظ سے مناسب ہوگا + بادی و نفاخ وغیرہ کیونکر ہو جاتے ہیں + ان کی عارضی صفت
 کیا ہے اور اصلی صفت کیا ہے + ان کے منہاج و مناسک کیا ہیں + ان کی عمر طبعی کیلئے ہے +
 ان کی سوا عمر تخری کیا ہے + یہ کب بالغ ہوتے ہیں اور کب قریب الفنا + جس سے معلومات
 میں وسعت پیدا ہوتے ہوتے علم حیوانات تک رسائی ہو جاتی ہے رفتہ رفتہ روح اللہ قہوانا تک کیا مجھ
 تک رسائی کا یہ بھی ایک طریقہ ہے - مگر بدیر ہے + تمام عالم کی جان لینے پر اُس کا تصور کچھ فائدہ بخش
 نہیں ہو سکتا - بجز اس کے کہ صرف سائنس میں ترقی ہو اور ایک مدور دور قہول کے حلقہ و سلسلہ
 میں چکر کھاتے رہو + اس لئے مستقل ہمارا تصور کر دینا سچا ہی واسطے ہم مجسم ہو کر آئے ہیں + مگر اس

وقت شان ولی عہدی کی ہے + کہ پادشاہ نے مجھ کو ولی عہد بنا کے بھیجا ہے + مگر تم یہ سمجھ لو کہ جس طرح
 اوپر مثالیں گزریں کہ ایک نباتات میں بے شمار چیزیں بھری ہوئی ہیں اور ایک عالم میں لاتعداد اور
 ایک قطرہ میں ہیکل انسانی اور اس میں جان اور جان میں قابلیت کہ اس بنا پر سب چیز کا ہونا ممکن
 ثابت ہو رہا ہے۔ اس لئے انسان علوی و رجال الغیب کا ہونا ممکن ہے کہ متولد از شکم ہو کر
 اپنا کر تو مت ظاہر کرے اور نہ معلوم باطن اس میں کیا بھرا ہوا ہو + جب پیدا اور ناپیدا ہونا ممکن ہے تو
 سب ممکن ہے + چنانچہ پھر مثال پر مثال دی جاتی ہے + کہ صبر حکوتم کڑوا سمجھتے ہو وہ تمہارے ذائقہ
 کے آگے کڑوا بنایا گیا ہے ورنہ درحقیقت کھلوا نہیں چنانچہ اگر کڑوا ہوتا تو اونٹ نہ کھا تا + سکے ذائقہ
 کے آگے بالکل شیریں ہے + یہی حالت ہماری ہے مگر دیکھو کہ صبر تلخ است لیکن بر شیریں دارو +
 اس لئے بے محل ہمارے یا کسی چیز کے نیستی کے درپے نہ ہو جاؤ۔ اس کا وبال نکال تم پر آ کے
 پڑ گیا کہ تم خود نیست ہو جاؤ + پس ہم قنوت نہیں ہو سکتے مگر در چیزوں کے نیستی کے بارہ میں بیان
 کیا جاتا ہے + کہ بے موقع بے محل نباتات کو اسکی جگہ سے جدا کرو + اس سے جانہ اور نقصان پہنچتا
 ہے + کوئی اس سے مبیہہ کھاتا ہے + کوئی اس پر آشیانہ بناتا ہے + کوئی اس کے سایہ میں بیٹھتا ہے
 لیکن ضرورت کے وقت البتہ روا ہے + مگر لو کاٹ۔ آلو بخارا۔ کھرنی اور چکوترے وغیرہ کی جگہ دگر
 وختوں سے کشتی چوکی وغیرہ نہ بناؤ۔ یہ سب نباتاتی مجرم ہے + اگر نباتات مجرم ہوتے ہیں تو فطرت
 سے اسکی سزا ہو جاتی ہے + برسات میں غسل دئے جاتے ہیں + مگر سالانہ درس نہیں دیا جاتا ہمیشہ
 کے لئے برہنہ کر دئے جاتے ہیں + زیادہ مجرم ہوتے ہیں تو ان پر بجلی گرائی جاتی ہے + ان کو ٹھکر
 اٹھا کر نکلوا دی جاتی ہے کہ خاک سیاہ ہو جائیں + ان کے حق میں آپ رحمت بے فائدہ اور فضول
 ہو جاتا ہے + جیسے ہم تمہارے سامنے ہو رہے ہیں + مگر غیر مجرم نباتات مختلف لالہ ان و خوشگوار
 یہ آپ واحد مستحق ہو کر منت ہوتے ہوئے پنکھا کرتے رہتے ہیں + اور سب شکل دگر یہی حالت نیکیوں کی
 ہے + ان سب کی حالت دفتر قدرت میں مع پیدائش و اموات وغیرہ مندرج ہے + کوئی اس میں
 خاوار ہو جاتے ہیں گویا وہ نباتاتی پاسبانِ سلح ہیں کہ باغوں کی حفاظت کریں۔ کہ وہ اچھی طرح پھولیں
 پھلیں۔ تو واضح ہو کہ جو میوہ جس موسم میں کھانے کے لائق ہے اسی موسم میں پھلتا ہے اگرچہ گرمی کے
 موسم میں گرم میوہ ہو لیکن اس میں خاصیت ہی ایسی ہوتی ہے کہ اپنی اصلی گرمی موسم گرمی میں نہ ظاہر
 کرے بلکہ خون میں چھپا کے رکھتا ہے اور موسم سردی میں اپنی گرمی ظاہر کرتا ہے + لہذا کوئی میوہ
 بے موقع و بے محل نہیں پھولنا پھلتا + تو پھر میرا آنا کیونکر بے محل ہوگا + ہرگز نہیں + پس جو چیز قوت

ہو وہ موزوں ہے + اگرچہ اس چیز کے کچھ مخالف چیز بھی ہو وہ بھی اُس وقت کے لئے موزوں ہوگی مثلاً گرمی کے موسم میں صرف میوہ شیریں ہی نہیں ہوتے ترش بھی ہوتے ہیں کہ بائیکہ گڑھلے ہیں + پس مخالف کا بھی ہونا ضروری ضرور ہو گیا + مگر جس کا نتیجہ بہتر ہو وہ خوشتر ہے + جیسے جو چیز سورج کے ماتحت ہے وہ زرد و سُرخ + سیاہ و گرم و شیریں و سرد و غیرہ وغیرہ سے ہوگی + جو چاند کے ماتحت ہوگی وہ سفید و نود و خالی سرد و منوم ہوگی دونوں کا بر محل استعمال حلال ہوگا اور بے محل حرام + حرام ہو جانے کی حالت میں ضروری امر ہے کہ اس کا اثر تمام جسم سے خارج کیا جائے۔ تو زیادہ مناسب ہے کہ اُسی کی جنس سے جو چیز ہو وہ داخل ہو کر سب اثر کا اخراج کرے + اس لئے کچھ نباتات کٹے بنائے گئے ہیں جو اکثر دست آور و مٹتی ہوتے ہیں اسی طرح انسانی ہدایت کے لئے انسانی شکل کا شر لاند ہونا چاہئے + کہ اُسکی تلخ کوئی وغیرہ کو صبر تلخ است لیکن بر شیریں دارو سے نسبت ہو + دیکھو ہماری مثالوں سے سائیس کا سیت لو + تمام کائنات کتاب حکمت ہے حکمت لو حکومت لو حکیم بنو حکم بنو + اگرچہ ہر فرقہ کائنات دلی اللہ و اہل اللہ و ابن اللہ ہے مگر کوئی اعلیٰ کوئی احمض - کوئی میخوش - کوئی تلخ - جس کو ہوا سے تعلق ہے یا دوسری ہے - جسکو آگ سے تعلق ہے - وہ گرم ہے + یہ سب اللہ اصغر ہیں مگر جو اللہ اکبر ہے - اُسکی رُوح میں جو روحانی و نورانی - ربانی و حقانی حلاوت ہے - وہ کسی میں نہیں + اس لئے سب کے سب رواں مرو و دہیں + مقبول ہے تو صرف رُوح اللہ اُس میوہ پر دست رس ہونے والا کامیاب ہے ورنہ -

بارغ دنیا میں نہ ہوگا کوئی اُس سا بد نصیب آیا ایسے باغ میں اور خالی اماں نے چلا پس و رُوح اللہ کی صورت کا سخت محبتہ اور عشقاً تصور ہے کہ عجب شیریں پھل پیدا کریگا + نہیں تو یاد باشد کہ -

پردہ نیلگوں زہر جانب	بندہ کروہ ہمہ مقید را
گردہ چرخ چار سو گردید	ہیکل اللہ ضوئے جید را
گنبد جانشتاں ہمہ جاں را	بے وہن خورہ نیک و ہر بد را
پردہ ہفت رنگ تاج بسر	شبکہ گنبد مسخید را
مثل خاتون بے حجاب آمد	اطلاع شد آمد آمد را
در شب تار ابروئے سیمیں	از اشارہ کشیدہ سید را
شاہ خاور ز جلوة فائش	زینت افزا وہ شاہ مندر را

گندم از پیشگاہ رب جلیل	دور تر کردہ جد امجد را
کاسہ سزنگوں چویم انداخت	یم بگردیدہ مے۔ محمد را
حمدی کائنات مے دارد	ہندوئے ہند۔ و دو ہند را

وہی دو ہند روح و حیات۔ نینارتن ہیں کہ ایک صبی المہد کہا گیا۔ اور ایک ولی العہد اور حقیقتہً دونوں ایک ہی ہیں۔ جس کے لئے بہت سی دلیلیں پیش کی جا رہی ہیں۔ جو اوپر گزری ہیں وہ سب نباتاتی مثالیں تھیں اب یہ حیوانی مثالیں دیجانی ہیں کہ کوئی چیز بھی بن اصل واپ نہیں۔ جیسے بھلی۔ سینڈلک اور جاندار زراحت ہو ہڈی نہیں رکھتے اور انھوں میں بہتے ہیں اکثر اسی جنس کے جاندار انہیں کے سفوف سے پیدا ہو جاتے ہیں کہ سفوف اُن کے حق میں اقنوم کا کام کرتا ہے۔ اسی طرح چھوٹے جانوروں سے ترقی پا کر بڑے جانور بنتے گئے ہیں۔ اُن میں سے چند پرند و درند و گند و غیرہ ہیں۔ چند چوپایہ کو مائٹی مویشی کہتے ہیں۔ جو دودھ پیتے ہیں اور چرتے چوٹکتے ہیں۔ جو جانور مادہ ہونے کے رہتے ہوئے مادہ سے کم کام لو۔ اگر گا بھن ہو تو اُس کی رعایت کرو۔ ماں اور بچے کو جدا نہ رکھو۔ زیادہ سچہ دینے سے جو جانور کمزور ہو جائے اُس سے سخت کام نہ لو۔ زبردستی تسلیم نہ کرو۔ نہ بے سبب آخڑ کرو۔ نہ بلا قصور ان کو مار پیٹ کرو۔ یہ بھی روتے ہیں۔ اُنکے بھی آنسو ٹپکتے ہیں۔ کیا نہیں دیکھتے کہ جب کوئی کتا بلی کو گھیر کے مارتا ہے۔ تو چیقل میں پڑ کے آسمان کی طرف منہ اٹھا کے روتے ہوئے فریاد کرتے ہیں۔ اُس کا عوض مارنے والے سے لے لیا جاتا ہے۔ کیونکہ آخر ان کا بھی کوئی مالک ہونا چاہئے جو ان کے فریاد سنے۔ اگر وہ نہ ہوتا تو اُن کے آرام و صحت کے لئے یہ بندوبست نہ کرتا۔ کہ آکسیجن اچھے بدن کے اندر جائے اور حرارت عزیز یہ باہر آئے۔ اُون اور رونگٹے گرمی و سردی کی حفاظت کریں۔ جو بنی آدم کسی جانور و چوپایہ کو ستانا ہے تو وہی جانور بننے اُسکو دکھ اٹھا کے معاوضہ دینا پڑیگا۔ اور یہ سب کچھ محال نہیں جبکہ آدمی بنانا آسان ہے جانور بنانا بھی آسان ہے۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ کبھی ادکھ سے کٹھن کی بو آ جاتی ہے اور کھل کنار سے خرام کی۔ دل آزاری سے پرہیز کرو کہ تمہاری بھی دل آزاری نہ ہو۔ ان سب باتوں کے سمجھنے اور حفاظت کے لئے تم کو زیادہ عقل دی گئی ہے کہ جانور جو کم عقل ہیں اُن پر حاکم بنو۔ جو تم سے زیادہ عاقل ہو گا وہ تم پر حاکم بنیگا۔ فضلنا بعضکم علی بعض۔ تو دیکھو ہر ایک کو حفظان جان کے لئے ایک آلہ دیا گیا ہے۔ جیسے جسکو سنگ دیا گیا ہے اسکو ٹاپ نہیں دیا گیا۔ جسکو سنگ اور ٹاپ نہیں اسکو سبز دیا گیا

سے
بلا دینا
سے
اب بہت نام
سے
بجلی ہ
سے
بیر

ہے + کسی کو دونوں دید یا گیا + جیسا کہ گینڈا کو + کسی کو کچھ نہیں + جیسے گدھا کو + ان سب میں مصلحت ہے + اسی طرح ایک کو روح اللہ بنانے میں مصلحت ہے + تو اللہ کی روح سب پر رحم و رحمت کرتی ہے + اس لئے رحم کرنے کو کہا جا رہا ہے + کہ جب تم کو میو جات و غلہ جات دینا تاقی غذا نہ حاصل ہو تو البتہ بحالت مجبوری سخت ضرورت میں کسی ایسے جانور کو کھا سکتے ہو + جو نہ بیمار ہو نہ صدمہ رسیدہ ہو نہ مردار ہو + نہ گا بھن ہو + نہ بچکاش ہو نہ خود محض بچہ ہو + نہ بہت ہی نیک ہو + نہ بہت ہی خوبصورت ہو + نہ گھنونی صورت و سیرت ہو + نہ گھنونی اُسکی خوراک ہو + نہ بیش قیمت ہو + نہ صغیر الجثہ نہ کبیر الجثہ ہو + اس پر بھی اُس کے جنس کے سامنے ذبح نہ کرو + نہ اُسکو معلوم کرا کے ذبح کرو + بلکہ غفلت میں بڑی تیز مشن سے پردہ میں رہ کر گردن اُڑا دو کہ بے رحمی و غوریزی کی عادت نہ ہو + خون نہ سوار ہو جائے + ان سب اہتمام کے مفہوم کو لسم اللہ سے تعبیر نہ کرو + کیونکہ اگر اللہ کا نام لے کے کسی کی گردن اُڑا دینی حلال سمجھا جائے - تو اللہ کا نام لے کے اپنی ماں کے ساتھ جماعت کرنا بھی حلال ہوگا + بلکہ سارا گناہ اللہ کا نام لیکے کرنے میں گناہ نہ سمجھا جائیگا + جو اس قسم کی شریعت جاری کرے اور گردن زدنی کا فتویٰ دے تو یقین ماننا کہ وہ نبی السباع اور الکدم ہے - بحال حرامی موت ہے + ہر ایک کام کا آخری نتیجہ راحت ہے لیکن جو جان رکھ کر جان کے ستانے کو روا رکھتا ہے + سارا خاندان اُس کا ذبح کیا جائیگا + پس یاد رہے کہ حیوان مطلق حیوان مطلق کے مددگار بننا سے گئے ہیں - کہ اُن کے مشکلوں میں کام آئیں + ایک اپنی جسمانی قوت سے آرام پہنچائے ایک اپنی عقلی قوت سے - کہ اگر کسی نا آزد جانور کو بدھنمی ہو گئی تو انسان اپنی عقل سے کچھ ایجاد کر کے دوا دے کہ اُن کو آرام پہنچے - جیسے اُن کو گڑ ملا ہو + تبا کو پلا دینا جس سے اُن کو فائدہ ہو + اُن میں سے کوئی جانور نباتات کی طرح صرف خوبصورتی دیکھنے کو بنا دئے گئے ہیں + اور ہر جاندار میں اکثر خوبصورت ہوتا ہے + اسی طرح کچھ جاندار آواز سننے کے لئے بنا دئے گئے ہیں + اسی طور پر اُن کی تقسیم و تفریق کی گئی ہے + کہ کچھ جانور چوند و پرند ہیں مشترک ہیں + کچھ درند و گزندہ ہیں کچھ سب میں + کچھ انسان و حیوان کے بدخ میں کہ یہ سب ان کے ترقی کے مدارج ہیں - جیسے شتر مرغ - کتا - بلی - سور - جو منسپل کا کام کرتا ہے اور بندر وغیرہ وغیرہ - اگر جانور دو چار کی شرکت میں ہو تو اُسکو کاٹ کے تقسیم کرنا حلال نہ ہوگا کہ مفت اُسکی جان جائے حیوانی جرم سرزد ہوگا اس لئے مناسب ہے کہ فروخت کر کے مالی

حصہ تقسیم کیا جائے + اگر کوئی حصہ مالی کی تقسیم پر راضی نہ ہو اور ابھارے کے بانٹ میں والد سے کہ اس کا فیصلہ ہونا ممکن ہو سکے تو فیصلہ کر دیا جائیگا ورنہ بغیر فروخت کئے اس کی کچھ شنوائی نہ ہوگی + مثلاً فرض کرو کہ تین آدمیوں کے درمیان 51 مویشی ہوں جس میں سے پہلے کا حصہ نصف ہو دوسرے کا تہائی ہو تیسرے کا نوواں حصہ ہو تو نصف دانے کو کاٹ کر تقسیم نہ کیا جائیگا + اسکو یوں تقسیم کر دو + کہ تین مویشی اس میں اور ملا دو + کہ تثلیث کی پوری بحث ختم ہو + تو $(51 + 3 = 54)$ ہو جائینگے + اب جس کا حق آدھا ہے اسی کو آدھا دیدو - تو چوپن کا نصف 27 ہوا + باقی رہے 27 اب جس کا حق تہائی ہے تو اس کو 51 کا تہائی جو سترہ ہوتا ہے دیدو + تو اس جگہ 27 باقی رہ گئے تھے ستائش میں سے سترہ نکال لو - تو دس باقی رہے اب جس کا 51 میں سے نوواں حصہ ہوتا ہے اس کو چھ ملتا چاہئے مگر اسکو سات عدد دیدو تو دس میں سے سات نکل گئے باقی بے تین + تو جس شخص نے اپنی تین مویشی بطور تثلیث ملا دی تھی اپنی تثلیث واپس کر لے + پس سب کا فیصلہ ہو گیا اور قسائم اپنی تثلیث لیکے جدا ہو گیا وہ سب حساب عدد میں یہ ہوا کہ

$$(3 = 7 - 17 = 27 - 27 = 54 - 27 = 27 \div 2 = 13.5 = 54 + 3 = 57)$$

پس بغیر تثلیث کے حساب و حدانیت پورا نہ ہوگا اور یوحنا و عسا کاٹ کر تقسیم نہ ہو سکیں گے + ذرا نسبت لیکھو ب جاندار پر رحم کر دو + پر جائیکہ تم نے یوحنا و عسا کو بے رحمی سے ستانا شروع کیا + پھر تو تم حیوان سے بھی بدتر بیٹھے + مناسب ہے کہ تم حیوان بنا دے جاؤ اور حیوان انسان بنا دے جائیں + مگر غضب تو یہ ہے کہ تمہارے نزدیک اٹا ہم ہی حیوان سمجھے جا رہے ہیں - تو اب اس جگہ بجز اسکے اور کیا کہیں کہ

یاسب کے سپہاں انسان حیوان ہیں تو ہم ہیں
حالانکہ سب سے بڑھ کے انسان ہیں تو ہم ہیں
ریحان ہیں تو ہم ہیں رمان ہیں تو ہم ہیں
یا قوت ہیں تو ہم ہیں مرجان ہیں تو ہم ہیں
دو طفل ہو کے بولے انسان ہیں تو ہم ہیں
قربان کون ہوگا قربان ہیں تو ہم ہیں
اعلان جا بجا ہو خاقان ہیں تو ہم ہیں

اس دہرے بقائیں انسان ہیں تو ہم ہیں
ہر ایک چمک رہا ہے سنان ہیں تو ہم ہیں
دو عارض صنم میں کیا بحث ہو رہی ہے
نعل لب پر یو ہنس ہنس کے کہ ہے ہیں
ہنگام چار چہنی در حید چشیم امی
اس قوم بے خبر پر کیوں کوئی جان دیگا
ابرار بولے سے کمدو حد سے عبور کر جائیں

یہی فصل سے جو میرا معین ہو گا وہ غالباً ہی خود ہی وہ شان ہیں تو ہم ہیں
 غرض کہ ازل سے ابد تک ہم ہی ہم ہیں۔ ہمارا کوئی ساتھی سنگماتی اور مددگار نہیں کہ کسی کام میں
 بھی مدد دے + چنانچہ دیکھو میں بے پر کی اڑا سکے دیکھا دیتا ہوں کہ پرند و چرند و گزند و درندیں
 مشترک ہو روز پرند ہو بلکہ شب پر ہو۔ دنِ تختانی و فوقانی اس کا دونوں ایک ہو + پس اے
 مشتے خاک تو ہمارے ارادہ کے مطابق موشک پران بنجا۔ سو دیکھو میں گیا + فاطر کو ہر طرح
 کی فطرت کا اختیار ہے + کیا اب بھی تم کو ہمارے فعل و فطرت میں شک ہے تو تم پر ہماری ٹھکانا
 ہے + تمہارے اقوام یہی پھٹکا رہیں۔ جس سے مجسم ہو کر پیدا ہوئے ہو + مگر عزیز و جو مومن
 یا اللہ الخزیر الحکیم ہو۔ سنتے جاؤ ہم کہ چرند و درند و گزند کی مثالیں سن چکے کہ کوئی بے اقوام
 نہیں۔ اب تھوڑی سی پرندوں کی مثالیں سن لو کہ طوطے کے ہزار اقام ہیں مگر سب میں
 فرق ہے + یہ خوبصورتی دیکھنے کو بنائے گئے ہیں + اسکو طنائی کا پیشہ خوب یاد ہے +
 بڑا انتقال ہے + کٹھ کھوڑ بڑھی ہے + شکار باز و غیرہ ڈاکو اور لوٹرا ہے + گدا و چیل و غیرہ مصطفیٰ
 و منفی و باغبان ہیں کہ دن کے رقت گلی کوچی کھیت باری سے حشرات الارض و مردار وغیرہ کی
 صفائی کرتے رہیں + جہاں نیم بڑ وغیرہ پیدا کرنے کی ضرورت ہو وہاں یہ سب چیز کھا کر براز کریں
 کہ باغبانی کا کام ادا ہو جائے + اس قسم کے مردار خوار پرندے خشکی و دماغ کی وجہ کرسینکٹوں
 کو س سے اپنی خوراک کو دیکھ لینے ہیں۔ اس لئے ہمیشہ پست نگاہ رہتے ہیں بخلاف شاہین
 بلند پرواز کے + چمکا ڈالو وغیرہ شکاری و کوئال ہیں۔ کہ رات کو حشرات الارض والنوا سے و گرجا نڈار
 کو بچاتے ہیں + ان کے پران کو گرمی و سردی سے محفوظ رکھتے ہیں + سب پر پختہ و انش ہے +
 کبھی میلا نہیں ہوتا ذرا سا میں صاف ہو جاتا ہے + سال بھر میں ایک بار ڈرس بدلتے ہیں +
 برسات میں یہ پران کا ہار ان کوٹ کا کام کرتا ہے + دم کے پاس سے چکنائی نکال کے
 لگا دیتے ہیں کہ پران کا ترنہ ہو جائے + جو پرندے مٹی ہو۔ پانی۔ سب میں رہتے سہتے
 ہیں وہ ملاح کا کام کرتے ہیں + پاؤں انکے جھلی دار ہوتے ہیں + کہ مڑدی اور تنہا پٹی کا کام کریں +
 ان کے چوہنج شکار کر نیکے لائق بنائے گئے ہیں + ان سے دست پناہ ایجاد ہوا ہے + جیسے
 قاز و بط وغیرہ کہ سب تشابہ ہیں مگر سب میں فرق ہے + عالم بھری میں گھڑیاں وغیرہ ڈاکو ہے +
 جو تک و غیرہ ہے + میڈک ملاح ہے + گھونگھا خانہ بدوش نٹ ہے + جو پرندے کیڑے
 مکوڑے پھل پھول مانج کھاتے ہیں وہ انسان سے بوجہ ایک نسبت ہونے کے اس طرح

جلد مانوس ہو جاتے ہیں جیسے روح اللہ سے نسبت رکھنے والے روح اللہ سے مالوف و متحد ہوتے ہیں + مورپری ہے + ناخستہ - بلبل - شامہ - مراٹی - پنوڑ یا - تننت کا رہے + بیا جولاہم ہے + نخل حلوائی ہے + بلخ فوج ہے + بھڑ راج ہے + سرد آہ کمار ہے + مکڑی انجینر ہے + جگنو مشعلچی ہے + سب کا پر - گھونسلہ - رسم درواج الگ الگ ہے + جن کے کان نمایاں نہیں وہ انڈا دیتے ہیں + جن کے کان نمایاں ہیں وہ بچہ دیتے ہیں + مگر چمگاڈ سب پرندوں سے مستثنیٰ کیا گیا ہے + جیسے سرطان کی ہتھیلی میں آنکھ سینہ میں منہ ہوتا ہے اور پاؤں ہتھ پڑے پہلو پر چلتا ہے + مورین جفتی کے انڈا دیتا ہے + مگر جو سب اُسکے انڈا دینے کا ہوتا ہے وہی اُس کے حق میں اقنوم ہے + پھر اگرچہ خاکی انڈا ہو یا کچھ ہو وہ سب ابن الام یعنی ابن المیاء قرار پائیں گے + اور پانی کا اقنوم اُسکے جزو اعظم قرار پائیں گے - غرض کہ جمیع تابع و متبوع ہیں + سب کا سلسلہ ابن الابیہت پر ختم ہوتا ہے + اور اللہ کا خاتمہ اس کی روح القدس پر جسکو روح اللہ کہتے ہیں + ا یعنی مجھ پر سبحان اللہ تعالیٰ سے

والشکر لمن صَوَّرَ حَسَنًا وَجَمَّالًا جس گوشت کے ٹکڑے سے یہ لب لفظ نکالا جو ختم کرے وصف خداوند تعالیٰ الفاظ و تفکر کا نکل جائے دیوالا بس خود ہی کرے اپنی صفت میں ہوں زلا مولوہ ہے اُس صلب کا اک لولوئے لا پھر خالق اکبر ہی رہا اُس کا حوالا بنون ہوا اصل میں وہ اصل ہی والا درپردہ وہ کہتا ہے کہ تو کر لے چھنا لا ہر عورت بد ذات ہے شیطان کی خالا تم دونوں بیک دیگرے موتی کے ہومالا تم دونوں نے لکھو یا محبت کا قبالا شیطان کی پلٹن ہے رسلے کا رسالا جلدین میں شیات سے من کن کا ہکالا	اسمُ لمن قَدَّرَ خَيْرًا وَخَبَّالًا کیا گوشت کے ٹکڑے سے کریں اُسکی صفت ہم مخلوق کی مخلوق میں کب وصف ہوتا الفاظ و تفکر سے ستائش نہیں ممکن ہستی و عدم دونوں جہاں سے نہیں ممکن جس صلب سے نکلے تو وہی صلب ہے والد والد کو جو پیدا کرے ہے خالق اکبر بے صلب ہوا اس لئے ہے ابن کوئی ایک جو مرد کہ عورت سے رہے اپنے بگڑ کر عورت جو ہو باجی تو اُسے گھر سے نکالو رنجن بن رہے دونوں میں اکدم سے ہمیشہ وہ عقد ہے کیا چیز؟ سمجھتے نہیں کیا تم شیطان اگر ایک ہو پھر وہ بھی ہوا واحد جتنے ہیں بڑے سب میں شیطاں کے بچے
---	---

بن باپ کے پیدا ہو بے شک مقدس ہر ایک سے اعلیٰ ہے تو ہر ایک سے بالا
یہی کی اطاعت نہیں کرنی ہے ضروری از روئے ازل اُس سے پڑا ہے تمہیں والا
کو تمہیں کے لحاظ سے تمام سستی و بستی مقصود ہے۔ اور اس جگہ مخصوص تمہارے قوم لوگتے ہیں اے لوگو
خانہ بدوشی نہ اختیار کرو۔ تمدن بنو + انسانیت کا پھل حاصل کرو + عدم انسانیت سے انسانیت کا
پھل مل جاتا ہے + عدم انسانیت کی بُرائی لگتی ہے + عدم انسانیت سے انسانیت کا مزہ نہیں
حاصل ہو سکتا + عدم انسانیت ہمیشہ ہی سبق لیکھاتی ہے کہ انسانیت کا سبق نہ پڑھنا۔ عدم انسانیت
سے انسانیت کا خون نہ کرو + انسانیت کو ڈانٹ کر نہ نکالو + عدم انسانیت کو عروسِ ازلی بنا کر ازواج
عظیم الطلاق نہ کرو + جس سے شیطان کے بچے پیدا ہوتے رہیں ۵

آنچہ برجستیم و کم دیدیم و بسیار است و نیست درستی بجز انسان کہ بسیار است و نیست
انسان کسی زمانہ میں غفلت الذکر و مفقود الخیر نہیں رہتا + جو ہر انسانیت بتلا ہی چھوڑتا ہے + پس
انسان نہ ہے کہ جب تک خود میں انسانیت نہ پیدا کرے دوسرے کی انسانیت پر بھروسہ نہ کرے +
کیونکہ دوسرے کی انسانیت اُسکو کام نہ آئیگی + مگر دوسرے کی انسانیت اُسکو کام آئے تو دوسرے
کی حیات بھی اُس کو کام آجائیگی + دوسرے کا درد بھی اُس کو محسوس ہوگا + دوسرے کی رضامندی سے
اُس کی سردی بہائیگی پھر تو خود ہی از جز تامل ہو جائیگا + جب تک انسانیت کی سلطنت نہ قائم ہوگی۔
اُس وقت تک انسانی حکومت نہیں قائم ہو سکتی + پادشاہ کو لوگوں کی عدم انسانیت کے سبب سے
خیانت کا خدشہ رہیگا + عدم انسانیت کی حالت میں اُس کا شگون تمام عالم میں نحس ہے۔ اس کو عالم
بدر کرنا چاہئے + اگر سارا انسان الیا ہو جائے تو سارے سنسار کو آگ لگا کے پاک کرنا چاہئے + پس
ہوشیار ہو کہ ہمیں حقیقت نہ ایسا ہو + لہذا خاک ہو کہ پاک ہو + فضائلِ خلاق کی کوشش کرو + ہر دم
قدم آگے بڑھاؤ + بنائے جنس کی معاونت کرو + انسانیت کے اسٹیج پر انسانیت آمیز حرکات
سے پیش آؤ۔ اس عہدہ کو نامور کر دو + کو پھین مائس نہ بنو + دنیا کا کام جلدی ختم کرو + ان تمام کچی
باتوں میں مطلق کلمہ سازی و کلام پردازی نہیں ۵

وقت آگیا قریب بس اب اژدہ نام ہو	ایماندار ہو تو من اہل الکرام ہو
ظالم کے جامِ سر میں اگر یہیم و لام ہو	ہو جائے بھر لال کہ اُس مل کا دام ہو
نیچا اگر ہو بام تو ہونچہ صنم نہ نہیں	لیکن رہے خیال کہ نیچا نہ نام ہو
نام آدوری کے ساتھ ہمیشہ رکھو خیال	جیسا بلند نام ہو ویسا ہی کام ہو

ہر شخص پاک و صاف رہے پاکیاں بھی ملے	عیدوں سے پاک ہونہ کسی ٹٹے میں غلام ہو
مرضی اگر خدا کی یہی ہے تو کیا کروں	مجبور ہو کے حکم دیا قتل عام ہو
جب تک کہ بحرِ سرخ میں کشتی چلے رہی	تب تک نہ تیغِ فوج کی اندر نیام ہو
جو لوگ منتخب سے ہمارے ہیں وہ نہیں	ان کو بچا کے گردشِ تیغ و حسام ہو
سیکھی جو ہے وہ دشمنِ روحِ خدا نہیں	خود ہی ہو گر مرید تو قصہ تمام ہو

سب سے ہی قریب میں مرید بارودۃ العینہ ہونا چاہتا ہے۔ اس لئے تم لوگ خدا خبردار ہو۔ یہاں تک بناتنی و حیوانی مثالوں سے ثابت ہو گیا کہ ان میں سے ایک بھی بلا اقنوم نہیں۔ اب رہا جمادات اُس کے بارہ میں بھی بیان کر دیا جاتا ہے کہ آسمان کوہِ آتش نشاں سے آب و آتش بنام برق و بارش جو ہوتے ہیں وہ تجزیراتِ ارضی سے ہوتے ہیں۔ اس واسطے کہ حق میں تجزیراتِ اقنوم کا کام کرتے ہیں۔ اور زمین کے اندر گڑی و سروی۔ طیب و دیابلس سب کا مجموعہ اثر پہاڑ کے ساموں سے اندر جا کے بخارجہ پیدا کرتا ہے جس سے پہاڑ پیکر کثیف پانی پیدا کر دیتا ہے کہ وہ رفتہ رفتہ اندرونی و بیرونی حرارت سے چھنکر لطیف متلون و پر آب و تاب بن جاتا ہے کہ گویا ظلمات میں نور پیدا ہو جاتا ہے جو قدرتِ مقررہ پر نکالے جاتے ہیں اور ان کی قدر ہوتی ہے۔ انہی کو جواہراتِ سفلیہ کہتے ہیں۔ گویا اپنے رنج و کوفت کی جزا پاتے ہیں۔ یہی سب اسباب ان جواہرات کے حق میں اقنوم ہوئے۔ وگراں جوار کی پیدائش سنگِ مثانہ و حجر البقر وغیرہ کی طرح ہے۔ اسی واسطے کھانا پانی بنا کے اُس میں یہ اثر رکھا ہے کہ چیزوں کو بوسیدہ نہ ہونے دے۔ ہوا چھنکر درختوں پر سے گذرتی ہوئی خشکی پر محترز ہو کہ صفائی قائم رہے۔ اُس سے گھونگھا۔ چھانواں۔ پہاڑ وغیرہ کا مادہ مرکب ہوتا رہے۔ پس یہ سب ترکیباتِ اقنوم کے قیام ہیں۔ غرض کہ جمع مواتات و حواتات بلکہ کوئی چیز بھی بے اقنوم نہیں۔ گویا ہماری اقنومیت سب سے مستثنیٰ ہے۔ کباب و ابن و ام بھی خود ہی ہیں۔ اور غدی ہر ایک آفریں۔ پھر سب سے بری۔ اس لئے ہر ایک اقنوم کا ایک مقام ہے۔ پھر جراح اور ہیرا اگرچہ دونوں مشابہ ہوں لیکن ہرگز برابر نہیں۔ اس واسطے پھرج کی جگہ پھرج کو رکھو۔ ہیرا کی جگہ ہیرا کو۔ ہر ایک رذیل و حات بنام سید سے خود کو نیست کرادینا پسند کرتا ہے مگر اس سے مقابلہ پسند نہیں کرتا کہ اس کو دھوئے برابر ہی ہو۔ اسی طرح اگر ہر ایک بیت اللہم روح اللہ حقیقی بن جائے تو بلا شک ہر ایک کہہ سکتا ہے کہ

<p>میسوی معجزات مجہ میں ہیں کچھ نہ کچھ خاص بات مجہ میں ہیں کیونکہ اصلی صلوات مجہ میں ہیں وہ جو ہیں پاک ذات مجہ میں ہیں</p>	<p>سب سبھی صفات مجہ میں ہیں کیا کہوں کیا بجات مجہ میں ہیں کیا صلوات و صیام سے مطلب خوف دشمن سے کیا کروں میں اب</p>
--	--

اس لئے ہر کارے ہر مردے + بس خدا کا کام روح خدا ہی انجام دی سکتی ہے۔ دوسری نہیں + اور خدا کی روح اپنی ہی ہیکل میں نازل ہوگی نہ کہ غیر جگہ + اگر غیر جگہ کو اپنی بنانے تو اس پر بھی قادر ہے + سب عوالم سفلیہ کے ارتفاع کا باعث عالم علوی ہے جیسے شامیانہ سماء کے عکس کا ناظم ظلمات دلیل ہے جو آتش علوی سے رُقع ہوتا ہے + اور علوی کا ارتفاع نیتی و عدم ہے اور عدم کیلئے پیدا کنا و میدان نفی کے وسعت کو کہتے ہیں۔ جو محض بلا کسی ظرف و موقوف مکانات ناممکن الغم کس اُس میں ممکن ہے + جو بکمال خود و تمتع کسی جگہ سے بھی ذہن اُس کے تسلط پر عارض نہیں ہو سکتا۔ اُس کا امتیاز بالکل متمتع ہو جاتا ہے + پس ممکن و ناممکن دائرہ مخلوقیت میں اگر زیر و زبر ہیں انہی و ابلیس میں داخل و خارج ہو کر عید آباد کے حجرہ میں خلوت نشیں ہو کر منہم ہو جاتے ہیں کہ یہاں بھی یہی کنا پڑتا ہے کہ عدم اور غیر عدم ہر دو البین و اقنوم سے خالی نہیں کیونکہ یہ ابن موثرات ہیں بلکہ یہ کنا بھی ابن موثرات میں داخل ہے کہ اس وقت کی یہی تاثیر تھی کہ تاثیر کے بارہ میں بحث ہو پس تو اے ابن الآثار و ابن العدم بین غل میں اس جگہ پر یہ سمجھ لے کہ معجزہ کا ارتفاع و عدم ارتفاع شدنی و ناشدنی روح اللہ کے سبب سے ہے + مگر کائنات کو ظل روح اللہ یا اُس کے علم کا عکس نہیں کہہ سکتے کیونکہ ہر چیز میں عکس و ظل و ف ضرور ہوتا ہے پھر اگرچہ وہ زمین و سایہ کیوں نہ ہو + چنانچہ اگر زمین کو عکس نہ ہوتا تو چند رگن نہ ہوتا + مگر ظلمانی کا سایہ ظلمانی ہوتا ہے۔ اور نورانی کا سایہ نورانی + جیسے آسمان و شمس ہے۔ اس میں آسمان قطن مستقش اور جائے عکسیت اور بدھو ساراب پر دو خان کی طرح برف علوی ہے جس کے سمات میں سلیم اور امیر سے زیادہ لطیف ہو ابھری ہوئی ہے۔ جو اس کو ققمہ کی طرح ایسا چمکا رہی ہے جیسے القالی کا پانی بخور ہونے سے ابرق نما کا بیج بن کے جلمگاتا ہے + اس کا سایہ بھی ظلمانی ہے جو بکجہ خود مظلم ہے + مگر شمس کا عکس بھی شمس ہے + پس ہر ایک چیز ایک جو ہر بیض سے ترکیب پاکر سلیم بنی ہے اور اُس سے آفتاب و ظلمہ طرح کے مساحہ و معاوضہ سے نجم ثاقب و سبیل منضو و غیرہ و غیرہ ہیں جنکو مادہ اثیریہ چاندوں طرف سے مقناطیس کی طرح سب کو بار کھینچے ہوئے ہے + یہی اخراقتائے ظل تک

ہو بچا ہوا ہے + اُس کا دامن پکڑ کر سب چیزیں روح اللہ کے طواف و باجی میں مصروف ہیں + مگر کوئی ایسا اثر نہیں کہ روح اللہ مجسم سے معرفت کراوے مگر مومن برتقا ہو کر سر تسلیم خم کر دینے میں معرفت کی بنا پڑنی شروع ہو جائیگی + کہ جیسا ویس دیا بھیس کے مطابق کوئی آیا ہے + جیسی ہو کو ڈپٹا ہے + ہٹی سے پرندہ بنا کے اڑاتا ہے + مردہ کو زندہ کرتا ہے + غیب کی خبر دیتا ہے + تو دور انحالیکہ ظاہر میں خدائی کا کام کرتا ہے + تو باطن میں بھی یہی کرتا ہوگا + تو شیطان کا کام کرنے والا شیطان ہوگا + اللہ کا کام کرنے والا عین اللہ ہوگا + تو نامعلوم کو غیب کہتے ہیں + اور خدا نامعلوم ہے کہ معلوم ہونے پر بھی نامعلوم ہوتا ہے + اس لئے ہی غیب ہے + تو وہ خود کو خوب جانتا ہے اس واسطے اسکے لئے کچھ غیب نہ رہا + مگر جو کچھ غیب و عدم غیب وہ بتا رہے ہیں اس حساب سے وہ عالم الغیب والغما وہ ہے ورنہ اُس پر سب آشکارا ہے + تو اس قدر خدا کی حالت جانتے والا سوئے اُس کی روح کے دوسرا نہیں ہونا چاہئے + اس واسطے یہ شخص مجسم روح اللہ ہے + ورنہ علیٰ کل شیء قدیر نہ ہوتا + مگر سب کے لئے مقبَل القلوب عملاً نہیں ہوتا کہ وہ اپنے اختیار سے کریں + تو اس قدر جاننا بھی غیب دانی کا ایک حصہ ہوا + کیونکہ ہر ایک چیز پہلے نامعلوم رہتی ہے پھر معلوم ہوتی ہے پس نامعلومیت کے حالت میں غیب ہوئی معلومیت کی حالت میں عدم غیب + بس کوئی بات غیب سے خالی نہ رہی + لہذا علیٰ حسبِ معلومات اسی قدر علم الغیب کافی ہے کہ کوئی غیب دانی غیر نہیں کر سکتا + کہ پہلی غیب دانی یہ ہے + کہ جو کچھ ہو اُس کا غیب سے نتیجہ ضرور ہوگا + تیسری غیب دانی یہ ہے کہ تجربہ کے بعد کسی بات کا ایک ہی طرح ہوتے رہنا خواہ اس کے تشابہ بچنے نہ رہنا اور اُس کا علم ہونا + چوتھے خدا کو ہمیشہ اختیاری قدرتِ قدیر یہ از خود حاصل ہے کہ جسم چاہے اپنا سا ہزاروں خدا بنا کے فنا کر دینے پر + بھی قادر ہے گویا علیٰ کل شیء قدیر ہے + ازیں قبیل بے شمار ہیں بلکہ سب کا جاننا علم غیب ہے + مگر جس بات کی تم کو سر و دست ضرورت نہیں اُس کے پیچھے نہ پڑو + مثلاً اس بات کے پیچھے پڑ جانا کہ کسی قسم کا وہ تخم جو کائنات کے کسی جوہرِ بسیط سے مرکب ہو کہ ہزار اقسام کے تغیرات سے متاثر ہوتا ہو کسی شکل سے متشکل ہونے والا ہو تو اُس سے بارہا میں اُسکو معلوم ہو جائے کہ وہ فلاں وقت فلاں جگہ فلاں قسم کے پانی سے اُگیگا۔ روزانہ اتنے حساب سے اُس میں نشوونما ہوگا اور اُس میں فلاں قسم کا تبدیل و تغیر واقع ہوگا + رنگ و ادھاق فلاں قسم کے ہونگے + اُس میں اس قدر نشانات ہونگے + اُس کا عرق یا گوند خواہ چھال یا پتہ فلاں اظہیم کے فلاں قسم کے مزاج لالہ کو جو اس انداز سے عمر رکھتے ہونگے اور فلاں ستارہ کے ماتحت رہ کر فلاں قسم کی خوراک دلوں شاک پسند کرتے

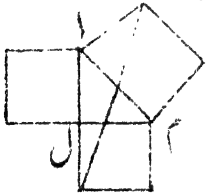
ہونگے۔ اُن کے فلاں بیماری میں فائدہ بخش ہوگا۔ جس کا استعمال فلاں شہر میں فلاں تاریخ فلاں روز میں ہوگا۔ اُس کی فلاں ڈالی کا پتہ فلاں قسم کی ہواسے گرگیا جسکو فلاں قسم کا جانور کھا کے بیمار پڑیگا۔ جو فلاں علاج سے اچھا ہو سکتا ہے۔ فلاں ڈالی اُس کی چوٹھے میں جھونکی جائیگی اور فلاں ڈالی فلاں بخار کے فلاں اوزار سے جو فلاں ابن فلاں آہنگ کے ہاتھ سے تیار کر وہ ہوگی جو فلاں ملک کے کان کا لوہا ہوگا اُس سے کاٹی جائیگی یہ سب غیب دانی کی کوشش محض فضول ہے۔ اور نصیحت اوقات ہے۔ لہذا اس بارہ میں غیب دانی صرف اسی قدر کافی ہے کہ اس جریدہ روزگار بنام کتاب المبین میں جو کچھ کہ خشک و تر کا مشل ہوگا وہ وقت پر نظر ہوتا رہیگا اُس میں سے یہ بھی ہوگا کہ وقت پر روح اللہ میں فنا ہو کر سب معلوم کر لینے کا مشل اقنوم بھی حل ہو جائے۔ اس واسطے سردست اس بات کی ضرورت ہے کہ ظاہر میں نیک بنے رہو اور بلا ضرورت کچھ ضرورت نہیں ہیں جگہ ہم شلہ یہ کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اولہ گیا ہوں اور کہ چکا ہوں اور کوننگیا یہ سب ایک ہی لفظ میں تمام کر چکا کہ (جو کچھ ہماری مشیت میں ہے اُس کے مطابق ہوتا رہیگا)۔ اس میں سب بات آگئی۔ ازل سے ابد تک کی خبر اور نبوت ختم ہو چکی اب اس سے تم سمجھ جاؤ کہ اس قدر غیب کی خبر دینے والا کون ہونا چاہئے۔ صاف ظاہر ہے کہ نہ ابن الارادہ ہے نہ ابن المشیت نہ ابن الغیب بلکہ خود ہی خود ہے پھر اُسکو اختیار ہے کہ خود کو نبی کہے یا دلی کہے یا ابن الغیب کہے یا جودل میں آئے کہے۔ اور خود کو مقید رکھ کے جیسا چاہے اپنے ساتھ سزا کر اچھوڑے۔ پس اس جگہ ہم حشیت بشریت میں خود کے بارہیں صرف اتنا ہی کہتا ہوں کہ

کیا کون تم سے کہ میں کون ہوں کیا کیا ہوں میں	علم دفن جملہ کمالات میں دریا ہوں میں
اُس پہ یہ قدر مری مائے رے تقدیر مری	مارا مارا ہر اک اقلیم میں پھرتا ہوں میں
کبھی شرقی کبھی غربی کبھی مخفی اسرار	گاہ دس پانچ بنا گاہ اکیلا ہوں میں
طفل اشکوں کا مقولہ ہے بوقت گریہ	دور پھینکو نہ مجھے آنکھ کا تارا ہوں میں
شعر کہتا ہوں کوئی داد تو دیتا ہی نہیں	آپ کہتا ہوں اسی آپ ہی سُنتا ہوں میں
دم رفتارِ صنم خاک سے دزدہ جو اڑا	اڑ کے کہتا ہے کہ اک سونے کی چڑیا ہوں میں
سر پہ بچھی کا ہے سایہ اور ہم ہی ہیں بچھی	اب بتاؤ تو ذرا مجھ کو کہ کیسا ہوں میں

چنانچہ تم کو معلوم ہے کہ خبر دانیہا نے خبر دے دی ہے کہ جس طرح مغاسہ نامی عصفور خود کو پھول کی شکل پر بنا کے چھوڑ دیتا ہے کہ جب نخل اُس پر آئے بیٹھتے ہیں تو کہا جاتا ہے اسی

طرح گلدستہ کائنات اور آبد ولی عہد ہے + تو ج طرح سب چیز کے لئے آثار مقرر ہیں جن کے بدلت
طوفان وزلزہ وغیرہ کی خبر ملتی ہے اسی طرح اسکی فلاں فلاں نشانی ہوگی اور اس کے بعد کی نشانی قرہنا
قرن کی خبر دیتی چلی جائیگی + تو وہ سب نشانی پانے پر بھی تم مجھ سے گریز کرتے ہو شاید چاہتے ہو کہ میں
آسمان سے آؤں۔ تو اسکو بھی کر گذرنگا۔ اُس وقت مجھ کو کس کا باپ خواہ بیٹا کہو گے + سو یہ مجھ کو
معلوم ہے کہ تم کیا کہو گے اور کیا مال ہوگا + اس لئے اُس وقت نقیب قلب کی درخواست و بدو
سنو گنا ورنہ اس وقت اپنے اختیار سے کرو + بس مبارک ہیں وہ لوگ جنہوں نے پیشتر ہی سے
مجھ کو اُس رتبہ کا سمجھ رکھا ہے + اُن کے لئے بشارت ہے + تو یہ سب واقعتی نشانی یہ ہوگی
کہ جو کچھ اوپر گذری ہے۔ اور دوسرے اس وقت تم لوگ میرے ساتھ بدسلوکی کرو گے + پس
میں چلا جاؤنگا۔ تو شاید بادشاہ بہت قہر و غضب میں آئیگا + مگر ممکن ہے کہ رحمت پھر کسی اونے پونے
لوٹدی بھیجے کہ سب کو کھٹوک ٹھٹھا کے ٹھیک کر دے + اگلے پچھلے کا فیصلہ کر دے +
ضرورت کے مطابق اور ضرر دار کر دے + شاید اُس کے بعد راج بالم کو اپنے یعنی مہدی کو
بھیج دے کہ اُن پر نیابت آتے ہی خود چلا آئے اور جلا بھنا کے خاک کر دے + تو اس واقعہ
کے صدور ہونے کی یہ نشانی ہوگی۔ کہ فسق و فجور بڑھ جائیگا۔ لوگ آسمانی کتاب کے لئے مٹنے
بھیٹنے اور دوسروں کو سمجھائیٹنے اُس میں تحریف کریں گے بلکہ لغت میں لفظوں کے معنی بدل
دینگے + پہلے پھل زمین اور اسکی کشش بڑھتی جائیگی + علم کیسکی ترقی ہوتی جائیگی جس سے بارود
صابون و دیگر اشیاء کو اُس سے تعلق ہے + علم و عقل میں زیادتی ہونے پر جہل و محق سمایا رہیگا
ہماری فرمانبرداری میں علم و عقل مودت و رحمت و نبوت وغیرہ پائے جائیں گے + مجمع البحرین
دیوم الحمدید چشم محمد سے فوٹو ایجاد ہو گئے + مشخص الابصار شخص الصور ہو جائیں گے +
بے جاں سے جاندار کا کام لینے + متوقد النار للہرب ہونگے + رجاء غلوہ عن المداقع ہوگا + کہ
شیطان جیم مروجہ رہیں جہازوں میں سوئی کے ناک کی طرح سوراخ ہوگا اُس میں سے سوٹے موٹے
روئے اور جمل لنگہ اندازی میں کام آئیں گے + کسوف و خسوف تیز زلزل و قحط۔ و بار و بلا بہت کثرت
سے ہونگے + معدن سے تمام افعال نکالے جائیں گے۔ علم جراثیم ہوگا + چونٹی رکھنے والی پست
قدوم مشرق سے لگیگی + جب صراط مستقیم پر چلنے والا آہنی کناکھجوراجس کا کاکل و خان آسمان
کی طرف بلند ہوگا کہ سے جدہ کی طرف آنے لگیگا۔ تو تین بار اُس میں سے آواز آئیگی کہ لا الہ
الا اللہ یحییٰ علین اللہ یہ اتنے زور کی آواز ہوگی کہ کسی بشر کی نہیں ہو سکتی کوسوں آواز جائیگی

اُس وقت اعلان واجب الاذعان علی التلاوی الی جمیع الجہات کر دئے جائینگے + جنگ عالمگیر ہوگی + اُس وقت پورب سے ایک اکیلا شخص بجلی کی طرح آئیگا جس کا کوئی ساتھی نہ ہوگا + مگر کھن کی پگم اُس کا ساتھ دیگی + پاؤں اس کا پتلا ہوگا + جسم صفراوی ہوگا + آنکھ لڑائی ہوگی + سر کا انداز ہوگا + چہرہ دموی ہوگا + مزاج شاہی ہوگا + روح اُسکی روح روح اللہ ہوگی + بالکل ہاشم اور کھو ہوگا + ہر ایک عضو اُس کا ایک دوسرے سے مخالف ہوگا + مگر بالکل غیر موزوں نہیں + صفات اُسکے متضادہ ہونگے گویا جامع الصفات ہوگا + نجیب الطرفین ہوگا شرفا وغیرہ باسیر کریگا + اسکو دارین سے تعلق ہوگا + تختانی و فوقانی ہستی و نیستی سب کا مانک ہوگا + سکتہ اُسکی ذوالقرنین ہوگا یعنی سر میں اُس کے دو خبیہ لگیو ہونگے + سفر میں اُسکو سب انب انب ایک نیا جموں وغیرہ معروف نام ملیگا + اُس کے نام کا پہلا حرف یا پچھلا حرف الف ہوگا + وہ ہنسے گا + روئیگا + مرے گا + رب الشعر ہوگا + اُسکے دائیں ہاتھ میں سب سے سیار کا نشان ہوگا + بائیں ہاتھ میں مصاصم فاعل و مفعول کا نشان ہوگا + پاؤں میں نیکل عروزی کا نشان ہوگا + اور وہ نشان یہ ہے۔



وہ بہت ہی بڑا حق حق بولنے والا ہوگا + لوگ اسکو عجب کرنا چاہینگے مگر عاجز نہ کر سینگے + وہ حصان ضعیج وادہم پر سوار ہو کے دو شاخہ تلوار سے مقابلہ کریگا + بھونچال - لقوہ - فالج - عینہ اور طرح

طرح کے بلیات سب اُسکے قبضہ میں ہونگے + جب آخر میں قتل ہوگا تو سر اُس کا آسمان کی طرف بلند ہوگا + جس سمت میں یہ ہوگا وہ سمت مغرب ہو جائیگا + بڑے زور کا بھونچال ہوگا کہ زمین سے انگار نکل پڑے گی + زمین ہمارے جہنم ہو جائیگی + ماحے طوفان و تلاطم کے جزیرے خشکی سے آ کے لمبا ہونگے + دریا گیا سلیٹ بن جائیگا + پہاڑ پتھر کو ٹماہ بن گئے اُس میں گرینگے + آفتاب زمین سے چھٹ جائیگا + یا اسقدر زور کی کشش ہوگی کہ بالکل زمین کے قریب ہو جائے جس سے تمام انگار لگ جائے + ذات اکل کا اسقاط حاصل ہو جائیگا + نشہ بازوں کے نشہ ٹوٹ جائینگے + جہاں کے پتھر کھڑے رہ جائینگے + کوئی خود کو نہ بچا سکیگا + سب کے ہوش پران ہو جائینگے + دم لینے کی فرصت نہیں ملیگی + بڑی صیحت اور بھرپور کی آواز آئیگی + سب طرح سے میدان صف صاف ہو جائیگا + انشقاق السماء - اتر الساعت اور انشقاق القمر اور نزول آیات من السماء ہوگا + تنزیل الملائکہ بغایت التفریل ہوگی + یہ ہولناک آسمان صریحی طور سے گھنا گھور بدلی کے ساتھ اندھیر کرتا ہوا نیچے گرے گا + جس کے اوپر تخت

شاہی ہوگا اُس پردہ پادشاہ مقتول جلوہ گر ہوگا + اُس وقت اُمّت اللہ کے لئے خیر ہے دوسرے کے لئے خیر + لوگ موت طلب کرینگے مگر عذاب چکھنے کو نہ مرینگے + مُسل من الاحداث الی اللہ ہوتے جائینگے + اُس یوم الجمعہ میں شاہین و حمام ہمنفس ہونگے + شاہد بشاہد سب کھڑے ہونگے + نواہی و اقامت سے مجرمین کی شناخت ہوگی + کس کی صورت و سیرت پر ہشکار کا گھٹھا ہے اور لعنت برس رہی ہے + جمیع احوال فی الارض اور ارباب شدید القویٰ سرفہرہ ہیدہ ہونگے + اور سب لوگ کہینگے کہ کاش کہ ہم انکے ساتھ ہوتے تو آج فایزالہ الم ہوتے + اور اللہ فرشتے متبرق پر نزاکت سے نکلیے لگائے بیٹھی رہیں گی + تمام جواہرات و انوار سے خیریں آراستہ رہیں گی + پادشاہ انتحیات و التسلیم کھلا بھیجے گا جنتی و دوزخی کا پتہ اُس روز لگ جائیگا + اُس کے بعد دہرتی دھنی ہوگی جھگوان کے کرپا سے دھرم اذتار۔ دھرم مورت دھرم دہ کی پرکش ہوگی + پس یاد رہے کہ اس کلام میں تبدیل و تغیر نہیں ویسا ہی ہوگا جیسا کہ۔ ہا ہوں + پس یہی کتاب احکم میں مستور ہو چکا۔ کہ آسمان و زمین ٹہلجائے تو بجائے پر میری بات نہیں ٹھیلیگی + اس واسطے پہلے ہی سے اُس پادشاہ کی حمد و ثناء میں لب کشائی کرو کہ

جس طرح ہوتا ہے ظلمت میں گذاراج کا اس طرح ظلمت میں آئینکے خداوند جہاں بدرِ پیشانی پہ جو کلخی ہے انکی تاج میں اُس پہ یہ طرہ کہ اک باشت ہے سرے بلند تاج کے اندر سے کچھ دکھلائی دیتی ہے گھٹا یا اندھیری رات سے پو پھوٹ کر زو کا ہوا ریش دو زلف یہ کے بیچ میں ہے نقاب تیغ ابرو سے کسی کے دل پہ کاری لگ گئی جو کوئی سجدہ کرے مجھ کو تو بھی خوش ہے	شام کو آتا ہے گھر پر مارا مارا صبح کا خوش نصیبی سے چمک جائیگا تارا صبح کا کو کب دری ہے یا سلمہ تارا صبح کا اسلئے کہتے ہیں سب دُمدار تارا صبح کا کیا کوئی تجیر ہے یا ہے پھوٹا رات صبح کا کیونکہ دونوں گال میں ہے رنگ سارا صبح کا کوئی ان دونوں کو کہتا ہے کنا رات صبح کا ہو گیا اس واسطے دارا نیا رات صبح کا دیکھ لیگا ایک دن جلوہ ہمارا صبح کا
---	--

اس پر اگر تم مجھ کو نہ مانو تو تم سا کون بد نصیب ہوگا بھلا یہ تو کہو کہ تم کو بد نصیبی سے کیوں ایسی دوتی ہے + کیا تم کو تمام عالم میں اُسکی اشد ضرورت ہے؟ اگر ایسا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں + مگر میں جانتا ہوں کہ یہ تمہاری خطا ہے بلکہ جرم ہے + گویا تم سراپا مجرم ہو + ایک تو پیدا ہونا جرم ہے اُس پر جرم کا ارتکاب ڈبل جرم ہے + سب جرائم کی تلافی عدم ارتکاب جرم ہے + مگر تم جرم کے

یا دودمانی پر اور جرم کرنے لگتے ہو + اس لئے زیادہ یا دودمانی نہیں کرائی جاتی + کہ کسی طرح بھی جرم کی کمی ہو + مگر انوس ہے کہ تمام عالم مجرم ہے + مجرم کے اوصاف قابل مدح و ثنا نہیں + کیونکہ وہ نیکی کو جرم سمجھتا ہے + اور اُس میں اس کا نقصان ہے + تو جس میں نقصانی ہو وہ جرم ہے + تو اس کہنے میں بھی بڑی نقصانی ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ سب خدا کرتا ہے اس لئے وہی مجرم ہے = تو ہمہ ازوتی جو ہمہ ازوتی میں شریک ہے وہ سب مجرم ہونے لے لہذا سب جہنم واصل ہونگے + کہ بتیم واصل کرنے والا جہنم واصل کر کے بولدے کہ یہ بھی مجھ سے ہوا - وہ بھی مجھ سے ہوا - ادنیہ دونوں مجھ سے نہیں ہوئے = اور ان سب کا از نکاب مجھ سے بہ آن واحد ہونا بعید از قدرت نہیں ہے کیونکہ علی کل شیء قدیر ہوں + پس اس جھگڑے میں نہ پڑو + صاف صاف بات پر عمل کرو + کہ البتہ جس طرح سلطنت کا سب کام پادشاہ پر ہوتا چاہا ہے - اسی طرح مخلوق کا فعل خالق کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے + مگر ہم اس کو نہیں سمجھ سکتے - اس واسطے اپنی ساری قوت سے ظاہراً جرم نہ کریں اور باطناً ساری قوتی سے دل ہی دل میں انکشافِ رازِ حق کے طالب ہوں = کہ پھر اپنی ہستی کا خوف نہ رہے + اس کی ہستی پر اپنی ہستی کا دار و مدار سمجھیں + چنانچہ غور کرو کہ اسم کا ضد فعل ہے + تو اگر اللہ ایک اسم جامد ہے اور کائنات اُس کا فعل - تو یہ اسکی ہستی کا تواریحی پتہ جو قدامت سے پڑھے اسکو بتلاتا ہے - لہذا کائنات متعدی و لازم ٹھہرتا ہے + جس وجہ کہ پھر ثلثی مجرم سے مزید ملحق رہا جاتا ہے + اس لئے متصل و مثالی ہو کہ یہ عالم مثال بے مثل ہو جاتا ہے + بنا بر فاعل کائنات کو عالم فیتم فاعلہ کہنا چاہئے + ایسی حالت میں فطرت خود بخود منفطر اور منقطع ہوگی پس فعل الفطار کا خالق مبتدا ہوا اور صفت خلق خبر ہوئی جس میں صدق و کذب کا احتمال ہے + لہذا جو نام ممکن الغم ہے وہی ماول و آخر ہے + تو منفطریں ذوا حال ہیں جن کا دوسرا نام معرف ہے - تو یہ دونوں نکرۃ و معرفہ ٹھہریں - کہ پھر یہ گول بات رہ گئی لہذا معرف و مجہول دونوں ہو اس لئے لا الہ الا اللہ میں ثبت و نفی دونوں پیچیدہ ہیں - اس واسطے حکم کھلا بات پر عمل کیا جائے + اور کوئی بُری بات خدا پر نہ تھوپو + یہ عین تمہاری سعادت سندی لمی جاہلیگی + آئندہ سے

سر خدا کہ عابد و عارف کس نہ گفت در حیرت کہ باد فروش از کجا گرفت

ازیں روماری ہیودہ بایق صرف مظنہ ہیں + ان سب کا اخراج ناقص و باغ سے ہوتا ہے چنانچہ س قسم کے سائے خیالات کی تشریح یہ ہے کہ ذہن قوتِ مدرکہ کا نام ہے - کہ خیالات اس میں

آئینہ کی طرح سب صورت کو قبول کر لیتے ہیں + جس چیز کو اور اک کرے اُس کا نام علم ہے + جو علم خطا سے بچائے قیاس کی تصحیح اور طریقہ استدلال کی تکمیل کرے تو وہ منطقی ہے + زبانذاتی کے لئے صرف دُخوبنا ہے + اور خیالات کی درستگی کے لئے منطق موصوع ہوا ہے + گویا علم منطق عقل انسانی کی تکمیل کا نام ہے + اور یہ نہایت گراں بہا مقصود ہے + تو جو علم و عقل و حکمت سے پر ہو وہ تصدیق ہے ورنہ تصور + اگر یہ تصور و تصدیق کسی کے ساتھ منسوب کئے جائیں تو ان کی تاویل اور طرح پر کی جائیگی + جیسے اللہ خالق ہے تو خالق ہونا اُس کا دوسری بات ہے جو اللہ کے ساتھ ملی ہوئی ہے = اس لئے پاکیزہ نسبت ہے + اس کو حکم بالا ایجاد کہہ سکتے ہیں + جس کا ضد حکم بالسلب ہے = جو اللہ الا اللہ میں موجود ہے + جسکی بحث میں توضیح اوقاتی ہوگی + جو ایک قسم کا جرم ہے + اس لئے اس سے درگزر کرنا چاہئے + لہذا اسی قدر تصور بس کرتا ہے کہ جس بات میں سرِ مونی نظری و فکری کی حاجت نہ ہو + جسکو علم بدیہی و شرعی کہتے ہیں اُس پر عمل کرنا چاہئے + جیسے کل اپنے جز سے بڑا ہے + آفتاب روشن ہے + آتش گرم ہے + اس سے آگے جو ناممکن الفہم ہو سکتا ہے نہ پڑو + اگر پڑو تو خیر اہو + کہ اور اک جزئیات سے کلیات مجہولات کو معلوم کر کے ہماری طرف سے نیابت کوگوں کو فائدہ پہونچاؤ کہ عندنا ما جو رقرار پاؤ + کہ جب دلالت مطابق تم میں انسانیت کا ہونا ثابت ہوئے کہ رفتہ رفتہ تمہاری مجھ تک رسائی ہو + مگر درست جب تک تم ناقص ہو سیکھ لو کہ حیثیت بشریت میری یہ حالت ہے کہ

عالی دماغ و عاقل و عالی خیال ہوں	بے لوث ہر کمال کے خالص کمال ہوں
گلزارِ دوستانِ خدا کا نہال ہوں	دشمن کے حق میں قہر و عذابِ بال ہوں
بر عارضِ عروسِ جہاں ایک خال ہوں	یکتا ہوں اور زینتِ حسن و جمال ہوں
حالاتِ مکہ میں ابھی تو بہت خرومال ہوں	اس پر بھی بے نظیر و عظیم المثال ہوں
ذہن و دو کھٹ و چشمِ دیس و دیس میں	پھرتی ہے کوئی شئی کہ پیام وصال ہوں
پھر جسم و جان و دل میں رگ پے میں پٹ پر	ذنی پڑی تو جو جس سے ناچار حال ہوں
چلتا ہوا اگر ہوں تو غش کھا کے گر پڑا	تپ آگیا غشی میں بر خوابِ خیال ہوں
ٹھنڈک ہوئی باغ میں آنکھوں میں کچھ چوئے	ہوش آگیا پسینہ سے افسردہ حال ہوں
چنگا ہوا غشی سے پھر ہر ابدن ہوا	کتنا ہے کوئی کہہ کہ خدا کا جلال ہوں
سیدھا اگر ہوا تو بشکلِ الف ہوا	ٹیلرھا اگر ہوا تو زمیں پر ہلال ہوں

مٹے غضب کے آگ بجھو کا ہو ہیں	سرتاپا ز غیظ و غضب لال لال ہوں
میں وہ شر رہوں مجھ سے شرابہ اگر اڑے	سب کو ملائے خاک میں آتش خصال ہوں
یچی مرا خدا ہے جو ہیکل میں ہے نہاں	وہ تنگ آ گیا تو عظیم القتل ہوں

کیونکہ زیادہ رحمت تھا اے حق میں رحمت ہے + اگر اللہ تعالیٰ تم کو ایک بشر بن کے
 لایا بنظر کرے تو ایسا ہی تصور وارٹھیرٹھے جیسا کہ میں بٹھیرٹھا ہوں + تو تم کو کیا معلوم کہ میں کون
 ہوں + یقیناً ہی ہوں کہ ایک جان ہزارہ سووا کہ عالم علم عالم جہل و عالم عقل و عالم حق و عالم
 بشریت و عالم خلق و تخلیق و عالم مصائب غرض کہ جمیع عوالم سے مقابلہ کر کے پسپا کرتا ہوا اپنی
 جگہ پر چلا جاتا ہوں + اور فطرت کے ذریعہ سے جس طرح یہاں سزا ہوتی رہتی ہے وہاں کے
 لئے بھی مقرر کرتا ہوں + تو وہاں بھی اسی عالم کے مطابق سزا ہوتی ہے + پس مبارک ہیں وہ لوگ
 جو پاکباز ہیں + تو ہم پاکباز و ناپاکباز دونوں کو پہچانتے ہیں بقول اینکہ ۵

ز چین زلف مرا صاف صاف شد لہار	کہ مشک چیں برفروشد بر سر بازار
کجا کفد کے ہر چہ از زباں گویند	بود بگفتن و کردن تفاوت بسیار
بدل تذبذب انکار و ہم ریا کاری	مگر بوقت ملاقات از زباں اقرار
مگر منم کہ ازیں جملہ فارغ البالم	ز فضل حضرت یحییٰ کہ سن خودم آں یار

تو اب لو میں جاتا ہوں تم جانو تمہارا کام جانے مجھ کو شخص نشیں نہیں ہوئے دیا تو عبد آ کر
 تخت نشیں ہوگا۔ وہی خوب لوٹ مار کر گیا وہ میرا بڑا حماد ہوگا۔ وہ بھی تنگ آ کر چلا جائیگا آخر
 مجھ کو درست کرنا پڑیگا۔ لہذا اب اس وقت میں کچھ نہیں جانتا غرض کہ عسا مظلوماروانہ ہوا کچھ اویہت
 جلد جائے عبدیت پنکد واپس آیا = اور وقت عین پر لوگوئی ہدایت شروع کی کہ

بیان حمدا

جو پادشاہ ایسا ہو کہ خود کو خلیل و کلیم و حبیبی و ولی۔ و آدمی عبد و معبود بنا دے۔ خود کو پیدا و ناپید کرے۔
 اپنے کو مر و اڑا لے۔ موت کے منہ میں ڈال دے۔ اور جو کچھ چاہے کر گذرے پھر سب سے پاک رہے
 کہ سب اوصاف بجز اسی ایک کے کسی میں نہیں پھر تو محض لائمانی لاشریک بٹھیرا غرض کہ علی کل شیئ
 قدیر ہوا + اس سے بہت قدرنا چاہئے + اسی کی عبادت کرنی چاہئے + اسی کے آگے سر جھکانا چاہئے +
 تو ابھی جو ولیعہد پہلہ یہاں سے تشریف لے گئے میں اُن کا ایک ادنیٰ عبد اور چچا زاد بھائی

ہوں حضرت مالوہ الیہ نے مجھ کو تمہارے پاس بھیجا ہے کہ میں تم سے وہ سب واقعات کہوں جو وہاں پہنچا جاتا ہوں سو وہ یہ ہے کہ مجھ کو کہاں حضرت جل جلالہ مذکور نے۔ میں بنا کر اپنا عہد بتایا اور یہاں بھیجا۔ اُس کے بعد اپنی روح پاک جس کو روح القدس کہتے ہیں القا کیا اور اُس کے برداشت کی قوت دی۔ کیونکہ ہر ایک میں قوت برداشت نہیں رکھتی چنانچہ دیکھ لو کہ تم لوگ کو بہت ہی تھوڑی سی شراب حیات پلائی گئی ہے جس سے ایسے متوالے ہو رہے ہو کہ خود کو سنبھال نہیں سکتے۔ سارے گناہوں کا ارتکاب کر رہے ہو۔ اگر کسی کو بے انتہا رنج و خوشی ہو جاتی ہے تو نشہ حیات پر نشہ خوشی وغیرہ کو برداشت نہیں کر سکتا جاہل عناصر سے باہر ہو جانا ہے۔ مثلاً جس نے لاکھ روپیہ کا نام بھی نہ سنا ہو۔ اور اُس کی بوٹری ایسی زور کرے کہ دفعۃً چھ سات لاکھ روپیہ سامنے لاکے رکھ دے۔ تو اکثر ایسے وقت میں یقیناً یہ دیکھا گیا کہ اُس سے خوشی برداشت نہ ہو سکی جاں بحق تسلیم ہو گیا جس کو شادی، ہرگ اور مرگ مٹا جا سے تعبیر کرتے ہیں۔ تو اتنی بڑی دولت اور قدرتِ تقدیر یہ بنام روح القدس کا اُس میں نزول ہونا اور حلول روح اللہ ہونے کے نشہ کو کب برداشت کر سکتا ہے۔ مگر نشہ کے انا چھین و انا چھپاں کرنا شروع کر دیا جس سے اُس کی کم ظرفی و کمزوری و دجالی ثابت ہوگی۔ لہذا ازلاً ابداً ہماری ہی نئے وقف کر دیا گیا ہے کہ خود ہی اُس کو فتح کرتے ہیں اور خود ہی اُس کو ختم کرتے ہیں گویا خود ہی قلع المبین و خاتم النبیین ہیں۔ خود ہی ماسخ خود ہی مسوح خود ہی راسل خود ہی رسول ہیں۔ ایسے کسی سرملین میں باہم فرق نہیں۔ سب ایک ہیں۔ زیادہ تعلیم و لقب کے مطابق فضیلت ہے۔ پس اس دولت و نعمت کی کیسی حالت ہوئی جیسے سردی میں آفتاب طلوع ہو۔ اور سب لوگ دھوپ کھانے کو بیٹھیں۔ اُس میں کوئی ایسا ہو جو عین سورج کے سامنے جا کے کھڑا ہو جائے۔ کہ سب دھوپ اُس پر جاگے۔ اور دوسرے سردی سے آفرود ہونے لگیں۔ اور اتنی قدرت نہ رکھیں کہ اُس کو دہاں سے ہٹا سکیں۔ تو بجز اسکے اور کوئی چارہ نہ ہو گا کہ سب لوگ اُس میں رہنا جائیں۔ اور خود ہی بن جائیں۔ کہ سورج کا سورج خود میں سیٹ لیں۔ تو حیات ایک مٹنی ہے۔ مٹنی سے دیکھ بھال کے کام کرنا چاہئے۔ تو روشنی کی اندھنی غرض یہی ہے کہ نور الانوار سے مل کے نور علی النور ہو۔ نہ کہ بے کار لگ ہو جائے۔ اس لئے تم کو مجھ میں آنا چاہئے کہ سکران نہ رہے پورا ہوش رہے۔ نور اللہ بن جاؤ کہ یہ تم النور منصور و مظفر ہے چنانچہ وہ روح الامین جو مجھ پر القا ہوئی اُس کا حکم ہے کہ میں لوگوں سے یہ بیان کروں کہ اُس نے مجھ کو یہ کہہ کے اٹھایا کہ اے کلمی کو شعاور خود کو وثار بنا کے نور اللہ میں پڑا رہنے والا تم باذنی کہ اُس نے تجھ کو تعلم بالبیان اور تعلم بالقلم بنایا۔ مگر جس کا وقت ہو

اُسکو جاری کر۔ اور نہادھو کے ذرا صاف ستھرا کپڑا لٹہیں کے آدمی کی شکل بنا کے ان بدو اور جنگلیوں میں جا اور میری بڑی بڑی کبرائی بیان کر کے یہ کہہ کہ من فنی فی الوحید مکان وحیداً
خذوا من خلقت وحیداً اخذوا علكموا اليه ولا تقررصنوا

چنانچہ یہ سب کائنات کا کائنات جو ایک منظوم منظر کی طرح مالِ محدود پڑا ہوا ہے یہ سب تمہیدِ ممدی ہے + اور وہ کون ہے کہ وہی وحیدِ موندی کا ٹاپھر کہتا ہوں کہ وہی وحیدِ موندی کا ٹاپھر کا اوپر بیان ہوا اور آگے یہ بیان ہے کہ صبیحا حکم و حکیم بنایا گیا تھا بڑا فصیح البیان حماد و روح اللہ تھا۔ مہد نشین تھا + جبکہ ایک بار موندی کٹ چکی ہے دوسرے بار باقی ہے + اور وہ اس واسطے کہ اُس سے قربانی مانگی گئی تھی جو آخر اُسے پر چھڑ دی گئی ہے جو کہ اگر پذیر نہ تو اندر پیر تمام کند + تو چاہئے کہ خود ہی پذیر بن کے بہت سے پسر پیدا کرے۔ اور خود پسر بن کے وہ خود قربانی پیش کرے + اس لئے ہم نے اُس کو کوثر و کثرت کے ساتھ آلِ عطا کر رکھی ہے۔ کہ وہ سب قربانیاں پوری ہوں + اور وہ سب بھڑین اُن جبرائیم کی سزائیں جن کو ہم جانتے ہیں اُس قربانی تزیج کے ترکیب ہوں کہ پورا جہنم ثابت ہونے سے تمام نعمتوں سے ابتر رہیں + ان واردات کے آثار یہ ہونگے کہ وہ لوٹیروں میں پورا لوٹیڑا بن کے جائیگا اور انصافا سب کے جان مال کو لوٹیگا اس کا نام غنیمت و انفال رکھیگا + دغا باز لوگ موقع پاکر شہر حرام میں بڑا بھاری جہال و قتال کریں گے اور اس کے اہل و عیال کو بیت الاحرام سے اخراج کریں گے + اور سب غنیمت شہید ہونگے + مگر جس نے پہلے فتنہ برپا کیا جس کا نتیجہ جہال و قتال ٹھیرا۔ گویا اول وہی قاتل ہے۔ اُس کی بھی وہی جزاء ہے جو قاتل کی + پھر اگرچہ اُس نے ظاہر اہمیت کچھ اعمال جنسی بھی کئے ہوں مگر وہ سب مجسود و رائیگاں گئے۔ ہرگز وہ اصحاب نہیں بلکہ اصحاب النار ہیں + اور ہمیشہ ناری رہیں گے + تو یہ نہ کہ اس ہلکے عن تینتہ و یحییٰ من حی عن بیتہ کے مصداق پر وہی موندی کا آیت اللہ قدیر بن کر عدل و انصاف کے لئے آئیگا۔ کہ لوگوں کو زندہ کر کے مقدمہ کا اظہار دہم اپنی قدیر ہستی لازوال و حی القیوم ہونے کی زکوٰۃ میں خود کو نیست کر کے اُسی کو مست کر دینگے + مادِ میاں یہ بھی کچھ بڑی بات نہیں + پس کتابِ حکیم اور قرآنِ حکیم یعنی حبیبی و ولی۔ روح و حیات۔ جی اور جان کی قسم کہ دونوں ایک ہی ہیں + تو وہ ایک کہیں ہی سنے والا نہ ہوا اور غالباً وہی ہے تو اے سُننے والے لوگوں سے کہہ کہ تجھ کو اُس روح اللہ عزیز الرحیم نے رسولِ علی صراط المستقیم بنا کے لوگوں کے ہدایت کے لئے بھیجا ہے۔ کہ تُو اُن سے روحِ اللہ کی بہت کچھ حمد و ثنا کرے جس سے اُن کو اُس کا شوق پیدا ہو + تو اُسکی ادنیٰ تعریف یہ ہے کہ کسی قدر تعریف کہ مگر

سب پہنچ ہے۔ وہ اُس سے بھی متعالی ہے + فَسَبَّحَانَ اللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُنْجِي الرُّعْدَ بِأَعْوَانِهِ وَالْأَرِيدَ وَدَبْدَبَ وَمَرَاتِهِ وَالرَّيْحَ بِخَفَقَانِهِ وَالسَّالِبَ بِسَرِيَانِهِ وَالْبَرْقَ بِلَمَعَانِهِ وَالْبَحْرَ بِحَيْثَانِهِ وَالْبَرَّ بِكَيْثَانِهِ وَالنَّهْرَ بِمَجْرِيَانِهِ وَالشَّجَرِ بِأَغْصَانِهِ وَالزَّهْرَ بِوَلَوَانِهِ وَالزُّوْضَ بِمُورَانِهِ وَالظَّيْرَ بِأَشْجَانِهِ الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى إِحْسَانِهِ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ + پس اُسی قدر کے کہنے سے بولتا ہوں درنہ میں تسلیم عن اللہ علی نہیں۔ بلکہ شدید القوی فی العقل العرفان ہوں اور اسخ فی العلم والايمان ہوں۔ اور باطن ہر طرح سے مستوی فی الوجود باطن بنایا گیا ہوں + چنانچہ دیکھو کہ مجھ کو ابتداء سے انتہا تک نسبت ہے + کہ اگر کوئی حتیٰ ہے تو میں حوا اور یوہا ہوں + اگر کوئی بشر ہے تو میں بشر ہوں + اگر کوئی صوفی و صغی ہے تو میں مصطفیٰ ہوں + کہ اگر کوئی تہلکہ میں پڑا ہے تو میں مکہ میں پڑا ہوں + اگر کسی کو ران و مصر و مدین سے تعلق ہے تو مجھ کو غار و مکہ و مدینہ سے تعلق ہے + اگر اہل مدین مردود ہیں تو اہل مدینہ بھی مردود ہیں + اگر کوئی قاصر فی الفصاحت رہا تو میں حاضر فی الفصاحت ہوں + کسی کے پاس عصا تھا تو میرے پاس تلوار ہے + کوئی اہل کتاب تھا تو میں بھی اہل کتاب ہوں + اگر کسی کا انشراح الصد ہوا اور اُس کا ہرنا و زیر و قوت با نہ بنا۔ تو میرا بھی انشراح الصد ہوا اور میرا بھائی ایلیا۔ ظہیر و وزیر و در فوج الذکر ہے + اور کسی کے بارہ چٹھے۔ بارہ فرقے۔ بارہ رسول ہیں۔ تو میرے بھی بارہ امام ہیں + کہیں ہرنا کو چھوڑ کے لوگوں نے بقر کو پکڑا۔ یہاں ایلیا کو چھوڑ کے عمر و بکر کو پکڑینگے اگر کسی کا بھائی یوحنا فصیح البیان تھا تو میرا بھائی ایلیا فصیح البیان ہے + اگر یوحنا کا بھائی عیین تھا تو میرا بھی بھائی عیین ہے۔ جی اور جان دونوں ایک ہیں۔ تو حمد اور ایلیا بھی ایک ہی ہیں۔ جن کو احمد علی کہتے ہیں + اگر عیین کے چار ساتھیوں میں سے ایک مقبول اور تین مردود ہیں + تو یہاں بھی وہی حالت ہے + کہ اگرچہ کوئی اشد علی الکفار اور مرض عن اللغویات بحفاظ الفروج و حیم الطبع ساجدین و شاکرین و طالب رضوان اللہ سے ہو پھر بھی عیین کی بزرگی کو نہیں پہنچ سکتا + اُسکی مثال یوں ہے کہ اگر بہت سی کتابوں کی ورق گردانی کیجائے۔ اور جا بجا سے التقاط کئے جائیں۔ تو جس قدر آسمانی کتاب میں مضامین ہیں۔ وہ سب آچائینگے۔ مگر پھر بھی برابر نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اس میں وہ اثر نہیں پیدا ہو سکتا۔ جیسے بے دل اور اہل دل کی بات کے اثر میں فرق ہوتا ہے۔ کہ ایک ہی بات دونوں کریں مگر اہل دل کے کلام میں اثر ہوتا ہے + دوسرے لائق ڈاکٹر اپنی تصنیف کو کورس بنائیگا تاکہ دوسرے کی ناقص تصنیف کو

تہلکہ

تو علیؑ دینی میں بہت فرق ہے + پس میرے تہما لے کلام میں بھی بہت فرقان و قرآن ہے + مگر یہ جائے افتخار نہیں کیونکہ اگر انسان اُن کو یہ کہے کہ تو میری طرح نہیں بول سکتا۔ تو اُن کو بھی مجاز ہے کہ یہ کہے کہ وہ اُس کی طرح نہیں بول سکتا + لہذا وہ طرفہ دعویٰ لائے ہی ہے + اور اگر کوئی بہت دور تک لکھتا یا بولتا چلا جائے تو ضرور ہے کہ کسی جگہ اُس نثر میں منظوم عبارت پیدا ہو جائے + یا بہت سی صنعتیں پیدا ہو جائیں + یا لوگ اُس کے بعد صنعت نام رکھیں + اور بہت دور پر اُسی کی اقوال و مضامین سے اُس کو قابل و معقول کر سکیں + تو یہ سب باتیں سب کتاب میں پیدا ہو سکتی ہیں + وہی حرف وہی معانی وہی ضرب الامثال۔ بن و عن خوبصورتی سے آسکتے ہیں لیکن کہنہ و بعینہ و بشملہ و کاتبہ کی جائے تو عین وہی عبارت ہو جائیگی + اُس میں جو اُن کی باقی رہیگی + پھر وہ اپڑھ کے فدیہ سے ہو یا بے اپڑھ کے فدیہ سے + کیونکہ جس نے لکھنا پڑھنا۔ بولنا۔ ایجاد کیا ہے وہ بہت ہی زیادہ اپڑھ تھا اس لئے اس میں کوئی خلی نہیں + مگر خوبی یہ ہے کہ اس سے جو اعلیٰ اعلیٰ کتاب ہو سکتی ہوں وہ سب اس کو قیامت تک جاری رہنے دینے سے ملتوی رکھنے کی کوشش کریں اگر اس میں اُن کو کامیابی ہو جائے تو البتہ یہ کتاب غلط ہے بس یہ بڑی نشانی و آیت ہے اگر اس آیت کے مثل کوئی آیت لانی منظور ہو تو لاؤ اور اس کی جگہ دوسری کتاب جاری کرو + مگر میں خوب جانتا ہوں کہ قیمت تک ہرگز ہرگز نہ لاسکو کے لیکن البتہ قیامت کے قریب بطابق قانون قدرت کہ ہر چیز بدلتی رہتی ہے اس کو بھی بدلنا پڑیگا لہذا اس کے حروف مثلاً شروع ہو جائینگے۔ یعنی منسوخ ہوتے ہوتے وقت پر منسوخ ہو جائیگی + تو وہ منسوخ کرنا والا بھی میں ہی ہوں + مگر تم لوگ قانون جدید جاری کرتے وقت ہمیشہ اعتراض و دستہ زار کرتے ہو آج بھی کر رہے ہو اُس روز بھی کرو گے + مگر جیسے یہ جاری ہوئی ہوئی ہے ویسی ہی وہ زبور۔ کتاب المسطورہ جاودہ کی طرح جاری ہو کر اثر کر جائیگی + پس میں وہ بیچارہ مسکین ہوں۔ جس کے پاس نہ خزانہ ہے۔ نہ ملک خصال ہے۔ نہ معجزات و آیت اللہ ہے۔ نہ عسا کی طرح عالی نسب ہے۔ نہ غیر منی زادہ ہے۔ نہ متکلم فی المہد ہے۔ نہ مویہ مدوح القدس ہے۔ نہ مخاطب بروح اللہ ہے۔ نہ سید حضور ہے۔ نہ عرش نشین ہے۔ بلکہ ان کا دل ایک عبد از خاندان عجب ہے اُن کی دنیاوی دار الحکومت بنام بیت المقدس کی طرف سرسجود ہے + اب وہ جدھر چاہیں مجھ کو مستوجہ کر دیں۔ اُن کی توجہ جس دوزخ کی طرح چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے + ہر کوئی مدعی ہو سکتا ہے کہ میری طرف ہے۔ مگر سچ پوچھو تو

خصوصیت کے ساتھ میری طرف ہے + یہ سب میں انہیں کے حکم سے کہہ رہا ہوں۔ درنہ مجھ میں قوت گویائی نہیں۔ نہ بندہ ہونے کی قوت ہے۔ یا تو انہوں نے مجھ کو قوت دے رکھی ہے خواہ کید اور بالمرکہ خیر خود ہی عہد بیگئے ہیں اور بھلا دیا ہے + اس کی مجھ کو خبر نہیں + پس مجھ کو خبر ای قدر ہے۔ کہ وہ نہایت ہی جلیل و جلیل رحیم و کریم حلیم اور خلیق علی خلق عظیم بالکل پاک اور روح القدس تھے کہ گویا خدا کا بچہ کتنا چاہئے اُن کے ساتھ گستاخی کی گئی اس کی تلافی دینی میں نسل بعد نسل پانچ وقت زمین سے ناک رگڑا کرو + کان پکڑے اٹھا بیٹھا کہہ + کہ اس گوشمالی سے تثلیث بالوحدت کا نمونہ ظاہر ہو + اور اُن کے نام سے جیج مار مار کے کان پر ہاتھ رکھا کرو۔ کہ اس گرہ بندی اوقات میں دوسروں کا کردار کا فائدہ ہو اُن کے خرید و فروخت میں ترقی ہو۔ تم خسار میں پڑ کے مفلس ہو۔ اور ایک مہینہ ڈٹ کے بھوکے مرو + کہ عسا کو بھوک میں کھانا نہ کھلایا۔ کہیں امن نہ دیا + انہیں جہنم میں سونا۔ چاندی اور شیشی چیزیں گانا بجانا بلکہ سب اعلیٰ درجہ کی نعمتیں تم پر حرام ہیں + پس یہی نعمت تم پر آج کے دن تکمیل کی گئی۔ اسکو بھی رحمت سمجھو۔ اور سر تسلیم خم کر کے قبول کرو + اور دعوامٹو کو کہے روح اللہ تم کو نعمت غیر مغضوبہ عطا فرما اور اب تجھی کو پوجتے ہیں اور تجھی سے استعانت چاہتے ہیں۔ لہذا حیر غلامی بنام خدمت بھی جاری رکھو۔ تاکہ عیاشی میں ترقی ہونے پر پورے گنہگار ٹھہرے کہ دوزخ کا پیٹ بھرے + اور ایک مدت دراز کا غمی کی نشانی۔ کا اغلاف کا لاجھنڈا۔ کا لاقبائہ و کعبہ رکھو کہ تم ظلمانی ہو ظلمانی قبلہ و کعبہ کے لائق ہو + اب اگر روح اللہ رحمۃ چاہیں تو غلامی سے چھوڑ کر اپنے قبلہ و کعبہ کی طرف جھکنے کی اجازت دیں یا نہ دیں ان کو اختیار ہے۔ اس پر اگر ہم سے معجزہ طلب کرتے ہو۔ سٹیفلیٹ ڈھونڈتے ہو۔ تو میرے پاس سنا وغیرہ کچھ نہیں ہے۔ اور یہی معجزہ ہے کہ ہم معجزہ دکھلائیں اور تم کو نہ دیکھے دوسرے یہ معجزہ ہے کہ ہم معجزہ دکھلائیں یا نہ دکھلائیں مگر کسی زمانہ میں لوگ ہمارے معجزہ کے از حد قائل ہونگے۔ اور ہزاروں ہزاروں معجزات تصنیف کر لینگے۔ مگر ذرا انصاف کرو کہ تمہارے پاس کیسے زبردست اہل آیت آچکے ہیں۔ کہ جب تک آسمان و زمین کا کارخانہ دہم برہم نہ کر دیا جائے اُس سے بڑھ کر آیت اللہ نہیں ہو سکتی + مگر تم نے ایک دو تین کسی کو نہ مانا + تو اب پھر جب تک وہی صاحب ہمدی جو ہمدی میں بولتے تھے جن میں کل شے محصور ہے سب قسم کے قدرت و قوت کے قید خانہ ہیں تشریف لاکر دوں کو اٹھا اٹھا کر غمہ کا اٹھارے کے سختی سے سزا دے فرائیں اُس وقت تک تم راستی پر نہ آؤ گے + تو یاد رہے کہ جب وہ صاحب تشریف لائینگے

تو یقینی ہے کہ تم میں انقلاب الفتاویٰ والا بصیر کا مرض پیدا ہو جائے کہ ایمان نہ لاسکو تا کہ عذاب میں گرفتار نہ کئے جاؤ + تو اس دلیل سے بھی ممکن ہے کہ ہم ہی وہ آیت اللہ ہوں۔ اور تم میں مجرہ دکھانا ہوں اور تم کو اس طرح نہ سوچتا ہو جو طرح اتنا بڑا کارخانہ دیکھ کر اس کے صانع کی طرف نہیں سوچتی کہ کوئی ہوگا + گو یا نظر بند ہو گئے ہو + ایسی حالت میں اگر تم کسی کو آسمان پر بھی چڑھتے دیکھو گے جب بھی تم کو شک ہوگا۔ کہ شاید کوئی مداری ہے + تو اس نے نظر بند کر دیا ہے + تو جب نظر بند کی سمجھتے ہو تو حق و باطل سب کو نظر بند ہی سمجھو۔ کہ تم کو خود میں بھی رہنے کا ٹھکانا ملے + ایسی حالت میں مانا علیکم بحفیظ + ورنہ مجھ کو میری رشتہ الامر ہونے دو + میرے نسخ و تنسیخ میں تم نسخ و تنسیخ نہ کرو + لیکن تم باز نہ آؤ گے + تو جس دم روح اللہ سے برگردو جہانے والا پادشاہ روم سے خارج کر دیا جائیگا۔ اور مجھ پر ایمان لانے والا فتیاب ہو کر روح اللہ سے برگردو ہونے کی حالت میں پھر روم سے خارج ہونے کے قریب پہنچے گا۔ تو آیت اللہ بنام روح اللہ بطل فتح اللہ و نصر اللہ ہو کر آئے گا + اس وقت میں اپنی آنکھ سے دیکھو لگا کہ دین روح اللہ یعنی دین اللہ میں لوگ جوق جوق داخل ہوتے جائینگے + اس وقت جمیع قضا یا یا حتیٰ بعدل والصفاء فیصل کر دئے جائینگے + کہ جھگڑا اٹھ جائے + اور ہر ایک قوم کے لئے جو ایک وقت مقرر ہے اس مقدس آئینہ والی قوم کے لئے وہ دن مقرر ہوگا + میں ان سب کو یاد رکھو + ذاکر رہو + یہ سب ذکر کی ہے + آئینہ ماعلیٰ الرسول الا البلاغ + مگر واضح رہے کہ انا ہو و ہونا اور یہ بھی اسی کی قدرت کا زور ہے ورنہ عید باریہ چود چو نہ بدست + پس جہاں تک اسکی حمد و ثنا ہو سب قورٹی ہے پھر کیا اسکی حمد کروں مگر خیر بایں ہمہ جو کچھ ہو سکے اپنے لئے فخر و سعادت ہے اس لئے چاہئے کہ ہم لوگ اس کے واسطے عین اسکی طرف سے یہ نعم و عرفانی لگاتے جائیں کہ

<p>ہُوَ لَا يَزَالُ وَلَمْ يَزَلْ مَا يَنْبَغِي لَهُ ابْتَدَأَ وَاللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعْرُودًا هُوَ فَلَكَ مَا هُوَ ذَكَرْنَا كَفَا بِهِ مُتَوَّعًا أَنْتَ الْمِيَاهُ لِي وَأَنَا لَفِي مَجْرَدًا فَتَكُونُ وَتَصَوَّرُ لِلْعَيْنِ طَائِلُهُ شِدَا وَهُوَ يَجْعَلُنِي وَالِدًا كَيْبُتُ وَالِدُ وَلَدًا مَنْ آلِ صَاحِبِ عَرَشِي فَانَا شَرِيفُ الْوَالِدِي</p>	<p>اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي رَفَعَ السَّمَوَاتِ الْعُلَا لَيْسَ لَكَ كَعَوْدًا اِذَا هُوَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ هُوَ عَلَمُنَا هُوَ جَلَّتْنَا هُوَ عَقَلُنَا هُوَ نَقَلُنَا اَنْطَقْنَا اللّٰهُ الَّذِي مَا اَنْطَقَ كُلُّ شَيْءٍ وَحَتَّى سَمَاءٍ مَدِيرُهُ وَخَرَجَتْ فَتَحَرَّجَتْ اَسْنَتُ بِاللّٰهِ الْوَحِيدِ الْغَرُودِي الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ وَبِئْسَ الصَّبِيُّ مَعَ الْوَلِيِّ شَيْخِي مَلَاوِي وَابِي</p>
--	---

کہ مسجد میں بفرصِ فتنہ و فساد و نمازی بن کے آئینگے۔ اور مجھ پر ایمان لائینگے۔ اور ہم ہمیشہ سے مطلع علی حیاتم ہیں۔ اپنے اخلاقِ عظمیٰ کے سبب سے کچھ نہ کیئینگے۔ کہ وہ ہر طرح مغلوب ہو کر یہ منافقانہ برتاؤ اختیار کریں گے کہ بجائے اس کے کہ اپنی اولاد کو من خشیۃ الاملاق ہلاک کر دیتے تھے۔ مجھے بیاہ دینے کو غنیمت سمجھینگے جس کے ذریعہ سے ان کا مطلب حاصل ہوگا اس لئے دشمن خانگی بلباس یا رغوار بنے ہوئے ساتھ رہینگے + اور مجھ کو ابھاریں گے کہ میں اعلانیہ دشمنوں سے مقابلہ کروں۔ تو میں کہوں گا کہ بہت خوب تم میری طرف سے مقابلہ کرو۔ تو کہیں گے کہ آپ بھی ساتھ چلتے + تو میں ان کی چالبازیوں سے واقف ہو کر یہ کہوں گا۔ کہ تم لوگ جلتے ہو کہ میں سر دست رجالینِ موجودین سے براہِ راست کسی کا باپ تو ہوں نہیں۔ مگر میں سچ کہتا ہوں کہ جس طرح سب انبیاء کو دالی دوارث دیا گیا ہے کہ اس کے بعد میرا ثاؤس کا کام چلائے اسی طرح یہ میرا بھائی قوت بازو۔ دستِ یمن وید اللہ۔ بیٹا اور ولیعہد ہے جس کو علیؑ ولی اللہ کہتے ہیں جو انصالحاص پانی سے پیدا ہوا ہے اور ہماری بیٹی سے نسباً بصارت کا مستحق ہے + یہ بڑا حیدر کرار ہے کہ درمِ جنگ ہرگز پشت نمائی نہیں کریگا + یہ نہارے ساتھ لڑائی میں جانا ہے + اس کا جانا میرا ہی جانا ہے + کیونکہ ہم دونوں ایک ہیں۔ لہذا اگر تم تھکے سید و مولیٰ ہیں تو یہ بھی تمہارا سید و مولیٰ ہے۔ اس واسطے ہر جگہ اسی کو امیر و امام۔ کپتان۔ کرنیل اور کرار سمجھتے رہنا + اس پر وہ لوگ مجھ کو غیظ آمیز نگاہ سے گھور کے دیکھیں گے + اگر اچھا پختا کے جائینگے تو اختداعاً اوصراً و صراً ہو جائینگے ورنہ برخلاف علی الخلاف یعنی مارنے والوں کے پیچھے اور بھاگنے والوں کے آگے اور انفال و غنیمت میں پہلے شریک رہینگے + جب شکایت کی جائیگی کہ انہوں نے ایسا دھوکا دیا تو مستحق نہ ہونگے بلکہ جھوٹ موٹ قسم کھا کر کہیں گے کہ ہم تو قیام و قعود۔ رکوع و سجود میں لگ گئے تھے + جب کہا جائیگا کہ یہ بے محل قیام و قعود تو ایسا ہی کفار کی قصداً دخل و قبضہ کی اجازت دیدینی ہے جیسا کہ اگر کوئی کامل شخص اپنے قدمی فریضہ کو پورا کرنے کے لئے ظاہراً خوفِ دشمن سے اس فریضہ کو گریز کی صورت میں ظاہر کر رہا ہو۔ کہ راستہ میں کوئی اس کا نام نہادی دوست مل جائے۔ جو اسی غرض سے نکلا ہو کہ اس کامل شخص کا پتہ لگائے۔ اور وہ کامل شخص اس فریب کو تاڑتا ہوا اس کو ساتھ لے کر کسی غار میں جا کے چھپ جائے تاکہ یہ واپس جا کر لوگوں سے نہ کہے۔ اور وہ نام نہادی دوست ظاہراً محبت ظاہر کر کے نور سے

دونا شروع کئے تاکہ پوشیدگی کا پتہ لگ جائے جس پر وہ کہے کہ ارے تو نے یہ کیا گڑبڑ مچایا۔
 خدا کے لئے چپ رہ۔ خدا پر بھروسہ کر + جو خدا سب کے ساتھ ہے وہی خدا ہمارے بھی ساتھ ہے
 ہماری حفاظت کر لے گا۔ تو کہہ کہ شورو غل مچاتا ہے۔ بس اگر تو مجھ کو چاہتا ہے تو چپ رہ جا +
 کیونکہ یہ تو دوستی اور محبت نہیں ہوئی بلکہ عین دشمنی ہوئی۔ کہ درست کو اس حکمت سے پھوٹوا
 دینا ہے + لہذا یہ سب عدیلعون ہے۔ ہرگز قابلِ شنوائی نہیں۔ تو اُس وقت عین حرم میں
 روح اللہ کو حاضر و ناظر جان کے قسم کھا ئینگے کہ اب آئندہ۔ سے ہرگز ایسا نہیں کریں گے + لیکن
 یہاں قسم وغیرہ کی تو ضرورت نہیں ہے۔ یہاں تو اطاعت کی ضرورت ہے۔ مگر یہ حد سے
 باہر ہو جانے والے لوگ ہونگے۔ حتیٰ کہ لفظی کل مرتبہ علی التواتر اسی طرح ثابت ہوتے جانیں گے +
 لیکن پھر بھی میرے اور میرے ولی عہد کے ساتھ معاہدہ شکنی و انقضائے العہود سے نہ باز
 آئیں گے + پھر اگرچہ اُن کے ساتھ ہزار اخلاق کئے جائیں + ہر مشورہ میں شامل کئے جائیں۔ ہر
 امر میں مداخلت کی اجازت دیدی جائے۔ بھائی بندی میں شریک کر لئے جائیں۔ قربانیاں
 پر قربان ہو کر دی جائیں۔ سارا انفال و غنیمت دیدیا جائے۔ ان کے پیچھے نماز تک
 پڑھی جائے مختلف فی الارض کرنے جائیں۔ بلکہ خدا تک بھی بناوٹے جائیں تاہم یہ شجرۃ
 الملعون سے ملعون ہی رہیں گے۔ کیونکہ ولی الاصل اور شیطان نثراد ہیں + آسمان پر بھی اڑیں تو
 اُن کا اعتبار نہیں + یہ سب باتیں اُن کی بزرگی کے لئے کچھ سند نہیں ہو سکتیں۔ بلکہ یہ سب
 رلیف بد پرہیز کو علاوہ دینا ہے + جو حیاتِ موجودہ و آئندہ کے لئے زہرِ مہل کا کام کرے +
 پس اُن کے حق میں تخذیر و عدم تخذیر۔ نذارت و عدم نذارت سب مساوی ہے + یہ اپنے چیلے
 چینگڑے کے ساتھ نسل بعد نسل دھوکا دیں گے + دلیل مستضعف سے شتری الحادیث بغیر علم ہو کر
 لوگوں کو گمراہ کر دیں گے + سراسر وصیت نامہ کے خلاف کریں گے + اُس میں تحریف کریں گے + لوگوں کو
 آرام پہنچانے کا حکم دیا جاتا ہے۔ یہ سب سے پہلے ہماری ہی نسل کو تکلیف دیں گے اور کہیں گے کہ نبی
 کے لئے نہ میراث کی ضرورت ہے نہ جو رو پیچھے کی ضرورت ہے۔ نہ آرام و جنت کی ضرورت
 ہے۔ وہ اہل و عیال سمیت خواب خستہ رہے مظلوم و مقہور بے عزت و ذلیل رہے۔ تو عین
 اس کے لئے فخر ہے + اس لئے اس کا کوئی وارث حکمت و حکومت کے لائق تو درکنار
 پیسے سے چوتھے درجہ کے بھی لائق نہیں بلکہ ایک دم واجب القتل ہے۔ کہ اُس کے قتل سے
 سب کی بخشائش ہوگی پس وہ سب حرام کے بچے برخلاف رسول اللہ تعالیٰ و خلفائے سے بہت

منتفح ہو گئے + مگر جو لوگ آلِ مظلوم کا حاجر و مجاہد و انصار رہیگا وہ مقبول الہی ہو گا + لہذا کوئی مخالف رسول اللہ نہ ہو تو بہتر ہے پھر وہ بدو ہو یا اعراب و حضارم کے باشد + لیکن ضرور مخالف ہو گئے + اس لئے اگر ہم اُن کو ہزار معاف بھی کرویں تو کرویں مگر وہ نہیں معاف کریں گے۔ حتیٰ کہ اگر توبہ کرنیوالا اعداؤ کن اور جب قدر اُس سے ہر ایک ذرہ کائنات ہوا ہے اُسکے برابر بھی بدعین مرقہ توبہ کرے تاہم اسکو اللہ تعالیٰ نہیں قبول کریگا + پس لعنت اللہ علی التلاشۃ الذین مختلفوا ثم داختلفوا فی الکتاب اختلافاً کبیراً + مگر وہ کیا اختلاف کریں گے کس۔ لئے کہ ہم اسکو نازل کریں گے۔ ہم اُسکے حافظ رہیں گے۔ ہم کو اُس کا حرف حرف یاد رہیگا + چنانچہ توبہ کرنے کے بعد بھی اُن کی یہ حالت ہوگی کہ مجھ کو سخت مجبور کریں گے کہ دشمن سے مقابلہ کرو + جب پھر میں کہوں گا کہ تم میری طرف سے جاؤ اور لڑو۔ تو اُس وقت کہیں گے کہ مُقْعِد فی البیت رہ کر کبھی بہ بجائے کثیر رہنا بدتر جہا بہتر ہے کہ اس طحارتِ آفتاب میں باہر نکلیں + ورنہ اگر ایسا ہی ہے تو تم خود بھی چلو حالانکہ اگر میں بھی چلوں تو یہ مخرج عن البیت ہونے والے نہیں + تو اگر یہ آج گرمی سے ڈرتے ہیں۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ یہ جہنم میں جا کر گرمی کا مزہ چکھیں گے + مگر خیر اُن کے کہنے پر بھی کر دیا جاتا ہے کہ میں بھی ان کے ساتھ جاؤں گا مگر یہ دہاں بھی دھوکا دیکھے ہجرت پر آمادہ کریں گے اور خود بھی بہ ہجرت مبطورہ ہاجر بنیں گے۔ اور بار بار من وادیٰ یہ جتلاتے رہیں گے کہ

خاک چھانی و رہد رہم نے تلاش یار میں جانمہ ہستی ہمارے تن پہ میلہا ہو گیا
اس لئے ہم تمہارے ساتھ نہیں بہتے + ورنہ اپنی ساری بات پر ہم کو قابض بناؤ گویا اس قدر
عداوت منکاف فی قلوب المجرمین رہیگی + ایسے پر صلوٰۃ و سلام بھیجنے والا اُن سے زیادہ مردود
و ملعون ہے + آخر میں ہماری ہی جیت رہیگی + اُن پر ہر طرح ضیاق العناصر والا رواج ہو گا +
اُس وقت ہمارے عناصر کے ہم پہلور ہونے کی درخواست کریں گے + مگر وہ اٹھانے والا بڑا ٹھٹھے
اور سزا دینے نہ چھوڑیگا کہ وقت پر وہ معجزہ میں شمار ہو + کیونکہ وقت کے مطابق مُعْجِزہ ہوتا ہے۔
کبھی سحر و طلسمات کا کبھی حکمت و حکومت کا کبھی فصاحت و بلاغت کا کبھی شجاعت و سخاوت
کا کبھی قدرت و کلیت کا۔ پس تم روح اللہ کو سجدہ کے لائق نہیں لہذا زمین کو سجدہ کیا کرو۔ اھ
جو کچھ جس زمانہ میں حکم دیا جاتا ہے اُس باطنی مفہوم کے مطابق سب کو دیا جاتا ہے۔ پھر اگر وہ
کسی جگہ کاہنے والا ہو جاں ہمیشہ رات رہتی ہو یا ہمیشہ دن یا خلافت ذالک + پس ڈرو
اُس سے جواب کی بڑا رحمن و رحیم کے نہیں آئیگا بلکہ بڑی قناریت کے ساتھ قناریں کے

آئیگا + اس واسطے سورہ توبہ کے پیشتر بسم اللہ نہ رکھو توبہ کا دروازہ کھلا رہنے دو۔ شاید تو بطور انابت سے برامت ہو + تو وہ کون آئیگا کہ وہی بیوا لے حمل نشین جبکہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔ فَبِجَانِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَامُ الْغُیُوبِ وَكَشَافُ الْکُرُوبِ وَنَسَّارُ الْعُیُوبِ وَغَفَّارُ الذُّنُوبِ وَالنَّ اللّٰهُ وَاحِدُ الْقَهَّارِ + پس تو اسے میرے اللہ مجھ کو زن و مرد کی انیت سے خارج کر + مجھ کو عناصر و ارواح کے قید خانہ سے چھوڑا + مجھ کو تمام عبادت و مطلقیت بلکہ سب جھگڑے سے بچا + اور تجھ پر بیشکل نہیں۔ تو تو بڑا داتا و دانا رہا۔ کرتا کرتا رہتا سنتا سنتا رہا ہے۔ تو تو بن کئے کرتا ہے + تجھ سے کیا مانجا جات مانگوں۔ مگر تیری طرف متوجہ ہو کے اپنا دل بہلاتا ہوں اور تیری ہی دھن میں لاپتا ہوں کہ

یا الہی حکمرانی برہمہ دُنیا کُنم سیر و شت کر بلا در عالم رویا کُنم پیر بہن را بر درم رو جانب صحر کُنم روز میگویم کہ فردا ترک این سود کُنم از بنی آدم نہ امید و قا اصلا کُنم جدین بر یک خطا رانده شد از باغ بہشت شد ز آدم تا بہ ایندم از بنی آدم خطا حمد یہو از زبان بے ساختہ آید بڑوں اے تو یہو اے تو یحییٰ اے تو یا ہولے تو ز گس چشم ز بیماری دل عبر شدہ مردم دو چشم در محراب ابرو سجده کرد بر سر بازار چوں سرت می گردم بروز خود فراموشم بفضل اللہ مستغنی شدم	گنبد ایوان خود را قبۃ العلیا کُنم در تہ شمشیر بُراں گردن اعدا کُنم بر سر کوہے نشینم دیدہ را وریا کُنم باز چوں فردا شود ہر روز را فردا کُنم فخر حمل من چرا بر آدم و حوا کُنم من چگونہ آرزوئے جنت للمادہی کُنم تو بہ امشب میکم دو صد گنہ فردا کُنم وصف او بے انتہا را تا کجا انشا کُنم ایں بگو مارا کہ در دل ہو کُنم یا کُنم گر شود دیدار خالت ز گس شہلا کُنم ابرواں را کعبہ کردم چشم را بطحا کُنم من نہ بر خندیدگی ناکساں پروا کُنم از بے شک خدا من شکستہ کُنم
--	---

مطلع ثانی

دست روح پاک را دوحی یضیا کُنم آئینہ ہر چند می بینم کہ بینم خویش را	جانب شمس الضحیٰ دو دست را بالا کُنم عکس میگوید کہ خود را عکس آں یہو اتم
---	--

دین د دنیا جنت و دوزخ را در کانتیت
 مرضی محبوب ہم ہرگز و گر محبوب نیست
 آہ سرد آمد برون از حد پنهانی من
 بیچ ہستم من چہ بخشم من چہ میدارم بگو
 گر خدائی بہر یک ساعت مراحل شود
 تا کہ از بجران من حظ جدائی را چشد
 و دوزخ و خویش را را جذب کردہ نحو کن
 ایس کجا تاب تو اس دام کہ گویم دلبری
 دلبر چار عنصری گشتن خلاف شایست
 تا کہ گویم دمسوا دت تو ہستم سرج نیست
 لاکنم مجبور یا اسراق عشق و دلولہ
 جان من گویندہ لفظ من و تو و شما
 تا دم تقریر ہذا شد نہ انسان و تیاب
 ایلیاء و من - بظاہر و در بہ باطن واحدیم
 از کسے ہرگز ندارم بیچ امید مدو

مرضی خواہم نہ دیگر آرزو حاشا کہم
 ہر دو یک گشتہ چگونہ من زجا بیجا کہم
 در پریشانی فدا دم ہو کہم یا لا کہم
 گر بدارم با تو دادہ و لبس آقا کہم
 من ہماں یہو اشوم اور اجد ایجا کہم
 گر کند فریاد خود را اندر شل القا کہم
 تا کہ خود را اسے خدا بخنائے بے ہمت کہم
 گر بگویم ترک آداب خدائی را کہم
 من چگونہ خویش را زین شل متشا کہم
 گر بذات پاک خود را عاشق شید اکم
 زین سبب و اللہ این گفتار نازیبا کہم
 ملک تو من کہیتم تا من کہم یا ما کہم
 و اور لیا از کجا انسانیت پیدا کہم
 بس خودم انسان کامل بر خودم ہتر اکم
 ماں مگر بفضل یحییٰ ربہم بعضا کہم

تو اسے یحییٰ بھوک بڑی بھوک کی ہے کبھی یہ نہیں تیری محبت کی مجھ کو بھوک ہے اپنے
 دیدار سے سیراب کر اور داحسرتا علی العباد کہ بڑا کام خود کرتے ہیں۔ اور تجھ کو بدنام کرتے ہیں کہ
 توفیق و خدا لا ان عسر و یسر تجھ سے ہے۔ حالانکہ تو نے سب کو ایک حد تک اختیار سے
 رکھا ہے۔ ورنہ حکم کی حاجت نہ تھی چنانچہ اگر مخنث و نامرد اپنے حضور ہونے کا دعویٰ
 کرے تو یہ دعویٰ قابل قدر نہیں۔ کیونکہ اس کے پاس آلاتِ مباشرت موجود نہیں + یہی
 طرح ہر طرح کا اختیار رکھ کر اتنا کڑی کا نام دین برحق ہے۔ اور یہی قابلِ قدر ہے + مگر یہ سفلے
 لوگ سفلے کو بچہ کر سفلے السافلین میں رہنا چاہتے ہیں۔ علوی ہونا پسند نہیں کرتے + تو
 اے تم سفلے لوگ فدا خیال کرو کہ اچھا مصنف ہمیشہ زندہ ہے + زندہ کا کام کرتا ہے + جاہل
 کو عالم بتاتا ہے + تو یحیائے تعالیٰ جو مصنف حقیقی ہے۔ اس نے ایک نیچرل مابک
 تصنیف کر چھوڑا ہے۔ اس میں سے ہر بیماری کا اچھا اچھا نسخہ کیوں نہیں نکال دیتے۔ تاکہ

نسخہ نکالنے میں تم کو معلوم ہو جاتا کہ شکل مقرر اس لیے صلیب نما سلاخ پر بہت جلدی بجلی گزرتی ہے۔ تو تم میں وہ نورانی ذکیلی صلاح نہیں کہ اس پر آہِ آلاہ سے شش کی بجلی گر کے منور کرے مگر تم کو ہماری شان معلوم ہوتی۔ مگر تم تو فرعون بنے ہوئے شیطانی راگ گاہے ہو کہ

<p>ارادے سب مرے عالی ہم ہوں تمنا ہے کہ ہم کیواں علم ہوں اگر در بزمِ دورِ جامِ ہم ہوں مرے پہلو میں بیٹھے دمیدم ہوں بہ و بالا ہمارے ہم و غم ہوں قیامت تک نہ پھر تو چشمِ نم ہوں صدائے طبل و بریل و میدم ہوں کہ ماکھ پائی کی پوچھنے ضرورت یہاں تک عرق آلودہ ہوں دونوں کوئی پکھا کرے آئینہ سے اپنے حوالہ ان کے کرد و آج سب کچھ ذرا رکھانہ دل میں خوفِ یحییٰ یہی اب حضرت یحییٰ کہہ ہے حکم</p>	<p>تو پھر ہم کیوں نہیں فرخِ شیم ہوں مدورِ چرخِ زنِ چرخِ خیم ہوں حیدنوں کی ہو محفل اور ہم ہوں کوئی سیدھے کھڑے ہوں کوئی خم ہوں نہ عیشِ زندگی جنت سے کم ہوں نشاطِ عیش و عشرت سب ہم ہوں پیامِ وصل میں لاء و نعم ہوں اگرچہ بے تکلف سب صنم ہوں کہ سر سے پاؤں تک سچ اور ہم ہوں کوئی دامن سے جھلکے دست و ہم ہوں کہ جو کچھ جیب میں دام و دم ہوں تو بہتر ہے کہ بدکاراں عدم ہوں کہ درناںِ عدم جملہ ہم ہوں</p>
---	--

اس لئے چاہئے کہ تم لوگ اب بھی نیک ہو + صلح و سدا کو ہر مکان میں ممکن کرو + تمدن و تدین پھیلاؤ + کتب خانہ نہ جلاؤ + گوشت خوری اور طلاق سے پرہیز کرو۔ مگر بد رجحان پوری ناچاری ہے + اور مردار مچھلی کھانے میں مضائقہ نہیں + غرض کہ نیکی و بدی کسی کو خود پر قبضہ کرنے کو مجبور نہیں کرتی۔ مگر تم ہر اچھی بات میں ترقی کرو + اچھی بات کو مدوح اللہ کی مرضی جاذب سمجھو اور یہ سمجھ لو کہ

روح مسکین ہو سے داشت کہ بر عرشِ رت
 دست برائے کبوتر زدنا گاہ رسید
 پس یہ سب غور و فکر اور نظمِ قدرت کا ملاحظہ پائے کبوتر کا کام کر گیا + چنانچہ دیکھو کہ ہوا تمہارا
 کیا کیا کام کر رہی ہے + چکی پستی ہے + موٹ کشی کرتی ہے + پکھا کرتی ہے + تم میں خل
 ہو کر صفائی کرتی ہے جس طرح دیوائی جاندار۔ دیوائیں تیرے ہیں۔ اسی طرح ہوائی

جاندار ہوا میں طما ہیں + اور یہ اُن کو اپنے آغوش میں لئے رہتی ہے + اور اُس ہوا کے اوپر کا حلقہ جو عمیق ہونے کے سبب سے گنبد نیلیگوں حصار ہو رہا ہے یہ بڑا بھاری بحر معلق و مہیائے نیل ہے کہ اس نے اور حجم ہوا دونوں نے ملکر اپنے سایہ سے تمام سمندر کو دریائے نیل بنا رکھا ہے + کہ جہاں پانی کم ہے سفید ہے جہاں عمیق ہے نیلا ہے۔ جہاں پہاڑ ہے سیاہ ہے تاکہ سیاہ و سفید کے بیچ میں ایٹم چلے + اور دم تصادم سب چیزوں میں سے آتش رنگارنگ نکل رہی ہے کہ کہیں ناراحد بد ہے۔ کہیں نارالمج کہیں نارالسماء ہے کہیں نارالمیاء + کہیں ناراموسوی ہے کہیں نارامارکہیں نارالبرق ہے کہیں مارالحم + کہیں نارخفو ہے کہیں نار عصفہ + ان تمام نیران و مادہ اثیر یہ سے چیزیں ایجاد ہونے والی ہیں + اُس وقت نارالشد کی ضرورت پڑیگی۔ کتنام عالم نارالتہار ہو جائے۔ پس یاد رکھو کہ جیسی طینت و سیسی نیت جیسی نیت ویسا نتیجہ + تو جدم نتیجہ النیران ظہور پذیر ہو کر مستوقد للہرب ہونے کی تحریک پیدا کریگا۔ وہی ہماری واپسی کا زمانہ یا جہکی خبر کر رہا ہوں اُس کے آنے کا زمانہ ہو گا مگر تم بھی کو سمجھنا کیونکہ

<p>واضح ہے کہ صاحب سیف و قلم ہوں میں شیخ انختم ہوں اور ولی النعم ہوں میں جنگ آوروں ویر بدرجہ اتم ہوں میں کتا ہوں صاف صاف نہ چھوڑو نکالیں کبھی خاقان جملہ عالم و دست یمین حق اُس کی جو حمد ہے وہ ہماری ہی حمد ہے اِس واسطے یہ حکم ہے سچائی کی حمد ہو</p>	<p>برجیس قدر والی تاج و علم ہوں میں بحرالکرم ہوں جود میں چرخ خیم ہوں میں دشمن کے حق میں قہر و بلا و ستم ہوں میں از بہر جنگ چاروں طرف سے ہم ہوں میں بے شک وہی حکیم بدیع الحکم ہوں میں اس وقت شکل عبد ہوں سچائی کی حمد ہوں میں حماد ہوں حمید ہوں احمد شیم ہوں میں</p>
<p>پس اے نفس ہمارے تو اپنے جمع لواحق کے ساتھ۔ اور اے ہستی تو اپنی ہمہ ہستی کے ساتھ حمد سچائی میں گاتی بجاتی جاؤ۔ لہذا حکم دیا جاتا ہے کہ شبنوی</p>	
<p>قُلْ اِسْمُ اللّٰهِ رَبِّ الْکَرِیْمِ ہو اللہ مولیٰ قدیر العظیم وہو علیم بذات الصدور وہو قریب بغیر بعید شَآءَ قَرِیْبًا فَمَوْ بَعِیْد</p>	<p>ہو اللہ ربی رؤف رحیم سچائی العظام و ہستی ربیم من الغیب فی کل غیب یدور وہو مبادی و ہو معید فَئِذَا صَاطَءَ الْعَرِیزَ الْحَمِیْد</p>

اذا المرء كانت له خيرة
 وآيات فيكم فلا تبصرون
 ونحن الى الله سوف نصير
 ويا قوم واستغفروا ربكم
 وهو الذي اسع الحاسبين
 توكل على الله يوفقكم
 ومن اتق الله حق الثقات
 وإن هدى الله فهو الهدى
 فلا تلبسوا الحق بالباطل
 لكم في القصاص حياة لكم
 وزاد الوفاق فزاد البياض
 ميكيدون كيداً وكيدى مبين
 يقولون بالله مالا يليق
 صفاء الرياض بصوت الغمام
 بنى النجاشات ليس النبى
 رسلنى اليكم من النا صحين
 فاني امام على السلام
 شمس الجبال تزيل الظلم
 وعنه اخذنا الهدى والرضا
 ونال من الله كل المرام
 امام النبين شرف المقام
 رؤف رحيم جليل البهام
 قم الليل زلفاً وكن حامداً
 وليسوا سوا من اهل الكتاب
 على آل يسيين صلوا الصلوة

ففى كل شئ له عبرة
 باي الهدى بعدكم تومنون
 هو الله مولى ونعم النصير
 وإن تعلموا فهو خير لكم
 به نستعين وهو المعين
 ولا يضل السحر حيث اتى
 يقيم الصلوة وياتى الزكوة
 وإن الى ربك المنتهى
 ولا تكتسبوا الحق بالعادى
 ولا تنجسوا الناس اشياء هم
 وزاد النفاق فزاد الحياض
 وآلى لهم إن كيدى متين
 نقول فذوقوا عذاب الحريق
 وأنس العيون بطيب المنام
 نبئ وليكن بئس النبى
 واني اليكم امام المبين
 قلوا اقتدينا بهذا الامام
 ويهدى على الحق اهل الهم
 ومنه عرفنا التقى والوفاء
 عليه جمع المسلمين اذ دعاهم
 حليم عظيم كريم امام
 بحمد شريف بدار السلام
 اقيم الصلوة وكن ساجداً
 فاني اخاف عليكم عذاب
 وإن تدعوا غيري لكم لانجات

من
 كذا كذا
 من
 عرباين
 اشياء
 بحالت
 وقف
 ومنصور
 وميرة
 هزله
 *

و لو كان فتنة من الظالمين
يقولون هذا مطاع الغرور
وما عندكم علم الا قليل
وما ذا علمتم بسبط الرسول
وضرب شديد امام الامير
قتلتم وانتم من المنكرين
وهو الحرة على الكافرين
وكانوا بمشركا يثم كافرين
له دعوت الحق من ربكم
تدبرته حتى تدبروه
وناديت من مكان بعيد
ومشاة في فاني يغيب
ثم يقينا ذات القويم
صفوح عليهم اذا ما قدر
بعد والدارى وذل الصخر
فماض صبوراً ومات شهيد
ولولا على اهلك العمر
حوم السم الدوب العمل
وتتج هواه بغير بدلى
نلقى عليهم عذاباً ثقیل
فطوبى لباب كبست العتيق
عسى ان يكون من المؤمنين
واى الفريقين خير الملتام
فما كان دعوتهم اذ جاءهم
ومن لبث السحن بضغنين

لكل نبى عدو تبين
فان كذا لك من عزم الامور
فهذا كتاب اليكم دليل
اذيتم بتولاً ذ نوح بتول
فكرب عليكم جناح كبير
الا لنت الله لظالمين
وانى عليهم من الشاهدين
تعالوا وكونوا مع الصادقين
لكل جعلنا مولى لهم
وقدرة حتى تقديهم
وخاف مقامى وخاف وعيد
ولضر من الله فتح قريب
يحل عليه ثواب المقيم
كريم البعد و اذا ما انفخر
وقطر البحار ورش المطر
وكل لكانا رقيباً عنيد
فخذ ما صفاء ودغ ما كدر
وخير الكلام بما قل ول
وهو عليهم بمن اتقى
وانى على ما نقول وكيل
حوالى من كل فج العميق
وانى قريب من المحسنين
سلام عليهم - عليهم السلام
ضربنا لهم كيف امشاهم
ريناه كان من المحسنين

<p>ضعیف الخفیف الصغیر الحقیر اذا وُخِّلَتْ شمس برج الاسد ولا یُج فیہ ولا خُلَّتْ ہنا کم قریتم ولا تُشجرون وجاء القفصی سربیع القضاء رسول من اللہ یتلو کتاب خذا من خلقت وحبدا خذوا وہو ایکم خبیر الرشید لسان سبج وقلب ذبیح یقول لکم انتم الظالمون ویحیی عزیز شریف السبب حسام لہ فی یدیر فحول</p>	<p>اذا فاق فی الامر صار الکبیر فلا تُقبل صُلحکم والحدود لکل حدید لہ لذقہ فانتم من الساعۃ مُشفقون تمیص الوفاء لاہل الصفاء ینادی علیہ لمن کل باب ہلموا الیہ ولا تفرضوا علی ذالک الامر انی شہید انا اُحلف ان ہو المسیح دانی انا اللہ لا تعلمون بحق صحیح بغیر نسب ویحیی ییحی الملاء بالنفول</p>
---	--

بس اسی یحییٰ میں یہ سب قدرت ہے کہ خود کو دیو بنادے یا پری بنادے۔ عجب بنادے
یا معبود بنادے۔ جو چاہے کرے۔ حل کل شئیٰ قدیر ہے + وہی پادشاہ ہے۔ اسی کو
عدل والصفاء سزاوار ہے + اُس نے خلیل وکلیم۔ صبی دولی۔ عجب دید سب کو ارسال
کئے۔ اب تو خود ہی باقی رہا۔ اب چاہئے عام طور سے آئے یا خاص طور سے آئے برائے
یا جبر آئے۔ اُسکو اختیار ہے + مگر ممکن ہے کہ شاید اپنے محبوب و مہمدی کو بھیجے کہ اُسکو
دیکھ پوچھتے ہی خود ہی چلا آئے۔ اور سب کو جہنم داخل کرے + تو وہ مہمدی وہی حضرت
مہد نشین اور مہد میں پونے والے صاحب ہیں + جو بہت ہی پیوستہ بہ شاہنشاہ ہیں
کہ عین اسکی روح و میجا ہیں + اس لئے عین پادشاہ ہی کہنا چاہئے۔ جن کو تم لوگ نے
وجال کہا تھا + پس وہی مسیح الدجال تشریف لائینگے۔ اُس وقت ثابت ہو جائیگا کہ تم
وجال و فاجر ہو یا وہ امام امی + کیونکہ وہ ہماری طرح اُس زمانہ کے مطابق آتی ہونگے +
جیسے ہمارے والدین ہیں اُنکے بھی ہونگے + جس طرح ہمارا نام ہے لکھا بھی نام ہوگا + ہم کو
لوگوں نے مجنون کہا اُن کو بھی لوگ مجنون کہیں گے + اُن کے ماں کا نام آمنہ امیرہ
ہوگا + بوجہ یہ معلوم ہونے آثارِ حمل بعد از پیدائش لوگ اُن کو خدشہ کہیں گے + وہ گھوم گھام

یوسف
مشہ
الانت
مکھالی
چھٹی
سلا
سات
ماور
+

خراسان لینے پورب میں ظاہر ہونگے + پہلے کی طرح بہت فاقہ کش رہینگے + برٹی و بجری سفر کرتے رہینگے + سفر میں لوگوں کو پوری طرح جانچ پرتال کے اُن کی حیثیت کے مطابق اُن کو انتخاب کریں گے + تمام عوام کے سیاح و مسیحا ہونگے + وہ ضرورت کے مطابق یا جو اُن کو مناسب معلوم ہوگا بیان کر دینگے + صورت و شکل وہی بنی اسرائیلی کی ہوگی + اُن میں وہی حجرہ وہی قوت وہی قدرت ہوگی کہ سر اوجہراً ظاہر کر کے شان قدیریت ظاہر فرمائینگے + وہ تم کو بتائینگے کہ میں کون ہوں۔ پس اب میں جاتا ہوں تم جانو تمہارا کام جانے + غرض کہ وہ عہد روانہ ہوا اور یہاں یہ حالت ہوئی۔

بیان بادشاہ

کہ نہ یہ رہا نہ یہ وہ رہا نہ وہ دل رہا نہ وہ دم رہا
 نہ وہ گل رہا نہ وہ بو رہی نہ وہ باغباں نہ ارم رہا
 نہ وہ اتحادِ ولی رہا نہ وہ اتفاق بہم رہا
 نہ وہ بات پہلی فری رہی نہ وہ پہلا سب کام ہم رہا
 یہ سب انقلابِ زمانہ نے وہ سب عادتوں کو بدل دئے
 نہ وہ اب خیال ذرا رہا نہ وہ اب مزاج صنم رہا
 ہر اک جا پہ اُس کی شکایتیں ہر اک جا پہ اُس کی حکایتیں
 ہر اک وقت اُس سے عداوتیں کہ جو اہل بیت میں غم رہا
 جو ہزار کوئی حلف بھی لے تو مجھے ذرا بھی یقین نہیں
 وہ سب بد سلوکیاں یاد ہیں کہ جو توبہ نو سے ستم رہا
 کہ وہ سب جو رستم موقع بموقع ضرورت کے مطابق بیان کئے گئے اور کئے جائینگے یہاں یہ بیان
 کیا جاتا ہے کہ وہ بادشاہ بنام عید یہاں سے واپس جا کر ضرورت کے وقت اپنی مقررہ جگہ
 پر پریس سجائے بشری ہو کر ظاہر ہوا + وقت پُر اُس جو اردو دیار کے لوگوں کو نالائقی و نا اہل پا کر
 وہ دہائی کے بیچ میں عمر تھی کہ گھر سے جلا وطن ہوا + تو جیسے جیسے آگے بڑھا اپنے جملہ دویا
 سے زیادہ لوگوں کو نا اہل و نالائقی پاتا گیا کہ کسی پر اُس کو بھروسہ نہ رہا کیونکہ وہ دیکھتا تھا اور زیادتی
 عقل سے سمجھتا تھا کہ ہرگز ہرگز کوئی کسی طرح کسی کا سچا دوست نہیں ہو سکتا اس لئے اُس کو

انسانے آدم کے بارہیں یقین ہو گیا کہ ہنوز لوگ انسانیت کو نہیں پہونچے + تو قبل از انسانیت
 عین انسانیت کی ترغیب کا نام دینِ انسانی رکھا گیا ہے + اور اس سے عبور کرنے کا نام دینِ
 دیگر + یہاں تو ہنوز قضیہ منکس ہے جو کہ ایک دوسرے کو اچھا کھاتے - پیتے - پہنتے - اور ہتے
 دیکھنا نہیں چاہتا + کسی کی سلطنت اور حسن و جمال - فصاحت و بلاغت اور جملہ خوبی کو کیا دیکھ
 سکیگا - ہارے حسد کے خاکِ سیاہ ہو جائیگا بلکہ جس میں کچھ نہیں ہے تو اُس بیچارہ کے کچھ نہیں
 ہونے کی دولت کو بھی نہیں دیکھ سکتا + غرض کہ نہ اچھا دیکھ سکتا نہ برا دیکھ سکتا + تو اب ضرور ہوا کہ
 اِس بیچارہ کو تمام سنساریں دکھ اُٹھانی پڑے + چنانچہ اُٹھائی + اُس اُٹھانے میں جن لوگوں نے
 اُس پر ترس کھا کر مر بانی کی - اُن لوگوں کو اُس نے عدلاً اور انصافاً انتخاب کر کے اُن کے لئے
 حکم لگا دیا - کہ جو لوگ بلا غرض بخلوص دل اسکو دم سے دم سے قدم سے قلم سے کلم سے تن من
 وھن سے مدد دینگے ان کو وہ امیرار کہیگا + اور جو لوگ بخلوص دل بخلہ ان شرائط کے کسی ایک
 سے مدد دینگے تو اُن کو اخیرار سے کہیگا + جو لوگ محض بے پروائی کے ساتھ ان سب شرائط کو ادا
 کریں گے تو اُن کو محسن کے نام سے پکاریگا جو لوگ عقیدۂ ان سب شرائط کو ادا کریں گے تو اُن کو فرمانبردار
 کہیگا کہ یہ سب سے مغزز ہیں + جو لوگ عقل کے ساتھ طاعت اور عقیدۂ اور محبت اور عشق ان شرائط کو
 ادا کریں گے جن پر اُس کا پورا بھروسہ ہو جائے تو اُن کو نوراوار کہیگا اور ہر ایک کے لئے ایک ایک
 معزز لفظ استعمال کریگا - جو اُس وقت تک کے لئے اُن کے واسطے شایاں رہیگا جس وقت
 تک اس سے برگرد نہ ہونگے - بصورت برگرد ہونیکے کے بیچ دلاشتے + اور درحقیقت جو کسی کو
 بھوک میں نہ کھلائے - نہ پیاس میں پلائے - نہ وقت پر کام آئے - نہ جاڑے گرمی وغیرہ میں رہنے
 کو جگہ دے - نہ اسکو اندیکھ کے خوش ہو - نہ اُس کے زندہ رہنے کا روادار ہو - بلکہ اُس کے
 دوستوں کو بہکائے - کہ ان کا سب کیا دھرا برباد جائے - ہر طرح اسکو اذیت پہونچائے - تو وہ
 کب چاہیگا کہ خدا اُس سے راضی ہو - بے مذہب نہ ہو - جنت میں جائے - دین دنیا بھلا ہو -
 پھر وہ کس کام کا بھجنس اور دوست ہو سکتا ہے - لہذا ایسے لوگ بالکل ناہنجار - ایک دم بد اطوار -
 سرسبز بد کردار قطعاً ناہموار سراپا گنہگار یک قلم زمرہ اشرار سے ہیں چنانچہ ایسے ہی لوگوں کو صراطِ
 الہی میں شیطان واپسین کہتے ہیں مگر چونکہ بکثرت استعمال اس کا مفہوم کلی فوت ہو گیا اسلئے اُسے ایک نیا
 لفظ ایجاد کیا وہ لفظ **خَیْطُ خَرَنَک** کا ہے اس میں اس
 نے یہ روح معانی چھونکی کہ جب قدرِ عوالم ہیں اگر ان میں خٹکا ہر ذرہ ذرہ الگ ہو کر نزل سے ابد تک

برائیوں کا شمار کرتا رہے + تو جقدر بُرائی ثابت ہو وہ سب اس لفظ میں سچیدہ سمجھے جائیں گے۔ کہ جس دم یہ لفظ کسی کے لئے کہا جائے تو پھر مطلق یہ پوچھنے کی ضرورت نہ ہو کہ کیا اس میں فلاں برائی بھی ہے یا نہیں بلکہ یہ پوچھتے ہی خود پوچھنے والا قشچی پلخ رنگ ہو جائیگا + چنانچہ اگر وہ تہذیباً اور بلند حوصلگی کے سبب سے کسی کو اس لفظ سے نہ بھی یاد کرے ہی اور صرف یہ کہہ دے۔ کہ فلاں سے مجھ کو اذیت پہونچی یا میں اُس سے ناخوش ہوں یا اسی طرح کا کوئی لفظ خواہ کوئی نام جس میں لفظ تعظیم نہ ہو تبتے تامل وہ قشچی پلخ رنگ میں شمار کیا جائیگا + پھر اگرچہ عالم کا عالم ہی کیوں نہ ہو + اور یہ اس لئے کہ ابد الابد تک سپر ٹیٹکار پڑتی رہے + جس سے خلق اللہ کو عبرت ہو + اور التحیات والصلوٰۃ سے تحریک نیکی پیدا ہو + جنہرختیاء و صلوات ہونگے وہ قشچی پلخ رنگ کے ضد میں فرزند یا اصل القدس ہونگے + چنانچہ اُسکے انتخاب کردہ لوگ جو فرمانِ خدا نافذ کرتے وقت تک منتخب ہوئے ہیں وہ انہیں عبارت کے ساتھ بیان کر دئے جاتے ہیں جن کے ساتھ اُس نے ان کو یاد کیا ہے۔ سو وہ یہ ہیں :-

ذکر الاخیار و المحسنین

- (۱)۔ بمقام کلمتہ۔ جناب رمضان علی صاحب سرہنگ آخا، اللہ بخو لہ۔
- (۲)۔ بمقام چھپرہ جناب محبوب علی صاحب حجام حسبہ اللہ بعونہ۔
- (۳)۔ بمقام علی گنج سیدان۔ جناب بابو عبدالرحمن صاحب احماؤ اللہ و املاہ۔
- (۴)۔ بمقام آرہ جناب بھائی مولوی عطا حسین صاحب ایم۔ اے چیف انجینئر مجید آباد و کن ابقاء اللہ و ختاء۔
- (۵)۔ بمقام مرزا پور۔ جناب منشی عبد الجبار صاحب کبیل انجاہ اللہ و نجات۔
- (۶)۔ بمقام الہ آباد جناب محمد حسین صاحب دائیں کونسل ابراہ اللہ و عالاہ۔
- (۷)۔ بمقام علی گڑھ کوئٹہ۔ جناب مولوی خلیل احمد صاحب ایدہ اللہ و عافاہ۔
- (۸)۔ بمقام ہر دوتی۔ جناب سید تجل حسین صاحب وکیل ائمۃ اللہ و مولاہ۔
- (۹)۔ بمقام پٹن۔ جناب محمد یوسف صاحب موتی فروش عرجہ اللہ و غنائہ۔
- (۱۰)۔ بمقام امرتسر۔ جناب حافظ عبدالرحمن صاحب سیاح و اذکرہ اللہ و ذکراہ۔
- (۱۱)۔ بمقام بیٹی۔ جناب غلام علی صاحب ارقہ القابوب و رقاہ۔
- (۱۲)۔ بمقام لاہور۔ جناب محمد فاضل صاحب کاتب فرمان اثابہ اللہ و ثوابہ۔

- (۱۱۴)۔ بمقام جو ناگڈھ۔ جناب سید نقیر الحق صاحب امہ اللہ و ولّاءہ -
- (۱۱۵)۔ بمقام جو ناگڈھ۔ جناب بہاء الدین صاحب وزیر ریاست زکاء المیزان و ستواہ -
- (۱۱۶)۔ بمقام مانگول۔ جناب سید محمد علی اعظم صاحب شرف اللہ شرفاً شریفاً -
- (۱۱۷)۔ بمقام ٹرچنا پل۔ جناب سید محمد تقی صاحب ایف لمے پد پرائیمر، رستمب ایف لطف اللہ لطفاً لطیفاً -
- (۱۱۸)۔ بمقام حیدر آباد دکن علیہ الصلوٰۃ والسلام اجرہ اللہ اجرًا جزیلاً -
- (۱۱۹)۔ بمقام حیدر آباد دکن۔ جناب ملا عبد القیوم صاحب دقرہ اللہ و قاراً جمیلاً -
- (۱۲۰)۔ بمقام حیدر آباد دکن۔ جناب نواب نظام نواز جنگ بہادر جزاء اللہ فی الدارین خیراً -
- (۱۲۱)۔ بمقام مقط۔ جناب فیصل صاحب بن ترکی سلطان مستطافا ضدا اللہ فیضاً کبیراً -
- (۱۲۲)۔ بمقام عدن۔ جناب بھائی مسٹر جہانگیر جی صاحب فوٹو گرافر زاد اللہ قدرہ و زادہ اللہ قدراً -
- (۱۲۳)۔ بمقام عدن۔ کاؤس بانو پارسن علیہا الصلوٰۃ والسلام -
- (۱۲۴)۔ بمقام رنجبار۔ جناب خواجہ علی محمد شریف صاحب ہونہ اللہ ہوناً کبیراً -
- (۱۲۵)۔ بمقام چین۔ ہنگنگ صاحب اسکند اللہ تسکیناً کثیراً -
- (۱۲۶)۔ بمقام مصر۔ جناب ادیس بے راغب اصاد اللہ صفاً صغیاً -
- (۱۲۷)۔ بمقام مصر۔ ہزاریل ہائیس جناب حضرت عباس حلمی پاشا خدیو مصر علیہ السلام مقاماً علیا -
- (۱۲۸)۔ بمقام مصر۔ جناب محمد لطیف پاشا فرج اللہ فرجاً عظیماً -
- (۱۲۹)۔ بمقام مصر۔ جناب حضرت نازی خانم صاحبہ عظمہا اللہ عظیمہا تحظیماً -
- (۱۳۰)۔ بمقام آبنول۔ جناب سید محمد پاشا ابن سید فضل پاشا علوی مجدہ اللہ مجداً تمجیداً -
- (۱۳۱)۔ بمقام آبنول۔ جناب سید ابو الہدی آفندی اسعدہ اللہ سعاداً سعیداً -
- (۱۳۲)۔ بمقام آبنول۔ جناب بھائی شکری بے دامق آفندی لدورہ و زید اللہ اجرہ -
- (۱۳۳)۔ بمقام آبنول۔ جناب سعید صاحب یرف اللہ قدرہ و اطال اللہ عمرہ -
- (۱۳۴)۔ بمقام لندن۔ جناب محمد رفیع الدین احمد صاحب بیرٹرائٹ لائم اللہ شفعہ -
- (۱۳۵)۔ بمقام لندن۔ جناب مسٹر شمیر صاحب ڈپٹی کشر فیض آباد نیپشنر یقین اللہ شراباً طہوراً -
- (۱۳۶)۔ بمقام لندن۔ جناب مسٹر ہوپ صاحب کلر جی فضلہ اللہ علیہ فضلاً مسروراً -
- (۱۳۷)۔ بمقام امریکہ۔ جناب بکنن صاحب صلح اللہ شانہ و نور اللہ چنانہ -

ظاہر ہوتے رہیں۔ ان سب کو لکھ ڈال۔ ہرگز ہرگز اس کے لکھنے میں کسی بات کو نہ چھپوینا۔ ایک دم
 قلم مجاز قلم سے تمام صفحہ عالم پر ثبت کر ڈالنا۔ اور اعلا شے کلمۃ الحق کو میدانِ جان میں صریح لکھ
 کی کہ اس سے سنگین عالم کے دلوں میں قلم نقش کرنا۔ کہ تمام تیرا سکھ جائے اور تیرا فوٹو اُن کے دلوں
 میں مرکوز و مرتسم ہو جائے۔ چنانچہ جو کچھ تو لکھیا کہ سب ہمارے یہاں لکھا ہوا ہے۔
 اس واسطے وہ سب لکھا لکھا یا عین ہمارا ہی ہوا۔ اور ہم تو عین تو ہی ہیں۔
 بس ہم ہمدی کوئی بات مخفی نہیں ہے۔ تو ہم یہ جانتے ہیں۔ کہ جن کو ہم نے کچھ
 لکھا دے رکھی ہے۔ اگر اُن میں سے کوئی بھی مجھ کو کہیں دیکھ گیا تو فوراً پہچان جائیگا اور اس وقت سے
 میرے تیرا خیال ہو جائیگا۔ لیکن انوس ہے کہ کسی نے تجھ کو نہیں دیکھا مگر ایک نے اور وہ ایک ہم خود
 ہی ہیں۔ یہ سوائے ہمارے تجھ کو آج تک کسی نے نہیں دیکھا۔ بالیقین جانو کہ بقرب لوگ
 دکھائے جائینگے اب وہ دکھانا موقع موقع سے بزورِ ہدایت ہو یا بزورِ تقریر و تحریر یا بزورِ شمشیر و خا
 زورِ خرق عادات و معجزات یا قدرتِ الوہیت تا اب سے یا من کل الوجوہ۔ جو کچھ ہو وقت پر ظہور
 ظاہر ہوگا۔ چنانچہ انہیں سب باتوں کو بہت سے لوگوں میں سے بعض بعض ہماری طرف سے بھی
 بیان کرتے ہیں۔ مگر اُن کو سب باتوں کا حقیقہ علم نہیں ہے بلکہ ان کو یہاں تک بھی علم نہیں ہے۔
 کہ کیونکہ وہ چلتے پھرتے بولتے جالتے ہیں۔ اور وہ مقبول نہیں۔ آج کا دن جس دن تم کو خط ملا وہ صبح
 کے لئے بہت بڑا نصیحت کا دن ہے۔ کہ اس سے نتیجہ نکال کر ہوش سنبھالیں۔ پس اب تم
 جاؤ اور جلدی کام تمام کر کے لوگوں سے کہہ کر اسے لوگوں میں وہی شخص ہوں جس کے بارہ میں آہ
 کرتے چلے آ رہے ہیں کہ وہ سب فقط اُسے نبی اور مخبر ہی محض تھے ہم تو عین اللہ اور اُس کے
 ہوئے آئے ہیں کہ تم لوگ کو جس طرح ممکن ہو راستی پر سے چلیں اور مجھ کو اللہ تعالیٰ تمام عالم پر
 اب تمہارے چون و چرا کرنے سے کچھ ہونہیں سکتا۔ پس مناسب ہے کہ جس طرح اُس نے
 اور دنیا تسلیم کر کے بھیجے ہے تم بھی اسی طرح بسر و چشم تسلیم کر لو ورنہ یاد رہے کہ عذابِ
 سے بڑے عذاب اُن کے جائینگے کہ بجز سر تسلیم خم کئے کچھ کرتے دھرتے
 ذرہ کا رات قرار دہ ہو جائینگے اور میں اسی کلمہ طیبہ کا اسلحہ ہوں اور فروغِ انوار
 ہوں جو کہ تم لوگ اُکھیرتے آئے ہو جو ظاہر آپر کنندہ از زمین ہوا ہے ورنہ حقیقہ
 ہے کہ نہ اُن کو نہ اُن کے حلقے مگر اس کا کچھ نہیں جوتا۔ مگر تم نے جوتا

